روحانی خزائن

تصنیفات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

روحانی خزائن

مجموعہ کتب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

Rūḥānī Khazā'in

Collection of the books of Ḥaḍrat Mirza Ghulam Ahmad Qādiānī, (1835-1908), The Promised Messiah and Mahdi, peace be on him

Volumes. 1-23

First published in Rabwah, Pakistan in 1960's
Reprinted in UK in 1984
Current Computerised edition published in Rabwah, Pakistan in 2008
(ISBN: 81 7912 175 5)
Reprinted in India in 2008
Reprinted in UK in 2009

Published by:
Islam International Publications Limited
Islamabad
Sheephatch Lane
Tilford, Surrey GU10 2AQ
United Kingdom

Printed in UK at:
William Clowes

ISBN: 978-1-84880-102-8 (Set Vol. 1-23)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

وعلٰی عبدہِ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

لندن

10-8-2008

پیغام

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے　　اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

اللہ تعالیٰ نے وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ کے مصداق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس زمانے کے امام اور مہدی کے طور پر مبعوث فرمایا کہ تا اس کی توحید کا دنیا میں بول بالا ہو اور ہمارے پیارے نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور قرآن کریم کی صداقت دنیا پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔

قرآن کریم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہی وہ زمانہ تھا کہ جب اسلام کی اشاعت اور تبلیغ ساری دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے سامان اس خدائے قادر مطلق نے پہلے سے مقرر کر رکھے تھے۔ اسی لئے اس زمانے میں سائنسی ایجادات اتنی تیزی اور کثرت سے ہوئی ہیں کہ انسانی عقل وَقَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَھَا کے مصداق حیران ہو جاتی ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے کہ جس کے بارے میں وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ کی پیشگوئی فرما کر یہ بتلا دیا کہ اس زمانے میں ایسی ایسی ایجادات ہوں گی کہ کتابوں اور رسالوں کی نشر و اشاعت عام ہو جائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”اور نشر صحف سے اس کے وسائل یعنی پریس وغیرہ کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ نے ایسی قوم کو پیدا کیا جس نے آلات طبع ایجاد کئے۔ دیکھو کس قدر

پریس ہیں جو ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تا وہ ہمارے کام میں ہماری مدد کرے اور ہمارے دین اور ہماری کتابوں کو پھیلائے اور ہمارے معارف کو ہر قوم تک پہنچائے تا وہ ان کی طرف کان دھریں اور ہدایت پائیں‘‘۔ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۴۷۳)

ایک اور کتاب میں آپؑ فرماتے ہیں:

’’کامل اشاعت اس پر موقوف تھی کہ تمام ممالک مختلفہ یعنی ایشیا اور یورپ اور افریقہ اور امریکہ اور آبادیٔ دنیا کے انتہائی گوشوں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی تبلیغ قرآن ہو جاتی اور یہ اس وقت غیر ممکن تھا بلکہ اس وقت تک تو دنیا کی کئی آبادیوں کا ابھی پتا بھی نہیں لگا تھا اور دور دراز سفروں کے ذرائع ایسے مشکل تھے کہ گویا معدوم تھے......ایسا ہی آیت وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور ہدایت کا ذخیرہ کامل ہو گیا مگر ابھی اشاعت ناقص ہے اور اس آیت میں جو مِنْهُمْ کا لفظ ہے وہ ظاہر کر رہا تھا کہ **ایک شخص اس زمانہ میں جو تکمیل اشاعت کے لئے موزوں ہے مبعوث ہوگا** جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں ہوگا......اس لئے خدا تعالیٰ نے تکمیل اشاعت کو ایک ایسے زمانہ پر ملتوی کر دیا جس میں قوموں کے باہم تعلقات پیدا ہو گئے اور برّی اور بحری مرکب ایسے نکل آئے جن سے بڑھ کر سہولت سواری کی ممکن نہیں۔ اور کثرت مطابع نے تالیفات کو ایک شیرینی کی طرح بنا دیا جو دنیا کے تمام مجمع میں تقسیم ہو سکے۔ سو اس وقت حسب منطوق آیت وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ اور حسب منطوق آیت قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور

مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاص کر ملک ہند میں اردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہوگئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کے لئے بدل و جان سرگرم ہیں۔ آپ تشریف لائیے اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں تمام کافہ ناس کے لئے آیا ہوں اور اب یہ وہ وقت ہے کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین پر رہتی ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں اور اتمام حجت کے لئے تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن پھیلا سکتے ہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں۔ مگر میں ملک ہند میں آؤں گا۔ کیونکہ جوش مذاہب و اجتماع جمیع ادیان اور مقابلہ جمیع ملل و نحل اور امن اور آزادی اسی جگہ ہے"۔

(تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۶۰-۲۶۳)

سو اس زمانے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ساری دنیا تک پہنچانے اور اسلام کی سچائی کو ساری دنیا پر ثابت کرنے اور خدائے واحد و یگانہ کی توحید کا پرچار کرنے کے لئے اسلام کا یہ بطل جلیل، جری اللہ، سیف کا کام قلم سے لیتے ہوئے قلمی اسلحہ پہن کر سائنس اور علمی ترقی کے میدان کارزار میں اترا اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا ایسا کرشمہ دکھایا کہ ہر مخالف کے پرخچے اڑا دیے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا پرچم پھر سے ایسا بلند کیا کہ آج بھی اس کے پھریرے آسمان کی رفعتوں پر بلند سے بلند تر ہو رہے ہیں اور ساری دنیا پر اسلام کا یہ پیغام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کے ذریعہ پھیل رہا ہے اور پھیلتا رہے گا۔ مسیح محمدی کی زندگی بخش تحریرات کی ہی یہ برکت ہے کہ ایک جہان روحانی اور جسمانی احیاء کی نوید سے مستفیض ہو رہا ہے اور صدیوں کے مردے ایک دفعہ پھر زندہ ہو رہے ہیں اور ایسا کیوں

نہ ہوتا کہ اسلام کی گزشتہ تیرہ صدیوں میں صرف آپ کا ہی کلام ایسا تھا جسے کبھی خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے ''مضمون بالا رہا'' کی سند نصیب ہوئی تو کبھی الہاماً یہ نوید عطا ہوئی کہ:

''درکلامِ تو چیزے است کہ شعراء را دراں دخلے نیست۔ کَلَامٌ اُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَّبٍّ کَرِیْمٍ''۔ (کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۶۲۔ تذکرہ صفحہ ۵۰۸)

ترجمہ: ''تیرے کلام میں ایک چیز ہے جس میں شاعروں کو دخل نہیں ہے۔ تیرا کلام خدا کی طرف سے فصیح کیا گیا ہے۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۶)

چنانچہ ایسی ہی عظیم الٰہی تائیدات سے طاقت پا کر آپ فرماتے ہیں:

''میں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے۔ اور جہاں تک میں دوربین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے''۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۰۳)

ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں:

''میں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب میں عربی یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے''۔ (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۳۴)

پس یہ آپ کی دلی خواہش تھی کہ وہ آبِ حیات جو آپ کے مبارک قلم سے آپ کی کتابوں کی شکل میں دنیا کی روحانی اور علمی پیاس بجھانے کے لئے نکلا ہے اس سے سارا عالم فیضیاب ہو۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔ لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے لئے آب حیات کا حکم رکھتی ہے دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اس سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا زمین پر اس کو کوئی بند نہیں کرسکتا''۔ (ازالہ اوہام ، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۰۴)

عزیزو! یہی وہ چشمۂ رواں ہے کہ جو اس سے پئے گا وہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا اور ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی **یفیض المال حتی لا یقبلہ احد** (ابن ماجہ) کے مطابق یہی وہ مہدی ہے جس نے حقائق و معارف کے ایسے خزانے لٹائے ہیں کہ انہیں پانے والا کبھی ناداری اور بے کسی کا منہ نہ دیکھے گا۔ یہی وہ روحانی خزائن ہیں جن کی بدولت خدا جیسے قیمتی خزانے پر اطلاع ملتی ہے اور اس کا عرفان نصیب ہوتا ہے۔ ہر قسم کی علمی اور اخلاقی، روحانی اور جسمانی شفا اور ترقی کا زینہ آپ کی یہی تحریرات ہیں۔ اس خزانے سے منہ موڑنے والا دین و دنیا، دونوں جہانوں سے محروم اٹھنے والا قرار پاتا ہے اور خدا کی بارگاہ میں متکبر شمار کیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''جو شخص ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا۔ اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے''۔

(سیرت المہدی جلد اول حصہ دوم صفحہ ۳۶۵)

اسی طرح آپؑ نے فرمایا کہ:

''وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے

نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ''۔

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۰۳)

پھر آپ نے ایک جگہ یہ بھی تحریر فرمایا کہ:

''سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں، کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے''۔

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۶۱)

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں اس امام مہدی اور مسیح محمدی کو ماننے کی توفیق ملی اور ان روحانی خزائن کا ہمیں وارث ٹھہرایا گیا۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم ان بابرکت تحریروں کا مطالعہ کریں تا کہ ہمارے دل اور ہمارے سینے اور ہمارے ذہن اس روشنی سے منور ہو جائیں کہ جس کے سامنے دجال کی تمام تاریکیاں کافور ہو جائیں گی۔ اللہ کرے کہ ہم اپنی اور اپنی نسلوں کی زندگیاں ان بابرکت تحریرات کے ذریعہ سنوار سکیں اور اپنے دلوں اور اپنے گھروں اور اپنے معاشرہ میں امن و سلامتی کے دئے جلانے والے بن سکیں اور خدا اور اس کے رسول کی محبت اس طرح ہمارے دلوں میں موجزن ہو کہ اس کے طفیل ہم کل عالم میں بنی نوع انسان کی محبت اور ہمدردی کی شمعیں فروزاں کرتے چلے جائیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خصوصی ہدایات اور راہنمائی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ تصانیف کا سیٹ ''روحانی خزائن'' پہلی بار کمپیوٹرائزڈ شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔اس سیٹ کی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

۱۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تاکیدی ارشاد کی تعمیل میں ہر کتاب فسٹ ایڈیشن کے عین مطابق رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایک سے زائد ایڈیشن چھپے ہیں تو آخری ایڈیشن کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

۲۔پورے سیٹ میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ صفحہ کی سائیڈ پر ایڈیشن اوّل کا صفحہ نمبر دیا گیا ہے۔

۳۔ایڈیشن اوّل میں اگر سہو کتابت واقع ہوا ہے تو متن میں اس لفظ کو اسی طرح کمپوز کیا گیا ہے۔البتہ حاشیہ میں یہ نوٹ دیا گیا ہے کہ متن میں سہو کتابت معلوم ہوتا ہے اور غالباً صحیح لفظ یوں ہے۔

۴۔یہ ایڈیشن روحانی خزائن کے سابقہ ایڈیشن کے صفحات کے عین مطابق ہے تاکہ جماعتی لٹریچر میں گزشتہ نصف صدی سے آنے والے حوالہ جات کی تلاش میں سہولت رہے۔

۵۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے اس سیٹ میں مندرجہ ذیل اضافے کئے گئے ہیں۔

(الف) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مضمون جو آپ نے منشی گردیال صاحب مدرس مڈل اسکول چنیوٹ کے استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا تھا اور روحانی خزائن میں شامل نہیں ہو سکا تھا۔ اسے روحانی خزائن کے نئے ایڈیشن میں جلد نمبر۲ میں شامل اشاعت کر دیا گیا ہے۔

(ب) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اہم مضمون **''ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات''** جو پہلے ''تصدیق النبی'' کے نام سے سلسلہ کے لٹریچر میں موجود ہے اسے روحانی خزائن جلد نمبر۴ کے آخر میں شامل اشاعت کر لیا گیا ہے۔

(ج) روحانی خزائن جلد۴ میں الحق مباحثہ دہلی کے عنوان سے ایک کتاب شامل ہے۔اس کے صفحہ ۲۲۱ پر مراسلت نمبر۱ مابین مولوی محمد بشیر صاحب اور مولوی سید محمد احسن صاحب ہے۔اس کے بعد مراسلت نمبر۲ مابین منشی بوبہ صاحب و منشی محمد اسحاق و مولوی سید محمد احسن صاحب کسی وجہ سے روحانی خزائن میں شامل

ہونے سے رہ گئی ہے۔اسے روحانی خزائن جلد نمبر ۴ کے نئے ایڈیشن میں شامل کرلیا گیا ہے۔

(د) روحانی خزائن جلد نمبر ۵ آئینہ کمالات اسلام کے آخر میں ’’التبلیغ‘‘ کے نام سے جو عربی خط شامل ہے اس کے آخر میں عربی قصیدہ درج ہے۔ایڈیشن اوّل میں اس قصیدہ کے بعد ایک عربی نظم شائع شدہ ہے جو کسی وجہ سے روحانی خزائن جلد ۵ میں شامل نہیں ہو سکی تھی۔نئے ایڈیشن میں یہ نظم شامل کردی گئی ہے۔

(ہ) جلسہ اعظم مذاہب ۱۸۹۶ء کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تحریر فرمودہ بے مثال مضمون جو ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کے نام سے اردو اور دوسری زبانوں میں چھپ چکا ہے اس کے اصل مسودہ کے کچھ صفحات کسی وجہ سے شامل اشاعت نہیں ہو سکے تھے انہیں اصل مسودہ سے جو خلافت لائبریری میں موجود ہے نقل کر کے جلد نمبر ۱۰ میں شامل کیا گیا ہے۔

(و) ریویو آف ریلیجنز اردو کا پہلا شمارہ ۹؍جنوری ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔اس میں صفحہ ۹ تا ۳۴ پر مشتمل ’’گناہ کی غلامی سے رہائی پانے کی تدابیر کیا ہیں؟‘‘ کے عنوان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک بصیرت افروز مضمون شائع ہوا تھا۔اس مضمون کو روحانی خزائن جلد نمبر ۱۸ کے آخر میں کتاب نزول المسیح کے بعد شامل کیا جا رہا ہے۔

(ز) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک سے لکھا ہوا ’’عصمت انبیاء‘‘ کے عنوان سے ایک اور مضمون بھی ریویو آف ریلیجنز اردو مئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۷۵ تا ۲۰۹ میں شائع ہوا تھا۔یہ مضمون اب تک کتابی شکل میں شائع نہیں ہوا۔اسے بھی روحانی خزائن جلد ۱۸ کے آخر میں شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

اس جلد کی تیاری میں عزیزم محترم حبیب الرحمٰن صاحب زیروی نائب ناظر اشاعت کے ساتھ مکرم محمد یوسف صاحب شاہد، مکرم عمر علی صاحب طاہر، مکرم رشید احمد صاحب طیب، مکرم ظہور احمد صاحب مقبول، مکرم ظفر علی صاحب، مکرم سلطان احمد شاہد صاحب، مکرم عطاء البصیر محمود صاحب، مکرم طاہر احمد مختار صاحب، مکرم ظہور الٰہی توقیر صاحب اور مکرم طاہر محمود احمد صاحب مربیان سلسلہ نے کام کیا۔احباب ان سب واقفین زندگی کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

والسلام

سید عبدالحی

ناظر اشاعت

اکتوبر ۲۰۰۸ء

ترتیب

روحانی خزائن جلد ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الكريم

تعارف

(از حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس)

روحانی خزائن کی یہ جلد پنجم ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک عظیم الشان تصنیف ''آئینۂ کمالات اسلام'' پر مشتمل ہے۔

آئینۂ کمالات اسلام

آئینہ کمالات اسلام کا دوسرا نام ''دافع الوساوس'' ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصّہ اردو میں ہے اور دوسرا عربی میں۔ اردو حصّہ کی تاریخ ۱۸۹۲ء ہے اور اس کا عربی حصّہ ۱۸۹۳ء کے آغاز میں لکھا گیا۔

اس کتاب کی وجہ تالیف جیسا کہ خود کتاب سے ظاہر ہے یہ ہوئی کہ ایک طرف اسلام کے خلاف پادریوں کی طرف سے جن کے فتنہ کو احادیث نبویہ میں دجّال کے فتنہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مہم جاری تھی۔ اور وہ بے تحاشا اسلام، بانیٔ اسلام اور قرآن مجید پر اعتراضات کر رہے تھے۔ اور وہ اس یقین کے ساتھ میدان میں نکلے تھے کہ دُنیا کا آئندہ مذہب عیسائیت ہوگا۔ اور اسلام کو عیسائیت کے سامنے اپنے ہتھیار ڈالنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ اور دوسری طرف خود علماء اسلام ایسے عقائد رکھتے تھے۔ جن سے پادریوں کے پیش کردہ عقائد کی تائید اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت اور فوقیّت و برتری ثابت ہوتی تھی جو کہ تبلیغ عیسائیت کی بنیاد تھی۔ چنانچہ ۲۲؍اگست ۱۸۹۹ء کو پنجاب کے لفٹیننٹ گورنر میکورتھ ینگ نے اپنی ایک تقریر میں کہا:۔

''مشرق کے مذاہب میں جو چیز سب سے زیادہ قیمتی ہے اس کو از سرنو تازہ کرنے کی

کوشش اِس یقین کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے کہ ایک ہستی یہاں ایسی موجود ہے۔ جو محمد، بدھ، ہندو، تریمورتی اور گرونانک سے بڑی ہے۔ .... کیا تم الگ ایک طرف رہو گے اور اس فتح میں حصّہ نہ لو گے'' (دی مشنز بائی کلارک لندن)

علاوہ ازیں جو مسلمان لیڈر اسلام کی تائید اور مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دینے کے لئے اُٹھے وہ فلسفہ یورپ سے متاثر اور یورپین فلاسفروں کے اعتراضات سے مرعوب ہو کر اسلامی عقائد کی ایسی ایسی تشریحیں کرنے لگے جو صریح طور پر نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے خلاف تھیں۔ گویا وہ خود اپنے قلم سے دشمنانِ اسلام سے اعتراضات کی تصدیق کر رہے تھے۔ اور یہ اعلان کر رہے تھے کہ مسلمانوں کے وہ عقائد بھی جن پر تیرہ سو سال سے ان کا اتفاق رہا غلط تھے۔

سر سیّد مرحوم کے خیالات

مثلاً سر سیّد مرحوم نے جو بلاشبہ مسلمانوں کے ایک بڑے ہمدرد لیڈر تھے۔ اور انہوں نے ظاہری تعلیم کے سلسلہ میں مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت بھی کی۔ نہ صرف تاثیر دُعا اور معجزات وغیرہ کا انکار کیا بلکہ ملائکہ کے متعلق اپنی تفسیر القرآن میں لکھا:۔

''جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے ان کا کوئی اصلی وجود نہیں ہوسکتا۔ بلکہ خدا کی بے انتہا قدرتوں کے ظہور کو اور ان قویٰ کو جو خدا نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کئے ہیں ملک یا ملائکہ کہا ہے۔''

(تفسیر القرآن از سر سید احمد خان تفسیر سورۃ البقرہ آیت ۲۲)

نیز لکھا:۔

''اسی ملکۂ نبوت کا جو خدا نے انبیاء میں پیدا کیا ہے۔ جبرئیل نام ہے۔

(تفسیر القرآن از سر سید احمد خان تفسیر سورۃ البقرہ آیت ۲۲)

وحی نبّوت سے متعلق لکھا:۔

''نبوت درحقیقت ایک فطری چیز ہے جو انبیاء میں بمقتضائے اپنی فطرت کے مثل دیگر قوائے انسانی کے ہوتی ہے۔ جس انسان میں وہ قوت ہوتی ہے وہ نبی ہوتا ہے۔''

(تفسیر القرآن از سر سید احمد خان تفسیر سورۃ البقرہ آیت ۲۲)

''وہ خود اپنا کلام نفسی ان ظاہری کانوں سے اسی طرح پر سنتا ہے۔ جیسے کوئی دوسرا شخص اس سے کہہ رہا ہے۔ وہ خود اپنے آپ کو ان ظاہری آنکھوں سے اس طرح پر دیکھتا ہے جیسے دوسرا شخص اس کے سامنے کھڑا ہوا ہے۔''

(تفسیر القرآن از سرسید احمد خان تفسیر سورۃ البقرہ آیت ۲۲)

''ہم بطور تمثیل گو وہ کیسی ہی کم رتبہ ہو اس کا ثبوت دیتے ہیں۔ ہزاروں شخص ہیں جنہوں نے مجنونوں کی حالت دیکھی ہوگی۔ وہ بغیر بولنے والے کے اپنے کانوں سے آوازیں سنتے ہیں۔ تنہا ہوتے ہیں مگر اپنی آنکھوں سے اپنے پاس کسی کو کھڑا ہوا۔ باتیں کرتا ہوا دیکھتے ہیں۔ وہ سب انہی کے خیالات ہیں جو سب طرف سے بے خبر ہو کر ایک طرف مصروف اور اس میں مستغرق ہیں اور باتیں سنتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں پس ایسے دل کو جو فطرت کی رو سے تمام چیزوں سے بے تعلق اور روحانی تربیت پر مصروف اور اس میں مستغرق ہو ایسی واردات کا پیش آنا کچھ بھی خلاف فطرت انسانی نہیں ہے۔ ہاں ان دونوں میں اتنا فرق ہے کہ پہلا مجنون ہے اور پچھلا پیغمبر گو کہ کافر پچھلے کو بھی مجنون بتاتے تھے۔''

(تفسیر القرآن از سرسید احمد خان تفسیر سورۃ البقرہ آیت ۲۲)

''وہی انتقاش قلبی کبھی مثل ایک بولنے والی آواز کے انہی ظاہر کانوں سے سنائی دیتا ہے۔ اور کبھی وہی نقش قلبی دوسرے بولنے والے کی صورت میں دکھائی دیتا ہے مگر بجز اپنے آپ کے نہ وہاں کوئی آواز ہے نہ بولنے والا۔''

(تفسیر القرآن از سرسید احمد خان تفسیر سورۃ البقرہ آیت ۲۲)

وحی و نبوت سے متعلق جو نظریہ سرسیّد مرحوم کی مذکورہ بالا عبارات میں ظاہر کیا گیا ہے۔ وہ مغربی فلسفہ کی ایجاد ہے۔ جو قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی نصوص صریحہ وبیّنہ کے مخالف ہے اور اس نظریہ کو صحیح تسلیم کرنے سے تمام انبیاء کو نعوذ باللہ جھوٹا ماننا پڑتا ہے۔

الغرض یہ مسلمان مصلحین بھی درحقیقت دشمنان اسلام کی تقویت کا باعث بن رہے تھے اور ان بیرونی دشمنوں کے حملوں اور اندرونی مسلم نما مصلحین کی دُور از کار تاویلات وتشریحات سے اسلام کو ناقابلِ تلافی

نقصان پہنچ رہا تھا۔اور اسلام کا محبوبانہ اور دلربا چہرہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہورہا تھا۔اس لئے اللہ تعالیٰ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کا دلکش اور دل آویز خوبصورت چہرہ ظاہر کرنے اور اس کے محاسن وکمالات کو منظر عام پر لانے کے لئے یہ کتاب آئینہ کمالات اسلام تحریر فرمائی تا دنیا کے لوگوں کو قرآن کریم کے کمالات معلوم ہوں اور اسلام کی اعلیٰ تعلیم سے انہیں واقفیّت حاصل ہو۔اس کتاب میں آپ نے حقیقت اسلام اور وحی ونبوّت اور ملائکہ کے وجود اوران کے کاموں پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے ان شبہات اور وساوس کا بھی جواب دیا۔ جو موجودہ فلسفہ کی رو سے ان مسائل پر کئے جاتے تھے۔اور مسلمان علماء کے ان عقائد کی بھی معقولی اور منقولی رنگ میں تردید فرمائی جن سے مسیح ناصری علیہ السلام کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ظاہر ہوتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سیّدالاوّلین والآخرین اور افضل الانبیاء ہونا ثابت کیا۔اوران مسلمان لیڈروں کو جو فلسفہ یورپ سے مرعوب تھے۔اور ایسا مدافعانہ رویّہ اختیار کررہے تھے۔جیسے کوئی دشمن کے غلبہ اور اس کے رُعب سے مرعُوب ہوکر اور اپنے آپ کو عاجز اور درماندہ پاکر مصالحت کا خواہاں ہوتا ہے۔ دعوت دیتے ہوئے کہ میں ان کے شبہات کا ازالہ کرسکتا ہوں وہ میری طرف رجوع کریں۔آپ نے فرمایا:۔

> ’’اس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہورہی ہے اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کرکے بے دل نہیں ہونا چاہئے کہ اب کیا کریں۔یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی رُوحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے۔یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائے گا۔حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں۔ کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔ میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے جس علم کی رُو سے مَیں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کو جہالتیں ثابت کردے گا۔اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے

ہو رہے ہیں۔اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں۔ یہ اقبال رُوحانی ہے اور فتح بھی رُوحانی تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو اس کی الٰہی طاقت ایسا ضعیف کرے کہ کالعدم کرے۔''

(آئینۂ کمالاتِ اسلام۔روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۲۵۴ و ۲۵۵ حاشیہ)

آئینہ کمالاتِ اسلام کی عنداللہ قبولیّت

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

''اس کتاب کی تحریر کے وقت دو دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مجھ کو ہوئی اور آپ نے اس کتاب کی تالیف پر بہت مسرت ظاہر کی اور ایک رات یہ بھی دیکھا کہ ایک فرشتہ بلند آواز سے لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے۔ ''**هذا كتاب مبارك فقوموا للاجلال و الاكرام**''

''یعنی یہ کتاب مبارک ہے اسکی تعظیم کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔''

(آئینۂ کمالاتِ اسلام۔روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۶۵۲)

تفصیل اس مبارک اور پاک رؤیا کی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں یہ کتاب آئینہ کمالات اسلام دکھائی گئی اور آنجنابؐ نے اس پر اظہار مسرت فرمایا۔اس کتاب کے حاشیہ صفحہ ۲۱۶۔۲۱۷ میں مذکور ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آئینۂ کمالات اسلام سے متعلق یہ رؤیا اور کشوف اس کتاب کی جلالت وعظمت شان پر دلالت کرتے ہیں۔ اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تالیفات ''سرمہ چشم آریہ'' ''فتح اسلام'' ''توضیح مرام'' اور ''ازالہ اوہام'' کا ذکر کرکے فرماتے ہیں:۔

''**و كتاب آخر سبق كلها الفتهٔ فى هٰذه الايام اسمهٔ دافع الوساوس**''

(آئینۂ کمالاتِ اسلام۔روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۵۴۷)

کہ ایک اور کتاب ہے جو میں نے ان دنوں تالیف کی ہے۔اور وہ ان سب مذکورہ کتب پر سبقت لے گئی ہے۔اس کا نام دافع الوساوس ہے اور وہ ان لوگوں کے لئے

حددرجہ نافع ہے۔ جواسلام کاحسن دکھانا اورمخالفوں کامُنہ بند کرنا چاہتے ہیں۔

عربی حصّہ

حضرت اقدسؑ نے اس کتاب کا عربی حصّہ جو ’’التبلیغ‘‘ کے زیرعنوان تحریر فرمایا۔ وہ حضورؑ کی عربی میں پہلی تصنیف ہے اس سے قبل نہ آپ نے عربی زبان میں کوئی تصنیف فرمائی تھی اور نہ عربی زبان میں کوئی مضمون تحریر فرمایا تھا۔ اس کی تحریک جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے۔ یُوں ہوئی کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے ۱۱ر جنوری ۱۸۹۳ء کو حضرت اقدسؑ سے عرض کیا کہ اس کتاب دافع الوساوس میں ان فقراء اور پیرزادوں کی طرف بھی بطور دعوت واتمام حجت ایک خط شامل ہونا چاہئے تھا۔ جو بدعات میں دن رات غرق اور اس سلسلہ سے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے بے خبر ہیں۔ حضور کو یہ صلاح مولوی صاحب موصوف کی پسند آئی حضور فرماتے ہیں:۔

’’میرا ارادہ تھا کہ یہ خط اُردو میں لکھوں لیکن رات کو بعض اشارات الہامی سے ایسا معلوم ہوا کہ یہ خط عربی میں لکھنا چاہئے اور یہ بھی الہام ہوا کہ ان لوگوں پر اثر بہت کم پڑے گا ہاں اتمام حجّت ہوگا۔‘‘

(آئینۂ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۶۰)

حضور علیہ السلام نے یہ خط بزبان عربی نہایت فصیح و بلیغ مقفّٰی اور مسجّع عبارت میں لکھا۔ جو بجائے خود آپ کی صداقت کا ایک زندہ نشان ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی تصانیف سے متعلق ہم روحانی خزائن کی ساتویں جلد کے پیش لفظ میں ایک مفصّل نوٹ دیں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

ٹائیٹل بار اوّل

الحمد للہ والمنت کہ بتائید و توفیق آن نعم المولیٰ و نعم النصیر و عنایات
آن ذات جلیل و عظیم و کبیر حصہ اولیٰ کتاب لاجواب موسوم بہ

آئینہ کمالات اسلام

جسکا دوسرا نام دافع الوساوس بھی ہے

بماہ فروری ۱۸۹۳ء

مطبع ریاض ہند قادیان مین باہتمام شیخ نور احمد مہتمم
و مالک مطبع طبع ہو کر شایع ہوا

اپنی جماعت کے لئے چند اشعار

بطور نصیحت اور دعوت اسلام

بکوشید اے جوانان تا بہ دین قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملّت شود پیدا

اگر یاران کنون بر غُربتِ اسلام رحم آرید
باصحاب نبی نزد خدا نسبت شود پیدا

نفاق و اختلافِ ناشناسان از میان خیزد
کمال اتفاق و خُلّت و اُلفت شود پیدا

بجنبید از پئے کوشش کہ ازدرگاہِ ربّانی
زبہر ناصرانِ دینِ حق نصرت شود پیدا

اگر امروز فکرِ عزّتِ دین در شما جوشد
شما را نیز و اللہ رتبت و عزت شود پیدا

اگر دستِ عطا در نصرتِ اسلام بکشائید
ہم از بہر شما ناگہ یدِ قدرت شود پیدا

ز بذلِ مال در راہش کسے مفلس نمی گردد
خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا

دو روز عمر خود در کار دین کوشید اے یاران
کہ آخر ساعت رحلت بصد حسرت شود پیدا

امید دین روا گردان امید تو روا گردد
زصد نومیدی و یاس والم رحمت شود پیدا

در انصارِ نبیؐ بنگر کہ چون شد کار تادانی
کہ از تائید دین سرچشمۂ دولت شود پیدا

بجواز جان و دل تا خدمتے از دست تو آید
بقائے جاودان یابی گراین شربت شود پیدا

بمفت این اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان ست این بہر حالت شود پیدا

ہمی بینم کہ دادار قدیر و پاک می خواہد
کہ باز آن قوتِ اسلام وآن شوکت شود پیدا

کریما صد کرم کن بر کسے کو ناصرِ دین است
بلائے او بگردان گر گہے آفت شود پیدا

چنان خوش دار او را اے خدائے قادر مطلق
کہ در ہر کاروبار و حال او جنت شود پیدا

دریغ و درد قومِ من ندائے من نمے شنود
زہر درمے دہم پندش مگر عبرت شود پیدا

مرا باور نمی آید کہ چشم خویش بکشائند
مگر وقتیکہ خوف وعفت وخشیت شود پیدا

مرا دجّال و کذّاب و بتر از کافران فہمند
نمی دانم چرا از نور حق نفرت شود پیدا

عجب دارید اے ناآشنایان غافلان از دین
کہ ازحق چشمۂ حیوان درین ظلمت شود پیدا

چرا انسان تعجب ہا کند در فکر این معنی
کہ خواب آلودگان را رافع غفلت شود پیدا

فراموشت شد اے قومم احادیث نبی اللہ
کہ نزد ہر صدی یک مصلحِ اُمت شود پیدا

رب یَسّر و لا تعسّر وتمّم بالخیر	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	رب یَسّر و لا تعسّر وتمّم بالخیر
نحمدہٗ وَ نُصَلّی علٰی رَسُوْلِہِ الکَرِیْمِ	یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ	نحمدہٗ وَ نُصَلّی علٰی رَسُوْلِہِ الکَرِیْمِ

﴿۱﴾

محبت تو دوائے ہزار بیماری است بروئے تو کہ رہائی درین گرفتاری است
پناہِ رُوئے تو جستن نہ طورِ مستان است کہ آمدن بہ پناہت کمالِ ہُشیاری است
متاعِ مہرِ رُخِ تُو نہان نخواہم داشت کہ خفیہ داشتنِ عشق تو زِغدّاری است
بر آن سرم کہ سر و جان فدائے تو بکنم کہ جان بیار سپُردن حقیقتِ یاری است

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَوَّرَ عُیُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَصَابِیْحِ الایمان. و ایّد قلوب العارفین بفهم دقائقِ العرفانِ. و اَلْهَمَهُمْ نکاتٍ و اسرارًا وَّ علومًا ما یلقّاها الّا مَن اُوحی مِن الرحمان. وجعلهم شموس الارض و حجج الدّین و حرز الامان. وَ اَضْرَمَ فی الخافقین نارهم و بلغ اذکارهم فی الافاق والاَحْضَان. و جعلهم منهلًا لا یغور و متاعًا لا یبور و جعل اعداءهم کعصفٍ ماکولٍ

﴿۲﴾ اوٓ کقرفٍ سقط من الاھان وجعلھم اَسْعَدَ ناسٍ لا یرھقھم ذلۃٌ و لا یغشاھم دخانٌ و لا یضرھم طعن المِطْعان. قد ھاجروا الاوطان و تبتلوا الی اللّٰہ الرّحمٰن بھر قمرھم و ثرّ ثمرھم و کان معاداتھم عنوان النحوس و ایذاءُ ھم لباس ذی البوس و شعار الشقی المُرقعان. فنحمد اللّٰہ علی اٰلآئہٖ الذی ارسل عرفآءہ و خلفآءہ و اولیآءہ لتخلیص الناس من نعاس الغفلۃ و ایدی الشیطان الذی طھّر الانفاس من رجس الاوثان و وضع الفاس علی اشجار الخبث والعصیان الملک الحکیم الودود الذی خلق الشمس والقمر لتنویر ظاھر العالم و خلق الانبیاء والرسل والمُحَدّثین لتنویر بواطن نوع الانسان. و اقام الشریعۃ و ادخل فی اخراتھا فحول الوقت و مصالیت الدّوران. سبحانہ ما اعظم شانہ ھو مرسل الرسل و مسھّل السّبل و موسّس الادیان و متم الحُجّۃ فی کلّ اوان و کلّ یوم ھو فی شأن خبع الاسرار و اترعھا فی کلّ عینٍ من الاعیان فبایّ اسرارہ یحیط الانسان لا تقعدوا فی خیمۃ العقل وحدہ و قد سقط البوان واسعوا الی اللّٰہ بامحاض الطاعۃ واخراج غیرہ عن الجنان. ویلٌ لِّکُلِّ جامدٍ سامدٍ عَقَر النّفس و ابار و طوبٰی لمن سنّ و سارَ و جاھد فی سُبُلِ الرَّحْمَانِ و الصَّلٰوۃ والسلام علٰی سیّد رسلہ و خاتم انبیاءہ وامام اولیائہ وسلالۃ انوارہ و لباب ضیاءِہ الرسول النّبیّ الاُمِّیّ المبارک الذی سدّد للرعاع و شفَی الاَنعام من الدُّکاع و بیَّن لِلاتباع احکام الفرقان باحسن البیان و فجّر ینبوع نفثاتہ کالرثان و اتی بالکتاب الَّذی فیہ لکُلِّ اکولۃٍ مرعی و زُلال لکُلّ عطشان و اخرج الاجنۃ من ظلماتٍ ثلٰثٍ. شرکٍ[1] مطوّحٍ من الجنان.

﴿۳﴾ و اعمال محرقةٍ فی النیران. و اخلاق مقلّبة من الفطرة الانسیة الی طبایع السباع و الثعبان. الناصح الموقظ الذی اشفق علی الناسِ کل الاشفاق و اذهب الوَسن من الآماق و اعطی الا فرخ الضَّعیفة قُوت الزّفیف والطیران. وهدی الناس الٰی اهدی سبیل واطرد النفوس بین وخدٍ و ذمیل وجعل الامة امةً وسطًا سابق الامم فی اللّمعان کانها الازهران وجذبهم بقوته القدسیّة حتی اصحبوا له اطوع من حذائه فی کل موطنٍ و میدان. وکمّل النُّفوس و ربّا الاشجار حتی استأثر الثّمر و تسمّن و مالت الاغصان فدخلوا فی دین اللّٰہ مجدّین شارین انفسهم ابتغاء مرضات اللّٰہ الرّحمٰن و زلزلوا زلزالًا شدیدًا حتی ضاق الامر علیهم والتقت حلقتا البطان. فارتحلوا مدلجین راضین بقضاء اللّٰہ علی ضعفٍ من المریرة حتی اشرقت علیهم شمس نصر اللّٰہ و نزلوا فرحین بروح و ریحان. و دخلوا فی حضرت اللّٰہ بجمیع قوتهم و کسروا قیودًا عائقة و اوثانا مانعة من ذلک الایوان وجعلوا نفوسهم عُرضة لمصائب الاسلام و نسوا کل رُزْء سلف قبل هٰذهٖ الاحزان. و باتوا لربّهم سُجَّدًا و قیاما و ما طعموا النوم الا مثاثًا من الاوان وفنوا فِی اتباع رسول اللّٰہ و ما ابدعوا و ما خرجوا فی استقراء المسالک من کلام اللّٰہ الحنّان. واقتحموا کل مخوّفة لدین اللّٰہ الرّیّان.و قطعوا للّٰہ و رسوله من کل ولی و حمیم حتی برزو السیوف من الجفان. و آثروا اسما لاعلی البسة تنعم و دلالٍ و نضوا عنهم لذة البطن وروح البال و قنعوا بالحمیم من الزلال وتراءت الدنیا فی اعینهم کالاران. واتقوا اللّٰہ حق

﴿۴﴾ التقّات فی الافعال والکلمات و فزعوا من فتن اللسن و حصائد الالسنة حتی صاروا کبکر خفرة فی ایثار الصُّمت و کف اللسان. و حذوا مثال رسول اللّٰہ صلعم فی اقوالھم و افعالھم و حرکاتھم و سکناتھم و اخلاقھم و سیرھم و عمارت الباطن والاقتیان. فاعطاھم اللّٰہ قلبًا متقلّبًا مع الحق. ولسانًا متحلیًا بالصدق. و جنانًا خالیًا من الحقد والغلّ والشنآن رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم و احلّھم جنات الرّضوان. نُدب الینا ذکرھم بالخیر انھم برھان رسالة سیدنا و حُجة صدق مولانا و نجوم الھدٰی و وسائل الایقان کل واحد منھم اوذی فی سبیل اللّٰہ و عُنِّیَ فی ما وُلّی و خُوِّف بالسیف والسنان. فما وھنوا و ما استکانو حتی قضوا نَحَبَھم و آثروا المولی علی وجودٍ فان. تلک اُمّة روحانیة و قومٌ موجعٌ لخدین احبّ الاخدان. فایھاالناس صلّوا و سلّموا علٰی رسول حُشر النّاس علی قدمه و جذبوا الی الربّ الرحیم المنّان. الذی اخرج خلقا کثیرا من المفاوز المھلکة المبرّحة الی روضات الامن والامان. وشجّع قلوبًا مزء ودةً. و قوّی ھممًا مجھودةً و ابدع انوارًا مفقودة. وجاء بابھی الدرر والیواقیت والمرجان. و اصلّ الاصول و ادّب العقول. ونجاکثیرا من الناس من سلاسل الکفر والضلالة والطُّغیان. وسقی المؤمنین المسلمین الراغبین فی خیره کاس الیقین والسکینة والاطمینان. و عصمھم من طرق الشر والفساد والخسران و ھداھم الی جمیع سبل الخیر والسعادة والاحسان. و من جملة مِنَنِه انه اخبرنا من فتن اٰخر الزمان. ثم بشرنا بتائیدٍ و تدارکٍ من الربّ المنّان.

اللّٰھم فَصَلِّ و سلّم علٰی ذلک الشفیع المشفّع المُنجی لنوع الانسان. ﴿۵﴾
و ایّدنا ان ننتجع و نستفیض من حضرت ھذا السُّلطان. ونجّنا به من شرّ
کلّ یدٍ قاسطةٍ بالجور باسطة. و من عُلماء یسعون لتطلب مثالب الاخوان.
وینسون معائبھم کُلَّ النسیان. لا یحصر لسَانھم عند السّبّ واللّعن
والطّعن والبُھتان. و لکن یحصر عند شھادة الحقّ و بیان الحقیقة و اقامة
البرھان. یعظون و لا یتعظون. و یَدَعون و لا یَدُعون. و یقولون و لا
یفعلون. و یفسدون و لا یصلحون. ویشقون و لا یحوصُون . و یُکفرون
بغیر علم و لا یخافون. و یحثّون الناس علی الخیر و ھم علٰی شرّھم
راصعون. و یقولون للمؤمن لست مؤمنا و لا یبالون من اخذ اللّٰہ تعالی و لا
یتفکرون. **اللّٰھمّ** فاحفظنا من فتنتھم و برّئنا من تھمتھم واخصُصنا
بحفظک واصطفائک و خیرک. و لا تَکِلُنا الی کلائة غیرک. و اوزعنا
ان نعمل صالحًا ترضاہ نسئلک رحمتک و فضلک و رضائَک و اَنُت
خیرُ الرّاحمین. ربّ کن بفضلک قوّتی و نوّر بصری و ما فی قلبی و قبلة
حیاتی و مماتی. واشغفنی محبّة و آتِنی حبًّا لا یزید علیه احد مّن بعدی ربّ
فتقبّل دعوتی واعطِنی منیتی و صافنی و عافنی واجذبنی و قدنی و ایّدنی
و وفّقنی وزکّنی و نوّرنی واجعلنی جمیعًا لک وکُن لی جمیعًا. ربّ تعالِ الیَّ
مِن کُلِّ بابٍ و خلّصنی من کلّ حجابٍ. واسُقنی من کلّ شرابٍ. و اعنّی فی
ھیجاء النّفس وجذبا تھا. واحفظنی من مھالک البین و ظلما تھا. ولا تکلنی الٰی
نفسی طرفة عینٍ واعصمنی من سیّا تھا واجعل الیک رفعی و صعودی. و ادخل
فی کل ذرةٍ مّن ذرّاتِ وجودی. واجعلنی من الّذین لھم مَسُبَح فی بحارک

﴿۶﴾

و مَسْرَحٌ فی ریاض انوارک ورضاء تحت مجاری اقدارک وباعد بینی و بین اغیارک. رَبِّ بفضلک و بنور وجهک ارنی جمالک واسقنی زُلالک واخرجنی من کل انواع الحجاب والغبار ولا تجعلنی من الذین نکسوا فی الظلمة والاستتار و تناهوا عن البرکات والاشراقات والانوار وانقلبوا بعقل[1] الناقص وجدهم الناکص من دارالنعیم الی دارالبوار وارزقنی امحاض الطاعة لوجهک وسجود الدوام فی حضرتک واعطنی همّةً تحلُّ فیها عین عنایتک و اعطنی شیئًا لا تعطیه اِلّا لوحیدٍ من المقبولین. و انزل علیّ رحمةً لا تنزلها الّا علٰی فرید من المحبوبین. **ربّ احی الاسلام** بجهدی **وهمتی و دعائی و کلامی واعدبی سحنته و حبره وسبره و مزّق کل معاند و کبره** رب ارنی کیف تحی الموتی ارنی وجوها ذَوِی الشّمائل الایمانیة و نفوسًا ذوی الحکمة الیمانیة وعیونًا باکیةً من خوفک و قلوبا مقشعرة عند ذکرک واصلًا نقیا یرجع الی الحقّ والصّواب و یتفیّأُ ظلال المجاذیب والاقطاب و ارنی عرایک ساعیة الی المتاب والاعداد للمآب. ربّ ظهر الفساد فی البر والبحر والعمارات والصحراء وارٰی عبادک فی البلاء و حیطانک بالبیداء و دینک فی الباساء والضّرّاء و اری الاسلام کمحتاجٍ ترب بعد الاتراب اوکشیخ مرتعش تباعد من زمان الشباب اوکَشُذَّاذِ الْآفَاقِ اوکغریب تناهی عن الرفاق اوکحُرٍ ابتلی فی الارقاق او کیتیم سُقط من الاماق. یمیس الباطل فی برد الاستکبار ویلطم الحق بایدی الاشرار. یسعون لاطفاء نوره سعی العفاریت. واللّٰه خیرٌ

[1] من سهو الکاتب والصحیح بعقلهم. شمس

حافظا و من لنا غیر ذالک الخرّیت انتہٰی امر الدّین الی الکساد و ثارت بالاحداث حصبة الفساد و جُذام الارتداد خرجوا من قیود الشریعة الغراء. و نبذوا انفسھم بالعراء ترکوا اسوةً حسنةً واتخذوا الفلاسفة الضّالة ائمةً و استَحْلَوا کلامھم واستجادوا اوھامھم و اُشْرِبُوْا فی قلوبھم عجل خیالات الیورفین و ما ھم اِلّا کجسدٍ لہ خوار و ما شمّوا عرف العارفین و اَیم اللّٰہ قد کنت اُقِمْتُ من اللّٰہ لاُجدّد الدّین باذنہ و اجدع انف الباطل من مارنہ و اُمرت لذاک من اللّٰہ القدیر البدیع فلبّیتُ دعوتہ تلبیة المطیع وبلّغْتُ اوامرہ و بذلت فیھا جھد المستطیع فارتاب القوم بعزوتی وابوا تصدیق دعوتی وسبر فیہ غور عقلھم و دعوی نقلھم فاشتعل المبطلون و ظنوا بی الظنون و نھضوا الیّ بالتکفیر و ما لھم بذالک من علم مثقال القطمیر. دخلوا فیما لم یعلموا و اخذوا اللعن شرعة و لم یفتشوا حقیقة وکل ذٰلک کان مِنْ لَھَبِ الغلّ اخذھم کداء السل واما انا فما کنت اَن آبٰی من امر ربّی. او افتری علیہ من تلقاءِ نفسی ھو محسنی و منعمی اسبغ علیّ من العطاء و اتمّ علیّ من کل الٰا لاء واعطانی توفیقًا قائدًا الی الرشد و فھمًا مدرکًا للحقّ و آتانی ما لم یؤت احد من الاقران و ان ھی الّا تحدیث بِأٰلآء الرحمان. ھو کفلنی و تولّی و اعطی ما اعطی و بشرّنی بخیر العاقبة والاولٰی و دنٰی منی و ادنی وحمدنی من عرشہ و مشی الیّ و رفعنی الی السمٰوات العُلٰی و تلک کلھا من برکات المصطفٰی. الظل باصلہٖ اقتدٰی فرأی مارای فالان لا اخاف ازدراء قادح و لا ھتک فاضح و اُفَوِّضُ اَمری الی اللّٰہ اِنْ اَکُ کاذبًا فعلیّ کذبی و اِنْ اَکُ صادقًا فانّ اللّٰہ لا یضیع امر الصّادقین. وَالرُّزْءُ کُلَّ الرُّزْءِ ان اعداء الدین اختلسونا

﴿۷﴾

﴿۸﴾ الرّاحة بتوهين سيّدنا رسول آخر الزمان. و ضَلَّ سعى علمائنا فى تكفير المسلمين و اخراج الاخوان من الدّين والايمان. فهٰذه عضلةٌ سقطت على الاسلام. و داهيةٌ نزلت على دين خير الانام. وجبت شموس العلوم وقلت اشجارٌ طيبة. و كثرت شجرة الزقوم و لم يبق الا اطلال العلماء و فضلة الفضلاء الّا ما شاء اللّٰه. فلمّا اضاعوا حقيقةً ضاهوا سقطًا. يا حسرةً على العلماء انهم بمقابلة الاعداء كالظالع الاعمٰى فى زلج البيدَاءَ و لكن للاسلام والمسلمين كالسباع او البلاء النّازل من السّماء. لم يبق فيهم علم و حلم و تفقه و تدبر. ان هم الا اسماء خالية من الذكاء. مملوّة من الكبر والخيلاء. الا الذين تداركهم لطف الكبرياءِ وسبقتهم رحمة ارحم الرحماء. فهم مبرّء ون من هذا الداء. بل هم كالترياق لهذا الوباء و حُجّةُ اللّٰه على الاشقياءِ. و هم اول السعداء والنجباء والشرفاء. فِىْ قلوبهم حرارةٌ اسلامية لا يمسّهم برد هٰذا الشتاء. هم عميد الاسلام. و عماد دين خير الانام. وهم ملوک الدين تجلب الخيرات من حرمهم. و يُرجى كلّ مطلوب من كرمهم. وهم خزنة اسرار الشرع. ومهرة الاصول والفرع سلّمهم اللّٰه تعالٰى و ابقاهم و عادٰى من عاداهم. و والى من والٰهم.

ايها العلماء الطاعنون فى دينى ببُهُتان الالحاد. واللاعنون علىّ بتُهُمة الارتداد. ا تعلمون لِمَ آويتُ ذكركم بين ذكر نَعُت الرسول الكريم و ما اظنّ ان تعلموا بغير التعليم. فاعلموا انّ مقصدى من هٰذَا اَمْران توء مان شمّرتُ كشحى لهما. و مُنيتان متشابهتان سألتهما من ربّ الارض والسماء.

﴿۹﴾

اَلْاَمر الاوّل استمالتکم بذکر الرسول المقبولِ والشفیع المامول. الذی تعالی شانہ عن العقول وتدارک قربہ شقاوۃ المخذول. فضممت ذکرکم بذکر المصطفٰی. لعلی اجد شفاء صدورکم من ھذا الماوی ولعلکم تذکرون خاتم الانبیاءِ و شانہ الاعلٰی و شرزہ الذی ھو شرز اللّٰہ الاغنٰی. فیملککم الادب والھیبۃ والخشیۃ والتقوٰی. و یحصلُ لکم حدسٌ صائبٌ و جنانٌ تائبٌ و قلبٌ اخشٰی. و یبعد منکم عند ذکرہ سَیْلٌ قد اقترب منکم و دنٰی. و تلین جُلودکم و تقشعِرُّ قلوبکم و تسمعون ما اقول لکم و لا تتبعوا کل قریحۃ تأبٰی. فاتّقُوااللّٰہ یا اخوانی وعند ذکر رسول اللہ صلعم تادّبوا. واخفضوا جناحکم فی حضرتہ ولا تشمخوا وادخلوا فی السّلم و لا تفرّقوا. و اطیعوا و لا تمزّقُوا و تواخوا و لا تعادوا. و صِلُوْا و لا تقطعوا. وابتغوا سُبُلَ رضاء اللّٰہ و لا تیَئَسُوا. وکفّوا السنتکم عباد اللّٰہ و لا تعتدوا. أ تخرجون[1] اھل قبلتکم من دینکم ولا تخافون. و تَدَعُوْنَ اخوانکم و لا تَدْعون. و تَجِدون علٰی اَنْفُسکم و لھم لا تَجِدُوْنَ. و تُکْفِرُوْنَ الْمُسلمین الْمُصَلِّین الصائمین الموحدین القائمین علی حدوداللّٰہ. و لا تبالُوْن. اشرکائکم فی کلمتکم کفارٌ ما لکم کیف تحکمون. ا رفقاء کم فی قبلتکم اغیارٌ اُنظروا ما تقولون. أ نحن نفرّ من رسول اللّٰہ صلعم اتقوا اللّٰہ ایھا المعتدون. اکفرنا باللّٰہ و رسولہ. اتقوا اللّٰہ ایھا المفترون تجرء ون علی سبّ الاخوان واللّٰہ منعکم من سبّ الاوثان. و تؤذون[2] المؤمنات القانتاتِ. واللّٰہ منعکم من قتل الکافرات المشرکات. اَ اِکفار

[1] آیا خارج میکنید از دین خود اہل قبلہ شمارا ونمی ترسید و می گزارید رعایت برادران خود و بہ شفقت نمی خوانید و خشمگین میشوید برعزیزان خویش و برائے شان اندوہگین نمی شوید۱۲

[2] اس اشتہار کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص چاہے ان کی عورتوں کو نکال کر لے جائے کچھ گناہ نہیں۱۲

﴿۱۰﴾ المؤمنين حسنة. والقول بوفات المسيحؑ معصية. ما لكم اين تَقْوا كم واى شىء اغشاكم. اين ضَبَأَت فراستكم و امعانكم. و اين ظعن علمكم و عرفانكم. أَ دَرَّسْتُم فى فُهر اليهود. و لُقّنتم من فن الفَنَد المنضود. رضيتم بالقذر و قد نصحتم للحذر. نسيتم يوم الدّين. و صِرُتم لعسل الاسلام كالمحارين. يا اخوان الترهات احذروا من يَوُم المواخذات. ما تعرفون الّا ظواهر القرآن. ثم تكذّبون ارباب العرفان قنعتم على قشر الكتاب. وما مسّ عقلكم باللُّباب. اخذتم ظهر القرآن وحذ افيره و تحسبون اِنَّكم نزحتم بيره. و منكم من صبّغ البهتان. و واضَخ الهذيان. و جهر السبعية كعسارةٍ. و كوّس عقول الناس باغلاطٍ و ادارةٍ و ثوّر علىّ كلّ غُثٍّ ذى شرارةٍ. و حَرَّف كلماتى و قرضها كفأرةٍ. وافد الىّ التحقير والتوهين.
موش مادہ
وخَرَدَ عِرضى كالمجانين. و سعٰى الى ثُنّاء الثغور و قُطّانِها ليهلكهم من شجرة الشجرِ و اغصانها. فنأنَأُوا الرأى باغلاطه و زلّت اقدامهم. واطالوا السنهم و امخطوا بامخاطه. و اَنفوا من قبول الحقّ و اكلوا مِنُ مخاطه. فكلّ سليطةٍ لَعَنَتُ علىّ و سبّت. كل ذيخةٍ نبحت وكل ناقةٍ عشواء لَبَزَتُ و كل مناضلٍ رمٰى سهمه و ما تراخٰى. فَمُطِرنا حتى صارت الارضُ سُواخٰى. و نهض علينا كل جَفُرٍ و جنين. و لم يغادروا من لعن و طعن و تكفير و توهين. و قَرَضُوا عرضى كقرض الفُويسقة اوراقِ القرآن و صالوا
و بریدند آبروئے مرا ہمچو بریدن (موش) ورقہائے قرآن را و حملہ
علىّ كصولة حبشى على بيت الرحمان فلما رايت تغر قِدرهم لِلفساد
کردند برمن مثل حملہ حبشی (ابرہہ) برخانہ خدا جوش
و قدرتهم على الافناد والايقاد والاطراد. جهشت الى اللّٰه الرحمان من
از گریستم درحضرت خداوندرحمان وفتنہ افروختن وازقوم راندن۔ دروغ گفتن
حفشهم علىّ كامواج من الطوفان. فسمع اللّٰه دعائى و تضرعى و التجائى
گرداگرد آمدن ایشاں برمن

﴿۱۱﴾

و بشرنی بفتوحات من عنده. و تائیداتٍ من جُندہٖ. و قال لا تخف انّی
ہیچ غم مکن کہ من
معک. وماشٍ مع مشیک. انت منی بمنزلة لا یعلم الخلق وجدتک
باتو ہستم و قدم مَنّ با قدم توے رود و تو ازمن بمقامی رسیدہ کہ خلق را بدان راہ نیست
ما وجدتک. انی مهین من اراد اهانتک. و انی معین من اراد
یافتم ترا ہرچہ یافتم ومن آن کسے را رسوا خواہم کرد کہ درفکر رسوائی تست وآن کسے را مددخواہم داد کہ خودرا برمدد تو
اعانتک. انت منی و سرّک سرّی و انت مرادی و معی انت وجیه
آمادہ کرد۔ راز تو راز من است و تو مراد منی و بامنی تو در حضرت من
فی حضرتی. اخترتک لنفسی. هذا مابشرنی ربی وملجأی عند اَربی
وجاہتے داری و برائے خود ترا گزیدہ ام
و واللّٰه لو اطاعنی ملوک الارض کلهم و فتحت علی خزائن العالم کلها
ما اسرّنی کسروری من ذالک. رب انّی مُلِئتُ من آلائک و اُشرِبت من
بحار نعمائک. ربّ بلّغ شکرِی الٰی اَرجاءِ سمائِک. و تعالِ وادخُل فی
قلبی بجمیع ضیائک. انی اٰثرتک و رسولک علی سواک وانسلخت
من نفسی و جئت راغبًا فی رضائِک. ولک هذه اشعاری و انت محبوبی
و شعاری و دثاری.

ننگ ونام وعزّتِ دُنیاز دامان ریختیم	یارآمیزد مگر باما بخاک آمیختیم
دل بدادیم از کف وجان درر ہے انداختیم	واز پئے وصلِ نگارے حیلہ ہا انگیختیم

ثم استانف قِصتی الاولٰی وغصتی العظمٰی ان العلماء ما وجدوا من سهمٍ الا رموا الیّ. و ما من بلاءٍ الّا انزلوا علیّ. و امطروا علیّ بهتانات لا اصل لها و لا اثر. و لم یغادروا فی ذمی نظم و لا نثر[1]. فلما رئیت تباعدهم عن الصواب و تصاعدهم فی الارتیاب. لم اجِدُ بُدًّا من تالیف هٰذا الکتاب فکتبتها بدموع سائلة. و حسراتٍ شائلةٍ. و بذلت جهد نفسی لازالة

[1] اشارہ است بنظم منشی سعداللہ صاحب در بدگوئی ودشنام دہی وغیرہ صاحبان ونثر بٹالوی صاحب وغیرہ مولویان ۱۲

﴿۱۲﴾ شبہاتہم. و اظهار هفواتهم. و اسأل اللّٰه تعالٰی ان یجعل برکةً کثیرة فیه. و یزخ فی النفوس الضیّقة معانیه. و ها اَنا بریٔ ممّا یقولون. و یعلم اللّٰه و لا یعلمون. لست من الکافرین و المُلحدین و المُرتدّین. و ان انا الّا یوسف فی المسجونین. قد اُرسلت لاضع عنهم سلاسلهم و اغلالهم. فکیف اخاف اکفارهم و اعلم حالهم. و من یقم علی مصادٍ ما یخف من وهادٍ و من یشرب من کاس وصالٍ. ما یبال من مکفّرٍ ضالٍ و انّی اعلم من ربّی ما جئتُ به من کوکبٍ. فلا یُزعجنی ضباحُ ثعلبٍ. فاتّقوا اللّٰه و لا تبختروا بدُجاجکُم[۱] و لا تنادوا الخلق علی نیاحکم- ما لکم لا تکبحون افواهکم و لا تکمحون و لا تترکون التبلّخ و التبذّخ و بعیثکم تفرحون. و تکفُرون الناس بغیر علم انتم فیها مُفرِطون. ان کان فینا و فیکم اختلاف فقد اختلف من قبل و کم من اختلافٍ رحمةٌ لو کنتم تعلمون- واللّٰه یحکم بیننا و بینکم فی الدنیا و یوم القیامة و ینبهکم علٰی ما کنتم فیه تختلفون. یا قومِ مهلًا بعض تلک الظنون فان بعض الظن اثم ما لکم لا تفهمون. و ما جئتُ بکذبٍ و لا فریةٍ و لا شیءٍ یخالف سُنن الهُدٰی ولکن عمیت علیکم فکیف اَزَخُّ فیکم ما لا تمسّون. و ستذکرون ما اقول لکم و افوّض امری الی اللّٰه. هو ربّی ینظر الٰی قلبی و یجد فیه ما لا تجدون. یا قوم لم افرطتم فی امورکم و نبذتم القرآن وراء ظهورکمءَ تقتدون غیر الفرقان. و انتم تعلمون. ان الذین یتبتلون الٰی ربّهم لا یخافون شقاق احدٍ و بوعده ساکنون اطمئنوا باللّٰه مولاهم و علیه یتوکّلون. یسمعون بهٖ و ینطقون به و بنوره ینظرون. یُطّلعون علی غرائب علومه و علی اسراره یُشرَفون و ان کنتم

(مصاد: سرکوه۱۲ — وهاد: درک اسفل۱۲)

[۱] هکذا نقّل فی الاصل۔ الناشر

فی شکٍ من امری فاقرء وا کتابی. و تدبّروا فی جوابی واسئلوا اللّٰہ ما فی قبابی ان کنتم للحق طالبین کما یطلب الصادقون فاسئلوا و لا تملوا و طهروا النیات و لا تلطخوا وادعوا فی آناء لیالیکم و لا تسئموا وانتظروا وقت الرحم و ترقبوا- و جاهدوا حقّ جهادکم تکشف علیکم و تهتدوا. طُوبٰی لمن جاء بقلب منیب وسلیم. طُوبٰی لمن جاء بفهم مستقیم طُوبٰی لِرَوُع ینتجع عند الشبهات. و یسئل اللّٰہ تفهیم العویصات. طُوبٰی لقدمٍ تطاوع الرجل علی الفرار. من مواقع الافتنان بغیبة الاخوان والا کفار. و طُوبٰی لعین هداها الحق الی صواب. و عصمها من طرق فساد و تباب. و طُوبٰی لخطواتٍ تنقل الی حسنات. و تصرف من خطط الخطیات. و طوبٰی لنفسٍ زکیت من فورتها. و طُوبٰی لارواح اعطوا من غلة الحق و سورتها. و طوبٰی لِفکرٍ لا یعلم اللغوب. و لا ینثنی حتی یری المطلوب. وطوبٰی لکل غریبٍ و حلیم و طوبٰی لمن حبب الیه الرب الکریم. ﴿۱۳﴾

یا قوم قد اناخ الاعادی بساحتنا من عبید العباد و قِسّیسین وامطروا علینا حجارةً من طین الشیاطین. حسبوا التبر تُرَابًا. والحیات تبابًا. والنور نارًا والنافع ضارًا. داخت فتنتهم و ضَننَئَتُ دعوتهم. شغبوا علی الاسلام وجاءُوا بالفتن العظام. سریٰ سحرهم فی کلّ حجرٍ و شجرةٍ. و مَذرَتُ من نفسهم کل مذرةٍ. یُراء ون ماٰضرهم کاللبن السایغ. و یصولون علی الصدیقین بالقلب الزائغ فقدم بقدومهم فوج همّنا واجتمعت کتِیْبَة غَمّنا و سَئِمنا تکالیفهم متجرعین بالغصص. حتی طبعت فی المطابع مصائبنا کالقصص ودّ ع طیب عیشنا خوف هذا المقام.و وجدنا اذا وجدنا لهب هذه الا یام. دمس

(شاعت — بکثرت بچہ داد ۱۲ — شیر ترش زبان گز — چاپ شد — غمگین شدیم ہرگاہ کہ یافتیم ۱۲)

﴿۱۴﴾ اللّیل علینا من الغموم والافکار. و وقعنا فی حیصٍ بیصٍ و تنمّرالاطوار. یا قوم هذا قوم کذبوا دیننا. و اضلّوا اَحداثنا. وقرفوا رسولنا بالافتراء. و ولجنا المضائِق بولوجهم و اصابنا عِرج بعروجهم. و اُرُغِمَتْ معاطِسُنا بالتوهین والاستهزاء. فاٰنی وقتٌ اَنْ نتضرَّع بحضرة الرحمان- و نَتَاَوَّه اٰهة الثکلان. ونقرع بابه قَرْع مُصابٍ و نسئله کشف الضّر والنجاة من عذابٍ لتتحرک من اللّٰه رحمته الغرّاء. و تسکن الضوضاء ویجیٔی بعد مکابدةالعناء یوم روحٍ وریحانٍ من قِبَل ارحم الرحماء. و تنزل سکینة القلب و قرة العین بعد معانات الاینِ و مدانات الحینِ - یا قوم ادرکوا ریحکم قبل اَنْ یذهب. و ارضوا ربکم قبل ان یسخط و یغضب. و لا تکونوا اوّل جارحٍ لدینه. و لابِزٍ علی اٰیاته وبراهینه. لم بادرتم الی الاساء ات فی وقت المواسات و الی الفصل فی وقت الوصل. الا ترون فسادا بناء النفّاثاتِ. اخوان الترهات فَثَاء نا بالکلمات الموذیات. و اٰذونا بتوهین سیّد السادات. و تکذیب کتاب اللّٰه جامع البرکات. وتوطّأونا بلسنهم و ارجلهم و خلبوا احداثنا بایدی الاطماع ولطائف حیلهم و صاروا للاسلام کالموصب. و للمسلمین کالذیب. فسقِطنا فی شِصبٍ شدیدٍ تداکئت اٰفاته. و فی ید اللّٰه اجحاته واسحاته. یردسون علی دیننا و یصولون علی عرض نبینا و خدیننا. فیا هکرًا علی اسلامکم لا تتیقظون من منامکم. اَلا ترون قدجاء وقت الانتهاء وهطل رکام الاعداء وضاقت الارض علینا بالباسآء والضرّاء. اعلموا انّ هذا الیوم للاسلام یوم مَحُتٌ وجنّة مَرُتٌ. و ان لم یتدارک روح اللّٰه فقلتٌ. ان الکفار زینوا الدقاقیر

لابز: مکذرنندہ — موصب: بیماری مہلک ۱۲ — هکرًا: عجبًا عظیمًا ۱۲ — مرت: بیابان بے گیاہ وآب

﴿۱۵﴾ وذموا المِسک والعبیر. و نقص القراٰن فی العیون و قوّم بالدّون قدّت تلابیبه. وردت اعاجیبه. و غُلث البولُ بالماء و رجحت الظلمة علی الضیاء و اطاروا عیسٰیؑ بافراط الاطراء. وجعلوا اللّٰہ الوحید ذا البنات والابناء و عدلوا باللّٰہ عبده و اوقعوا الناس فی اللیلة اللیلاء و نحتوا للرسول الکریم بھتاناتٍ و أضلوا خلقًا کثیرًا بتلک الا فتراءِ. و ما اٰذٰی قلبی شیءٌ کاستھزائھم فی شان المصطفٰی. وجرحھم فی عِرضِ خیر الورٰی. و واللّٰہ لو قُتِلَتْ جمیع صبیانی و اولادی واحفادی باعیننی و قطّعت ایدی و ارجلی و اخرجت الحدقة من عینی و اُبعِدْتُّ من کل مرادی و اَوُنی وارنی. ما کان علیّ اشقّ من ذالک. ربّ انظر الینا و الٰی ما اُبْتُلِیْنَا واغفرلنا ذنوبنا واعف عن معاصینا - لا یتغیر امرٌ بدون تغییرک و لا یاتی و لا یردُّ بلاء الا بتقدیرک.

و انتم یا معشر العلماء بسأتم بالدنیا و نُعاسھا و لذّاتِ دُکاسھا. و منکم من ثَاخَتْ قدمه فی وحل العیسائیة. و مال من قوم اشعث اغبر الی ارباب الزینة الزّربیة لیستوفی حظه من رخاخ الدُّنیا و جیفتھا. و لیجنی جنٰی شھواته و یتلبّس بقطیفتھا. و منکم قومٌ وقعوا فی المکالبة بینھم لتفشوا علی الاعداء شُنُعتَھم و شینھم فآذی بعضھم بعضا و رَضَخَ و بَدَحَ و بَذَخَ و طرح ثوب السلم و فسخ و عاث کل حزبٍ فی اخوانھم کعیث الذیب فی الغنم و اراد ان یُّزْعِجَ اصل حریفه بالرمی والرجم. فاکلوا انفسھم کالدیدان. و فسّحوا الامر لاعداء الدّین و اھل الطغیان. و ترکوا التّقوٰی و حاسدوا علی الاَدْران. و اسروا نفوسھم و اغضبوا اللّٰہ الرحمان. فلطم الاسلام من فسادٍ انفسیٍ

﴿۱۶﴾ و افاقی. و اعرض من مواساة کل قلب نفاقی. و کنت اریٰ کل ذالک و اُساقی و عبراتی یتحدّرن عن مآقی. و زفراتی یتصعدن من التراقی. فتوکّلت علی اللّٰہ الباقی. فاذا ھبت نسیم الالھام علی جنانی. و جاء ت بریّا التبشیر و رَفع مکانی فامِرُت و اُرُسِلت لاصلاح ھذا الفساد. و ازالة ذالک الناد. ان مع الجدب حِصبا ان مع الجدب حِصبا فاتقوا اللّٰہ ومھلا تعجبا. و ما کان طروقی فی غیر حینه. بل عند حدل الناس الی الظلمة وترک نبراس اللّٰہ و انوارِ دینه و جئت فی وقتٍ کانت الملة فی مماراتٍ مشتدّة اللھوب و کانت الامة فی امواج مُرجدةٍ للقلوب. و کان الناس اخذوا طرق الالحاد والاباحة والفساد و ترکوا سبیل الرشد والصلاح والسداد. و کان العلماء لا یرون ملد القرآن و غَیُده. و رشاقته و فی حلل النور میده. وکانوا عفروا اللؤلوء بالاستحقار و حسبوا کتاب اللّٰہ خالیًا من المعارف والاسرار. فاتخذوا عارفھا سُخُرَةً و مھجورًا بالاقمطرار وقطعوا الاخوة بالاکفھرار. و مع ذالک کانت مبارات المذاھب بطریق الاستدلال و دخل العقول. لا بفوارس علی صھوات الخیول و کانت عَادة ابناء الزمان قد جرت واستحکمت لامتحان الحسن والجمال والنظر الی الشمائلِ و انواع الکمال و کان الاسلام قد لُوّحت خدوده و جبھتُه و بدلت ھَیُئَتُه و صورته. و اخفیت طاقته و لیاقته. و کتمت ملاحته و رشاقته و کان ھذا ھو السبب الذی جَرّء المخالفین علی الانکار. فزاغوا فی الظنون والاستحقار. فبعث اللّٰہ رجلا لاعلاء شان کلامه. و اظھار اسراره و اعلان معارفه وَ اراءَ ة تضوّع مسکه و فضّ خِتامه.

﴿۱۷﴾

فالقوم ردوه و لم يقبلوه. و طردوه و لم ياووه . و سبّوه و لم يشكروه و اهانوه و لم يوقّروه و لم ينظروا اليه كما ينظر مرموق الاهتداء. مومو ق الاخاءِ. و شطوا فی خوضهم حدود الاتقاء. و قالو ا لقد جئت ادًّا. و جُزُت عن الملّة جدًّا فلم يلبثوا حتى نَهِد منهم الىّ بطّالٌ لاكفاری و كيف ينطفی نور اللّٰه من فوه بطالوی عاری. و لكنه سعی كل سعيه لمحو اشعة الحق و اطفاء انواره. و تبديد (ای بٹالوی) اعوانه و انصاره. فلم يغادر جذعا و لا قارحا من المستعجلين المتفقّهين. الا جعله من اللاعنين المكفرين الا ما شاء اللّٰه رب العالمين. فكل بغاثٍ استنسر. و كل محجوب اكفر و كفر. واستهدفنی للنضالِ و اكثر. و اخرج كل نجاره وما غادر فجعلوا عرضی للسهامِ عُرضة. و حسبوه عملًا يزيد قربة. و قلبوا لی الامور. و اوقدوا لی التنور. و ارادوا ان يسحتونی و يسحقونی و يسقونی كاس المنايا والآفات. و اراد اللّٰه ان يمزّق مكائدهم و يريهم من بعض الآيات هو ربی و رَحْمَتُهٗ تكفينی و له حياتی و مماتی و تجهيزی و تكفينی. هو حبّی كثير السماح. ياتينی و يسقينی كاساتِ راح ذكره شرابٌ يزيل الاحزان. و حُبّه شیء اسراهل الصلاح لن نفصل ما وصلنا له. و لو قُطّعْنَا بالسيوف والرماح. وانظروا الٰی اٰثار رحمته و اٰيات قبوليّتهِ. ان القوم يسعون لاِعدامی. و هو يربّی عِرُدامی. والقوم يمكر لقطع اصلی و هدم بنيانی. و هو يُنمی اَفُنانی و اَغُصانی. والقوم يريد اطرادی و تحقيری و تَوُهِيُنی. و هو يُكرِمنی. و يُبشرنی بمراتب و يدنينی و من مِنَنِه انه احيی قلوبًا يَهُوُوُن اِلیّ و عبادًا يعتكفون لدی. و احبابًا يصلّون

﴿۱۸﴾ علیّ . و اَرْسَلَ فی اقطار العالم ریاحًا تحشر الناس الینا کانہ فوج نوریٌّ یقود القلوب الی الدین المتین

اَوْعَبْقَرِیٌّ بھیرویٌ نُوْرُالدِّیْن

یعنی اخویم مولوی حکیم نوردین بھیروی کہ ہمدردی اسلام برایشان غالب ست
از ین وجہ با نتشار نور را نیت سماوی مشابہت دارند و ہذا فضل اللہ

فھذا رحمة ربی و حقٌّ صُراحٌ ما یُبْطله بطالویّ (ای بٹالوی) و غیرہ و ان نجع نفسه مِن حسراتٍ و یطیر من القالب طیرہ و واللّٰہ ان البطالوی (ای بٹالوی) ما قصر فی مکائدہ بل ضمّ بطالیّته بفحشٍ لسانه و حصائدہ.

و لو لا ھیبة سیفٍ سَله عدلُ سلطنة البرطانیة لَحثّ الناسَ علی سفک دمی و جلب رَجِله و خیله لحسمی و حطمی ولکن منعه من ھذا رعب ھذہ الدّولة و لَمعان تلک الطاقة فنشکر اللّٰه کل الشکر علٰی ما اٰمَنَنَا مِن کلِّ خوفٍ تحت ظلّ ھذہ الدّولة البرطانیة المبارکة للضّعفاءِ و کھف اللّٰه لِلُفقراءِ

﴿۱۹﴾

وَالْغُرَبَاءِ. و سوط اللّٰہ علٰی کلِّ عتیدٍ
وحامئ غریبان است و پناہ فقرا و تازیانہ خداست برہر سرکش

ذی خیلاء. ثم وجب علینا شکر
تکبر کنندہ باز برما شکر احسانات

احسانات القیصرۃ العادلۃ. التی یخاف
قیصرہ عادلہ واجب است آنکہ ہر ستمگار

اخذھا قلب الحادل و الحادلۃ. و کیف
ازمواخذہ اوے ترسد خواہ مرد است، خواہ زن، و چرا

لا نشکرھا و ان اللّٰہ عصمنا بھذہ
شکر نہ کنیم حالانکہ خدا تعالیٰ در زیر سایہ این سلطنت

السلطنۃ من حلول الاھوال و طمس بھا
از ہر خوف و خطر مارا رہانید و آثار

آثار الظلم وانزل علینا من الآلاء
ظلم و تعدی را ناپدید کرد و بر ما نعمت ہائے خود ریخت

والاموال اللّٰھم فاجز تلک الملکۃ مناخیر
اے خدا جل و علا این ملکہ را ازما جزائے خیر

جزائک و انصرھا علٰی اعدائھا و اعدائک
بہ بخش و بر دشمنان او بر دشمنان تو او را فتح نصیب کن و بر قومے مدد دہ کہ

و ادخلھا من کلّ شرّ فی ذراک وارزقھا من
دشمنان او و نیز دشمنان تو ہستند و قیصرہ را از ہر شر بہ پناہ خود در آر۔

﴿۲۰﴾

نعمائک. واھد قلبھا وقلب ذراریھا الی دینک
واز نعمت ہائے خود اُو را روزی رسان و دلِ اُو را و دل اولادِ اُو را بسوئے دین خود

دین الاسلام ونجھم مِن انف الشّرک و اتخاذ
کہ اسلام است رغبتے بہ بخش وایشاں را از ہمہ آفت ہا ورنجہا وشرک ہا وازننگِ

العبد الھًا و نجھم من جمیع الآلام. ربّ
بندہ را خدا قرار دادن توفیق نجات ارزانی دار۔ اے خدائے من

احسن الیھم کما احسنوا الینا واجعل افئدۃ
بر ایشان احسان کن ز انسان کہ بما احسان کردند و از ایشان در زمان حیات من

منھم یقبلون دینک فی زمان حیاتی. ربِّ اَنْزِلْ
کسانے را برآر کہ دین ترا بہ پذیر اند اے خدا بر ایشان

عَلیھم مَائِدۃ من برکاتک واستجب دعواتی
مائدہ برکات خود فرود آر و ایں دعاہائے مرا قبول فرما آمین ثم آمین

آمین ثم آمین

و یا عجبًا کل العجب ھذا قوم یقال لہ الکفار. و ذالک حزب یقال لہ الاخوان
وبہ بینید این تعجب را کہ انگریزان بدین ہمہ احسان ہا قومے ہستند کہ بنام کفار موسوم اند واین مسلمانان بدین جور وستم

والانصار. فیا حزبَ اخوانٍ شر من الاعادی. ھلم الی ما تنجی یوم التنادی
دعوے برادی وخویشی میکنند

و لا تطیلوا سوء ظنکم بالاخوان. واتقوا اللّٰہ مصرف الملوین ا لیس منکم
رجل رشید یخاف المآل و یذر اللّدَدَ والجدال ا تعلمون ما تواجھون. و الی
من تتوجھون. ا تکفرون فِرقَ الاسلام باختلاف الفروع و تابون من المندوب

والمشروع. و ها انا اشهد بالرّب العظيم. و احلف باللّٰه الکریم. علی اِنّنی مومن مسلم موحّدٌ متبع لاحکام اللّٰه و سنن رسوله. و بریءٌ ممّا تظنون ومن سمّ الکفر و حلوله و انی لا اری لغیر الشرع عِزّةً. و لا لعالمه درجةً. و آمنتُ بکتاب اللّٰه و اشهد انّ خلافه زندقة. و من تفوّه بکلمةٍ لیس له اصل صحیح فی الشرع ملهمًا کان او مجتهدا فبه الشیاطین متلاعبة و آمنت بانّ نبیّنا محمدًا صلی اللّٰه علیه وسلم خاتم الانبیاء و ان کتابنا لقرآن کریم وسیلة الاهتداء لا نبی لنا نقتدی به الا المصطفی و لا کتاب لنا نتبعه الا الفرقان المهیمن علی الصحف الاولی. و آمنت بان رسولنا سید ولد آدم و سید المرسلین و بان اللّٰه ختم به النبیّین. و بان القرآن المجید بعد رسول اللّٰه محفوظ من تحریف المحرفین و خطأ المخطین. و لا ینسخ و لا یزید و لا ینقص بعد رسول اللّٰه و لا یخالفه الهام الملهمین الصادقین و کل ما فهمتُ من عویصات القرآن او اُلْهِمْتُ من اللّٰه الرحمان فقبلته علی شریطة الصحة والصواب والسمت. و قد کُشِفَ علیّ انه صحیح خالص یوافق الشریعة لا ریب فیه. و لا لبس و لا شکّ و لا شُبْهَة. و ان کان الامر خلاف ذالک علی فرض المحال فنبذنا کله من ایدینا کالمتاع الردیّ ومادةِ السعال. و آمنا بمعانی ارادها اللّٰه والرسول الکریم و ان لم نعلمها و لم یکشف علینا حقیقتها من اللّٰه العلیم و عندنا نصوص و اٰیات و براهینٌ علی صحّتها سنذکرها فی موضعها و وقتها. نرد بها علی الذین اعتادت قلوبهم زورًا وقذفت اقلامهم لغوًا موفورًا. و هم لا یقرء ون کتابی. و لا یتدبّرون فی جوابی و لا یتفکّرون. فویل لهم مما کتبت ایدیهم و ویلٌ لهم مما یکسبون.

﴿۲۱﴾

﴿۲۲﴾ و ما اردنا للمخالفين فی ذالک الکتاب الّا جواب اوهامهم و اسحات الزامهم و اما طريق السّبّ بالسّبّ و اللّعن باللّعن و الذبّ. فالکتاب نزّه عنها. و فُوّض الامر الی اللّٰه ربّ السماءِ. يا معشر العلماء لا تدخلوا فی علم اللّٰه و اسراره و لا تجرء وا علٰی قولٍ ما اُعطيتم من علم دثاره. و لا يَخْتَلِبُکم حيات الدّنيا و خضرائها. و لا يفتننکم صرخ صارخةٍ و ضوضاء ها. و انی اعزم عليکم باللّٰه الرّحمان. اَن تَذرُوْنی مجادلًا باعدآء المصطفٰی و الفرقان. و تمدونی بکف اللسان. اِنْ اَکُ صادقا فسوف يريکم اللّٰه صدقی و ثباتی. و ان اَکُ کاذبًا فکفی اللّٰه لِاِجْحَاتِیْ و اِسحاتِی. فلا تُشْمِتُوا بِی الاَعْداءَ و لا تعتدوا و لا تطيلوا الايذاء و لعلم اللّٰه اَوْسَع من علمکم هو يعلم فی نفسی ما لا تعلمون. و ان لم تنتهوا فستُرجعون الی اللّٰه ثم تُسْئَلون.

وَ امّا الاَمُر الثانی الّذی اَلجأنی الٰی ذِکرکم بذکرِ امام الاقاصِی والادانی صلی اللّٰه عليه وسلم فاعلموا يا شرخ المسلمين و شيوخ المؤمنين. انی اردت من ترتيبی هذا ان اَسْتنزل رحم اللّٰه عليکم و توبته بالتوسل بخاتم الانبياء و اصفی الاصفياء. فاشهدوا انی اَمدُّ الی اللّٰه يد المسئلة لکم و اطلب منه هديکم. ربّ يا ربّ اسمَع دعائی فی قَوْمِی و تضرعی فی اخوتی. انی اتوسل اليک بنبيّک خاتم النبيين. و شفيع و مشفع للمذنبين. رب اخرجهم من الظلمات الٰی نورک و من بيداء البعد الٰی حضورک. رب ارحم علی الذين يلعنون علیَّ. و احفظ من تبّک قوماً يقطعون يدیّ. و اَدْخِل هَداک فی جذر قلوبهم و اعفُ عن خطِيئَاتهم

﴿۲۳﴾ و ذنوبهم. واغفر لهم و عافهم. و وادعهم و صافهم واعطهم عيونًا يبصرون بها. و اٰذانًا يسمعون بها. و قلوبًا يفقهون بها. و انوارًا يعرفون بها. وارحم عليهم واعف عما يقولون فانهم قومٌ لا يعلمون.

رب بوجه المصطفٰى و درجته العُليا ـ والقائمين فى اٰناء الليل والغازين فى ضوء الضحٰى و ركاب لك تعُدُّوا السُرىٰ و رحالٍ تُشَدُّ الٰى اُمّ القرىٰ اصلح بيننا و بين اخواننا وافتح ابصارهم و نوّر قلوبهم و فهّمهم ما فَهَّمْتَنِى و علّمهم طُرق التقوٰى واعف عما مضٰى و اٰخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب السَّمٰوٰت العُلٰى.

دَر نعت و مدح حضرت سیّدنا وسیّد الثقلَین محمد مصطفٰی و اَحمد مجتبٰی صلی اللہ علیہ وسلم

چون زمن آید ثنائے سرورِ عالی تبار	عاجز از مدحش زمین و آسمان و ہر دو دار
آن مقامِ قرب کو دارد بدلدارِ قدیم	کس نداند شان آنِ از واصلانِ کردگار
آن عنایت ہا کہ محبوبِ ازل دارد بدو	کس بخوابے ہم ندیدہ مثل آن اندر دیار
سرورِ خاصانِ حق شاہِ گروہِ عاشقان	آنکہ روحش کرد طے ہر منزلِ وصلِ نگار
آن مبارک پے کہ آمد ذات با آیاتِ او	رحمتے زان ذاتِ عالم پرور و پروردگار

﴿۴۴﴾

آنکہ دارد قربِ خاص اندر جنابِ پاکِ حق
آنکہ شانِ او نہ فہمد کس ز خاصان و کبار

اَحمدِ آخر زمان کو اوّلین را جائے فخر
آخرین را مقتدا وَ ملجا وَ کہف و حصار

ہست درگاہِ بزرگش کشتیٔ عالم پناہ
کس نگردد روزِ محشر جُز پناہش رستگار

از ہمہ چیزے فزون تر در ہمہ نوع کمال
آسمانہا پیش اَوجِ ہمّت او ذرّہ وار

مظہر نورے کہ پنہان بود از عہدِ ازل
مطلع شمسے کہ بود از ابتدا در استتار

صدر بزم آسمان و حجۃ اللہ بر زمین
ذاتِ خالق را نشانے بس بزرگ و استوار

ہر رگ و تارِ وجودش خانۂ یارِ ازل
ہر دم و ہر ذرّہ اش پُر از جمالِ دوستدار

حسن روئے او بہ از صد آفتاب و ماہتاب
خاک کوئے او بہ از صد نافۂ مشک تتار

ہست اُو از عقل و فکر و فہم مردُم دور تر
کے مجالِ فکر تا آن بحرِ ناپیدا کنار

روح او در گفتنِ قولِ بلیٰ اوّل کسے
اشارہ سوئے الست بربکم قالوا بلیٰ
آدمِ توحید و پیش از آدمش پیوندِ یار
یعنی پیدا کنندہ توحید بعد از گمشدن آن

جان خود دادن پئے خلق خدا در فطرتش
جان نثارِ خستہ جانان بیدلان را غمگسار

اندر آن وقتے کہ دنیا پُر زِ شرک و کفر بُود
ہیچکس را خُون نشد دِل جُز دل آن شہر یار

ہیچکس از خبث شرک و رجس بت آگہ نہ شد
این خبر شد جان احمد را کہ بود از عشق زار

کس چہ مے داند کزان نالہ ہا باشد خبر
کان شفیعے کرد از بہر جہان در کُنجِ غار

مَن نمیدانم چه دردے بود و اندوه و غمے — کاندرانِ غارے درآوردش حزین و دِلفگار

نےَ زِ تاریکی توحّش نےَ زِ تنہائی ہَراس — نے زمُردن غم نہ خوف کژدمے نےَ بیمِ مار

کشتۂ قوم و فدائے خلق و قربان جہان — نےَ بجسمِ خویش میلش نےَ بہ نفسِ خویش کار

نعرہ ہا پُر درد میزد از پئے خلقِ خدا — شد تضرّع کار اوپیشِ خدا لَیل و نہار

سخت شورے بر فلک افتاد زان عجز و دعا — قدسیاں را نیز شد چشم از غمِ آں اشکبار

آخر از عجز و مناجات و تضرّع کردنش — شد نگاہ لطف حق برعالمِ تاریک و تار

در جہان از معصیت ہا بود طوفانِ عظیم — بود خلق از شرک وعصیاں کورو کر در ہر دیار

ہمچو وقتِ نوح دنیا بود پُراز ہر فساد — ہیچ دل خالی نبود از ظلمت و گرد و غبار

مر شیاطین راتسلّط بود بر ہر رُوح و نفس — پس تجلّی کرد بر رُوحِ محمّد صلے اللہ علیہ وسلم کردگار

منّتِ او بر ہمہ سرخ و سیاہی ثابت است — آنکہ بہر نوع انسان کرد جانِ خود نثار

یا نبی اللہ توئی خورشیدِ رہ ہائے ھُدیٰ — بے تو نآرد رُو براہے عارفِ پرہیزگار

یا نبی اللہ لب تو چشمۂ جان پرور است — یا نبی اللہ توئی در راہِ حق آموزگار

آن یکی جوئد حدیث پاک تو از زید وعمرو — وآن دگر خود از دہانت بشنود بے انتظار

زندہ آن شخصے کہ نوشد جُرعۂ از چشمہ ات — زیرک آن مردیکہ کرداست اتباعت اختیار

﴾۲۶﴿

عارفان را منتہائے معرفت علمِ رخت | صادقان رامنتہائے صدق برعشقت قرار

بے تو ہرگز دولتِ عرفان نمی یا بد کسے | گرچہ میرد در ریاضت ہائے وجہد بےشمار

تکیہ براعمال خود بےعشق رویت ابلہی است | غافل از رویت نہ بیند روئے نیکی زینہار

دردمے حاصل شود نورے زِعشق روئے تو | کان نباشد سالکان را حاصل اندر روزگار

ازعجائب ہائے عالم ہرچہ محبوب وخوش است | شانِ آن ہر چیز بینم در وجودت آشکار

خوشتر از دورانِ عشق تو نباشد ہیچ دور | خوبتر از وصف و مدح تو نباشد ہیچ کار

منکہ رہ بردم بخوبی ہائے بے پایانِ تو | جان گزارم بہرتو گر دیگرے خدمت گزار

ہرکسے اندر نمازِ خود دعائے می کند | من دعا ہائے برو بارِ تو اے باغ بہار

یانبی اللہ فدائے ہر سرِ موئے توام | وقفِ راہِ تو کنم گرجاں دہندم صد ہزار

اتباع وعشقِ روٴیت ازرہِ تحقیق چیست | کیمیائے ہر دلے اکسیر ہر جانِ فگار

دل اگرخوں نیست ازبہرت چہ چیزاست آن دلے | ور نثارِ تو نگردد جان کجا آید بکار

دل نمے ترسد بمہرِ تو مرا از موت ہم | پائداری ہا ببین خوش میروم تاپائے دار (صلیب)

راغب اندر رحمتت یا رحمۃ اللہ آمدیم | ایکہ چون ما بردرِ تو صد ہزار امید وار

یانبی اللہ نثار روئے محبوب توام | وقفِ راہت کردہ ام این سرکہ بردوش ست بار

تا بمن نور رسولِ پاک را بنموده اند ۔۔۔ عشق او در دل ہمی جوشد جو آب از آبشار

آتشِ عشق از دمِ من ہمچو برقے می جہد ۔۔۔ یکطرف اے ہمدمان خام از گرد و جوار

برسرِ وجداست دل تا دید روئے او بخواب ۔۔۔ اے بران روئے وسرش جان وسرورروئم نثار

صد ہزاران یوسفے بینم درین چاہِ ذقن ۔۔۔ و آن مسیحِ ناصری شُد از دمِ او بے شمار

تاجدارِ ہفت کشور آفتابِ شرق و غرب ۔۔۔ بادشاہِ ملک و ملّت ملجاءِ ہر خاکسار

کامران آن دِل کہ زد درراہ او از صدق گام ۔۔۔ نیک بخت آن سر کہ میدارد سرآن شہ سوار

یانبی اللہ جہاں تاریک شداز شرک و کُفر ۔۔۔ وقت آن آمد کہ بنمائی رخ خورشید وار

بینم انوارِ خدا در روئے تو اے دلبرم ۔۔۔ مست عشق روئے تو بینم دل ہر ہوشیار

اہل دل فہمند قدرت عارفان دانند حال ۔۔۔ از دو چشمِ شپران پنہان خورِ نصف النہار

ہر کسے دارد سرے بادلبرے اندر جہان ۔۔۔ من فدائے روئے تو اے دلستان گُلعذار

از ہمہ عالم دل اندر روئے خوبت بستہ ام ۔۔۔ بروجود خویشتن کردم وجودت اختیار

زندگانی چیست جان کردن براہِ تو فدا ۔۔۔ رستگاری چیست در بندِ تو بودن صَیدوار

تاوجودم ہست خواہد بود عشقت در دلم ۔۔۔ تادلم دورانِ خون دارد بتو دار و مدار

یارسول اللہ برویت عہددارم استوار ۔۔۔ عشق تو دارم ازان روز یکہ بودم شیرخوار

یعنی عشق تو در وجود من فطرتی است ۱۲

﴾۲۸﴿

ہر قدم کاندر جنابِ حضرت بے چون زدم — دیدمت پنہان معین و حامی و نصرت شعار

در دو عالم نسبتے دارم بتواز بس بزرگ — پرورش دادی مرا خود ہمچو طفلے درکنار

یاد کن وقتیکہ درکشفم نمودی شکل خویش — یاد کن ہم وقت دیگر کآمدی مشتاق وار

یاد کن آن لُطف و رحمتہا کہ بامن داشتی — وآن بشارت ہا کہ میدادی مرا از کردگار

یادکن وقتے چو بنمودی بہ بیداری مرا — آن جمالے آن رخے آن صورتے رشک بہار

آنچہ مارا از دو شیخ شوخ آزارے رسید — یارسول اللہ بپُرس از عالمِ ذو الاقتدار

حال ما و شوخیٔ این ہر دو شیخ بد زبان — جملہ میداند خدائے حال دان و بُردبار

نام من دجّال وضال و کافرے بنہادہ اند — نیست اندر زُعم شان چون من پلید وزشت وخوار

ہیچکس را برمن مظلوم وغمگین دل نہ سوخت — جُز تو کاندر خوابہا رحمت نمودی بار بار

ہان خداوند کریم و دلبر و محبوب من — داد و ہر دم میدہد تسکین مرا چون غمگسار

صبر کردیم از عنایاتش برین صد ضرب وکوفت — سرمہ در چشمے نیاید تانے گردد غبار

ایکہ تکفیر مسلمانان کنی از بخل و کین — شرمت آید از خدائے عادل و ذی اختیار

سہل باشد از زبانِ خویش تکفیرِ کسے — مشکل افتد آن زمان چون پُرسد از وے کردگار

کلمہ گویان را چرا کافر نہی نام اے اخی — گر تو داری خوف حق رَو بیخ کفرِ خود برار

﴿۲۹﴾

پیر گشتی خُلق پیران را نمے دانی ہنوز
ایزدت بخشد چو پیران صدق وسوز واصطبار

گرکنی تکفیر قوم خودچہ کارے کردۂ
رَو اگر مردی جہود ے رابا سلام اندر آر

چون نسیمِ صبح محشر پردہ بردارد زِ کار
کیست کافر کیست مومن خود بگردد آشکار

گر خرد مندی برو کُن فکرِ نفسِ خود نخست
لاف ایمان خود چہ چیزے نورِ ایمان رابیار

چند برتکفیر نازی چند استہزا کُنی
رو بایمانِ خود و ما را بکفرِ ما گذار

نےَ زِفرد وسم حکایت کن نہ از آلامِ نار
کز غمِ دینِ محمدؐ میزیم شوریدہ وار

اندر آن وقتیکہ یاد آید مہمِ دین مرا
بس فراموشم شود ہر عیش و رنج ہر دو دار

امّا بعد یہ کتاب کہ جس کا ایک نام

آئینۂ کمالاتِ اسلام

اور دوسرا نام **دافع الوساوس** بھی ہے ایک مقدمہ اور تین باب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے خدا تعالیٰ اس میں برکت ڈالے اور ایک عالم کیلئے ہدایت کا موجب کرے

آمین ثم آمین

﴿۳۰﴾

المُقَدّمَہ

تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ اس عاجز نے خدا تعالیٰ سے توفیق پا کر تین رسالے تائید اسلام میں تالیف کئے تھے جن میں سے پہلے کا نام **فتــــح اســـلام** اور دوسرے کا نام **توضیح مرام** اور تیسرے کا نام **ازالہ اوھام** ہے ان رسالوں میں حسب ایماء اور الہام اور القاء ربّانی اس مرتبہ **مثیلِ مسیح** ہونے کا ذکر بھی تھا جو اس عاجز کو عطا کیا گیا۔ ایسا ہی اُن دقائق وحقائق و معارف عالیہ کا بیان تھا جو اسلام اور قرآن کریم کی اعلیٰ حقیقتیں اور مسلمانوں کیلئے بمقابلہ مخالفین جائے فخر تھیں اور نیز اسلامی توحید کے انتہائی مرتبہ کی خوبصورتی اور صفائی ان حقائق سے ظاہر ہوتی تھی اور نیز وہ سب معارف ان بیرونی حملوں کے کافی وشافی جوابات تھے جو موجودہ زمانہ کے لوگ سراسر اپنے تعصب اور کوتاہ نظری سے تعلیم اسلام پر کرتے ہیں اور یہ سب کچھ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے لیا گیا تھا اور گزشتہ اکابر کی ان سچائیوں پر شہادتیں بھی موجود تھیں اور امید تھی کہ عقل مند لوگ ان کتابوں کو شکر گذاری کی نظر سے دیکھیں گے اور خدا تعالیٰ کی جناب میں سجدات شکر بجا لاویں گے کہ عین ضرورت کے وقت میں اس نے یہ روحانی نعمتیں عطا فرمائیں لیکن افسوس کہ بعض علماء کی فتنہ اندازی کی وجہ سے معاملہ برعکس ہوا اور بجائے اس کے کہ لوگ خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ایک شور اور غوغا سخت ناشکری کا ایسا برپا کر دیا گیا کہ وہ تمام حقائق اور لطائف اور نکات اور معارف الٰہیہ کلمات کفر قرار دیئے گئے۔ اور اسی بنا پر اس عاجز کا نام بھی کافر اور ملحد اور زندیق اور دجّال رکھا گیا۔ بلکہ دنیا کے تمام کافروں اور دجّالوں سے بدتر قرار دیا گیا۔ اس فتنہ اندازی کے اصل بانی مبانی

﴿۳۱﴾

ایک شیخ صاحب محمد حسین نام ہیں جو بٹالہ ضلع گورداسپور میں رہتے ہیں اور جیسے اس زمانہ کے اکثر ملا تکفیر میں مستعجل ہیں اور قبل اس کے جو کسی قول کی تہہ تک پہنچیں اس کے قائل کو کافر ٹھہرا دیتے ہیں یہ عادت شیخ صاحب موصوف میں اوروں کی نسبت بہت کچھ بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور اب تک جو ہم پر ثابت ہوا ہے وہ یہی ہے کہ شیخ صاحب کی فطرت کو تدبّر اور غور اور حسن ظن کا حصّہ قسّام ازل سے بہت ہی کم ملا ہے۔ اسی وجہ سے پہلے سب **استفتاء** کا کاغذ ہاتھ میں لے کر ہر یک طرف یہی صاحب دوڑے۔ چنانچہ سب سے پہلے کافر اور مرتد ٹھہرانے میں میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے قلم اٹھائی اور بٹالوی صاحب کے استفتاء کو اپنی کفر کی شہادت سے مُزیّن کیا اور میاں نذیر حسین نے جو اس عاجز کو بلاتوقّف وتأمّل کافر ٹھہرا دیا۔ باوجود اس کے جو میں پہلے اس سے اُن کی طرف صاف تحریر کر چکا تھا کہ میں کسی عقیدہ متفق علیہا اسلام سے منحرف نہیں ہوں۔ اس کی بہت سی وجوہ میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میاں صاحب موصوف اب ارذلِ عمر میں ہیں۔ اور بجز زیادت غضب اور طیش اور غصّہ کے اور کوئی عمدہ قوت غور اور خوض کی ان میں باقی نہیں رہی۔ بلکہ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو میری رائے میں اب بباعث پیر فرتوت ہوجانے کے ان کے حواس بھی کسی قدر قریب الاختلال ہیں ماسواء اس کے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابتدا سے ہی ایک سطحی خیالات کے آدمی ہیں اور ان کی فطرت ہی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ حقائق عالیہ اور معارف دقیقہ سے ان کی طبعیت کو کچھ مناسبت نہیں غرض بانی استفتاء بطالوی صاحب اور اوّل المکفّرین میاں نذیر حسین صاحب ہیں اور باقی سب ان کے پَیرو ہیں۔ جو اکثر بٹالوی صاحب کی دل جوئی اور دہلوی صاحب کے حق استادی کی رعایت سے ان کے قدم پر قدم رکھتے گئے۔ یوں تو ان علماء کا کسی کو کافر ٹھہرانا کوئی نئی بات نہیں یہ عادت تو اس گروہ میں خاص کر اس زمانہ میں بہت ترقی کر گئی ہے اور ایک فرقہ دوسرے

﴿۳۲﴾ فرقہ کو دین سے خارج کر رہا ہے لیکن اگر افسوس ہے تو صرف اس قدر کہ ایسے فتوے صرف اجتہادی غلطی کی ہی وجہ سے قابل الزام نہیں بلکہ بات بات میں خلاف امانت اور تقویٰ عمل میں آتا ہے اور نفسانی حسدوں کو درپردہ مدِّنظر رکھ کر دینی مسائل کے پیرایہ میں اس کا اظہار ہوتا ہے۔ کیا تعجب کا مقام نہیں کہ ایسے نازک مسئلہ میں کافر قرار دینے میں اس قدر مُنہ زوری دکھلائی جائے کہ ایک شخص بار بار خود اپنے اسلام کا اقرار کرتا ہے اور ان تہمتوں سے اپنی بریت ظاہر کر رہا ہے جو موجب کفر ٹھہرائی گئی ہیں مگر پھر بھی اس کو کافر ٹھہرایا جاتا ہے اور لوگوں کو تلقین کی جاتی ہے کہ باوجود اقرار کلمہ **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ** اور باوجود توحید اور ماننے عقائد ضروریہ اسلام اور پابندی صوم وصلوٰۃ اور اہل قبلہ ہونے کے پھر بھی کافر ہے۔ اور دیگر مشرکین اور کفار کی طرح ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور کبھی اس سے باہر نہیں ہوگا۔

ایکہ دجّالم بچشمت نیز ضال	چوں نترسی از خدائے ذوالجلال
مومنے را نام کافر مے نہی	کافرم گر مومنی باایں خیال

اور عموماً تمام علمائے مکفّرین پر یہ افسوس ہے کہ انہوں نے بلاتفتیش و تحقیق بٹالوی صاحب کے کفرنامہ پر مہریں لگا دیں اور اول سے آخر تک میری کتابیں نہ دیکھیں اور بذریعہ خط و کتابت مجھ سے کچھ دریافت نہ کیا۔ اگر وہ نیک نیتی سے مہریں لگاتے تو ان کا نور قلب ضرور ان کو اس بات کی طرف مضطر کرتا کہ پہلے مجھ سے دریافت کرتے اور میرے الفاظ کے حلّ معانی بھی مجھ سے ہی چاہتے۔ پھر اگر بعد تحقیق وہ کلمات درحقیقت کفر کے کلمات ہی ثابت ہوتے تو ایک بھائی کی نسبت افسوس ناک دل کے ساتھ کفر کی شہادت لکھ دیتے اگر وہ ایسا کرتے اور عجلت سے

﴿۴۳﴾ کا م نہ لیتے تو ان الزاموں سے بری ٹھہرتے جو عند اللہ ایک تکفیر کے شتاب باز پر عائد ہو سکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ جیسے ایک بھیڑ دوسری بھیڑ کے پیچھے چلی جاتی ہے اور جو کچھ وہ کھانے لگتی ہے اسی پر یہ بھی دانت مارتی ہے۔ یہی طریق اس تکفیر میں ہمارے بعض علماء نے بھی اختیار کر لیا۔ فَمَا اَشْکُوْا اِلَّا اِلَی اللّٰہِ اس بات کو کون نہیں جانتا کہ ایک مسلمان مؤحد اہل قبلہ کو کافر کہہ دینا نہایت نازک امر ہے بالخصوص جب کہ وہ مسلمان بارہا اپنی تحریرات و تقریرات میں ظاہر کرے کہ میں مسلمان ہوں اور اللہ اور رسول اور اللہ جلّ شانہٗ کے ملائک اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور بعث بعد الموت پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم میں ظاہر فرمایا ہے۔ اور نہ صرف یہی بلکہ ان تمام احکام صوم و صلوٰۃ کا پابند بھی ہوں جو اللہ اور رسول صلعم نے بیان فرمائے ہیں تو ایسے مسلمان کو کافر قرار دینا اور اس کا نام اکفر اور دجّال رکھنا کیا یہ ان لوگوں کا کام ہے جن کا شعار تقویٰ اور خدا ترسی سیرت اور نیک ظنی عادت ہو۔ اگر چہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں یہ بات تو سچ ہے کہ قدیم سے علماء کا یہی حال رہا ہے کہ مشائخ اور اکابر اور ائمہ وقت کی کتابوں کے جب بعض بعض حقائق اور معارف اور دقائق اور نکات عالیہ ان کو سمجھ نہیں آئے اور ان کے زعم میں وہ خلاف کتاب اللہ اور آثار نبویہ پائے گئے تو بعض نے علماء میں سے ان اکابر اور ائمہ کو دائرہ اسلام سے خارج کیا اور بعض نے نرمی کر کے کافر تو نہ کہا لیکن اہلسنت والجماعت سے باہر کر دیا۔ پھر جب وہ زمانہ گذر گیا اور دوسرے قرن کے علماء پیدا ہوئے تو خدا تعالیٰ نے ان پچھلے علماء کے سینوں اور دلوں کو کھول دیا اور ان کو وہ باریک باتیں سمجھا دیں جو پہلوں نے نہیں سمجھی تھیں۔ تب انہوں نے ان

﴿۳۴﴾ گذشتہ اکابر اور اماموں کو ان تکفیر کے فتووں سے بَری کر دیا اور نہ صرف بری بلکہ ان کی قطبیّت اور غوثیّت اور اعلیٰ مراتب ولایت کے قائل بھی ہو گئے اور اسی طرح علماء کی عادت رہی اور ایسے سعید ان میں سے بہت ہی کم نکلے جنہوں نے مقبولان درگاہ الٰہی کو وقت پر قبول کر لیا امام کامل حسین رضی اللہ عنہ سے لیکر ہمارے اس زمانہ تک یہی سیرت اور خصلت ان ظاہر پرست مدعیان علم کی چلی آئی کہ انہوں نے وقت پر کسی مرد خدا کو قبول نہیں کیا خدائے تعالیٰ نے یہودیوں کی نسبت قرآن کریم میں بیان فرمایا تھا کہ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ[1] ۔ الخ یعنی اے بنی اسرائیل کیا تمہاری یہ عادت ہوگئی کہ ہر ایک رسول جو تمہارے پاس آیا تو تم نے بعض کی ان میں سے تکذیب کی اور بعض کو قتل کر ڈالا۔ سو یہی خصلت اسلام کے علماء نے اختیار کر لی تا یہودیوں سے پوری پوری مشابہت پیدا کریں سو انہوں نے نقل اتارنے میں کچھ فرق نہیں رکھا اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کہ تا وہ سب باتیں پوری ہو جائیں جو ابتدا سے رسول کریم نے اس مشابہت کے بارہ میں فرمائی تھیں۔ ہاں علماء نے مقبولوں کو قبول بھی کیا اور بڑی ارادت بھی ظاہر کی یہاں تک کہ ان کی جماعت میں بھی داخل ہو گئے مگر اس وقت کہ جب وہ اس دنیا ناپائیدار سے گذر گئے اور جب کہ کروڑ ہا بندگان خدا پر ان کی قبولیت ظاہر ہوگئی۔ وللہ در القائل۔

جب مر گئے تو آئے ہمارے مزار پر
پتھر پڑیں صنم تیرے ایسے پیار پر

اور میری حالت جو ہے وہ خداوند کریم خوب جانتا ہے اس نے مجھ پر کامل طور پر اپنی برکتیں

[1] البقرة:۸۸

نازل کی ہیں۔ اور اتباع نبوی میں ایک گرم جوش فطرت بخش کر مجھے بھیجا ہے کہ تا حقیقی ﴿۳۵﴾
متابعت کی راہیں لوگوں کو سکھلاؤں اور ان کو اس علمی و عملی ظلمت سے باہر نکالوں جو بوجہ
کم توجّہی ان پر محیط ہو رہی ہے۔ میں اس بات کا دعویٰ نہیں کرتا کہ میری روح میں کچھ
زیادہ سرمایہ علوم کسبیہ ہے بلکہ میں اپنی ہیچمدانی اور کم لیاقتی کا سب سے زیادہ اور سب
سے پہلے اقرار کرتا ہوں لیکن ساتھ اس کے میں اس اقرار کو بھی مخفی نہیں رکھ سکتا کہ میرے
جیسے ہیچ اور ذلیل اور اُمی کو خود خداوند کریم نے اپنے کنار تربیت میں لے لیا اور ان سچی
حقیقتوں اور کامل معارف سے مجھے آگاہ کر دیا کہ اگر میں تمام غور و فکر کرنے والوں سے
ہمیشہ زیادہ غور و فکر کرتا رہتا اور باایں ہمہ ایک لمبی عمر بھی پاتا تب بھی ان حقائق اور معارف
تک ہرگز پہنچ نہ سکتا۔ میں اس مولیٰ کریم کا اس وجہ سے بھی شکر کرتا ہوں کہ اس نے ایمانی
جوش اسلام کی اشاعت میں مجھ کو اس قدر بخشا ہے کہ اگر اس راہ میں مجھے اپنی جان بھی فدا
کرنی پڑے تو میرے پر یہ کام بفضلہٖ تعالیٰ کچھ بھاری نہیں۔ اگرچہ میں اس دنیا کے لوگوں
سے تمام امیدیں قطع کر چکا ہوں مگر خدا تعالیٰ پر میری امیدیں نہایت قوی ہیں سو میں جانتا
ہوں کہ اگرچہ میں اکیلا ہوں مگر پھر بھی میں اکیلا نہیں وہ مولیٰ کریم میرے ساتھ ہے اور
کوئی اس سے بڑھ کر مجھ سے قریب تر نہیں اسی کے فضل سے مجھ کو یہ عاشقانہ روح ملی
ہے کہ دکھ اٹھا کر بھی اس کے دین کیلئے خدمت بجا لاؤں اور اسلامی مہمّات کو بشوق و
صدق تمام تر انجام دوں۔ اس کام پر اس نے آپ مجھے مامور کیا ہے اب کسی کے کہنے
سے میں رک نہیں سکتا اور نہ نعوذ باللہ اس کے الہامی احکام کو بنظر استخفاف دیکھ سکتا ہوں
بلکہ ان مقدس حکموں کی نہایت تکریم کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ میری ساری زندگی اسی
خدمت میں صرف ہو اور درحقیقت خوش اور مبارک زندگی وہی زندگی ہے جو الٰہی دین کی

﴿۳۶﴾ خدمت اور اشاعت میں بسر ہو۔ ورنہ اگر انسان ساری دنیا کا بھی مالک ہو جائے اور اس قدر وسعت معاش حاصل ہو کہ تمام سامان عیش کے جو دنیا میں ایک شہنشاہ کیلئے ممکن ہیں وہ سب عیش اسے حاصل ہوں پھر بھی وہ عیش نہیں بلکہ ایک قسم عذاب کی ہے جس کی تلخیاں کبھی ساتھ ساتھ اور کبھی بعد میں کھلتی ہیں۔

میں افسوس کرتا ہوں کہ ہمارے اکثر علماء کی توجہ اکثر ظاہری اور پست اور موٹے خیالوں کی طرف کھنچی ہوئی ہے اور وہ ان باریک حقیقتوں کو سمجھتے نہیں کہ جو خداوند کریم نے کتاب عزیز میں رکھی ہیں اور جو ہمارے سیّد و ہادی علیہ السلام نے بیان فرمائی ہیں۔ اور نہ صرف اسی قدر بلکہ وہ ایسے عارف کو جو خدائے تعالیٰ سے معارف حکمیہ کا انعام پاوے اور ان دقائق کو کھولے جو ضرورت وقت نے ان کا کھولنا فرض کر دیا ہے۔ زندیق اور مُلحد اور مُحرّف اور دین سے برگشتہ قرار دیتے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ حقیقتوں سے اکثر ناواقف اور صرف ظاہر اور مجاز پر قناعت کرنے والے ہیں اور اس سرور حقیقی کی طرف ان کی طبیعتوں کو میل ہی نہیں اور نہ کچھ مناسبت ہے جو اسرار غامضہ پر اطلاع پانے سے حقّانی عارفوں کو حاصل ہوتا ہے مشرقی بت پرستی کا اثر اگر چہ کَمَا هُوَ ہو تو ان پر پڑا نہیں مگر پھر بھی ان کے دلوں میں وہم پرستی کے ایسے بت مخفی ہیں کہ وہ قبلہ حقیقت تک پہنچنے سے سدِّ راہ ہو رہے ہیں۔ میں کامل یقین رکھتا ہوں کہ ان بتوں کے توڑنے کے لئے خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے اور میں کسی دلیل سے شبہ نہیں کر سکتا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ ان بتوں کو بکلی توڑ دیا جاوے اور خدا پرست لوگ گم گشتہ حقیقتوں کو پھر پالیویں خدا تعالیٰ جو تمام بھیدوں سے واقف ہے خوب جانتا ہے کہ یہ لوگ حقیقت اسلامیہ سے دور جا پڑے ہیں اور حقانیت کی مبارک روشنی کو انہوں نے

چھوڑ دیا ہے۔

ادھر تو اندرونی طور پر یہ آفت ہے جس کا میں نے مجمل طور پر ذکر کیا ہے اور مخالف قوموں کا کیا حال بیان کیا جاوے کہ وہ اعتراضات اور شبہات سے ایسے لدے ہوئے ہیں کہ جیسے ایک درخت کسی پھل سے لدا ہوا ہوتا ہے۔ ان کے کینے ہمارے زمانہ میں اسلام کی نسبت بہت بڑھ گئے ہیں اور ہر ایک نے اپنی طاقت اور استعداد کے موافق اسلام پر اعتراض کرنے شروع کئے ہیں اگر ہمارے مخالفوں میں سے کوئی شخص علم طبعی میں دخل رکھتا ہے تو وہ اسی طبعیانہ طرز سے اعتراض کرتا ہے اور یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اسلام علم طبعی کی ثابت شدہ صداقتوں کے مخالف بیان کرتا ہے۔ اور اگر کوئی مخالف طبابت اور ڈاکٹری میں کچھ حصہ رکھتا ہے تو وہ انہیں تحقیقاتوں کو سراسر دھوکہ دہی کی راہ سے اسلام پر اعتراض کرنے کیلئے پیش کرتا ہے اور اس بات پر زور دیتا ہے کہ گویا اسلام ان تجارب مشہودہ محسوسہ کے مخالف بیان کر رہا ہے جو نئی تحقیقاتوں کے ذریعہ سے کامل طور پر ثابت ہو چکے ہیں۔ اسی طرح حال کے علم ہیئت پر جس کو کچھ نظر ہے وہ اسی راہ سے تعلیم اسلام پر اپنے اعتراضات وارد کر رہا ہے۔ غرض جہاں تک میں نے دریافت کیا ہے تین ہزار (۳۰۰۰) کے قریب اعتراض اسلام اور قرآن کریم کی تعلیم اور ہمارے سیّد و مولیٰ کی نسبت کوتہ بینوں نے کئے ہیں اور اگرچہ بظاہر ان اعتراضات کا ایک طوفان برپا ہونے سے ایک سرسری خیال سے قلق اور غم پیدا ہوتا ہے مگر جب غور سے دیکھا جائے تو یہ اعتراضات اسلام کیلئے مضر نہیں ہیں بلکہ اگر ہم آپ ہی غفلت نہ کریں تو اسلام کے مخفی دقائق و حقائق کے کھلنے کیلئے حکمت خداوندی نے یہ ایک ذریعہ پیدا کر دیا ہے تا ان معارف جدیدہ کی روشنی سے جو اس تقریب سے غور کرنے والوں پر کھلیں گے اور کھل رہے ہیں حق کے طالب ان ہولناک تاریکیوں سے بچ جائیں جو اس زمانہ میں رنگارنگ کے پیرائیوں میں

﴿۳۸﴾ ظہور پذیر ہو رہی ہیں۔ ہاں یہ اعتراضات غفلت کی حالت میں سخت خوف کی جگہ ہیں اور ایک ضلالت کا طوفان برپا کرنے والے معلوم ہوتے ہیں۔ اور مجرّد اسلامی عقائد کا یاد رکھنا یا پرانی کتابوں کو دیکھنا ان سے محفوظ رہنے کے لئے کافی نہیں اور حقیقت شناس لوگ سمجھتے ہیں کہ اس زمانہ کے ان اعتراضات سے ایک بھاری ابتلا مسلمانوں کیلئے پیش آ گیا ہے اور اگر مسلمان لوگ اس بلا کو تغافل کی نظر سے دیکھیں گے تو رفتہ رفتہ ان میں اور ان کی ذرّیت میں یہ زہرناک مادہ اثر کرے گا یہاں تک کہ ہلاکت تک پہنچائے گا۔ وہ ایمان جو برے ارادوں اور لغزشوں پر غالب آتا ہے بجز عرفان کی آمیزش کے کبھی ظہور پذیر نہیں ہوسکتا پس ایسے لوگ کیونکر خطرات لغزش سے محفوظ رہ سکتے ہیں جو قرآن کریم کی خوبیوں سے ناواقف اور بیرونی اعتراضات کے دفع کرنے سے عاجز اور کلام الٰہی کے حقائق اور معارف عالیہ سے منکر ہیں بلکہ اس زمانہ میں ان کا وہ خشک ایمان سخت معرض خطر میں ہے اور کسی ادنیٰ ابتلا کے تحمل کے قابل نہیں ہے۔ خدائے تعالیٰ پر اسی شخص کا ایمان مستحکم ہوسکتا ہے جس کا اس کی کتاب پر ایمان مستحکم ہو اور اس کی کتاب پر تبھی ایمان مستحکم ہوسکتا ہے کہ جب بغیر حاجت منقولی معجزات کے کہ جواب آنکھوں کے سامنے بھی موجود نہیں ہیں خود خدا تعالیٰ کا پاک کلام اعلیٰ درجہ کا معجزہ اور معارف وحقائق کا ایک ناپیدا کنار دریا نظر آوے۔ پس جو لوگ ایک مکھی کی نسبت تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس میں بے شمار عجائبات قدرتِ قادر ایسے موجود ہیں کہ کوئی انسان خواہ وہ کیسا ہی فلاسفر اور حکیم ہو ان کی نظیر نہیں بنا سکتا اور ایک جو کی نسبت ان کو یہ اعتقاد ہے کہ اگر تمام دنیا کے حکیم قیامت کے دن تک اس کے عجائبات اور خواص مخفیہ کو سوچیں تب بھی یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے وہ تمام خواص دریافت کر لئے ہیں لیکن یہی لوگ مسلمان کہلا کر اور مسلمانوں کی ذریّت کہلا کر قرآن کریم کی نسبت یہ یقین رکھتے

ہیں کہ وہ بجز موٹے الفاظ اور سرسری معنوں کے اور کوئی باریک حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتا اور کلام الٰہی کے نکات اور اسرار اور معانی کو اس حد تک ختم کر بیٹھے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بقدر ضرورت وقت و بلحاظ موجودہ استعدادات کے فرمائے تھے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ تمام فرمودہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باستیفا ضبط میں بھی نہیں آیا اور نہ جیسا کہ چاہئے محفوظ رہا۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے اسرار جدیدہ قرآنیہ کے دریافت کرنے سے بکلّی فارغ اور لاپرواہیں۔

یاد رہے کہ **اسرارِ جدیدہ** سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ ایسی باتیں قرآن کریم سے روز بروز نکل سکتی ہیں جو اس کی مقررہ مصرحہ شریعت کے مخالف ہوں بلکہ اسرار اور نکات اور دقائق سے وہ امور مراد ہیں جو شریعت کی تمام باتوں کو مسلّم رکھ کر ان کی پوری پوری شکل کو ظاہر کرتے ہیں اور ان کی حقیقت کاملہ کو بمنصۂ ظہور لاتے ہیں۔ یہاں تک کہ منقول کو معقول کر کے دکھلا دیتے ہیں۔ سو انہیں اسرار کی اس معقولیت کے زمانہ میں ضرورت تھی۔ جہاں تک نظر اٹھا کر دیکھو یہی سنت اللہ پاؤ گے کہ ہمیشہ خدا تعالیٰ زمانہ کی ضرورتوں کے موافق اپنے دین کی مدد کرتا رہا ہے۔ اور جس قسم کی روشنی کے دیکھنے کے لئے زمانہ کی حالت نے بالطبع خواہش کی وہی روشنی اپنے کلام اور کام میں اپنے کسی برگزیدہ کی معرفت دکھلاتا رہا ہے تا اس بات کا ثبوت دے کہ اس کا کلام اور کام ناقص نہیں اور نہ کمزور اور ضعیف ہے۔ حضرت **موسیٰ** کے زمانہ میں سانپوں کے مقابلہ پر سانپ کی ضرورت پڑی اور حضرت مسیح کے مقابل پر طبیبوں اور افسوں خوانوں کے مقابل پر روحانی طبابت کے دکھلانے کی حاجتیں پیش آئیں۔ سو خدائے تعالیٰ نے زمانہ کے تقاضا کے موافق اپنے نبیوں کو مدد دی اور ہمارے سیّد و مقتداء ختم المرسلین کے زمانہ کی ضرورتیں درحقیقت کسی ایک نوع

﴿۴۰﴾ میں محدود نہ تھیں اور یہ زمانہ بھی کوئی محدود زمانہ نہ تھا بلکہ ایسا وسیع تھا جس کا دامن قیامت تک پھیل رہا ہے اس لئے خداوند قدیر وحکیم نے قرآن کریم کو بے نہایت کمالات پر مشتمل کیا۔ اور قرآن کریم بوجہ اپنے ان کمالات کے جن میں سے کوئی دقیقہ خیر کا باقی نہیں رہا تھا ہر یک زمانہ کے فساد کا کامل طور پر تدارک کرتا رہا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بڑا کام قرآن کریم کا خلق اللہ کے اصولوں کی اصلاح تھی سو اس نے تمام دنیا کو صاف اور سیدھے اصول خدا شناسی اور حقوق عباد کے عطا کئے اور گم گشتہ توحید کو قائم کیا اور دنیا کے پُرظلمت خیالات کے مقابل پر وہ پرحکمت اور پرنور اور بایں ہمہ اعلیٰ درجہ کا بلیغ وفصیح کلام پیش کیا جس نے تمام اس وقت کے موجودہ خیالات کو پاش پاش کر دیا اور حکمت اور معرفت اور بلاغت اور فصاحت اور تاثیرات قویّہ میں ایک عظیم الشان معجزہ دکھلایا۔ پھر ایسا ہی ہر ایک وقت میں جب کسی قسم کی ظلمت جوش میں آتی گئی تو اسی پاک کلام کا نور اس ظلمت کا مقابلہ کرتا رہا۔ کیونکہ وہ پاک کلام ایک ابدی معجزہ اور مختلف زمانوں کی مختلف تاریکی کے اٹھانے کیلئے ایک کامل روشنی اپنے اندر لایا تھا لہٰذا وہ ہر ایک قسم کی تاریکی کو اپنے نور کی قوت سے رفع ودفع کرتا رہا یہاں تک کہ وہ زمانہ آ گیا کہ جس میں ہم ہیں اور جیسا کہ قرآن کریم نے پیشگوئی کی تھی زمین نے ہمارے زمانہ میں وہ تمام تاریکیاں جو زمین کے اندر مخفی تھیں باہر رکھ دیں اور ایک سخت جوش ضلالت اور بے ایمانی اور بداستعمالی عقل کا برپا ہو گیا۔ یہ وہی طبائع زایغہ کا جوش ہے جس کو دوسرے لفظوں میں **دجّال** کے نام سے موسوم کیا گیا تھا اور خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں خبر دی تھی کہ وہ عالی شان اور کامل کلام اس طوفان پر بھی غالب آئے گا۔ سو ضرور تھا کہ کلام الٰہی میں وہ سچا فلسفہ بھرا ہوا ہوتا جو حال کے دھوکہ دینے والے فلسفہ پر غالب آ جاتا کیونکہ وہ ابدی اصلاحوں کیلئے آیا ہے وہ نہ تھکے گا۔ اور نہ درماندہ

﴿۴۱﴾ ہوگا جب تک کہ ہر ایک سلیم طبیعت میں اپنی سلطنت قائم نہ کرے اور فلسفہ کی زہر کھانے والے اس تریاق کے منتظر تھے۔ سو خدائے تعالیٰ نے اس کو ظاہر کر دیا اور ناپاک معقولیت کا غلبہ توڑنے کیلئے اس نے یہی چاہا کہ قرآنی معقولیت کا غلبہ ظاہر کرے اور مخالفوں کی باطل معقولیت کو پیس ڈالے۔ مگر افسوس ان لوگوں پر جو وقت کو شناخت نہیں کرتے۔ انہیں اس بات کا بھی خیال نہیں کہ مسلمانوں کی ذریت کو بیرونی حملوں اور فتنوں کی وجہ سے کیسی ہر روز ناقابل برداشت تکلیفیں پیش آرہی ہیں اور کس قدر اسلام کو فلسفیانہ وساوس سے صدمہ پہنچ گیا ہے یہاں تک کہ ایک بڑا حصہ نوتعلیم یافتہ مسلمانوں کا ایسا اسلام سے دور جا پڑا ہے کہ گویا اس نے اسلام کو چھوڑ دیا ہے۔ ایسا ہی بہت سے نادان اور کم عقل اسلام کی روشنی کو ترک کر کے عیسائی عقائد کی ظلمت میں داخل ہوگئے اور ایک قابل شرم عقیدہ جو جائے ننگ و عار ہے اختیار کر لیا ہے۔ اس کا یہی سبب ہوا کہ زمانہ حال کے بیہودہ اعتراضات جو دھوکہ اور سفسطہ سے بھرے ہوئے تھے ان کی نظر ناقص میں باوقعت معلوم ہوئے۔

ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ بعض باتوں میں اس زمانہ کے علماء خود ہی عیسائیوں وغیرہ کو ان کی مشرکانہ تعلیم پر مدد دیتے ہیں۔ مثلاً حال کے عیسائیوں کے عقائد باطلہ کے رو سے حضرت مسیح علیہ السلام کی **حیات کا مسئلہ** ایک ایسا مسئلہ ہے جو حضرت عیسٰیؑ کو خدا بنانے کیلئے گویا عیسائی مذہب کا یہی ایک ستون ہے لیکن زمانۂ حال کے مسلمان ایک طرف تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور زمین میں مدفون ہونے کا اقرار کر کے پھر اس بات کے بھی اقراری ہو کر کہ مسیح اب تک زندہ ہے عیسائیوں کے ہاتھ میں ایک تحریری اقرار اپنا دے دیتے ہیں کہ

﴿۴۲﴾ مسیحؑ اپنے خواص میں عام انسانوں کے خواص بلکہ تمام انبیاء کے خواص سے مستثنیٰ اور نرالا ہے۔ کیونکہ جبکہ ایک **افضل البشر** جو مسیح سے چھ سو برس پیچھے آیا تھوڑی سی عمر پا کر فوت ہوگیا اور تیرہ سو برس اس نبی کریمؐ کے فوت ہونے پر گذر بھی گئے مگر مسیح اب تک فوت ہونے میں نہیں آیا تو کیا اس سے یہی ثابت ہوا یا کچھ اور کہ مسیح کی حالت لوازم بشریّت سے بڑھی ہوئی ہے۔ پس حال کے علماء اگرچہ بظاہر صورتِ شرک سے **بیزاری** ظاہر کرتے ہیں مگر مشرکوں کو **مدد دینے** میں کوئی دقیقہ اُنہوں نے اٹھا نہیں رکھا۔ غضب کی بات ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ تو اپنی پاک کلام میں حضرت مسیحؑ کی وفات ظاہر کرے اور یہ لوگ اب تک اس کو زندہ سمجھ کر ہزارہا اور بیشمار فتنے اسلام کیلئے برپا کر دیں اور مسیح کو آسمان کا حیّ وقیّوم اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کا مردہ ٹھہراویں حالانکہ مسیح کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح پر لکھی ہے کہ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ[1] یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد یعنی میرے **مرنے** کے بعد آئیگا اور نام اس کا احمدؐ ہوگا۔ پس اگر مسیح اب تک اس عالم جسمانی سے گذر نہیں گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اب تک **اس عالم** میں تشریف فرما نہیں ہوئے کیونکہ **نص** اپنے کھلے کھلے الفاظ سے بتلا رہی ہے کہ جب مسیح اس عالم جسمانی سے رخصت ہو جائے گا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم **جسمانی** میں تشریف لائیں گے۔ وجہ یہ کہ آیت میں آنے کے مقابل پر جانا بیان کیا گیا ہے اور ضرور ہے کہ آنا اور جانا دونوں ایک ہی رنگ کے ہوں۔ یعنی ایک اُس عالم کی طرف چلا گیا اور ایک اُس عالم کی طرف سے آیا۔ پھر دوسری **گواہی** حضرت مسیح کی انکی وفات کے بارے میں آیت فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ میں صریح صریح درج ہے جس کی آنکھیں

[1] الصف:۷

﴿۴۳﴾ ہوں دیکھے۔ اور یاد رہے کہ آیت **فلمّا توفّیتنی** میں اسی وعدہ کے پورا ہونے کی طرف اشارہ ہے جو آیت یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ [1] میں کیا گیا تھا اور **تَوَفّی** کے ان معنوں کے سمجھنے کیلئے جو مراد اور منشاء اللہ **جلّ شانہٗ** کا ہے ضرور ہے کہ ان دونوں آیتوں وعدہ اور تحقق وعدہ کو یکجائی نظر سے دیکھا جائے مگر افسوس کہ ہمارے علماء کو ان تحقیقوں سے کچھ سروکار نہیں۔ یہی **تَوَفّی** کا لفظ جو قرآن کریم کے دو مقام میں حضرت مسیح کے بارے میں درج ہے ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی یہی لفظ **قرآن کریم** میں موجود ہے جیسا کہ اللہ **جلّ شانہٗ** فرماتا ہے وَاِنۡ مَّا نُرِیَنَّکَ بَعۡضَ الَّذِیۡ نَعِدُہُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّیَنَّکَ [2] اگر ہمارے علماء اس جگہ بھی **تَوَفّی** کے معنے یہی لیتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو ہمیں ان پر کچھ بھی افسوس نہ ہوتا مگر ان کی بے باکی اور گستاخی تو دیکھو کہ توفّی کا لفظ جہاں کہیں قرآن کریم میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے تو اس کے معنی **وفات** کے لیتے ہیں اور پھر جب وہی لفظ حضرت مسیح کے حق میں آتا ہے تو اس کے معنی **زندہ** اٹھائے جانے کے بیان کرتے ہیں اور کوئی ان میں سے نہیں دیکھتا کہ لفظ تو ایک ہی ہے اندھے کی طرح ایک دوسرے کی بات کو مانتے جاتے ہیں۔ جس لفظ کو خدا تعالیٰ نے **پچیس**[۲۵] **مرتبہ** اپنی کتاب قرآن کریم میں بیان کر کے صاف طور پر کھول دیا کہ اس کے معنی روح کا قبض کرنا ہے نہ اور کچھ۔ اب تک یہ لوگ اس لفظ کے معنی مسیحؑ کے حق میں کچھ اور کے اور کر جاتے ہیں گویا تمام جہان کیلئے **توفّی** کے معنی تو قبض روح ہی ہیں۔ مگر حضرت ابن مریم کے لئے زندہ اٹھالینا اس کے معنی ہیں اگر یہ طریقہ شرک کی تائید نہیں تو اور کیا ہے ایک طرف تو نالائق متعصب عیسائی ہمارے سیّد و مولیٰ

[1] اٰل عمران:۵۶ [2] الرعد:۴۱

﴿۴۴﴾ کو صاف اور کھلے طور پر گالیاں دیتے ہیں اور مسیح کو آسمان کا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کا قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف یہ علماء اس نازک زمانہ میں ان کو مدد دے رہے ہیں اور عیسائیوں کے مشرکانہ خیالات کو تسلیم کر کے اور بھی ان کے دعوے کو فروغ دے رہے ہیں۔

کاش یہ لوگ ایک منٹ کیلئے اپنے تعصبوں سے خالی ہو کر ذرہ سوچتے کہ شرک کیا چیز ہے اور اس کی کیا حقیقت ہے اور اس کی مبادی اور مقدّمات کیا ہیں۔ تا ان پر جلد کھل جاتا کہ خدا تعالیٰ کی ذات یا صفات یا اقوال و افعال یا اس کے استحقاق معبودیت میں کسی دوسرے کو شریکانہ دخل دینا گو مساوی طور پر یا کچھ کم درجہ پر ہو **یہی شرک** ہے جو کبھی بخشا نہیں جائے گا۔

اور اس کے مقدمات جن سے یہ پیدا ہوتا ہے یہ ہیں کہ کسی بشر میں کوئی ایسی خصوصیت اس کی ذات یا صفات یا افعال کے متعلق قائم کر دی جاوے جو اس کے بنی نوع میں ہرگز نہ پائی جائے نہ بطور ظلّ اور نہ بطور اصل۔ اب اگر ہم ایک خاص فرد انسان کیلئے یہ تجویز کر لیں کہ گویا وہ اپنی فطرت یا لوازم حیات میں تمام بنی نوع سے متفرد اور مستثنٰی اور بشریت کے عام خواص سے کوئی ایسی زائد خصوصیت اپنے اندر رکھتا ہے جس میں کسی دوسرے کو کچھ حصہ نہیں تو ہم اس بے جا اعتقاد سے ایک تو دہ شرک کا اسلام کی راہ میں رکھ دیں گے قرآن کریم کی صاف تعلیم یہ ہے کہ وہ خداوند وحید وحمید جو بالذات توحید کو چاہتا ہے۔ اس نے اپنی مخلوق کو متشارک الصفات رکھا ہے اور بعض کو بعض کا مثیل اور شبیہہ قرار دیا ہے تا کسی فرد خاص کی کوئی خصوصیت جو ذات و افعال و اقوال اور صفات کے متعلق ہے اس دھوکہ میں نہ ڈالے کہ وہ فرد خاص اپنے بنی نوع سے بڑھ کر ایک ایسی

﴿۴۵﴾ خاصیت اپنے اندر رکھتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص نہ اَصْلًا و نہ ظِلًّا اس کا شریک نہیں اور خدا تعالیٰ کی طرح کسی اپنی صفت میں واحد لاشریک ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں سورۃ اخلاص اسی بھید کو بیان کررہی ہے کہ احدیّت ذات وصفات خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے دیکھو اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔[1]

اور جب کہ واقعی یہی بات ہے کہ مخلوق کی شناخت کی بڑی علامت یہی ہے کہ بعض بعض سے مشارکت و مشابہت رکھتے ہیں اور کوئی فرد کوئی ایسی ذاتی خاصیت اور خصوصیت نہیں رکھتا جو دوسرے کسی فرد کو اس سے حصہ نہ ہو خواہ اَصْلًا یا ظِلًّا تو پھر اگر اس صورت میں ہم کوئی ایسا فرد افراد بشریہ سے تسلیم کرلیں جو اپنی بعض صفات یا افعال میں دوسروں سے بکلی ممتاز اور لوازم بشریت سے بڑھ کر ہے اور خدا تعالیٰ کی طرح اپنے اس فعل یا صفت میں یگانگت رکھتا ہے تو گویا ہم نے خدا تعالیٰ کی صفت وحدانیت میں ایک شریک قرار دیا۔ یہ ایک دقیق راز ہے اس کو خوب سوچو۔ خدا تعالیٰ نے جو اپنی کلام میں کئی دفعہ حضرت مسیح کی وفات کا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ ان کی والدہ مریم صدیقہ کے ساتھ جو باتفاق فوت شدہ ہے ان کے ذکر کو ملا کر بیان کیا کہ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ[2] کہ وہ دونوں جب زندہ تھے طعام کھایا کرتے تھے اس تاکید کی یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے علم قدیم سے خوب جانتا تھا کہ آخری زمانہ میں لوگ بباعث خیال حیات مسیح سخت فتنہ میں پڑیں گے اور وہ فتنہ اسلام کیلئے سخت مضر ہوگا اس لئے اس نے پہلے ہی سے فیصلہ کردیا اور بخوبی ظاہر کردیا کہ مسیح فوت ہوگیا۔ بعض نادان خیال کرتے ہیں کہ آیت اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ[3] میں صرف حضرت مسیح کی وفات کا وعدہ ہے جس سے صرف اس قدر نکلتا ہے کہ کسی وقت خدا تعالیٰ مسیح کو وفات دے دے گا یہ تو نہیں نکلتا کہ وفات دے بھی دی

[1] الاخلاص:۲ [2] المائدۃ:۷۶ [3] آل عمران:۵۶

﴿۴۶﴾ مگر یہ لوگ نہیں سوچتے کہ خدا تعالیٰ نے اس وعدہ کے پورا ہونے کی بھی تو خبر دیدی جب کہ خود حضرت مسیح کی زبان سے فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ [۱] کا ذکر بیان فرما دیا۔ ماسوا اس کے یہ بھی سوچنے کے لائق ہے کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ کہ میں ایسا کرنے کو ہوں خود یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ وہ وعدہ جلد پورا ہونے والا ہے اور اس میں کچھ توقف نہیں نہ یہ کہ رفع کا وعدہ تو اسی وقت پورا ہو جائے لیکن وفات دینے کا وعدہ ابھی تک جو دو ہزار برس کے قریب گذر گئے پورا ہونے میں نہ آوے۔

اے ناظرین! اس وقت بیانات مذکورہ بالا سے میرا یہ مطلب نہیں کہ میں زمانہ حال کے علماء کی غلطیاں لوگوں پر ظاہر کروں۔ کیونکہ جو کچھ ان کی بدفہمی اور بداندرونی اور بدگمانی اور بدزبانی کی حالت مجھ پر کھلی ہے وہ عنقریب انہیں کے سوالات کے جواب میں بیان کروں گا۔ اور اس **مقدمہ** میں مجھے صرف یہ ظاہر کرنا منظور ہے کہ ہمارے علماء نے اس نازک وقت کو جو اسلام پر وارد ہے شناخت نہیں کیا انہوں نے بجائے اس کے کہ اسلام کی مدد کرتے عیسائیوں کو ایسی مدد دی کہ خود اپنے ہی اقرار سے ایک حصہ ثبوت کا انہیں دے دیا۔ **نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ایک دلیل بلکہ بارہ مستحکم دلیلوں اور قرائن قطعیّہ سے ہم کو سمجھا دیا تھا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فوت ہو چکا اور آنے والا مسیح موعود اِسی امت میں سے ہے۔** لیکن زمانہ حال کے علماء نے ایک ذرہ اس طرف توجہ نہ کی اور بہت سی خرابیوں کو اسلام کیلئے قبول کر لیا اور بیرونی آفات کو اندرونی افترا آت سے قوت دے دی۔ انہیں زہرناک ہواؤں کے چلنے کی وجہ سے دین اسلام ایک مسلسل اور غیر منقطع خطروں میں پڑا ہوا ہے اور اب کسی دانشمند کی عقل قبول نہیں کر سکتی کہ ان تمام خرابیوں کا دور کرنا انسانی

[۱] المائدۃ:۱۱۸

﴿۶۷﴾ قویٰ کا کام ہے؟ بلکہ وہ خدا جو اپنے قدرتی تصرفات سے دریاؤں کو خشکی اور خشکی کو دریا کے نیچے لاسکتا ہے اسی کا یہ کام ہے کہ اس برّ و بحر کے فساد کی اصلاح کرے۔ بھائیو یقیناً سمجھو کہ اب مسلمانوں کی اس سے زیادہ نازک حالت ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں یہودیوں کی حالت تھی۔ اور اسلام کے گرد ایسی مشکلات کا سلسلہ محیط ہو رہا ہے کہ جیسے کسی ولایت کے گرد بڑے بڑے پہاڑ محیط ہوں۔ یہ بات کہ کامیابی کی راہیں کس قدر دشوار گذار ہوگئی ہیں اور کیا کچھ پیچ در پیچ دقتیں ایک دائرہ کی طرح اسلام پر احاطہ کر رہی ہیں اس کا سمجھنا کسی ایسے دانشمند پر مشکل نہیں جس کی نظر زمانہ کی موجودہ خرابیوں پر پھر گئی ہو۔ مگر افسوس کہ ہمارے اکثر علماء جن کی نادانی اور جہل رحم کے قابل ہے وہ بالکل اس طوفان بے تمیزی سے بے خبر ہیں۔ اور زیادہ تر افسوس مجھے اس وقت ہوتا ہے کہ جب میں دیکھتا ہوں کہ باوجود اس لاپرواہی اور بے خبری اور سرد مہری کے جو اسلام کی نسبت یہ فرقہ رکھتا ہے ان کے سچے تقویٰ اور راست بازی میں بھی بہت ہی فرق آ گیا ہے اور نیک ظنی اور متانت اور استقامت اور بلند ہمتی اور وسعت اخلاق اور ہمدردی اسلام و مسلمین و بنی نوع گویا ان کے دلوں سے بکلی اٹھ گئی ہے اور فضائل حمیدہ عفو و احسان و اخلاص و مصالحت گویا ان کے صحن سینہ سے محو ہو گئے ہیں۔ اکثر تو ایسے ہیں کہ جن کی طبیعتوں پر شر انگیزی کے ہزاروں دروازے کھلے ہیں مگر شر سے باہر نکلنے اور صلح جوئی کا ایک بھی نہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ کمال تکبر اور کثرت غفلت کی وجہ سے ان کی روحانیت نہایت کمزور ہوگئی ہے۔ دنیا کی طرف اور اس کی جاہ و نمود کی طرف انہیں ایک کشش ہو رہی ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے قبض ہے۔ اس کا یہی سبب ہے کہ وہ اس **وحی** کے منشاء سے دور جا پڑے ہیں کہ جو دلوں کو صاف کرنے والی اور اندرونی غلاظتوں کو دھونے والی ہے۔ وہ کہتے

﴿۴۸﴾ ہیں پر کرتے نہیں اور دکھلاتے ہیں پر خود چلتے نہیں اس لئے خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہریں لگا دیں اور ان کے فہم اور سمجھ کو موٹا کر دیا۔ کیونکہ یہ سنت اللہ ہے کہ جب تک کوئی باریک احتیاط کے ساتھ اعمال صالحہ بجا نہ لاوے تب تک باریک بھید اس کے دل کو عطا نہیں کئے جاتے۔

یہ تو حال علماء کا ہے مگر افسوس کہ ہمارے فقراء کا حال اس سے بدتر معلوم ہوتا ہے اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہ ہماری قوم میں اکثر ایسے ہی فقیر نظر آتے ہیں جنہوں نے اسلام پر یہ داغ لگایا کہ ہزارہا ایسی بدعتیں ایجاد کر دیں کہ جن کا شرع شریف میں کوئی اصل صحیح نہیں پایا جاتا وہ ایسی بے ہودہ رسوم اور خیالات میں گرفتار ہیں کہ جن کے لکھنے سے بھی شرم آتی ہے بعض تو ہندوؤں کے جوگیوں کی طرح اور قریب قریب ان کی ایک خاص طور کی وضع اور پوشاک میں عمر بسر کرتے ہیں۔ اور نہایت بے جا اور وحشیانہ ریاضتوں میں جو مسنون طریقوں سے کوسوں دور ہیں اپنی عمر کو ضائع کر رہے ہیں۔ ان کے چہروں کو دیکھنے سے ایسے آثار قہر الٰہی معلوم ہوتے ہیں اور ایسی مقہور شکل دکھائی دیتی ہے کہ شاید عالم سفلی میں اس سے زیادہ بدبختی پر دلالت کرنے والی اور کوئی شکل نہ ہو۔

اکثر فقراء میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کو وہ اپنے دلوں میں ایک کمال خیال کرتے ہیں اور اس بات کی دلیل ٹھہراتے ہیں کہ گویا انہوں نے ایک بہت سا حصہ سلوک کا طے کر لیا ہے مگر دراصل وہ باتیں صرف جاہلانہ خیالات اور وحشیانہ حرکات ہیں اور سچے معارف سے ایسی دور ہیں کہ جیسے ایک تیز دھوپ کے وقت بادل دنیا سے دور ہوتا ہے۔ یہ لوگ دینی خدمت کچھ بھی بجا نہیں لا سکتے اور سستی اور تضیع اوقات اور بے قیدی اور آرام طلبی اور مردہ طبعی اور لاف زنی کی زندگی کا ایک قوی اثر ان پر معلوم

ہوتا ہے جس میں وہ اپنی ساری عمر کو کھو دیتے ہیں اور اس بات میں وہ بڑے لاچار اور عاجز پائے گئے ہیں کہ اپنی کسی عادت کو جو خلاف شرع شریف بلکہ مخالف انسانیت ہے بدل سکیں۔ ﴿۴۹﴾

کئی لوگ فقیری کے بھیس میں ایسے پھرتے ہیں کہ جنہوں نے اپنے خراب ارادوں کی تحریک سے عمداً اسلام کی پاکیزہ راہوں کو چھوڑ دیا ہے اور اس قدر نہایت ذلیل اور قابل شرم کاموں میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ مجھے شک ہے کہ شیطان باوجود بہت سی اپنی بدنامیوں کے ان کے برابر ہے یا نہیں۔

لیکن درحقیقت یہ تمام گناہ علماء کی گردن پر ہے جو بے ہودہ جھگڑوں میں اپنے وقتوں کو کھوتے ہیں اور خلق اللہ کی سچی ہمدردی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ کیا وہ یہودیوں سے اپنی ظاہر پرستی اپنی دنیاداری اپنی ریاکاری اپنی ہوس بازی اپنی فتنہ پردازی اپنی سخن سازی میں کچھ کم ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ سب صفات ان میں کچھ بڑھ کر ہیں جن کو وہ نہایت ہوشیاری کے ساتھ غیروں سے چھپاتے ہیں۔ وہ راستی سے نفرت اور ناراستی سے محبت رکھتے ہیں اور نہ صرف یہی بلکہ چاہتے ہیں کہ اوروں کو بھی اسی گڑھے میں دھکیل دیں جس میں وہ آپ گرے ہوئے ہیں۔ وہ فطرتی بدبختی کی وجہ سے مذہب کی بیرونی صورت اور شریعت کی ادنیٰ جزئیات میں الجھے ہوئے ہیں اور اسلام کے حقائق عالیہ اور معارف دقیقہ کو چھونا نہیں چاہتے اور نہ ان اسرار اور نکات سے کچھ مناسبت رکھتے ہیں۔ جیسے ہوا ایک چشمہ کے مجرا میں بھری ہوئی ہوتی ہے اور اس کے لحمہ بہ لحمہ اوپر کو چڑھنے سے وہ چشمہ اچھلتا ہے ایسا ہی ان کے چشمہ فطرت کا حال ہے کہ تعصب کی ہواؤں اور بخارات سے ان کا وہ گندہ چشمہ آج کل بڑے جوش کے ساتھ ظاہر ہو رہا ہے جس کو وہ مدت سے مخفی طور پر رکھتے تھے۔ **ربّ ارحم ربّ ارحم۔**

﴿۵۰﴾ غرض اے بھائیو! اس زمانہ میں وہ زہرناک ہوا اندرونی اور بیرونی طور پر پھیلی ہوئی ہے کہ جس کا استیصال انسان کے اختیار میں نہیں بلکہ اس خدائے حیّ و قیّوم قادر مطلق کے اختیار میں ہے جو موسموں کو بدلتا اور وقتوں کو پھیرتا اور خشک سالی کے بعد باران رحمت نازل کرتا ہے۔ اور جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ گرمی کی شدّت آخر بارش کو کھینچ لاتی ہے اس طرح پر کہ جب گرمی کمال کو پہنچتی ہے اور اس درجہ کے قریب اپنا قدم رکھنے لگتی ہے کہ جس سے قریب ہے کہ بنی آدم ہلاک ہو جائیں تب اس صانع قدیم کی حکمت کاملہ سے اس گرمی کا ایک تیز اثر سمندروں میں پڑتا ہے اور بوجہ شدّت اُس گرمی کے سمندروں میں سے بخارات اٹھتے ہیں تب سمندروں کی ہوا جو کہ سرد اور بھاری اور امساک کی قوت اپنے اندر رکھتی ہے ان بخارات کو اپنے میں جذب کر کے ایک حاملہ عورت کی طرح ان سے بھر جاتی ہے اور قرب و جوار کی ہوائیں قدرتی طور پر متحرک ہو کر اس کو دھکیلتی اور حرکت میں لاتی ہیں اور خود واسطہ بن کر اس بات کیلئے موجب ٹھہرتی ہیں کہ تا وہ ہوا بادلوں کی صورت میں ہو کر اپنے تئیں طبعًا اسی زمین کی طرف لاوے جہاں کی ہوا اس کی نسبت زیادہ گرم اور لطیف اور کم وزن اور کم مزاحم ہو۔ تب اُسی قدر کے موافق بارش ہوتی ہے کہ جس قدر گرمی ہوتی ہے۔ یہی صورت اُس روحانی بارش کی بھی ہے جو ظاہری بارش کی طرح قدیم سے اپنے موسموں پر برستی چلی آئی ہے یعنی اس طرح پر کہ خشک سالی کے ایام میں جب کہ خشک سالی اپنے کمال اور انتہا کو پہنچ جاتی ہے یکدفعہ مستعد دلوں کی گرمی اور طلب اور خواہش کی حرارت نہایت جوش میں آ جاتی ہے تب وہ گرمی رحمت کے دریا تک جو ایک سمندر ناپیدا کنار ہے اپنے التہاب اور سوز کو پہنچا دیتی ہے۔ تب دریائے رحمت اس کے تدارک کیلئے توجہ فرماتا ہے اور فیض بے علّت کے نورانی بخارات نکلنے شروع ہو جاتے ہیں تب وہ مقرب فرشتے جو اپنے نفس کی جنبش اور جوش سے سرد پڑے ہوئے اور نہایت لطیف اور یَفْعَلُوْنَ

مَا یُؤْمَرُوْنَ کا مصداق ہیں ان فیوض کو قبول کر لیتے ہیں پھر ان فرشتوں سے تعلق رکھنے والی طبیعتیں جو انبیاء اور رسل اور محدثین ہیں اپنے حقانی جوشوں سے ان کو حرکت میں لاتے ہیں اور خود واسطہ بن کر ایسے محل مناسب پر برسا دیتے ہیں جو استعداد اور طلب کی گرمی اپنے اندر رکھتا ہے یہ صورت ہمیشہ اس عالم میں بوقت ضرورت ہوتی ہی رہتی ہے ہاں اس بھاری برسات کے بعد جو عہد **مقدس نبی** صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو چکی ہے بڑی بڑی بارشوں کی ضرورت نہیں رہی۔ اور وہ مُصفّا پانی اب تک ضائع بھی نہیں ہوا مگر چھوٹی چھوٹی بارشوں کی ضرورت ہے تا زمین کی عام سرسبزی میں فرق نہ آ جائے سو جس وقت خداوند حکیم وقدیر دیکھتا ہے کہ زمین پر خشکی غالب آ گئی ہے اور اس کے باغ کے پودے مرجھائے جاتے ہیں تب ضرور بارش کا سامان پیدا کر دیتا ہے یہ قدیم قانون قدرت ہے جس میں تم فرق نہیں پاؤ گے۔ اسی کے موافق ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ ان دنوں میں بھی اپنے عاجز بندوں پر رحم فرماتا۔ زمانہ کی حالت کو دیکھو اور آپ ہی ایماناً گواہی دو۔ کیا یہ وقت وہی وقت نہیں ہے جس میں الٰہی مددوں کی دین اسلام کو ضرورت ہے۔ اس زمانہ میں جو کچھ دین اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی گئی اور جس قدر شریعت ربّانی پر حملے ہوئے اور جس طور سے ارتداد اور الحاد کا دروازہ کھلا کیا اس کی نظیر کسی دوسرے زمانہ میں بھی مل سکتی ہے؟ کیا یہ سچ نہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک ہند میں **ایک لاکھ** کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ اور **چھ۶ کروڑ** اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف **کتابیں** تالیف ہوئیں اور بڑے بڑے شریف خاندانوں کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے یہاں تک کہ وہ جو آل رسول کہلاتے تھے وہ عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمن رسول بن گئے اور اس قدر بدگوئی اور اہانت اور

﴿۵۲﴾ دُشنام دہی کی کتابیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کی گئی دُکھا۔ پس کیا ابھی اس آخری مصیبت کا وہ وقت نہیں آیا جو اسلام کیلئے دنیا کے آخری دنوں میں مقدر تھا۔ کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور زمانہ بھی آنے والا ہے جو قرآن کریم اور حدیث کی رو سے ان موجودہ فتنوں سے کچھ زیادہ فتنے رکھتا ہوگا۔ سو بھائیو تم اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو اور خوب سوچ لو کہ وقت آ گیا اور بیرونی اور اندرونی فتنے انتہا کو پہنچ گئے۔ اگر تم ان تمام فتنوں کو ایک پلہ میزان میں رکھو اور دوسرے پلہ کیلئے تمام حدیثوں اور سارے قرآن کریم میں تلاش کرو تو ان کے برابر کیا ان کا ہزارم حصہ بھی وہ فتنے قرآن اور حدیث کی رو سے ثابت نہیں ہوں گے پس وہ کونسا فساد کا زمانہ **اور کس بڑے دجّال کا وقت ہے** جو اس زمانہ کے بعد آئے گا اور فتنہ اندازی کی رُو سے اس سے بدتر ہوگا۔ کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ ان فتنوں سے بڑھ کر قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں ایسے اور فتنوں کا پتہ ملتا ہے جن کا اب نام و نشان نہیں یقیناً یاد رکھو کہ اگر تم ان فتنوں کی نظیر تلاش کرنے کیلئے کوشش کرو یہاں تک کہ اسی کوشش میں مر بھی جاؤ تب بھی قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوگا کہ کبھی کسی زمانہ میں ان موجودہ فتنوں سے بڑھ کر کوئی اور فتنے بھی آنے والے ہیں۔

﴿۵۳﴾ صاحبو! یہاں وہ دجّالیّتیں پھیل رہی ہیں جو تمہارے فرضی دجال کے باپ کو بھی یاد نہیں ہونگی۔ یہ کارروائیاں خلق اللہ کے اغوا کے لئے ہزارہا پہلو سے جاری کی گئی ہیں جن کے لکھنے کیلئے بھی ایک دفتر چاہئے اور ان میں مخالفین کو کامیابی بھی ایسی اعلیٰ درجہ کی ہوئی ہے کہ دلوں کو ہلا دیا ہے اور ان کے مکروں نے عام طور پر دلوں پر سخت اثر ڈالا ہے اور ان کی طبعی اور فلسفہ نے ایسی شوخی اور بے باکی کا تخم پھیلا دیا ہے کہ گویا ہر ایک شخص اس کے فلسفہ دانوں میں سے اَنَا الرَّبّ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ پس جاگو اور اٹھو اور دیکھو کہ یہ کیسا وقت آ گیا اور سوچو کہ یہ موجودہ خیالات توحید محض کے کس قدر مخالف ہیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا خیال بھی ایک بڑی نادانی کا طریق سمجھا جاتا ہے اور تقدیر کے لفظ کو منہ پر لانے والا بڑا بے وقوف کہلاتا ہے اور فلسفی دماغ کے آدمی دہریت کو پھیلاتے جاتے ہیں اور اس فکر میں لگے ہوئے ہیں کہ تمام **کَل** اُلوہیّت کی کسی طرح ہمارے ہاتھ میں ہی آ جاوے ہم ہی جب چاہیں وباؤں کو دور کر دیں موتوں کو ٹال دیں اور جب چاہیں بارش برسا دیں کھیتی اُگا لیں اور کوئی چیز ہمارے قبضہ قدرت سے باہر نہ ہو۔ سوچو کہ اس زمانہ میں ان بے راہیوں کا کچھ انتہا بھی ہے ان آفتوں نے اسلام کے دونوں بازوؤں پر تبر رکھ دیا ہے اے سونے والو بیدار ہو جاؤ اے غافلو اٹھ بیٹھو کہ ایک انقلاب عظیم کا وقت آ گیا۔ یہ رونے کا وقت ہے نہ سونے کا اور تضرّع کا وقت ہے نہ ٹھٹے اور ہنسی اور تکفیر بازی کا **دعا** کرو کہ خداوند کریم تمہیں آنکھیں بخشے تا تم موجودہ ظلمت کو بھی بتمام وکمال دیکھ لو اور نیز اُس

﴿۵۴﴾

نور کو بھی جو رحمت الٰہیہ نے اُس ظلمت کے مٹانے کیلئے تیار کیا ہے پچھلی راتوں کو اٹھو اور خدا تعالیٰ سے رو رو کر ہدایت چاہو اور ناحق حقّانی سلسلہ کے مٹانے کیلئے بد دعائیں مت کرو اور نہ منصوبے سوچو۔ خدا تعالیٰ تمہاری غفلت اور بھول کے ارادوں کی پیروی نہیں کرتا۔ وہ تمہارے دماغوں اور دلوں کی بے وقوفیاں تم پر ظاہر کرے گا اور اپنے بندہ کا مددگار ہوگا اور اس درخت کو کبھی نہیں کاٹے گا جس کو اس نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے کیا کوئی تم میں سے اپنے اس پودہ کو کاٹ سکتا ہے جس کے پھل لانے کی اس کو توقع ہے پھر وہ جو دانا و بینا اور ارحم الراحمین ہے وہ کیوں اپنے اس پودہ کو کاٹے جس کے پھلوں کے مبارک دنوں کی وہ انتظار کر رہا ہے۔ جب کہ تم انسان ہو کر ایسا کام کرنا نہیں چاہتے پھر وہ جو عالم الغیب ہے جو ہر ایک دل کی تہہ تک پہنچا ہوا ہے کیوں ایسا کام کرے گا۔ پس تم خوب یاد رکھو کہ تم اس لڑائی میں اپنے ہی اعضاء پر تلواریں مار رہے ہو سو تم ناحق آگ میں ہاتھ مت ڈالو ایسا نہ ہو کہ وہ آگ بھڑکے اور تمہارے ہاتھ کو بھسم کر ڈالے یقیناً سمجھو کہ اگر یہ کام انسان کا ہوتا تو بہتیرے اس کے نابود کرنے والے پیدا ہو جاتے اور نیز یہ اس اپنی عمر تک بھی ہرگز نہ پہنچتا جو بارہ برس کی مدت اور بلوغ کی عمر ہے۔ کیا تمہاری نظر میں کبھی کوئی ایسا مفتری گذرا ہے کہ جس نے خدا تعالیٰ پر ایسا افترا کر کے کہ وہ مجھ سے ہم کلام ہے پھر اس مدت مدید کے سلامتی کو پا لیا ہو۔ افسوس کہ تم کچھ بھی نہیں سوچتے اور قرآن کریم کی ان آیتوں کو یاد نہیں کرتے جو خود نبی کریم کی نسبت اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تو ایک ذرہ مجھ پر افترا کرتا تو میں تیری رگِ جان کاٹ دیتا۔ پس نبی کریم سے زیادہ تر کون عزیز ہے کہ جو اتنا بڑا افترا کر کے اب تک بچا رہے بلکہ خدائے تعالیٰ کی نعمتوں سے مالا مال بھی ہو۔ سو بھائیو نفسانیت سے باز آؤ اور جو باتیں خدائے تعالیٰ کے علم سے

خاص ہیں ان میں حد سے بڑھ کر ضدّمت کرو اور عادت کے سلسلہ کو توڑ کر اور ایک نئے انسان بن کر تقویٰ کی راہوں میں قدم رکھو تا تم پر رحم ہو اور خدا تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخش دیوے۔ سو ڈرو اور باز آ جاؤ۔ کیا تم میں ایک بھی رشید نہیں۔ و ان لم تنتهوا فسوف یأتی اللّٰہ بنصرة من عنده و ینصر عبده و یمزّق اعداء ه و لا تضرّونه شیئًا.

﴿۵۵﴾

بده از چشم خود آبے درختانِ محبت را
مهِ اسلام درباطن حقیقت ہا ہمے دارد
من از یار آمدم تاخلق رااین ماه بنمائم
گراز چشم تو پنہا نست شانم دم مزن بارے
چوچشم حق شناس ونورِعرفانت نہ بخشیدند
کجا از آستان مصطفٰی اے ابلہ بگریزیم
بحمداللہ کہ خود قطعِ تعلق کرد ایں قومے
چہ دوزخہا کہ میدیدیم بدیدار چنیں رُو ہا
چہ مہ سوزی ازاں قربے کہ بادلدارِ میدارم
بہ نخوت ہانمی آید بدست آں دامن پاکش
اگر خواہی رہِ مولیٰ ز لافِ علم خالی شو
منہ دل درتنعم ہائے دنیا گر خدا خواہی
مصفّا قطرهٔ باید کہ تا گوہر شود پیدا
نمے باید مرا یک ذرّہ عزّت ہائے ایں دنیا (الہامی)

مگر روزے دہندت میوہائے پُرحلاوت را
کجا باشد خبرزان مہ گرفتارانِ صورت را
گرامروزم نمی بینی بہ بینی روز حسرت را
کہ بد پرہیز بیمارے نہ بیند روئے صحت را
نہادی نام کافر لاجرم عُشّاقِ مِلّت را
نمی یا بیم درجائے دگرایں جاه و دولت را
خدا از رحمت و احساں میسّر کرد خلوت را
بنازم دلبرِ خود را کہ بازمِ داد جنت را
اگر زوریست دردستت بگردان رزقِ قسمت را
کسے عزت ازو یابد کہ سوزد رخت عزت را
کہ رہ ندہند درکویش اسیر کبر ونخوت را
کہ میخواہد نگارمن تہیدستانِ عشرت را (الہامی)
کجا بیند دلِ ناپاک روئے پاک حضرت را
منہ از بہر ما کرسی کہ ماموریم خدمت را

﴿۵۶﴾

ہمہ خلق و جہان خواہد برائے نفسِ خود عزّت
خلاف من کہ میخواہم براہِ یار ذلت را

ہمہ در دورِ این عالم امان و عافیت خواہند
چہ افتاد این سرِ مارا کہ میخواہد مصیبت را

مرا ہر جا کہ می بینم رُخ جانان نظر آید
درخشد درخور و در ماہ بنمائد ملاحت را

حریص غربت و عجزم ازاں روز یکہ دانستم
کہ جادر خاطرش باشد دل مجروح غربت را

من آن شاخِ خودی وخودروی از بیخ برکندم
کہ می آرد زِ ناپاکی برِنفرین ولعنت را

اگر از روضۂ جان و دلِ من پردہ بردارند
بہ بینی اندران آل دلبرِ پاکیزہ طلعت را

فروغِ نورِ عشقِ او زبام و قصر ماروشن
مگر بیند کسے آن را کہ میدارد بصیرت را

نگاہ رحمتِ جانان عنایتہا بمن کردست
وگرنہ چوں منی کے یابد آن رُشد وسعادت را

نظر بازانِ علمِ ظاہر اندر علم خود نازند
ز دستِ خود فگندہ معنیٔ ومغز وحقیقت را

ہمہ فہم و نظر در پردہ ہائے کبر پوشیدند
چنان خواہند ایں خرے کہ پاکاں جام قربت را

خدا خود قصۂ شیطان بیاں کردست تا دانند
کہ این نخوت کند ابلیس ہر اہل عبادت را

بلفاظی بسر کردند عمرِ خود بلا حاصل
دمے از بہر معنی ہانمی یابند فرصت را

گزاف ولاف شان در ظاہر شرعست ہم باطل
کہ غافل از حقائق کے نکو دانند شریعت را

مسیحؑ ناصری را تا قیامت زندہ می فہمند
مگر مدفون یثرب را ندادند ایں فضیلت را

زبوئے نافۂ عرفاں چو محروم ازل بودند
پسندیدند در شان شہ خلق صلے اللہ علیہ وسلم ایں مذلّت را

ہمہ دُرہائے قرآن را چو خاشاکے بیفگندند
زِعلمِ ناتمام شان چہا گم گشت ملّت را

ہمہ عیسائیان را از مقال خود مدد دادند
دلیری ہا پدید آمد پرستاران میّت را

درین ہنگامِ پُر آتش بخوابِ خُوش چساں خَسپَم
زماں فریاد میدارد کہ بشتابید نُصرت را

شبِ تاریک وبیم دزد وقوم ماچنیں غافل
کجازیں غم روم یارب نما خود دست قدرت را

بخاک انگیزیٔ شان برضیائے خودنمی ترسم	نہان کے ماندآن نورے کہ حق بخشید فطرت را
کجا غوغائے شان بر خاطرِ من وحشتی آرد	کہ صادق بزدلے نبود وگر بیند قیامت را

﴿۵۷﴾

اب قبل اس کے جو ہم دوسری بحثوں کی طرف توجہ کریں اس بحث کا لکھنا نہایت ضروری ہے جو **دین اسلام** کی حقیقت کیا ہے اور اس حقیقت تک پہنچنے کے وسائل کیا ہیں اور اس حقیقت پر پابند ہونے کے ثمرات کیا ہیں کیونکہ بہت سے اسرار دقیقہ کا سمجھنا اسی بات پر موقوف ہے کہ پہلے حقیقت اسلام اور پھر اس حقیقت کے وسائل اور پھر اس کے ثمرات بخوبی ذہن نشین ہو جائیں اور ہمارے اندرونی مخالفوں کیلئے یہ بات نہایت فائدہ مند ہوگی کہ وہ **حقیقت اسلام** اور اس کی ابحاث متعلقہ کو توجہ سے پڑھیں کیونکہ جن شکوک وشبہات میں وہ مبتلا ہیں اکثر وہ ایسے ہیں کہ فقط اسی وجہ سے دلوں میں پیدا ہوئے ہیں کہ اسلام کی اتم اور اکمل حقیقت اور اس کے وسائل اور ثمرات پر غور نہیں کی گئی۔ اور اس بات میں کچھ شبہ نہیں کہ ان تمام حقیقتوں پر غور کرنے کے بعد اگر اس عاجز کے اندرونی مخالف اپنے اعتراضات کے مقابل پر میرے **جوابات** کو پڑھیں گے تو بہت سے اوہام اور وساوس سے مَخلصی پا جائیں گے بشرطیکہ وہ غور سے پڑھیں۔ اور پھر ان مقامات کو نظر کے سامنے رکھ کر میرے اُن جوابات کو سوچیں جو میں نے ان کے شبہات کے قلع وقمع کیلئے لکھے ہیں۔ ایسا ہی مخالفین مذہب کو بھی ان حقائق کے بیان کرنے سے بہت فائدہ ہوگا اور وہ اِس مقام سے سمجھ سکتے ہیں کہ **مذہب** کیا چیز ہے اور اس کی سچائی کے نشان کیا ہیں۔

اَب واضح ہو کہ لُغت عرب میں **اسلام** اس کو کہتے ہیں کہ بطور پیشگی ایک چیز کا مول دیا جائے اور یا یہ کہ کسی کو اپنا کام سونپیں اور یا یہ کہ صلح کے

﴿۵۸﴾ طالب ہوں اور یا یہ کہ کسی امر یا خصومت کو چھوڑ دیں۔

اور اصطلاحی معنے **اسلام** کے وہ ہیں جو اِس آیت کریمہ میں اس کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ کہ بَلٰیۚ مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ فَلَهٗۤ اَجۡرُهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ[1] یعنی مسلمان وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دیوے یعنی اپنے وجود کو اللہ تعالیٰ کیلئے اور اس کے ارادوں کی پیروی کیلئے اور اس کی خوشنودی کے حاصل کرنے کیلئے وقف کر دیوے اور پھر نیک کاموں پر خدا تعالیٰ کے لئے قائم ہو جائے اور اپنے وجود کی تمام عملی طاقتیں اُس کی راہ میں لگا دیوے مطلب یہ ہے کہ اعتقادی اور عملی طور پر محض خدا تعالیٰ کا ہو جاوے۔

''اعتقادی'' طور پر اس طرح سے کہ اپنے تمام وجود کو درحقیقت ایک ایسی چیز سمجھ لے جو خدا تعالیٰ کی شناخت اور اس کی اطاعت اور اس کے عشق اور محبت اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے بنائی گئی ہے۔

اور ''عملی'' طور پر اس طرح سے کہ خالصاً لِلّٰہ حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت سے متعلق اور ہر یک خداداد توفیق سے وابستہ ہیں بجا لاوے مگر ایسے ذوق وشوق وحضور سے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے معبود حقیقی کے چہرہ کو دیکھ رہا ہے۔

پھر بقیہ ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ جس کی اعتقادی و عملی صفائی ایسی محبت ذاتی پر مبنی ہو اور ایسے طبعی جوش سے اعمال حسنہ اُس سے صادر ہوں وہی ہے جو عنداللہ مستحق اجر ہے اور ایسے لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ کچھ غم رکھتے ہیں یعنی ایسے لوگوں کیلئے نجات نقد موجود ہے کیونکہ جب انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور

[1] البقرة:۱۱۳

صفات پر ایمان لا کر اس سے موافقت تامہ ہوگئی اور ارادہ اس کا خدا تعالیٰ کے ارادہ سے ہمرنگ ہوگیا اور تمام لذّت اس کی فرمانبرداری میں ٹھہر گئی اور جمیع اعمال صالحہ نہ مشقت کی راہ سے بلکہ تلذّذ اور احتظاظ کی کشش سے صادر ہونے لگے تو یہی وہ کیفیت ہے جس کو فلاح اور نجات اور رستگاری سے موسوم کرنا چاہئے اور عالم آخرت میں جو کچھ نجات کے متعلق مشہود و محسوس ہوگا وہ درحقیقت اسی کیفیت راسخہ کے اظلال و آثار ہیں جو اس جہان میں جسمانی طور پر ظاہر ہو جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ بہشتی زندگی اسی جہان سے شروع ہو جاتی ہے اور جہنمی عذاب کی جڑھ بھی اسی جہان کی گندی اور کورانہ زیست ہے۔ ﴿۵۹﴾

اب آیات ممدوحہ بالا پر ایک نظر غور ڈالنے سے ہر یک سلیم العقل سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کی حقیقت تب کسی میں متحقّق ہوسکتی ہے کہ جب اس کا وجود معہ اپنے تمام باطنی و ظاہری قویٰ کے محض خدا تعالیٰ کیلئے اور اس کی راہ میں وقف ہو جاوے اور جو امانتیں اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں پھر اسی مُعطی حقیقی کو واپس دی جائیں اور نہ صرف اعتقادی طور پر بلکہ عمل کے آئینہ میں بھی اپنے اسلام اور اس کی حقیقت کاملہ کی ساری شکل دکھلائی جاوے یعنی شخص مدعی اسلام یہ بات ثابت کر دیوے کہ اس کے ہاتھ اور پیر اور دل اور دماغ اور اس کی عقل اور اس کا فہم اور اس کا غضب اور اس کا رحم اور اس کا حلم اور اس کا علم اور اس کی تمام روحانی اور جسمانی قوتیں اور اس کی عزت اور اس کا مال اور اس کا آرام اور سرور اور جو کچھ اس کا سر کے بالوں سے پیروں کے ناخنوں تک باعتبار ظاہر و باطن کے ہے یہاں تک کہ اس کی نیّات اور اس کے دل کے خطرات اور اس کے نفس کے جذبات سب خدا تعالیٰ کے ایسے تابع ہو گئے ہیں کہ جیسے ایک شخص کے

﴿۶۰﴾ اعضاء اس شخص کے تابع ہوتے ہیں۔ غرض یہ ثابت ہو جائے کہ صدق قدم اِس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ جو کچھ اُس کا ہے وہ اُس کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہو گیا ہے اور تمام اعضاء اور قویٰ الٰہی خدمت میں ایسے لگ گئے ہیں کہ گویا وہ **جوارح الحق** ہیں۔

اور ان آیات پر غور کرنے سے یہ بات بھی صاف اور بدیہی طور پر ظاہر ہو رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں زندگی کا وقف کرنا جو حقیقت اسلام ہے دو قسم پر ہے **ایک** یہ کہ خدا تعالیٰ کو ہی اپنا معبود اور مقصود اور محبوب ٹھہرایا جاوے اور اس کی عبادت اور محبت اور خوف اور رجا میں کوئی دوسرا شریک باقی نہ رہے اور اس کی تقدیس اور تسبیح اور عبادت اور تمام عبودیّت کے آداب اور احکام اور اوامر اور حدود اور آسمانی قضا و قدر کے امور بدل و جان قبول کئے جائیں اور نہایت نیستی اور تذلّل سے ان سب حکموں اور حدّوں اور قانونوں اور تقدیروں کو بارادت تام سر پر اٹھا لیا جاوے اور نیز وہ تمام پاک صداقتیں اور پاک معارف جو اس کی وسیع قدرتوں کی معرفت کا ذریعہ اور اس کی ملکوت اور سلطنت کے علو مرتبہ کو معلوم کرنے کیلئے ایک واسطہ اور اس کے آلاء اور نعماء کے پہچاننے کیلئے ایک قوی رہبر ہیں بخوبی معلوم کر لی جائیں۔

دوسری قسم اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کی یہ ہے کہ اس کے بندوں کی خدمت اور ہمدردی اور چارہ جوئی اور بار برداری اور سچی غم خواری میں اپنی زندگی وقف کر دی جاوے دوسروں کو آرام پہنچانے کیلئے دکھ اٹھاویں اور دوسروں کی راحت کیلئے اپنے پر رنج گوارا کر لیں۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ **اسلام کی حقیقت** نہایت ہی اعلیٰ ہے

اور کوئی انسان کبھی اس شریف لقب اہل اسلام سے حقیقی طور پر ملقب نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنا سارا وجود معہ اس کی تمام قوتوں اور خواہشوں اور ارادوں کے حوالہ بخدا نہ کر دیوے اور اپنی انانیت سے معہ اس کے جمیع لوازم کے ہاتھ اٹھا کر اسی کی راہ میں نہ لگ جاوے۔ پس حقیقی طور پر اسی وقت کسی کو مسلمان کہا جائے گا کہ جب اس کی غافلانہ زندگی پر ایک سخت **انقلاب** وارد ہو کر اس کے نفس امّارہ کا نقش ہستی معہ اس کے تمام جذبات کے یکدفعہ مٹ جائے اور پھر اس موت کے بعد محسن لِلّٰہ ہونے کے نئی زندگی اس میں پیدا ہو جائے اور وہ ایسی پاک زندگی ہو جو اس میں بجز طاعت خالق اور ہمدردی مخلوق کے اور کچھ بھی نہ ہو۔ 《٦١》

خالق کی طاعت اس طرح سے کہ اس کی عزت وجلال اور یگانگت ظاہر کرنے کے لئے بے عزتی اور ذلّت قبول کرنے کیلئے مستعد ہو اور اس کی وحدانیت کا نام زندہ کرنے کیلئے ہزاروں موتوں کے قبول کرنے کیلئے طیار ہو اور اس کی فرمانبرداری میں ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو بخوشی خاطر کاٹ سکے اور اس کے احکام کی عظمت کا پیار اور اس کی رضا جوئی کی پیاس گناہ سے ایسی نفرت دلاوے کہ گویا وہ کھا جانے والی ایک آگ ہے یا ہلاک کرنے والی ایک زہر ہے یا بھسم کر دینے والی ایک بجلی ہے جس سے اپنی تمام قوتوں کے ساتھ بھاگنا چاہیے۔ غرض اس کی مرضی ماننے کیلئے اپنے نفس کی سب مرضیات چھوڑ دے اور اس کے پیوند کیلئے جانکاہ زخموں سے مجروح ہونا قبول کر لے اور اس کے تعلق کا ثبوت دینے کیلئے سب نفسانی تعلقات توڑ دے۔

اور خلق اللہ کی خدمت اس طرح سے کہ جس قدر خلقت کی حاجات ہیں اور جس قدر مختلف وجوہ اور طرق کی راہ سے قسّام ازل نے بعض کو بعض کا محتاج کر رکھا ہے ان تمام امور میں محض لِلّٰہ اپنی حقیقی اور بے غرضانہ اور سچی ہمدردی سے جو اپنے وجود سے صادر

﴿۶۲﴾ ہو سکتی ہے ان کو نفع پہنچاوے اور ہر یک مدد کے محتاج کو اپنی خداداد قوت سے مدد دے اور ان کی دنیا و آخرت دونوں کی اصلاح کیلئے زور لگاوے۔

مگر یہ للّہی وقف محض اس صورت میں اسم بامسمّٰی ہوگی کہ جب تمام اعضا للّہی طاعت کے رنگ سے ایسے رنگ پذیر ہو جائیں کہ گویا وہ ایک الٰہی آلہ ہیں جن کے ذریعہ سے وقتاً فوقتاً افعال الٰہیہ ظہور پذیر ہوتے ہیں یا ایک مصفّا آئینہ ہیں جس میں تمام مرضیات الٰہیّہ بصفاء تام عکسی طور پر ظہور پکڑتی رہتی ہیں اور جب اس درجہ کاملہ پر للّہی طاعات وخدمات پہنچ جائیں تو اس صبغۃ اللہ کی برکت سے اس وصف کے انسان کے قویٰ اور جوارح کی نسبت وحدت شہودی کے طور پر یہ کہنا صحیح ہوتا ہے کہ مثلاً یہ آنکھیں خدا تعالیٰ کی آنکھیں اور یہ زبان خدا تعالیٰ کی زبان اور یہ ہاتھ خدا تعالیٰ کے ہاتھ اور یہ کان خدا تعالیٰ کے کان اور یہ پاؤں خدا تعالیٰ کے پاؤں ہیں۔ کیونکہ وہ تمام اعضاء اور قوتیں للّہی راہوں میں خدا تعالیٰ کے ارادوں سے پُر ہو کر اور اس کی خواہشوں کی تصویر بن کر اس لائق ہو جاتی ہیں کہ ان کو اسی کا روپ کہا جاوے وجہ یہ کہ جیسے ایک شخص کے اعضاء پورے طور پر اس کی مرضی اور ارادہ کے تابع ہوتے ہیں ایسا ہی کامل انسان اس درجہ پر پہنچ کر خدا تعالیٰ کی مرضیات و ارادت سے موافقت تامہ پیدا کر لیتا ہے اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور وحدانیت اور مالکیّت اور معبودیّت اور اس کی ہر یک مرضی اور خواہش کی بات ایسی ہی اس کو پیاری معلوم ہوتی ہے کہ جیسی خود خدا تعالیٰ کو۔ سو یہ عظیم الشان للّہی طاعت وخدمت جو پیار اور محبت سے ملی ہوئی اور خلوص اور حنفیّت تامہ سے بھری ہوئی ہے یہی اسلام اور اسلام کی حقیقت اور اسلام کا لُب لباب ہے جو نفس اور خلق اور ہوا اور ارادہ سے موت حاصل کرنے کے بعد ملتا ہے۔

﴿۶۳﴾

سعادت تامہ اسلام کے مدارج

اِس جگہ یہ نکتہ بھی یاد رہے کہ آیت موصوفہ بالا یعنی بَلٰی ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔[1] سعادت تامہ کے تینوں ضروری درجوں یعنی **فنا** اور **بقا** اور **لقا** کی طرف اشارت کرتی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ کا فقرہ یہ تعلیم کر رہا ہے کہ تمام قویٰ اور اعضا اور جو کچھ اپنا ہے خدا تعالیٰ کو سونپ دینا چاہئے اور اس کی راہ میں وقف کر دینا چاہئے اور یہ وہی کیفیت ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں **فنا** ہے۔ وجہ یہ کہ جب انسان نے حسب مفہوم اس آیت ممدوحہ کے اپنا تمام وجود معہ اس کی تمام قوتوں کے خدا تعالیٰ کو سونپ دیا اور اس کی راہ میں وقف کر دیا اور اپنی نفسانی جنبشوں اور سکونوں سے بکلی باز آ گیا تو بلاشبہ ایک قسم کی موت اس پر طاری ہوگئی اور اسی موت کو اہل تصوّف فنا کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

پھر بعد اس کے وَهُوَ مُحْسِنٌ کا فقرہ مرتبہ **بقا** کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ جب انسان بعد فنا اکمل واتم وسلب جذبات نفسانی۔ الٰہی جذبہ اور تحریک سے پھر جنبش میں آیا اور بعد منقطع ہو جانے تمام نفسانی حرکات کے پھر ربانی تحریکوں سے پُر ہو کر حرکت کرنے لگا تو یہ وہ **حیاتِ ثانی** ہے جس کا نام **بقا** رکھنا چاہئے۔

پھر بعد اس کے یہ فقرات فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ جو اثبات وایجاب اجر ونفی وسلب خوف وحزن پر دلالت کرتے ہیں یہ حالتِ **لقا** کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جس وقت انسان کے عرفان اور یقین اور توکل اور محبت میں ایسا مرتبہ عالیہ پیدا ہو جائے کہ اس کے خلوص اور ایمان اور وفا

[1] البقرۃ:۱۱۳

﴿۶۴﴾

کا اجراس کی نظر میں وہمی اور خیالی اور ظنی نہ رہے بلکہ ایسا یقینی اور قطعی اور مشہود اور مرئی اور محسوس ہو کہ گویا وہ اس کو مل چکا ہے اور خدا تعالیٰ کے وجود پر ایسا یقین ہو جائے کہ گویا وہ اس کو دیکھ رہا ہے اور ہر یک آئندہ کا خوف اس کی نظر سے اٹھ جاوے اور ہر یک گزشتہ اور موجودہ غم کا نام ونشان نہ رہے اور ہر یک روحانی تنعم موجود الوقت نظر آوے تو یہی حالت جو ہر یک قبض اور کدورت سے پاک اور ہر یک دغدغہ اور شک سے محفوظ اور ہر یک درد انتظار سے منزّہ ہے **لقا** کے نام سے موسوم ہے اور اس مرتبہ لقا پر **محسن** کا لفظ جو آیت میں موجود ہے نہایت صراحت سے دلالت کر رہا ہے کیونکہ **احسان** حسب تشریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت کاملہ کا نام ہے کہ جب انسان اپنی پرستش کی حالت میں خدا تعالیٰ سے ایسا تعلق پیدا کرے کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے۔

سعادات تامہ اسلام کے مدارج

اور یہ **لقا** کا مرتبہ تب سالک کیلئے کامل طور پر متحقّق ہوتا ہے کہ جب ربّانی رنگ بشریت کے رنگ و بو کو بتمام و کمال اپنے رنگ کے نیچے متوازی اور پوشیدہ کر دیوے جس طرح آگ لوہے کے رنگ کو اپنے نیچے ایسا چھپا لیتی ہے کہ نظر ظاہر میں بجز آگ کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ یہ وہی مقام ہے جس پر پہنچ کر بعض سالکین نے لغزشیں کھائی ہیں اور شہودی پیوند کو وجودی پیوند کے رنگ میں سمجھ لیا ہے۔ اس مقام میں جو اولیاء اللہ پہنچے ہیں یا جن کو اس میں سے کوئی گھونٹ میسر آ گیا ہے۔ بعض اہل تصوف نے ان کا نام **اطفال اللہ** رکھ دیا ہے اس مناسبت سے کہ وہ لوگ صفات الٰہی کے کنار عاطفت میں بکلی جا پڑے ہیں اور جیسے ایک شخص کا لڑکا اپنے حلیہ اور خط وخال میں کچھ اپنے باپ سے مناسبت رکھتا ہے ویسا ہی ان کو بھی ظلی طور پر بوجہ تخلق باخلاق اللہ خدا تعالیٰ کی صفات جمیلہ سے کچھ مناسبت پیدا ہو گئی ہے۔ ایسے نام

اطفال اللہ

﴿۶۵﴾

اطفال اللہ

اگرچہ کھلے کھلے طور پر بزبان شرع مستعمل نہیں ہیں۔ مگر درحقیقت عارفوں نے قرآن کریم سے ہی اس کو استنباط کیا ہے کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا۔[1] یعنی اللہ تعالیٰ کو ایسا یاد کرو کہ جیسے تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو۔ اور ظاہر ہے کہ اگر مجازی طور پر ان الفاظ کا بولنا منہیات شرع سے ہوتا تو خدا تعالیٰ ایسی طرز سے اپنی کلام کو منزہ رکھتا جس سے اس اطلاق کا جواز مستنبط ہوسکتا ہے۔

اقتداری معجزات رسول اللہ صلعم

اور اس درجہ لقا میں بعض اوقات انسان سے ایسے امور صادر ہوتے ہیں کہ جو **بشریت کی طاقتوں** سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور الٰہی طاقت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں جیسے ہمارے **سیّد و مولیٰ سیّد الرسل حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم** نے جنگ بدر میں ایک سنگریزوں کی مٹھی کفار پر چلائی اور وہ مٹھی کسی دعا کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خود اپنی **روحانی طاقت** سے چلائی مگر اس مٹھی نے **خدائی طاقت** دکھلائی اور مخالف کی فوج پر ایسا خارق عادت اُس کا اثر پڑا کہ کوئی ان میں سے ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ پہنچا ہو اور وہ سب اندھوں کی طرح ہوگئے اور ایسی سراسیمگی اور پریشانی ان میں پیدا ہوگئی کہ مدہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا۔ اِسی معجزہ کی طرف اللہ جلّ شانہٗ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے۔
وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔[2]
یعنی جب تو نے اس مٹھی کو پھینکا وہ تو نے نہیں پھینکا بلکہ خدا تعالیٰ نے پھینکا۔ یعنی درپردہ الٰہی طاقت کام کر گئی۔ انسانی طاقت کا یہ کام نہ تھا۔

اور ایسا ہی دوسرا **معجزہ** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو

[1] البقرۃ:۲۰۱ [2] الانفال:۱۸

﴿۶۶﴾

اقتداری معجزات رسول اللہ صلعم

شقّ القمر ہے اسی الٰہی طاقت سے ظہور میں آیا تھا کہ کوئی دعا اس کے ساتھ شامل نہ تھی کیونکہ وہ صرف انگلی کے اشارہ سے جو **الٰہی طاقت** سے بھری ہوئی تھی وقوع میں آ گیا تھا۔ اور اس قسم کے اور بھی بہت سے **معجزات** ہیں جو صرف ذاتی اقتدار کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلائے جن کے ساتھ کوئی دعا نہ تھی۔ کئی دفعہ تھوڑے سے پانی کو جو صرف ایک پیالہ میں تھا اپنی انگلیوں کو اس پانی کے اندر داخل کرنے سے اس قدر زیادہ کر دیا کہ تمام لشکر اور اونٹوں اور گھوڑوں نے وہ پانی پیا اور پھر بھی وہ پانی ویسا ہی اپنی مقدار پر موجود تھا اور کئی دفعہ دو۲ چار روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے ہزار ہا بھوکوں پیاسوں کا ان سے شکم سیر کر دیا اور بعض اوقات تھوڑے دودھ کو اپنے لبوں سے برکت دے کر ایک جماعت کا پیٹ اس سے بھر دیا اور بعض اوقات شور آب کنوئیں میں اپنے منہ کا لعاب ڈال کر اس کو نہایت شیریں کر دیا۔ اور بعض اوقات سخت مجروحوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر ان کو اچھا کر دیا۔ اور بعض اوقات آنکھوں کو جن کے ڈیلے لڑائی کے کسی صدمہ سے باہر جا پڑے تھے اپنے ہاتھ کی برکت سے پھر درست کر دیا۔ ایسا ہی اور بھی بہت سے کام اپنے ذاتی اقتدار سے کئے جن کے ساتھ ایک چھپی ہوئی **طاقت الٰہی** مخلوط تھی۔

حال کے **برہمو** اور **فلسفی** اور **نیچری** اگر ان **معجزات** سے انکار کریں تو وہ معذور ہیں کیونکہ وہ اس مرتبہ کو شناخت نہیں کر سکتے جس میں ظلّی طور پر الٰہی طاقت انسان کو ملتی ہے پس اگر وہ ایسی باتوں پر ہنسیں تو وہ اپنے ہنسنے میں بھی معذور ہیں کیونکہ انہوں نے بجز طفلانہ حالت کے اور کسی درجہ **روحانی بلوغ** کو طے نہیں کیا۔ اور نہ صرف اپنی حالت ناقص رکھتے ہیں بلکہ اس بات پر خوش ہیں کہ اسی حالت **ناقصہ** میں مریں بھی۔

مگر زیادہ تر افسوس اُن **عیسائیوں** پر ہے جو بعض خوارق اِسی کے مشابہ مگر اِن سے ادنیٰ حضرت مسیح میں سن سنا کر ان کی الوہیت کی دلیل ٹھہرا بیٹھے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کا مُردوں کا زندہ کرنا اور مفلوجوں اور مجذوموں کا اچھا کرنا اپنے اقتدار سے تھا کسی دعا سے نہیں تھا۔ اور یہ دلیل اس بات پر ہے کہ وہ حقیقی طور پر ابن اللہ بلکہ خدا تھا۔ لیکن افسوس کہ ان بیچاروں کو خبر نہیں کہ اگر انہیں باتوں سے انسان خدا بن جاتا ہے تو اس خدائی کا زیادہ تر استحقاق ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کیونکہ اس قسم کے اقتداری خوارق جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلائے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز دکھلا نہیں سکے اور ہمارے ہادی و مقتدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اقتداری خوارق نہ صرف آپ ہی دکھلائے بلکہ ان خوارق کا ایک لمبا سلسلہ روز قیامت تک اپنی امت میں چھوڑ دیا جو ہمیشہ اور ہر زمانہ میں حسب ضرورت زمانہ ظہور میں آتا رہا ہے اور اس دنیا کے آخری دنوں تک اسی طرح ظاہر ہوتا رہے گا اور **الٰہی طاقت** کا پرتوہ جس قدر اس امت کی مقدّس رُوحوں پر پڑا ہے اس کی نظیر دوسری امتوں میں ملنی مشکل ہے پھر کس قدر بے وقوفی ہے کہ ان خارق عادت امور کی وجہ سے کسی کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا جائے اگر ایسے ہی خوارق سے انسان خدا بن سکتا ہے تو پھر خداؤں کا کچھ انتہا بھی ہے؟

لیکن یہ بات اس جگہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اس قسم کے اقتداری خوارق گو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتے ہیں مگر پھر بھی خدا تعالیٰ کے ان خاص افعال سے جو بلا توسط ارادہ غیرے ظہور میں آتے ہیں کسی طور سے برابری نہیں کر سکتے اور نہ برابر ہونا ان کا مناسب ہے اسی وجہ سے جب کوئی نبی یا ولی اقتداری طور پر بغیر توسط کسی دعا کے کوئی ایسا امر خارق عادت دکھلاوے جو انسان کو کسی حیلہ اور تدبیر اور علاج سے اس کی قوت نہیں دی گئی تو نبی کا وہ فعل خدا تعالیٰ کے

عیسائیوں کی قابل افسوس حالت

اقتداری معجزات ہمارے نبی صلعم کو سب سے زیادہ دیے گئے

اقتداری معجزہ خدا تعالیٰ کی بلاتوسط قدرتوں سے کم درجہ پر رہتا ہے

﴿۶۸﴾

اُن افعال سے کم رتبہ پر رہے گا جو خود خدا تعالیٰ علانیہ اور بالجہر اپنی قوّت کاملہ سے ظہور میں لاتا ہے یعنی ایسا اقتداری معجزہ بہ نسبت دوسرے الٰہی کاموں کے جو بلاواسطہ اللہ جلّ شانہٗ سے ظہور میں آتے ہیں ضرور کچھ نقص اور کمزوری اپنے اندر موجود رکھتا ہوگا تا سرسری نگاہ والوں کی نظر میں **تشابہ فی الخلق** واقع نہ ہو۔ اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا **عصا** باوجود اس کے کئی دفعہ سانپ بنا لیکن آخر عصا کا عصا ہی رہا۔ اور حضرت مسیح کی **چڑیاں** باوجودیکہ معجزہ کے طور پر ان کا پرواز قرآن کریم سے ثابت ہے مگر پھر بھی مٹی کے مٹی ہی تھے اور کہیں خدا تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ وہ زندہ بھی ہوگئیں اور ہمارے

اقتداری معجزہ خدا تعالیٰ کے بلاواسطہ کاموں سے کم درجہ پر رہتا ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتداری خوارق میں

چونکہ طاقت الٰہی سب سے زیادہ بھری ہوئی تھی کیونکہ وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تجلّیاتِ الٰہیہ کیلئے اتمّ واعلیٰ وارفع واکمل نمونہ تھا اس لئے ہماری نظریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتداری خوارق کو کسی درجہ بشریت پر مقرر کرنے سے قاصر ہیں مگر تاہم ہمارا اس پر ایمان ہے کہ اس جگہ بھی اللہ جلّ شانہٗ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل میں مخفی طور پر کچھ فرق ضرور ہوگا۔

لقا کے مرتبہ پر اقتداری نشان اہل اللہ سے صادر ہوتے ہیں

اب ان تحریرات سے ہماری غرض اس قدر ہے کہ **لقا** کا مرتبہ جب کسی انسان کو میسر آتا ہے تو اس مرتبہ کے **تموّج** کے اوقات میں الٰہی کام ضرور اس سے صادر ہوتے ہیں اور ایسے شخص کی گہری صحبت میں جو شخص ایک حصہ عمر کا بسر کرے تو ضرور کچھ نہ کچھ یہ اقتداری خوارق مشاہدہ کرے گا کیونکہ اس تموّج کی حالت میں کچھ الٰہی صفات کا رنگ ظلی طور پر انسان میں آجاتا ہے یہاں تک کہ اس کا رحم خدا تعالیٰ کا رحم اور اس کا غضب خدا تعالیٰ کا غضب ہوجاتا ہے اور بسا اوقات وہ بغیر کسی دعا کے کہتا ہے کہ فلاں چیز پیدا ہوجائے تو وہ پیدا ہوجاتی ہے اور کسی پر غضب کی نظر سے دیکھتا ہے تو اس پر کوئی

وبالؔ نازل ہو جاتا ہے اور کسی کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک مورد رحم ہو جاتا ہے اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کا **کُن** دائمی طور پر نتیجہ مقصودہ کو بلا تخلف پیدا کرتا ہے ایسا ہی اُس کا **کُن** بھی اس **تموّج** اور **مدّ** کی حالت میں خطا نہیں جاتا۔ اور جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں ان اقتداری خوارق کی اصل وجہ یہی ہوتی ہے کہ یہ شخص شدت اتصال کی وجہ سے خدائے **عزّو جلّ** کے رنگ سے ظلّی طور پر رنگین ہو جاتا ہے اور تجلّیاتِ الٰہیہ اس پر دائمی قبضہ کر لیتے ہیں اور محبوب حقیقی حجب حائلہ کو درمیان سے اٹھا کر نہایت شدید قرب کی وجہ سے ہم آغوش ہو جاتا ہے اور جیسا کہ وہ خود **مبارک** ہے ایسا ہی اس کے **اقوال و افعال و حرکات** اور **سکنات** اور خوراک اور پوشاک اور مکان اور زمان اور اس کے جمیع لوازم میں **برکت** رکھ دیتا ہے تب ہر یک چیز جو اس سے مس کرتی ہے بغیر اس کے جو یہ دعا کرے برکت پاتی ہے۔ اس کے **مکان** میں برکت ہوتی ہے اس کے دروازوں کے آستانے برکت سے بھرے ہوتے ہیں اس کے گھر کے دروازوں پر برکت برستی ہے جو ہر دم اس کو مشاہدہ ہوتی ہے اور اس کی خوشبو اس کو آتی ہے جب یہ سفر کرے تو خدا تعالیٰ معہ اپنی تمام برکتوں کے اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جب یہ گھر میں آوے تو ایک دریا نور کا ساتھ لاتا ہے غرض یہ عجیب انسان ہوتا ہے جس کی کنہ بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ **فنا فی اللہ** کے درجہ کی تحقّق کے بعد یعنی اس درجہ کے بعد جو اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ کے مفہوم کو لازم ہے جس کو صوفی **فنا** کے نام سے اور قرآن کریم **استقامت** کے اسم سے موسوم کرتا ہے درجہ **بقا** اور **لقا** کا بلا توقف پیچھے آنے والا ہے یعنی جب کہ انسان خلق اور ہوا اور ارادہ سے بکلی خالی ہو کر فنا کی حالت کو پہنچ گیا تو اس حالت کے راسخ ہونے کے ساتھ ہی بقا کا درجہ شروع ہو جاتا ہے مگر

﴿۶۹﴾

اہل اللہ کی ہر یک چیز میں برکت ہوتی ہے

بقا اور لقا کے مرتبہ کی کیفیت

﴿۷۰﴾

بقا اور لقا کے مرتبہ کی کیفیت

جب تک یہ حالت راسخ نہ ہو اور خدا تعالیٰ کی طرف بکلّی جھک جانا ایک طبعی امر نہ ٹھہر جائے تب تک مرتبہ **بقا** کا پیدا نہیں ہوسکتا بلکہ وہ مرتبہ صرف اسی وقت پیدا ہوگا کہ جب ہریک اطاعت کا تصنع درمیان سے اٹھ جائے اور ایک طبعی روئیدگی کی طرح فرمانبرداری کی سرسبز اور لہراتی ہوئی شاخیں دل سے جوش مار کر نکلیں اور واقعی طور پر سب کچھ جو اپنا سمجھا جاتا ہے خدا تعالیٰ کا ہو جائے اور جیسے دوسرے لوگ ہوا پرستی میں لذت اٹھاتے ہیں اس شخص کی تمام کامل لذتیں پرستش اور یاد الٰہی میں ہوں۔ اور بجائے نفسانی ارادوں کے خدا تعالیٰ کی مرضیات جگہ پکڑ لیں۔

پھر جب یہ **بقا** کی حالت بخوبی استحکام پکڑ جائے اور سالک کے رگ و ریشہ میں داخل ہو جائے اور اُس کا جزو وجود بن جائے اور **ایک نور آسمان سے اترتا ہوا دکھائی دے** جس کے نازل ہونے کے ساتھ ہی تمام پردے دور ہو جائیں اور نہایت لطیف اور شیریں اور حلاوت سے ملی ہوئی ایک محبت دل میں پیدا ہو جو پہلے نہیں تھی اور ایک ایسی خنکی اور اطمینان اور سکینت اور سرور دل کو محسوس ہو کہ جیسے ایک نہایت پیارے دوست مدت کے بچھڑے ہوئے کی یکدفعہ ملنے اور بغل گیر ہونے سے محسوس ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کے روشن اور لذیذ اور مبارک اور سرور بخش اور فصیح اور معطّر اور مبشرانہ کلمات اُٹھتے اور بیٹھتے اور سوتے اور جاگتے اس طرح پر نازل ہونے شروع ہو جائیں کہ جیسے ایک ٹھنڈی اور دلکش اور پُرخوشبو ہوا ایک گلزار پر گذر کر آتی اور صبح کے وقت چلنی شروع ہوتی اور اپنے ساتھ ایک سُکر اور سرور لاتی ہے۔ اور انسان خدا تعالیٰ کی طرف ایسا کھینچا جائے کہ بغیر اُس کی محبت اور عاشقانہ تصور کے جی نہ سکے اور نہ یہ کہ مال اور جان اور عزت اور اولاد اور جو کچھ اس کا ہے قربان کرنے کیلئے طیار ہو بلکہ اپنے دل میں قربان کر ہی

﴿۷۱﴾

چکا ہوا اور ایسی ایک زبردست کشش سے کھینچا گیا ہو جو نہیں جانتا کہ اسے کیا ہو گیا اور نورانیت کا بشدت اپنے اندر انتشار پاوے جیسا کہ دن چڑھا ہوا ہوتا ہے اور صدق اور محبت اور وفا کی نہریں بڑے زور سے چلتی ہوئی اپنے اندر مشاہدہ کرے اور لحمہ بہ لحمہ ایسا احساس کرتا ہو کہ

گویا خداتعالیٰ اُس کے قلب پر اُترا ہوا ہے۔

جب یہ حالت اپنی تمام علامتوں کے ساتھ محسوس ہو تب خوشی کرو اور محبوب حقیقی کا شکر بجا لاؤ کہ یہی وہ انتہائی مقام ہے جس کا نام **لقا** رکھا گیا ہے۔

مردِ سالک کا سلوک صرف فنا کی حد تک ہے

اِس آخری مقام میں انسان ایسا احساس کرتا ہے کہ گویا بہت سے پاک پانیوں سے اُس کو دھو کر اور نفسانیت کا بکلّی رگ و ریشہ اس سے الگ کر کے نئے سرے اُس کو پیدا کیا گیا اور پھر ربّ العالمین کا تخت اس کے اندر بچھایا گیا اور خدائے پاک و قدوس کا چمکتا ہوا چہرہ اپنے تمام دلکش حسن و جمال کے ساتھ ہمیشہ کیلئے اُس کے سامنے موجود ہو گیا ہے مگر ساتھ اس کے یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ دونوں آخری درجہ بقا اور لقا کے کسبی نہیں ہیں بلکہ وہبی ہیں اور کسب اور جدوجہد کی حد صرف فنا کے درجہ تک ہے اور اسی حد تک تمام راست باز سالکوں کا سیر وسلوک ختم ہوتا ہے اور دائرہ کمالات انسانیہ کا اپنے استدارت تامہ کو پہنچتا ہے اور جب اس درجہ فنا کو پاک باطن لوگ جیسا کہ چاہئے طے کر چکتے ہیں تو عادت الٰہیہ اسی طرح پر جاری ہے کہ بیک دفعہ عنایت الٰہی کی نسیم چل کر بقا اور لقا کے درجہ تک اُنہیں پہنچا دیتی ہے۔

اب اِس تحقیق سے ظاہر ہے کہ اس سفر کی تمام صعوبتیں اور مشقتیں فنا کی حد تک ہی ہیں اور پھر اس سے آگے گذر کر انسان کی سعی اور کوشش اور مشقت اور محنت

﴿۷۲﴾

کو دخل نہیں بلکہ وہ محبت صافیہ جو فنا کی حالت میں خداوند کریم وجلیل سے پیدا ہوتی ہے الٰہی محبت کا خود بخود اُس پر ایک نمایاں شعلہ پڑتا ہے جس کو مرتبہ **بقا** اور **لقا** سے تعبیر کرتے ہیں اور جب محبتِ الٰہی بندہ کی محبت پر نازل ہوتی ہے تب دونوں محبتوں کے ملنے سے **روح القدس** کا ایک روشن اور کامل سایہ انسان کے دل میں پیدا ہوجاتا ہے اور لقا کے مرتبہ پر اس روح القدس کی روشنی نہایت ہی نمایاں ہوتی ہے اور اقتداری خوارق جن کا ابھی ہم ذکر کر آئے ہیں اسی وجہ سے ایسے لوگوں سے صادر ہوتے ہیں کہ یہ **روح القدس کی روشنی** ہر وقت اور ہر حال میں ان کے شامل حال ہوتی ہے اور اُن کے اندر سکونت رکھتی ہے اور وہ اُس روشنی سے کبھی اور کسی حال میں جدا نہیں ہوتے اور نہ وہ روشنی ان سے جدا ہوتی ہے۔ وہ روشنی ہر دم اُن کے تنفّس کے ساتھ نکلتی ہے اور اُن کی نظر کے ساتھ ہر یک چیز پر پڑتی ہے۔ اور اُن کی کلام کے ساتھ اپنی نورانیت لوگوں کو دکھلاتی ہے اسی روشنی کا نام رُوح القدس ہے مگر یہ حقیقی رُوح القدس نہیں حقیقی روح القدس وہ ہے جو آسمان پر ہے یہ روح القدس اُس کا ظلّ ہے جو پاک سینوں اور دلوں اور دماغوں میں ہمیشہ کیلئے آباد ہوجاتا ہے اور ایک طرفۃ العین کیلئے بھی اُن سے جدا نہیں ہوتا اور جو شخص تجویز کرتا ہے کہ یہ **روح القدس** کسی وقت اپنی تمام تاثیرات کے ساتھ ان سے جدا ہوجاتا ہے وہ شخص سراسر باطل پر ہے اور اپنے پُرظلمت خیال سے خدا تعالیٰ کے مقدس برگزیدوں کی توہین کرتا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ حقیقی روح القدس تو اپنے مقام پر ہی رہتا ہے لیکن **روح القدس** کا سایہ جس کا نام مجازاً روح القدس ہی رکھا جاتا ہے اُن سینوں اور دلوں اور دماغوں اور تمام اعضا میں داخل ہوتا ہے جو مرتبہ **بقا** اور **لقا** کا پاکر اس لائق ٹھہر جاتے ہیں کہ اُن کی نہایت اصفٰی اور اجلٰی محبت پر

روح القدس کا روشن اور کامل سایہ دو محبتوں کے ملنے سے لقا کی حالت میں پیدا ہوتا ہے

اس بات کا سبب کہ اقتداری معجزات اور نشان کیوں صادر ہوتے ہیں

وہ لوگ باطل پر ہیں کہ جو روح القدس کا ولیوں اور نبیوں سے کسی وقت الگ ہو جانا عقیدہ رکھتے ہیں

﴿۷۳﴾

خدؔا تعالیٰ کی کامل محبت اپنی برکات کے ساتھ نازل ہو۔ اور جب وہ روح القدس نازل ہوتا ہے تو اس انسان کے وجود سے ایسا تعلق پکڑ جاتا ہے کہ جیسے جان کا تعلق جسم سے ہوتا ہے وہ قوت بینائی بن کر آنکھوں میں کام دیتا ہے اور قوت شنوائی کا جامہ پہن کر کانوں کو روحانی حس بخشتا ہے وہ زبان کی گویائی اور دل کے تقویٰ اور دماغ کی ہشیاری بن جاتا ہے اور ہاتھوں میں بھی سرایت کرتا ہے اور پیروں میں بھی اپنا اثر پہنچاتا ہے۔ غرض تمام ظلمت کو وجود میں سے اُٹھا دیتا ہے اور سر کے بالوں سے لے کر پیروں کے ناخنوں تک منور کر دیتا ہے اور اگر ایک طرفۃ العین کیلئے بھی علیحدہ ہو جائے تو فی الفور اس کی جگہ ظلمت آ جاتی ہے مگر وہ کاملوں کو ایسا **نعم القرین** عطا کیا گیا ہے کہ ایک دم کیلئے بھی ان سے علیحدہ نہیں ہوتا اور یہ گمان کرنا کہ اُن سے علیحدہ بھی ہو جاتا ہے یہ دوسرے لفظوں میں اس بات کا اقرار ہے کہ وہ بعد اس کے جو روشنی میں آ گئے پھر تاریکی میں پڑ جاتے ہیں اور بعد اس کے جو معصوم یا محفوظ کئے گئے پھر نفس امّارہ اُن کی طرف عود کرتا ہے اور بعد اس کے جو روحانی حواس اُن پر کھولے گئے پھر وہ تمام حواس بے کار اور معطل کئے جاتے ہیں۔ سواَے وے لوگو جو اس **صداقت** سے منکر اور **اس نکتہ معرفت** سے انکاری ہو مجھ سے جلدی مت کرو اور اپنے ہی نورِ قلب سے گواہی طلب کرو کہ کیا یہ امر واقعی ہے کہ برگزیدوں کی روشنی کسی وقت بتمام وکمال ان سے دور بھی ہو جاتی ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ کہ وہ تمام نورانی نشان کامل مومنوں سے کمال ایمان کی حالت میں کبھی گم بھی ہو جاتے ہیں۔

اگر یہ کہو کہ ہم نے کب اور کس وقت کہا ہے کہ برگزیدوں کی روحانی روشنی کبھی سب کی سب دور بھی ہو جاتی ہے اور سراسر ظلمت ان پر احاطہ کر لیتی ہے تو اس کا

روح القدس کا نور کاملوں میں ہمیشہ رہتا ہے اور اُن کی تمام قوتوں میں سرایت کرتا ہے

﴿۷۴﴾

یہ جواب ہے کہ آپ لوگوں کے **عقیدہ** سے ایسا ہی نکلتا ہے کیونکہ آپ لوگ بالتزام واتّباع آیات کلام الٰہی اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ ہریک نور اور سکینت اور اطمینان اور برکت اور استقامت اور ہریک روحانی نعمت **برگزیدوں** کو **روح القدس** سے ہی ملتی ہے اور **جیسے** اشرار اور کفار کیلئے دائمی طور پر شیطان کو **بئس القرین** قرار دیا گیا ہے تا ہر وقت وہ ان پر **ظلمت** پھیلاتا رہے اور اُن کے قیام اور قعود اور حرکت اور سکون اور نیند اور بیداری میں اُن کا پیچھا نہ چھوڑے **ایسا ہی** مقربین کیلئے دائمی طور پر **روح القدس** کو **نعم القرین** عطا کیا گیا ہے تا ہر وقت وہ اُن پر نور برساتا رہے اور ہر دم اُن کی تائید میں لگا رہے اور کسی دم اُن سے جدا نہ ہو۔

اب ظاہر ہے کہ جب کہ بمقابل **بئس القرین** کے جو ہمیشہ اشدّ شریروں کا ملازم اور رفیق ہے **مقربوں** کیلئے **نعم القرین** کا ہر وقت رفیق اور انیس ہونا نہایت ضروری ہے اور قرآن کریم اس کی خبر دیتا ہے تو پھر اگر اُس **نعم القرین** کی علیحدگی مقربوں سے تجویز کی جائے جیسا کہ ہمارے اندرونی مخالف قومی بھائی گمان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ روح القدس **جبرائیل** کا نام ہے کبھی تو وہ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور مقربوں سے نہایت درجہ اتصال کر لیتا ہے یہاں تک کہ اُن کے دل میں دھنس جاتا ہے اور کبھی ان کو اکیلا چھوڑ کر اُن سے جدائی اختیار کر لیتا ہے اور کروڑہا بلکہ بے شمار کوسوں کی دوری اختیار کر کے **آسمان پر چڑھ جاتا ہے** اور اُن مقرّبوں سے بالکل قطع تعلقات کر کے اپنی قرارگاہ میں جا چھپتا ہے تب وہ اُس روشنی اور اُس برکت سے بکلّی محروم رہ جاتے ہیں جو اُس کے نزول کے وقت اُن کے دل اور دماغ اور بال بال میں پیدا ہوتی ہے **تو کیا اِس عقیدہ سے** لازم نہیں آتا کہ

اس عقیدہ کا بطلان کہ روح القدس مقربوں کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہتا بلکہ بسا اوقات ان سے اپنا مبارک تعلق قطع کر کے آسمان پر چلا جاتا ہے اور وہ خالی کے خالی رہ جاتے ہیں۔

رُوح القدس کے جدا ہونے سے پھر اُن برگزیدوں کو ظلمت گھیر لیتی ہے اور نعوذ باللہ **نعم القرین** کی جدائی کی وجہ سے **بئس القرین** کا اثر اُن میں شروع ہوجاتا ہے اب ذرہ خوف الٰہی کو اپنے دل میں جگہ دے کر سوچنا چاہئے کہ کیا یہی ادب اور یہی ایمان اور عرفان ہے

﴿۷۵﴾

آنحضرت صلعم کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ آپ سے اکثر اوقات روح القدس جدا ہو جاتا تھا نہایت درجہ کی توہین ہے

اور یہی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اِس نقص اور تنزل کی حالت کو روا رکھا جائے کہ گویا **روح القدس** آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے مدّتوں تک علیحدہ ہوجاتا تھا اور نعوذ باللہ ان مدتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انوار قدسیہ سے جو **روح القدس** کا پرتوہ ہے محروم ہوتے تھے غضب کی بات ہے کہ **عیسائی لوگ** تو حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت یقینی اور قطعی طور پر یہ اعتقاد رکھیں☆ کہ **روح القدس** جب سے حضرت مسیح پر نازل ہوا کبھی ان سے جدا نہیں ہوا اور وہ ہمیشہ اور ہردم روح القدس سے تائید یافتہ تھے یہاں تک کہ خواب میں بھی ان سے روح القدس جدا نہیں ہوتا تھا اور ان کا **روح القدس** کبھی آسمان پر ان کو اکیلا اور مہجور چھوڑ کر نہیں گیا اور نہ روح القدس کی روشنی ایک دم کیلئے بھی کبھی ان سے جدا ہوئی **لیکن مسلمانوں کا یہ اعتقاد** ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روح القدس آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا بھی ہوجاتا تھا اور اپنے **دشمنوں** کے سامنے بصراحت تمام یہ اقرار کریں کہ **رُوح القدس** کی دائمی رفاقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عیسیٰ کی طرح نصیب نہیں ہوئی۔

اب سوچو کہ اس سے زیادہ تر اور کیا بے ادبی اور گستاخی ہوگی کہ آنحضرت صلعم کی صریح توہین کی جاتی ہے اور عیسائیوں کو اعتراض کرنے کیلئے موقع دیا جاتا ہے اِس بات کو

☆**نوٹ**۔ حضرت مسیح کی نسبت مسلمانوں کا بھی یہی اعتقاد ہے دیکھو تفسیر ابن جریر و ابن کثیر و معالم و فتح البیان و کشاف و تفسیر کبیر و حسینی وغیرہ بموقعہ تفسیر آیت وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ[1] افسوس افسوس افسوس۔ منه

[1] البقرة:۸۸

﴿۷۶﴾ کون نہیں جانتا کہ روح القدس کا نزول نورانیت کا باعث اور اس کا جدا ہو جانا ظلمت اور تاریکی اور بدخیالی اور تفرقہ ایمان کا موجب ہوتا ہے خدا تعالیٰ **اسلام** کو ایسے مسلمانوں کے شر سے بچاوے جو کلمہ گو کہلا کر **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** پر ہی حملہ کر رہے ہیں۔ عیسائی لوگ تو حواریوں کی نسبت بھی یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ کبھی ان سے روح القدس جدا ہوتا تھا بلکہ ان کا تو یہ عقیدہ ہے کہ وہ لوگ روح القدس کا فیض دوسروں کو بھی دیتے تھے۔ لیکن یہ لوگ مسلمان کہلا کر اور **مولوی** اور **محدّث** اور **شیخ الکل** نام رکھا کر پھر جناب **ختم المرسلین خیر الاوّلین والآخرین** کی شان میں ایسی ایسی بدگمانی کرتے ہیں اور اس قدر سخت بدزبانی کر کے پھر خاصے مسلمان کے مسلمان اور دوسرے لوگ ان کی نظر میں کافر ہیں۔

اس بات کا آیات اور احادیث سے ثبوت کہ روح القدس مقربوں میں ہمیشہ رہتا ہے

اور اگر یہ سوال ہو کہ قرآن کریم میں اس بات کی کہاں تشریح یا اشارہ ہے کہ روح القدس مقرّبوں میں ہمیشہ رہتا ہے اور ان سے جدا نہیں ہوتا تو اس کا یہ جواب ہے کہ سارا قرآن کریم ان تصریحات اور اشارات سے بھرا پڑا ہے بلکہ وہ ہر یک مومن کو روح القدس ملنے کا وعدہ دیتا ہے چنانچہ منجملہ ان آیات کے جو اس بارہ میں کھلے کھلے بیان سے ناطق ہیں۔ **سورۃ الطارق** کی پہلی دو آیتیں ہیں اور وہ یہ ہیں وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ وَمَآ اَدْرٰلکَ مَا الطَّارِقُ ☆[1]

☆ **حاشیہ** ان آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ قسم ہے آسمان کی اور اس کی جو رات کو آنے والا ہے اور تجھے کیا خبر ہے کہ رات کو آنے والی کیا چیز ہے؟ وہ ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ اور قسم اس بات کیلئے ہے کہ ایک بھی ایسا جی نہیں کہ جو اس پر نگہبان نہ ہو یعنی ہر یک نفس پر نفوس مخلوقات میں سے ایک فرشتہ موکل ہے جو اس کی نگہبانی کرتا ہے اور ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔

[1] الطارق: ۲۔۳

﴿۷۷﴾

النَّجۡمُ الثَّاقِبُ اِنۡ كُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَيۡهَا حَافِظٌ ۔[1] یہ آخری آیت یعنی اِنۡ كُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَيۡهَا حَافِظٌ جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک نفس پر ایک فرشتہ نگہبان ہے یہ صاف دلالت کر رہی ہے کہ جیسا کہ انسان کے ظاہر وجود کیلئے فرشتہ مقرر ہے جو اُس سے جدا نہیں ہوتا ویسا ہی اس کے باطن کی حفاظت کیلئے بھی مقرر ہے جو باطن کو شیطان سے روکتا ہے اور گمراہی کی ظلمت سے بچاتا ہے اور وہ **رُوح القدس** ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں پر شیطان کا تسلّط ہونے نہیں دیتا اور اسی کی طرف یہ آیت بھی اشارہ کرتی ہے کہ اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ ۔[2] اب دیکھو کہ یہ آیت کیسے صریح طور پر بتلا رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا فرشتہ انسان کی حفاظت کیلئے ہمیشہ اور ہر دم اس کے ساتھ رہتا ہے اور ایک دم بھی اس سے جدا نہیں ہوتا۔ کیا اس جگہ یہ خیال آ سکتا ہے کہ انسان کے ظاہر کی نگہبانی کیلئے تو دائمی طور پر فرشتہ مقرر ہے لیکن اس کی باطن کی نگہبانی کیلئے کوئی فرشتہ دائمی طور پر

ہر ایک ستارہ پر اُس کی بقا اور اُس کے افعال صادر ہونے کے لئے ایک فرشتہ مقرر ہے

حاشیہ

خدا تعالیٰ نے جو اس آیت کو کلی طور پر یعنی کُلّ کے لفظ سے مقید کر کے بیان فرمایا ہے اس سے یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ ہر یک چیز جس پر نفس کا نام اطلاق پا سکتا ہے اس کی فرشتے حفاظت کرتے ہیں پس بموجب اس آیت کے نفوس کواکب کی نسبت بھی یہ عقیدہ رکھنا پڑا کہ **کل ستارے کیا سورج کیا چاند کیا زحل کیا مشتری** ملائک کی زیر حفاظت ہیں یعنی ہر یک کیلئے سورج اور چاند وغیرہ میں سے ایک ایک فرشتہ مقرر ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے کاموں کو احسن طور پر چلاتا ہے۔☆

اس جگہ کئی اعتراض پیدا ہوتے ہیں جن کا دفع کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ از انجملہ ایک یہ کہ جس حالت میں **روح القدس** صرف ان مقربوں کو ملتا ہے کہ جو بقا اور لقا کے

☆**نوٹ**۔ اس مضمون کی تائید یہ آیت بھی کرتی ہے وَلَقَدۡ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِمَصَابِیۡحَ وَجَعَلۡنٰهَا رُجُوۡمًا لِّلشَّیٰطِیۡنِ[3] چونکہ رجم کی خدمت فرشتے کرتے ہیں نہ کہ ستارے لہٰذا اسی سے قطعی طور پر ثابت ہوا کہ ہر یک ستارے پر ایک فرشتہ مؤکل ہے اور چونکہ فرشتے ستاروں کے لئے بوجہ شدت تعلق جان کی طرح ہیں اس لئے آیت میں فرشتوں کا فعل ستاروں کی طرف منسوب کیا گیا۔ **فتدبّر. منه**

[1] الطارق:۴۔۵ [2] الحجر:۴۳ [3] الملک:۶

﴿۷۸﴾

اس بات کا جواب کہ جبکہ روح القدس مقربوں سے خاص ہے تو عام لوگوں کو کیوں عطا ہوتا ہے

مقّر رنہیں بلکہ متعصّب سے متعصّب انسان سمجھ سکتا ہے کہ باطن کی حفاظت اور روح کی نگہبانی جسم کی حفاظت سے بھی زیادہ ضروری ہے کیونکہ جسم کی آفت تو اسی جہان کا ایک دکھ ہے لیکن روح اور نفس کی آفت جہنم ابدی میں ڈالنے والی چیز ہے سو جس خدائے رحیم و کریم کو انسان کے اس جسم پر بھی رحم ہے جو آج ہے اور کل خاک ہو جائے گا اس کی نسبت کیونکر گمان کر سکتے ہیں کہ اس کو انسان کی رُوح پر رحم نہیں ۔ پس اس نص قطعی اور یقینی سے ثابت ہے کہ **رُوح القدس** یا یوں کہو کہ اندرونی نگہبانی کا فرشتہ ہمیشہ نیک انسان کے ساتھ ایسا ہی رہتا ہے جیسا کہ اس کی بیرونی حفاظت کیلئے رہتا ہے ۔

اس آیت کے ہم مضمون قرآن کریم میں اور بہت سی آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی تربیت اور حفاظت ظاہری و باطنی کیلئے اور نیز اس کے اعمال کے لکھنے کیلئے ایسے فرشتے مقرر ہیں کہ جو دائمی طور پر انسانوں کے پاس رہتے ہیں چنانچہ منجملہ ان کے یہ آیات ہیں ۔

بقیہ حاشیہ

مرتبہ تک پہنچتے ہیں تو پھر ہر ایک کا نگہبان کیونکر ہو سکتا ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ روح القدس کا کامل طور پر نزول مقربوں پر ہی ہوتا ہے مگر اس کی **فی الجملہ** تائید حسب مراتب محبت و اخلاص دوسروں کو بھی ہوتی ہے ۔ ہماری تقریر مندرجہ بالا کا صرف یہ مطلب ہے کہ روح القدس کی اعلیٰ تجلّی کی یہ کیفیت ہے کہ جب بقا اور لقا کے مرتبہ پر محبت الٰہی انسان کی محبت پر نازل ہوتی ہے تو یہ **اعلیٰ تجلّی** روح القدس کی ان دونوں محبتوں کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے جس کے مقابل پر دوسری تجلیات کالعدم ہیں مگر یہ تو نہیں کہ دوسری تجلیات کا وجود ہی نہیں خدا تعالیٰ ایک ذرہ محبت خالصہ کو بھی ضائع نہیں کرتا ۔ انسان کی محبت پر اس کی محبت نازل ہوتی ہے اور اسی مقدار پر روح القدس

﴿۷۹﴾

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ [1] يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً [2] لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ [3] ترجمہ ان آیات کا یہ ہے کہ تم پر حفاظت کرنے والے مقرر ہیں خدا تعالیٰ ان کو بھیجتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے چوکیدار مقرر ہیں جو اس کے بندوں کی ہر طرف سے یعنی کیا ظاہری طور پر اور کیا باطنی طور پر حفاظت کرتے ہیں۔ اس مقام میں **صاحبِ معالم** نے یہ حدیث لکھی ہے کہ ہر یک بندہ کیلئے ایک فرشتہ موکل ہے جو اس کے ساتھ ہی رہتا ہے۔ اور اس کی نینداور بیداری میں شیاطین اور دوسری بلاؤں سے اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے اور اسی مضمون کی ایک اور حدیث کعب الاحبار سے بیان کی ہے اور **ابن جریر** اس آیت کی تائید میں یہ حدیث لکھتا ہے **انَّ معکم من لا یفارقکم الّا عند الخلاء و عند الجماع فاستحیوھم و اکرموھم**۔ یعنی تمہارے ساتھ وہ فرشتے ہیں کہ بجز جماع اور پاخانہ کی حاجت کے تم سے جدا نہیں ہوتے۔ سو تم ان سے شرم کرو اور ان کی تعظیم

کی چمک پیدا ہوتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا ایک بندھا ہوا قانون ہے کہ ہر یک محبت کے اندازہ پر الٰہی محبت نزول کرتی رہتی ہے اور جب انسانی محبت کا ایک دریا بہ نکلتا ہے تو اس طرف سے بھی ایک دریا نازل ہوتا ہے اور جب وہ دونوں دریا ملتے ہیں تو ایک عظیم الشان نور ان میں سے پیدا ہوتا ہے جو ہماری اصطلاح میں روح القدس سے موسوم ہے لیکن جیسے تم دیکھتے ہو کہ اگر بیس سیر پانی میں ایک ماشہ مصری ڈال دی جائے تو کچھ بھی مصری کا ذائقہ معلوم نہیں ہوگا اور پانی پھیکے کا پھیکا ہی ہوگا۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ مصری اس میں نہیں ڈالی گئی اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ پانی میٹھا ہے۔ یہی حال اس روح القدس کا ہے جو ناقص طور پر ناقص لوگوں پر اترتا ہے اس کے اترنے میں تو شک نہیں ہوسکتا

حاشیہ

روح القدس کے ناقص نزول کا حال

[1] الانفطار:۱۱ [2] الانعام:۶۲ [3] الرعد:۱۲

﴿۸۰﴾

احادیث نبویہ سے اس بات کا ثبوت کہ ملائک آدم زاد کے ساتھ رہتے ہیں اور شیاطین آدم زاد کے ساتھ ضرور انسانوں کے ساتھ رہتے ہیں

کرو اور اس جگہ **عکرمہ** سے یہ حدیث لکھی ہے کہ ملائکہ ہر یک شر سے بچانے کیلئے انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور جب تقدیر مبرم نازل ہو تو الگ ہو جاتے ہیں۔ اور پھر **مجاہد** سے نقل کیا ہے کہ کوئی ایسا انسان نہیں جس کی حفاظت کیلئے دائمی طور پر ایک فرشتہ مقرر نہ ہو۔ پھر ایک اور حدیث **عثمان بن عفّان** سے لکھی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ بیس[۲۰] فرشتے مختلف خدمات کے بجا لانے کیلئے انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور دن کو ابلیس اور رات کو ابلیس کے بچے ضرر رسانی کی غرض سے ہر دم گھات میں لگے رہتے ہیں اور پھر امام **احمد** رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حدیث مندرجہ ذیل لکھی ہے۔

حدثنا اسود بن عامر حدثنا سفیان حدثنی منصور عن سالم بن ابی الجعد عن ابیه عن عبداللّٰہ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما منکم من احد ا لا و قد وُکِّلَ بهٖ قرینه من الجن و قرینه من الملائکة قالوا و ایاک یا رسول اللّٰہ قال و ایای ولکن اللّٰہ اعاننی علیه فلا یأمرنی الا بخیر انفرد باخراجه مسلم صفحه ۲۴۴

حاشیہ

اس بات کا جواب کہ اگر روح القدس ہر یک انسان کے ساتھ رہتا ہے تو پھر بنی آدم سے بُرے کام کیوں ہوتے ہیں۔

کیونکہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کو بھی نیکی کا خیال روح القدس سے پیدا ہوتا ہے۔ کبھی فاسق اور فاجر اور بدکار بھی سچی خواب دیکھ لیتا ہے اور یہ سب روح القدس کا اثر ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ سے ثابت ہے مگر وہ تعلق عظیم جو مقدسوں اور مقربوں کے ساتھ ہے اس کے مقابل پر یہ کچھ چیز نہیں گویا کالعدم ہے۔

ازانجملہ ایک یہ سوال ہے کہ جس حالت میں روح القدس انسان کو بدیوں سے روکنے کیلئے مقرر ہے تو پھر اس سے گناہ کیوں سرزد ہوتا ہے اور انسان کفر اور فسق اور فجور میں کیوں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کا یہ جواب ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کیلئے ابتلا کے طور پر دو[۲] **روحانی داعی** مقرر کر رکھے ہیں۔ ایک **داعی خیر** جس کا نام روح القدس ہے اور ایک **داعی شر** جس کا نام ابلیس اور

﴿۸۱﴾

یعنی بتوسط اسود وغیرہ عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی تم میں سے ایسا نہیں کہ جس کے ساتھ **ایک قرین جنّ کی نوع میں سے اور ایک قرین فرشتوں میں سے موکّل نہ ہو**۔ صحابی نے عرض کی کہ کیا آپ بھی یا رسول اللہ صلعم فرمایا کہ ہاں میں بھی۔ پر خدا نے میرے **جنّ** کو میرے تابع کر دیا۔ سو وہ بجز خیر اور نیکی کے اور کچھ بھی مجھے نہیں کہتا۔ اس کے اخراج میں **مسلم** منفرد ہے اس حدیث سے صاف اور کھلے طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جیسے ایک داعی شر انسان کیلئے مقرر ہے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے ایسا ہی ایک داعی خیر بھی ہر یک بشر کے لئے موکّل ہے جو کبھی اس سے جدا نہیں ہوتا اور ہمیشہ اس کا قرین اور رفیق ہے اگر خدا تعالیٰ فقط ایک **داعی الی الشّر** ہی انسان کے لئے مقرر کرتا اور **داعی الی الخیر** مقرر نہ کرتا تو خدا تعالیٰ کے عدل اور رحم پر دھبہ لگتا کہ اس نے شر انگیزی اور وسوسہ اندازی کی غرض سے ایسے ضعیف اور کمزور انسان کو فتنہ میں ڈالنے کیلئے کہ جو پہلے ہی نفس امّارہ ساتھ رکھتا ہے شیطان ہے۔ یہ دونوں داعی صرف خیر یا شر کی طرف بلاتے رہتے ہیں مگر کسی بات پر جبر نہیں کرتے جیسا کہ اِس آیت کریمہ میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا۔[1] یعنی خدا بدی کا بھی الہام کرتا ہے اور نیکی کا بھی۔ بدی کے الہام کا ذریعہ شیطان ہے جو شرارتوں کے خیالات دلوں میں ڈالتا ہے اور نیکی کے الہام کا ذریعہ روح القدس ہے جو پاک خیالات دل میں ڈالتا ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ **علّت العلل** ہے اس لئے یہ دونوں الہام خدا تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کر لئے کیونکہ اسی کی طرف سے یہ سارا انتظام ہے ورنہ شیطان کیا حقیقت رکھتا ہے جو کسی کے دل میں وسوسہ ڈالے اور روح القدس کیا چیز جو کسی کو تقویٰ کی راہوں کی ہدایت کرے۔

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ انسان کو دو قرین عطا کئے گئے ایک داعی خیر اور ایک داعی شر

[1] الشمس: ۹

﴿۸۲﴾

شیطان کو ہمیشہ کا **قرین** اور رفیق اس کا ٹھہرا دیا جو اس کے خون میں بھی سرایت کر جاتا ہے اور دل میں داخل ہو کر ظلمت کی نجاست اس میں چھوڑ دیتا ہے مگر نیکی کی طرف بلانے والا کوئی ایسا رفیق مقرر نہ کیا تا وہ بھی دل میں داخل ہوتا اور خون میں سرایت کرتا اور تا میزان کے دونوں پلّے برابر رہتے۔ مگر اب جب کہ قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ جیسے بدی کی دعوت کیلئے خدا تعالیٰ نے ہمیشہ کا قرین شیطان کو مقرر کر رکھا ہے۔ ایسا ہی دوسری طرف نیکی کی دعوت کرنے کیلئے **رُوح القدس** کو اس رحیم و کریم نے دائمی قرین انسان کا مقرر کر دیا ہے اور نہ صرف اس قدر بلکہ بقا اور لقا کی حالت میں اثر شیطان کا کالعدم ہو جاتا ہے گویا وہ اسلام قبول کر لیتا ہے اور وہ روح القدس کا نور انتہائی درجہ پر چمک اٹھتا ہے تو **اُس وقت** اس پاک اور اعلیٰ درجہ کی تعلیم پر کون اعتراض

قرآن کریم کی یہ تعلیم نہیں ہے کہ شیطان کسی پر جبر کر سکتا ہے اور نہ یہ تعلیم ہے کہ صرف شیطان ہی انسان کا رفیق مقرر کیا گیا ہے جو بدی کے خیالات دل میں ڈالتا ہے بلکہ انسان کو علم خیر اور علم شر دونوں دئے گئے ہیں۔

حاشیہ

ہمارے مخالف آریہ اور برہمو اور عیسائی اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے قرآن کریم کی تعلیم پر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اس تعلیم کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے دانستہ انسان کے پیچھے شیطان کو لگا رکھا ہے گویا اس کو آپ ہی خلق اللہ کا گمراہ کرنا منظور ہے مگر یہ ہمارے شتاب باز مخالفوں کی غلطی ہے ان کو معلوم کرنا چاہئے کہ قرآن کریم کی یہ تعلیم نہیں ہے کہ شیطان گمراہ کرنے کیلئے جبر کر سکتا ہے اور نہ یہ تعلیم ہے کہ صرف بدی کی طرف بلانے کیلئے شیطان کو مقرر کر رکھا ہے بلکہ یہ تعلیم ہے کہ آزمائش اور امتحان کی غرض☆ سے

نوٹ☆ اس جگہ آزمائش کے لفظ سے کوئی دھوکا نہ کھاوے کہ خدائے عالم الغیب کو امتحان اور آزمائش کی کیا ضرورت ہے کیونکہ بلاشبہ اس کو کوئی ضرورت نہیں لیکن چونکہ اصل مقصد امتحان سے اظہار حقائق مخفیہ ہوتا ہے اس لئے یہ لفظ خدا تعالیٰ کی کتابوں میں پایا جاتا ہے وہ امتحان میں اس لئے نہیں ڈالتا کہ اس کو معلوم نہیں بلکہ اس لئے تا شخص زیر امتحان پر اس کی حقیقت ظاہر کرے کہ اس میں یہ فساد یا صلاحیت ہے اور نیز دوسروں پر بھی اس کا جوہر کھول دیوے۔ منہ

کر سکتا ہے بجز اس نادان اور اندھے کے کہ جو صرف حیوانات کی طرح زندگی بسر کرتا ہے اور پاک تعلیم کے نور سے کچھ بھی حصّہ نہیں رکھتا **بلکہ سچ اور واقعی امر** تو یہ ہے کہ قرآن کریم کی یہ تعلیم بھی منجملہ معجزات کے ایک معجزہ ہے کیونکہ جس خوبی اور اعتدال اور حکیمانہ شان سے اس تعلیم نے اس عقدہ کو حل کر دیا کہ کیوں انسان میں نہایت قوی جذبات خیر یا شر کے پائے جاتے ہیں یہاں تک کہ عالم رویا میں بھی ان کے انوار یا ظلمتیں صاف اور صریح طور پر محسوس ہوتی ہیں۔ اس طرز محکم اور حقّانی سے کسی اور کتاب نے بیان نہیں کیا اور زیادہ تر اعجاز کی صورت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ بجز اس طریق کے ماننے کے اور کوئی بھی طریق بن نہیں پڑتا۔ اور اس قدر اعتراض وارد ہوتے ہیں کہ ہرگز ممکن نہیں کہ ان سے مَخلصی حاصل ہو کیونکہ خدا تعالیٰ کا عام قانون قدرت ہم پر ثابت کر رہا ہے کہ جس قدر ہمارے نفوس

﴿۸۳﴾

قرآن کریم کی یہ تعلیم کہ انسان کے لئے داعی الی الخیر اور داعی الی الشر دونوں مقرر کئے گئے ہیں حقیقت میں ایک تعلیمی معجزہ ہے کیونکہ نہایت باریک اور اعلیٰ نظام حکمت پر مشتمل ہے

حاشیہ در حاشیہ

لمّہ ملک اور لمہ ابلیس برابر طور پر انسان کو دیئے گئے ہیں یعنی ایک داعی خیر اور ایک داعی شر تا انسان اس ابتلا میں پڑ کر مستحق ثواب یا عقاب کا ٹھہر سکے کیونکہ اگر اس کیلئے ایک ہی طور کے اسباب پیدا کئے جاتے مثلاً اگر اس کے بیرونی اور اندرونی اسباب جذبات فقط نیکی کی طرف ہی اس کو کھینچتے یا اس کی فطرت ہی ایسی واقعہ ہوتی کہ وہ بجز نیکی کے کاموں کے اور کچھ کر ہی نہ سکتا تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ نیک کاموں کے کرنے سے اس کو کوئی مرتبہ قرب کامل سکے کیونکہ اس کیلئے تو تمام اسباب و جذبات نیک کام کرنے کے ہی موجود ہیں یا یہ کہ بدی کی خواہش تو ابتدا سے ہی اس کی فطرت سے مسلوب ہے تو پھر بدی سے بچنے کا اس کو ثواب کس استحقاق سے ملے مثلاً ایک شخص ابتدا سے ہی نامرد ہے جو عورت کی کچھ خواہش نہیں رکھتا اب اگر وہ ایک مجلس میں یہ بیان کرے کہ میں فلاں وقت جوان عورتوں کے ایک گروہ میں رہا جو خوبصورت بھی تھیں مگر میں ایسا پرہیزگار ہوں کہ میں نے ان کو شہوت کی نظر سے ایک دفعہ بھی نہیں دیکھا اور خدا تعالیٰ سے ڈرتا رہا تو کچھ شک نہیں کہ سب لوگ اس کے اس بیان پر

﴿۸۴﴾

وقویٰ واجسام کو اس ذات مبدءِ فیض سے فائدہ پہنچتا ہے وہ بعض اور چیزوں کے توسّط سے پہنچتا ہے مثلاً اگرچہ ہماری آنکھوں کو وہی روشنی بخشتا ہے مگر وہ روشنی آفتاب کے توسط سے ہم کو ملتی ہے اور ایسا ہی رات کی ظلمت جو ہمارے نفوس کو آرام پہنچاتی ہے اور ہم نفس کے حقوق اس میں ادا کر لیتے ہیں وہ بھی درحقیقت اسی کی طرف سے ہوتی ہے کیونکہ درحقیقت ہر یک پیدا شوندہ کی علّت العلل وہی ہے۔ پھر جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ایک **بندھا ہوا قانون** قدیم سے ہمارے افاضہ کے لئے چلا آتا ہے کہ ہم کسی دوسرے کے توسّط سے ہر یک فیض خدا تعالیٰ کا پاتے ہیں ہاں اس فیض کے قبول کرنے کیلئے اپنے اندر قویٰ بھی رکھتے ہیں جیسے ہماری آنکھ روشنی کے قبول کرنے کیلئے ایک قسم کی روشنی اپنے اندر رکھتی ہے اور ہمارے کان بھی ان اصوات کے قبول کرنے کیلئے جو ہوا پہنچاتی ہے ایک قسم کی حِس اپنے اعصاب

بقیہ حاشیہ

ہنسیں گے اور طنز سے کہیں گے کہ اے نادان کب اور کس وقت تجھ میں یہ قوت موجود تھی تا اس کے روکنے پر تو فخر کر سکتا یا کسی ثواب کی امید رکھتا۔ پس جاننا چاہئے کہ سالک کو اپنے ابتدائی اور درمیانی حالات میں تمام امیدیں ثواب کی مخالفانہ جذبات سے پیدا ہوتی ہیں اور ان منازل سلوک میں جن امور میں فطرت ہی سالک کی ایسی واقع ہو کہ اس قسم کی بدی وہ کر ہی نہیں سکتا تو اس قسم کے ثواب کا بھی وہ مستحق نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ہم بچھو اور سانپ کی طرح اپنے وجود میں ایک ایسی زہر نہیں رکھتے جس کے ذریعہ سے ہم کسی کو اس قسم کی ایذا پہنچا سکیں جو کہ سانپ اور بچھو پہنچاتے ہیں۔ سو ہم اس قسم کی ترک بدی میں عند اللہ کسی ثواب کے مستحق بھی نہیں۔

اب اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ مخالفانہ جذبات جو انسان میں پیدا ہو کر انسان کو بدی کی طرف کھینچتے ہیں درحقیقت وہی انسان کے ثواب کا بھی موجب ہیں کیونکہ جب وہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر ان مخالفانہ جذبات کو چھوڑ دیتا ہے تو عند اللہ بلا شبہ

ثواب کی تمام امیدیں مخالفانہ جذبات سے پیدا ہوتی ہیں

میں موجود رکھتے ہیں لیکن یہ تو نہیں کہ ہمارے قویٰ ایسے مستقل اور کامل طور پر اپنی بناوٹ رکھتے ہیں کہ ان کو خارجی معینات اور معاونات کی کچھ بھی ضرورت اور حاجت نہیں ہم کبھی نہیں دیکھتے کہ کوئی ہماری جسمانی قوت صرف اپنے ملکہ موجودہ سے کام چلا سکے اور خارجی ممدو معاون کی محتاج نہ ہو۔ مثلاً اگرچہ ہماری آنکھیں کیسی ہی تیز بین ہوں مگر پھر بھی ہم آفتاب کی روشنی کے محتاج ہیں اور ہمارے کان کیسے ہی شنوا ہوں مگر پھر بھی ہم اس ہوا کے حاجت مند ہیں جو آواز کو اپنے اندر لپیٹ کر ہمارے کانوں تک پہنچا دیتی ہے اس سے ثابت ہے کہ صرف ہمارے قویٰ **ہماری انسانیت کی کل چلانے کیلئے کافی نہیں ہیں۔** ضرور ہمیں خارجی مُمِدّوں اور معاونوں کی حاجت ہے مگر قانون قدرت ہمیں بتلا رہا ہے کہ وہ خارجی ممدو معاون اگرچہ بلحاظ علّت العلل ہونے کے خدائے تعالیٰ ہی ہے ﴿۸۵﴾

تعریف کے لائق ٹھہر جاتا ہے اور اپنے رب کو راضی کر لیتا ہے۔ لیکن جو شخص انتہائی مقام کو پہنچ گیا ہے اُس میں مخالفانہ جذبات نہیں رہتے گویا اُس کا جنّ مسلمان ہو جاتا ہے مگر ثواب باقی رہ جاتا ہے کیونکہ وہ ابتلا کے منازل کو بڑی مردانگی کے ساتھ طے کر چکا ہے جیسے ایک صالح آدمی جس نے بڑے بڑے نیک کام اپنی جوانی میں کئے ہیں اپنی پیرانہ سالی میں بھی اُن کا ثواب پاتا ہے۔

حاشیہ

ازانجملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ خدا تعالیٰ کو فرشتوں سے کام لینے کی کیا حاجت ہے کیا اس کی بادشاہی بھی انسانی سلطنتوں کی طرح عملہ کی محتاج ہے اور اس کو بھی فوجوں کی حاجت تھی جیسے انسان کو حاجت ہے۔ **اما الجواب** پس واضح ہو کہ خدا تعالیٰ کو کسی چیز کی حاجت نہیں نہ فرشتوں کی نہ آفتاب کی نہ ماہتاب کی نہ ستاروں کی لیکن اسی طرح اس نے چاہا کہ تا اس کی قدرتیں اسباب کے توسط سے ظاہر ہوں اور تا اس طرز سے انسانوں میں حکمت اور علم پھیلے۔ اگر اسباب کا توسط درمیان نہ ہوتا تو نہ دنیا میں علم ہیئت ہوتا نہ نجوم

اس بات کا جواب کہ خدا تعالیٰ کو انسانوں کی طرح اسباب یعنی ملائک وغیرہ کی کیا ضرورت ہے

﴿۸۶﴾

مگر اُس کا یہ انتظام ہرگز نہیں ہے کہ وہ بلا توسّط ہمارے قویٰ اور اجسام پر اثر ڈالتا ہے بلکہ جہاں تک ہم نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں اور جس قدر ہم اپنے فکر اور ذہن اور سوچ سے کام لیتے ہیں صریح اور صاف اور بدیہی طور پر ہمیں نظر آتا ہے کہ ہر یک فیضان کیلئے ہم میں اور ہمارے خداوند کریم میں **علل متوسّطہ** ہیں جن کے توسّط سے ہر یک قوت اپنی حاجت کے موافق فیضان پاتی ہے **پس اسی دلیل سے ملائک اور جِنّات کا وجود بھی ثابت ہوتا ہے**۔ کیونکہ ہم نے صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ خیر اور شر کے اکتساب میں صرف ہمارے ہی قویٰ کافی نہیں بلکہ خارجی مُمِدّات اور معاونات کی ضرورت ہے جو خارق عادت اثر رکھتے ہوں مگر وہ مُمِدّ اور معاون خدا تعالیٰ براہ راست اور بلا توسط نہیں بلکہ بتوسط بعض اسباب ہے سو **قانونِ قدرت** کے ملاحظہ نے قطعی اور

ملائک اور جنّات کے وجود کا ثبوت

نہ طبعی نہ طبابت نہ علم نباتات یہ اسباب ہی ہیں جن سے علم پیدا ہوئے۔تم سوچ کر دیکھو کہ اگر فرشتوں سے خدمت لینے سے کچھ اعتراض ہے تو وہی اعتراض۔ سورج اور چاند اور کواکب اور نباتات اور جمادات اور عناصر سے خدمت لینے میں پیدا ہوتا ہے۔ جو شخص معرفت کا کچھ حصہ رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ ہر یک ذرہ خدا تعالیٰ کے ارادہ کے موافق کام کر رہا ہے اور ایک قطرہ پانی کا جو ہمارے اندر جاتا ہے وہ بھی بغیر اذنِ الٰہی کے کوئی تاثیر موافق یا مخالف ہمارے بدن پر ڈال نہیں سکتا پس تمام ذرات اور سیارات وغیرہ درحقیقت ایک قسم کے فرشتے ہیں جو دن رات خدمت میں مشغول ہیں کوئی انسان کے جسم کی خدمت میں مشغول ہے اور کوئی روح کی خدمت میں اور جس حکیم مطلق نے انسان کی جسمانی تربیت کیلئے بہت سے اسباب کا توسط پسند کیا اور اپنی طرف سے بہت سے جسمانی مؤثرات پیدا کئے تا انسان کے جسم پر انواع اقسام کے طریقوں سے تاثیر ڈالیں۔ اسی وحدہٗ لاشریک نے جس کے کاموں میں وحدت

بقیہ حاشیہ

﴿۸۷﴾

یقینی طور پر ہم پر کھول دیا کہ وہ مُمِدّ ات اور معاونات خارج میں موجود ہیں گو انکی کنہ اور کیفیت ہم کو معلوم ہو یا نہ مگر یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ نہ براہِ راست خدا تعالیٰ ہے اور نہ ہماری ہی قوتیں اور ہمارے ہی ملکے ہیں بلکہ وہ ان دونوں قسموں سے الگ ایسی مخلوق چیزیں ہیں جو ایک مستقل وجود اپنا رکھتی ہیں اور جب ہم ان میں سے کسی کا نام **داعی الی الخیر رکھیں گے تو اسی کو ہم روح القدس یا جبرائیل کہیں گے اور جب ہم ان میں سے کسی کا نام داعی الی الشر رکھیں گے تو اسی کو ہم شیطان اور ابلیس** کے نام سے بھی موسوم کریں گے۔ یہ تو ضرور نہیں کہ ہم روح القدس یا شیطان ہر یک تاریک

بقیہ حاشیہ

اور تناسب ہے یہ بھی پسند کیا کہ انسان کی روحانی تربیت بھی اسی نظام اور طریق سے ہو کہ جو جسم کی تربیت میں اختیار کیا گیا تا وہ دونوں نظام ظاہری و باطنی اور روحانی اور جسمانی اپنے تناسب اور یک رنگی کی وجہ سے **صانع واحد مدبّر بالارادہ** پر دلالت کریں۔

پس یہی وجہ ہے کہ انسان کی روحانی تربیت بلکہ جسمانی تربیت کیلئے بھی فرشتے وسائط مقرر کئے گئے مگر یہ تمام وسائط خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں مجبور اور ایک کَل کی طرح ہیں جس کو اس کا پاک ہاتھ چلا رہا ہے اپنی طرف سے نہ کوئی ارادہ رکھتے ہیں نہ کوئی تصرف۔ جس طرح ہوا خدا تعالیٰ کے حکم سے ہمارے اندر چلی جاتی ہے اور اسی کے حکم سے باہر آتی ہے اور اسی کے حکم سے تاثیر کرتی ہے یہی صورت اور بتمامہ یہی حال فرشتوں کا ہے **یَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ**۔ **پنڈت دیانند** نے جو فرشتوں کے اس نظام پر اعتراض کیا ہے کاش پنڈت صاحب کو خدا تعالیٰ کے نظام

پنڈت دیانند اور آریوں کی یہ غلط فہمی ہے کہ قرآنی تعلیم میں یہ نقص ہے کہ
بلا ثبوت ایک شیطان فرض کر کے اُسی کو انسان کا بہکانے والا قرار دیا ہے

﴿۸۸﴾

دل کو دکھلاویں اگرچہ عارف ان کو دیکھ بھی لیتے ہیں اور کشفی مشاہدات سے وہ دونوں نظر بھی آجاتی ہیں مگر محجوب کیلئے جو ابھی نہ شیطان کو دیکھ سکتا ہے نہ روح القدس کو یہ ثبوت کافی ہے کیونکہ متاثر کے وجود سے موثر کا وجود ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ قاعدہ صحیح نہیں ہے تو پھر خدا تعالیٰ کے وجود کا بھی کیونکر پتہ لگ سکتا ہے کیا کوئی دکھلا سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کہاں ہے صرف متاثرات کی طرف دیکھ کر جو اس کی قدرت کے نمونے ہیں اس موثر حقیقی کی ضرورت تسلیم کی گئی ہے۔ ہاں عارف اپنے انتہائی مقام پر روحانی آنکھوں سے اس کو دیکھتے ہیں اور اس کی باتوں کو بھی سنتے ہیں مگر محجوب کیلئے بجز اس کے اور استدلال کا طریق کیا ہے کہ متاثرات کو دیکھ کر اس موثر حقیقی کے وجود پر ایمان لاوے سو اسی طریق سے روح القدس اور شیاطین کا وجود ثابت ہوتا ہے اور نہ صرف ثابت ہوتا ہے

اگر روح القدس ہمیشہ انبیاء کے ساتھ رہتا ہے تو پھر ان آیات اور احادیث کے کیا معنے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات کئی دنوں تک جبرائیل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل نہیں ہوا

جسمانی اور روحانی کا علم ہوتا۔ تا بجائے اعتراض کرنے کے کمالات تعلیم قرآنی کے قائل ہو جاتے کہ کیسی قانون قدرت کی صحیح اور سچی تصویر اس میں موجود ہے۔

حاشیہ

ازانجملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ قرآن کریم کے بعض اشارات اور ایسا ہی بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ایام میں جبرائیل کے اترنے میں کسی قدر توقف بھی وقوع میں آئی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام بعثت میں یہ بھی اتفاق ہوا ہے کہ بعض اوقات کئی دن تک جبرائیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل نہیں ہوا۔ اگر حضرت جبرائیل ہمیشہ اور ہر وقت قرین دائمی آنحضرت صلعم تھے اور روح القدس کا اثر ہمیشہ کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پر جاری وساری تھا تو پھر توقف نزول کے کیا معنی ہیں **اما الجواب** پس واضح ہو کہ ایسا خیال کرنا کہ روح القدس کبھی انبیاء کو خالی چھوڑ کر آسمان پر چڑھ جاتا ہے صرف ایک دھوکہ ہے کہ جو بوجہ غلط فہمی نزول اور صعود کے معنوں کے دلوں میں متمکن ہو گیا ہے۔ **پوشیدہ** نہ رہے کہ نزول

بلکہ نہایت صفائی سے نظر آجاتا ہے افسوس ان لوگوں کی حالت پر جو فلسفہ باطلہ کی ظلمت سے متاثر ہو کر **ملایک اور شیاطین کے وجود سے انکار کر بیٹھے ہیں** اور بینات اور نصوص صریحہ قرآن کریم سے انکار کر دیا اور نادانی سے بھرے ہوئے الحاد کے گڑھے میں گر پڑے۔ اور اس جگہ واضح رہے کہ **یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن کے اثبات کے لئے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کے استنباط حقائق میں اس عاجز کو متفرد کیا ہے۔ فالحمد للّٰہ علٰی ذالک**۔ اور اگر کوئی آریہ یا عیسائی اس جگہ یہ اعتراض کرے

﴿۸۹﴾

ملایک اور شیاطین کے وجود کا ثبوت ان نادر کھتیوں میں سے ہے جن کے ساتھ بذریعہ افاضات قرآنیہ یہ عاجز متفرد اور خاص کیا گیا ہے

حاشیہ

کے یہ معنے ہرگز نہیں ہیں کہ کوئی فرشتہ آسمان سے اپنا مقام اور مقرّ چھوڑ کر زمین پر نازل ہو جاتا ہے ایسے معنے تو صریح نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے مخالف ہیں چنانچہ **فتح البیان** میں ابن جریر سے بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ حدیث مروی ہے۔ قالت قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم ما فی السماء موضع قدم الا علیہ ملک ساجدٌ او قائم و ذالک قول الملائکۃ و ما منا الا لہ مقام معلوم. یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان پر ایک قدم کی بھی ایسی جگہ خالی نہیں جس میں کوئی فرشتہ ساجد یا قائم نہ ہو اور یہی معنے اس آیت کے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک شخص ایک مقام معلوم یعنے ثابت شدہ رکھتا ہے جس سے ایک قدم اوپر یا نیچے نہیں آسکتا۔ اب دیکھو اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہوگیا کہ فرشتے اپنے مقامات کو نہیں چھوڑتے اور کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوتا

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ فرشتے آسمان سے علیحدہ نہیں ہوتے کیونکہ علیحدہ ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ آسمان کی وہ جگہ ان کے وجود سے خالی ہو جائے اور یہ امر ناممکن ہے

کہ حال کے اکثر مُلّا جیسے **شیخ بطالوی محمد حسین اور شیخ دہلوی نذیر حسین** اِس اعتقاد کے مخالف ہیں اور اِس بات کے وہ ہرگز قائل نہیں ہیں کہ ہر یک انسان کو دو قرین دیے گئے ہیں ایک **داعی الی الخیر** جو روح القدس ہے اور ایک **داعی الی الشرّ** جو شیطان ہے بلکہ اُن کا تو یہ قول ہے کہ صرف ایک ہی **قرین** دیا گیا ہے جو داعی الی الشر ہے اور انسان کی ایمانی بیخ کنی کے لئے ہر وقت اُس کے ساتھ رہتا ہے اور خدا تعالیٰ کو یہ بات بہت پیاری معلوم ہوئی کہ انسان کا شیطان کو دن رات کا مصاحب بنا کر اور انسان کے خون اور رگ و ریشہ میں شیطان کو دخل بخش کر بہت جلد انسان کو تباہی میں ڈال دیوے اور جبرائیل جس کا دوسرا نام رُوح القدس بھی ہے ہرگز عام انسانوں کے لئے بلکہ اولیاء کے لئے بھی داعی الی الخیر مقرر نہیں کیا۔ وہ سب لوگ صرف شیطان کے پنجہ میں چھوڑے گئے ہاں انبیاء پر روح القدس نازل ہوتا ہے مگر وہ بھی صرف ایک دم

حاشیہ

کہ ایک قدم کی جگہ بھی آسمان پر خالی نظر آوے مگر افسوس کہ بطالوی صاحب اور دہلوی شیخ صاحب بھی اب تک اس زمانہ میں بھی کہ **علوم حسیہ طبعیہ** کا فروغ ہے یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ **آسمان کا صرف باندازہ ایک قدم خالی رہنا کیا مشکل بات ہے** بعض اوقات تو بڑے بڑے فرشتوں کے نزول سے ہزارہا کوس تک آسمان خالی ویران سنسان پڑا رہ جاتا ہے جس میں ایک فرشتہ بھی نہیں ہوتا کیونکہ جب چھ سَو۶۰۰ موتیوں کے پروں والا فرشتہ جس کا طول مشرق سے مغرب تک ہے یعنی جبرائیل زمین پر اپنا سارا وجود لے کر اُتر آیا تو پھر سوچنا چاہیئے کہ ایسے جسیم فرشتہ کے اُترنے سے ہزارہا کوس تک آسمان خالی رہ جائے گا یا اس سے کم ہوگا **شیخ الکل کہلانا** اور احادیث نبویہ کو نہ سمجھنا جائے افسوس اور جائے شرم۔

الغرض جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں یہ بات نہایت احتیاط سے

شیخ بطالوی اور دہلوی کا یہی مذہب ہے کہ ہر انسان کے لئے دائمی قرین صرف شیطان کو مقرر کیا گیا ہے اور روح القدس کی دائمی صحبت سے اور لوگ تو کیا چیز نعوذ باللہ انبیاء بھی بے نصیب ہیں بجز حضرت عیسیٰ کے۔

بطالوی اور دہلوی کا یہی مذہب ہے کہ کبھی آسمان فرشتوں سے خالی بھی ہو جاتے ہیں بالخصوص لیلۃ القدر کی رات میں تو آسمان ایسا ہوتا ہے کہ جیسے اُجڑا ہوا گھر کیونکہ تمام فرشتے اور روح القدس زمین پر اتر آتے ہیں اور صبح تک زمین پر ہی رہتے ہیں۔

یا بہت ہی تھوڑے عرصہ کے لئے اور پھر آسمان پر جبرائیل چڑھ جاتا ہے اور ان کو خالی چھوڑ دیتا ہے بلکہ بسا اوقات چالیس چالیس روز بلکہ اِس سے بھی زیادہ روح القدس یا یوں کہو کہ جبرائیل کی ملاقات سے انبیاء محروم رہتے ہیں مگر دوسرا قرین جو شیطان ہے وہ تو نعوذ باللہ اُن کا ساتھ ایک دم بھی نہیں چھوڑتا گو آخر کو مسلمان ہی ہو جائے۔

تو **اِس کا جواب** یہ ہے کہ یہ لوگ محجوب اور حقائق قرآن کریم سے غافل اور بے نصیب ہیں اور کُھلے طور پر اِن کا یہ عقیدہ بھی نہیں بلکہ نادانی اور قلّت تدبّر اور پھر اِس عاجز کے ساتھ بخل اور کینہ ورزی کی وجہ سے اِس بلا میں پڑ گئے ہیں کیونکہ اِس عاجز کے مقابل پر جن راہوں پر یہ لوگ چلے اُن راہوں میں یہ آفات موجود تھیں اِس لئے نادانستہ اُن میں پھنس گئے جیسا کہ ایک پرندہ نادانستہ کسی دانہ کی طمع سے ایک جال میں پھنس جاتا ہے۔ **بات** یہ ہے کہ جب اِن لوگوں نے

حاشیہ

اپنے حافظہ میں رکھ لینی چاہیئے کہ مقربوں کا روح القدس کی تاثیر سے علیحدہ ہونا ایک دم کے لئے بھی ممکن نہیں کیونکہ اُن کی نئی زندگی کی روح یہی روح القدس ہے پھر وہ اپنی روح سے کیونکر علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ اور جس علیحدگی کا ذکر احادیث اور بعض اشارات قرآن کریم میں پایا جاتا ہے اُس سے مراد صرف ایک قسم کی تجلّی ہے کہ بعض اوقات بوجہ مصالح الٰہی اُس قسم کی تجلّی میں کبھی دیر ہو گئی ہے اور اصطلاح **قرآنِ کریم** میں اکثر نزول سے مراد وہی تجلّی ہے ورنہ ذرہ سوچنا چاہیئے کہ جس آفتابِ صداقت کے حق میں یہ آیت ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى[1] یعنی اُس کا کوئی نطق اور کوئی کلمہ اپنے نفس اور ہوا کی طرف سے نہیں وہ تو سراسر وحی ہے جو اُس کے دل پر نازل

[1] النجم: ۴،۵

﴿۹۲﴾

اِسؔ بات پر اصرار کیا کہ ضرور جبرائیل اور **ملک الموت** اور دوسرے **فرشتے اپنے اصلی** وجود کے ساتھ ہی زمین پر نازل ہوتے ہیں اور پھر تھوڑی دیر رہ کر آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ جب آسمان سے اُترتے ہیں تو آسمان اُن کے وجود سے خالی رہ جاتا ہے اور پھر جب زمین سے آسمان کی طرف پرواز کرتے ہیں تو زمین اُن کے وجود سے خالی رہ جاتی ہے **تو صدہا اعتراض** قرآن اور حدیث اور عقل کے اُن پر وارد ہوئے چنانچہ منجملہ اُن بلاؤں کے جو اِن کے اس عقیدہ کے لازم حال ہوگئیں ایک یہ بھی بلا ہے جو خدا تعالیٰ کے روحانی انتظام کا عدل اور رحم جاتا رہا اور کفّار اور تمام مخالفین کو **اِسلام پر یہ اعتراض کرنے کے لئے موقعہ ملا** کہ یہ کیسی سخت دلی اور خلاف رحم بات ہے کہ خدا تعالیٰ شیطان اور اُس کی ذُرّیت کو انسان کی اغوا

بٹالوی اور نذیر حسین نے عیسائیوں وغیرہ کو اسلام پر اعتراض کرنے کا موقعہ دے دیا اور اپنی سمجھ کے نقص کو اسلام پر تھاپا۔

بقیہ حاشیہ

ہورہی ہے **اس کی نسبت** کیا ہم خیال کر سکتے ہیں کہ وہ مدتوں نور وحی سے بکلّی خالی ہی رہ جاتا تھا۔ مثلاً یہ جو منقول ہے کہ بعض دفعہ چالیس دن اور بعض دفعہ بیس دن اور بعض دفعہ اس سے زیادہ ساٹھ دن تک بھی وحی نازل نہیں ہوئی۔ اگر اس عدم نزول سے یہ مُراد ہے کہ فرشتہ جبرائیل بکلّی آنحضرت صلعم کو اِس عرصہ تک چھوڑ کر چلا گیا تو یہ سخت اعتراض پیش آئے گا کہ اس مدت تک جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باتیں کیں کیا وہ احادیث نبویہ میں داخل نہیں تھیں اور کیا **وحی غیر متلوّ اُن کا نام** نہیں تھا اور کیا اِس عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خواب بھی نہیں آتی تھی جو بلاشبہ وحی میں داخل ہے **اور اگر حضرت بٹالوی صاحب اور میاں نذیر حسین دہلوی** سچے ہیں اور یہ بات صحیح ہے کہ ضرور مدتوں جبرائیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھی چلا جاتا تھا اور آنحضرت بکلّی وحی سے خالی رہ جاتے تھے تو بلاشبہ اُن دنوں کی احادیث

اگر ہمارے نبی صلعم چالیس دن یا زیادہ دنوں تک روح القدس سے بکلّی مہجور رہتے تھے تو ان مدتوں کے کلمات احادیث میں داخل نہیں ہونے چاہیئے اور ان کو ایمان کی کلمات نہ ماننا چاہیئے۔

﴿۹۳﴾

کے لئے ہمیشہ اور ہردم کے لئے اُس کا قرین اور مصاحب مقرر کرے تا وہ اُس کے ایمان کی بیخ کنی کے فکر میں رہیں اور ہر وقت اُس کے خون اور اُس کے دل اور دماغ اور رگ و ریشہ میں اور آنکھوں اور کانوں میں گھس کر طرح طرح کے وساوس ڈالتے رہیں۔ **اور ہدایت کرنے کا ایسا قرین جو ہردم انسان کے ساتھ رہ سکے ایک بھی انسان کو نہ دیا جائے۔** یہ اعتراض درحقیقت اُن کے عقیدہ مذکورہ بالا سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ ایک طرف تو یہ لوگ بموجب آیت وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ[1] یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت جبرائیل اور عزرائیل یعنی ملک الموت کا مقام آسمان پر مقرر ہے جس مقام سے وہ نہ ایک بالشت نیچے اُتر سکتے ہیں نہ ایک بالشت اُوپر چڑھ سکتے ہیں اور پھر باوجود اس کے اُن کا زمین پر

حاشیہ

ان دونوں **حضرتوں** کے نزدیک قابلِ اعتبار نہیں ہوں گی کیونکہ وحی کی روشنی سے خالی ہیں اور اُن کے نزدیک اُن دنوں میں خوابوں کا سلسلہ بھی بکلّی بند تھا۔

اب منصفو دیکھو کہ کیا اِن دونوں **شیخوں** کی بے ادبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت انتہا کو پہنچ گئی یا نہیں وہ **آفتابِ صداقت** جس کا کوئی دل کا خطرہ بھی بغیر وحی کی تحریک کے نہیں اُس کے بارے میں اِن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ گویا وہ نعوذ باللہ مدتوں ظلمت میں بھی پڑا رہتا تھا اور اُس کے ساتھ کوئی روشنی نہ تھی۔ اِس عاجز کو **اپنے ذاتی تجربہ** سے یہ معلوم ہے کہ **رُوح القدس کی قدسیّت** ہر وقت اور ہردم اور ہر لحظہ بلافصل ملہم کے تمام قُویٰ میں کام کرتی رہتی ہے اور وہ بغیر روح القدس اور اس کی تاثیر **قدسیّت** کے ایک دم بھی اپنے تئیں ناپاکی سے بچا نہیں سکتا اور انوار دائمی اور استقامت دائمی اور محبت دائمی اور عصمت دائمی اور برکات دائمی کا بھی سبب ہوتا ہے کہ روح القدس

بٹالوی اور شیخ دہلوی نے آنحضرت صلعم کی جناب میں سخت بے ادبی کی ہے کہ آنحضرت صلعم کا روح القدس سے بعض اوقات میں بکلی علیحدہ ہونا تجویز کیا ہے مگر حضرت عیسیٰ کی نسبت یہ تجویز نہیں کیا ان کے علم اور معرفت کا ایک نمونہ ہے۔

[1] الصافات:۱۶۵

﴿۹۴﴾

اپنے اصلی وجود کے ساتھ آنا بھی ضروری خیال کرتے ہیں اور ایسا ہی پھر آسمان پر اُن کا اپنے اصلی وجود کے ساتھ چڑھ جانا بھی اپنے زعم میں یقینی اعتقاد رکھتے ہیں اور اگر کوئی اصلی وجود کے ساتھ اترنے یا چڑھنے سے انکار کرے **تو وہ اُن کے نزدیک کافر ہے** ان عجیب مسلمانوں کے عقیدہ کو یہ بلا لازم پڑی ہوئی ہے کہ وہ **اعتدالی نظام** جس کا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں یعنی بدقرین کے مقابل پر نیک قرین کا دائمی طور پر انسان کے ساتھ رہنا ایسے اعتقاد سے **بالکل درہم برہم ہو جاتا ہے** اور صرف شیطان ہی دائمی مصاحب انسان کا رہ جاتا ہے کیونکہ اگر فرشتہ روح القدس کسی پر مسافر کی طرح نازل بھی ہوا تو بموجب ان کے عقیدہ کے ایک دم یا کسی اور بہت تھوڑے عرصہ کے لئے آیا اور پھر اپنے اصلی وطن آسمان کی طرف پرواز کر گیا اور انسان کو گو وہ کیسا ہی نیک ہو شیطان کی صحبت میں چھوڑ گیا۔ کیا یہ ایسا اعتقاد نہیں جس سے **اِسلام کو سخت دھبہ لگے** کیا خداوند کریم

بطالوی اور دہلوی کا یہ عقیدہ کہ دائمی قرین انسان کے لئے صرف شیطان ہے و بس۔ خدا تعالیٰ کے اعتدالی نظام کو جو انسان کی تربیت کے متعلق ہے درہم برہم کرتا ہے۔

حاشیہ

ہمیشہ اور ہر وقت اُن کے ساتھ ہوتا ہے پھر امام المعصومین اور امام المتبرکین اور سیّد المقربین کی نسبت کیونکر خیال کیا جائے کہ نعوذ باللہ کسی وقت ان تمام برکتوں اور پاکیزگیوں اور روشنیوں سے خالی رہ جاتے تھے افسوس کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ تینتیس برس روح القدس ایک دم کے لئے بھی اُن سے جدا نہیں ہوا مگر اس جگہ اس قُرب سے منکر ہیں۔

ازانجملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ سورۃ والطارق میں خدا تعالیٰ نے غیر اللہ کی قسم کیوں کھائی حالانکہ آپ ہی فرماتا ہے کہ بجز اس کے کسی دوسرے کی قسم نہ کھائی جائے نہ انسان نہ آسمان کی نہ زمین نہ کسی ستارہ کی نہ کسی اور کی اور پھر غیر کی قسم کھانے میں خاص ستاروں اور آسمان کی قسم کی خدا تعالیٰ کو اس جگہ کیا ضرورت آ پڑی

اس اعتراض کا جواب کہ خداتعالیٰ نے قرآن کریم میں غیر اللہ کی قسمیں کیوں کھائیں۔

ورحیم کی نسبت یہ تجویز کرنا جائز ہے کہ وہ انسان کی تباہی کو بہ نسبت اُس کے ہدایت پانے کے زیادہ چاہتا ہے نعوذ باللہ ہرگز نہیں **نابینا آدمی** قرآن کریم کی تعلیم کو سمجھتا نہیں اس لئے اپنی نادانی کا الزام اس پر لگا دیتا ہے۔ یہ تمام بلائیں جن سے نکلنا کسی طور سے ان علماء کے لئے ممکن نہیں اسی وجہ سے ان کو پیش آ گئیں کہ انہوں نے یہ خیال کیا کہ ملایک اپنے اصلی وجود کے ساتھ زمین پر نازل ہوتے ہیں اور پھر یہ بھی ضروری عقیدہ تھا کہ وہ بلاتوقف آسمان پر چڑھ بھی جاتے ہیں۔ اِن دونوں غلط عقیدوں کے لحاظ سے یہ لوگ اِس شکنجہ میں آ گئے کہ اپنے لئے یہ تیسرا عقیدہ بھی تراش لیا کہ بئس القرین کے مقابل پر کوئی ایسا نعم القرین انسان کو نہیں دیا گیا جو ہر وقت اس کے ساتھ ہی رہے۔ پس اِس عقیدہ کے تراشنے سے قرآنی تعلیم پر اُنہوں نے سخت تہمت لگائی اور بد اندیش مخالفوں کو

بٹالوی اور دہلوی نے اوّل یہ غلطی کی کہ ملایک کے لئے ان کے اصلی وجود کے ساتھ نزول و صعود ضروری ٹھہرا لیا پھر اس غلطی کی شامت سے یہ بھی ماننا پڑا کہ روح القدس ہمیشہ ملہموں کے ساتھ نہیں رہتا۔

حاشیہ

سو درحقیقت یہ دو[۲] اعتراض ہیں جو ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں اور بوجہ ان کے باہمی تعلقات کے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اِن کے جوابات ایک ہی جگہ بیان کئے جائیں۔

سوال اوّل قسم کے بارے میں خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ اللّٰہ جلّ شانہٗ کی قسموں کا انسانوں کی قسموں پر قیاس کر لینا قیاس مع الفارق ہے خدا تعالیٰ نے جو انسان کو غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع کیا ہے تو اِس کا سبب یہ ہے کہ انسان جب قسم کھاتا ہے تو اِس کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ جس چیز کی قسم کھائی ہے اس کو ایک ایسے گواہ رویت کا قائم مقام ٹھہراوے کہ جو اپنے ذاتی علم سے اس کے بیان کی تصدیق یا تکذیب کر سکتا ہے کیونکہ اگر سوچ کر دیکھو تو قسم کا اصل مفہوم شہادت ہی ہے۔ جب انسان معمولی شاہدوں کے پیش کرنے سے عاجز آ جاتا ہے تو پھر قسم کا محتاج ہوتا ہے تا اُس سے وہ فائدہ اٹھاوے جو ایک شاہد رویت کی شہادت سے اُٹھانا چاہیئے لیکن یہ تجویز کرنا یا اعتقاد رکھنا کہ بجُز خدا تعالیٰ کے اور بھی حاضر ناظر ہے اور تصدیق یا تکذیب یا سزا دہی یا کسی اور امر پر قادر ہے صریح کلمہ کُفر ہے اِس لئے خدا تعالیٰ کی

﴾۹۶﴿

حملہ کرے کا موقعہ دے دیا۔ اگر یہ لوگ اِس بات کو قبول کر لیتے کہ کوئی فرشتہ **بذاتِ خود** ہرگز نازل نہیں ہوتا بلکہ اپنے ظلّی وجود سے نازل ہوتا ہے جس کے تمثّل کی اس کو طاقت دی گئی ہے جیسا کہ دحیہ کلبی کی شکل پر حضرت جبرائیل متمثّل ہو کر ظاہر ہوتے تھے اور جیسا کہ حضرت مریم کے لئے فرشتہ متمثّل ہوا تو کوئی اعتراض پیدا نہ ہوتا **اور دوام نعم القرین** پر کوئی شخص جرح نہ کر سکتا اور تعجب تو یہ ہے کہ ایسا خیال کرنے میں قرآنِ کریم اور احادیث صحیحہ سے بالکل یہ لوگ مخالف ہیں قرآن کریم ایک طرف تو ملائک کے قرار اور اثبات کی جگہ آسمان کو قرار دے رہا ہے اور ایک طرف یہ بھی بڑے زور سے بیان فرما رہا ہے کہ روح القدس کامل مومنوں کو تائید کے لئے دائمی طور پر عطا کیا جاتا ہے اور اُن سے الگ نہیں ہوتا گو ہر یک شخص اپنے فطرتی نور کی وجہ سے کچھ نہ کچھ روح القدس کی چمک اپنے اندر رکھتا ہے مگر وہ چمک عام لوگوں میں شیطانی ظلمت کے نیچے آ جاتی اور

بقیہ حاشیہ

خدا تعالیٰ کی قسموں کی حقیقت اور وہ معرفت کا دقیقہ جو ان قسموں میں چھپا ہوا ہے

تمام کتابوں میں انسان کیلئے یہی تعلیم ہے کہ غیر اللہ کی ہرگز قسم نہ کھاوے۔

اب ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی قسموں کا انسان کی قسموں کے ساتھ قیاس درست نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ کو انسان کی طرح کوئی ایسی مشکل پیش نہیں آتی کہ جو انسان کو قسم کے وقت پیش آتی ہے بلکہ اُس کا قسم کھانا ایک اور رنگ کا ہے جو اُس کی شان کے لائق اور اُس کے قانونِ قدرت کے مطابق ہے اور غرض اُس سے یہ ہے کہ تا صحیفہ قدرت کے بدیہات کو شریعت کے اسرار دقیقہ کے حل کرنے کے لئے بطور شاہد کے پیش کرے اور چونکہ اِس مدعا کو قسم سے ایک مناسبت تھی اور وہ یہ کہ جیسا ایک قسم کھانے والا جب مثلاً خدا تعالیٰ کی قسم کھاتا ہے تو اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ میرے اِس واقعہ پر گواہ ہے اِسی طرح خدا تعالیٰ کے بعض کُھلے کُھلے افعال بعض چُھپے ہوئے افعال پر گواہ ہیں اِس لئے اس نے قسم کے رنگ میں اپنے افعال بدیہیہ کو اپنے افعال نظریہ کے ثبوت میں جا بجا

﴿۹۷﴾

قرآن کریم میں بہت سی ایسی آیات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کامل مومنوں کو ہمیشہ کے لئے روح القدس دیا جاتا ہے۔

ایسی دب جاتی ہے کہ گویا اُس کا کچھ بھی وجود نہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ گروہ تین ہیں جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ [1] یعنی ایک وہ گروہ ہے جن پر شیطانی ظلمت غالب ہے اور روح القدس کی چمک کم ہے۔ اور دوسرے وہ گروہ ہے جو روح القدس کی چمک اور شیطانی ظلمت اُن میں مساوی ہیں اور تیسری وہ گروہ ہے جن پر روح القدس کی چمک غالب آ گئی ہے اور خیر محض ہو گئی ہیں۔ روح القدس کے بارہ میں جو قرآن کریم میں آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ کے لئے کامل مومنوں کو روح القدس دیا جاتا ہے منجملہ ان کے ایک یہ آیت ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا [2] وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ [3] یعنی اے وے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو اور اللہ جلّ شانہٗ سے ڈرتے رہو

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں جس قدر قسمیں کھائی ہیں اُن سے مطلب یہ ہے کہ تا اپنے اقوال پر اپنے قانون قدرت کی شہادت پیش کرے تا بدیہیات اور مسلمات کے ذریعہ سے نظریات اور غیر مسلمات کی حقیقت کھول دے۔

حاشیہ

قرآن کریم میں پیش کیا اور اس کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس نے غیر اللہ کی قسم کھائی۔ کیونکہ وہ درحقیقت اپنے افعال کی قسم کھاتا ہے نہ کسی غیر کی اور اُس کے افعال اُس کے غیر نہیں ہیں مثلاً اُس کا آسمان یا ستارہ کی قسم کھانا اس قصد سے نہیں ہے کہ وہ کسی غیر کی قسم ہے بلکہ اِس نیت سے ہے کہ جو کچھ اُس کے ہاتھوں کی صنعت اور حکمت آسمان اور ستاروں میں موجود ہے اس کی شہادت بعض اپنے افعال مخفیہ کے سمجھانے کے لئے پیش کرے۔ سو درحقیقت خدا تعالیٰ کی اِس قسم کی قسمیں جو قرآن کریم میں موجود ہیں بہت سے اسرار معرفت سے بھری ہوئی ہیں اور جیسا کہ مَیں ابھی بیان کر چکا ہوں۔ قسم کی طرز پر ان اسرار کا بیان کرنا محض اِس غرض سے ہے کہ قَسم درحقیقت ایک قِسم کی شہادت ہے جو شاہد رویت کے قائم مقام ہو جاتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کے بعض افعال بھی بعض دوسرے افعال کے لئے بطور شاہد کے واقعہ ہوئے ہیں سو اللہ تعالیٰ قسم کے لباس میں اپنے قانونِ

[1] فاطر: ۳۳ [2] الانفال: ۳۰ [3] الحدید: ۲۹

﴿۹۸﴾

تو خدا تعالیٰ تمہیں وہ چیز عطا کرے گا (یعنی روح القدس) جس کے ساتھ تم غیروں سے امتیاز کلّی پیدا کرلو گے۔ اور تمہارے لئے ایک نور مقرر کر دے گا (یعنی روح القدس) جو تمہارے ساتھ ساتھ چلے گا۔ قرآن کریم میں روح القدس کا نام نُور ہے۔ پھر ایک دوسرے مقام میں فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ[1] یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ جلّ شانہٗ ہے پھر اپنی ثابت قدمی دکھلاتے ہیں کہ کسی مصیبت اور آفت اور زلزلہ اور امتحان سے اُن کے صدق میں ذرّہ فرق نہیں آتا اُن پر فرشتے اترتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ تم ذرا خوف نہ کرو اور نہ غمگین ہو۔ اور اُس بہشت کے تصور سے شادان اور فرحان رہو جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے ہم تمہارے متولّی اور تمہارے پاس ہر وقت حاضر اور قریب ہیں کیا دنیا میں

اس بات کا بیان کہ جب انسان کامل ایمان اور کامل استقامت کو پہنچ جاتا ہے تو فرشتے اس پر اترتے ہیں اور دائمی مصاحبت اختیار کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے تمام کاروبار میں اُس کے خادم ہوتے ہیں۔

حاشیہ

قدرت کے بدیہات کی شہادت اپنی شریعت کے بعض دقائق حل کرنے کے لئے پیش کرتا ہے۔ تا قانونِ قدرت جو خدا تعالیٰ کی ایک فعلی کتاب ہے اس کی قولی کتاب پر شاہد ہو جائے اور تا اس کے قول اور فعل کی باہم مطابقت ہو کر طالب صادق کے لئے مزید معرفت اور سکینت اور یقین کا موجب ہو اور یہ ایک عام طریق اللہ جلّ شانہٗ کا قرآن کریم میں ہے کہ اپنے افعال قدرتیہ کو جو اُس کی مخلوقات میں باقاعدہ منضبط اور مترتب پائے جاتے ہیں اقوال شرعیہ کے حل کرنے کے لئے جابجا پیش کرتا ہے تا اِس بات کی طرف لوگوں کو توجہ دلاوے کہ یہ شریعت اور یہ تعلیم اُسی ذات واحد لاشریک کی طرف سے ہے جس کے ایسے افعال موجود ہیں جو اُس کے اِن اقوال سے مطابقت کلّی رکھتے ہیں کیونکہ اقوال کا افعال سے مطابق آجانا بلاشبہ اِس بات کا ایک ثبوت ہے کہ جس کے یہ افعال ہیں اُسی کے یہ اقوال ہیں۔

اب ہم نمونہ کے طور پر اُن چند قسموں کی تفسیر لکھتے ہیں جو قرآن کریم میں

خدا تعالیٰ نے جو قرآن کریم میں اپنی بعض مخلوقات کی قسمیں کھائی ہیں ان میں ایک بڑا بھاری بھید یہ بھی ہے کہ تا انسان کو اس طرف توجہ پیدا ہو کہ یہ تمام اقوال اور افعال ایک ہی چشمہ میں سے ہیں۔

[1] حٰمٓ السجدۃ: ۳۱۔۳۲

﴿۹۹﴾

اور کیا آخرت میں ۔ پھر ایک دوسرے مقام میں فرماتا ہے اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۔[1] وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۔[2] یعنی کیا وہ شخص جو مُردہ تھا اور ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس کو ایک نور عطا کیا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے یعنی اُس نور کی برکات لوگوں کو معلوم ہوتی ہیں کیا ایسا آدمی اُس آدمی کی مانند ہوسکتا ہے جو سراسر تاریکی میں اسیر ہے اور اُس سے نکل نہیں سکتا۔ نور اور حیات سے مراد رُوح القدس ہے کیونکہ اُس سے ظلمت دور ہوتی ہے اور وہ دلوں کو زندہ کرتا ہے اِسی لئے اُس کا نام روح القدس ہے یعنی پاکی کی روح جس کے داخل ہونے سے ایک پاک زندگی حاصل ہوتی ہے۔

اور منجملہ اُن آیاتِ قرآنی کے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رُوح القدس

روح القدس کا کام روحانی زندگی اور روحانی روشنی دلوں میں ڈالنا ہے اس لئے نور اور روح دونوں روح القدس کا نام ہے

حاشیہ

وارد ہیں ۔چنانچہ منجملہ ان کے ایک یہی قسم ہے کہ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۔ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۔ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۔[3] اِن آیات میں اصل مدعا اور مقصد یہ ہے کہ ہر یک نفس کی روحانی حفاظت کے لئے ملائک مقرر ہیں☆ جو ہر دم اور ہر وقت ساتھ رہتے ہیں اور جو حفاظت کا طالب ہو اُس کی حفاظت کرتے ہیں۔لیکن یہ بیان ایک باریک اور نظری ہے۔فرشتوں کا وجود ہی غیر مرئی ہے۔

حاشیہ

☆ اگرچہ ملائک جسمانی آفات سے بھی بچاتے ہیں لیکن اُن کا بچانا روحانی طور پر ہی ہے مثلاً ایک شخص ایک گرنے والی دیوار کے نیچے کھڑا ہے تو یہ تو نہیں کہ فرشتہ اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر اُس کو دور لے جائے گا بلکہ اگر اُس شخص کا اُس دیوار سے بچنا مقدر ہے تو فرشتہ اس کے دل میں الہام کر دے گا کہ یہاں سے جلد کھسکنا چاہیئے ۔لیکن ستاروں اور عناصر وغیرہ کی حفاظت جسمانی ہے۔ منه

ملائک خواہ جسمانی آفات سے بچاویں اور خواہ روحانی آفات سے دونوں حالتوں میں ان کا بچانا روحانی طور پر ہے

---

[1] الانعام:۱۲۳ [2] فاطر:۲۳ [3] الطارق:۲تا۵

﴿۱۰۰﴾

آیت وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ کی تفسیر

ہمیشہ کے لئے خدا تعالیٰ کے ملہم بندوں کے ساتھ رہتا ہے اور انہیں علم اور حکمت اور پاکیزگی کی تعلیم کرتا ہے یہ آیت کریمہ ہے اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ[1] سورۃ المجادلہ یعنی اُن مومنوں کے دلوں میں خدا تعالیٰ نے ایمان کولکھ دیا اور روح القدس سے ان کو مدد دی۔ دل میں ایمان کے لکھنے سے یہ مطلب ہے کہ ایمان فطرتی اور طبعی ارادوں میں داخل ہوگیا اور جزوِ طبیعت بن گیا اور کوئی تکلّف اور تصنّع درمیان نہ رہا۔ اور یہ مرتبہ کہ ایمان دل کے رگ وریشہ میں داخل ہوجائے اُس وقت انسان کو ملتا ہے کہ جب انسان روح القدس سے مؤیّد ہوکر ایک نئی زندگی پاوے اور جس طرح جان ہر وقت جسم کی محافظت کے لئے جسم کے اندر رہتی ہے اور اپنی

حاشیہ

خدا تعالیٰ کا جسمانی انتظام تقاضا کرتا ہے کہ روحانی انتظام بھی ایسا ہی ہو کیونکہ ان دونوں انتظاموں کا مبدا ایک ہی ہے

پھر اُن کی حفاظت پر کیونکر یقین آوے اس لئے خداوند کریم وحکیم نے اپنے قانون قدرت کو جو اجرامِ سماوی میں پایا جاتا ہے۔ اِس جگہ قَسم کے پَیرایہ میں بطور شاہد کے پیش کیا اور وہ یہ ہے کہ قانونِ قدرت خدا تعالیٰ کا صاف اور صریح طور پر نظر آتا ہے کہ آسمان اور جو کچھ کواکب اور شمس اور قمر اور جو کچھ اُس کے پول میں ہوا وغیرہ موجود ہے یہ سب انسان کے لئے جسمانی خدمات میں لگے ہوئے ہیں اور طرح طرح کے جسمانی نقصانوں اور حرجوں اور تکلیفوں اور تنگیوں سے بچاتے ہیں اور اُس کے جسم اور جسمانی قویٰ کے کلّ ما یحتاج کو طیار کرتے ہیں خاص کررات کے وقت جو ستارے پیدا ہوتے ہیں جنگلوں اور بیابانوں میں چلنے والے اور سمندروں کی سَیر کرنے والے اُن چمکدار ستاروں سے بڑا ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اور اندھیری رات کے وقت میں ہر یک **نجم ثاقب** رہنمائی کرکے جان کی حفاظت کرتا ہے اور اگر یہ محافظ نہ ہوں جو اپنے اپنے وقت میں شرط حفاظت بجالا رہے ہیں تو انسان ایک طرفۃ العین کے لئے بھی زندہ نہ رہ سکے سوچ کر جواب دینا چاہیئے کہ کیا ہم بغیر اُن تمام محافظوں

[1] المجادلۃ:۲۳

﴿۱۰۱﴾

روشنی اُس پر ڈالتی رہتی ہے اِسی طرح اِس نئی زندگی کی روح القدس بھی اندر آباد ہو جائے اور دل پر ہر وقت اور ہر لحظہ اپنی روشنی ڈالتی رہے اور جیسے جسم جان کے ساتھ ہر وقت زندہ ہے دل اور تمام روحانی قویٰ روح القدس کے ساتھ زندہ ہوں اِسی وجہ سے خداتعالیٰ نے بعد بیان کرنے اِس بات کے کہ ہم نے اُن کے دلوں میں ایمان کو لکھ دیا یہ بھی بیان فرمایا کہ روح القدس سے ہم نے اِن کو تائید دی کیونکہ جبکہ ایمان دلوں میں لکھا گیا اور فطرتی حروف میں داخل ہوگیا تو ایک نئی پیدائش انسان کو حاصل ہوگئی اور یہ نئی پیدائش بجز تائید روح القدس کے ہرگز نہیں مل سکتی۔ رُوح القدس کا نام اِسی لئے روح القدس ہے کہ اُس کے داخل ہونے سے ایک پاک روح انسان کو مل جاتی ہے۔

روح القدس کے کاموں کا بیان

بقیہ حاشیہ

کے کہ کوئی ہمارے لئے حرارت مطلوبہ طیار رکھتا ہے اور کوئی اناج اور پھل پکاتا ہے اور کوئی ہمارے پینے کے لئے پانیوں کو برساتا ہے اور کوئی ہمیں روشنی بخشتا ہے اور کوئی ہمارے تنفس کے سلسلہ کو قائم رکھتا ہے اور کوئی ہماری قوت شنوائی کو مدد دیتا ہے اور کوئی ہماری حرارت غریزی پر صحت کا اثر ڈالتا ہے زندہ رہ سکتے ہیں۔ اب اِسی سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ جس خداوند کریم وحکیم نے یہ ہزار ہا اجرام سماوی وعناصر وغیرہ ہمارے اجسام کی درستی اور قائمی کے لئے پیدا کئے اور دن رات بلکہ ہر دم اُن کو خدمت میں لگا دیا ہے کیا وہ ہماری روحانی حفاظت کے انتظام سے غافل رہ سکتا تھا۔ اور کیونکر ہم اُس کریم ورحیم کی نسبت ظن کر سکتے ہیں کہ ہمارے جسم کی حفاظت کے لئے تو اُس نے اِس قدر سامان پیدا کر دیا کہ ایک جہان ہمارے لئے خادم بنا دیا لیکن ہماری روحانی حفاظت کے لئے کچھ بندوبست نہ فرمایا۔

خدا تعالیٰ کے جسمانی اور روحانی انتظام کا بیان

اب اگر ہم انصاف سے سوچنے والے ہوں تو اِسی سے ایک محکم دلیل مل سکتی ہے

﴿۱۰۲﴾

روح القدس ہمیشہ کے لئے مومنوں کو ملتا ہے اس پر شہادت دینے والی بخاری کی حدیث

قرآن کریم روحانی حیات کے ذکر سے بھرا پڑا ہے اور جا بجا کامل مومنوں کا نام احیاء یعنی زندے اور کُفار کا نام اموات یعنی مُردے رکھتا ہے۔ یہ اِسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ کامل مومنوں کو روح القدس کے دخول سے ایک جان مل جاتی ہے اور کُفار گو جسمانی طور پر حیات رکھتے ہیں مگر اُس حیات سے بے نصیب ہیں جو دل اور دماغ کو ایمانی زندگی بخشتی ہے۔

اِس جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اِس آیت کریمہ کی تائید میں احادیث نبویہ میں جا بجا بہت کچھ ذکر ہے اور **بخاری** میں ایک حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ہے اور وہ یہ ہے۔ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وضع لحسان ابن ثابت منبرا فی المسجد فکان ینافح عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ

حاشیہ

کہ بیشک روحانی حفاظت کے لئے بھی حکیم مطلق نے کوئی ایسا انتظام مقرر کیا ہوگا کہ جو جسمانی انتظام سے مشابہ ہوگا سو وہ ملایک کا حفاظت کے لئے مقرر کرنا ہے۔

سو اِسی غرض سے خدا تعالیٰ نے یہ قسم آسمان اور ستاروں کی کھائی تا ملایک کی حفاظت کے مسئلہ کو جو ایک مخفی اور نظری مسئلہ ہے نجوم وغیرہ کی حفاظت کے انتظام سے جو ایک بدیہی امر ہے بخوبی کھول دیوے اور ملایک کے وجود کے ماننے کے لئے غور کرنے والوں کے آگے اپنے ظاہر انتظام کو رکھ دیوے جو جسمانی انتظام ہے تا عقلِ سلیم جسمانی انتظام کو دیکھ کر اُسی نمونہ پر روحانی انتظام کو بھی سمجھ لیوے۔

سورہ والنجم کی چند آیات کی تفسیر

دوسری قسم جو بطور نمونہ کے ذیل میں لکھی جاتی ہے یہ ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ـ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ـ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ـ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ـ

و سلم فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اللّٰھم ایّد حسان بروح القدس کما نافح عن نبیّک ۔یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسّان بن ثابت کے لئے مسجد میں منبر رکھا اور حسّان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفار سے جھگڑتا تھا اور اُن کی ہجو کا مدح کے ساتھ جواب دیتا تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسّان کے حق میں دعا کی اور فرمایا کہ یا الٰہی حسّان کو روح القدس کے ساتھ یعنی جبرائیل کے ساتھ مدد کر اور ابو داؤد نے بھی ابن سیرین سے اور ایسا ہی ترمذی نے بھی یہ حدیث لکھی ہے اور اُس کو حسن صحیح کہا ہے۔ اور بخاری اور مسلم میں بطول الفاظ یہ حدیث بھی موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسّان کو کہا **اجب عنّی اللّٰھم ایّدہ بروح القدس** ۔یعنی میری طرف سے (اے حسّان) کفار کو جواب دے یا الٰہی اس کی روح القدس سے مدد فرما۔ ایسا ہی حسّان کے حق میں ایک یہ بھی حدیث ہے

بقیہ حاشیہ

عَلَّمَہٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی۔ذُوۡمِرَّۃٍ ؕ فَاسۡتَوٰی۔ وَھُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی[1] الجزو نمبر ۲۷ سُورۃ النجم ۔یعنی قسم ہے تارے کی جب طلوع کرے یا گرے کہ تمہارا صاحب بے راہ نہیں ہوا اور نہ بہک گیا اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا بلکہ اُس کی ہر یک کلام تو وحی ہے جو نازل ہو رہی ہے جس کو سخت قوت والے یعنی جبرائیل نے سکھلایا ہے وہ صاحبِ قوت اس کو پورے طور پر نظر آیا اور وہ کنارہ بلند پر تھا۔

اِس قسم کے کھانے سے مُدعا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا امر کہ کفّار کی نظر میں ایک نظری امر ہے ان کے ان مسلّمات کی رُو سے ثابت کر کے دکھلایا جاوے جو اُن کی نظر میں بدیہی کا حکم رکھتے تھے۔

اب جاننا چاہیئے کہ عرب کے لوگ بوجہ ان خیالات کے جو کاہنوں کے ذریعہ سے

﴿۱۰۳﴾

حسان بن ثابت کے لئے تائید روح القدس کے بارے میں بعینہٖ وہ الفاظ استعمال کئے گئے جو قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کی نسبت استعمال کئے گئے ہیں اور یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ اس مقام میں ان الفاظ کے یہی معنے ہوں کہ روح القدس دائمی طور پر حضرت عیسیٰ کو دیا گیا تھا اور ایک طرفۃ العین ان سے جدا نہیں ہوتا تھا لہٰذا بوجہ اتحاد الفاظ اس جگہ بھی وہی معنے ہونے چاہیئے۔

[1] النجم: ۲ تا ۸

﴿۱۰۴﴾

ھَاجھم وجبرائیل معک یعنی اے حسّان کفار کی بدگوئی کا بدگوئی کے ساتھ جواب دے اور جبرائیل تیرے ساتھ ہے۔

اب ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حضرت جبرائیل حسّان کے ساتھ رہتے تھے اور ہر دم اُن کے رفیق تھے اور ایسا ہی یہ آیت کریمہ بھی کہ اَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ[1] صاف اور کُھلے کُھلے طور پر بتلا رہی ہے کہ روح القدس مومنوں کے ساتھ رہتا تھا۔ کیونکہ اِسی قسم کی آیت جو حضرت عیسیٰ کے حق میں آئی ہے یعنی وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ[2] اس کی تفسیر میں تمام مفسرین اِس بات پر متفق ہیں کہ روح القدس ہر وقت قرین اور رفیق حضرت عیسیٰ کا تھا اور ایک دم بھی اُن سے جدا نہیں ہوتا تھا دیکھو تفسیر حسینی تفسیر مظہری تفسیر عزیزی معالم ابن کثیر وغیرہ اور مولوی صدیق حسن فتح البیان میں اِس آیت کی تفسیر میں یہ عبارت لکھتے ہیں **و کان جبرائیل یسیر مع عیسٰی حیث سار فلم یفارقہ**

علماء اسلام کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ روح القدس ہر دم اور ہر وقت رہتا تھا

بقیہ حاشیہ

اُن میں پھیل گئے تھے نہایت شدید اعتقاد سے ان باتوں کو مانتے تھے کہ جس وقت کثرت سے ستارے یعنی شہب گرتے ہیں تو کوئی بڑا عظیم الشان انسان پیدا ہوتا ہے خاص کر اُن کے کاہن جو ارواح خبیثہ سے کچھ تعلّق پیدا کر لیتے تھے اور اخبار غیبیہ بتلایا کرتے تھے اُن کا تو گویا پختہ اور یقینی عقیدہ تھا کہ کثرت شہب یعنی تاروں کا معمولی اندازہ سے بہت زیادہ ٹوٹنا اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی نبی دنیا میں پیدا ہونے والا ہے اور ایسا اتفاق ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت حد سے زیادہ سقوط شہب ہوا جیسا کہ سورۃ الجن میں خدا تعالیٰ نے اس واقعہ کی شہادت دی ہے اور حکایتًا عن الجنّات فرماتا ہے۔

وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ

[1] المجادلۃ:۲۳ [2] البقرۃ:۸۸

﴿۱۰۵﴾

حتّٰی صعد به الی السّماءِ ۔یعنی جبرائیل ہمیشہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ ہی رہتا تھا ایک طرفۃ العین بھی اُن سے جدا نہیں ہوتا تھا یہاں تک کہ ان کے ساتھ ہی آسمان پر گیا۔ **اِس جگہ دو باتیں نہایت قابلِ افسوس** ناظرین کی توجہ کے لائق ہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ اِن مولویوں کا تو یہ اعتقاد تھا کہ جبرائیل وحی لے کر آسمان سے نبیوں پر وقتاً فوقتاً نازل ہوتا تھا اور تبلیغ وحی کر کے پھر بلا توقف آسمان پر چلا جاتا تھا۔ اب مخالف اِس عقیدہ کے حضرت عیسیٰ کی نسبت ایک نیا عقیدہ تراشا گیا اور وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ کی وحی کے لئے جبرائیل آسمان پر نہیں جاتا تھا بلکہ وحی خودبخود آسمان سے گر پڑتی تھی اور جبرائیل ایک طرفۃ العین کے لئے بھی حضرت عیسیٰ سے جدا نہیں ہوتا تھا اُسی دن آسمان کا منہ جبرائیل نے بھی دیکھا جب حضرت عیسیٰ آسمان پر تشریف لے گئے

حال کے مولویوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ تینتیس برس تک برابر دن رات جبرائیل رہا کبھی اس عرصہ میں اُن سے جدا نہیں ہوا اور کہتے ہیں کہ یہی وجہ فضیلت حضرت عیسیٰ کی ہے اور کوئی نبی اس میں شریک نہیں یہاں تک کہ ہمارے نبی صلعم بھی اس فضیلت سے نعوذ باللہ محروم ہیں۔

حاشیہ در حاشیہ

شِهَابًا رَّصَدًا۔[1] سورۃ الجن الجزو نمبر ۲۹۔ یعنی ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اُس کو چوکیداروں سے یعنی فرشتوں سے اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا اور ہم پہلے اِس سے امور غیبیہ کے سننے کے لئے آسمان میں گھات میں بیٹھا کرتے تھے اور اب جب ہم سننا چاہتے ہیں تو گھات میں ایک شعلے کو پاتے ہیں جو ہم پر گرتا ہے۔ ان آیات کی تائید میں کثرت سے احادیث پائی جاتی ہیں۔ بخاری مسلم ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ وغیرہ سب اِس قسم کی حدیثیں اپنی تالیفات میں لائے ہیں کہ شہب کا گرنا شیاطین کے رد کرنے کے لئے ہوتا ہے اور امام احمد ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ شہب جاہلیت کے زمانہ میں بھی گرتے تھے لیکن ان کی کثرت اور غلظت بعثت کے وقت میں ہوئی چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جب کثرت سے شہب گرے تو اہلِ طائف بہت ہی ڈر گئے اور کہنے لگے کہ شاید آسمان کے لوگوں میں تہلکہ پڑ گیا

آنحضرت صلعم کی بعثت کے سال میں شہب کثرت سے گرے تھے۔

[1] الجن:۹،۱۰

ورنہ پہلے اِس سے تینتیس برس تک برابر دن رات زمین پر رہے اور ایک دم کے لئے بھی حضرت عیسیٰ سے جدا نہیں ہوئے اور برابر تینتیس برس تک اپنا وہ آسمانی مکان جو ہزار کوس کے طول وعرض سے کچھ کم نہیں ویران سُنسان چھوڑ دیا حالانکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ایک دم کے لئے بھی آسمان بقدر بالشت بھی فرشتوں سے خالی نہیں رہتا۔ اور تینتیس برس تک جو حضرت عیسیٰ کو وحی پہنچاتے رہے اس کی طرز بھی سب انبیاء سے نرالی نکلی کیونکہ **بخاری** نے اپنی صحیح میں اور ایسا ہی **ابوداؤد** اور **ترمذی** اور **ابن ماجہ** نے اور ایسا ہی **مسلم** نے بھی اِس پر اتفاق کیا ہے کہ نزول جبرائیل کا وحی کے ساتھ انبیاء پر وقتاً فوقتاً آسمان سے ہوتا ہے (یعنی وہ تجلی جس کی ہم تصریح کر آئے ہیں) اور اس کی تائید میں **ابن جریر** اور **ابن کثیر** نے یہ حدیث بھی لکھی ہے۔
عن النواس بن سمعان رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللّٰہ

حال کے علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح کی روح کی طرح تمام انبیاء کی وحی سے نازل ہے

بقیہ حاشیہ

تب ایک نے اُن میں سے کہا کہ ستاروں کی قرارگاہوں کو دیکھو اگر وہ اپنے محل اور موقعہ سے ٹل گئے ہیں تو آسمان کے لوگوں پر کوئی تباہی آئی ورنہ یہ نشان جو آسمان پر ظاہر ہوا ہے ابن ابی کبشہ کی وجہ سے ہے (وہ لوگ شرارت کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن ابی کبشہ کہتے تھے) غرض عرب کے لوگوں کے دلوں میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ جب کوئی نبی دنیا میں آتا ہے یا کوئی اور عظیم الشان آدمی پیدا ہوتا ہے تو کثرت سے تارے ٹوٹتے ہیں۔ اِسی وجہ سے بمناسبت خیالات عرب کے شہب کے گرنے کی خدائے تعالیٰ نے قسم کھائی جس کا مدعا یہ ہے کہ تم لوگ خود تسلیم کرتے ہو اور تمہارے کاہن اِس بات کو مانتے ہیں کہ جب کثرت سے شہب گرتے ہیں تو کوئی نبی یا مُلہم من اللہ پیدا ہوتا ہے تو پھر انکار کی کیا وجہ ہے۔ چونکہ شہب کا کثرت سے گرنا عرب کے کاہنوں کی نظر میں اِس بات کے ثبوت کے لئے ایک بدیہی امر تھا

عرب کے کاہنوں کے دلوں میں بھی یہی بسا ہوا تھا کہ شہب جب کثرت سے ٹوٹتے ہیں تو کوئی نبی پیدا ہوتا ہے اور اُن کا یہ ذاتی تجربہ تھا کہ شہب کی کثرت تساقط کے بعد اُن کو شیاطین خبریں کم ملتی ہیں۔

﴿۱۰۷﴾

وحی انبیاء پر کس طور سے نازل ہوتی ہے

صلّی اللّٰہ علیہ وسلم اذا اراد اللّٰہ تبارک و تعالٰی اَن یوحی بامرہ تکلّم بالوحی فاذا تکلم اخذت السمٰوات منہ رجفة او قال رعدة شدیدة من خوف اللّٰہ تعالٰی فاذا سمع بذٰلک اھل السمٰوات صعقوا و خروا للّٰہ سجّدا فیکون اوّل من یرفع راسہ جبرائیل علیہ الصلٰوة والسّلام فکلمہ اللّٰہ من وحیہ بما اراد فیمضی بہ جبرائیل علیہ الصّلٰوة والسّلام علی الملائکة کلھا من سماءٍ الٰی سماءٍ یسئلہ ملا ئکتھا ماذا قال ربنا یا جبرئیل فیقول علیہ السلام قال الحق و ھو العلی الکبیر فیقولون کلھم مثل ما قال جبرائیل فینتھی جبرائیل بالوحي الٰی حیث امرہ اللّٰہ تعالٰی من السّماء والارض۔ یعنی نواس بن سمعان سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس وقت خدا تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ وہ کوئی امر وحی اپنی طرف سے نازل کرے تو بطور وحی متکلّم ہوتا ہے یعنی ایسا کلام کرتا ہے جو ابھی اجمال پر مشتمل ہوتا ہے اور ایک چادر پوشیدگی

کاہنوں کے لئے اس بات کا سمجھنا کچھ مشکل نہ تھا کہ کثرت سقوط شہب کسی نبی اللہ کے ظہور پر دلالت ہے کیونکہ اُن کے شیاطین کثرت شہب کے ایام میں آسمانی اخبار سے بکلی محروم رہتے تھے۔

بقیہ حاشیہ

کہ کوئی نبی اور ملہم من اللہ پیدا ہوتا ہے اور عرب کے لوگ کاہنوں کے ایسے تابع تھے جیسا کہ ایک مرید مرشد کا تابع ہوتا ہے اِس لئے خدا تعالیٰ نے وہی بدیہی امر اُن کے سامنے قسم کے پیرایہ میں پیش کیا تا اُن کو اِس سچائی کی طرف توجہ پیدا ہو کہ یہ کاروبار خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے انسان کا ساختہ پرداختہ نہیں۔

اس سوال کا جواب کہ شہب تو ہمیشہ گرتے رہتے ہیں مگر اُن کے گرنے سے ہمیشہ کوئی نبی ظاہر نہیں ہوتے۔

اگر یہ **سوال** پیش ہو کہ شہب کا گرنا اگر کسی نبی یا ملہم یا محدّث کے مبعوث ہونے پر دلیل ہے تو پھر کیا وجہ کہ اکثر ہمیشہ شہب گرتے ہیں مگر اُن کے گرنے سے کوئی نبی یا محدّث دنیا میں نزول فرما نہیں ہوتا تو **اس کا جواب یہ ہے** کہ حکم کثرت پر ہے اور کچھ شک نہیں کہ جس زمانہ میں یہ واقعات کثرت سے ہوں اور خارق عادت طور پر اُن کی کثرت پائی جائے تو کوئی مرد خدا دنیا میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اصلاح خلق اللہ کے لئے آتا ہے کبھی یہ واقعات ارہاص کے طور پر اُس کے وجود سے

﴿۱۰۸﴾

کی اُس پر ہوتی ہے تب اُس محجوب المفہوم کلام سے ایک لرزہ آسمانوں پر پڑ جاتا ہے۔ جس سے وہ ہولناک کلام تمام آسمانوں میں پھر جاتا ہے اور کوئی نہیں سمجھتا کہ اِس کے کیا معنی ہیں اور خوفِ الٰہی سے ہر یک فرشتہ کانپنے لگتا ہے کہ خدا جانے کیا ہونے والا ہے اور اُس ہولناک آواز کو سن کر ہر یک فرشتہ پر غشی طاری ہو جاتی ہے اور وہ سجدہ میں گر جاتے ہیں۔ پھر سب سے پہلے جبرائیل علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سجدہ سے سر اٹھاتا ہے اور خدا تعالیٰ اِس وحی کی تمام تفصیلات اُس کو سمجھا دیتا ہے اور اپنی مراد اور منشاء سے مطلع کر دیتا ہے تب جبرائیل اُس وحی کو لے کر تمام فرشتوں کے پاس جاتا ہے جو مختلف آسمانوں میں ہیں اور ہر یک فرشتہ اُس سے پوچھتا ہے کہ یہ آواز ہولناک کیسی تھی اور اِس سے کیا مراد تھی تب جبرائیل اُن کو یہ جواب دیتا ہے کہ یہ ایک امر حق ہے اور خدا تعالیٰ بلند اور نہایت بزرگ ہے یعنی یہ وحی اُن حقائق میں سے ہے جن کا ظاہر کرنا اُس **اَلْعَلِیُّ الْکَبِیْر** نے

وحی کس طور سے پیدا ہوتی ہے اور پھر کیونکر انبیاء پر نازل ہوتی ہے

چند سال پہلے ظہور میں آجاتے ہیں اور کبھی عین ظہور کے وقت جلوہ نما ہوتے ہیں اور کبھی اُس کی کسی اعلیٰ فتحیابی کے وقت یہ خوشی کی روشنی آسمان پر ہوتی ہے۔

ابنِ کثیر نے اپنی تفسیر میں سدی سے روایت کی ہے کہ شہب کا کثرت سے گرنا کسی نبی کے آنے پر دلالت کرتا ہے یا دین کے غلبہ کی بشارت دیتا ہے مگر جو کچھ اشارات نص قرآن کریم سے سمجھا جاتا ہے وہ ایک مفہوم عام ہے جس سے صاف اور صریح طور پر مستنبط ہوتا ہے کہ جب کوئی نبی یا وارث نبی زمین پر مامور ہو کر آوے یا آنے پر ہو یا اُس کے ارہاصات ظاہر ہونے والے ہوں یا کوئی بڑی فتحیابی قریب الوقوع ہو تو ان تمام صورتوں میں ایسے ایسے آثار آسمان پر ظاہر ہوتے ہیں اور اس سے انکار کرنا نادانی ہے کیونکہ عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا۔ بعض مصلح اور مجدّد دین دنیا میں ایسے آتے ہیں کہ عام طور پر دُنیا کو اُن کی بھی خبر نہیں ہوتی۔

حاشیہ در حاشیہ

قرآن کریم سے شہب کی نسبت کیا مستنبط ہوتا ہے

﴿۱۰۹﴾

قرینِ مصلحت سمجھا ہے تب وہ سب اُس کے ہم کلام ہو جاتے ہیں۔ پھر جبرائیل اس وحی کو اس جگہ پہنچا دیتا ہے جس جگہ پہنچانے کے لئے اُس کو حکم تھا خواہ آسمان یا زمین۔

اب اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نزول وحی کے وقت جبرائیل آسمان پر ہی ہوتا ہے اور پھر جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اُس کی آواز میں قوت اور قدرت بخشی ہے اپنے محل میں اُس وحی کو پہنچا دیتا ہے۔ اِس صورت میں یہ عقیدہ رکھنا کہ گویا جبرائیل اپنے اصلی وجود کے ساتھ آسمانوں سے ہجرت کر کے حضرت عیسیٰ کے پاس آ گیا تھا اور تینتیس برس برابر اُن کے پاس رہا اور وہ تمام خدمات جو آسمانوں پر اُس کے سپرد تھیں جن کا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں وہ تینتیس برس تک معرض التوا میں رہیں کیسا باطل عقیدہ ہے جس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ وحی بغیر توسط جبرائیل کے خود بخود زمین پر نازل ہوتی تھی اور زمین پر ہی وہ وحی جبرائیل کو مِل جاتی تھی۔

اس عقیدہ کے بطلان کا بیان کہ جبرائیل نے اپنے اصلی وجود کے ساتھ آسمانوں کو چھوڑ کر حضرت مسیح کے پاس ہر وقت رہائش اختیار کر لی تھی۔

حکایت

اپنی سرگزشت کی نسبت ایک حکایت

مجھ کو یاد ہے کہ ابتدائے وقت میں جب مَیں مامور کیا گیا تو مجھے یہ الہام ہوا کہ جو براہین کے صفحہ ۲۳۸ میں مندرج ہے یا احمد بارک اللہ فیک ما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمٰی. الرحمٰن علّم القرآن. لتنذر قومًا ما انذر آباء ھم و لتستبین سبیل المجرمین. قُل انی امرت و انا اوّل المؤمنین۔ یعنی اے احمد خدا نے تجھ میں برکت رکھ دی اور جو تو نے چلایا یہ تُو نے نہیں چلایا بلکہ خدا نے چلایا اُس نے تجھے علم قرآن کا دیا تا تُو ان کو ڈراوے جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے۔ اور تا مجرموں کی راہ کُھل جائے یعنی سعید لوگ الگ ہو جائیں اور شرارت پیشہ اور سرکش آدمی الگ ہو جائیں اور لوگوں کو کہہ دے کہ مَیں مامور ہو کر آیا ہوں اور مَیں

الہام

﴿۱۱۰﴾

حال کے مولوی جس طور سے آنحضرت صلعم کی توہین کر رہے ہیں اس طور اور طریق کا بیان۔

دُوسری بات ناظرین کی **توجہ کے لائق یہ ہے** کہ اِن مولویوں نے بات بات میں حضرت عیسیٰ کو بڑھایا اور ہمارے سیّد و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی۔ غضب کی بات ہے کہ اِن کا عقیدہ حضرت مسیح کی نسبت تو یہ ہو کہ کبھی روح القدس اُن سے جدا نہیں ہوتا تھا اور مسِ شیطان سے وہ بری تھے اور یہ دونوں باتیں انہیں کی خصوصیت تھی لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اِن کا یہ اعتقاد ہو کہ نہ روح القدس ہمیشہ اور ہر وقت اُن کے پاس رہا اور نہ وہ نعوذ باللہ نقلِ کفر کفر نباشد مسِ شیطان سے بری تھے۔ باوجود اِن باتوں کے یہ لوگ مسلمان کہلاویں اِن کی نظر میں ہمارے سیّد و مولیٰ **محمد صلی اللہ علیہ وسلم** مُردہ مگر حضرت عیسیٰ اب تک زندہ۔ اور عیسیٰؑ کے لئے رُوح القدس دائمی رفیق مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ اس نعمت سے بے بہرہ اور حضرت عیسیٰ مسِ شیطان سے محفوظ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ نہیں

۲۸ر نومبر ۱۸۸۵ء کی کثرتِ شہب کا حال

حاشیہ

اوّل المومنین ہوں۔ ان الہامات کے بعد کئی طور کے نشان ظاہر ہونے شروع ہوئے چنانچہ منجملہ ان کے ایک یہ کہ **۲۸ر نومبر ۱۸۸۵ء** کی رات کو یعنی اس رات کو جو ۲۸ر نومبر ۱۸۸۵ء کے دن سے پہلے آئی ہے اِس قدرت شہب کا **تماشا آسمان پر تھا** جو مَیں نے اپنی تمام عمر میں اس کی نظیر کبھی نہیں دیکھی اور آسمان کی فضا میں اس قدر ہزارہا شعلے ہر طرف چل رہے تھے جو اس رنگ کا دنیا میں کوئی بھی نمونہ نہیں تا مَیں اس کو بیان کر سکوں مجھ کو یاد ہے کہ اُس وقت یہ الہام بکثرت ہوا تھا کہ **ما رمیت اذ رمیت ولٰکن اللّٰہ رمٰی**۔ سو اُس رمی کو رمی شہب سے بہت مناسبت تھی۔ یہ **شہب ثاقبہ** کا تماشہ جو ۲۸ر نومبر ۱۸۸۵ء کی رات کو ایسا وسیع طور پر ہوا جو یورپ اور امریکہ اور ایشیا کے عام اخباروں میں بڑی حیرت کے ساتھ چھپ گیا لوگ خیال کرتے ہوں گے کہ یہ بے فائدہ تھا۔ لیکن خداوند کریم

جن لوگوں کے یہ عقائد ہوں اُن کے ہاتھ سے جس قدر دین اسلام کو اس زمانہ میں نقصان پہنچ رہا ہے کون اِس کا اندازہ کرسکتا ہے یہ لوگ چھپے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں چاہیئے کہ ہر یک مسلمان اور سچا عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پرہیز کرے سلف صالح کو سراسر شرارت کی راہ سے اپنے اقوال مردودہ کے ساتھ شامل کرنا چاہتے ہیں حالانکہ اپنی نابینائی کی وجہ سے سلف صالح کے اقوال کو سمجھ نہیں سکتے اور نہ احادیث نبویہ کی اصل حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں صرف دھوکہ دینے کی راہ سے کہتے ہیں کہ اگر ہمارا یہ حال ہے تو یہی عقیدہ سلف صالح کا ہے۔

اے نادانو! یہ سلف صالح کا ہرگز طریقہ نہیں۔ اگر صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے کہ کبھی یا مُدتوں تک آپ سے روح القدس جدا بھی ہو جاتا تھا تو وہ ہرگز ہر یک وقت اور ہر یک زمانہ کی احادیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

﴿۱۱۱﴾

سلف صالح کا ہرگز یہ اعتقاد نہ تھا کہ جو حال کے مولوی میاں نذیر اور بٹالوی وغیرہ آنحضرت صلعم کی نسبت رکھتے ہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین لازم آتی ہے۔

بقیہ حاشیہ

جانتا ہے کہ سب سے زیادہ غور سے اس تماشا کے دیکھنے والا اور پھر اُس سے حظّ اور لذت اٹھانے والا مَیں ہی تھا۔ میری آنکھیں بہت دیر تک اِس تماشا کے دیکھنے کی طرف لگی رہیں اور وہ سلسلہ رمی شہب کا شام سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ جس کو مَیں صرف الہامی بشارتوں کی وجہ سے بڑے سرور کے ساتھ دیکھتا رہا کیونکہ میرے دل میں الہامًا ڈالا گیا تھا کہ یہ تیرے لئے نشان ظاہر ہوا ہے۔

اور پھر اس کے بعد یورپ کے لوگوں کو وہ **ستارہ دکھائی دیا جو حضرت مسیح** کے ظہور کے وقت میں نکلا تھا میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ ستارہ بھی تیری صداقت کے لئے ایک دوسرا نشان ہے۔

اِس جگہ اگر یہ اعتراض پیش کیا جاوے کہ علم حکمت کے محققوں کی تحقیقات قدیمہ وجدیدہ کی رو سے شہب وغیرہ کا پیدا ہونا اور اسباب سے بیان کیا گیا ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ علم حکمت کے محققوں نے شہب ثاقبہ وغیرہ کے پیدا ہونے کی اور وجوہ لکھی ہیں

﴿۱۱۲﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کبھی صحابہ کا یہ اعتقاد نہیں ہوا کہ روح القدس آپ سے جدا بھی ہو جاتا تھا اگر صحابہ یہ اعتقاد رکھتے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک قول و فعل کو حجت دین نہ ٹھہراتے۔

یونانیوں کی تحقیق کی رُو سے شہب ثاقب کی کیفیت

اخذ نہ کرتے ان کی نظر تو اِس آیت پر تھی **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى**۔[1] اگر صحابہ تمہاری طرح مسِ شیطان کا اعتقاد رکھتے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو **سیّد المعصومین** کیوں قرار دیتے خدا تعالیٰ سے ڈرو کیوں افترا پر کمر باندھی ہے۔

مصطفٰے را چوں فروتر شد مقام	از مسیحِ ناصری اے طفلِ خام
آنکہ دستِ پاک او دستِ خداست	چوں تواں گفتن کہ از روحش جداست
آنکہ ہر کردار و قولش دینِ ماست	یکدم از جبریل بُعدش چوں رواست
بر امامِ انبیاء ایں افترا	چوں نمے ترسید از قہرِ خدا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت صحابہ کا بلا شبہ یہ اعتقاد تھا کہ آنجناب کا کوئی فعل اور کوئی قول وحی کی آمیزش سے خالی نہیں گو وہ وحی مجمل ہو یا مفصل۔ خفی ہو یا جلی۔ بیّن ہو

حاشیہ

جو اِن امور سے بیان کئے گئے ہیں کچھ بھی تعلق نہیں رکھتے۔ چنانچہ **شرح اشارات** میں جہاں **کائنات الجوّ** کے اسباب اور علل لکھے ہیں صرف اسی قدر حدوث شہب کا سبب لکھا ہے کہ جب دخان حیّز نار میں پہنچتا ہے اور اس میں کچھ دہنیت اور لطافت ہوتی ہے تو بباعث آگ کی تاثیر کے یک دفعہ بھڑک اٹھتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھڑکنے کے ساتھ ہی بُجھ گیا مگر اصل میں وہ بُجھتا نہیں۔ بات یہ ہے کہ دُخان کی دونوں طرفوں میں سے پہلے ایک طرف بھڑک اٹھتی ہے جو اوپر کی طرف ہے پھر وہ اشتعال دوسری طرف میں جاتا ہے اور اُس حرکت کے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اُس اشتعال کا ایک خط مُمتد ہے اور اِسی کا نام **شہاب** ہے جو دخان کے خط مُمتد میں طرف اسفل کے قریب پیدا ہوتا ہے اور پھر جب اجزاء ارضیہ اُس دخان کی آتش خالص کی طرف مستحیل ہو جاتی ہیں تو بوجہ پیدا ہو جانے بساطت کے

[1] النجم:۴۔۵

یا مُشتبہ یہاں تک کہ جو کچھ آنحضرت صلعم کے خاص معاملات و مکالمات خلوت اور سرّ میں بیویوں سے تھے یا جس قدر اکل اور شرب اور لباس کے متعلق اور معاشرت کی ضروریات میں روزمرہ کے خانگی امور تھے سب اسی خیال سے احادیث میں داخل کئے گئے کہ وہ تمام کام اور کلام روح القدس کی روشنی سے ہیں چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے اور امام احمد بچند وسائط عبداللہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ نے کہا کہ مَیں جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا لکھ لیتا تھا تا مَیں اُس کو حفظ کرلوں۔ پس بعض نے مجھ کو منع کیا کہ ایسا مت کر کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں کبھی غضب سے بھی کلام کرتے ہیں تو مَیں یہ بات سن کر لکھنے سے دستکش ہوگیا۔ اور اس بات کا رسول اللہ صلعم کے پاس ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اُس ذات کی مجھ کو قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جو مجھ سے صادر ہوتا ہے خواہ قول ہو یا فعل وہ سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اگر یہ کہا

جناب رسالت مآب رسول اللہ صلعم کے تمام کام اور کلام یہاں تک کہ کیا کھاتے اور کیونکر کھاتے اور کیا پیتے اور کیونکر پیتے اور بیویوں کے فرائض اور حقوق کیونکر ادا کرتے تھے ایسا ہی معاشرت کی تمام باتیں صحابہؓ اس نیت سے یاد رکھتے تھے اور حفظ کر لیتے تھے کہ یہ سب وحی ہے اور آنحضرت صلعم نے بھی یہی ارشاد فرمایا تھا۔

بقیہ حاشیہ

وہ عنصر نار نظر نہیں آتا اور دیکھنے والے کو یہ گمان گذرتا ہے کہ گویا وہ بُجھ گیا ہے حالانکہ دراصل وہ بُجھا نہیں ہے اور یہ صورت اُس وقت پیدا ہوتی ہے کہ جب دُخان لطیف ہو لیکن اگر غلیظ ہو تو اشتعال اُس آگ کا کئی دنوں اور برسوں تک رہتا ہے اور طرح طرح کی شکلوں میں وہ روشنی جو ستارہ کے رنگ پر ہے آسمان کے جوّ میں نظر آتی ہے کبھی ایسا دکھائی دیتا ہے کہ گویا **دُمدار ستارہ** ہے اور کبھی وہ دُم زلف کی شکل پر نظر آتی ہے کبھی وہ **ناری ہیکل** نیزہ کی صورت میں نمودار ہوتی ہے اور کبھی ایک حیوان کی طرح جو کئی سِینگ رکھتا ہے اور کبھی یہ ناری ہیکل بصور مختلفہ ایک برس تک یا کئی برسوں تک دکھائی دیتی ہے اور کبھی یہ ناری ہیکل ٹکڑے ٹکڑے ہو کر **شہب ثاقبہ** کی صورت میں آجاتی ہے اور کبھی شہب ثاقبہ اس ناری ہیکل کی شکل قبول کر لیتے ہیں جب یہ ناری ہیکل قطب شمالی کے عین کنارہ پر نظر آتی ہے تو بسا اوقات بہ نسبت اور اطراف کے بہت دیر تک رہتی ہے اور اگر مدت دراز تک

﴿۱۱۴﴾

آنحضرتؐ کی اجتہادی غلطی بھی وحی الٰہی کے ایک رنگ سے رنگین تھی اور اس اجتہادی غلطی میں بھی آنحضرت صلعم خدا تعالیٰ کے خاص تصرف اور خاص طور کے جذب میں مستغرق ہوتے تھے۔

جائے کہ انہیں احادیث کی کتابوں میں بعض امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجتہادی غلطی کا بھی ذکر ہے اگر کل قول و فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وحی سے تھا تو پھر وہ غلطی کیوں ہوئی گو آنحضرت اس پر قائم نہیں رکھے گئے۔ تو اِس کا یہ جواب ہے کہ وہ اجتہادی غلطی بھی وحی کی روشنی سے دور نہیں تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے قبضہ سے ایک دم جدا نہیں ہوتے تھے پس اُس اجتہادی غلطی کی ایسی ہی مثل ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں چند دفعہ سہو واقع ہوا تا اُس سے دین کے مسائل پیدا ہوں سو اسی طرح بعض اوقات اجتہادی غلطی ہوئی تا اُس سے بھی تکمیل دین ہو۔ اور بعض باریک مسائل اُس کے ذریعہ سے پیدا ہوں اور وہ سہو بشریت بھی تمام لوگوں کی طرح سہو نہ تھا بلکہ دراصل ہمرنگ وحی تھا کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص تصرّف تھا جو نبی کے وجود پر حاوی ہو کر اُس کو کبھی ایسی طرف

بقیہ حاشیہ

موجود رہے تو اُس کی حرارت سے کئی ہولناک نتائج پیدا ہو جاتے ہیں۔

تاریخ کی رُو سے یہ بھی منقول ہے کہ حضرت مسیح کی گرفتاری کے بعد اوّل **شہب ثاقبہ** اور پھر ایک زمانہ آتش پورے ایک برس تک جوّ آسمانی میں دکھائی دیا اور آسمان پر سے ایک چیز خاکستر کی طرح برستی تھی اور دن کے نو بجے سے رات تک ایک سخت اندھیرا ہو جاتا تھا۔

فلسفی خیالات سخت بے ثبات اور بے تمکین ہیں۔

غرض **شہب** اور دُمدار ستاروں کی اصلیت میں یونانیوں کے خیالات ہیں جو اسلام کے حکماء نے لے لئے اور اپنے تجارب کو بھی ان میں ملایا لیکن حال کی نئی روشنی کی تحقیقاتوں کا اُن سے بہت کچھ اختلاف ثابت ہوتا ہے ان ظنّی علوم میں یہ بات نہایت درجہ دل توڑنے والی ہے کہ آئے دن نئے نئے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ یونان کی طبعی اور ہیئت حکمت کے کمال تک پہنچنے کے لئے ایک صراطِ مستقیم سمجھی جاتی تھی اور اب یہ زمانہ ہے کہ اُن کی اکثر تحقیقاتوں پر ہنسا جاتا ہے

مائل کر دیتا تھا جس میں خدا تعالیٰ کے بہت مصالح تھے۔ سو ہم اُس اجتہادی غلطی کو بھی وحی سے علیحدہ نہیں سمجھتے کیونکہ وہ ایک معمولی بات نہ تھی بلکہ خدا تعالیٰ اس وقت اپنے نبی کو اپنے قبضہ میں لے کر مصالح عام کے لئے ایک نور کو سہو کی صورت میں یا غلط اجتہاد کے پیرایہ میں ظاہر کر دیتا تھا اور پھر ساتھ ہی وحی اپنے جوش میں آ جاتی تھی جیسے ایک چلنے والی نہر کا ایک مصلحت کے لئے پانی روک دیں اور پھر چھوڑ دیں پس اس جگہ کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا کہ نہر سے پانی خشک ہو گیا یا اُس میں سے اٹھا لیا گیا۔ یہی حال انبیاء کی اجتہادی غلطی کا ہے کہ روح القدس تو کبھی اُن سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ مگر بعض اوقات خدا تعالیٰ بعض مصالح کے لئے انبیاء کے فہم اور ادراک کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے تب کوئی قول یا فعل سہو یا غلطی کی شکل پر اُن سے صادر ہوتا ہے اور وہ حکمت جو ارادہ کی گئی ہے ظاہر ہو جاتی ہے تب

حاشیہ

اور نہایت تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم یہ خیال نہ کریں کہ کچھ عرصہ کے بعد اس طبیعی اور ہیئت پر بھی ہنسی کرنے والے پیدا ہو جائیں گے کیونکہ گو دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس زمانہ کے طبعی اور ہیئت تجارب حسیہ مشہودہ مرئیہ کے ذریعہ سے ثابت کی گئی ہے مگر درحقیقت یہ دعویٰ نہایت درجہ کا مبالغہ ہے جس سے بعض خاص صورتوں کے مسائل یقینیہ میں اُن ہزارہا مشتبہ اور ظنّی اور غیر محقق خیالات کو خواہ نخواہ گھسیڑ دیا گیا ہے جس کا ابھی تک ہرگز ہرگز پورا پورا اور کامل طور پر کسی حکیم نے تصفیہ نہیں کیا۔

نئی روشنی کے محقق **شہب ثاقبہ** کی نسبت یہ رائے دیتے ہیں کہ وہ درحقیقت لوہے اور کوئلہ سے بنے ہوئے ہوتے ہیں جن کا وزن زیادہ سے زیادہ چند پونڈ ہوتا ہے اور دُمدار ستاروں کی مانند غول کے غول لمبے بیضوی دائرے بناتے ہوئے سورج کے اردگرد جو میں پھرتے ہیں۔ ان کی روشنی کی وجہ درحقیقت وہ حرارت ہے جو اُن کی تیزیٔ رفتار سے پیدا ہوتی ہے۔ اور دُمدار ستاروں کی نسبت اُن کا بیان ہے کہ بعض اُن میں سے کئی ہزار

یہ دعویٰ بالکل بیہودہ اور بے اصل ہے کہ حال کے طبعی اور ہیئت کے تمام مباحث اور جمیع جزئیات یقینی اور قطعی طور پر تجارب کے ذریعہ سے ثابت ہو گئے ہیں ہاں یہ سچ ہے کہ بعض مسائل تجارب کے ذریعہ سے کسی قدر صاف ہو گئے ہیں مگر ان کو ان باقی ماندہ مسائل کی طرف وہ نسبت ہے جو شاذ و نادر کو اکثر الوجود کی طرف ہوتی ہے۔

﴿۱۱۶﴾

پھر وحی کا دریا زور سے چلنے لگتا ہے اور غلطی کو درمیان سے اٹھا دیا جاتا ہے گویا اُس کا کبھی وجود نہیں تھا۔ حضرت مسیح ایک انجیر کی طرف دوڑے گئے تا اُس کا پھل کھائیں اور روح القدس ساتھ ہی تھا مگر روح القدس نے یہ اطلاع نہ دی کہ اس وقت انجیر پر کوئی پھل نہیں۔ با ایں ہمہ یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ شاذ و نادر معدوم کے حکم میں ہوتا ہے۔ پس جس حالت میں ہمارے سیّد و مولیٰ **محمد مصطفٰے** صلی اللہ علیہ وسلم کے دس۱۰ لاکھ کے قریب قول و فعل میں سراسر **خدائی کا ہی جلوہ نظر آتا ہے** اور ہر بات میں حرکات میں سکنات میں اقوال میں افعال میں روح القدس کے چمکتے ہوئے انوار نظر آتے ہیں تو پھر اگر ایک آدھ بات میں بشریت کی بھی بُو آوے تو اس سے کیا نقصان۔ بلکہ ضرور تھا کہ بشریت کے تحقق کے لئے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تا لوگ شرک کی بلا میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

مسیح جس کی نسبت حال کے کم فہم مولوی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہر وقت جبرائیل اس کے ساتھ رہتا تھا ان کی اجتہادی غلطیاں انجیل کی رُو سے ثابت ہیں مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک قول و فعل اور حرکت اور سکون میں خدائی کا ہی جلوہ نظر آتا ہے حال کے نادان مولوی مسیح کی نسبت دوام قرب روح القدس کا صرف ایک آیت کے لحاظ سے یقین رکھتے ہیں مگر اس آیت سے وضاحت اور تفصیل اور دلالت میں بڑھ کر ہمارے نبی صلعم کے حق میں یہ آیت ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى [1] افسوس کہ یہ آنکھوں کے اندھے اس صاف اور صریح آیت پر نظر نہیں ڈالتے۔

بقیہ حاشیہ

سال رہتے ہیں اور آخر ٹوٹ کر شہاب بن جاتے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب آفتاب بُرج اسد میں یا میزان میں ہو تو اِن دونوں وقتوں میں کثرتِ شہب ثاقبہ کی توقع کی جاتی ہے اور اکثر ۳۳ سال کے بعد یہ دورہ ہوتا ہے لیکن یہ قاعدہ کلّی نہیں بسا اوقات اِن وقتوں سے پس و پیش بھی یہ حوادثات ظہور میں آ جاتے ہیں چنانچہ ۱۸۷۲ء میں ستاروں کا گرنا باقرار اِن ہیئت دانوں کے بالکل غیر مترقب امر تھا۔ اگرچہ ۱۴ نومبر ۱۸۳۳ء اور ۲۷ نومبر ۱۸۸۵ء کو کثرت سے یہ واقعہ ظہور میں آنا اُن کے قواعد مقررہ سے ملتا ہے لیکن تاریخ کے ٹٹولنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ نہایت فرق کے ساتھ اور ان تاریخوں سے بہت دور بھی وقوع میں آیا ہے چنانچہ دہم مارچ ۱۵۲۱ء اور ۱۹ جنوری ۱۱۳۵ء اور ماہ مئی ۶۱۰ء میں جو کثرت شہب ثاقبہ وقوع میں آئے اُس میں اِن تمام ہیئت دانوں کو بجز سکتہ حیرت اور کوئی دم مارنے کی جگہ نہیں۔ اور وہ شہب ثاقبہ جو حضرت مسیح کی گرفتاری کے بعد ظہور میں آئے اور پھر ایک دُمدار ستارہ کی صورت میں ہو گئے۔ اگرچہ اب ہم پوری صحت کے ساتھ اُس کی

[1] النجم : ۴، ۵

﴿۱۱۷﴾

بالآخر ہم چند اقوال پر اِس مضمون کو ختم کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالح کا ہرگز یہ عقیدہ نہ تھا کہ روح القدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خاص خاص وقتوں پر نازل ہوتا تھا اور دوسرے اوقات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے نعوذ باللہ بکلی محروم ہوتے تھے از انجملہ وہ قول ہے جو **شیخ عبدالحق محدّث** دہلوی نے اپنی کتاب **مدارج النبوّۃ** کے صفحہ ۴۲ میں لکھا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ ملائک وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دائمی رفیق اور قرین ہیں چنانچہ وہ جامع الاصول اور کتاب الوفا سے نقل کرتے ہیں کہ ابتدائے نبوت سے تین برس برابر حضرت اسرافیل ملازم صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رہے اور پھر حضرت جبرائیل دائمی رفاقت کے لئے آئے اور بعد اس کے صاحب **سفر السعادت** سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سات سال کے تھے جب حضرت اسرافیل کو اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے

شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے بحوالہ کتاب الوفا و شہادۃ صاحب سفر السعادۃ وغیرہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم سے ملائک وحی جدا نہیں ہوتے تھے اور آنحضرت کے لئے جبرائیل علیہ السلام دائمی قرین تھا۔

کوئی تاریخ مقرر نہیں کر سکتے مگر قیاسًا معلوم ہوتا ہے کہ اس حادثہ کی ابتدا جُون کے مہینہ سے ہو گی کیونکہ گو ہم اِس پرانے واقعہ کی تشخیص میں عیسائیوں کے مختلف فیہ بیانات سے کوئی عمدہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے مگر استنباط کے طور پر یہ پتہ ملتا ہے کہ حضرت مسیح جب یہودیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے تب شدّت گرمی کا مہینہ تھا کیونکہ گرفتاری کی حالت میں اُن کا سخت پیاسا ہونا صاف ظاہر کر رہا ہے کہ موسم کا یہی تقاضا تھا کہ گرمی اور پیاس محسوس ہو۔ سو وہ مہینہ جون ہے کیونکہ اُس وقت ایک سخت آندھی بھی آئی تھی جس کے ساتھ اندھیرا ہو گیا تھا اور جون کے مہینہ میں اکثر آندھیاں بھی آتی ہیں۔ **بقیہ حاشیہ**

اب اِس تمام تحقیقات سے معلوم ہوا کہ درحقیقت **کائنات الجوّ** بالخصوص شہب ثاقبہ اور دُمدار ستاروں کے بارے میں کوئی قطعی اور یقینی طریق بصیرت ہیئت دانوں اور طبعی والوں کو اب تک ہاتھ میں نہیں آیا جب کبھی اُن کے قواعد

یہ تحقیقیں پادری وغیرہ امور کی نسبت یورپ کی نئی تحقیقات ہیں یورپ کی ... کے معیار تک مگر نہیں پہنچیں اور شبہات سے پُر ہیں

﴿۱۱۸﴾

حکم ہوا کہ آنحضرت صلعم کے ملازم خدمت رہیں پس اسرافیل ہمیشہ اور ہر وقت آنحضرت صلعم کے پاس رہتا تھا اور آنحضرت صلعم کی عمر کا گیارھواں سال پوا ہونے تک یہی حال تھا مگر اسرافیل بجز کلمہ دوکلمہ کے اور کوئی بات وحی کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں نہیں ڈالتا تھا ایسا ہی میکائیل بھی آنحضرت کا قرین رہا۔ پھر بعد اس کے حضرت جبرائیل کو حکم ہوا اور وہ پورے اُنتیس سال قبل از وحی ہر وقت قرین اور مصاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ پھر بعد اس کے وحی نبوت شروع ہوئی۔

اِس بیان سے ہر یک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جن بزرگوں نے مثلاً حضرت جبرائیل کی نسبت لکھا ہے کہ وہ نبوت سے پہلے بھی انتیس سال تک ہمیشہ اور ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی رفیق تھا اُن کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہوسکتا تھا کہ جبرائیل کسی وقت آسمان پر بھی چلا جاتا تھا

بقیہ حاشیہ

تراشیدہ کے برخلاف کوئی امر ظہور میں آتا ہے تو ایک سخت پریشانی اور حیرت اُن کو لاحق ہو جاتی ہے اور گھبراہٹ کا ایک غل غپاڑہ اُن میں اٹھتا ہے۔ یورپ کے ہیئت دان اور **سائنس** اور نجوم میں بڑی بڑی لافیں مارنے والے ہمیشہ **کائنات الجوّ** اور اُن کے نتائج کے بارہ میں پیشگوئیاں ایک بڑے دعوے کے ساتھ شائع کیا کرتے ہیں اور کبھی لوگوں کو قحط سالیوں سے ڈراتے اور طوفانوں اور آندھیوں کی پیش خبری سے دھڑکے میں ڈالتے اور کبھی بروقت کی بارشوں اور ارزانی کی امیدیں دیتے ہیں مگر قدرتِ حق ہے کہ اکثر وہ اُن خبروں میں جھوٹے نکلتے ہیں مگر بایں ہمہ پھر بھی لوگوں کے دماغوں کو ناحق پریشان کرتے رہتے ہیں یوں تو وہ اپنے فکروں کو دور تک پہنچا کر خدائے عزّ و جلّ کی خدائی میں ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں مگر حکمتِ ازلی ہمیشہ اُن کو شرمندہ کرتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جن لوگوں کی فاش خطا ہمیشہ ثابت ہوتی رہتی ہے اُن کی نسبت کیونکر گمان کر سکتے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے نظام اور سائنس کے

یہ بات ثابت ہو چکی ہے اور اکابر اُمت میں سے کوئی اس سے منکر نہیں کہ وحی کا زمانہ تو وحی کا زمانہ ہے اس زمانہ سے پہلے بھی ملا یک وحی ہر دم اور ہر وقت آنحضرت صلعم کے ساتھ ساتھ رہے ہیں چنانچہ حضرت جبرائیل انتیس سال تک برابر قبل از وحی قرآن ہر دم قرین اور مصاحب تھے اور یہ بات بالکل خلاف قیاس ہے کہ جب وحی قرآن کا نزول نہیں تھا اس وقت تو فرشتہ جبرائیل ہر وقت اور ہر لحظہ حاضر اور قرین رہے اور جب وحی قرآن کا وقت آیا اور دوام قرب کی ضرورتیں بھی پیش آئیں تب جبرائیل اپنی پہلی عادت کو ترک کر دیوے اور تنہا چھوڑ کر آسمان پر چلا جانا اور پھر بسا اوقات کئی مہینے منہ نہ دکھلانا اختیار کر لیوے۔

کیونکہ کسی وقت چھوڑ کر چلا جانا دوام قرب اور معیت غیر منقطع کے منافی ہے لیکن جب ان بزرگوں کا دوسرا عقیدہ بھی دیکھا جائے کہ جبرائیل علیہ السلام کا قرارگاہ آسمان ہی ہے اور وہ ہر ایک وحی آسمان سے ہی لاتا ہے تو اِن دونوں عقیدوں کے ملانے سے جو تناقض پیدا ہوتا ہے اِس سے رہائی پانے کے لئے بجُز اِس کے اور کوئی راہ نہیں مل سکتی کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ جبرائیل علیہ السلام کا آسمان سے اترنا حقیقی طور پر نہیں بلکہ تمثلی ہے اور جب تمثلی طور پر اترنا ہوا تو اِس میں کچھ حرج نہیں کہ جبرائیل علیہ السلام اپنے تمثلی وجود سے ہمیشہ اور ہر وقت اور ہر دم اور ہر طرفۃ العین انبیاء علیہم السلام کے ساتھ رہے کیونکہ وہ اپنے اصلی وجود کے ساتھ تو آسمان پر ہی ہے اور اِسی مذہب کی تصدیق اور تصویب شیخ عبدالحق محدّث دہلی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ کے صفحہ ۴۵ میں کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ نزول جبرائیل

«۱۱۹» شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں اسی مذہب کی تصدیق اور تصویب کی ہے کہ جبرائیلؑ وحی لے کر آسمان سے اپنے وجود اصلی کے ساتھ اترتا نہیں بلکہ وہ ہمیشہ آسمان پر اپنی قرارگاہ میں ثابت اور قائم رہتا ہے ہاں اُس کی تمثّلی صورت بقدرت حق تعالیٰ نمودار ہو جاتی ہے اور اس کی تبلیغ وحی کرتی ہے۔

بارے میں اب تک دریافت کیا ہے وہ سب یقینی ہے ہمیں تو اُن کے اکثر معلومات کا ظنّی مرتبہ ماننے میں بھی شرم آتی ہے کیونکہ اب تک اُن کے خیالات میں بے اصل اور بے ثبوت باتوں کا ذخیرہ بڑھا ہوا ہے۔ اس وقت **امام رازی** رحمۃ اللہ کا یہ قول نہایت پیارا معلوم ہوتا ہے کہ من اراد ان یکتال مملکۃ الباری بمکیال العقل فقد ضلّ ضلالاً بعیدًا ۔ یعنی جو شخص خدا تعالیٰ کے ملک کو اپنی عقل کے پیمانہ سے ناپنا چاہے تو وہ راستی اور صداقت اور سلامت روی سے دور جا پڑا۔

اب اِس عاجز پر خداوند کریم نے جو کچھ کھولا اور ظاہر کیا وہ یہ ہے کہ اگر ہیئت دانوں اور طبعی والوں کے قواعد کسی قدر شہب ثاقبہ اور دُمدار ستاروں کی نسبت قبول بھی کئے جائیں تب بھی جو کچھ **قرآن کریم** میں اللہ جلّ شانہٗ و عزّ اسمہٗ نے اِن کائنات الجوّ کی روحانی اغراض کی نسبت بیان فرمایا ہے اُس میں اور ان ناقص العقل حکماء کے بیان میں کوئی مزاحمت اور جھگڑا نہیں کیونکہ ان لوگوں نے تو اپنا منصب صرف اس قدر

جو بعض اوقات دحیہ کلبی کی صورت میں یا کسی اور انسان کی صورت میں ہوتا تھا اس میں اہل نظر کو اشکال ہے اور یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر در حقیقت جبرائیل علیہ السلام ایک نیا جسم اپنے لئے مشابہ جسم دحیہ کلبی حاصل کر کے اس میں اپنا روح داخل کر دیتے تھے تو پھر وہ اصلی جسم انکا جس کے تین سو جناح ہیں کس حالت میں ہوتا تھا کیا وہ جسد بے روح پڑا رہتا تھا اور حضرت جبرائیل فوت ہو کر پھر بطریق تناسخ دوسرے جسم میں آ جاتے تھے۔

اس کے جواب میں وہ لکھتے ہیں کہ اہل تحقیق کے نزدیک یہ تمثلی نزول ہے نہ حقیقی تا حقیقتاً ایک جسم کو چھوڑنا اور دوسرے جسم میں داخل ہونا لازم آوے۔ پھر لکھتے ہیں بات یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کے ذہن میں جو دحیہ کلبی کی صورت علمیہ تھی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام بوجہ قدرت کاملہ و ارادات شاملہ اپنی کے اس صورت پر اپنے وجود

بقیہ حاشیہ

قرار دیا ہے کہ عللِ مادیہ اور اسبابِ عادیہ اِن چیزوں کے دریافت کر کے نظامِ ظاہری کا ایک باقاعدہ سلسلہ مقرر کر دیا جائے۔ لیکن قرآن کریم میں **روحانی** نظام کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایک فعل اُس کے دوسرے فعل کا مزاحم نہیں ہوسکتا پس کیا یہ تعجب کی جگہ ہوسکتی ہے کہ جسمانی اور روحانی نظام خدا تعالیٰ کی قدرت سے ہمیشہ ساتھ ساتھ رہیں بالخصوص جس حالت میں ہمیشہ ربّانی مصلح دنیا میں آتے رہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے بڑے بڑے ارادوں کی حرکت شروع رہتی ہے اور کوئی صدی ایسی نہیں آتی کہ جو دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں اِن اُمور میں سے کسی امر کا ظہور نہ ہو تو اس بات کے ماننے کیلئے ذرہ بھی استبعاد باقی نہیں رہتا کہ کثرت شہب وغیرہ روحانی طور پر ضرور خدا تعالیٰ کے اِس روحانی انتظام کے تجدد اور حدوث پر دلالت کرتے ہیں جو الٰہی دین کی تقویت کیلئے ابتداء سے چلا آتا ہے خاص کر جب اس بات کو ذہن میں خوب یاد رکھا جائے کہ **کثرت سقوطِ شہب** وغیرہ صرف اسی امر سے براہ راست

﴿۱۲۰﴾ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی اپنی یہ ذاتی رائے ہے کہ حق بات یہی ہے کہ حضرت جبرائیل اپنے اصلی وجود کے ساتھ وحی لے کر ہرگز نازل نہیں ہوتے اور نہ زمین ان کے اصلی وجود کی گنجایش رکھتی ہے بلکہ تمام محقق اسی طرف گئے ہیں کہ جبرائیلؑ آسمان پر ہی رہتے ہیں اور زمین پر وہ اپنی تمثلی صورت کو ظاہر کر دیتے ہیں جیسے مکمل اولیاء کی یہ کرامت ثابت ہوئی کہ انہوں نے ایک جگہ رہ کر دوسری جگہ تمثلی طور پر اپنے وجود کو دکھلا دیا ہے اور لکھتے ہیں کہ جبرائیل پر کچھ موقوف نہیں تمام ملائکہ کا نزول درحقیقت تمثلی طور پر ہی ہوتا ہے اور وہ اپنے اصلی مقامات کو نہیں چھوڑتے اور تمثلی طور پر زمین پر بھی نظر آ جاتے ہیں جیسے حضرت جبرائیل مریم صدیقہ کو تمثلی طور پر نظر آ گئے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا [۱]

[۱] مریم:۱۸

﴿۱۲۱﴾

کا افاضہ مع جمیع صفات کاملہ اپنی کے کر کے تمثّل کے طور پر اس میں اپنے تئیں ظاہر کر دیتے تھے یعنی دحیہ کلبی کی صورت میں بطور تمثّل اپنے تئیں دکھلا دیتے تھے اور اس صورت علمیہ کو اپنی صفات سے متلبّس کر کے نبی علیہ السلام پر تمثلاً ظاہر کر دیتے تھے یہ نہیں کہ جبرائیلؑ آپ اپنے اصلی وجود کے ساتھ آسمان سے اترتا تھا بلکہ جبرائیل علیہ السلام اپنے مقام پر آسمان میں ثابت وقائم رہتا تھا اور یہ جبرائیل اس حقیقی جبرائیل کی ایک مثال تھی یعنی اس کا ایک ظلّ تھا اس کا عین نہیں تھا کیونکہ عین جبرائیل تو وہ ہے جو اپنی صفات خاصہ کے ساتھ آسمان پر موجود ہے اور اس کی حقیقت اور شان الگ ہے۔ پھر اس قدر تحریر کے بعد شیخ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ جس طرح جبرائیل علیہ السلام تمثلی صورت میں نہ حقیقی صورت میں نازل ہوتا رہا ہے۔ یہی مثال روحانیات کی ہے جو بصورت جسمانیات متمثّل ہوتی ہیں اور یہی مثال خدا تعالیٰ کے

بقیہ حاشیہ

مخصوص نہیں کہ کوئی نبی یا وارث نبی اصلاح دین کیلئے پیدا ہو بلکہ اس کے ضمن میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اس نبی یا وارث اور قائم مقام نبی کے ارہاصات پر بھی کثرت شہب ہوتی ہے بلکہ اس کی نمایاں فتوحات پر بھی کثرت سقوط شہب ہوتی ہے کیونکہ اس وقت رحمان کا لشکر شیطان کے لشکر پر کامل فتح پالیتا ہے۔ پس جب ایسے بڑے بڑے امور پیدا ہونے لگتے ہیں کہ اس نبی یا وارث نبی کیلئے بطور ارہاص ہیں یا اس کی کارروائیوں کے اول درجہ پر ممد اور معاون ہیں یا اس کی فتح یابی کے آثار ہیں تو ان کے قرب زمانہ میں بھی کثرت سقوط شہب وغیرہ حوادث وقوع میں آجاتے ہیں تو اس صورت میں ہر یک غبی کو بھی یہ بات صفائی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ درحقیقت یہ کثرت سقوط شہب روحانی سلسلہ کی متفرق خدمات کیلئے اور ان کے اول یا آخر یا درمیان میں آتی ہے اور وہ سلسلہ ہمیشہ جاری ہے اور جاری رہے گا۔ مثلاً حال کے یورپ کے ہیئت دان جو ۲۷/ نومبر ۱۸۸۵ء کے شہب یا انیسویں صدی کے دوسرے واقعات شہب کا ذکر کرتے ہیں اور ان پر ایسا زور دیتے ہیں کہ

﴿۱۲۲﴾

اس بات پر صحابہ کا اتفاق ہے کہ جبرائیل صرف دو مرتبہ اپنی اصلی صورت میں آسمان پر آنحضرتؐ کو دکھائی دیا ہے اور زمین پر ہمیشہ تمثلی حالت میں دکھائی دیتا رہا ہے۔

تمثّل کی بھی ہے جو اہل کشف کو صورت بشر پر نظر آتا ہے اور یہی مثال مکمل اولیا کی ہے جو مواضع متفرقہ میں بصور متعددہ نظر آجاتے ہیں۔

خدا تعالیٰ شیخ بزرگ عبدالحق محدث کو جزاء خیر دیوے کیونکہ انہوں نے بصدق دل قبول کرلیا کہ جبرائیل علیہ السلام بذات خود نازل نہیں ہوتا بلکہ ایک تمثلی وجود انبیاء علیہم السلام کو دکھائی دیتا ہے اور جبرائیل اپنے مقام آسمان میں ثابت و برقرار ہوتا ہے۔ یہ وہی عقیدہ اس عاجز کا ہے جس پر حال کے کور باطن نام کے علماء کفر کا فتویٰ دے رہے ہیں افسوس کہ یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ اس بات پر تمام مفسرین نے اور نیز صحابہ نے بھی اتفاق کیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اپنے حقیقی وجود کے ساتھ صرف دو مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی دیا ہے اور ایک بچہ بھی اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ اگر وہ اپنے اصلی اور حقیقی

بقیہ حاشیہ

گویا ان کے پاس سب سے بڑھ کر یہی نظیریں ہیں وہ ذرہ غور سے سمجھ سکتے ہیں کہ اس صدی کے اواخر میں جو روحانی سلسلہ کے بڑے بڑے کام ظہور میں آنے والے تھے اور خدا تعالیٰ اپنے ایک بندہ کے توسط سے دین توحید کے تازہ کرنے کیلئے ارادہ فرما رہا تھا اس لئے اس نے اس انیسویں صدی عیسوی میں کئی دفعہ کثرت سقوط شہب کا تماشہ دکھلایا تا وہ امر موکد ہو جاوے جس کا قطعی طور پر اس نے ارادہ فرما دیا ہے۔

اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس تساقط شہب کو جس کے اسباب بتمامہا بظاہر مادی معلوم ہوتے ہیں رجم شیاطین سے کیا تعلق ہے اور کیونکر معلوم ہو کہ درحقیقت اس حادثہ سے شیاطین آسمان سے دفع اور دور کئے جاتے ہیں۔

اس سوال کا جواب کہ تساقط شہب کو رجم شیاطین سے کیا تعلق ہے

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ایسے اعتراض درحقیقت اس وقت پیدا ہوتے ہیں کہ جب روحانی سلسلہ کی یادداشت سے خیال ذہول کر جاتا ہے یا اس سلسلہ کے وجود پر یقین نہیں ہوتا ورنہ جس شخص کی دونوں سلسلوں پر نظر ہے وہ بآسانی سمجھ سکتا ہے

﴿۱۴۳﴾

وجود کے ساتھ آنحضرت صلعم کے پاس آتے تو خود یہ غیر ممکن تھا کیونکہ ان کا حقیقی وجود تو مشرق مغرب میں پھیلا ہوا ہے اوران کے بازو آسمانوں کے کناروں تک پہنچے ہوئے ہیں پھر وہ مکہ یا مدینہ میں کیونکر سما سکتے تھے۔ جب تم حقیقت اور اصل کی شرط سے جبرائیل کے نزول کا عقیدہ رکھو گے تو ضرور تم پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ وہ اصلی وجود کیونکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ میں سما گیا اور اگر کہو کہ وہ اصلی وجود نہیں تھا تو پھر ترک اصل کے بعد تمثل ہی ہوا یا کچھ اور رہا اصل کا نزول تو اس حالت میں ہو کہ جب آسمان میں اس وجود کا نام ونشان نہ رہے اور جب آسمان سے وہ وجود نیچے اتر آیا تو پھر ثابت کرنا چاہیئے کہ کہاں اس کے ٹھہرنے کی گنجائش ہوئی۔ غرض یہ خیال کہ جبرائیل اپنے اصلی وجود کے ساتھ زمیں پر اتر آتا تھا بدیہی البطلان ہے۔ خاص کر جب دوسری شق کی طرف نظر کریں اور اِس

کہ اجرام علوی اور اجسام سفلی اور تمام کائنات الجو میں جو کچھ تغیر اور تحول اور کوئی امر مستحدث ظہور میں آتا ہے اس کے حدوث کی درحقیقت دو علتیں یعنی موجب ہیں۔

تمام تغیرات اجرام علوی اور اجسام سفلی کے لئے دو موجب ہیں

اول۔ پہلے تو یہی سلسلہ علل نظام جسمانی جس سے ظاہری فلسفی اور طبعی بحث اور سروکار رکھتا ہے اور جس کی نسبت ظاہر بین حکماء کی نظر یہ خیال رکھتی ہے کہ وہ جسمانی علل اور معلولات اور موثرات اور متاثرات سے منضبط اور ترتیب یافتہ ہے۔

دوم۔ دوسرے وہ سلسلہ جو ان ظاہر بین حکماء کی نظر قاصر سے مخفی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے ملائک کا سلسلہ ہے جو اندر ہی اندر اس ظاہری سلسلہ کو مدد دیتا ہے اور اس ظاہری کاروبار کو انجام تک پہنچا دیتا ہے اور بالغ نظر لوگ بخوبی اس بات کو سمجھتے ہیں کہ بغیر تائید اس سلسلہ کے جو روحانی ہے ظاہری سلسلہ کا کام ہرگز چل ہی نہیں سکتا۔ اگرچہ ایک ظاہر بین فلاسفر اسباب کو موجود پاکر خیال کرتا ہے کہ فلاں نتیجہ ان اسباب کیلئے ضروری ہے مگر ایسے لوگوں کو ہمیشہ شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔

﴿۱۲۴﴾

سلف صالح کا یہ مذہب تھا کہ آنحضرت صلعم کے تمام عمر کے اقوال و افعال وحی سے ہیں

فساؔد کو دیکھیں کہ ایسا عقیدہ رکھنے سے یہ لازم آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اکثر اوقات فیض وحی سے محروم اور معطل رہیں تو پھر نہایت بے شرمی ہوگی کہ اس عقیدہ کا خیال بھی دل میں لاویں۔ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی مدارج النّبوت کے صفحہ ۸۳ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کلمات وحدیث **وحی خفی** ہیں باستثناء چند مواضع یعنی قصہ اسارائے بدر وقصہ ماریہ وعسل وتابیر نخل جو نادر اور حقیر ہیں۔ اور پھر اسی صفحہ میں لکھتے ہیں کہ اوزاعی حسان بن عطیہ سے روایت کرتا ہے کہ نزول جبرائیل قرآن سے مخصوص نہیں بلکہ ہر یک سنت نزول جبرائیل سے ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد بھی وحی میں سے ہے۔ اور پھر صفحہ ۸۷ میں لکھتے ہیں کہ صحابہ آنحضرت صلعم کے ہر یک قول و فعل قلیل و کثیر و صغیر و کبیر کو **وحی سمجھتے تھے**۔ اور اُس پر عمل کرنے میں

بقیہ حاشیہ

جبکہ باوجود اجتماع اسباب کے نتیجہ برعکس نکلتا ہے یا وہ اسباب اپنے اختیار اور تدبیر سے باہر ہو جاتے ہیں مثلاً ایک طبیب نہایت احتیاط سے ایک بیمار بادشاہ کا علاج کرتا ہے یا مثلاً ایک گروہ طبیبوں کا ایسے مریض کیلئے دن رات تشخیص مرض اور تجویز دوا اور تدبیر غذا میں ایسا مصروف ہوتا ہے کہ اپنے دماغ کی تمام عقل اس پر خرچ کر دیتا ہے مگر جب کہ اس بادشاہ کی موت مقدر ہوتی ہے تو وہ تمام تجویزیں خطا جاتی ہیں اور چند روز طبیبوں اور موت کی لڑائی ہو کر آخر موت فتح پاتی ہے اس طور کے ہمیشہ نمونے ظاہر ہوتے رہتے ہیں مگر افسوس کہ لوگ ان کو غور کی نظر سے نہیں دیکھتے بہر حال یہ ثابت ہے کہ قادر مطلق نے دنیا کے حوادث کو صرف اسی ظاہری سلسلہ تک محصور اور محدود نہیں کیا بلکہ ایک باطنی سلسلہ ساتھ ساتھ جاری ہے۔ اگر آفتاب ہے یا ماہتاب یا زمین یا وہ بخارات جن سے پانی برستا ہے یا وہ آندھیاں جو زور سے آتی ہیں یا وہ اولے جو زمین پر گرتے ہیں یا وہ شہب ثاقبہ جو ٹوٹتے ہیں اگرچہ یہ تمام چیزیں اپنے کاموں اور تمام تغیرات اور تحولات اور حدوثات

کچھ توقّف اور بحث نہیں کرتے تھے اور حرص رکھتے تھے کہ جو کچھ آنحضرت صلعم سرّ اور خلوت میں کرتے ہیں وہ بھی معلوم کرلیں۔ پس کچھ شک نہیں کہ جو شخص احوال صحابہ میں تامل کرے کہ وہ کیونکر ہریک امر اور قول اور فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حجّت دین سمجھتے تھے اور کیونکر وہ آنحضرتؐ کے ہریک زمانہ اور ہریک وقت اور ہریک دم کو وحی میں مستغرق جانتے تھے۔ تو اس اعتقاد کے رکھنے سے کہ کبھی جبرائیل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر آسمان پر چلا جاتا تھا خدا تعالیٰ سے شرم کرے گا اور ڈرے گا کہ ایسا وہم بھی اس کے دل میں گذرے مگر افسوس کہ ہمارے یہ علماء جو محدث بھی کہلاتے ہیں کچھ بھی ڈرتے نہیں اگر ان کے ایسے عقیدوں کو ترک کرنا کفر ہے تو ایسا کفر اگر ملے تو زہے سعادت۔ ہم ان کے ایسے ایمان سے سخت بیزار ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف ان کے ایسے اقوال سے

﴿۱۲۵﴾

میں ظاہری اسباب بھی رکھتی ہیں جن کے بیان میں ہیئت اور طبعی کے دفتر بھرے پڑے ہیں لیکن با ایں ہمہ عارف لوگ جانتے ہیں کہ ان اسباب کے نیچے اور اسباب بھی ہیں جو مدبر بالا رادہ ہیں جن کا دوسرے لفظوں میں نام **ملائک** ہے وہ جس چیز سے تعلق رکھتے ہیں اس کے تمام کاروبار کو انجام تک پہنچاتے ہیں اور اپنے کاموں میں اکثر ان روحانی اغراض کو مدنظر رکھتے ہیں جو مولیٰ کریم نے ان کو سپرد کی ہیں اور ان کے کام بے ہودہ نہیں بلکہ ہر ایک کام میں بڑے بڑے مقاصد ان کو مدنظر رہتے ہیں۔

اب جبکہ یہ بات ایک ثابت شدہ صداقت ہے جس کو ہم اس سے پہلے بھی کسی قدر تفصیل سے لکھ چکے ہیں اور ہمارے رسالہ **توضیح مرام** میں بھی یہ تمام بحث نہایت لطافت بیان سے مندرج ہے کہ حکیم مطلق نے اس عالم کے احسن طور پر کاروبار چلانے کیلئے دو نظام رکھے ہوئے ہیں اور باطنی نظام فرشتوں کے متعلق ہے اور کوئی جز ظاہری نظام کی ایسی نہیں جس کے ساتھ درپردہ باطنی نظام نہ ہو **تو اس صورت میں**

﴿۱۲۶﴾ دآدخواہ ہیں جن کی وجہ سے سخت اہانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں میں ہو رہی ہے ان لوگوں کے حق میں کیا کہیں اور کیا لکھیں جنہوں نے کفار کو ہنسی اور ٹھٹھہ کا موقع دیا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو حضرت عیسیٰ کی نسبت ایسا اور اس قدر گھٹا دیا کہ جس کے تصور سے بدن پر لرزہ پڑتا ہے۔

بحث حقیقت اسلام و تفسیر آن

اب پھر ہم **مبحث حقیقتِ اسلام** کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ دراصل یہ حقیقت اسلامیہ جس کی تعلیم قرآن کریم فرماتا ہے کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام اسی حقیقت کے ظاہر کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے اور تمام الٰہی کتابوں کا یہی مدعا رہا ہے کہ تا بنی آدم کو اس صراط مستقیم پر قائم کریں لیکن قرآن کریم کی تعلیم کو جو دوسری تعلیموں پر کمال درجہ کی فوقیت ہے تو اس کی دو وجہ ہیں۔

بقیہ حاشیہ

ایک مسترشد بڑی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ شہب ثاقبہ کے تساقط کا ظاہری نظام جن علل اور اسباب پر مبنی ہے وہ علل اور اسباب روحانی نظام کے کچھ مزاحم اور سدِّ راہ نہیں اور روحانی نظام یہ ہے کہ ہر یک شہاب جو ٹوٹتا ہے دراصل اس پر ایک **فرشتہ موکل** ہوتا ہے جو اس کو جس طرف چاہتا ہے حرکت دیتا ہے چنانچہ شہب کی طرز حرکات ہی اس پر شاہد ہے اور یہ بات صاف ظاہر ہے کہ فرشتہ کا کام عبث نہیں ہو سکتا اس کی تحت میں ضرور کوئی نہ کوئی غرض ہوگی جو مصالح دین اور دنیا کیلئے مفید ہو لیکن ملائک کے کاموں کے اغراض کو سمجھنا بجز توسط ملائک ممکن نہیں سو بتوسط ملائک یعنی جبرائیل علیہ السلام آخر الرسل صلی اللہ علیہ وسلم پر یہی ظاہر ہوا کہ ملائک کے اس فعل رمی شہب سے علّت غائی **رجمِ شیاطین** ہے۔

اور یہ بھید کہ شہب کے ٹوٹنے سے کیونکر شیاطین بھاگ جاتے ہیں اس کا سر روحانی سلسلہ پر نظر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیاطین اور ملائک کی عداوت ذاتی ہے۔

﴿۱۲۷﴾ **اوّل** یہ کہ پہلے نبی اپنے زمانہ کے جمیع بنی آدم کیلئے مبعوث نہیں ہوتے تھے بلکہ وہ صرف اپنی ایک خاص قوم کیلئے بھیجے جاتے تھے جو خاص استعداد میں محدود اور خاص طور کے عادات اور عقائد اور اخلاق اور روش میں قابل اصلاح ہوتے تھے پس اس وجہ سے وہ کتابیں قانون مختص القوم کی طرح ہوکر صرف اسی حد تک اپنے ساتھ ہدایت لاتی تھیں جو اس خاص قوم کے مناسب حال اور ان کے پیمانہ استعداد کے موافق ہوتی تھی۔

دوسری وجہ یہ کہ ان انبیاء علیہم السلام کو ایسی شریعت ملتی تھی جو ایک خاص زمانہ تک محدود ہوتی تھی اور خدا تعالیٰ نے ان کتابوں میں یہ ارادہ نہیں کیا تھا کہ دنیا کے اخیر تک وہ ہدایتیں جاری رہیں اس لئے وہ کتابیں قانون مختص الزمان کی طرح ہوکر صرف اسی زمانہ کی حد تک ہدایت لاتی تھیں جو ان کتابوں کی پابندی کا زمانہ حکمت الٰہی نے

بقیہ حاشیہ

پس ملائک ان شہب کے چھوڑنے کے وقت جن پر وہ ستاروں کی حرارت کا بھی اثر ڈالتے ہیں اپنی ایک نورانی طاقت جوّ میں پھیلاتے ہیں اور ہر یک شہاب جو حرکت کرتا ہے وہ اپنے ساتھ ایک ملکی نور رکھتا ہے کیونکہ فرشتوں کے ہاتھ سے برکت پاکر آتا ہے اور شیطان سوزی کا اس میں ایک مادہ ہوتا ہے۔ پس یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ جنات تو آگ سے مخلوق ہیں وہ آگ سے کیا ضرر اٹھائیں گے۔ کیونکہ درحقیقت جس قدر رمی شہب سے جنات کو ضرر پہنچتا ہے اس کا یہ ظاہری موجب آگ نہیں۔ بلکہ وہ روشنی موجب ہے جو فرشتہ کے نور سے شہب کے ساتھ شامل ہوتی ہے جو **بالخاصیّت مُحرق** شیاطین ہے۔

اس ہماری تقریر پر کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ یہ تمام تقریر صرف بے ثبوت خیالات اور غایت کار خطابیات میں سے ہے جس کا معقولی طور پر کوئی بھی ثبوت نہیں کیونکہ ہم اس بات کو بخوبی ثابت کر چکے ہیں کہ اس عالم کی حرکات اور حوادث خود بخود نہیں اور نہ بغیر مرضی مالک اور نہ عبث اور بے ہودہ ہیں بلکہ در پردہ تمام

﴿۱۲۸﴾ اندازہ کر رکھا تھا۔

یہ دونوں قسم کے نقص جو ہم نے بیان کئے ہیں قرآن کریم بکلّی ان سے مبرّا ہے کیونکہ قرآن کریم کے اتارنے سے اللہ جلّ شانہٗ کا یہ مقصد تھا کہ وہ تمام بنی آدم اور تمام زمانوں اور تمام استعدادوں کی اصلاح اور تکمیل اور تربیت کر سکے اور **اسلام کی پوری شکل** اور پوری عظمت بنی آدم پر ظاہر ہو اور اس کے ظہور کا وقت بھی آ پہنچا تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کو تمام قوموں اور تمام زمانوں کیلئے جو قیامت تک آنے والے تھے ایک کامل اور جامع قانون کی طرح نازل فرمایا اور ہر یک درجہ کی استعداد کیلئے افادہ اور افاضہ کا دروازہ کھول دیا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ [1]

بقیہ حاشیہ

اجرام علوی اور اجسام سفلی کیلئے منجانب اللہ مدبر مقرر ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں ملائک کہتے ہیں اور جب تک کوئی انسان پابند اعتقاد وجود ہستی باری ہے اور دہریہ نہیں اس کو ضرور یہ بات ماننی پڑے گی کہ یہ تمام کاروبار عبث نہیں بلکہ ہر یک حدوث اور ظہور پر خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت بالا رادہ کا ہاتھ ہے اور وہ ارادہ تمام انتظام کے موافق بتوسط اسباب ظہور پذیر ہوتا ہے چونکہ خدا تعالیٰ نے اجرام اور اجسام کو علم اور شعور نہیں دیا اس لئے ان باتوں کے پورا کرنے کیلئے جن میں علم اور شعور درکار ہے ایسے اسباب یعنی ایسی چیزوں کے توسط کی حاجت ہوئی جن کو علم اور شعور دیا گیا ہے اور وہ ملائک ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ جب ملائک کی یہی شان ہے کہ وہ عبث اور بے ہودہ طور پر کوئی کام نہیں کرتے بلکہ اپنی تمام خدمات میں اغراض اور مقاصد رکھتے ہیں اس لئے ان کی نسبت یہ بات ضروری طور پر ماننی پڑے گی کہ رجم کی خدمت میں بھی ان کا کوئی اصل مقصد ہے اور چونکہ عقل اس بات کے درک سے قاصر ہے کہ وہ کون سا مقصد ہے اس لئے

[1] فاطر: ۳۳

﴿۱۲۹﴾ یعنی پھر ہم نے اپنی کتاب کا ان لوگوں کو وارث کیا جو ہمارے بندوں میں سے برگزیدہ ہیں اور وہ تین گروہ ہیں (۱) ایک اُن میں سے ظالموں کا گروہ جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں یعنی اکراہ اور جبر سے نفس امّارہ کو خدا تعالیٰ کی راہ پر چلاتے ہیں اور نفس سرکش کی مخالفت اختیار کر کے مجاہدات شاقہ میں مشغول ہیں (۲) دوسری میانہ حالت آدمیوں کا گروہ جو بعض خدمتیں خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے نفس سرکش سے باکراہ اور جبر لیتے ہیں اور بعض للّٰہی کاموں کی بجا آوری میں نفس ان کا بخوشی خاطر ﴿۱۳۰﴾

اس عقدہ کے حل کیلئے عقل سے سوال کرنا بے محل سوال ہے اگر عقل کا اس میں کچھ دخل ہے تو صرف اس قدر کہ عقل سلیم ایسے نفوس کے افعال کی نسبت کہ جو ارادہ اور فہم اور شعور رکھتے ہوں ہرگز یہ تجویز نہیں کر سکتی کہ ان کے وہ افعال عبث اور بے ہودہ اور اغراض صحیحہ ضروریہ سے خالی ہیں۔ پس اگر عقل سلیم اول اس بات کو بخوبی سمجھ لے کہ جو کچھ اجرام اور اجسام سماوی وارضی اور کائنات الجو میں انواع اقسام کے تغیرات اور تحولات اور ظہورات ہو رہے ہیں وہ صرف علل ظاہریہ تک محدود نہیں ہیں بلکہ ان تمام حوادث کیلئے اور علل بھی ہیں جو شعور اور ارادہ اور فہم اور تدبیر اور حکمت رکھتے ہیں تو اس سمجھ کے بعد ضرور عقل اس بات کا اقرار کرے گی کہ یہ تمام تغیرات اور حدوثات جو عالم سفلی اور علوی میں ہمیں نظر آتے ہیں عبث اور بے ہودہ اور لغو نہیں بلکہ ان میں مقاصد اور اغراض پوشیدہ ہیں گو ہم ان کو سمجھ سکیں یا ہماری سمجھ اور فہم سے بالاتر ہوں۔ اور اس اقرار کے ضمن میں تساقط شہب کی نسبت بھی یہی اقرار عقل سلیم کو کرنا پڑے گا کہ یہ کام بھی عبث نہیں کیونکہ یہ بات بداہتاً ممتنع ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ جو نفوس ارادہ اور فہم اور تدبیر اور حکمت کے پابند ہیں وہ ایک لغو کام پر ابتدا سے اصرار کرتے چلے آئے ہیں۔ سو اگرچہ عقل پورے طور پر اس سر کو دریافت نہ کر سکے مگر وجود ملائک اور ان کی منصبی خدمات کے ماننے کے بعد اس قدر

بقیہ حاشیہ

تابع ہو جاتا ہے اور ذوق اور محبت اور ارادت سے ان کاموں کو بجا لاتا ہے غرض وہ لوگ کچھ تو تکلف اور مجاہدہ سے خدا تعالیٰ کے حکموں پر چلتے ہیں اور کچھ طبعی جوش اور دلی شوق سے بغیر کسی تکلف کے اپنے رب جلیل کی فرمانبرداری ان سے صادر ہوتی ہے یعنی ابھی پوری موافقت اللہ جلّ شانہٗ کے ارادوں اور خواہشوں سے ان کو حاصل نہیں اور نہ نفس کی جنگ اور مخالفت سے بکلّی فراغت بلکہ بعض سلوک کی راہوں میں نفس موافق اور بعض راہوں میں مخالف ہے (۳) تیسری سابق بالخیرات اور اعلیٰ درجہ

بقیہ حاشیہ

تو ضرور دریافت کرلے گی کہ ان کا کوئی فعل عبث اور بے ہودہ طور پر نہیں۔

اس اقرار کے بعد اگرچہ عقل مفصلاً تساقط شہب کی ان اغراض کو دریافت نہ کرسکے جو ملائک کے ارادہ اور ضمیر میں ہیں لیکن اس قدر اجمالی طور پر تو ضرور سمجھ جائے گی کہ بے شک اس فعل کیلئے بھی مثل اور افعال ملائکہ کے درپردہ اغراض و مقاصد ہیں پس وہ بوجہ اس کے کہ ادراک تفصیلی سے عاجز ہے اس تفصیل کیلئے کسی اور ذریعہ کے محتاج ہوگی جو حدود عقل سے بڑھ کر ہے اور وہ ذریعہ وحی اور الہام ہے جو اسی غرض سے انسان کو دیا گیا ہے تا انسان کو ان معارف اور حقائق تک پہنچا دے کہ جن تک مجرد عقل پہنچا نہیں سکتی اور وہ اسرار دقیقہ اس پر کھولے جو عقل کے ذریعہ سے کھل نہیں سکتے۔ اور وحی سے مراد ہماری وحی قرآن ہے جس نے ہم پر یہ عقدہ کھول دیا کہ اسقاط شہب سے ملائکہ کی غرض **رجم شیاطین ہے**۔ یعنی یہ ایک قسم کا انتشار نورانیت ملائک کے ہاتھ سے اور ان کے نور کی آمیزش سے ہے جس کا **جنات** کی ظلمت پر اثر پڑتا ہے اور جنات کے افعال مخصوصہ اس سے روبکمی ہو جاتے ہیں اور اگر اس **انتشار نورانیت** کی کثرت ہو تو بوجہ نور کے مقناطیسی جذب کے مظاہر کاملہ نورانیت کے انسانوں میں سے پیدا ہوتے ہیں ورنہ یہ انتشار نورانیت بوجہ اپنی ملکی خاصیت

تے کے آدمیوں کا گروہ ہے یعنی وہ گروہ جو **نفس امّارہ** پر بکلّی فتحیاب ہو کر نیکیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں جن کے نفوس کی سرکشی اور امارگی بکلّی دور ہوگئی ہے اور خدا تعالیٰ کے احکام سے اور اس کی شریعت کی تمام راہوں سے اور اس کی تمام قضا و قدر سے اور اس کی تمام مرضی اور مشیت کی باتوں سے وہ طبعاً پیار کرتے ہیں نہ کسی تکلف اور بناوٹ سے اور کوئی دقیقہ اطاعت اور فرمانبرداری کا اٹھا نہیں رکھتے اور اللہ **جلّ شانہٗ** کی فرمانبرداری ان کی طبیعت کی جزو اور ان کی جان کی راحت ہو جاتی ہے ﴿۱۳۱﴾

کے کسی قدر دلوں کو نُور اور حقانیت کی طرف کھینچتا ہے اور یہ ایک خاصیت ہے جو ہمیشہ دنیا میں **اِنّی** طور پر اس کا ثبوت ملتا رہا ہے۔ دنیا میں ہزار ہا چیزوں میں ایسے خواص پائے جاتے ہیں جو انسان کی عقل سے برتر ہوتے ہیں اور انسان کوئی عقلی دلیل ان پر قائم نہیں کر سکتا اور ان کے وجود سے بھی انکار نہیں کر سکتا۔ پھر اس خاصیت ثابت شدہ کا صرف اس بنیاد پر انکار کرنا کہ عقل اس کے سمجھنے سے قاصر ہے اگر نادانی نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا انسانی عقل نے تمام ان خواص دقیقہ پر جو اجسام اور اجرام میں پائے جاتے ہیں **دلائل عقلی کی رو سے احاطہ کر لیا ہے؟** تا اس اعتراض کا حق پیدا ہو کہ تساقط شہب کی نسبت جو انتشار نورانیت کا بھید بیان کیا جاتا ہے یہ کیوں عقل کی دریافت سے باہر رہ گیا ہے۔ اور جیسا کہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں یہ بات بھی نہیں کہ اس بھید کے تسلیم کرانے کیلئے عقل پر سراسر جبر ہے بلکہ جس حد تک عقل انسانی اپنے وجود میں طاقت فہم رکھتی ہے وہ اپنی اس حد کے مناسب حال اس بھید کو تسلیم کرتی ہے انکار نہیں کرتی کیونکہ عقل سلیم کو وجود ملائکہ اور ان کی خدمات مفوضہ کے تسلیم کرنے کے بعد ماننا پڑتا ہے کہ یہ تساقط شہب بھی ملائکہ کے ذریعہ سے ظہور میں آتا ہے اور ملائکہ کسی غرض اور مقصد کیلئے اس

بقیہ حاشیہ

﴿۱۳۲﴾ کہ بغیر اس کے وہ جی ہی نہیں سکتے اور ان کا نفس کمال ذوق اور شوق اور لذت اور شدّتِ میلان اور خوشی سے بھرے ہوئے انشراح کے ساتھ خدا تعالیٰ کی اطاعت بجالاتا ہے اور اس بات کی طرف وہ کسی وقت اور کسی محل اور حکم الٰہی یا مشیت الٰہی کی نسبت محتاج نہیں ہوتے کہ اپنے نفس سے باکراہ اور جبر کام لیں بلکہ اُن کا نفس **نفسِ مطمئنہ** ہوجاتا ہے اور جو خدا تعالیٰ کا ارادہ وہ ان کا ارادہ اور جو اس کی مرضی وہ ان کی مرضی ہوجاتی ہے اور خدا تعالیٰ کے حکموں

فعل کو بحکم مولیٰ کریم بجالاتے ہیں۔ پس عقل سلیم کا اسی قدر ماننا اس کی ترقی کیلئے ایک زینہ کی طرح ہے اور بلاشبہ اس قدر تسلیم کے بعد عقل سلیم تساقط شہب کو دہریوں اور طبیعیوں کی عقول ناقصہ کی طرح ایک امر عبث خیال نہیں کرے گی بلکہ **تعین کامل** کے ساتھ اس رائے کی طرف جھکے گی کہ درحقیقت یہ حکیمانہ کام ہے جس کے تحت میں مقاصد عالیہ ہیں اور اس قدر علم کے ساتھ عقل سلیم کو اس بات کی حرص پیدا ہوگی کہ ان مقاصد عالیہ کو مفصل طور پر معلوم کرے پس یہ حرص اور شوق صادق اس کو کشاں کشاں اس مرشد کامل کی طرف لے آئے گا جو **وحی قرآن کریم** ہے۔

ہاں اگر عقل سلیم کچھ بحث اور چوں چرا کرسکتی ہے تو اس موقعہ پر تو نہیں لیکن ان مسائل کے ماننے کیلئے بلاشبہ اول اس کا یہ حق ہے کہ خدا تعالیٰ کے وجود میں جس کی سلطنت تبھی قائم رہ سکتی ہے کہ جب ہریک ذرّہ عالم کا اس کا تابع ہو بحث کرے۔ پھر ملائک کے وجود پر اور ان کی خدمات پر دلائل شافیہ طلب کرے یعنی اس بات کی پوری پوری تسلی کر لیوے کہ درحقیقت خدا تعالیٰ کا انتظام یہی ہے کہ جو کچھ اجرام اور اجسام اور کائنات الجو میں ہو رہا ہے یا کبھی کبھی ظہور میں آتا ہے۔ وہ صرف اجرام اور اجسام کے افعال شتر بے مہار کی طرح نہیں ہیں بلکہ ان کے تمام واقعات کی زمام اختیار حکیم قدیر نے ملائک کے ہاتھ میں دے رکھی ہے جو ہر دم

﴿۱۳۳﴾

اور مشیتوں سے ایسا پیار کرتے ہیں کہ جیسا خدا تعالیٰ ان امور سے پیار کرتا ہے اسی وجہ سے وہ خدا تعالیٰ کے امتحانوں کے وقت پیچھے نہیں ہٹتے بلکہ چند قدم آگے رکھ دیتے ہیں۔ پھر بعد اس کے اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے کہ ان تینوں گروہوں پر میرا بڑا فضل ہے یعنی ظالم بھی مورد فضل اور برگزیدہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں اور ایسا ہی مقتصد بھی اور سابق بالخیرات تو خود ظاہر ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ اس آیت میں اللہ جلّ شانہٗ نے ظالموں کو بھی اپنے برگزیدہ

بقیہ حاشیہ

اور ہر طرفۃ العین میں اس قادر مطلق سے اذن پا کر انواع اقسام کے تصرفات میں مشغول ہیں اور نہ عبث طور پر بلکہ سراسر حکیمانہ طرز سے بڑے بڑے مقاصد کیلئے اس کرہ ارض و سما کو طرح طرح کی جنبشیں دے رہے ہیں اور کوئی فعل بھی ان کا بے کار اور بے معنی نہیں۔

اور ہم فرشتوں کے وجود اور ان کی ان خدمات پر کسی قدر اسی رسالہ میں بحث کر آئے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ فرشتوں کا وجود ماننے کیلئے نہایت سہل اور قریب راہ یہ ہے کہ ہم اپنی عقل کی توجہ اس طرف مبذول کریں کہ یہ بات طے شدہ اور فیصل شدہ ہے کہ ہمارے اجسام کی ظاہری تربیت اور تکمیل کے لئے اور نیز اس کام کیلئے کہ تا ہمارے ظاہری حواس کے افعال مطلوبہ کما ینبغی صادر ہو سکیں خدا تعالیٰ نے یہ قانون قدرت رکھا ہے کہ عناصر اور شمس و قمر اور تمام ستاروں کو اس خدمت میں لگا دیا ہے کہ وہ ہمارے اجسام اور قویٰ کو مدد پہنچا کر ان سے بوجہ احسن ان کے تمام کام صادر کرا دیں اور ہم ان صداقتوں کے ماننے سے کسی طرف بھاگ نہیں سکتے کہ مثلاً ہماری آنکھ اپنی ذاتی روشنی سے کسی کام کو بھی انجام نہیں دے سکتی جب تک آفتاب کی روشنی اس کے ساتھ شامل نہ ہو اور ہمارے کان محض اپنی قوت شنوائی سے کچھ بھی سن نہیں سکتے جب تک کہ ہوا متکیّف بصوت ان کی ممد و معاون

﴿۱۳۴﴾

بندے اور مورد فضل قرار دے دیا ہے اور ان کو اپنے ان پیارے اور چنے ہوئے اور قابلِ تحسین لوگوں میں شمار کرلیا ہے جن سے وہ بہت ہی خوش ہے حالانکہ قرآن کریم اس مضمون سے بھراپڑا ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ ظالموں سے پیار نہیں کرتا اور عدل کو چھوڑنے والے کبھی مورد فضل نہیں ہوسکتے۔ پس اس دلیل سے بہ بداہت معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں ظالموں کے گروہ سے مراد وہ گروہ نہیں ہے جو خدا تعالیٰ کا سرکش اور نافرمان اور مشرک اور کافر اور

نہ ہو۔ پس کیا اس سے یہ ثابت نہیں کہ خدا تعالیٰ کے قانون نے ہمارے قویٰ کی تکمیل اسباب خارجیہ میں رکھی ہے اور ہماری فطرت ایسی نہیں ہے کہ اسباب خارجیہ کی مدد سے مستغنی ہو اگر غور سے دیکھو تو نہ صرف ایک دو بات میں بلکہ ہم اپنے تمام حواس تمام قویٰ تمام طاقتوں کی تکمیل کے لئے خارجی امدادات کے محتاج ہیں پھر جب کہ یہ قانون اور انتظام خدائے واحد لاشریک کا جس کے کاموں میں وحدت اور تناسب ہے ہمارے خارجی قویٰ اور حواس اور اغراض جسمانی کی نسبت نہایت شدت اور استحکام اور کمال التزام سے پایا جاتا ہے تو پھر کیا یہ بات ضروری اور لازمی نہیں کہ ہماری روحانی تکمیل اور روحانی اغراض کیلئے بھی یہی انتظام ہوتا دونوں انتظام ایک ہی طرز پر واقع ہو کر صانع واحد پر دلالت کریں اور خود ظاہر ہے کہ جس حکیم مطلق نے ظاہری انتظام کی یہ بنا ڈالی ہے اور اسی کو پسند کیا ہے کہ اجرام سماوی اور عناصر وغیرہ اسباب خارجیہ کے اثر سے ہمارے ظاہر اجسام اور قویٰ اور حواس کی تکمیل ہو اس حکیم قادر نے ہمارے روحانیت کیلئے بھی یہی انتظام پسند کیا ہوگا کیونکہ وہ واحد لاشریک ہے اور اس کی حکمتوں اور کاموں میں وحدت اور تناسب ہے اور دلائل اِنّیہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں۔ سو وہ اشیاء خارجیہ جو ہماری روحانیت پر اثر ڈال کر شمس اور قمر اور عناصر کی طرح جو اغراض جسمانی کیلئے ممد ہیں ہماری اغراض روحانی کو پورا کرتی ہیں انہیں کا نام ہم ملائک

طریق عدل اور راستی کو چھوڑنے والا اور خدا تعالیٰ کی مخالفت کو اختیار کرنے والا ہے کیونکہ ایسے لوگوں کوتو قرآن کریم مردود اور مورد غضب ٹھہراتا ہے اور صاف کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ ظالموں اور معتدین کو جو طریق عدل اور انصاف چھوڑ دیتے ہیں دوست نہیں رکھتا پھر وہ لوگ مورد فضل کیونکر ٹھہر سکتے ہیں اور کیونکر ان کا نام مصطفیٰ اور برگزیدہ اور چنا ہوا رکھا جا سکتا ہے۔ سو ان یقینی اور قطعی دلائل سے ہمیں ماننا پڑا کہ اس جگہ ظالم کا لفظ کسی

﴿۱۳۵﴾

رکھتے ہیں۔ پس اس تقریر سے وجود ملائک کا بوجہ احسن ثابت ہوتا ہے اور گو ہم پر ان کی کُنہ کھل نہ سکے اور کھلنا کچھ ضرور بھی نہیں۔ لیکن اجمالی طور پر قانون قدرت کے توافق اور اتحاد پر نظر کر کے ان کا وجود ہمیں ماننا پڑتا ہے کیونکہ جس حالت میں ہم نے بطیبِ خاطر ظاہری قانون کو مان لیا ہے تو پھر کیا وجہ کہ ہم اسی طرز اور طریق پر باطنی قانون کو تسلیم نہ کریں۔ بے شک ہمیں باطنی قانون بھی اسی طرح قبول کرنا پڑے گا کہ جس طرح ہم نے ظاہری قانون کو مان لیا۔ یہی سر ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی **کتاب عزیز** میں بعض جگہ ان دونوں قانونوں کو مشترک الفاظ میں بیان کر دیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔

وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا۔ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا۔ فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا۔ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا۔[1] یعنی ان ہواؤں کی قسم ہے جو سمندروں اور دوسرے پانیوں سے بخارات کو ایسا جدا کرتی ہیں جو حق جدا کرنے کا ہے۔ پھر ان ہواؤں کی قسم ہے جو اُن گراں بار بخارات کو حمل دار عورتوں کی طرح اپنے اندر لے لیتی ہیں پھر ان ہواؤں کی قسم ہے جو بادلوں کو منزل مقصود تک پہنچانے کیلئے چلتی ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم ہے جو در پردہ ان تمام امور کے منصرم اور انجام دہ ہیں یعنی ہوائیں کیا چیز ہیں اور کیا حقیقت رکھتی ہیں جو خود بخود بخارات کو سمندروں میں سے اٹھاویں اور بادلوں کی صورت بنا دیں اور عین محل ضرورت پر جا کر برساویں اور مقسم امور

[1] الذّٰریٰت:۲ تا ۵

﴿۱۳۶﴾

مذموم معنی کیلئے استعمال نہیں ہوا بلکہ ایک ایسے محمود اور قابل تعریف معنوں کیلئے استعمال ہوا ہے جو درجہ سابق بالخیرات سے حصہ لینے کے مستحق اور اس درجہ فاضلہ کے چھوٹے بھائی ہیں اور وہ معنے بجز اس کے اور کوئی نہیں ہو سکتے کہ ظالم سے مراد اس قسم کے لوگ رکھے جائیں کہ جو خدا تعالیٰ کیلئے اپنے نفس مخالف پر جبر اور اکراہ کرتے ہیں اور نفس کے جذبات کم کرنے کیلئے دن رات مجاہدات شاقہ میں مشغول ہیں کیونکہ یہ تو لغت کی رو سے بھی ثابت ہے کہ ظالم کا لفظ بغیر کسی

بقیہ حاشیہ

بنیں یہ تو در پردہ **ملائک** کا کام ہے سو خدا تعالیٰ نے ان آیات میں اول حکمائے ظاہر کے طور پر بادلوں کے برسنے کا سبب بتلایا اور بیان فرمایا کہ کیونکر پانی بخار ہو کر بادل اور ابر ہو جاتا ہے اور پھر آخری فقرہ میں یعنی فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا میں حقیقت کو کھول دیا اور ظاہر کر دیا کہ کوئی ظاہر بین یہ خیال نہ کرے کہ صرف جسمانی علل اور معلولات کا سلسلہ نظام ربّانی کیلئے کافی ہے بلکہ ایک اور سلسلہ علل روحانیہ کا اس جسمانی سلسلہ کے نیچے ہے جس کے سہارے سے یہ ظاہری سلسلہ جاری ہے اور پھر ایک دوسری جگہ فرماتا ہے۔

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا. فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا. وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا. فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا. فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا۔[1] یعنی قسم ہے ان ہواؤں کی اور ان فرشتوں کی جو نرمی سے چھوڑے گئے ہیں اور قسم ہے ان ہواؤں کی اور ان فرشتوں کی جو زور اور شدت کے ساتھ چلتے ہیں اور قسم ہے ان ہواؤں کی جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں اور ان فرشتوں کی جو ان بادلوں پر موکل ہیں اور قسم ہے ان ہواؤں کی جو ہر یک چیز کو جو معرض ذکر میں آجائے کانوں تک پہنچاتی ہیں اور قسم ہے ان فرشتوں کی

[1] المرسلات:۲ تا ۶

اور لحاظ کے فقط کم کرنے کیلئے بھی آیا ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام میں فرماتا ہے وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا ای و لم تنقص اور خدا تعالیٰ کی راہ میں نفس کے جذبات کو کم کرنا بلا شبہ ان معنوں کی رو سے ایک ظلم ہے ماسوا اس کے ہم ان کتب لغت کو جو صدہا برس قرآن کریم کے بعد اپنے زمانہ کے محاورات کے موافق طیار ہوئی ہیں قران مجید کا حکم نہیں ٹھہرا سکتے۔ قرآن کریم اپنی لغات کیلئے ﴿۱۳۷﴾

جو الٰہی کلام کو دلوں تک پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے آیت فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا[1] میں فرشتوں اور ستاروں کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا ہے یعنی اس آیت میں کواکب سبع کو ظاہری طور پر مدبر مافی الارض ٹھہرایا ہے اور ملائک کو باطنی طور پر ان چیزوں کا مدبّر قرار دیا ہے۔ چنانچہ تفسیر فتح البیان میں معاذ بن جبل اور قشیری سے یہ دونوں روایتیں موجود ہیں اور ابن کثیر نے حسن سے یہ روایت ملائک کی نسبت کی ہے کہ تدبر الامر من السّماء الی الارض یعنی آسمان سے زمین تک جس قدر امور کی تدبیر ہوتی ہے وہ سب ملائک کے ذریعہ سے ہوتی ہے اور ابن کثیر لکھتا ہے کہ یہ متفق علیہ قول ہے کہ **مدبّرات امر ملائک ہیں۔**

اور ابن جریر نے بھی آیات فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا کے نیچے یہ شرح کی ہے کہ اس سے مراد ملائک ہیں جو مدبر عالم ہیں یعنی گو بظاہر نجوم اور شمس وقمر وعناصر وغیرہ اپنے اپنے کام میں مشغول ہیں مگر درحقیقت مدبر ملائک ہی ہیں۔

اب جبکہ خدا تعالیٰ کے قانون قدرت کے رو سے یہ بات نہایت صفائی سے ثابت ہوگئی کہ نظام روحانی کیلئے بھی نظام ظاہری کی طرح موثرات خارجیہ ہیں جن کا نام کلام الٰہی میں **ملائکہ** رکھا ہے تو اس بات کا ثابت کرنا باقی رہا کہ نظام ظاہری میں بھی جو کچھ ہو رہا ہے ان تمام افعال اور تغیرات کا بھی انجام اور انصرام بغیر فرشتوں کی شمولیت کے نہیں ہوتا سو منقولی طور پر تو اس کا ثبوت ظاہر ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرشتوں کا نام مُدبّرات اور مقسّمات امر رکھا ہے اور ہریک

[1] النازعات:۶

﴿۱۳۸﴾

آپ متکفل ہے اور اس کی بعض آیات بعض دوسری آیات کی شرح کرتی ہیں یہ بات ظاہر ہے کہ اصطفاء کا عزت بخش لفظ کبھی دوسرے ظالموں کے حق میں خدا تعالیٰ نے استعمال نہیں کیا بلکہ ان کو مردود اور مخذول اور مورد غضب ٹھہرایا ہے مگر اس جگہ ظالم کو اپنا برگزیدہ قرار دیا اور مورد فضل ٹھہرایا ہے اور اس آیت سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ جیسے مقتصد اس لئے برگزیدہ ہے کہ مقتصد ہے اور سابق بالخیرات اس لئے برگزیدہ ہے کہ وہ سابق بالخیرات ہے۔ اسی طرح ظالم بھی اس لئے برگزیدہ ہے کہ وہ ظالم ہے۔ پس کیا اب اس ثبوت میں کچھ کسر رہ گئی کہ اس جگہ ظلم سے مراد وہ ظلم ہے جو خدا تعالیٰ کو پیارا معلوم ہوتا ہے یعنی خدا تعالیٰ کیلئے اپنے نفس پر اکراہ اور جبر کرنا اور نفس کے جذبات کو اللہ جلّ شانہٗ کے راضی

حاشیہ

عرض اور جوہر کے حدوث اور قیام کا وہی موجب ہیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کے عرش کو بھی وہی اٹھائے ہوئے ہیں جیسا کہ آیت اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ[1] سے کلی طور پر فرشتوں کا تقرر ہر یک چیز پر ثابت ہوتا ہے اور نیز قرآن کریم کی آیت مندرجہ ذیل بھی اسی پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۔ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ[2] یعنی جب قیامت واقع ہوگی تو آسمان پھٹ جائے گا اور ڈھیلا اور سست ہو جائے گا اور اس کی قوتیں جاری رہیں گی ☆ کیونکہ فرشتے جو آسمان اور

حاشیہ در حاشیہ

آسمانوں کی کیفیت

☆ آج کل کے علم ہیئت کے محققین جو یورپ کے فلاسفر ہیں جس طرز سے آسمانوں کے وجود کی نسبت خیال رکھتے ہیں درحقیقت وہ خیال قرآن کریم کے مخالف نہیں کیونکہ قرآن کریم نے اگرچہ آسمانوں کو نرا پول تو نہیں ٹھہرایا لیکن اس سماوی مادہ کا جو پول کے اندر بھرا ہوا ہے صلب اور کثیف اور متعسر الخرق مادہ بھی قرار نہیں دیا بلکہ ہوا یا پانی کی طرح نرم اور کثیف مادہ قرار دیا جس میں ستارے تیرتے ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے كُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ[3] ہاں یونانیوں نے آسمانوں کو اجسام کثیفہ تسلیم کیا ہوا ہے اور پیاز کے چھلکوں کی طرح تہ بتہ ان کو مانا ہے اور آخری تہ کا آسمان جو تمام تہوں پر محیط ہو رہا ہے جمیع مخلوقات کا انتہا قرار دیا ہے

[1] الطارق:۵ [2] الحاقۃ:۱۷۔۱۸ [3] یٰس:۴۱

کرنے کی غرض سے کم کر دینا اور گھٹا دینا اور اس قسم کے ظالموں کا قرآن کریم کے دوسرے مقامات میں **توابین** بھی نام ہے جن سے اللہ جلّ شانہ ٗ پیار کرتا ہے۔ غرض ایسا خیال کرنا نعوذ باللہ سخت دھوکا ہے کہ ان ظالموں سے جو اس آیت میں درج ہیں وہ ظالم مراد لئے جائیں جو خدا تعالیٰ کے سخت نافرمان ہیں اور شرک اور کفر اور فسق کو اختیار کرنے والے اور اس پر راضی ہو جانے والے اور ہدایت کی راہوں سے بغض رکھنے والے ہیں بلکہ وہ ظالم مراد ہیں جو باوجود نفس کے سخت جذبات کے پھر افتاں خیزاں خدا تعالیٰ کی طرف دوڑتے ہیں۔ اس پر ایک اور قرینہ یہ ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ نے قرآن کریم کے نزول کی علت غائی ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ قرار دی ہے اور قرآن کریم سے رشد اور ہدایت اور فیض حاصل کرنے والے بالتخصیص متقیوں کو ہی ٹھہرایا ہے

﴿۱۳۹﴾

ہمارے ایک دوست کو اس بات کی تحقیق کی خواہش ہے کہ آیت اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَھُوۡلًا میں ظلوماً جھولاً کے دو لفظ جو مقام مدح میں واقع ہیں ان کے کیا معنی ہیں۔ پس چاہیئے کہ دوست موصوف اس مضمون کو غور سے پڑھیں۔

بقیہ حاشیہ

آسمانی اجرام کیلئے جان کی طرح تھے وہ سب تعلقات کو چھوڑ کر کناروں پر چلے جائیں گے اور اس دن خدا تعالیٰ کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے سر پر اور کاندھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس آیت کی تفسیر میں شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ درحقیقت آسمان کی بقا باعث ارواح کے ہے یعنی ملائک کے جو آسمان اور آسمانی اجرام کیلئے بطور روحوں کے ہیں اور جیسے روح بدن کی محافظ ہوتی ہے اور بدن پر تصرف رکھتی ہے اسی طرح بعض ملائک آسمان اور آسمانی اجرام پر تصرف رکھتے ہیں اور تمام اجرام سماوی ان کے ساتھ ہی زندہ ہیں اور انہیں کے ذریعہ سے صدور افعال کواکب ہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

جس کو وہ فلک الافلاک اور محدّد بھی کہتے ہیں جو ان کے زعم میں معہ تین اور آسمانوں کے جن کا نام **مدیر** اور **جوزہر** اور **مائل** ہے مشرق سے مغرب کی طرف گردش کرتا ہے اور باقی آسمان مغرب سے مشرق کی طرف گھومتے ہیں اور ان کے گمان میں فلک محدّد معمورہ عالم کا منتہا ہے جس کے پیچھے خلا ملا نہیں۔ گویا خدا تعالیٰ نے اپنے ممالک مقبوضہ کی ایک دیوار کھینچی ہوئی ہے جس کا ماورا کچھ بھی نہیں نہ خلا نہ ملا۔

یونانیوں نے جو آسمانوں کے بارے میں تشریح کی ہے وہ تشریح قرآن کریم کی تشریح کے ساتھ مطابق نہیں ہے اور قرآن کریم کی تشریح آسمانوں کے وجود کی نسبت بالکل صحیح اور ایک بدیہی صداقت ہے کوئی عقل سلیم اس سے انکار نہیں کر سکتی۔

﴿۱۴۰﴾

جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ [1]
پس اس علّت غائی پر نظر ڈال کر یقینی اور قطعی طور پر یہ بات فیصلہ پا جاتی ہے کہ ظالم کا لفظ اس آیت میں ایسے شخص کی نسبت ہرگز اطلاق نہیں پایا کہ جو عمدًا نافرمان اور سرکش اور طریق عدل کو چھوڑنے والا اور شرک اور بے ایمانی کو اختیار کرنے والا ہو۔ کیونکہ ایسا آدمی تو بلا شبہ دائرہ اتقا سے خارج ہے اور اس لائق ہرگز نہیں ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ قسم متقیوں میں اس کو داخل کیا جائے مگر آیت ممدوحہ میں ظالم کو متقیوں اور مومنوں کے گروہ میں نہ صرف داخل ہی کیا ہے بلکہ متقیوں کا سردار اور ان میں سے برگزیدہ ٹھہرا دیا ہے۔ پس اس سے جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں ثابت ہوا کہ یہ ظالم ان ظالموں میں سے

بقیہ حاشیہ

پھر جب وہ ملائک جان کی طرح اس قالب سے نکل جائیں گے تو آسمان کا نظام ان کے نکلنے سے درہم برہم ہو جائے گا جیسے جان کے نکل جانے سے قالب کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے پھر ایک اور آیت قرآن کریم کی بھی اسی مضمون پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ [2] سورۃ الملک الجزو نمبر ۲۹ یعنی ہم نے سماء الدنیا کو ستاروں کے ساتھ زینت دی ہے اور ستاروں کو ہم نے رجم شیاطین کیلئے ذریعہ ٹھہرایا ہے اور پہلے اس سے نص قرآنی سے ثابت ہو چکا ہے کہ آسمان سے زمین تک ہریک امر کے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

یونانیوں کی اس رائے پر جس قدر اعتراض وارد ہوتے ہیں وہ پوشیدہ نہیں نہ صرف قیاسی طور پر بلکہ تجربہ بھی ان کا مکذب ہے جس حالت میں آج کل کے آلات دوربین نہایت دور کے ستاروں کا بھی پتہ لگاتے جاتے ہیں اور چاند اور سورج کو ایسا دکھا دیتے ہیں کہ گویا وہ پانچ چار کوس پر ہیں تو پھر تعجب کا مقام ہے کہ باوجودیکہ آسمان یونانیوں کے زعم میں ایک کثیف جوہر ہے اور ایسا کثیف جو

[1] البقرۃ: ۲، ۳ [2] الملک: ٦

﴿۱۴۱﴾

نہیں ہیں جو دائرہ اتقا سے بکلی خارج ہیں بلکہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جو ظلمت معصیت میں مبتلا تو ہیں مگر با ایں ہمہ خدا تعالیٰ سے سرکش نہیں ہیں بلکہ اپنے سرکش نفس سے کشتی کرتے رہتے ہیں اور تکلف اور تصنع سے اور جس طرح بن پڑے حتی الوسع نفس کے جذبات سے رکنا چاہتے ہیں مگر کبھی نفس غالب ہو جاتا ہے اور معصیت میں ڈال دیتا ہے اور کبھی وہ غالب آ جاتے ہیں اور رو رو کر اس سیہ دھبے کو دھوڈالتے ہیں اور یہ صفت جو ان میں موجود ہوتی ہے دراصل مذموم نہیں ہے بلکہ محمود اور ترقیات غیر متناہیہ کا مرکب اور مجاہدات شاقہ کا ذریعہ ہے اور درحقیقت یہی صفت مخالفت نفس کی جو دوسرے لفظوں میں **ظلومیّت** کے اسم سے بھی موسوم ہے ایک نہایت قابلِ تعریف

بقیہ حاشیہ

مقسّم اور مدبّر فرشتے ہیں اور اب یہ قول اللہ جلّ شانہٗ کا کہ شہب ثاقبہ کو چلانے والے وہ ستارے ہیں جو سماء الدنیا میں ہیں بظاہر منافی اور مباین ان آیات سے دکھائی دیتا ہے جو فرشتوں کے بارے میں آئی ہیں لیکن اگر بنظر غور دیکھا جائے تو کچھ منافی نہیں کیونکہ ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں کہ قرآن کریم کی تعلیم سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ **فرشتے آسمان اور آسمانی اجرام کیلئے بطور جان کے ہیں اور ظاہر ہے کہ کسی شے کی جان اس شے سے جدا نہیں ہوتی**

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

قابل خرق والتیام نہیں اور اس قدر بڑا کہ گویا چاند اور سورج کو اس کی ضخامت کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں ۔ پھر بھی وہ ان دوربین آلات سے نظر نہیں آ سکا ۔ اگر دور کے آسمان نظر نہیں آتے تھے تو سماء الدنیا جو سب سے قریب ہے ضرور نظر آ جانا چاہئے تھا پس کچھ شک نہیں کہ جو یونانیوں نے عالم بالا کی تصویر دکھائی ہے وہ صحیح نہیں اور اس قدر اس پر اعتراض پیدا ہوتے ہیں کہ جن سے مخلصی حاصل کرنا ممکن

﴿۱۴۲﴾ جوہر انسان میں ہے جو فرشتوں کو بھی نہیں دیا گیا اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔[1] یعنی انسان میں ظلومیت اور جہولیت کی صفت تھی اس لئے اس نے اس امانت کو اٹھالیا۔ جس کو وہی شخص اٹھا سکتا ہے جس میں اپنے نفس کی مخالفت اور اپنے نفس پر سختی کرنے کی صفت ہو۔ غرض یہ صفت **ظلومیت** انسان کے مراتب سلوک کا ایک مرکب اور اس کے مقامات قرب کیلئے ایک عظیم الشان ذریعہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو بوجہ مجاہدات شاقہ کے اوائل حال میں نار جہنم کی شکل پر تجلی کرتا ہے لیکن آخر نعماء جنت تک پہنچا دیتا ہے اور در حقیقت قرآن کریم کے دوسرے مقام میں جو یہ آیت ہے۔ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ

بقیہ حاشیہ

اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کے بعض مقامات میں رمی شہب کا فاعل فرشتوں کو ٹھہرایا اور بعض دوسرے مقامات میں اسی رمی کا فاعل ستاروں کو ٹھہرا دیا کیونکہ فرشتے ستاروں میں اپنا اثر ڈالتے ہیں جیسا کہ جان بدن میں اپنا اثر ڈالتی ہے تب وہ اثر ستاروں سے نکل کر ان ارضی بخارات پر پڑتا ہے جو شہاب بننے کے لائق ہوتے ہیں تو وہ فی الفور قدرت خدا تعالیٰ سے مشتعل ہو جاتے ہیں اور فرشتے ایک دوسرے رنگ میں شہب ثاقبہ سے تعلق پکڑ کر اپنے نور کے ساتھ یمین اور یسار کی طرف ان کو چلاتے ہیں اور اس بات میں تو کسی فلسفی کو کلام نہیں کہ جو کچھ **کائنات الجوّ**

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

ہی نہیں لیکن قرآن کریم نے جو سمٰوات کی حقیقت بیان کی ہے وہ نہایت صحیح اور درست ہے جس کے ماننے کے بغیر انسان کو کچھ بن نہیں پڑتا اور اس کی مخالفت میں جو کچھ بیان کیا جائے وہ سراسر ناواقفی یا تعصب پر مبنی ہوگا۔ قرآن کریم نہ آسمانوں کو یونانی حکماء کی طرح طبقات کثیفہ ٹھہراتا ہے اور نہ بعض نادانوں کے خیال کے موافق نرا پول جس میں کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ شق اول کی معقولی طور پر غلطی ظاہر ہے جس کی نسبت ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔ اور شق دوم یعنی یہ کہ آسمان کچھ بھی وجود مادی نہیں رکھتا

[1] الاحزاب: ۷۳

عَلٰی رَبِّکَ حَتۡمًا مَّقۡضِیًّا ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِیۡنَ فِیۡہَا جِثِیًّا [1] ﴿۱۴۳﴾

یہ بھی درحقیقت صفت محمودۂ ظلومیت کی طرف ہی اشارہ کرتی ہے اور ترجمہ آیت یہ ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نفس نہیں جو آگ میں وارد نہ ہو یہ وہ وعدہ ہے جو تیرے رب نے اپنے پر امر لازم اور واجب الادا ٹھہرا رکھا ہے پھر ہم اس آگ میں وارد ہونے کے بعد متقیوں کو نجات دے دیتے ہیں اور ظالموں کو یعنی ان کو جو مشرک اور سرکش ہیں جہنم میں زانو پر گرے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں۔ اس جگہ **الظالمین** پر جو الف لام آیا ہے۔ وہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے اور اس سے غرض یہ ہے کہ ظالم دو قسم کے ہیں:۔

(۱) ایک متقی ظالم جن کی نجات کا وعدہ ہے اور جو خدا تعالیٰ کے پیارے ہیں۔

حاشیہ: یا زمین میں ہوتا ہے علل ابتدائیہ ان کے نجوم اور تاثیرات سماویہ ہی ہوتی ہیں۔ ہاں اس دوسرے دقیق بھید کو ہر یک شخص نہیں سمجھ سکتا کہ نجوم کے قویٰ فرشتوں سے فیض یاب ہیں اس بھید کو اول قرآن کریم نے ظاہر فرمایا اور پھر عارفوں کو اس طرف توجہ پیدا ہوئی۔ غرض اس آیت سے بھی منقولی طور پر یہی ثابت ہوا کہ فرشتے نجوم اور آسمانی قویٰ کیلئے جان کی طرح ہیں اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں کبھی نجوم کا فعل فرشتوں کی طرف منسوب کیا ہے اور کبھی فرشتوں کا فعل نجوم کی طرف منسوب کر دیا ہے بات یہ ہے کہ جب کہ **قرآن کریم کی تعلیم کی رو سے فرشتے نجوم اور شمس اور قمر اور آسمان**

حاشیہ در حاشیہ: نرا پول ہے استقرا کی رو سے سراسر غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر ہم اس فضا کی نسبت جو چمکتے ہوئے ستاروں تک ہمیں نظر آتا ہے بذریعہ اپنے تجارب استقرائیہ کے تحقیقات کرنا چاہیں تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ سنت اللہ یا قانون قدرت یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے کسی فضا کو محض خالی نہیں رکھا چنانچہ جو شخص غبارہ میں بیٹھ کر ہوا کے طبقات کو چیرتا چلا جاتا ہے وہ شہادت دے سکتا ہے کہ جس قدر وہ اوپر کو چڑھا اس نے کسی حصہ فضا کو خالی نہیں پایا

[1] مریم: ۷۲۔۷۳

﴿۱۴۴﴾ اور جو آیت فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ میں ناجیوں میں شمار کئے گئے ہیں۔

(۲) **دوسرے** مشرک اور کافر اور سرکش ظالم جو جہنم میں گرائے جائیں گے اور اس آیت میں بیان فرمایا کہ متقی بھی اس نار کی مس سے خالی نہیں ہیں۔ اس بیان سے مراد یہ ہے کہ متقی اسی دنیا میں جو دارالابتلا ہے انواع اقسام کے پیرایہ میں بڑی مردانگی سے اس نار میں اپنے تئیں ڈالتے ہیں اور خدا تعالیٰ کیلئے اپنی جانوں کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ میں گراتے ہیں اور طرح طرح کے آسمانی قضاء و قدر بھی نار کی شکل میں ان پر وارد ہوتے ہیں وہ ستائے جاتے اور دکھ دیئے جاتے ہیں اور اس قدر بڑے بڑے زلزلے ان پر آتے ہیں کہ ان کے ماسوا کوئی ان زلازل کی برداشت نہیں کرسکتا اور حدیث صحیح میں

بقیہ حاشیہ

کیلئے جان کی طرح ہیں اور قیام اور بقا ان تمام چیزوں کا فرشتوں کے تعلق پر موقوف ہے۔ اور ان کے **ارجاء** کی طرف کھسک جانے سے تمام اجرام ستاروں اور شمس و قمر اور آسمان کو موت کی صورت پیش آتی ہے تو پھر اس صورت میں وہ جان کی طرح ہوئے یا کچھ اور ہوئے۔ میں ان مولویوں کی حالت پر سخت افسوس کرتا ہوں کہ جو ان تمام کھلے کھلے مقامات قرآنی کو دیکھ کر پھر بھی اس بات کے قبول کرنے سے متامل ہیں کہ ملائکہ کو اجرام سماوی بلکہ بعض فرشتوں کو جو **عنصرّیون** ہیں عناصر اور اجرام سماوی سے ایسا شدید تعلق ہے کہ جیسا کہ ارواح کو قوالب کے ساتھ ہوتا ہے یہ تو سچ ہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

پس یہ استقرا ہمیں اس بات کے سمجھنے کیلئے بہت مدد دے سکتا ہے کہ اگرچہ یونانیوں کی طرح آسمان کی حد بست ناجائز ہے مگر یہ بھی تو درست نہیں ہے کہ آسمانوں سے مراد صرف ایک خالی فضا اور پول ہے جس میں کوئی مخلوق مادہ نہیں ہم جہاں تک ہمارے تجارب رویت رسائی رکھتے ہیں کوئی مجرد پول مشاہدہ نہیں کرتے پھر کیونکر خلاف اپنی مستمر استقرا کے حکم کرسکتے ہیں کہ ان مملو فضاؤں سے آگے چل کر ایسے فضا بھی ہیں جو بالکل خالی ہیں۔ کیا برخلاف ثابت شدہ استقراء کے اس

﴿۱۴۵﴾

ہے کہ تپ بھی جو مومن کو آتا ہے وہ نار جہنم میں سے ہے اور مومن بوجہ تپ اور دوسری تکالیف کے نار کا حصہ اسی عالم میں لے لیتا ہے اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ مومن کیلئے اس دنیا میں بہشت دوزخ کی صورت میں متمثل ہوتا ہے یعنی خدا تعالیٰ کی راہ میں تکالیف شاقہ جہنم کی صورت میں اس کو نظر آتی ہیں پس وہ بطیبِ خاطر اس جہنم میں وارد ہو جاتا ہے تو معًا اپنے تئیں بہشت میں پاتا ہے۔ اسی طرح اور بھی احادیث نبویہ بکثرت موجود ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ مومن اسی دنیا میں نار جہنم کا حصہ لے لیتا ہے اور کافر جہنم میں بجبر و اکراہ گرایا جاتا ہے لیکن مومن خدا تعالیٰ کیلئے آپ آگ میں گرتا ہے۔ **ایک اور حدیث** اسی مضمون کی ہے جس میں لکھا ہے کہ ایک حصہ نار کا ہر یک بشر کیلئے مقدر ہے چاہے تو وہ اس دنیا میں اس آگ کو اپنے لئے خدا تعالیٰ کی راہ میں قبول کر لیوے

حاشیہ: کہ قرآن کریم سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ملائک آسمان پر ایک مستقل وجود رکھتے ہیں مگر کیا یہ دوسری بات بھی اسی کتاب عزیز کی رو سے سچی ثابت نہیں ہوتی کہ ملائکہ کا تعلق ہر ایک جرم سماوی سے ایک حافظانہ تعلق ہے اور ہر ایک ستارہ اپنے بقا اور قیام اور صدور افعال میں ملائکہ کی تائید کا محتاج ہے افسوس کہ یہ لوگ جو اپنے تئیں **مولوی** کہلاتے ہیں یوں تو مسلمانوں کو **کافر بنانے** کے لئے بڑے سرگرم ہیں مگر قرآن کریم کی تعالیم مبارکہ حکمیہ کو تدبر اور تعمق کی نظر سے نہیں دیکھتے پھر حق کے سمجھنے میں کیونکر کامیاب ہوں وہ قرآن کریم کا ذرا قدر نہیں کرتے اور اس کو نعوذ باللہ ایک موٹے خیالات کا مجموعہ سمجھتے ہیں اور قرآن کریم کی اعلیٰ طاقتوں اور

حاشیہ در حاشیہ: وہم کا کچھ بھی ثبوت ہے ایک ذرا بھی نہیں۔ پھر کیونکر ایک بے بنیاد وہم کو قبول کیا جائے اور مان لیا جائے۔ ہم کیونکر ایک قطعی ثبوت کو بغیر کسی مخالفانہ اور غالب ثبوت کے چھوڑ سکتے ہیں اور علاوہ اس کے اللہ جلّ شانہٗ کی اس میں کسر شان بھی ہے گویا وہ عام اور کامل خالقیت سے عاجز تھا تبھی تو تھوڑا سا بنا کر باقی بے انتہا فضا چھوڑ دی اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس استقرائی ثبوت کے انکار میں کہ کوئی فضا کسی جوہر لطیف سے خالی نہیں کونسی یقینی اور قطعی دلیل ایسے شخصوں

﴿۱۴۶﴾

اور چاہے تو تنعم اور غفلت میں عمر گزارے اور آخرت میں اپنے تنعم کا حساب دیوے اور آیت وَاِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا[1] کے ایک دوسرے معنے بھی ہیں اور وہ یہ ہے کہ عالمِ آخرت میں ہریک سعید اور شقی کو متمثل کر کے دکھلا دیا جائے گا کہ وہ دنیا میں سلامتی کی راہوں میں چلایا اس نے ہلاکت اور موت اور جہنم کی راہیں اختیار کیں سو اس دن وہ سلامتی کی راہ جو صراط مستقیم اور نہایت باریک راہ ہے جس پر چلنے والے بہت تھوڑے ہیں اور جس سے تجاوز کرنا اور اِدھر اُدھر ہونا درحقیقت جہنم میں گرنا ہے تمثّل کے طور پر نظر آ جائے گی اور جو لوگ دنیا میں صراط مستقیم پر چل نہیں سکے وہ اس روز اس صراط پر بھی چل نہیں سکیں گے کیونکہ وہ صراط درحقیقت دنیا کی روحانی صراط کا ہی ایک نمونہ ہے اور جیسا کہ ابھی روحانی آنکھوں سے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ہماری صراط کے دائیں بائیں درحقیقت جہنم ہے اگر

حاشیہ

حکمتوں اور اس کے دقیق بھیدوں سے بے خبر ہیں۔

یہ تو ہم نے منقولی طور پر ثبوت دیا لیکن معقولی طور پر اس بات کا ثبوت کہ نظام ظاہری میں جو کچھ امر خیر ہو رہا ہے ان تمام امور کا ظہور و صدور دراصل ملائکہ کے افعال خفیہ سے ہے **ان امور پر غور کرنے** سے پیدا ہوتا ہے کہ ہریک چیز سے اللہ جلّ شانہٗ وہ کام لیتا ہے جس کام کے کرنے کی اس چیز کو قوتیں عطا کی گئی ہیں۔ پس اب یہ خیال کرنا کہ ہریک تغیر اجرام سماوی اور کائنات الجو کا صرف اسباب طبعیہ خارجیہ سے ظہور میں آتا ہے اور کسی روحانی سبب کی ضرورت نہیں بالکل غیر معقول ہے کیونکہ اگر ایسا ہی ہوتا کہ یہ

اس بات کا عقلی ثبوت کہ اس عالم کے تمام امور کا ظہور ملائکہ کے ذریعہ سے ہے نہ خود بخود

حاشیہ در حاشیہ

کے ہاتھ میں ہے جو مجرّد پول کے قائل ہیں یا قائل ہوں۔ اگر کوئی شخص ایسا ہی اعتقاد اور رائے رکھتا ہے کہ چند مادی کرّوں کے بعد تمام پول ہی پڑا ہے جو بے انتہا ہے تو وہ ہماری اس حجت استقرائی سے صاف اور صریح طور پر ملزم ٹھہر جاتا ہے ظاہر ہے کہ استقراء وہ استدلال اور حجت کی قسم ہے جو اکثر دنیا کے ثبوتوں کو اسی سے مدد ملی ہے مثلاً ہمارا یہ قول کہ انسان کی دو۲ آنکھیں ہوتی ہیں اور ایک زبان اور دو کان اور وہ عورتوں کی پیشاب گاہ کی راہ سے پیدا ہوتا ہے

---

[1] مریم : ۷۲

﴿۱۶۷﴾

ہم صراط کو چھوڑ کر دائیں طرف ہوئے تب بھی جہنم میں گرے اور اگر بائیں طرف ہوئے تب بھی گرے اور اگر سیدھے صراط مستقیم پر چلے تب جہنم سے بچ گئے۔ یہی صورت جسمانی طور پر عالم آخرت میں ہمیں نظر آجائے گی اور ہم آنکھوں سے دیکھیں گے کہ درحقیقت ایک صراط ہے جو پُل کی شکل پر دوزخ پر بچھایا گیا ہے جس کے دائیں بائیں دوزخ ہے تب ہم مامور کئے جائیں گے کہ اس پر چلیں۔ سو اگر ہم دنیا میں صراط مستقیم پر چلتے رہے ہیں اور دائیں بائیں نہیں چلے تو ہم کو اس صراط سے بھی خوف نہیں ہوگا اور نہ جہنم کی بھاپ ہم تک پہنچے گی اور نہ کوئی فزع اور خوف ہمارے دل پر طاری ہوگا بلکہ نور ایمان کی قوت سے چمکتی ہوئی برق کی طرح ہم اس سے گذر جائیں گے کیونکہ ہم پہلے اس سے گذر چکے ہیں اسی کی طرف اللہ جلّ شانہٗ اشارہ فرماتا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ [1] الجزو نمبر۲۰ سورۃ النمل۔ یعنی نیکی کرنے والوں کو قیامت کے دن اس نیکی سے زیادہ بدلا ملے گا

حاشیہ

تغیرات اجرام سماوی اور حوادث کائنات الجو جو بڑے بڑے مصالح پر مشتمل اور بنی آدم کی بقا اور صحت اور ضرورات معاشرت کی اس شرط سے ممدّ ومعاون ہیں کہ ان میں افراط اور تفریط نہ پایا جائے اگر یہ خود بخود ہوتے اور ایسی ذی شعور چیزوں کا درمیان قدم نہ ہوتا جو ارادہ اور فہم اور مصلحت اور اعتدال کی رعایت کر سکتے ہیں اور ہمارا تمام کاروبار زندگی اور بقا اور ضرورات معاشرت کا صاف ایسی چیزوں پر چھوڑا جاتا جو نہ شعور رکھتے ہیں نہ ادراک اور نہ **مصلحت وقت** کو پہچان سکتے ہیں اور نہ اپنے کاموں کو افراط اور تفریط سے محفوظ رکھ سکتے ہیں اور نہ نیک انسان

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

اور پہلے بچہ پھر جوان اور پھر بڈھا ہوتا ہے اور آخر کسی قدر عمر پاکر مر جاتا ہے اور ایسا ہی ہمارا یہ قول کہ انسان سوتا بھی ہے اور کھاتا بھی اور آنکھوں سے دیکھتا اور ناک سے سونگھتا اور کانوں کے ذریعہ سے سنتا اور پیروں سے چلتا اور ہاتھوں سے کام کرتا اور دو کانوں میں اس کا سر ہے اور ایسا ہی اور صدہا باتیں اور ہر ایک نوع نباتات اور جمادات اور حیوانات کی نسبت جو ہم نے طرح طرح کے خواص دریافت کئے ہیں ان سب کا ذریعہ بجز استقراء کے اور کیا ہے

[1] النمل:۹۰

﴿۱۴۸﴾

اور وہ ہر ایک ڈر سے اس دن امن میں رہیں گے ایسا ہی فرمایا ہے یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ [1] الجزو نمبر ۲۵ سورۃ الزخرف یعنی اے میرے بندو آج کے دن کچھ تم کو خوف نہیں اور نہ کوئی غم تمہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن جو شخص دنیا میں صراط مستقیم پر نہیں چلا وہ اس وقت بھی چل نہیں سکے گا اور دوزخ میں گرے گا اور جہنم کی آگ کا ہیمہ بن جائے گا۔ جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے۔ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَکُبَّتْ وُجُوْھُھُمْ فِی النَّارِ ؕ ھَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ [2] الجزو نمبر ۲۰ یعنی بدی کرنے والے اس دن جہنم میں گرائے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ یہ جزا درحقیقت وہی تمہارے اعمال ہیں جو تم دنیا میں کرتے تھے یعنی خدا تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرے گا بلکہ نیکی کے اعمال جنت کی صورت میں اور بدی کے اعمال دوزخ کی صورت میں ظاہر ہو جائیں گے۔

جاننا چاہیئے کہ عالم آخرت درحقیقت دنیوی عالم کا ایک عکس ہے اور جو کچھ دنیا

بقیہ حاشیہ: اور بد انسان میں فرق کر کے ہر یک کے ساتھ اس کے مناسب حال معاملہ کر سکتے ہیں تو دنیا میں اندھیر پڑ جاتا اور صانع حکیم وقدیر وعادل ورحیم وکریم کا کچھ پتہ نہ لگتا بلکہ یہ سلسلہ ذی روحوں کی حیات کا جو زمین پر بستی ہیں ایک دم بھی چل نہ سکتا اور دنیا مع اپنے تمام لوازم کے اپنے خاتمہ کے صدمہ کو دیکھ لیتی۔ پس اس سے صاف تر اور صریح تر اور روشن تر اور کیا دلیل ہوگی کہ اس آسمانی اور کائنات الجو کے سلسلہ میں وہ گڑ بڑ اور اندھیر نظر نہیں آتا جو اس صورت میں ہوتا جب کہ

حاشیہ در حاشیہ: پھر اگر استقراء میں کسی کو کلام ہو تو یہ تمام علوم درہم برہم ہو جائیں گے اور اگر یہ خلجان ان کے دلوں میں پیدا ہو کہ آسمانوں کا اگر کچھ وجود ہے تو کیوں نظر نہیں آتا۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ ہر ایک وجود کا مرئی ہونا شرط نہیں جو وجود نہایت لطافت اور بساطت میں پڑا ہے وہ کیونکر نظر آ جائے اور کیونکر کوئی دوربین اس کو دریافت کر سکے۔ غرض سماوی وجود کو خدا تعالیٰ نے نہایت لطیف قرار دیا ہے چنانچہ اسی کی تصریح میں یہ آیت اشارہ کر رہی ہے کہ کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ [3] یعنی ہر یک ستارہ اپنے اپنے آسمان میں جو اس کا مبلغ دور ہے تیر رہا ہے۔ اور درحقیقت خدا تعالیٰ نے یونانیوں

[1] الزخرف:۶۹ [2] النمل:۹۱ [3] یٰسٓ:۴۱

﴿۱۴۹﴾

میں روحانی طور پر ایمان اور ایمان کے نتائج اور کفر اور کفر کے نتائج ظاہر ہوتے ہیں وہ عالم آخرت میں جسمانی طور پر ظاہر ہو جائیں گے اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے مَنْ كَانَ فِىْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى [1] یعنی جو اس جہان میں اندھا ہے وہ اس جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا۔ ہمیں اس تمثّلی وجود سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیئے اور ذرا سوچنا چاہیئے کہ کیونکر روحانی امور عالم رؤیا میں متمثّل ہو کر نظر آ جاتے ہیں اور عالم کشف تو اس سے بھی عجیب تر ہے کہ باوجود عدم غیبت حِس اور بیداری کے روحانی امور طرح طرح کے جسمانی اشکال میں انہیں آنکھوں سے دکھائی دیتے ہیں جیسا کہ بسا اوقات عین بیداری میں ان روحوں سے ملاقات ہوتی ہے جو اس دنیا سے گذر چکی ہیں اور وہ اسی دنیوی زندگی کے طور پر اپنے اصلی جسم میں اسی دنیا کے کپڑوں میں سے ایک پوشاک پہنے ہوئے نظر آتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں اور بسا اوقات ان میں سے مقدس لوگ باذنہٖ تعالیٰ

بقیہ حاشیہ

تمام مدار اس نظام کا بے جان اور بے شعور چیزوں پر ہوتا سو ہمیں اس دلیل کی روشنی ملائک کے وجود اور ان کی ضرورت کے ماننے کیلئے ایسی بصیرت بخشتی ہے کہ گویا ہم بچشم خود ملائک کے وجود کو دیکھ رہے ہیں۔

اور اگر کوئی اس جگہ یہ شبہ پیش کرے کہ کیوں یہ بات روا نہیں کہ ملائک درمیان نہ ہوں اور ہر یک چیز خدا تعالیٰ کے حکم اور اذن اور تدبیر محکم سے وہی خدمت بجا لاوے جو اللہ جلّ شانہٗ کا منشا ہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

کے محدّد کی طرح اپنے عرش کو قرار نہیں دیا اور نہ اس کو محدود قرار دیا۔ ہاں اس کو اعلیٰ سے اعلیٰ ایک طبقہ قرار دیا ہے جس سے باعتبار اس کی کیفیت اور کمیت کے اور کوئی اعلیٰ طبقہ نہیں ہے اور یہ امر ایک مخلوق اور موجود کیلئے ممتنع اور محال نہیں ہو سکتا۔ بلکہ نہایت قرین قیاس ہے کہ جو طبقہ عرش اللہ کہلاتا ہے وہ اپنی وسعتوں میں خدائے غیر محدود کے مناسب حال اور غیر محدود ہو۔

اور اگر یہ اعتراض پیش ہو کہ قرآن کریم میں یہ بھی لکھا ہے کہ کسی وقت آسمان پھٹ جائیں گے اور ان میں شگاف ہو جائیں گے اگر وہ لطیف مادہ ہے تو اس کے پھٹنے کے کیا معنے ہیں

اس بات کا جواب کہ کیوں یہ بات جائز نہیں ہے کہ جو کام عالم جسمانی میں ملائک نے کرنا ہے وہ کام خود بخود ہر یک چیز اپنی فطرتی قوتوں سے کر لیوے

[1] بنی اسرآئیل:۷۳

﴿۱۵۰﴾ آئندہ کی خبریں دیتے ہیں اور وہ خبریں مطابق واقعہ نکلتی ہیں بسا اوقات عین بیداری میں ایک شربت یا کسی قسم کا میوہ عالم کشف سے ہاتھ میں آتا ہے اور وہ کھانے میں نہایت لذیذ ہوتا ہے اور ان سب امور میں یہ عاجز خود صاحب تجربہ ہے کشف کی اعلیٰ قسموں میں سے یہ ایک قسم ہے کہ بالکل بیداری میں واقع ہوتی ہے اور یہاں تک اپنے ذاتی تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ ایک شیریں طعام یا کسی قسم کا میوہ یا شربت غیب سے نظر کے سامنے آ گیا ہے اور وہ ایک غیبی ہاتھ سے منہ میں پڑتا جاتا ہے اور زبان کی قوت ذائقہ اس کے لذیذ طعم سے لذت اٹھاتی جاتی ہے اور دوسرے لوگوں سے باتوں کا سلسلہ بھی جاری ہے اور حواس ظاہری بخوبی اپنا اپنا کام دے رہے ہیں اور یہ شربت یا میوہ بھی کھایا جا رہا ہے اور اس کی لذت اور حلاوت بھی ایسی ہی کھلی کھلی طور پر معلوم ہوتی ہے بلکہ وہ لذت اس لذت سے نہایت الطف ہوتی ہے اور یہ ہرگز نہیں کہ وہ وہم ہوتا ہے یا صرف

حاشیہ: تو ایسا شبہ درحقیقت غلط فہمی کی وجہ سے پیدا ہوگا کیونکہ ہم ابھی پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ یہ بات ایک ثابت شدہ صداقت ہے کہ اجرام علوی اور عناصر اور کائنات الجو جو ہماری بقا اور حیات اور معاشرت کے خادم ٹھہرائے گئے ہیں علم اور شعور اور ارادہ نہیں رکھتے پس صرف انہیں کے تغیرات اور حوادث سے وہ کام اور وہ اغراض اور وہ مقاصد ہمارے لئے حاصل ہو جانا جو صرف عاقلانہ وزن اور تعدیل اور تدبیر اور مصلحت اندیشی سے صادر ہو سکتے ہیں بداہت ممتنع

حاشیہ در حاشیہ: تو اس کا یہ جواب ہے کہ اکثر قرآن کریم میں سماء سے مراد کلّ ما فی السّماء کو لیا ہے جس میں آفتاب اور ماہتاب اور تمام ستارے داخل ہیں۔ ماسوا اس کے ہر یک جرم لطیف ہو یا کثیف قابل خرق ہے بلکہ لطیف تو بہت زیادہ خرق کو قبول کرتا ہے پھر کیا تعجب ہے کہ آسمانوں کے مادہ میں بحکم رب قدیر و حکیم ایک قسم کا خرق پیدا ہو جائے۔ و ذٰلک علی اللّٰہ یسیر. بالآخر یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ قرآن کریم کے ہر یک لفظ کو حقیقت پر حمل کرنا بھی بڑی غلطی ہے اللہ جلّ شانہ‘ کا یہ پاک کلام بوجہ اعلیٰ درجہ کی بلاغت کے استعارات لطیفہ سے بھرا ہوا ہے۔ سو ہمیں اس فکر میں پڑنا کہ انشقاق اور انفجار آسمانوں کا کیونکر ہوگا درحقیقت

﴿۱۵۱﴾

بے بنیاد تخیلات ہوتے ہیں بلکہ واقعی طور پر وہ خدا جس کی شان **بکل خلق علیم** ہے ایک قسم کے خلق کا تماشا دکھا دیتا ہے پس جب کہ اس قسم کے خلق اور پیدائش کا دنیا میں ہی نمونہ دکھائی دیتا ہے اور ہر یک زمانہ کے عارف اس کے بارے میں گواہی دیتے چلے آئے ہیں تو پھر وہ تمثلی خلق اور پیدائش جو آخرت میں ہوگی اور میزان اعمال نظر آئے گی اور پل صراط نظر آئے گا اور ایسا ہی بہت سے اور امور روحانی جسمانی تشکل کے ساتھ نظر آئیں گے اس سے کیوں عقل مند تعجب کرے۔ کیا جس نے یہ سلسلہ تمثلی خلق اور پیدائش کا دنیا میں ہی عارفوں کو دکھا دیا ہے اس کی قدرت سے یہ بعید ہے کہ وہ آخرت میں بھی دکھاوے بلکہ ان تمثلات کو عالم آخرت سے نہایت مناسبت ہے، کیونکہ جس حالت میں اس عالم میں جو کمال انقطاع کا تجلی گاہ نہیں ہے یہ تمثلی پیدائش تزکیہ یافتہ لوگوں پر ظاہر ہو جاتی ہے تو پھر عالم آخرت میں جو اکمل اور اتم انقطاع کا مقام ہے کیوں نظر نہ آوے۔

بقیہ حاشیہ: ہے خدا تعالیٰ جس چیز سے کوئی کام لینا چاہتا ہے اول اس کام کے متعلق جس قدر مصالح ہیں ان تمام مصالح کے مناسب حال اس چیز میں قویٰ رکھ دیتا ہے۔ مثلاً ایک فعل خدا تعالیٰ کا بارش ہے جس کے انواع اقسام کے اغراض کے لئے ہمیں ضرورت ہے اور خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال کے موافق کبھی اس بارش کو عین وقتوں پر نازل کرتا ہے اور افراط تفریط کے نقصانوں سے ہمارے کھیتوں اور ہماری صحتوں کو بچا لیتا ہے اور کبھی دنیا پر

بقیہ حاشیہ در حاشیہ: ان الفاظ کے وسیع مفہوم میں ایک دخل بے جا ہے صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تمام الفاظ اور اس قسم کے اور بھی عالم مادی کے فنا کی طرف اشارہ ہے الٰہی کلام کا مدعا یہ ہے کہ اس عالم کون کے بعد فساد بھی لازم پڑا ہوا ہے ہر یک جو بنایا گیا توڑا جائے گا اور ہر یک ترکیب پاش پاش ہو جائے گی اور ہر یک جسم متفرق اور ذرّہ ذرّہ ہو جائے گا اور ہر یک جسم اور جسمانی پر عام فنا طاری ہوگی۔ اور قرآن کریم کے بہت سے مقامات سے ثابت ہوتا ہے کہ انشقاق اور انفجار کے الفاظ جو آسمانوں کی نسبت وارد ہیں ان سے ایسے معنے مراد نہیں ہیں جو کسی جسم صلب اور کثیف کے حق میں مراد لئے جاتے ہیں جیسا کہ ایک دوسرے مقام میں اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے

﴿۱۵۲﴾

یہ بات بخوبی یاد رکھنی چاہیئے کہ انسان عارف پر اسی دنیا میں وہ تمام عجائبات کشفی رنگوں میں کھل جاتے ہیں کہ جو ایک محجوب آدمی قصہ کے طور پر قرآن کریم کی ان آیات میں پڑھتا ہے جو معاد کے بارے میں خبر دیتی ہیں سو جس کی نظر حقیقت تک نہیں پہنچتی وہ ان بیانات سے تعجب میں پڑ جاتا ہے بلکہ بسا اوقات اس کے دل میں اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا عدالت کے دن تخت پر بیٹھنا اور ملائک کا صف باندھے کھڑے ہونا اور ترازو میں عملوں کا تلنا اور لوگوں کا پُل صراط پر سے چلنا اور سزا جزا کے بعد موت کو بکرے کی طرح ذبح کر دینا اور ایسا ہی اعمال کا خوش شکل یا بدشکل انسانوں کی طرح لوگوں پر ظاہر ہونا اور بہشت میں دودھ اور شہد کی نہریں چلنا وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں صداقت اور معقولیت سے دور معلوم ہوتی ہیں لیکن یہ تمام شکوک اس ایک ہی نکتہ کے حل ہونے سے رفع ہو جاتے ہیں کہ عالم آخرت

حاشیہ در حاشیہ

کوئی تنبیہ نازل کرنا منظور ہوتا ہے تو بارش کو جس ملک سے چاہے روک لیتا ہے یا اس میں افراط تفریط رکھ دیتا ہے کبھی ایک ملک یا ایک شہر یا ایک گاؤں یا ایک قطعہ زمین کو بعض آدمیوں کو سزا دینے کے لئے اس بارش کے نفع سے بکلی محروم کر دیتا ہے اور جس قدر چاہتا ہے فقط اسی قدر بادل کو آسمان کی فضا میں پھیلاتا ہے یہاں تک کہ ایک کھیت میں بارش برستی ہے اور ایک دوسرا کھیت جو اسی کے ساتھ ملحق ہے اس بارش کے ایک قطرہ سے بھی بہرہ یاب نہیں ہوتا

حاشیہ در حاشیہ در حاشیہ

وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ [1] یعنی دنیا کے فنا کرنے کے وقت خدا تعالیٰ آسمانوں کو اپنے داہنے ہاتھ سے لپیٹ لے گا اب دیکھو کہ اگر شقّ السماوات سے درحقیقت پھاڑنا مراد لیا جائے تو **مطویّات** کا لفظ اس سے مغائر اور منافی پڑے گا کیونکہ اس میں پھاڑنے کا کہیں ذکر نہیں۔ صرف لپیٹنے کا ذکر ہے۔ پھر ایک دوسری آیت ہے جو سورۃ الانبیاء جزو ۱۷ میں ہے اور وہ یہ ہے يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ [2] یعنی ہم اس دن آسمانوں کو ایسا لپیٹ لیں گے جیسے ایک خط متفرق

[1] الزمر:۶۸ [2] الانبیآء:۱۰۵

﴿۱۵۳﴾

ایک تمثلی خلق کا عالم ہے یہ خدا تعالیٰ کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے کہ وہ بعض اشیاء کو تمثلی طور پر ایسا ہی پیدا کر دیتا ہے جیسا دوسرے طور پر ہوا کرتا ہے جیسے تم دیکھتے ہو کہ آئینہ میں تمہاری ساری شکل منعکس ہو جاتی ہے اور تم خیال کر سکتے ہو کہ کس طرح عکسی طور پر تمہاری تصویر کھینچی جاتی ہے کیسے تمہارے تمام خال و خط ان میں آ جاتے ہیں۔ پھر اگر خدا تعالیٰ روحانی امور کی سچ مچ تصویر کھینچ کر اور ان میں صداقت کی جان ڈال کر تمہاری آنکھوں کے سامنے رکھ دیوے تو کیوں اس سے تعجب کیا جاوے اللہ جلّ شانہ ڈھونڈنے والوں پر اسی دنیا میں یہ تمام صداقتیں ظاہر کر دیتا ہے اور آخرت میں کوئی بھی ایسا امر نہیں جس کی کیفیت اس عالم میں کھل نہ سکے۔

اور اگر یہ اعتراض کسی کے دل میں خلجان کرے کہ آیت وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا۔ کے بعد میں یہ آیت ہے کہ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا۔[1] یعنی پھر ہم وُرود

حاشیہ:

اور خشک اور دھوپ میں سڑا ہوا رہ جاتا ہے۔ ایسا ہی کبھی ایک ہوا کا بگڑنا ایک شہر یا ایک اقلیم یا ایک محلّہ کو سخت وبا میں ڈالتا ہے اور دوسری طرف کو بکلی بچا لیتا ہے اسی طرح ہم ہزارہا دقیق در دقیق ربانی مصالح دیکھتے ہیں۔ جن کو ہم بے شعور عناصر اور اجرام کی طرف ہرگز منسوب نہیں کر سکتے اور یقیناً ہم جانتے ہیں کہ ایسے مصالح سے

حاشیہ در حاشیہ:

مضامین کو اپنے اندر لپیٹ لیتا ہے۔ اور جس طرز سے ہم نے اس عالم کو وجود کی طرف حرکت دی تھی انہیں قدموں پر پھر یہ عالم عدم کی طرف لوٹایا جائے گا یہ وعدہ ہمارے ذمہ ہے جس کو ہم کرنے والے ہیں۔ بخاری نے بھی اس جگہ ایک حدیث لکھی ہے جس میں جائے غور یہ لفظ ہیں۔ و تکون السّمٰوات بیمینہٖ یعنی لپیٹنے کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ آسمانوں کو اپنے داہنے ہاتھ میں چھپا لے گا اور جیسا کہ اب اسباب ظاہر اور مسبب پوشیدہ ہے اس وقت مسبب ظاہر اور اسباب زاویہ عدم میں چھپ جائیں گے اور ہر یک چیز اس کی طرف رجوع کر کے تجلّیات قہریہ میں مخفی ہو جائے گی۔ اور ہر یک چیز اپنے مکان اور مرکز کو چھوڑ دے گی اور تجلّیات الٰہیہ

[1] مریم:۷۳

﴿۱۵۴﴾ دوزخ کے بعد متقیوں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو دوزخ میں گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔ اور نجات دینے کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ اول انسان کسی عذاب یا بلا میں مبتلا ہو پھر اس سے اس کو رہائی بخشی جاوے لیکن ان معنوں کی رو سے نعوذ باللہ لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے مقرب بندے کسی حد تک عذاب دوزخ میں مبتلا ہو جائیں گے اور پھر اس سے ان کو نجات دی جائے گی تو اس وہم کا یہ جواب ہے کہ نجات کا لفظ اس جگہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں بلکہ اس سے صرف اس قدر مراد ہے کہ مومنوں کا نجات یافتہ ہونا اس وقت ہم ظاہر کر دیں گے اور لوگوں کو دکھائیں گے کہ وہ اس سخت قلق اور کرب کی جگہ سے نجات پا کر اپنی مرادات کو پہنچ گئے اور قرآن کریم میں یہ سنت اللہ ہے کہ بعض الفاظ اپنی اصلی حقیقت سے پھر کر مستعمل ہوتے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا[1] یعنی قرض دو اللہ کو قرض اچھا۔ اب ظاہر ہے کہ قرض کی اصل تعریف کے مفہوم میں یہ داخل ہے

بقیہ حاشیہ: بھرے ہوئے کام صرف بے جان اور بے شعور اور بے تدبیر اجرام اور عناصر اور دوسری کائنات الجو سے ہرگز نہیں ہو سکتے۔ بے شک خدا تعالیٰ اس بات پر تو قادر تھا کہ ان چیزوں سے یہ سب کام لے لیتا لیکن اگر وہ ایسا کرتا تو اول ان چیزوں کو فہم اور ادراک اور شعور اور وضع الشیء فی محلہ کی عقل بخشتا اور جب کہ یہ ثابت نہیں تو پھر ضرورتاً یہ ثابت ہے کہ ان کے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ: اس کی جگہ لیں گی۔ اور علل ناقصہ کے فنا اور انعدام کے بعد علت تامہ کاملہ کا چہرہ نمودار ہو جائے گا اسی کی طرف اشارہ ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ۔[2] لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ[3] یعنی خدا تعالیٰ اپنی قہری تجلّی سے ہر یک چیز کو معدوم کر کے اپنی وحدانیت اور یگانت دکھلائے گا اور خدا تعالیٰ کے وعدوں سے مراد یہ بات نہیں کہ اتفاقاً کوئی بات منہ سے نکل گئی اور پھر ہر حال گلے پڑا ڈھول بجانا پڑا کیونکہ اس قسم کے وعدے سے خدائے حکیم و علیم کی شان کے لائق نہیں یہ صرف انسان ضعیف البنیان کا خاصہ ہے جس کا کوئی وعدہ تکلّف اور ضعف یا مجبوری اور لاچاری

[1] الحدید: ۱۹ [2] الرحمٰن: ۲۷۔۲۸ [3] المومن: ۱۷

﴿۱۵۵﴾ کہ انسان حاجت اور لاچاری کے وقت دوسرے سے بوقت دیگر ادا کرنے کے عہد پر کچھ مانگتا ہے لیکن اللہ جلّ شانہٗ حاجت سے پاک ہے پس اس جگہ قرض کے مفہوم میں سے صرف ایک چیز مراد لی گئی یعنی اس طور سے لینا کہ پھر دوسرے وقت اس کو واپس دیدینا اپنے ذمہ واجب ٹھہرا لیا ہو۔ ایسا ہی یہ آیت وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ [1] اصل مفہوم سے پھیری گئی کیونکہ عرف عام میں آزمائش کرنے والا اس نتیجہ سے غافل اور بے خبر ہوتا ہے جو امتحان کے بعد پیدا ہوتا ہے مگر اس سے اس جگہ یہ مطلب نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے امتحان میں ڈالنے سے یہ مطلب ہے کہ تا شخص زیر امتحان پر اس کے اندرونی عیب یا اندرونی خوبیاں کھول دے۔ غرض اسی طرح یہ لفظ **نجات** بھی اپنے حقیقی معنوں سے پھیرا گیا ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت میں اس کی تصریح ثابت ہے اور وہ یہ ہے وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ [2]

حاشیہ در حاشیہ: ساتھ در پردہ اور چیزیں ہیں جن کو وَضع الشّیء فی محلّہٖ کی عقل دی گئی ہے اور وہی ملائک ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ کوئی ایسا شخص جو خدا تعالیٰ کے وجود پر ایمان لاتا ہے اور اس کو رحیم اور کریم اور مدبر اور عادل سمجھتا ہے وہ ہرگز ایسا خیال نہیں کرے گا کہ اس حکیم و کریم نے اپنی ربوبیت کے نظام کا تمام کارخانہ ایسی چیزوں کے ہاتھ میں دے دیا ہے جن کو نیک و بد

حاشیہ در حاشیہ: کے موانع سے ہمیشہ محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور باایں ہمہ تقریبات اتفاقیہ پر مبنی ہوتا ہے نہ علم اور یقین اور حکمت قدیمہ پر۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدے اس کی صفات قدیمہ کے تقاضا کے موافق صادر ہوتے ہیں اور اس کے مواعید اس کی غیر متناہی حکمت کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔

اور اگر اس جگہ کوئی یہ اعتراض پیش کرے کہ خدا تعالیٰ نے آسمانوں کو سات میں کیوں محدود کیا اس کی کیا وجہ ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ درحقیقت یہ تاثیرات مختلفہ کی طرف اشارہ ہے جو مختلف طبقات سماوی سے مختلف ستارے اپنے اندر جذب کرتے ہیں۔

---

[1] البقرۃ:۱۵۶ [2] الزمر:۶۱

﴿۱۵۶﴾ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ [1]
الجزو نمبر ۲۴ سورۃ الزمر یعنی قیامت کے دن تو دیکھے گا کہ جنہوں نے خدا تعالیٰ پر جھوٹ بولا ان کے منہ کالے ہیں۔ (اور کیوں کالے نہ ہوں) کیا یہ لائق نہیں کہ متکبر لوگ جہنم میں ہی گرائے جائیں اور اللہ تعالیٰ متقیوں کو نجات دے گا اس طور سے کہ ان کو ان کی مرادات تک پہنچائے گا ان کو برائی نہیں لگے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اب یہ آیت اُس پہلی آیت کی گویا تفسیر کرتی ہیں کیونکہ اس میں نجات دینے کی حقیقت یہ کھولی ہے کہ وہ اپنی مرادات کو پہنچ جائیں گے اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ وہ اس دن برائی کی مس سے بالکل محفوظ ہوں گے ایک ذرا تکلیف ان کو چھوئے گی بھی نہیں اور غم ان کے نزدیک نہیں آئے گا۔

اور اس آیت وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا [2] کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ دراصل

بقیہ حاشیہ: کی شناخت عطا نہیں ہوئی اور تدابیر اور تعدیل اور مصلحت شناسی کی قوتیں بخشی نہیں گئیں ہاں ایک طبعی اور دَہری جو خدا تعالیٰ کے وجود سے ہی منکر ہے ضرور ایسا خیال کرے گا مگر وہ ساتھ ہی غفلت کی وجہ سے یہ بھی کہے گا کہ جو کچھ اجرام سماوی یا عناصر اور کائنات الجو سے ظہور میں آ رہا ہے وہ بروفق حکمت اور مصلحت نہیں ہے اور نہ خدا موجود ہے تا اس کو حکمت اور مصلحت سے کام کرنے والا مان لیا جائے بلکہ اتفاقاً اجرام علوی اور

بقیہ حاشیہ در حاشیہ: اور پھر زمین پر ان تاثیرات کو ڈالتے ہیں۔ چنانچہ اسی کی تصریح اس آیت میں موجود ہے۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۗ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا [3] الجزو نمبر ۲۸ یعنی خدائے تعالیٰ نے آسمانوں کو سات پیدا کیا اور ایسا ہی زمینیں بھی سات ہی پیدا کیں اور ان سات آسمانوں کا اثر جو بامر الٰہی ان میں پیدا ہے سات زمینوں میں ڈالا تا کہ تم لوگ معلوم کر لو کہ خدا تعالیٰ ہر ایک چیز کے بنانے پر اور ہر ایک انتظام کے کرنے پر اور رنگا رنگ

[1] الزمر: ۶۲ [2] مریم: ۷۲ [3] الطلاق: ۱۳

﴿۱۵۷﴾ مخاطب وہی لوگ ہوں کہ جو عذاب دوزخ میں گرفتار ہوں۔ پھر بعض ان میں سے کچھ حصہ تقویٰ کا رکھتے ہیں اس عذاب سے نجات پاویں اور دوسرے دوزخ میں ہی گرے رہیں اور یہ معنے اس حالت میں ہوں گے کہ جب اس خطاب سے ابرار اور اخیار اور تمام مقدس اور مقرب لوگ باہر رکھے جائیں لیکن حق بات یہ ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ کی کلام کا منشاء وہی معنی معلوم ہوتے ہیں جو ابھی ہم لکھ چکے ہیں **واللّٰہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع و المآب۔**

اب پھر ہم بحث ظلومیت کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ ظلومیت کی صفت جو مومن میں ہے یہی اس کو خدا تعالیٰ کا پیارا بنا دیتی ہے اور اسی کی برکت سے مومن بڑے بڑے مراحل سلوک کے طے کرتا اور نا قابل برداشت تلخیاں اور طرح طرح کی دوزخوں کی جلن اور حرقت اپنے لئے بخوشی خاطر قبول کر لیتا ہے یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس جگہ انسان کی اعلیٰ درجہ کی مدح بیان کی ہے اور اس کو

حاشیہ حاشیہ: سفلی کے حوادث اور تغیرات سے کبھی خیر اور کبھی شر انسانوں کے لئے پیش آ جاتی ہے سو اس کے قائل کرنے کے لئے الگ طریق ہے جو بہت صاف اور جلد اس کا منہ بند کرنے والا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے زبردست کام اور پیشگوئیاں جو ربانی طاقت اپنے اندر رکھتی ہیں جو ملہموں اور واصلان الٰہی کو دی جاتی ہیں اللہ جلّ شانہٗ کے وجود اور اس کی صفات کاملہ جمیلہ جلیلہ پر دلالت قویہ قطعیہ یقینیہ رکھتی ہیں لیکن افسوس کہ دنیا میں

حاشیہ در حاشیہ: کے پیرائیوں میں اپنے کام دکھلانے پر قدرت تامہ رکھتا ہے اور تا تمہارے علوم وسیع ہو جائیں اور علوم وفنون میں تم ترقی کرو اور ہیئت اور طبعی اور طبابت اور جغرافیہ وغیرہ علوم تم میں پیدا ہو کر خدا تعالیٰ کی عظمتوں کی طرف تم کو متوجہ کریں اور تم سمجھ لو کہ کیسے خدا تعالیٰ کا علم اور اس کی حکمت کاملہ ہر یک شے پر محیط ہو رہی ہے اور کیسی ترکیب ابلغ اور ترتیب محکم کے ساتھ آسمان اور جو کچھ اس میں ہے اپنا رشتہ زمین سے رکھتا ہے اور کیسے خدا تعالیٰ نے زمین کو قوت قابلہ عطا کر رکھی ہے اور آسمانوں اور ان کے اجرام کو قوت مؤثرہ مرحمت فرمائی ہے

﴿۱۵۸﴾ فرشتوں پر بھی ترجیح دی ہے اس مقام میں اس کی یہی فضیلت پیش کی ہے کہ وہ ظلوم اور جہول ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا[1] یعنی اُس امانت کو جو ربوبیت کا کامل ابتلا ہے جس کو فقط عبودیّت کاملہ اٹھا سکتی ہے انسان نے اٹھالیا کیونکہ وہ ظلوم اور جہول تھا یعنی خدا تعالیٰ کے لئے اپنے نفس پر سختی کرسکتا تھا اور غیر اللہ سے اس قدر دور ہوسکتا تھا کہ اس کی صورت علمی سے بھی اس کا ذہن خالی ہو جاتا تھا۔ واضح ہو کہ ہم سخت غلطی کریں گے اگر اس جگہ ظلوم کے لفظ سے کافر اور سرکش اور مشرک اور عدل کو چھوڑنے والا مراد لیں گے کیونکہ یہ ظلوم جہول کا لفظ اس جگہ اللہ جلّ شانہٗ نے انسان کے لئے مقام مدح میں استعمال کیا ہے نہ مقام ذم میں اور اگر نعوذ باللہ یہ مقام ذم میں ہو تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ سب سے بدتر انسان ہی تھا جس نے خدا تعالیٰ کی پاک امانت کو اپنے سر پر اٹھالیا اور اس کے حکم کو مان لیا۔ بلکہ نعوذ باللہ یوں کہنا پڑے گا کہ سب سے زیادہ

بقیہ حاشیہ صدق دل سے خدا تعالیٰ کو طلب کرنے والے اور اس کی معرفت کی راہوں کے بھوکے اور پیاسے بہت کم ہیں اور اکثر ایسے لوگوں سے دنیا بھری پڑی ہے جو پکارنے والے کی آواز نہیں سنتے اور بلانے والے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور جگانے والے کے شور سے آنکھ نہیں کھولتے۔ ہم نے اس امر کی تصدیق کرانے کے لئے خدا تعالیٰ سے فضل اور توفیق اور اذن پا کر ہر ایک مخالف کو بلایا مگر کوئی شخص دل کے صدق اور سچی طلب سے ہماری طرف متوجہ نہیں ہوا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ اور یاد رہے کہ جس طرح تنزّل امر جسمانی اور روحانی دونوں طور پر آسمانوں سے ہوتا ہے اور ملائک کی توجہات اجرام سماوی کی تاثیرات کے ساتھ مخلوط ہو کر زمین پر گرتی ہیں ایسا ہی زمین اور زمین والوں میں بھی جسمانی اور روحانی دونوں قوتیں قابلیت کی عطا کی گئی ہیں تا قوابل اور مؤثرات میں بکلی مساوات ہو۔

اور سات زمینوں سے مراد زمین کی آبادی کے سات طبقے ہیں جو نسبتی طور پر بعض بعض کے تحت واقع ہیں اور کچھ بے جا نہ ہوگا کہ اگر ہم دوسرے لفظوں میں ان طبقات سبعہ

[1] الاحزاب:۷۳

﴿۱۵۹﴾

ظالم اور جاہل انبیاء اور رسول تھے جنہوں نے سب سے پہلے اس امانت کو اٹھالیا حالانکہ اللہ جلّ شانہٗ آپ فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا ہے پھر وہ سب سے بدتر کیونکر ہوا اور انبیاء کو سید العادلین قرار دیا ہے پھر وہ ظلوم وجہول دوسرے معنوں کی رو سے کیونکر کہلاویں۔ ماسوا اس کے ایسا خیال کرنے میں خدا تعالیٰ پر بھی اعتراض لازم آتا ہے کہ اس کی امانت جو وہ دینی چاہتا تھا وہ کوئی خیر اور صلاحیت اور برکت کی چیز نہیں تھی بلکہ شر اور فساد کی چیز تھی کہ شریر اور ظالم نے اس کو قبول کیا اور نیکوں نے اس کو قبول نہ کیا مگر کیا خدا تعالیٰ کی نسبت یہ بدظنی کرنا جائز ہے کہ جو چیز اس کے چشمہ سے نکلے اور جس کا نام وہ اپنی امانت رکھے جو پھر اس کی طرف ردّ ہونے کے لائق ہے وہ درحقیقت نعوذ باللہ خراب اور پلید چیز ہو جس کو بجز ایسے ظلوم کے جو درحقیقت سرکش اور نافرمان اور نعمت عدل سے بکلّی بے نصیب ہے کوئی دوسرا قبول نہ کر سکے۔ افسوس کہ ایسے مکروہ خیالوں والے کچھ بھی خدا تعالیٰ

حاشیہ در حاشیہ

اور اگر کوئی متوجہ ہوتا یا اب بھی ہو تو وہ زندہ خدا جس کی قدرتیں ہمیشہ عقلمندوں کو حیران کرتی رہی ہیں وہ قادر قیّوم جو قدیم سے اس جہان کے حکیموں کو شرمندہ اور ذلیل کرتا رہا ہے بلاشبہ آسمانی چمک سے اس پر حجت قائم کرے گا دنیا میں بڑی خرابی جو افعال شنیعہ کا موجب ہو رہی ہے اور آخرت کی طرف سر اٹھانے نہیں دیتی دراصل یہی ہے کہ اکثر لوگوں کو جیسا کہ چاہئے خدا تعالیٰ پر ایمان نہیں۔ بعض تو اس زمانہ میں کھلی کھلی ہستی باری تعالیٰ

حاشیہ در حاشیہ در حاشیہ

کو ہفت اقلیم کے نام سے موسوم کردیں لیکن ناظرین اس دھوکہ میں نہ پڑیں کہ جو کچھ ہفت اقلیم کی تقسیم ان یونانی علوم کی رو سے ہو چکی ہے جس کو اسلام کے ابتدائی زمانہ میں حکماء اسلام نے یونانی کتب سے لیا تھا وہ بکلّی صحیح اور کامل ہے کیونکہ اس جگہ تقسیم سے مراد ہماری ایک صحیح تقسیم مراد ہے جس سے کوئی معمورہ باہر نہ رہے اور زمین کی ہر ایک جزو کسی حصہ میں داخل ہو جائے ہمیں اس سے کچھ غرض نہیں کہ اب تک یہ صحیح اور کامل تقسیم معرض ظہور میں بھی آئی یا نہیں بلکہ صرف یہ غرض ہے کہ جو خیال اکثر انسانوں کا اس طرف رجوع کر گیا ہے کہ زمین کو سات حصہ

﴿۱۶۰﴾

کی عظمت نگہ نہیں رکھتے وہ یہ بھی نہیں سوچتے کہ امانت اگر سراسر خیر ہے تو اس کا قبول کر لینا ظلم میں کیوں داخل ہے اور اگر امانت خود شر اور فساد کی چیز ہے تو پھر وہ خدا تعالیٰ کی طرف کیوں منسوب کی جاتی ہے۔ کیا خدا تعالیٰ نعوذ باللہ فساد کا مبدا ہے اور کیا جو چیز اس کے پاک چشمہ سے نکلتی ہے اس کا نام فساد اور شر رکھنا چاہیئے؟ ظلمت ظلمت کی طرف جاتی ہے اور نور نور کی طرف سو امانت نور تھی اور انسان ظلوم جہول بھی ان معنوں کر کے جو ہم بیان کر چکے ہیں ایک نور ہے اس لئے نور نے نور کو قبول کر لیا۔ وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو وہ ملایک میں نہیں تھا نجوم میں نہیں تھا قمر میں نہیں تھا آفتاب میں بھی نہیں تھا وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں

بقیہ حاشیہ

کے ہی منکر ہیں اور بعض اگرچہ زبان سے قائل ہیں مگر ان کے اعمال اور خیال اور ہاتھ اور پیر گواہی دے رہے ہیں کہ وہ اللہ جلّ شانہٗ پر ایمان نہیں رکھتے اور دن رات دنیا کی فکروں میں ایسے لگے ہوئے ہیں کہ مرنا بھی یاد نہیں اس کا بھی یہی سبب ہے کہ اکثر دلوں پر ظلمت چھا گئی ہے اور نور معرفت کا ایک ذرا دلوں میں باقی نہیں رہا۔

اب واضح ہو کہ ہم ملائک کی ضرورت وجود کا ثبوت بکلّی دے چکے جس کا ماحصل یہ ہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

پر تقسیم کیا جائے۔ یہ خیال بھی گویا ایک الہامی تحریک تھی جو الٰہی تقسیم کے لئے بطور شاہد ہے۔

اگر یہ اعتراض پیش ہو کہ قرآن کریم میں جو خدا تعالیٰ نے کئی بار فرمایا ہے کہ ہم نے چھ[۶] دن میں زمین و آسمان کو پیدا کیا تو یہ امر ضعف پر دلالت کرتا ہے کیونکہ معاً اس کے ارادہ کے ساتھ ہی سب کچھ ہو جانا لازم ہے جیسا کہ وہ آپ ہی فرماتا ہے اِنَّمَآ اَمۡرُہٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡئًا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ[۱] یعنی جب خدا تعالیٰ ایک چیز کے ہونے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کا امر ایسی قوت اور طاقت اور قدرت اپنے اندر رکھتا ہے کہ وہ اس چیز

[۱] یٰسٓ:۸۳

﴿۱۶۱﴾ جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے **سیّد و مولیٰ سیّد الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم** ہیں۔ سو وہ نُور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہم رنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں اور امانت سے مراد انسان کامل کے وہ تمام قویٰ اور عقل اور علم اور دل اور جان اور حواس اور خوف اور محبت اور عزت اور وجاہت اور جمیع نعماء روحانی وجسمانی ہیں جو خدا تعالیٰ انسان کامل کو عطا کرتا ہے اور پھر انسان کامل برطبق آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھْلِھَا[1] اس ساری امانت کو جناب الٰہی کو واپس دے دیتا ہے یعنی اس میں فانی ہو کر اس کی راہ میں وقف کر دیتا ہے۔ جیسا کہ ہم مضمون حقیقتِ اسلام میں بیان کر چکے ہیں اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سید ہمارے مولیٰ ہمارے ہادی نبی امی صادق مصدوق **محمد مصطفیٰ** ﷺ

بقیہ حاشیہ

کہ خدا تعالیٰ جو اپنے تنزّہ اور تقدس میں ہر یک برتر سے برتر ہے اپنی تدلیات اور تجلیات میں مظاہر مناسبہ سے کام لیتا ہے اور چونکہ جسم اور جسمانی چیزیں اپنے ذاتی خواص اور اپنی ہستی کی کامل تقیدات سے مقید ہو کر اور بمقابل ہستی اور وجود باری اپنا نام ہست اور موجود رکھا کر اور اپنے ارادوں یا اپنے طبعی افعال سے اختصاص پا کر اور ایک مستقل وجود جامع ہویّت نفس اور مانع ہویّت غیر بن کر ذات علّت العلل اور فیاض مطلق سے دور جا پڑے ہیں اور ان کے وجود کے گرداگرد اپنی ہستی اور انانیت کا اور مخلوقیت کا ایک بہت ہی موٹا حجاب ہے اس لئے وہ اس لائق نہیں رہیں کہ ذات احدیّت کے وہ فیضان براہ راست ان پر نازل ہو سکیں جو صرف اس صورت میں نازل ہو سکتے ہیں کہ جب حجب مذکورہ بالا درمیان نہ ہوں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

جو اس کے علم میں ایک علمی وجود رکھتا ہے فقط یہ کہتا ہے کہ ہو تو وہ ہو جاتی ہے۔

اس وہم کا جواب یہ ہے کہ قدرت اور طاقت کا مفہوم اس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ

[1] النسآء:۵۹

﴿۱۶۲﴾

صلّی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی جیسا کہ خود خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ [1] وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ [2] قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ [3] فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْھِیَ لِلّٰہِ [4] وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [5] یعنی ان کو کہدے کہ میری نماز اور میری پرستش میں جدوجہد اور میری قربانیاں اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا سب خدا کے لئے اور اس کی راہ میں ہے۔ وہی خدا جو تمام عالموں کا رب ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں **اوّل المسلمین** ہوں یعنی دنیا کی ابتداء سے اس کے اخیر تک میرے جیسا اور کوئی کامل انسان نہیں جو ایسا اعلیٰ درجہ کا فنا فی اللہ ہو

بقیہ حاشیہ

اور ایک ایسی ہستی ہو جو بکلی نیستی کے مشابہ ہو کیونکہ ان تمام چیزوں کی ہستی نیستی کے مشابہ نہیں ہر ایک چیز اس قسم کی مخلوقات میں سے بزبان حال اپنی ہستی کا بڑے زور و شور سے اقرار کر رہی ہے آفتاب کہہ رہا ہے کہ میں وہ ہوں جس پر تمام گرمی و سردی و روشنی کا مدار ہے جو ۳۶۵ صورتوں میں تین سو پینسٹھ قسم کی تاثیریں دنیا میں ڈالتا ہے اور اپنی شعاعوں کے مقابلہ سے گرمی اور اپنی انحراف شعاعوں سے سردی پیدا کرتا ہے اور اجسام اور اجسام کے مواد اور اجسام کی شکلوں اور حواس پر اپنی حکومت رکھتا ہے۔ زمین کہہ رہی ہے کہ میں وہ ہوں کہ جس پر ہزارہا ملک آباد ہیں اور جو طرح طرح کی نباتات پیدا کرتی اور طرح طرح کے جواہر اپنے اندر طیار کرتی اور آسمانی تاثیرات کو عورت کی طرح قبول کرتی ہے۔ آگ بزبان حال کہہ رہی ہے کہ میں ایک جلانے والی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

چیز خواہ نخواہ بلا توقف ہو جائے اور نہ ارادہ کے مفہوم میں ضروری طور پر یہ بات داخل ہے کہ جس چیز کا ارادہ کیا گیا ہے وہ اسی وقت ہو جائے بلکہ اسی حالت میں ایک قدرت اور ایک ارادہ کو کامل قدرت

[1] الانعام:۱۶۳-۱۶۴ [2] الانعام:۱۵۴ [3] ال عمران:۳۲ [4] ال عمران:۲۱ [5] المومن:۶۷

ہمارے نبی صلعم کو تمام انبیاء پر فضیلت کلّی ہے

جو خدا تعالیٰ کی ساری امانتیں اس کو واپس دینے والا ہو۔ اس آیت میں ان نادان موحدوں کا ردّ ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کلی ثابت نہیں اور ضعیف حدیثوں کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مجھ کو یونس بن متیؑ سے بھی زیادہ فضیلت دی جائے۔ یہ نادان نہیں سمجھتے کہ اگر وہ حدیث صحیح بھی ہو تب بھی وہ بطور انکسار اور تذلل ہے جو ہمیشہ ہمارے سیّد صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی ہر ایک بات کا ایک موقع اور محل ہوتا ہے اگر کوئی صالح اپنے خط میں احقر عباد اللہ لکھے تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ شخص درحقیقت تمام دنیا یہاں تک کہ بت پرستوں اور تمام فاسقوں سے بدتر ہے اور خود اقرار کرتا ہے کہ وہ احقر عباد اللہ ہے کس قدر نادانی اور شرارت نفس ہے۔

غور سے دیکھنا چاہیئے کہ جس حالت میں اللہ جلّ شانہٗ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ حاشیہ

چیز ہوں اور بالخاصیت قوت اور احراق میرے اندر ہے اور اندھیرے میں قائم مقام آفتاب ہوں اسی طرح زمین کی ہر ایک چیز بزبان حال اپنی ثنا کر رہی ہے مثلاً سنا کہتی ہے کہ میں دوسرے درجہ کے آخری حصہ میں گرم اور اول درجہ میں خشک اور بلغم اور سودا اور صفرا اور اخلاط سوختہ کا مسہل ہوں اور دماغ کی منقّی ہوں۔ اور صرع اور شقیقہ اور جنون اور صداع کُہنہ و درد پہلو و ضیق النفس و قولنج و عرق النساء و نقرس و تشنج عضل و داء الثعلب و داء الحیہ اور حکہ اور جرب اور بثور کُہنہ اور اوجاع مفاصل بلغمی و صفراوی مخلوط باہم اور تمام امراض سوداوی کو نافع ہوں اور ریوند بول رہی ہے کہ میں مرکب القویٰ ہوں اور دوسرے درجہ کی پہلے مرتبہ میں گرم اور خشک ہوں اور بالعرض مبرّد بھی بوجہ شدت تحلیل ہوں اور رطوبات فضلیہ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

اور کامل ارادہ کہا جائے گا جب کہ وہ ایک فاعل کے اصل منشاء کے موافق جلد یا دیر کے ساتھ جیسا کہ منشاء ہو ظہور میں آوے مثلاً چلنے میں کامل قدرت اس شخص کی نہیں کہہ سکتے کہ جلد جلد وہ

﴿۱۶۴﴾

کا نام اول المسلمین رکھتا ہے اور تمام مطیعوں اور فرمانبرداروں کا سردار ٹھہراتا ہے **اور سب سے پہلے امانت کو واپس دینے والا آنحضرت صلعم کو قرار دیتا ہے تو پھر کیا بعد اس کے کسی قرآن کریم کے ماننے والے کو گنجائش ہے** کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اعلیٰ میں کسی طرح کا جرح کر سکے۔ خدا تعالیٰ نے آیت موصوفہ بالا میں اسلام کے لئے کئی مراتب رکھ کر سب مدارج سے اعلیٰ درجہ وہی ٹھہرایا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت کو عنایت فرمایا۔ **سبحان اللّٰہ ما اعظم شانک یا رسول اللّٰہ** ؎

موسیٰ و عیسیٰ ہمہ خیلِ تو اند   جملہ دریں راہ طفیلِ تو اند

پھر بقیہ ترجمہ یہ ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ اپنے رسول کو فرماتا ہے کہ ان کو کہہ دے کہ میری راہ جو ہے وہی راہ سیدھی ہے سو تم اس کی پیروی کرو اور اَور راہوں پر مت چلو کہ وہ تمہیں خدا تعالیٰ سے دور ڈال

بقیہ حاشیہ

اپنے اندر رکھتی ہوں مجفّف ہوں قابض ہوں جالی ہوں اور منضج اور مقطع مواد لزجہ ہوں اور سموم باردہ کا تریاق ہوں خاص کر عقرب کیلئے اور اخلاط غلیظہ اور رقیقہ کا مسہل ہوں اور حیض اور بول کی مدر ہوں اور جگر کو قوت دیتی ہوں اور اس کے اور نیز طحال اور امعاء کے سُدّے کھولتی ہوں اور ریحوں کو تحلیل کرتی ہوں اور پرانی کھانسی کو مفید ہوں اور ضیق النفس اور سل اور قرحہ ریہ وامعاء اور استسقاء کی تمام قسموں اور یرقان سدی اور اسہال سدی اور ماساریقا اور ذوسنطاریا اور تحلیل نفخ اور ریاح اور اورام باردہ احشا وتخمہ ومغص و بواسیر ونواسیر و تپ ربع کو مفید ہوں۔ اور جدوار کہتی ہے کہ میں تیسرے درجہ کے اول مرتبہ میں گرم اور خشک ہوں اور حرارت غریزی سے بہت ہی مناسبت رکھتی ہوں اور

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

چل سکتا ہے اور آہستہ آہستہ چلنے سے وہ عاجز ہے بلکہ اس شخص کو کامل القدرت کہیں گے کہ جو دونوں طور جلد اور دیر میں قدرت رکھتا ہو یا مثلاً ایک شخص ہمیشہ اپنے ہاتھ کو لمبا رکھتا ہے اور اکٹھا کرنے کی

﴿۱۶۵﴾

دیں گی۔ ان کو کہہ دے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو آؤ۔ میرے پیچھے پیچھے چلنا اختیار کرو یعنی میرے طریق پر جو اسلام کی اعلیٰ حقیقت ہے قدم مارو تب خدا تعالیٰ تم سے بھی پیار کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ ان کو کہہ دے کہ میری راہ یہ ہے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ اپنا تمام وجود خدا تعالیٰ کو سونپ دوں اور اپنے تئیں ربّ العالمین کے لئے خالص کرلوں یعنی اس میں فنا ہو کر جیسا کہ وہ ربّ العالمین ہے میں خادم العالمین بنوں اور ہمہ تن اسی کا اور اسی کی راہ کا ہو جاؤں۔ سو میں نے اپنا تمام وجود اور جو کچھ میرا تھا خدا تعالیٰ کا کر دیا ہے اب کچھ بھی میرا نہیں جو کچھ میرا ہے وہ سب اس کا ہے۔

اس وسوسہ کا جواب کہ آیا کسی نے متقدمین سے اس آیت کے یہ معنے کئے ہیں

اور یہ وسوسہ کہ ایسے معنے آیت ظلوم وجہول کے کس نے متقدمین سے کئے ہیں اور کون اہل زبان میں سے ظلم کے ایسے معنی بھی کرتا ہے اس وہم کا جواب یہ ہے کہ ہمیں بعد

بقیہ حاشیہ

مفرح اور مقوی قویٰ اور اعضاء رئیسہ دل اور دماغ اور کبد ہوں اور احشاء کی تقویت کرتی ہوں اور تمام گرم اور سرد زہروں کا تریاق ہوں۔ اور اسی وجہ سے زرنباد اور مشک اور زنجبیل کا قلیل حصہ اپنے ساتھ ملا کر تیزاب گوگرد اور آب قاقلہ سفید اور آب پودینہ اور آب بادیان کے ساتھ ہیضہ وبائی کو باذن اللہ بہت مفید ہوں اور مسکن اوجاع اور مقوی باصرہ ہوں اور تفتیت حصاۃ اور قلع قولنج وعسر البول و رفع تپ ربع میں نفع رکھتی ہوں اور بقدر نیم مثقال گزیدہ مار اور عقرب کے لئے بہت ہی فائدہ مند ہوں یہاں تک کہ عقرب جرارہ کی بھی زہر دور کرتی ہوں اور بید مشک اور عرق نیلوفر کے ساتھ دل کے ضعف کو بہت جلد نفع پہنچاتی ہوں اور کم ہوتی ہوئی نبض کو تھام لیتی ہوں اور گلاب کے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

طاقت نہیں یا کھڑا رہتا ہے اور بیٹھنے کی طاقت نہیں تو ان سب صورتوں میں ہم اس کو قوی قرار نہیں دیں گے بلکہ بیمار اور معلول کہیں گے غرض قدرت اسی وقت کامل طور پر متحقق ہو سکتی ہے

﴿۱۶۶﴾

کلام اللہ کے کسی اور سند کی ضرورت نہیں۔ کلام الٰہی کے بعض مقامات بعض کی شرح ہیں۔ پس جس حالت میں خدا تعالیٰ نے بعض متقیوں کا نام بھی ظالم رکھا ہے اور مراتب ثلاثہ تقویٰ سے پہلا مرتبہ تقویٰ کا ظلم کو ہی ٹھہرایا ہے تو اس سے ہم نے قطعی اور یقینی طور پر سمجھ لیا کہ اس ظلم کے لفظ سے وہ ظلم مراد نہیں ہے جو تقویٰ سے دور اور کفار اور مشرکین اور نافرمانوں کا شعار ہے بلکہ وہ ظلم مراد ہے جو سلوک کے ابتدائی حالات میں متقیوں کے لئے شرط متحتم ہے یعنی جذبات نفسانی پر حملہ کرنا اور بشریت کی ظلمت کو اپنے نفس سے کم کرنے کے لئے کوشش کرنا جیسا کہ اس دوسری آیت میں بھی کم کرنے کے معنی ہیں اور وہ یہ ہے وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا[1] ای و لم تنقص دیکھو قاموس اور صحاح اور صراح جو ظلم کے معنے کم کرنے کے بھی لکھے ہیں اور اس آیت کے یہی معنے کئے ہیں یعنی و لم تنقص۔

تتمہ حاشیہ

کے ساتھ وجع مفاصل کو مفید ہوں اور سنگ گردہ اور مثانہ کو نافع ہوں اگر بول بند ہو جائے تو شیرہ تخم خیارین کے ساتھ جلد اس کو کھول دیتی ہوں اور قولنج ریحی کو مفید ہوں اور اگر بچہ پیدا ہونے میں مشکل پیش آ جائے تو آب عنب الثعلب یا حلبہ یا شیرہ خارخسک کے ساتھ صرف دو دانگ پلانے سے وضع حمل کرا دیتی ہوں اور ام الصبیان اور اکثر امراض دماغی اور اعصابی کو مفید ہوں اور اورام مغابن یعنی پس گوش اور زیر بغل اور بن ران اور خناق اور خنازیر اور تمام اورام گلو کو نفع پہنچاتی ہوں اور طاعون کے لئے مفید ہوں اور سرکہ کے ساتھ پلکوں کے ورم کو نفع دیتی ہوں اور دانتوں پر ملنے سے ان کے اس درد کو دور کر دیتی ہوں جو بوجہ مادہ باردہ ہو اور بواسیر پر ملنے سے اس کی درد کو ساکن کر دیتی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

کہ جب کہ دونوں شق سرعت اور بطُو پر قدرت ہو اگر ایک شق پر قدرت ہو تو وہ قدرت نہیں بلکہ عجز اور ناتوانی ہے تعجب کہ ہمارے مخالف خدا تعالیٰ کے قانون قدرت کو بھی نہیں دیکھتے کہ

[1] الکھف: ۳۴

﴿۱۶۷﴾

ماسوا اس کے اس معنے کے کرنے میں یہ عاجز متفرد نہیں بڑے بڑے محقق اور فضلاء نے جو اہل زبان تھے یہی معنے کئے ہیں چنانچہ منجملہ ان کے صاحب فتوحات مکیہ ہیں جو اہل زبان بھی ہیں وہ اپنی ایک تفسیر میں جو مصر کے چھاپہ میں چھپ کر شائع ہوئی ہے یہی معنے کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے زیر تفسیر آیت وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا [1] یہی معنے لکھے ہیں کہ یہ ظلوم وجہول مقام مدح میں ہے اور اس سے مطلب یہی ہے کہ انسان مومن احکام الٰہی کی بجا آوری میں اپنے نفس پر اس طور سے ظلم کرتا ہے جو نفس کے جذبات اور خواہشوں کا مخالف ہو جاتا ہے اور اس سے اس کے جوشوں کو گھٹاتا ہے اور کم کرتا ہے۔ اور صاحب تفسیر حسینی خواجہ محمد پارسا کی تفسیر سے نقل کرتے ہیں کہ آیت کے یہ معنی ہیں کہ انسان نے اس امانت کو اس لئے اٹھا لیا کہ وہ ظلوم تھا یعنی اس بات پر قادر تھا کہ اپنے نفس اور اس کی خواہشوں سے

ان معنوں کے کرنے میں یہ عاجز متفرد نہیں ہے

بقیہ حاشیہ

ہوں اور آنکھ میں چکانے سے رمد بارد کو دور کر دیتی ہوں اور احلیل میں چکانے سے نافع حبس البول ہوں اور مشک وغیرہ ادویہ مناسبہ کے ساتھ باہ کیلئے سخت موثر ہوں اور صرع اور سکتہ اور فالج اور لقوہ اور استرخاء اور رعشہ اور خدر اور اس قسم کی تمام امراض کو نافع ہوں اور اعصاب اور دماغ کے لئے ایک اکسیر ہوں اور اگر میں نہ ملوں تو اکثر باتوں میں زرنباد میرا قائم مقام ہے۔

غرض یہ تمام چیزیں بزبان حال اپنی اپنی تعریف کر رہی ہیں اور محجوب بانفسہا ہیں یعنی اپنے خواص کے پردہ میں محجوب ہیں اس لئے مبدء فیض سے دور پڑ گئی ہیں اور بغیر ایسی چیزوں کے توسط کے جو اِن حجابوں سے منزہ ہوں مبدء فیض کا کوئی ارادہ ان سے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

دنیا میں اپنے قضاوقدر کو جلد بھی نازل کرتا ہے اور دیر سے بھی۔ ہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صفات قہریہ اکثر جلدی کے رنگ میں ظہور پذیر ہوتے ہیں اور صفات لطیفہ دیر اور توقف کے پیرایہ میں مثلاً

---

[1] الاحزاب: ۷۳

﴿۱۶۸﴾

باہر آ جائے یعنی جذبات نفسانی کو کم بلکہ معدوم کر دیوے اور ہویّت مطلقہ میں گم ہو جائے اور انسان جہول تھا اس لئے کہ اس میں یہ قوت ہے کہ غیر حق سے بکلی غافل اور نادان ہو جائے اور بقول **لا الٰہ الا اللّٰہ** نفی ماسوا کی کر دیوے اور **ابن جریر** بھی جو رئیس المفسرین ہے اس آیت کی شرح میں لکھتا ہے کہ ظلوم اور جہول کا لفظ محل مدح میں ہے نہ ذم میں غرض اکابر اور محققین جن کی آنکھوں کو خدا تعالیٰ نے نور معرفت سے منور کیا تھا وہ اکثر اسی طرف گئے ہیں کہ اس آیت کے بجز اس کے اور کوئی معنے نہیں ہو سکتے کہ انسان نے خدا تعالیٰ کی امانت کو اٹھا کر ظلوم اور جہول کا خطاب مدح کے طور پر حاصل کیا نہ ذم کے طور پر چنانچہ ابن کثیر نے بھی بعض روایات اسی کی تائید میں لکھی ہیں اور اگر ہم اس تمام آیت پر کہ اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَحَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّہٗ کَانَ

حاشیہ

تعلق نہیں پکڑ سکتا کیونکہ حجاب اس فیض سے مانع ہے اس لئے خدا تعالیٰ کی حکمت نے تقاضا کیا کہ اس کی ارادات کا مظہر اول بننے کے لئے ایک ایسی مخلوق ہو جو محجوب بنفسہ نہ ہو بلکہ اس کی ایک ایسی نرالی خلقت ہو جو برخلاف اور چیزوں کے اپنی فطرت سے ہی ایسی واقع ہو کہ نفس حاجب سے خالی اور خدا تعالیٰ کے لئے اس کے جوارح کی طرح ہو۔ اور خدا تعالیٰ کے جمیع ارادات کے موافق جو مخلوق اور مخلوق کے کل عوارض سے تعلق رکھتے ہیں اس کی تعداد ہو اور وہ نرالی پیدائش کی چیزیں سراپا صافیہ کی طرح اپنی فطرت رکھ کر ہر وقت خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں اور اپنے وجود میں ذو جہتین ہوں۔ ایک جہت تجرد اور تنزّہ کی جو اپنے وجود میں وہ نہایت الطف اور منزہ عن الحجب ہوں جس کی وجہ سے وہ دوسری مخلوق سے نرالی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

انسان نو مہینے پیٹ میں رہ کر اپنے کمال وجود کو پہنچتا ہے اور مرنے کے لئے کچھ بھی دیر کی ضرورت نہیں مثلاً انسان اپنے مرنے کے وقت صرف ایک ہی ہیضہ کا دست یا تھوڑا سا پانی قے کے طور پر نکال کر راہی ملک بقا ہو جاتا ہے اور وہ

﴿۱۶۹﴾ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا [1] ایک نظر غور کی کریں تو یقینی طور پر معلوم ہوگا کہ وہ امانت جو فرشتوں اور زمین اور پہاڑوں اور تمام کو اکب پر عرض کی گئی تھی اور انہوں نے اٹھانے سے انکار کیا تھا وہ جس وقت انسان پر عرض کی گئی تھی تو بلاشبہ سب سے اول انبیاء اور رسولوں کی روحوں پر عرض کی گئی ہوگی کیونکہ وہ انسانوں کے سردار اور انسانیت کے حقیقی مفہوم کے اول المستحقین ہیں پس اگر ظلوم اور جہول کے معنے یہی مراد لئے جائیں جو کافر اور مشرک اور پکے نافرمان کو کہتے ہیں تو پھر نعوذ باللہ سب سے پہلے انبیاء کی نسبت اس نام کا اطلاق ہوگا۔ لہٰذا یہ بات نہایت روشن اور بدیہی ہے کہ ظلوم اور جہول کا لفظ اس جگہ محل مدح میں ہے اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکم کو مان لیا جاوے اور اس سے منہ پھیرنا موجب معصیت نہیں ہوسکتا یہ تو عین سعادت ہے تو پھر ظلوم اور جہول کے حقیقی معنے جواباً اور سرکشی کو مستلزم ہیں کیونکر

حاشیہ متعلقہ اور خدا تعالیٰ کے وجود سے ظلّی طور پر مشابہت تامہ رکھتے ہوں اور محجوب بانفسہا نہ ہوں۔ دوسری جہت مخلوقیت کی جس کی وجہ سے وہ دوسری مخلوقات سے مناسبت رکھیں اور اپنی تاثیرات کے ساتھ ان سے نزدیک ہوسکیں سو خدا تعالیٰ کے اس ارادہ سے اس عجیب مخلوق کا وجود ہوگیا جس کو ملائک کہتے ہیں۔ یہ ملائک ایسے فنا فی طاعت اللہ ہیں کہ اپنا ارادہ اور فیشن اور توجہ اور اپنے ذاتی قویٰ یعنی یہ کہ اپنے نفس سے کسی پر مہربان ہونا یا اس سے ناراض ہو جانا اور اپنے نفس سے ایک بات کو چاہنا یا اس سے کراہت کرنا کچھ بھی نہیں رکھتے بلکہ بکلی جوارح الحق کی طرح ہیں خدا تعالیٰ کے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ بدن جس کی سالہائے دراز میں ظاہری اور باطنی تکمیل ہوئی تھی ایک ہی دم میں اس کو چھوڑ کر رخصت ہو جاتا ہے اب جس قدر میں نے اس اعتراض کے جواب میں لکھا ہے میری دانست میں کافی ہے اس لئے میں اسی پر بس کرتا ہوں لیکن یہ بات کھول کر یاد دلانا ضروری ہے کہ

[1] الاحزاب:۷۳

﴿۱۷۰﴾ اُس مقام کے مناسب حال ہو سکتے ہیں جو شخص قرآن کریم کی اسالیب کلام کو بخوبی جانتا ہے اُس پر یہ پوشیدہ نہیں کہ بعض اوقات وہ کریم و رحیم جلّ شانہٗ اپنے خواص عباد کے لئے ایسا لفظ استعمال کر دیتا ہے کہ بظاہر بدنما ہوتا ہے مگر معنًا نہایت محمود اور تعریف کا کلمہ ہوتا ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے نبی کریم کے حق میں فرمایا وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى [1] اب ظاہر ہے کہ ضال کے معنے مشہور اور متعارف جو اہل لغت کے منہ پر چڑھے ہوئے ہیں گمراہ کے ہیں جس کے اعتبار سے آیت کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے (اے رسول اللہ) تجھ کو گمراہ پایا اور ہدایت دی۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی گمراہ نہیں ہوئے اور جو شخص مسلمان ہو کر یہ اعتقاد رکھے کہ کبھی آنحضرت صلعم نے اپنی عمر میں ضلالت کا عمل کیا تھا تو وہ کافر بے دین اور حد شرعی کے لائق ہے بلکہ آیت کے اِس جگہ وہ معنی لینے چاہئے جو آیت کے سیاق

بقیہ حاشیہ

تمام ارادے اول انہیں کے مرایا صافیہ میں منعکس ہوتے ہیں اور پھر ان کے توسط سے کل مخلوقات میں پھیلتے ہیں چونکہ خدا تعالیٰ بوجہ اپنے تقدس تام کے نہایت تجرد اور تنزّہ میں ہے اس لئے وہ چیزیں جو انانیت اور ہستی محجوبہ کی کثافت سے خالی نہیں اور محجوب بانفسہا ہیں اس مبدء فیض سے کچھ مناسبت نہیں رکھتیں اور اسی وجہ سے ایسی چیزوں کی ضرورت پڑی جو من وجہ خدا تعالیٰ سے مناسبت رکھتی ہوں اور من وجہ اس کی مخلوق سے تا اس طرف فیضان حاصل کریں اور اس طرف پہنچا دیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا کی چیزوں میں سے کوئی چیز بھی اپنے وجود اور قیام اور حرکت اور

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

ارادہ کاملہ بھی قدرت کاملہ کی طرح دونوں شقوں سُرعت اور بُطو کو چاہتا ہے مثلاً ہم جیسا یہ ارادہ کر سکتے ہیں کہ ابھی یہ بات ہو جائے ایسا ہی یہ بھی ارادہ کر سکتے ہیں کہ دس برس کے بعد ہو مثلاً ریل اور تار اور صدہا کلیں جواب نکل رہی ہیں بے شک ابتداء سے خدا تعالیٰ کے ارادہ اور علم میں تھیں

[1] الضّحٰی:۸

اور سباق سے ملتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ نے پہلے آنحضرت صلعم کی نسبت فرمایا ﴿۱۷۱﴾
اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰى وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى وَ وَجَدَكَ عَآىٕلًا فَاَغْنٰى [1]
یعنی خدا تعالیٰ نے تجھے یتیم اور بیکس پایا اور اپنے پاس جگہ دی اور تجھ کو ضال (یعنی عاشق وجہ اللہ) پایا پس اپنی طرف کھینچ لایا اور تجھے درویش پایا پس غنی کر دیا۔ ان معنوں کی صحت پر یہ ذیل کی آیتیں قرینہ ہیں جو ان کے بعد آتی ہیں یعنی یہ کہ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَ اَمَّا السَّآىٕلَ فَلَا تَنْهَرْ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ [2] کیونکہ یہ تمام آیتیں لف نشر مرتب کے طور پر ہیں اور پہلی آیتوں میں جو مُدعا مخفی ہے دوسری آیتیں اس کی تفصیل اور تصریح کرتی ہیں مثلاً پہلے فرمایا اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰى اس کے مقابل پر یہ فرمایا فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ یعنی یاد کر کہ تو بھی یتیم تھا اور ہم نے تجھ کو پناہ دی ایسا ہی تو بھی یتیموں کو پناہ دے۔ پھر بعد اس آیت کے فرمایا وَ وَجَدَكَ

حاشیہ: سکون اور اپنے تغیرات ظاہری اور باطنی اور اپنے ہر یک خاصہ کے اظہار اور اپنے ہر یک عرض کے اخذ یا ترک میں مستقل بالذات نہیں بلکہ اس ایک ہی حیّ و قیّوم کے سہارے سے یہ تمام کام مخلوق کے چلتے ہیں اور بظاہر اگرچہ یہی نظر آتا ہے کہ ہم اپنے کاموں میں کسی غیبی مدد کے محتاج نہیں جب چاہیں حرکت کر سکتے ہیں اور جب چاہیں ٹھہر سکتے ہیں اور جب چاہیں بول سکتے ہیں اور جب چاہیں چپ کر سکتے ہیں۔ لیکن ایک عارفانہ نظر کے ساتھ ضرور کھل جائے گا کہ ہم اپنی ان تمام حرکات وسکنات اور سب کاموں میں غیبی مدد کے ضرور محتاج ہیں اور خدا تعالیٰ کی قیّومیت ہمارے نطفہ میں ہمارے علقہ میں ہمارے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ: لیکن ہزارہا برس تک انکا ظہور نہ ہوا اور وہ ارادہ تو ابتدا ہی سے تھا مگر مخفی چلا آیا اور اپنے وقت پر ظاہر ہوا اور جب وقت آیا تو خدا تعالیٰ نے ایک قوم کو ان فکروں اور سوچوں میں لگا دیا اور ان کی مدد کی یہاں تک کہ وہ اپنی تدبیروں میں کامیاب ہو گئے۔

[1] الضّحٰی: ۷تا۹ [2] الضّحٰی: ۱۰تا۱۲

﴿۱۷۲﴾

ضَآلًّا فَهَدٰى اِس کے مقابل پر یہ فرمایا وَاَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ یعنی یاد کر کہ تو بھی ہمارے وصال اور جمال کا سائل اور ہمارے حقائق اور معارف کا طالب تھا سو جیسا کہ ہم نے باپ کی جگہ ہو کر تیری جسمانی پرورش کی ایسا ہی ہم نے استاد کی جگہ ہو کر تمام دروازے علوم کے تجھ پر کھول دیئے اور اپنے لقا کا شربت سب سے زیادہ عطا فرمایا اور جو تو نے مانگا سب ہم نے تجھ کو دیا سو تو بھی مانگنے والوں کو ردمت کر اور ان کو مت جھڑک اور یاد کر کہ تو عائل تھا اور تیری معیشت کے ظاہری اسباب بکلّی منقطع تھے سو خدا خود تیرا متولّی ہوا اور غیروں کی طرف حاجت لے جانے سے تجھے غنی کر دیا۔ نہ تو والد کا محتاج ہوا نہ والدہ کا نہ استاد کا اور نہ کسی غیر کی طرف حاجت لے جانے کا بلکہ یہ سارے کام تیرے خدا تعالیٰ نے آپ ہی کر دیئے اور پیدا ہوتے ہی اس نے تجھ کو آپ سنبھال لیا۔ سو اس کا شکر بجا لا اور حاجت مندوں سے تو بھی ایسا ہی معاملہ کر۔ اب ان تمام

بقیہ حاشیہ

مضغہ میں ہمارے جنین میں اور ہماری ہر یک حرکت میں اور سکون میں اور قول میں اور فعل میں غرض ہماری تمام مخلوقیت کے لوازم میں کام کرتی ہے مگر وہ قیومیّت بوجہ ہمارے محجوب بانفسنا ہونے کے براہ راست ہم پر نازل نہیں ہوتی کیونکہ ہم میں اور اس ذات الطف اللطائف اور اعلیٰ اور اغنٰی اور نُور الانور میں کوئی مناسبت درمیان نہیں کیونکہ ہر ایک چیز ہم میں سے خواہ وہ جاندار ہے یا بے جان محجوب بنفسہ اور ساحت قدسیہ تنزّہ سے بہت دور ہے اس لئے خدا تعالیٰ میں اور ہم میں ملائک کا وجود اسی طرح ضروری ہوا جیسا کہ نفس ناطقہ اور بدن انسان میں قوائے روحانیہ اور حسیّہ کا توسط ضروری ٹھہرا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

خدا تعالیٰ نے زمین اور آسمانوں کو چھ دن میں کیوں پیدا کیا

اور اس جگہ کے متعلق ایک اور اعتراض ہے جو بعض ناواقف آریہ پیش کیا کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ[1] یعنی خدا نے جو تمہارا رب ہے

[1] یونس: ۴

﴿۱۷۳﴾ آیات کا مقابلہ کر کے صاف طور پر کھلتا ہے کہ اس جگہ ضَالّ کے معنے گمراہ نہیں ہے بلکہ انتہائی درجہ کے تعشق کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ حضرت یعقوب کی نسبت اسی کے مناسب یہ آیت ہے اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ [1]۔ سو یہ دونوں لفظ ظلم اور ضلالت اگرچہ ان معنوں پر بھی آتے ہیں کہ کوئی شخص جادہ اعتدال اور انصاف کو چھوڑ کر اپنے شہوات غضبیہ یا بہیمیہ کا تابع ہو جاوے۔ لیکن قرآن کریم میں عشاق کے حق میں بھی آئے ہیں جو خدا تعالیٰ کے راہ میں عشق کی مستی میں اپنے نفس اور اس کے جذبات کو پیروں کے نیچے کچل دیتے ہیں۔ اسی کے مطابق حافظ شیرازی کا یہ شعر ہے۔

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید — قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

اس دیوانگی سے حافظ صاحب حالت تعشق اور شدت حرص اطاعت مراد لیتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ: کیونکہ نفس ناطقہ نہایت تجرد اور لطافت میں تھا اور بدن انسان محجوب بنفسہ اور کثافت اور ظلمت میں پڑا تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان میں قوی روحانیہ اور حسیّہ کو ذوجهتین پیدا کیا تا وہ قویٰ نفس ناطقہ سے فیضان قبول کر کے تمام جسم کو اس سے متادب اور مہذّب کریں۔

بقیہ حاشیہ: جاننا چاہیئے کہ انسان بھی ایک **عالم صغیر** ہے **اور عالم کبیر** کے تمام شیُون اور صفات اور خواص اور کیفیات اس میں بھری ہوئی ہیں جیسا کہ اس کی طاقتوں اور قوتوں سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ہر ایک چیز کی طاقت کا یہ نمونہ ظاہر کر سکتا ہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ: زمین اور آسمانوں کو چھ دن میں بنایا اور پھر عرش پر ٹھہرا یہ چھ دن کی کیوں تخصیص ہے یہ تو تسلیم کیا کہ خدا تعالیٰ کے کام اکثر تدریجی ہیں جیسا کہ اب بھی اس کی خالقیت جو جمادات اور نباتات اور حیوانات میں اپنا کام کر رہی ہے تدریجی طور پر ہی ہر ایک چیز کو اس کی خلقت کاملہ تک پہنچاتی ہے

[1] یوسف:۹۶

﴿۱۷۴﴾ غرض ان آیتوں کی حقیقت واقعی یہی ہے جو خدا تعالیٰ نے میرے پر کھولی اور میں ہرگز ایسے معنی نہیں کروں گا جن سے ایک طرف تو یہ لازم آوے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ پاک امانت نہیں تھی بلکہ کوئی فساد کی بات تھی جو ایک مفسد ظالم نے قبول کر لی اور نیکوں نے اس کو قبول نہ کیا اور دوسری طرف تمام مقدس رسولوں اور نبیوں کو جو اول درجہ پر امانت کے محمل ہیں ظالم ٹھہرایا جاوے۔ اور میں بیان کر چکا ہوں کہ دراصل امانت اور اسلام کی حقیقت ایک ہی ہے اور امانت اور اسلام دراصل محمود چیز ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ کا دیا ہوا اسی کو واپس دیا جاوے جیسے امانت واپس دی جاتی ہے پس جس نے ایک محمود اور پسندیدہ چیز کو قبول کر لیا اور خدا تعالیٰ کے حکم سے منہ نہ پھیرا اور اس کی مرضی کو اپنی مرضی پر مقدم رکھا وہ لائق مذمت کیوں ٹھہرے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس آیت کے آگے خدا تعالیٰ فرماتا ہے

بقیہ حاشیہ

آفتاب کی طرح یہ ایک روشنی بھی رکھتا ہے اور ماہتاب کی طرح ایک نور بھی اور رات کی طرح ایک ظلمت بھی اور زمین کی طرح ہزارہا نیک اور بد ارادوں کا منبت ہوسکتا ہے اور درختوں کی طرح نشوونما رکھتا ہے اور اپنی قوت جاذبہ کے ساتھ ہر ایک چیز کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور ایسا ہی اس کا عالم صغیر ہونا اس طرح بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ اپنے کشوف صادقہ اور رویا صالحہ کے وقت عالم کبیر کی ہر ایک چیز کو اپنے اندر پاتا ہے کبھی اپنے کشفوں اور خوابوں میں چاند دیکھتا ہے کبھی سورج کبھی ستارے کبھی طرح طرح کی نہریں اور باغ اور کبھی آگ اور ہوا وغیرہ اور زیادہ تر عجیب یہ کہ کبھی اپنے رویا صالحہ اور کشوف صادقہ میں ایسا پاتا ہے کہ آپ ہی سورج بن گیا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

لیکن چھ دن کی تخصیص کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔

اما الجواب پس واضح ہو کہ یہ چھ دن کا ذکر درحقیقت مراتب تکوینی کی طرف اشارہ ہے یعنی ہر یک چیز جو بطور خلق صادر ہوئی ہے اور جسم اور جسمانی ہے خواہ وہ مجموعہ عالم ہے

﴿۱۷۵﴾

لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا [۱] یعنی انسان نے جو امانت اللہ کو قبول کرلیا تو اس سے یہ لازم آیا جو منافقین اور منافقات اور مشرکین اور مشرکات جنہوں نے صرف زبان سے قبول کیا اور عملاً اس کے پابند نہیں ہوئے وہ معذّب ہوں اور مومنین اور مومنات جنہوں نے امانت کو قبول کر کے عملاً پابندی بھی اختیار کی وہ مورد رحمت الٰہی ہوں۔ یہ آیت بھی صاف اور صریح طور پر بول رہی ہے کہ آیت موصوفہ میں ظلوم وجہول سے مراد مومن ہیں جن کی طبیعتوں اور استعدادوں نے امانت کو قبول کرلیا اور پھر اس پر کاربند ہوگئے کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ مشرکوں اور منافقوں نے کامل طور پر قبول نہیں کیا اور **حملها الانسان** میں جو انسان کے لفظ پر الف لام ہے وہ بھی درحقیقت تخصیص کے لئے ہے

بقیہ حاشیہ

یا آپ ہی چاند ہوگیا ہے یا آپ ہی زمین ہے جس پر ہزارہا ملک آباد ہیں پس ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان بلاشبہ ایک عالم صغیر ہے جو اپنے نفس میں عالم کبیر کا ہر یک نمونہ رکھتا ہے اور یہ نہایت عمدہ طریق ہے کہ جب عالم کبیر کے عجائبات دقیقہ میں سے کوئی سرّ مخفی سمجھ نہ آوے تو عالم صغیر کی طرف رجوع کیا جاوے اور دیکھا جاوے کہ وہ اس میں کیا گواہی دیتا ہے کیونکہ یہ دونوں عالم مرایا متقابلہ کی طرح ہیں اور جس عالم کو ہم نے بجزئیاتہ دیکھ لیا ہے اس کو ہم دوسرے عالم کی تشخیص کے لئے ایک پیمانہ ٹھہرا سکتے ہیں اور بلاشبہ اس کی شہادت ہمارے لئے موجب اطمینان ہوسکتی ہے اب جب کہ یہ تمہید ممہد ہوچکی تو نہایت درست ہوگا اگر ہم

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

اور خواہ ایک فرد از افراد عالم اور خواہ وہ عالم کبیر ہے جو زمین و آسمان و مافیہا سے مراد ہے اور خواہ وہ عالم صغیر جو انسان سے مراد ہے وہ بحکمت وقدرت باری تعالیٰ پیدائش کے چھ مرتبے طے کر کے اپنے کمال خلقت کو پہنچتی ہے اور یہ عام قانون قدرت ہے کچھ ابتدائی

---

[۱] الاحزاب: ۷۴

﴿۱۷۶﴾ جسؔ سے خدا تعالیٰ کا یہ منشاء ثابت ہوتا ہے کہ تمام انسانوں نے اس امانت کو کامل طور پر قبول نہیں کیا صرف مومنوں نے قبول کیا ہے اور منافقوں اور مشرکوں کی فطرتوں میں گو ایک ذرّہ استعداد کا موجود تھا مگر بوجہ نقصان استعداد وہ کامل طور پر اس پیارے لفظ ظلوم اور جہول سے حصہ نہ لے سکے اور جن کو بڑی قوت ملی تھی وہ کامل طور پر اس نعمت کو لے گئے۔ انہوں نے اس امانت کے قبول کرنے کا صرف اپنی زبان سے اقرار نہیں کیا بلکہ اپنے اعمال اور افعال میں ثابت کر کے دکھلا دیا اور جو امانت لی تھی کمال دیانت کے ساتھ اس کو واپس دے دیا۔

بالآخر یہ بھی واضح رہے کہ جہول کا لفظ بھی ظلوم کے لفظ کی طرح ان معنوں میں استعمال کیا گیا ہے جو اتقا اور اصطفا کے مناسب حال ہیں کیونکہ اگر جاہلیت کا حقیقی مفہوم مراد

حاشیہ

یہ کہیں کہ ملائک کی نسبت جو اجرام علوی اور اجسام سفلی کی طرف ہے وہ درحقیقت ایسی ہی ہے جیسے قویٰ روحانیہ اور حسیّہ کی نسبت بدن انسان کی طرف ہے کیونکہ جیسا کہ نفس ناطقہ انسان کا بدن انسان کی تدبیر بتوسط قویٰ روحانیہ اور حسیّہ کے کرتا ہے ایسا ہی قیّوم العالم جو تمام عالم کے بقا اور قیام کے لئے نفس مدبّرہ کی طرح اور بحکم آیت اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[1] ان کی حیات کا نور ہے تدبیر عالم کبیر کی بواسطہ ملائک کے فرماتا ہے اور ہمیں اس بات کے ماننے سے چارہ نہیں کہ جو کچھ عالم صغیر میں ذات واحد لاشریک کا نظام ثابت ہوا ہے اسی کے مشابہ عالم کبیر کا بھی نظام ہے۔ کیونکہ یہ دونوں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

زمانہ سے خاص نہیں چنانچہ اللہ جلّ شانہٗ ہر ایک انسان کی پیدائش کی نسبت بھی انہیں مراتب ستہ کا ذکر فرماتا ہے جیسا کہ قران کریم کے اٹھارویں سیپارے سورۃ المؤمنون میں یہ آیت ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ

---

[1] النور:۳۶

﴿۱۷۷﴾

ہو جو علوم اور عقائد صحیحہ سے بے خبری اور ناراست اور بے ہودہ باتوں میں مبتلا ہونا ہے تو یہ تو صریح متقیوں کی صفت کے برخلاف ہے کیونکہ حقیقی تقویٰ کے ساتھ جاہلیت جمع نہیں ہوسکتی۔ حقیقی تقویٰ اپنے ساتھ ایک نور رکھتی ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّیُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ[1]۔ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ[2]۔ یعنی اے ایمان لانے والو اگر تم متقی ہونے پر ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے اتقاء کی صفت میں قیام اور استحکام اختیار کرو تو خدا تعالیٰ تم میں اور تمہارے غیروں میں فرق رکھ دے گا وہ فرق یہ ہے کہ تم کو ایک نور دیا جائے گا جس نور کے ساتھ تم اپنی تمام راہوں میں چلو گے یعنی وہ نور تمہارے تمام افعال اور اقوال اور قویٰ اور حواس میں آ جائے گا تمہاری عقل میں بھی نور ہوگا اور تمہاری ایک اٹکل کی بات میں بھی نور ہوگا اور تمہاری

بقیہ حاشیہ

عالم ایک ہی ذات سے صادر ہیں اور اس ذات واحد لاشریک کا یہی تقاضا ہونا چاہئے کہ دونوں نظام ایک ہی شکل اور طرز پر واقع ہوں تا دونوں مل کر ایک ہی خالق اور صانع پر دلالت کریں کیونکہ توحید فی النظام توحید باری عزّ اسمہٗ کے مسئلہ کو مؤیّد ہے وجہ یہ کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر کئی خالق ہوتے تو اس نظام میں اختلاف کثیر پایا جاتا۔ غرض یہ بات نہایت سیدھی اور صاف ہے کہ ملائک اللہ عالم کبیر کے لئے ایسے ہی ضروری ہیں جیسے قویٰ روحانیہ وحسیّہ نشاء انسانیہ کے لئے جو عالم صغیر ہے۔

اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ اگر ملائک فی الحقیقت موجود ہیں تو کیوں نظر نہیں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۖ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ[3] یعنی پہلے تو ہم نے انسان کو اس مٹی سے پیدا کیا جو زمین کے تمام

اس بات کا ثبوت کہ چھ دن میں زمین و آسمان کو کیوں پیدا کیا

[1] الانفال:۳۰ [2] الحدید:۲۹ [3] المومنون:۱۳تا۱۵

﴿۱۷۸﴾

آنکھوں میں بھی نور ہوگا اور تمہارے کانوں اور تمہاری زبانوں اور تمہارے بیانوں اور تمہاری ہر ایک حرکت اور سکون میں نور ہوگا اور جن راہوں میں تم چلو گے وہ راہ نورانی ہو جائیں گی۔ غرض جتنی تمہاری راہیں تمہارے قویٰ کی راہیں تمہارے حواس کی راہیں ہیں وہ سب نور سے بھر جائیں گی اور تم سراپا نور میں ہی چلو گے۔

اب اس آیت سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ تقویٰ سے جاہلیت ہرگز جمع نہیں ہوسکتی ہاں فہم اور ادراک حسب مراتب تقویٰ کم وبیش ہوسکتا ہے اسی مقام سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بڑی اور اعلیٰ درجہ کی کرامت جو اولیاء اللہ کو دی جاتی ہے جن کو تقویٰ میں کمال ہوتا ہے وہ یہی دی جاتی ہے کہ ان کے تمام حواس اور عقل اور فہم اور قیاس میں نور رکھا جاتا ہے اور ان کی قوت کشفی نور کے پانیوں سے ایسی صفائی حاصل کر لیتی ہے کہ جو دوسروں

بقیہ حاشیہ

آتے اور کیوں ان کی کسی مدد کا ہمیں احساس نہیں ہوتا اور ہم صریح دیکھتے ہیں کہ ہر یک چیز اپنی فطرتی طاقت سے کام دے رہی ہے مثلاً رحم میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے یا درختوں کو جو پھل لگتے ہیں یا کانوں میں جو طرح طرح کے جواہر پیدا ہوتے ہیں تو صرف اس ایک طبعی طریق سے جو چلا آتا ہے طبیعت مدبّرہ حیوانی اور نباتی اور جمادی اپنے فعل کو کمال تک پہنچاتی ہے جیسا کہ حکماء کا قدیم سے یہی قول ہے اور تجربہ بھی اسی قول کا مؤید نظر آتا ہے کیونکہ کبھی ہم حیوانی اور نباتی اور جمادی افعال کو اپنے ارادوں کے بھی تابع کر لیتے ہیں یعنی اپنی تدبیروں کے موافق اپنے کام صادر کرا سکتے ہیں مثلاً رحم میں جو کبھی بچہ قبل از تکمیل خلقت ساقط ہو جاتا ہے اور

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

انواع اور اقسام کا لُب لباب تھا اور اس کی تمام قوتیں اپنے اندر رکھتا تھا تا وہ باعتبار جسم بھی عالم صغیر ٹھہرے اور زمین کی تمام چیزوں کی اس میں قوت اور خاصیت ہو جیسا کہ وہ برطبق آیت فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ [1] باعتبار روح عالم صغیر ہے

[1] الحجر: ۳۰

﴿۱۷۹﴾

کونصیب نہیں ہوتی ان کے حواس نہایت باریک بین ہو جاتے ہیں اور معارف اور دقائق کے پاک چشمے ان پر کھولے جاتے ہیں اور فیض سائغ ربّانی ان کے رگ و ریشہ میں خون کی طرح جاری ہو جاتا ہے۔

اب پھر ہم اصل بحث کی طرف جو بیان کیفیت اسلام ہے عنان قلم پھیرتے ہیں سو واضح ہو کہ یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اسلام کیا چیز ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے سو اس بیان کے بعد یہ تذکرہ بھی نہایت ضروری ہے کہ وہ حقیقت جس کا نام اسلام ہے کیونکر حاصل ہو سکتی ہے اور قرآن کریم میں اس کے حصول کے لئے کیا کیا وسائل بیان فرمائے گئے ہیں۔

اول جاننا چاہئے کہ کسی شے کا وسیلہ اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کے ٹھیک

بقیہ حاشیہ

عورتوں کو سقوط حمل کی ایک مرض ٹھہر جاتی ہے تو طبیب حاذق سمجھ لیتا ہے کہ رحم کی قوتیں کمزور ہوگئی ہیں تب وہ مثلاً اوائل حمل میں ایک ملیّن خفیف سا دیتا ہے اور مواد موذیہ کو دور کر کے مقوّیات رحم مثلاً جوارش لؤلؤ اور دواء المسک وغیرہ استعمال کراتا ہے اور عورت کو اس کے مرد سے پرہیز فرماتا ہے تب اس تجویز سے صریح فائدہ محسوس ہوتا ہے اور بچہ ساقط ہونے سے بچ جاتا ہے ایسا ہی جب دانا باغبان کسی پھل دار درخت کو ایسا پاتا ہے کہ اب وہ پھل کم دیتا ہے تو وہ غور کرتا ہے کہ اس کا کیا سبب ہے تب بلحاظ اسباب متفرقہ کبھی وہ شاخ تراشی کرتا ہے اور کبھی دور کھود کر بقدر ضرورت آبپاشی کراتا ہے اور کبھی معمولی کھاد

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

اور بلحاظ شیون و صفات کاملہ وظلیّت تام روح الٰہی کا مظہر تام ہے۔ پھر بعد اس کے انسان کو ہم نے دوسرے طور پر پیدا کرنے کے لئے یہ طریق جاری کیا جو انسان کے اندر نطفہ پیدا کیا اور اس نطفہ کو ہم نے ایک مضبوط تھیلی میں جو ساتھ ہی رحم میں بنتے

﴿۱۸۰﴾ استعمال یا مدد سے اس شے کا میسر آجانا ضروری ہو اور اس کے عوض اس کی نقیض کا استعمال کرنا موجب بُعد و ناکامی ہو۔

بعد اس کے واضح ہو کہ اگرچہ قرآن کریم نے حقیقت اسلامیہ کی تحصیل کے لئے بہت سے وسائل بیان فرمائے ہیں مگر درحقیقت ان سب کا مآل دو قسم پر ہی جا ٹھہرتا ہے۔ اول یہ کہ خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی مالکیت تامہ اور اس کی قدرت تامہ اور اس کی حکومت تامہ اور اس کے علم تام اور اس کے حساب تام اور نیز اس کے واحد لاشریک اور حیّ قیّوم اور حاضر ناظر ذوالاقتدار اور ازلی ابدی ہونے میں اور اس کی تمام قوتوں اور طاقتوں اور جمیع جلال و کمال کے ساتھ یگانہ ہونے میں پورا پورا یقین آجائے یاں تک کہ ہر ایک ذرہ اپنے وجود اور اس تمام عالم کے وجود کا اس کے تصرف اور حکم میں دکھائی دے اور

بقیہ حاشیہ

یا ہڈیاں پیس کر اس کی جڑ ہوں میں رکھتا ہے۔ ایسا ہی کانوں کی تحقیق میں دخل رکھنے والے اسی طور پر تجویزیں کیا کرتے ہیں اور اکثر یہ سب لوگ کامیاب ہو جاتے ہیں پس اگر یہ سلسلہ ملائک کے ارادہ کے تابع ہے تو ہماری تدبیرات کے مقابل پر کیوں ملائک ٹھہر نہیں سکتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن دنوں میں لوگ طبعی کی کامل تحقیقاتوں سے بے بہرہ تھے انہیں دنوں میں ملائک کا وجود تراشا گیا ہے انسان کی عادت ہے کہ معلولات کے لئے کوئی نہ کوئی علّت تلاش کرتا ہے پس جب کہ علّت صحیحہ دریافت نہ ہو سکے تو بے علمی کے زمانہ میں ملائک کا وجود قوت متخیلہ کی تسکین دینے کے لئے تراشا گیا یہ حال

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

جاتے ہی جگہ دی۔ (قرار مکین کا لفظ اس لئے اختیار کیا گیا کہ تارحم اور تھیلی دونوں پر اطلاق پا سکے) اور پھر ہم نے نطفہ سے علقہ بنایا اور علقہ سے مضغہ اور مضغہ کے بعض حصوں میں سے ہڈیاں اور ہڈیوں پر پوست پیدا کیا پھر اس کو ایک اور پیدائش دی یعنی روح اس

﴿۱۸۱﴾

هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ[1] کی تصویر سامنے نظر آ جاوے اور نقش راسخ بیــــدہ ملکوت السمٰوات والارض کا جلی قلم کے ساتھ دل میں لکھا جائے یاں تک کہ اس کی عظمت اور ہیبت اور کبریائی تمام نفسانی جذبات کو اپنی قہری شعاعوں سے مضمحل اور خیرہ کر کے ان کی جگہ لے لے اور ایک دائمی رُعب اپنا دل پر جما دیوے اور اپنے قہری حملہ سے نفسانی سلطنت کے تخت کو خاک مذلّت میں پھینک دیوے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیوے اور اپنے خوفناک کرشموں سے غفلت کی دیواروں کو گرا دے اور تکبر کے میناروں کو توڑ دے اور ظلمت بشری کی حکومتیں وجود انسانی کی دار السلطنت سے بکلّی اٹھا دیوے اور جو جذبات نفس امارہ کی طبیعت انسانی پر حکومت کرتے تھے اور باعزت سمجھے گئے تھے ان کو ذلیل اور خوار اور ہیچ اور بے مقدار کر کے دکھلا دیوے۔

بقیہ حاشیہ

کی نئی روشنی (کہ خاک برفرق ایں روشنی) نوتعلیم یافتہ لوگوں کو اوہام باطلہ سکھا رہی ہے اور ہم نے تو ڈرتے ڈرتے اس قدر بیان کیا ہے اکثر ان کی نظر تو فقط اسی پر نہیں ٹھہرتی بلکہ حضرت خداوند تعالیٰ کی نسبت بھی ایسا ہی جرح پیش کر کے صانع حقیقی کے وجود سے فارغ ہو بیٹھے ہیں۔

اما الجواب پس واضح ہو کہ یہ خیال کہ فرشتے کیوں نظر نہیں آتے بالکل عبث ہے فرشتے خدا تعالیٰ کے وجود کی طرح نہایت لطیف وجود رکھتے ہیں پس کس طرح ان آنکھوں سے نظر آویں کیا خدا تعالیٰ جس کا وجود ان فلسفیوں کے نزدیک بھی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

میں ڈال دی۔ پس کیا ہی مبارک ہے وہ خدا جو اپنی صنعت کاری میں تمام صناعوں سے بلحاظ حسن صنعت و کمال عجائبات خلقت بڑھا ہوا ہے۔

اب دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے اس جگہ بھی اپنا قانون قدرت یہی بیان فرمایا کہ انسان

---

[1] الانعام:۱۹

﴿۱۸۲﴾

دوؔم یہ کہ اللہ جلّ شانہ، کے حسن و احسان پر اطلاع وافر پیدا کرے کیونکہ کامل درجہ کی محبت یا تو حسن کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے اور یا احسان کے ذریعہ سے اور اللہ جلّ شانہ، کا حسن اس کی ذات اور صفات کی خوبیاں ہیں اور خوبیاں یہ ہیں کہ وہ خیر محض ہے اور مبدا ہے جمیع فیضوں کا اور مصدر ہے تمام خیرات کا اور جامع ہے تمام کمالات کا اور مرجع ہے ہریک امر کا اور موجد ہے تمام وجودوں کا اور علّت العلل ہے ہریک مؤثر کا جس کی تاثیر یا عدم تاثیر ہریک وقت اس کے قبضہ میں ہے اور واحد لاشریک ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور اقوال میں اور افعال میں اور اپنے تمام کمالوں میں اور ازلی اور ابدی ہے اپنی جمیع صفات کاملہ کے ساتھ۔ بڑا ہی نیک اور بڑا ہی رحیم باوجود قدرت کاملہ سزا دہی کے ہزاروں برسوں کی خطائیں ایکدم کے رجوع میں بخشنے والا بڑا ہی حلیم اور بردبار اور پردہ پوش کروڑ ہا نفرت کے کاموں اور مکروہ گناہوں کو

بقیہ حاشیہ

مسلّم ہے ان فانی آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ ماسوا اس کے یہ بات بھی درست نہیں کہ کسی طرح نظر ہی نہیں آسکتے کیونکہ عارف لوگ اپنے مکاشفات کے ذریعہ سے جو اکثر بیداری میں ہوتے ہیں فرشتوں کو روحانی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں اور ان سے باتیں کرتے ہیں اور کئی علوم ان سے اخذ کرتے ہیں اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جو مفتری کذاب کو بغیر ذلیل اور معذّب کرنے کے نہیں چھوڑتا کہ میں اس بیان میں صادق ہوں کہ بارہا عالم کشف میں مَیں نے ملائک کو دیکھا ہے اور ان سے بعض علوم اخذ کئے ہیں اور ان سے گذشتہ یا آنے والی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

چھ طور کے خلقت کے مدارج طے کر کے اپنے کمال انسانیت کو پہنچتا ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ عالم صغیر اور عالم کبیر میں نہایت شدید تشابہ ہے اور قرآن سے انسان کا عالم صغیر ہونا ثابت ہے اور آیت لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ [1] اسی کی

[1] التّین:۵

﴿۱۸۳﴾

دیکھنے والا اور پھر جلد نہ پکڑنے والا اگر اس کا روحانی جمال تمثّل کے طور پر ظاہر ہو تو ہر یک دل پروانہ کی طرح اس پر گرے پر اس نے اپنا جمال غیروں سے چھپایا۔ اور انہیں پر ظاہر کیا جو صدق سے اس کو ڈھونڈھتے ہیں اس نے ہر یک خوبصورت چیز پر اپنے حسن کا پرتوہ ڈالا اگر آفتاب ہے یا ماہتاب یا وہ سیارے جو چمکتے ہوئے نہایت پیارے معلوم ہوتے ہیں یا خوبصورت انسانوں کے منہ جو دلکش اور ملیح دکھائی دیتے ہیں یا وہ تازہ اور تر بتر اور خوشنما پھول جو اپنے رنگ اور بو اور آب و تاب سے دلوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں یہ سب درحقیقت ظلّی طور پر اس حسن لازوال سے ایک ذرہ کے موافق حصہ لیتے ہیں وہ حسن ظن اور وہم اور خیال نہیں بلکہ یقینی اور قطعی اور نہایت روشن ہے جس کے تصور سے تمام نظریں خیرہ ہوتی ہیں اور پاک دل اس کی طرف کھینچے جاتے

بقیہ حاشیہ

خبریں معلوم کی ہیں جو مطابق واقعہ تھیں پھر میں کیونکر کہوں کہ فرشتے کسی کو نظر نہیں آ سکتے بلا شبہ نظر آ سکتے ہیں مگر اور آنکھوں سے۔ اور جیسے یہ لوگ ان باتوں پر ہنستے ہیں عارف ان کی حالتوں پر روتے ہیں۔ اگر صحبت میں رہیں تو کشفی طریقوں سے مطمئن ہو سکتے ہیں لیکن مشکل تو یہی ہے کہ ایسے لوگوں کی کھوپڑی میں ایک قسم کا تکبر ہوتا ہے۔ وہ تکبر انہیں اس قدر بھی اجازت نہیں دیتا کہ انکسار اور تذلّل اختیار کر کے طالب حق بن کر حاضر ہو جائیں۔

اور یہ خیالات کہ ہمیں فرشتوں کے کاموں کا کیوں کچھ احساس نہیں ہوتا۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

طرف اشارہ کر رہی ہے کہ تقویم عالم کی متفرق خوبیوں اور حسنوں کا ایک ایک حصہ انسان کو دے کر بوجہ جامعیت جمیع شمائل وشیون عالم اس کو احسن ٹھہرایا گیا ہے پس اب بوجہ تشابہ عالمین اور نیز بوجہ ضرورت تناسب افعال صانع واحد ماننا پڑتا ہے کہ جو

﴿۱۸۴﴾

ہیں اور اس محبوب حقیقی کے احسانات جو انسان پر ہیں وہ دفتروں میں سما نہیں سکتے کیونکہ اس کی نعمتیں بے شمار ہیں گناہ پر گناہ دیکھتا ہے اور احسان پر احسان کرتا ہے اور خطا پر خطا پاتا ہے اور نعمت پر نعمت دیتا ہے۔ درحقیقت نہ زید ہم سے کچھ بھلائی کر سکتا ہے اور نہ بکر نہ آفتاب اپنی روشنی سے ہم کو کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ ماہتاب اپنے نور سے ہم کو کوئی نفع دے سکتا ہے نہ ستارے ہمارے کام آ سکتے ہیں نہ ان کی تاثیر کچھ چیز ہے ایسا ہی نہ دوست کام آ سکتا ہے نہ فرزند غرض کوئی چیز بھی ہمیں آرام نہیں پہنچا سکتی جب تک وہ ارادہ نہ فرماوے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ ہزارہا اور بے شمار طریقوں سے جو ہماری حاجات پوری ہوتی ہیں درحقیقت یہ فضل اسی منعم حقیقی کی طرف سے ہے پس اس کے انعامات کو کون گن سکتا ہے۔ اگر ہم انصاف سے بولیں تو ہمیں یہ شہادت دینی پڑے گی کہ کسی نے ہم سے ایسا پیار نہیں کیا جیسا کہ اس نے

حاشیہ

دراصل پہلے اعتراض کی ایک فرع ہیں محجوب ہونے کی حالت میں جیسے فرشتے نظر نہیں آتے اور جیسے خدا تعالیٰ کا بھی کچھ پتہ نہیں لگتا صرف اپنے خیالات پر سارا مدار ہوتا ہے۔ ایسا ہی فرشتوں کے کاموں کا بھی جو روحانی ہیں کچھ احساس نہیں ہوتا۔ اس جگہ یہ مثل ٹھیک آتی ہے کہ ایک اندھے نے آفتاب کے وجود کا انکار کر دیا تھا کہ ٹٹولنے سے اس کا کچھ پتہ نہیں ملتا تب آفتاب نے اس کو مخاطب کر کے کہا کہ اے اندھے میں ٹٹولنے سے معلوم نہیں ہو سکتا کیونکہ تیرے ہاتھوں سے بہت دور ہوں تو یہ دعا کر کہ خدا تعالیٰ تجھ کو آنکھیں بخشے تب تو آنکھوں کے ذریعہ سے مجھے دیکھ لے گا۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

عالم صغیر میں مراتب تکوین موجود ہیں وہی مراتب تکوین عالم کبیر میں بھی ملحوظ ہوں اور ہم صریح اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ یہ عالم صغیر جو انسان کے اسم سے موسوم ہے اپنی پیدائش میں چھ طریق رکھتا ہے اور کچھ شک نہیں کہ یہ عالم عالم کبیر کے کوائف

﴿۱۸۵﴾ یہ دونوں قسم کے وسائل جن پر حقیقت اسلامیہ کا حاصل ہونا موقوف ہے قرآن کریم میں ان دونوں وسیلوں کی طرف اس آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا [1] ۔الجزو نمبر ۲۲ سورۃ الفاطر۔ یعنی اللہ جلّ شانہٗ سے وہ لوگ ڈرتے ہیں جو اس کی عظمت اور قدرت اور احسان اور حسن اور جمال پر علم کامل رکھتے ہیں خشیت اور اسلام درحقیقت اپنے مفہوم کے رو سے ایک ہی چیز ہے کیونکہ کمال خشیت کا مفہوم اسلام کے مفہوم کو مستلزم ہے۔ پس اس آیت کریمہ کے معنوں کا مآل اور ماحصل یہی ہوا کہ اسلام کے حصول کا وسیلہ کاملہ یہی علم عظمت ذات وصفات باری ہے جس کی ہم تفصیل لکھ چکے ہیں اور اسی کی طرف درحقیقت اشارہ اس آیت میں بھی ہے۔ یُّؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ

تتمہ حاشیہ

اور یہ خیال کہ اگر مدبّرات اور مقسّمات امر فرشتے ہیں تو پھر ہماری تدبیریں کیوں پیش جاتی ہیں اور کیوں اکثر امور ہمارے معالجات اور تدبیرات سے ہماری مرضی کے موافق ہو جاتے ہیں تو اس کا یہ جواب ہے کہ وہ ہمارے معالجات اور تدبیرات بھی فرشتوں کے دخل اور القاء اور الہام سے خالی نہیں ہیں جس کام کو فرشتے باذنہٖ تعالیٰ کرتے ہیں وہ کام اس شخص یا اس چیز سے لیتے ہیں جس میں فرشتوں کی تحریکات کے اثر کو قبول کرنے کا فطرتی مادہ ہے مثلاً فرشتے جو ایک کھیت یا ایک گاؤں یا ایک ملک میں باذنہٖ تعالیٰ پانی برسانا چاہتے ہیں تو وہ آپ تو پانی نہیں بن سکتے اور نہ آگ سے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

مخفیہ کی شناخت کے لئے ایک آئینہ کا حکم رکھتا ہے پس جب کہ اس کی پیدائش کے چھ مرتبے ثابت ہوئے تو قطعی طور پر یہ حکم دے سکتے ہیں کہ عالم کبیر کے بھی مراتب تکوین چھ ہی ہیں جو بلحاظ موثرات ستہ یعنی تجلیات ستّہ جن کے آثار باقیہ نجوم ستہ میں محفوظ رہ

[1] فاطر:۲۹

﴿۱۸۶﴾

فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا[1] یعنی جس کو خدا تعالیٰ چاہتا ہے حکمت عطا فرماتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی۔ حکمت سے مراد علم عظمت ذات وصفات باری ہے۔ اور خیر کثیر سے مراد اسلام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہ‘ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ[2] پھر ایک دوسری آیت میں فرماتا ہے۔ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا[3] یعنی اے میرے رب تو مجھے اپنی عظمت اور معرفت شیون اور صفات کا علم کامل بخش اور پھر دوسری جگہ فرمایا وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ[4] ان دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اول المسلمین ٹھہرے تو اس کا یہی باعث ہوا کہ اوروں کی نسبت علوم معرفت الٰہی میں اعلم ہیں یعنی علم ان کا معارف الٰہیہ کے بارے میں سب سے بڑھ کر ہے۔

بقیہ حاشیہ

پانی کا کام لے سکتے ہیں بلکہ بادل کو اپنی تحریکات جاذبہ سے محل مقصود پر پہنچا دیتے ہیں اور مدبّرات امر بَن کر جس کمّ اور کَیف اور حدّ اور اندازہ تک ارادہ کیا گیا ہے برسا دیتے ہیں بادل میں وہ تمام قوتیں موجود ہوتی ہیں جو ایک بے جان اور بے ارادہ اور بے شعور چیز میں باعتبار اس کے جمادی حالت اور عنصری خاصیت کے ہو سکتے ہیں اور فرشتوں کی منصبی خدمت دراصل تقسیم اور تدبیر ہوتی ہے اسی لئے وہ مقسّمات اور مدبّرات کہلاتے ہیں اور القاء اور الہام بھی جو فرشتے کرتے ہیں وہ بھی برعایت فطرت ہی ہوتا ہے مثلاً وہ الہام جو خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر وہ نازل کرتے ہیں دوسروں پر نہیں کر سکتے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

گئے ہیں معقولی طور پر متحقق ہوتے ہیں۔ اور نجوم ستہ کا اب بھی علوم حکمیہ میں جنین کی تکمیل کے لئے تعلق مانا جاتا ہے چنانچہ سدیدی میں اس کے متعلق ایک مبسوط بحث لکھی ہے۔ بعض نادان اس جگہ اس آیت کی نسبت یہ اعتراض پیش کرتے ہیں کہ حال کی طبی تحقیقاتوں

[1] البقرۃ:۲۷۰ [2] یونس:۵۹ [3] طٰہٰ:۱۱۵ [4] الانعام:۱۶۴

﴿۱۸۷﴾

اسّ لئے ان کا اسلام بھی سب سے اعلیٰ ہے اور وہ اول المسلمین ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس زیادت علم کی طرف اس دوسری آیت میں بھی اشارہ ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔[1] الجز نمبر ۵ یعنی خدا تعالیٰ نے تجھ کو وہ علوم عطا کئے جو تو خود بخود نہیں جان سکتا تھا اور فضل الٰہی سے فیضان الٰہی سب سے زیادہ تیرے پر ہوا یعنی تو معارف الٰہیہ اور اسرار اور علوم ربّانی میں سب سے بڑھ گیا اور خدا تعالیٰ نے اپنی معرفت کے عطر کے ساتھ سب سے زیادہ تجھے معطر کیا غرض علم اور معرفت کو خدا تعالیٰ نے حقیقت اسلامیہ کے حصول کا ذریعہ ٹھہرایا ہے اور اگرچہ حصول حقیقت اسلام کے وسائل اور بھی ہیں جیسے صوم وصلوٰۃ اور دعا اور تمام احکام الٰہی جو چھ سو سے بھی کچھ زیادہ

بقیہ حاشیہ

بلکہ اس طرف توجہ ہی نہیں کرتے اور اسی قاعدہ کے موافق ہر یک شخص اپنے اندازہ استعداد پر فرشتوں کے القا سے فیض یاب ہوتا ہے اور جس فن یا علم کی طرف کسی کا روئے خیال ہے اسی میں فرشتہ سے مدد پاتا ہے مثلاً جب اللہ جلّ شانہٗ کا ارادہ ہوتا ہے کہ کسی دوا سے کسی کو دست آویں تو طبیب کے دل میں فرشتہ ڈال دیتا ہے کہ فلاں مسہل کی دوا اسکو کھلا دو تب وہ تربد یا خیار شیر[2] یا شیر خشت یا سقمونیا یا سنا یا کسٹرائل یا کوئی اور چیز جیسے دل میں ڈال گیا ہو اس بیمار کو بتلا دیتا ہے اور پھر فرشتوں کی تائید سے اس دوا کو طبیعت قبول کر لیتی ہے تے نہیں آتی تب فرشتے اس دوا پر اپنا اثر ڈال کر بدن میں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

کی رو سے یہ طرز بچہ کے بننے کی جو رحم عورت میں بنتا ہے ثابت نہیں ہوتی بلکہ برخلاف اس کے ثابت ہوتا ہے لیکن یہ اعتراض سخت درجہ کی کم فہمی یا صریح تعصب پر مبنی ہے اس بات کے تجربہ کے لئے کسی ڈاکٹر یا طبیب کی حاجت نہیں خود ہر یک انسان اس آزمائش کے لئے

[1] النسآء: ۱۱۴ [2] سہو کاتب ہے۔ صحیح ''شنبر'' ہے۔ شمس

﴿۱۸۸﴾

ہیں لیکن علم عظمت و وحدانیت ذات اور معرفت شیون وصفات جلالی و جمالی حضرت باری عزّ اسمہ وسیلۃ الوسائل اور سب کا موقوف علیہ ہے کیونکہ جو شخص غافل دل اور معرفت الٰہی سے بکلّی بے نصیب ہے وہ کب توفیق پا سکتا ہے کہ صوم اور صلوٰۃ بجالاوے یا دعا کرے یا اور خیرات کی طرف مشغول ہو۔ ان سب اعمال صالح کا محرک تو معرفت ہی ہے اور یہ تمام دوسرے وسائل دراصل اسی کے پیدا کردہ اور اس کے بنین و بنات ہیں اور ابتدا اس معرفت کی پرتوہ اسم رحمانیت سے ہے نہ کسی عمل سے نہ کسی دعا سے بلکہ بلا علت فیضان سے صرف ایک موہبت ہے **یھدی من یشاء ویضل من یشاء** مگر پھر یہ معرفت اعمال صالحہ اور حسن ایمان کے شمول سے زیادہ ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ آخر الہام اور کلام الٰہی کے رنگ میں نزول

اس کی تاثیرات پہنچاتے ہیں اور مادہ موذیہ کا اخراج باذنہ تعالیٰ شروع ہو جاتا ہے۔

بقیہ حاشیہ

خدا تعالیٰ نے نہایت حکمت اور قدرت کاملہ سے سلسلہ ظاہری علوم وفنون کو بھی ضائع ہونے نہیں دیا اور اپنی خدائی کے تصرفات اور دائمی قبضہ کو بھی معطل نہیں رکھا اور اگر خدا تعالیٰ کا اس قدر دقیق در دقیق تصرف اپنی مخلوق کے عوارض اور اس کی بقا اور فنا پر نہ ہوتا تو وہ ہرگز خدا نہ ٹھہر سکتا اور نہ توحید درست ہوسکتی ہاں یہ بات درست ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس عالم میں نہیں چاہا کہ یہ تمام اسرار عالم نظروں میں بدیہی ٹھہر جاویں کیونکہ اگر یہ بدیہی ہوتے تو پھر ان پر ایمان لانے کا کچھ بھی ثواب نہ ہوتا مثلاً

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

وقت خرچ کر کے اور ان بچوں کو دیکھ کر جو تام خلقت یا ناتمام خلقت کی حالت میں پیدا ہوتے ہیں یا سقوط حمل کے طور پر گرتے ہیں۔ حقیقت واقعیہ تک پہنچ سکتا ہے اور جیسا کہ ہم اپنے ذاتی مشاہدہ سے جانتے ہیں بلاشبہ یہ بات صحیح ہے کہ جب خدا تعالیٰ انسانی

﴿۱۸۹﴾

پکڑ کر تمام صحن سینہ کو اس نور سے منور کر دیتی ہے جس کا نام اسلام ہے اور اس معرفت تامہ کے درجہ پر پہنچ کر اسلام صرف لفظی اسلام نہیں رہتا بلکہ وہ تمام حقیقت اس کی جو ہم بیان کر چکے ہیں حاصل ہو جاتی ہے اور انسانی روح نہایت انکسار سے حضرت احدیت میں اپنا سر رکھ دیتی ہے تب دونوں طرف سے یہ آواز آتی ہے کہ جو میرا سو تیرا ہے۔ یعنی بندہ کی روح بھی بولتی ہے اور اقرار کرتی ہے کہ یا الٰہی جو میرا ہے سو تیرا ہے۔ اور خدا تعالیٰ بھی بولتا ہے اور بشارت دیتا ہے کہ اے میرے بندے جو کچھ زمین و آسمان وغیرہ میرے ساتھ ہے وہ سب تیرے ساتھ ہے۔ اسی مرتبہ کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے۔ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا[1]

بقیہ حاشیہ

اگر لوگ خدا تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے اور اس کے فرشتوں کا مشاہدہ کر لیتے تو پھر یہ معلومات بھی ان تمام معلومات کی مدّ میں داخل ہو جاتے جو انسان بذریعہ حواس یا تجارب حاصل کرتا ہے اس صورت میں ان امور کا ماننا موجب نجات نہ ٹھہر سکتا جیسا کہ اور دوسرے صدہا امور معلومہ کا ماننا موجب نجات نہیں ہے مثلاً ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ درحقیقت سورج اور چاند موجود ہیں اور زمین پر صدہا قسم کے جانور صدہا قسم کی بوٹیاں صدہا قسم کی کانیں اور دریا اور پہاڑ موجود ہیں مگر کیا اس ماننے سے ہمیں کوئی ثواب حاصل ہوگا یا ہم ان چیزوں کا وجود قبول کرنے سے خدا تعالیٰ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

نطفہ سے کسی بچہ کو رحم میں بنانے کے لئے ارادہ فرماتا ہے تو پہلے مرد اور عورت کا نطفہ رحم میں ٹھہرتا ہے اور صرف چند روز تک ان دونوں منیوں کے امتزاج سے کچھ تغیر طاری ہو کر جمے ہوئے خون کی طرح ایک چیز ہو جاتی ہے جس پر ایک نرم سی جھلّی ہوتی ہے یہ جھلّی جیسے جیسے

---

[1] الزمر: ۵۴

﴿۱۹۰﴾ الجزو ۲۴ سورۃ الزمر یعنی کہہ اے میرے غلامو جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے کہ تم رحمت الٰہی سے ناامید مت ہو خدا تعالیٰ سارے گناہ بخش دے گا۔ اب اس آیت میں بجائے **قل یا عباد اللّٰہ** کے جس کے یہ معنے ہیں کہ کہہ اے خدا تعالیٰ کے بندو یہ فرمایا کہ **قل یا عبادی** یعنی کہہ اے میرے غلامو۔ اس طرز کے اختیار کرنے میں بھید یہی ہے کہ یہ آیت اس لئے نازل ہوئی ہے کہ تا خدا تعالیٰ بے انتہا رحمتوں کی بشارت دیوے اور جو لوگ کثرت گناہوں سے دل شکستہ ہیں ان کو تسکین بخشے سو اللہ **جلّ شانہٗ** نے اس آیت میں چاہا کہ اپنی رحمتوں کا ایک نمونہ پیش کرے اور بندہ کو دکھلاوے کہ میں کہاں تک اپنے وفادار بندوں کو انعامات خاصہ سے مشرف کرتا ہوں سو اس نے **قل یا عبادی** کے

بقیہ حاشیہ

کے مقرب ہو جائیں گے ہرگز نہیں پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے فرشتوں کو مانتا ہے بہشت اور دوزخ کے وجود پر ایمان لاتا ہے اور قیامت میں میزان عمل کو قبول کرتا ہے قیامت کی پُل صراط پر صدق دل سے یقین رکھتا ہے اور اس حقیقت کو مانتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی کتابیں ہیں جو دنیا میں نازل ہوئی ہیں اور اس کے رسول بھی ہیں جو دنیا میں آئے ہیں اور اس کی طرف سے حشر اجسام بھی ہے جو ایک دن ہوگا اور خدا بھی موجود ہے جو درحقیقت واحد لاشریک ہے تو وہ شخص عند اللہ قابل نجات ٹھہر جاتا ہے۔ پیارو!! یقیناً سمجھو کہ اس کی یہی وجہ ہے کہ یہ شخص خدا تعالیٰ پر جو ہنوز در پردہ غیب ہے ایمان لاتا ہے اور اس کی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

بچہ بڑھتا ہے بڑھتی جاتی ہے یاں تک کہ خاکی رنگ کی ایک تھیلی سی ہو جاتی ہے جو گٹھڑی کی طرح نظر آتی ہے اور اپنی تکمیل خلقت کے دنوں تک بچہ اسی میں ہوتا ہے قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے اور حال کی تحقیقاتیں بھی اس کی مصدّق ہیں کہ عالم کبیر

﴿۱۹۱﴾

لفظ سے یہ ظاہر کیا کہ دیکھو یہ میرا پیارا رسول دیکھو یہ برگزیدہ بندہ کہ کمال طاعت سے کس درجہ تک پہنچا کہ اب جو کچھ میرا ہے وہ اس کا ہے۔ جو شخص نجات چاہتا ہے وہ اس کا غلام ہو جائے یعنی ایسا اس کی اطاعت میں محو ہو جاوے کہ گویا اس کا غلام ہے تب وہ گو کیسا ہی پہلے گناہ گار تھا بخشا جائے گا جاننا چاہیئے کہ عبد کا لفظ لغت عرب میں غلام کے معنوں پر بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہ‘ فرماتا ہے وَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكٍ [1] اور اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص اپنی نجات چاہتا ہے وہ اس نبی سے غلامی کی نسبت پیدا کرے یعنی اس کے حکم سے باہر نہ جائے اور اس کے دامن طاعت سے اپنے تئیں وابستہ جانے جیسا کہ غلام جانتا ہے تب وہ نجات پائے گا اس مقام میں ان کور باطن نام کے موحّدوں پر افسوس آتا ہے کہ جو ہمارے

بقیہ حاشیہ

کتاب کے اخبار غیبیہ کو صحیح سمجھتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک راست باز اور نیک خیال اور نیک ظن اور فرمانبردار ٹھہرتا ہے تب اس صدق کی برکت سے بخشا جاتا ہے ورنہ مجرد معلومات کو نجات سے تعلق ہی کیا ہے کیا اگر کوئی روز قیامت میں کل حجابوں کے رفع کے بعد یہ کہے کہ یہ بہشت اور دوزخ جو سامنے نظر آ رہا ہے اور یہ ملایک جو صف باندھے کھڑے ہیں اور یہ میزان جس سے عمل تُل رہے ہیں اور یہ رب العالمین جو عدالت کر رہا ہے۔ ان سب باتوں پر اب میں ایمان لایا تو کیا ایسے ایمان سے وہ رہا ہو جائے گا ہرگز نہیں پس اگر رہا نہیں ہوگا تو اس کا سبب کیا ہے کیا اس کا یہ سبب نہیں کہ اس وقت

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

بھی اپنے کمال خلقت کے وقت تک ایک گٹھڑی کی طرح تھا جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے۔ اَوَلَمۡ يَرَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ كَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰهُمَا ؕ وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ كُلَّ شَىۡءٍ حَىٍّ [2] الجزو نمبر ۷ یعنی فرماتا ہے کہ کیا کافروں نے آسمان اور

[1] البقرۃ: ۲۲۲ [2] الانبیآء: ۳۱

﴿۱۹۲﴾ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یاں تک بغض رکھتے ہیں کہ ان کے نزدیک یہ نام کہ غلام نبی۔ غلام رسول۔ غلام مصطفیٰ۔ غلام احمد۔ غلام محمد شرک میں داخل ہیں اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ مدار نجات یہی نام ہیں۔ اور چونکہ عبد کے مفہوم میں یہ داخل ہے کہ ہر ایک آزادگی اور خودروی سے باہر آجائے اور پورا متبع اپنے مولیٰ کا ہو۔ اس لئے حق کے طالبوں کو یہ رغبت دی گئی کہ اگر نجات چاہتے ہیں تو یہ مفہوم اپنے اندر پیدا کریں اور درحقیقت یہ آیت اور یہ دوسری آیت قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ ۔[1] از رو مفہوم کے ایک ہی ہیں۔ کیونکہ کمال اتباع اس محویت اور اطاعت تامہ کو مستلزم ہے جو عبد کے مفہوم میں پائی جاتی ہے۔ یہی سر ہے کہ جیسے پہلی آیت میں مغفرت کا وعدہ بلکہ محبوب الٰہی بننے کی

بقیہ حاشیہ

اس نے ان تمام چیزوں کو دیکھ لیا ہے جو پہلے اس سے پردہ غیب میں تھیں اس لئے وہ موقعہ ثواب کا ہاتھ سے جاتا رہا جو صرف اسی شخص کو مل سکتا ہے جو ان بدیہی ثبوتوں سے بے خبر ہو اور محض قرائن دقیقہ سے استنباط کر کے بات کی اصلیت تک پہنچ گیا ہو سو افسوس کہ وہ لوگ جو فلسفہ پر مرے جاتے ہیں ان کی عقلوں پر یہی پردہ پڑا ہوا ہے کہ وہ اس بات کو نہیں سوچتے کہ اگر علم ذات باری اور علم وجود ملائک اور علم حشر اجسام اور علم جنت وجہنم اور علم نبوت اور رسالت ایسے مانجے جاتے اور صاف کئے جاتے اور بدیہی طور پر دکھلائے جاتے کہ جیسے علوم ہندسہ وحساب اور

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

زمین کو نہیں دیکھا کہ گٹھڑی کی طرح آپس میں بندھے ہوئے تھے اور ہم نے ان کو کھول دیا۔ سو کافروں نے تو آسمان اور زمین بنتا نہیں دیکھا اور نہ ان کی گٹھڑی دیکھی لیکن اس جگہ روحانی آسمان اور روحانی زمین کی طرف اشارہ ہے جس کی گٹھڑی کفار عرب کے روبرو

[1] اٰل عمران:۳۲

﴿۱۹۳﴾ خوشخبری ہے گویا یہ آیت کہ قل یا عبادی دوسرے لفظوں میں اس طرح پر ہے کہ قل یا متّبعی یعنی اے میری پیروی کرنے والو جو بکثرت گناہوں میں مبتلا ہو رہے ہو رحمت الٰہی سے نومید مت ہو کہ اللہ جلّ شانہٗ بہ برکت میری پیروی کے تمام گناہ بخش دے گا۔ اور اگر عباد سے صرف اللہ تعالیٰ کے بندے ہی مراد لئے جائیں تو معنے خراب ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ ہرگز درست نہیں کہ خدا تعالیٰ بغیر تحقّق شرط ایمان اور بغیر تحقّق شرط پیروی تمام مشرکوں اور کافروں کو یونہی بخش دیوے ایسے معنے تو نصوص بیّنہ قرآن سے صریح مخالف ہیں۔

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ ماحصل اس آیت کا یہ ہے کہ جو لوگ دل و جان سے تیرے یا رسول اللہ غلام بن جائیں گے ان کو وہ نور ایمان اور محبت اور عشق بخشا جائے گا

حاشیہ: بعض حصے علوم طبعی اور طبابت اور ہیئت صاف کئے گئے ہیں تو پھر ایسے علوم بدیہہ ضروریہ کو نجات انسانی سے تعلق ہی کیا تھا جب کہ نجات کی یہ حقیقت ہے کہ وہ اللہ جلّ شانہٗ کا محبت اور پیار سے بھرا ہوا ایک فضل ہے جو راست بازوں اور صادقوں اور سچے ایمانداروں اور کامل

حاشیہ در حاشیہ: کھل گئی اور فیضان سماوی زمین پر جاری ہو گئے اب پھر ہم اپنے پہلے کلام کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ نطفتین مرد اور عورت کے جو آپس میں مل جاتے ہیں وہ اول مرتبہ تکوین کا ہے۔ اور پھر ان میں ایک جوش آ کر وہ مجموعہ نطفتین جو قوت عاقدہ اور منعقدہ اپنے اندر رکھتا ہے سرخی کی طرف مائل ہو جاتا ہے گویا وہ منی جو پہلے خون سے بنی تھی پھر اپنے اصلی رنگ کی طرف جو خونی ہے عود کر آتی ہے یہ دوسرا درجہ ہے پھر وہ خون جما ہوا جس کا نام علقہ ہے ایک گوشت کا مضغہ ہو جاتا ہے جو انسانی شکل کا کچھ خاکہ نہایت دقیق طور پر اپنے اندر رکھتا ہے یہ تیسرا درجہ ہے اور اس درجہ پر اگر بچہ ساقط ہو جائے تو اس کے دیکھنے سے غور کی

﴿۱۹۴﴾ کہ جواُن کو غیر اللہ سے رہائی دے دے گا اور وہ گناہوں سے نجات پا جائیں گے اور اسی دنیا میں ایک پاک زندگی ان کو عطا کی جائے گی اور نفسانی جذبات کی تنگ و تاریک قبروں سے وہ نکالے جائیں گے۔ اسی کی طرف یہ حدیث اشارہ کرتی ہے۔ **انا الحاشر الذی یُحشر النّاس علی قدمی** [۱] یعنی میں وہ مُردوں کو اٹھانے والا ہوں جس کے قدموں پر لوگ اٹھائے جاتے ہیں۔ واضح ہو کہ قرآن کریم اس محاورہ سے بھرا پڑا ہے کہ دنیا مر چکی تھی اور خدا تعالیٰ نے اپنے اس نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر نئے سرے دنیا کو زندہ کیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا [۲] یعنی اس بات کو سن رکھو کہ زمین کو اس کے مرنے کے بعد خدا تعالیٰ زندہ کرتا ہے پھر اسی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں فرماتا ہے۔

بقیہ حاشیہ: وفاداروں اور اخبار ظنّیہ کے ماننے والوں کی طرف رجوع کرتا ہے تو پھر علوم بدیہہ ضروریہ کا ماننا کس راست بازی اور صدق اور صفا کو ثابت کر سکتا ہے ہم صریح دیکھتے ہیں کہ جیسے ہم اس بات کے قائل ہیں کہ چار کا نصف دو ہیں ایسا ہی ایک اول درجہ کا بدمعاش بھی اسی بات کا قائل ہوتا ہے ہم دنیا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ: نظر سے کچھ خطوط انسان بننے کے اس میں دکھائی دیتے ہیں چنانچہ اکثر بچے اس حالت میں بھی ساقط ہو جاتے ہیں جن عورتوں کو کبھی یہ اتفاق پیش آیا ہے یا وہ دایہ کا کام کرتی ہیں وہ اس حال سے خوب واقف ہیں پھر چوتھا درجہ وہ ہے جب مضغہ سے ہڈیاں بنائی جاتی ہیں جیسا کہ آیت فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا [۳] بیان فرما رہی ہے۔ مگر **المضغه** پر جو الف لام ہے وہ تخصیص کے لئے ہے جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ تمام مضغہ ہڈی نہیں بن جاتا بلکہ جہاں جہاں ہڈیاں درکار ہیں باذنہٖ تعالیٰ وہی نرم گوشت کسی قدر صلب ہو کر ہڈی کی صورت بن جاتا ہے اور کسی قدر بدستور نرم گوشت

[۱] بخاری کتاب المناقب۔ [۲] الحدید:۱۸ [۳] المومنون:۱۵

﴿۱۹۵﴾ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ [1] یعنی ان کو روح القدس کے ساتھ مدد دی اور روح القدس کی مدد یہ ہے کہ دلوں کو زندہ کرتا ہے اور روحانی موت سے نجات بخشتا ہے اور پاکیزہ قوتیں اور پاکیزہ حواس اور پاک علم عطا فرماتا ہے اور علوم یقینیہ اور براہین قطعیّہ سے خدا تعالیٰ کے مقام قرب تک پہنچا دیتا ہے۔ کیونکہ اس کے مقرب وہی ہیں جو یقینی طور پر جانتے ہیں کہ وہ ہے اور یقینی طور پر جانتے ہیں کہ اس کی قدرتیں اور اس کی رحمتیں اور اس کی عقوبتیں اور اس کی عدالتیں سب سچ ہیں اور وہ جمیع فیوض کا مبدء اور تمام نظام عالم کا سرچشمہ اور تمام سلسلہ موثّرات اور متاثّرات کا علّت العلل ہے مگر متصرف بالارادہ جس کے ہاتھ میں کل مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے اور یہ علوم جو مدار نجات ہیں یقینی اور قطعی طور پر بجز اس حیات کے حاصل نہیں ہو سکتے جو بتوسط روح القدس انسان کو

حاشیہ: میں ہزارہا بلکہ کروڑہا چیزوں کو یقینی اور قطعی طور پر مانتے ہیں اور ان کے وجود میں ذرہ شک نہیں کرتے تو کیا ان کے ماننے سے کوئی ثواب ہمیں مل سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے نشانوں کو بھی ایسے بدیہی طور سے اپنے نبیوں کے ذریعہ سے

حاشیہ در حاشیہ: رہتا ہے۔ اور اس درجہ پر انسانی شکل کا کھلا کھلا خاکہ طیار ہو جاتا ہے جس کے دیکھنے کے لئے کسی خوردبین کی ضرورت نہیں اس خاکہ میں انسان کا اصل وجود جو کچھ بننا چاہئے تھا بن چکتا ہے لیکن وہ ابھی اس لحم سے خالی ہوتا ہے جو انسان کے لئے بطور ایک موٹے اور شاندار اور چمکیلے لباس کے لئے [2] ہے۔ جس سے انسان کے تمام خط و خال ظاہر ہوتے ہیں اور بدن پر تازگی آتی ہے اور خوبصورتی نمایاں ہو جاتی ہے اور تناسب اعضا پیدا ہوتا ہے پھر بعد اس کے پانچواں درجہ وہ ہے کہ جب اس خاکہ پر لحم یعنی موٹا گوشت برعایت مواضع مناسبہ چڑھایا جاتا ہے یہ وہی گوشت ہے کہ جب انسان تپ

[1] المجادلۃ: ۲۳ [2] ''لئے'' سہو کاتب ہے۔ شمس

﴿۱۹۶﴾ ملتی ہے اور قرآن کریم کا بڑے زور شور سے یہ دعویٰ ہے کہ وہ حیات روحانی صرف متابعت اس رسول کریم سے ملتی ہے اور تمام وہ لوگ جو اس نبی کریم کی متابعت سے سرکش ہیں وہ مردے ہیں جن میں اس حیات کی روح نہیں ہے اور حیات روحانی سے مراد انسان کے وہ علمی اور عملی قویٰ ہیں جو روح القدس کی تائید سے زندہ ہو جاتے ہیں اور قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ جن احکام پر اللہ جلّ شانہ' انسان کو قائم کرنا چاہتا ہے وہ چھ سو[۶۰۰] ہیں ایسا ہی اس کے مقابل پر جبرائیل علیہ السلام کے پر بھی چھ سو ہیں اور بیضہ بشریت جب تک چھ سو[۶۰۰] حکم کو سر پر رکھ کر جبرائیل کے پروں کے نیچے نہ آوے اس میں فنا فی اللہ ہونے کا بچہ پیدا نہیں ہوتا اور انسانی حقیقت اپنے اندر چھ سو بیضہ کی استعداد رکھتی ہے۔ پس جس شخص کا چھ سو بیضہ استعداد جبرائیل کے چھ سو پر کے نیچے آ گیا وہ انسان کامل اور یہ تولد اس کا

حاشیہ: ظاہر نہیں کیا جیسے ہمیشہ سے دنیا کے جاہل لوگ تقاضا کر رہے ہیں بلکہ جن کی استعدادوں پر پردہ تھا ان پر ابتلا کا پردہ بھی ڈال دیا جیسا کہ یہ ذکر قرآن کریم میں موجود ہے کہ مکہ کے جاہل یہ درخواست کرتے تھے کہ ہم اس شرط پر ایمان لا سکتے ہیں کہ عرب کے تمام مردے زندہ کئے جائیں یا یہ کہ ہمارے روبرو

حاشیہ در حاشیہ: وغیرہ سے بیمار رہتا ہے تو فاقہ اور بیماری کی تکالیف شاقہ سے وہ گوشت تحلیل ہو جاتا ہے اور بسا اوقات انسان ایسی لاغری کی حالت پر پہنچ جاتا ہے جو وہی پانچویں درجہ کا خاکہ یعنی مشت استخوان رہ جاتا ہے جیسے مدقوقوں اور مسلولوں اور اصحاب ذیابیطس میں مرض کے انتہائی درجہ میں یہ صورت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور اگر کسی کی حیات مقدر ہوتی ہے تو پھر خدا تعالیٰ اس کے بدن پر گوشت چڑھاتا ہے غرض یہ وہی گوشت ہے جس سے خوبصورتی اور تناسب اعضا اور رونق بدن پیدا ہوتی ہے اور کچھ شک نہیں کہ یہ گوشت خاکہ طیار ہونے کے بعد آہستہ آہستہ جنین پر چڑھتا رہتا ہے۔ اور جب جنین

﴿۱۹۷﴾ تولّد کامل اور یہ حیات حیات کامل ہے اور غور کی نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ بیضہ بشریت کے روحانی بچے جو روح القدس کی معرفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی برکت سے پیدا ہوئے وہ اپنی کمیّت اور کیفیّت اور صورت اور نوع اور حالت میں تمام انبیاء کے بچوں سے اتم اور اکمل ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ[۱] یعنی تم سب امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں کی اصلاح کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور درحقیقت جس قدر قرآنی تعلیم کے کمالات خاصہ ہیں وہ اس امت مرحومہ کے استعدادی کمالات پر شاہد ہیں کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ کی کتابیں ہمیشہ اسی قدر نازل ہوتی ہیں جس قدر اس امت میں جو تعمیل کتاب کی مکلّف ہے استعداد ہوتی ہے مثلاً انجیل کی نسبت تمام محققین کی یہ رائے ہے کہ

بقیہ حاشیہ: ایک زینہ لگا کر آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہمارے روبرو وہی آسمان سے اترو اور کتاب الٰہی ساتھ لاؤ جس کو ہم ہاتھ میں لے کر پڑھ لیں۔ اور وہ نادان نہیں سمجھتے تھے کہ اگر انکشاف حقیقت اس قدر ہو جائے تو پھر اس عالم اور قیامت میں فرق کیا رہا اور ایسے بدیہی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ: ایک کافی حصہ اس کا لے لیتا ہے۔ تب باذنہٖ تعالیٰ اس میں جان پڑ جاتی ہے تب وہ نباتی حالت سے جو صرف نشو نما ہے منتقل ہو کر حیوانی حالت کی خاصیت پیدا کر لیتا ہے اور پیٹ میں حرکت کرنے لگتا ہے غرض یہ ثابت شدہ بات ہے کہ بچہ اپنی نباتی صورت سے حیوانی صورت کو کامل طور پر اس وقت قبول کرتا ہے کہ جب کہ عام طور پر موٹا گوشت اس کے بدن پر مناسب کمی بیشی کے ساتھ چڑھ جاتا ہے یہی بات ہے جس کو آج تک انسان کے مسلسل تجارب اور مشاہدات نے ثابت کیا ہے یہ وہی تمام صورت ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے اور مشاہدات کے ذریعہ سے بتواتر ثابت ہے پھر اس پر اعتراض

[۱] اٰل عمران: ۱۱۱

﴿۱۹۸﴾

اِسؔ کی تعلیم کامل نہیں ہے اور وہ ایک ہی پہلو پر چلی جاتی ہے اور دوسرے پہلو کو بکلی چھوڑ رہی ہے لیکن دراصل یہ قصور ان استعدادوں کا ہے جن کے لئے انجیل نازل ہوئی تھی چونکہ خدا تعالیٰ نے انسانی استعدادوں کو تدریجاً ترقی دی ہے اس لئے اوائل زمانوں میں اکثر ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے کہ جو غبی اور بلید اور کم عقل اور کم فہم اور کم دل اور کم ہمت اور کم یقین اور پست خیال اور دنیا کے لالچوں میں پھنسے ہوئے تھے اور دماغی اور دلی قوتیں ان کی نہایت ہی کمزور تھیں مگر ان زمانوں کے بعد ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ زمانہ آیا جس میں رفتہ رفتہ استعدادیں ترقی کر گئیں گویا دنیا نے اپنی فطرتی قویٰ میں ایک اور ہی صورت بدل لی پس ان کی کامل استعدادوں کے موافق کامل تعلیم نے نزول فرمایا۔

بقیہ حاشیہ

نشانوں کے بعد اس قبول پر ایمان کا لفظ کیونکر اطلاق کریں گے کون شخص ہے جو حقائق بدیہہ بیّنہ کو قبول نہیں کرتا غرض فلسفہ والوں کے خیالات کی بنیاد ہی غلط ہے وہ چاہتے ہیں کہ کل ایمانیات کو علوم مشہودہ محسوسہ میں داخل کر دیں اور ملائک اور

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

کرنا اگر نادانوں کا کام نہیں تو اور کس کا ہے؟

اب پھر ہم اپنے کلام کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ چونکہ عالم صغیر میں جو انسان ہے سنت اللہ یہی ثابت ہوئی ہے کہ اس کے وجود کی تکمیل چھ مرتبوں کے طے کرنے کے بعد ہوتی ہے تو اسی قانون قدرت کی رہبری سے ہمیں معقولی طور پر یہ راہ ملتی ہے کہ دنیا کی ابتدا میں جو اللہ جلّ شانہٗ نے عالم کبیر کو پیدا کیا تو اس کی طرز پیدائش میں بھی یہی مراتب ستّہ ملحوظ رکھے ہوں گے اور ہر یک مرتبہ کو تفریق اور تقسیم کی غرض سے ایک دن یا ایک وقت سے مخصوص کیا ہوگا جیسا کہ انسان کی پیدائش کے مراتب ستّہ چھ وقتوں سے

تنبیہ

بمراد ازالہ وہم نور افشان ۱۳؍ اکتوبر ۱۸۹۲ء

انجیل یوحنّا ۱۱ باب ۲۔آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول یہ لکھا ہے کہ قیامت اور زندگی مَیں ہی ہوں جو مجھ پر ایمان لاوے اگر چہ وہ مر گیا ہو تو بھی جئے گا یعنی گناہ اور نافرمانی اور غفلت اور کفر کی موت سے نجات پا کر اطاعت الٰہی کی روحانی زندگی حاصل کر لے گا۔ انجیل کے اس فقرہ پر ایڈیٹر نور افشاں نے اپنے پرچہ ۱۳؍ اکتوبر ۱۸۹۲ء میں کم فہمی کی راہ سے لکھا ہے کہ آدم سے تا ایندم کوئی شخص دنیا کی تواریخ میں ایسا نہیں ہوا جس نے ایسا بھاری دعویٰ کیا ہو اور اپنے حق میں ایسے لفظ استعمال کئے ہوں کہ قیامت اور زندگی مَیں ہوں اور اگر کوئی ایسا کہتا تو اس کے مطابق ثابت کر دینا غیر ممکن

بقیہ حاشیہ: جنت اور جہنم اور خدا تعالیٰ کا وجود ایسا ثابت ہو جائے جیسا کہ آج کل کی تحقیقاتوں سے اکثر معمورہ ارض اور بہت سی نباتات اور کانوں کا پتہ لگ گیا ہے مگر جس چیز کو خدا تعالیٰ نے اول روز سے انسان کی نجات کا ایک طریق نکالنے کے لئے ایمانیات میں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ: خاص ہیں اور دنیا کی تمام قوموں کا سات دنوں پر اتفاق ہونا اور ایک دن تعطیل کا نکال کر چھ دنوں کو کاموں کے لئے خاص کرنا اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ چھ دن ان چھ دنوں کی یادگار چلے آتے ہیں کہ جن میں زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے بنایا گیا تھا۔

اور اگر کوئی اب بھی تسلیم نہ کرے اور انکار سے باز نہ آوے تو ہم کہتے ہیں کہ ہم نے تو عالم کبیر کے لئے عالم صغیر کی پیدائش کے مراتب ستّہ کا ثبوت دے دیا اور جو کام کرنے کے دن بالاتفاق ہر یک قوم میں مسلّم ہیں ان کا چھ ہونا بھی ظاہر کر دیا اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ

﴿۲۰۰﴾

ہوتا۔ لیکن خداوند مسیح نے جیسا دعویٰ اپنے حق میں کیا ویسا ہی اس کو ثابت بھی کر دکھلایا فقط۔

ایڈیٹر صاحب کا یہ مقولہ جس قدر راستی اور صداقت سے دور ہے کسی حقیقت شناس پر مخفی نہیں رہ سکتا واقعی امر یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام ایسا دعویٰ کرتے کہ زندگی اور قیامت میں ہوں تو چونکہ وہ سچے نبی تھے اس لئے ضرور تھا کہ اس دعویٰ کی سچائی ظاہر ہو جاتی اور حضرت مسیح کی زندگی میں اور بعد ان کے روحانی حیات دنیا میں بذریعہ ان کے پھیل جاتی لیکن جس قدر حضرت مسیح الٰہی صداقت اور ربّانی توحید کے پھیلانے سے ناکام رہے شاید اس کی نظیر کسی دوسرے نبی کے واقعات میں بہت ہی کم ملے گی ہمارے اس زمانہ میں یہ شہادت بڑے بڑے پادری صاحبان بھی دے چکے

بقیہ حاشیہ

داخل کر دیا ہے وہ کیونکر برخلاف ارادہ الٰہی اس درجہ کی ہدایت تک پہنچ جائے ہاں جب انسان ایمان کے درجہ سے عرفان کے مرتبہ پر ترقی کرتا ہے تو بلاشبہ یہ تمام امور ہدایت کے رنگ میں نظر آتے ہیں بلکہ ہندسی ثبوتوں سے بڑھ کر ان کا ثبوت ہوتا ہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

خدا تعالیٰ کے تمام پیدائشی کام اس دنیا میں تدریجی ہیں تو پھر اگر منکر کی نظر میں یہ دلیل کافی نہیں تو اس پر واجب ہوگا کہ وہ بھی تو اپنے اس دعوے پر کوئی دلیل پیش کرے کہ خدا تعالیٰ نے یہ عالم جسمانی صرف ایک دم میں پیدا کر دیا تھا تدریجی طور پر پیدا نہیں کیا تھا۔ ہر یک شخص جانتا ہے کہ وہی خدا اب بھی ہے جو پہلے تھا اور وہی خالقیت کا سلسلہ اب بھی جاری ہے جو پہلے جاری تھا۔ اور صاف بدیہی طور پر نظر آ رہا ہے کہ خدا تعالیٰ ہر یک مخلوق کو تدریجی طور پر اپنے کمال وجود تک پہنچاتا ہے یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ پہلے وہ قوی تھا اور جلد کام کر لیتا تھا اور اب ضعیف ہے اور دیر سے کرتا ہے بلکہ یہی کہیں گے

﴿۲۰۱﴾

ہیں کہ مسیح کی تعلیم خود ان کے شاگردوں کی پست خیالی اور کم فہمی اور دنیا طلبی کو دور نہیں کر سکی اور مسیح کی گرفتاری کے وقت جو کچھ انہوں نے اپنی بزدلی اور بد اعتقادی اور بے وفائی دکھلائی بلکہ بعض کی زبان پر بھی جو کچھ اس آخری وقت میں لعن طعن کے الفاظ حضرت مسیح کی نسبت جاری ہوئے یہ ایک ایسی بات ہے کہ بڑے بڑے اور اعلیٰ درجہ کے فاضل مسیحیوں نے حواریوں کی ان بے جا حرکات کو مسیحیوں کے لئے سخت قابل شرم قرار دیا ہے پھر یہ خیال کرنا کہ حضرت مسیح روحانی قیامت تھے اور ان میں داخل ہو کر روحانی مردے زندہ ہو گئے کس قدر دور از صداقت ہے جو کچھ حضرت مسیح کے پیروؤں نے آپ کی زندگی کے وقت اپنی استقامت اور ایمانداری کا نمونہ دکھلایا وہ تو ایک ایسا بد نمونہ ہے کہ ضرور ان مسیحیوں پر جو بعد میں اب تک دنیا میں

بقیہ حاشیہ: کیونکہ ہندسی ثبوت اکثر دوائر موہومہ پر مبنی ہیں مگر دینی امور عرفانی مرتبہ میں وہم اور شک سے منزّہ ہوتے ہیں اور دنیا میں جس قدر ایک چیز زیادہ سے زیادہ بدیہی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ: کہ اس کا قانون قدرت ہی ابتدا سے یہی ہے کہ وہ ہر یک مخلوق کو بتدریج پیدا کرتا ہے سو حال کے افعال الٰہی ہمیں بتلا رہے ہیں کہ گزشتہ اور ابتدائی زمانہ میں بھی یہی تدریج ملحوظ تھی جواب ہے ہم سخت نادان ہوں گے اگر ہم حال کے آئینہ میں گزشتہ کی صورت نہ دیکھ لیں اور حال کی طرز خالقیت پر نظر ڈال کر صرف اتنا ہی ثابت نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ اپنی پیدائش کے سلسلہ کو تدریج سے کمال وجود تک پہنچاتا ہے بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر یک مخلوق کی پیدائش میں چھ ہی مرتبے رکھے ہیں اور حکمت الٰہی نے ہر یک مخلوق کی پیدائش میں یہی تقاضا کیا کہ اس کے پیدا ہونے کے چھ مرتبے ہوں جو چھ وقتوں میں انجام پذیر ہوں کسی مخلوق پر نظر ڈال کر

﴿۲۰۲﴾

آتے گئے اس کا بداثر پڑا ہوگا کیونکہ ہریک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر حضرت مسیح سے درحقیقت معجزات ظہور میں آتے اور اعلیٰ درجہ کے عجائب کام ان سے ظاہر ہوتے تو ان کے حواریوں کا جو ایمان لا چکے تھے ایسا بدانجام ہرگز نہ ہوتا کہ بعض چند درم رشوت لے کر ان کو گرفتار کراتے اور بعض ان کو گرفتار ہوتے دیکھ کر بھاگ جاتے اور بعض ان کے روبرو ان پر لعنت بھیجتے جن کے دلوں میں ایمان رچ جاتا ہے اور جن کو نئی زندگی حاصل ہوتی ہے کیا ان کے یہی آثار ہوا کرتے ہیں اور کیا وہ اپنے مخدوم اپنے آقا اپنے رہبر سے ایسی ہی وفاداریاں کیا کرتے ہیں اور حضرت مسیح کے الفاظ بھی جو انجیلوں میں درج ہیں دلالت کر رہے ہیں کہ آپ کے حواری اور آپ کے دن رات کے دوست اور رفیق اور ہم پیالہ اور ہم نوالہ بکلّی روحانیت سے خالی تھے اسی وجہ سے حضرت مسیح علیہ السلام نے

بقیہ حاشیہ: طور پر ثابت ہوسکتی ہے اسی طور پر ان تمام عقائد کا ثبوت مل جاتا ہے بلکہ ایسا اعلیٰ ثبوت کہ کوئی نمونہ اس کا دنیا میں پایا نہیں جاتا مگر کمبخت انسان ان راہوں کی طرف

بقیہ حاشیہ در حاشیہ: دیکھ لو یہی چھ مراتب اس میں متحقق ہوں گے یعنی بنظر تحقیق یہ ثابت ہوگا کہ ہریک جسمانی مخلوق کے وجود کی تکمیل چھ مرتبوں کے طے کرنے کے بعد ہوتی ہے اور انسان پر کچھ موقوف نہیں زمین پر جو ہزارہا حیوانات ہیں ان کے وجود کی تکمیل بھی انہیں مراتب ستّہ پر موقوف پاؤ گے۔

پھر ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ سلسلہ مراتب ستّہ تکوین کا صرف جسمانی مخلوق میں ہی محدود نہیں بلکہ روحانی امور میں بھی اس کا وجود پایا جاتا ہے مثلاً تھوڑے سے غور سے معلوم ہوگا کہ انسان کی روحانی پیدائش کے مراتب بھی چھ۶ ہی ہیں پہلے وہ نطفہ کی صورت پر صرف حق کے قبول کرنے کی ایک استعداد بعیدہ اپنے اندر رکھتا ہے اور پھر جب

﴿۲۰۳﴾ بعض کو ان میں سے سست اعتقاد کے لفظ سے پکارا ہے اور بعض کو شیطان کے لفظ سے یاد کیا ہے اور اگر ہم حواریوں کو الگ رکھ کر ان عیسائیوں کے حالات پر نظر ڈالیں جو بعد ان کے وقتاً فوقتاً آج تک پیدا ہوتے رہے تو ہمیں ایک بھی ان میں سے نظر نہیں آتا جو دنیا اور نفس کی قبر سے نکل کر نئی زندگی کی قیامت میں برانگیختہ ہو گیا ہو بلکہ وہ تمام نفسانیت کی تنگ و تاریک قبروں میں مرے ہوئے اور سڑے ہوئے نظر آرہے ہیں اور روحانی حیات کی ہوا اُن کو چھو بھی نہیں گئی وہ جانتے بھی نہیں کہ خدا کون ہے اور اس کی عظمت اور قدرت کیا شے ہے اور کیونکر وہ پاک دلوں کو پاک زندگی بخشتا اور ان سے قریب ہو جاتا ہے وہ تو ایک عاجز انسان کو خدا قرار دے کر اور بے وجہ اس پر دوسروں کے گناہوں کا بوجھ لاد کر خوش ہو رہے ہیں جاننا چاہیئے کہ موت چار قسم کی ہوتی

بقیہ حاشیہ: ذرہ رغبت نہیں کرتا اور ان راہوں سے حق الیقین تک پہنچنا چاہتا ہے جو خدا تعالیٰ کے قدیم قانون قدرت نے وہ راہیں ان امور کے دریافت کے لئے مقرر نہیں کیں اس کی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ: اس استعداد کے ساتھ ایک قطرہ رحمت الٰہی مل جاتا ہے اسی طرز کے موافق کہ جب عورت کے نطفہ میں مرد کا نطفہ پڑتا ہے تو تب انسان کی باطنی حالت نطفہ کی صورت سے علقہ کی صورت میں آجاتی ہے اور کچھ رشتہ باری تعالیٰ سے پیدا ہونے لگتا ہے جیسا کہ علقہ کے لفظ سے تعلق کا لفظ مفہوم ہوتا ہے اور پھر وہ علقہ اعمال صالحہ کے خون کی مدد سے مضغہ بنتا ہے اسی طرز سے کہ جیسے خون حیض کی مدد سے علقہ مضغہ بن جاتا ہے اور مضغہ کی طرح ابھی اس کے اعضا ناتمام ہوتے ہیں جیسا کہ مضغہ میں ہڈی والے عضو ابھی ناپدید ہوتے ہیں ایسا ہی اس میں بھی شدت لِلّٰہ اور ثبات لِلّٰہ اور استقامت لِلّٰہ کے عضو ابھی کما حقہ پیدا نہیں ہوتے گو تواضع اور نرمی موجود ہو جاتی ہے۔ اور اگرچہ پوری شدت

﴿۲۰۴﴾ ہے غفلت کی موت گناہ کی موت شرک کی موت کُفر کی موت سو یہ چاروں قسموں کی موت عیسائی مذہب میں موجود ہے۔ غفلت کی موت اس لئے کہ ان کی تمام قوتیں دنیا کی آرائشوں اور جمعیتوں کے لئے خرچ ہو رہے ہیں اور خدا تعالیٰ میں اور اُن میں جو حجاب ہیں ان کے دور کرنے کے لئے ایک ذرہ بھی انہیں فکر نہیں اور گناہ کی موت اگر دیکھنی ہو تو یورپ کی سیر کرو اور دیکھو کہ ان لوگوں میں عفت اور پرہیزگاری اور پاکدامنی کس قدر باقی رہ گئی ہے اور شرک کی موت خود دیکھتے ہو کہ انسان کو خدا بنا دیا اور خدا تعالیٰ کو بھلا دیا اور کفر کی موت یہ کہ سچے رسول سے منکر ہو گئے اب اس تمام تقریر سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ کی نسبت یہ گمان کرنا کہ انہوں نے روحانی مردوں کے زندہ کرنے میں قیامت کا نمونہ دکھلایا سراسر خیال محال اور دعویٰ بے دلیل ہے بلکہ یہ قیامت کا نمونہ

بقیہ حاشیہ: ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے کوئی کسی شیرینی کو آنکھ پر رکھ کر اس کا میٹھا یا کڑوا ہونا امتحان کرے یا آنکھوں کو بند کر کے کانوں سے دیکھنے کا کام لینا چاہے مگر یاد رہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ: اور صلابت اس مرتبہ میں پیدا نہیں ہوتی مگر مضغہ کی طرح کسی قدر قضا و قدر کی مضغ کے لائق ہو جاتا ہے یعنی کسی قدر اس لائق ہو جاتا ہے کہ قضا و قدر کا دانت اس پر چلے اور وہ اس کے نیچے ٹھہر سکے کیونکہ علقہ جو ایک سیال رطوبت کے قریب قریب ہے وہ تو اس لائق ہی نہیں کہ دانتوں کے نیچے پیسا جاوے اور ٹھہرا رہے لیکن مضغہ مضغ کے لائق ہے اسی لئے اس کا نام مضغہ ہے سو مضغہ ہونے کی وہ حالت ہے کہ جب کچھ چاشنی محبت الٰہی کی دل میں پڑ جاتی ہے اور تجلّی جلالی توجہ فرماتی ہے کہ بلاؤں کے ساتھ اس کی آزمائش کرے تب وہ مضغہ کی طرح قضا و قدر کے دانتوں میں پیسا جاتا ہے اور خوب قیمہ کیا جاتا ہے غرض تیسرا درجہ سالک کے وجود کا مضغہ ہونے کی حالت ہے اور پھر چوتھا درجہ

﴿۲۰۵﴾ روحانی حیات کے بخشنے میں اس ذات کامل الصفات نے دکھلایا جس کا نام نامی محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم سارا قرآن اول سے آخر تک یہ شہادت دے رہا ہے کہ یہ رسول اس وقت بھیجا گیا تھا کہ جب تمام قومیں دنیا کی روح میں مرچکی تھیں اور فساد روحانی نے برّ و بحر کو ہلاک کر دیا تھا تب اس رسول نے آکر نئے سرے سے دنیا کو زندہ کیا اور زمین پر توحید کا دریا جاری کر دیا اگر کوئی منصف فکر کرے کہ جزیرہ عرب کے لوگ اول کیا تھے اور پھر اس رسول کی پیروی کے بعد کیا ہو گئے اور کیسی ان کی وحشیانہ حالت اعلیٰ درجہ کی انسانیت تک پہنچ گئی اور کس صدق و صفا سے انہوں نے اپنے ایمان کو اپنے خونوں کے بہانے سے اور اپنی جانوں کے فدا کرنے اور اپنے عزیزوں کو چھوڑنے اور اپنے مالوں اور عزتوں اور آراموں کو خدا تعالیٰ کی راہ میں

بقیہ حاشیہ: کہ یہ بات بھی نہیں کہ ایمانی مرتبہ میں خدا تعالیٰ نے ان تمام امور کے تسلیم کرانے میں اپنے بندوں کو صرف تکلیف مالا یطاق دینا چاہا ہے بلکہ ان کی تسلیم کے لئے براہین

بقیہ حاشیہ در حاشیہ: وہ ہے کہ جب انسان استقامت اور بلاؤں کی برداشت کی برکت سے آزمائے جانے کے بعد نقوش انسانی کا پورے طور پر انعام پاتا ہے یعنی روحانی طور پر اس کے لئے ایک صورت انسانی عطا ہوتی ہے اور انسان کی طرح اس کو دو آنکھیں دو کان اور دل اور دماغ اور تمام ضروری قویٰ اور اعضا عطا کئے جاتے ہیں اور بمقتضائے آیت اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ [1] سختی اور نرمی مواضع مناسبہ میں ظاہر ہو جاتی ہے یعنی ہر یک خلق اس کا اپنے اپنے محل پر صادر ہوتا ہے اور آداب طریقت تمام محفوظ ہوتے ہیں اور ہر یک کام اور کلام حفظ حدود کے لحاظ سے بجا لاتا ہے یعنی نرمی کی جگہ پر نرمی اور سختی کی جگہ پر سختی اور تواضع کی جگہ پر تواضع اور ترفع کی جگہ پر ترفع ایسا ہی تمام قویٰ

[1] الفتح: ۳۰

﴿۲۰۶﴾ لگانے سے ثابت کر دکھلایا تو بلاشبہ ان کی ثابت قدمی اور ان کا صدق اپنے پیارے رسول کی راہ میں ان کی جانفشانی ایک اعلیٰ درجہ کی کرامت کے رنگ میں اس کو نظر آئے گی وہ پاک نظر ان کے وجودوں پر کچھ ایسا کام کر گئی کہ وہ اپنے آپ سے کھوئے گئے اور انہوں نے فنافی اللہ ہو کر صدق اور راست بازی کے وہ کام دکھلائے جس کی نظیر کسی قوم میں ملنا مشکل ہے اور جو کچھ انہوں نے عقائد کے طور پر حاصل کیا تھا وہ یہ تعلیم نہ تھی کہ کسی عاجز انسان کو خدا مانا جائے یا خدا تعالیٰ کو بچوں کا محتاج ٹھہرایا جائے بلکہ انہوں نے حقیقی خدائے ذوالجلال جو ہمیشہ سے غیر متبدّل اور حیّ قیّوم اور ابن اور اب ہونے کی حاجات سے منزہ اور موت اور پیدائش سے پاک ہے بذریعہ اپنے رسول کریم کے شناخت کر لیا تھا اور وہ لوگ سچ مچ موت کے گڑھے سے نکل کر پاک حیات کے بلند مینار پر کھڑے ہو گئے تھے اور ہر یک

بقیہ حاشیہ: لطیفہ دیئے ہیں جن پر ایک سلیم العقل نظر غور ڈال کر ایک حصہ وافر یقین کا حاصل کر سکتا ہے مثلاً گو ایمانی مرتبہ میں خدا تعالیٰ پر ایمان لانا ایک ایمان

بقیہ حاشیہ در حاشیہ: سے اپنے اپنے محل پر کام لیتا ہے یہ درجہ جنین کے اس درجہ سے مشابہت رکھتا ہے کہ جب وہ مضغہ کی حالت سے ترقی کر کے انسان کی صورت کا ایک پورا خاکہ حاصل کر لیتا ہے اور ہڈی کی جگہ پر ہڈی نمودار ہو جاتی ہے اور گوشت کی جگہ پر گوشت باقی رہتا ہے ہڈی نہیں بنتی اور تمام اعضا میں باہم تمیز کلّی پیدا ہو جاتی ہے لیکن ابھی خوبصورتی اور تازگی اور تناسب اعضا نہیں ہوتا صرف خاکہ ہوتا ہے جو نظر دقیق سے دکھائی دیتا ہے پھر بعد اس کے عنایت الٰہی توفیقات متواترہ سے موفق کر کے اور تزکیہ نفس کے کمال تک پہنچا کر اور فنافی اللہ کے انتہائی نقطہ تک کھینچ کر اس کے خاکہ کے بدن پر انواع اقسام کی برکات کا گوشت بھر دیتی ہے اور اس گوشت سے

﴿۲۰۷﴾ نے ایک تازہ زندگی پالی تھی اور اپنے ایمانوں میں ستاروں کی طرح چمک اٹھے تھے سو درحقیقت ایک ہی کامل انسان دنیا میں آیا جس نے ایسے اتم اور اکمل طور پر یہ روحانی قیامت دکھلائی اور ایک زمانہ دراز کے مردوں اور ہزاروں برسوں کے عظیم رمیم کو زندہ کر دکھلایا اس کے آنے سے قبریں کھل گئیں اور بوسیدہ ہڈیوں میں جان پڑ گئی اور اس نے ثابت کر دکھلایا کہ وہی حاشر اور وہی روحانی قیامت ہے جس کے قدموں پر ایک عالم قبروں میں سے نکل آیا اور بشارت وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا[1] تمام جزیرہ عرب پر اثر انداز ہوگئی اور پھر اس قیامت کا نمونہ صحابہ تک ہی محدود نہ رہا بلکہ اس خداوند قادر قدیر نے جس نے ہر قوم اور ہر زمانہ اور ہر ملک کے لئے اس بشیر و نذیر کو مبعوث کیا تھا ہمیشہ کے لئے جاودانی برکتیں

بقیہ حاشیہ

بالغیب ہے مگر قرآنِ کریم کو دیکھو کہ اُس صانع کا وجود ثابت کرنے لئے کس قدر استدلالات اور براہین شافیہ سے بھرا ہوا ہے۔ ایسا ہی اگرچہ یہ تو نہیں کہ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

اس کی شکل کو چمکیلی اور اس کی تمام ہیکل کو آبدار کر دیتی ہے تب اس کے چہرہ پر کاملیّت کا نور برستا ہے اور اس کے بدن پر کمال تام کی آب و تاب نظر آتی ہے اور یہ درجہ پیدائش کا جسمانی پیدائش کے اس درجہ سے مشابہ ہوتا ہے کہ جب جنین کے خاکہ کی ہڈیوں پر گوشت چڑھایا جاتا ہے اور خوبصورتی اور تناسب اعضا ظاہر کیا جاتا ہے۔ پھر بعد اس کے روحانی پیدائش کا چھٹا درجہ ہے جو مصداق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ[2] کا ہے۔ وہ مرتبہ بقا ہے جو فنا کے بعد ملتا ہے جس میں روح القدس کامل طور پر عطا کیا جاتا ہے اور ایک روحانی زندگی کی روح انسان کے اندر پھونک دی جاتی ہے۔ ایسا ہی یہ چھ مراتب خدا تعالیٰ کی پاک کلام میں بھی

[1] النصر:۳ [2] المومنون:۱۵

﴿۲۰۸﴾ اُس کے سچے تابعداروں میں رکھ دیں اور وعدہ کیا کہ وہ نُور اور وہ روح القدس جو اس کامل انسانؐ کے صحابہ کو دیا گیا تھا آنے والے متبعین اور صادق الاخلاص لوگوں کو بھی ملے گا جیسا کہ اس نے فرمایا هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ [1]۔ یعنی وہ رحیم خدا وہ خدا ہے جس نے اُمیوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھلاتا ہے اگرچہ وہ پہلے اس سے صریح گمراہ تھے اور ایسا ہی وہ رسول جو ان کی تربیت کر رہا ہے ایک دوسرے گروہ کی بھی تربیت کرے گا جو انہیں میں سے ہو جائیں گے اور انہیں کے کمالات پیدا کر لیں گے مگر ابھی وہ ان سے ملے نہیں اور خدا غالب ہے اور حکمت والا۔ اس جگہ

بقیہ حاشیہ: ہم ملایک کو کسی منکر کے ہاتھ میں پکڑا دیں یا کام کرتے دکھلا دیں لیکن طالب حق کے لئے اس قدر کافی ہے کہ دقیق در دقیق تدبیرات نظام کو دیکھ کر ضرورت

بقیہ حاشیہ در حاشیہ: جمع ہیں۔ اول حروف کا مرتبہ جو حامل کلام الٰہی اور کلمات کتاب اللہ کے لئے بطور تخم کے ہیں جن کو معانی مقصودہ سے کچھ بھی حصہ نہیں ہاں ان کے حصول کے لئے ایک استعداد بعیدہ رکھتے ہیں دوم کلمات کا مرتبہ جو اس تخم کے ذریعہ سے ظہور خارجی کے رنگ میں آئے جن کو معانی مقصودہ سے کچھ حصہ نہیں مگر ان کے حصول کے لئے ایک ذریعہ قریبہ ہیں سوم ان فقرات ناتمام کا مرتبہ جو ابھی کلام مقصودہ کے پورے درجہ تک نہیں پہنچے تھے کیونکہ ہنوز تنزیل کا سلسلہ ناتمام تھا اور خدا تعالیٰ کے کلام نے ابھی اپنا کامل چہرہ نہیں دکھلایا تھا مگر ان فقرات کو معانی مقصودہ سے ایک وافر حصہ تھا اس لئے وہ کلام تام الٰہی کے لئے بطور بعض اعضا کے ٹھہرے جن کا نام بلحاظ قلّت و کثرت آیتیں اور سورتیں رکھا گیا

[1] الجمعة: ۳۔۴

﴿۲۰۹﴾

یہ نکتہ یاد رہے کہ آیت و آخرین منھم میں آخرین کا لفظ مفعول کے محل پر واقع ہے گویا تمام آیت معہ اپنے الفاظ مقدرہ کے یوں ہے ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ و یعلّم الآخرین منھم لما یلحقوا بھم یعنی ہمارے خالص اور کامل بندے بجز صحابہ رضی اللہ عنہم کے اور بھی ہیں جن کا گروہ کثیر آخری زمانہ میں پیدا ہوگا اور جیسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گروہ کی بھی باطنی طور پر تربیت فرمائیں گے یعنی وہ لوگ ایسے زمانہ میں آئیں گے کہ جس زمانہ میں ظاہری افادہ اور استفادہ کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور مذہب اسلام بہت سی غلطیوں اور بدعتوں سے پر ہو جائے گا اور فقرا کے دلوں سے بھی باطنی روشنی جاتی

بقیہ حاشیہ: ملائکہ اس کی نظر میں ضرور ثابت ہو جائیں گے اور اگر ایسا طالب دہریہ ہے تو پہلے ہم وجود باری کا اس کو ثبوت دیں گیا ور پھر اس بات کا ثبوت کہ خدا بجز اس کے ہو ہی نہیں سکتا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ: چہارم اس کا کلام جامع تام مفصل ممیّز کا مرتبہ جو سب نازل ہو چکا اور جمیع مضامین مقصودہ اور علوم حکمیہ و قصص و اخبار و احکام و قوانین و ضوابط و حدود و مواعید و انذارات و تبشیرات اور درشتی اور نرمی اور شدّت اور رحم اور حقائق و نکات پر بالاستیفا مشتمل ہے پنجم بلاغت و فصاحت کا مرتبہ جو زینت اور آرائش کے لئے اس کلام پر ازل سے چڑھائی گئی ششم برکت اور تاثیر اور کشش کی روح کا مرتبہ جو اس پاک کلام میں موجود ہے جس نے تمام کلام پر اپنی روشنی ڈالی اور اس کو زندہ اور منور کلام ثابت کیا۔

اسی طرح ہر یک عاقل اور فصیح منشی کے کلام میں یہی چھ مراتب جمع ہو سکتے ہیں گو وہ کلام اعجازی حد تک نہیں پہنچتا کیونکہ جن حروف میں کوئی کلام لکھا جائے گا

﴿۲۱۰﴾ رہے گی تب خدا تعالیٰ کسی نفس سعید کو بغیر وسیلہ ظاہری سلسلوں اور طریقوں کے صرف نبی کریم کی روحانیت کی تربیت سے کمال روحانی تک پہنچا دے گا اور اس کو ایک گروہ بنائے گا اور وہ گروہ صحابہ کے گروہ سے نہایت شدید مشابہت پیدا کرے گا کیونکہ وہ تمام و کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی زراعت ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ان میں جاری و ساری ہوگا اور صحابہ سے وہ ملیں گے یعنی اپنے کمالات کے رو سے اُن کے مشابہ ہو جائیں گے اور ان کو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہی موقعے ثواب حاصل کرنے کے حاصل ہو جائیں گے جو صحابہ کو حاصل ہوئے تھے اور بباعث تنہائی اور بے کسی اور پھر ثابت قدمی کے اسی طرح خدا تعالیٰ کے نزدیک صادق سمجھے جائیں گے کہ جس طرح صحابہ سمجھے گئے تھے کیونکہ یہ زمانہ بہت سی آفتوں اور فتنوں اور بے ایمانی کے

بقیہ حاشیہ کہ اس کے حکم اور ارادہ کے بغیر ایک پتہ بھی ہل نہ سکے اور پھر یہ ثبوت دیں گے کہ جن مصالح دقیقہ کے ساتھ خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنا فیضان بذریعہ شمس و قمر و نجوم

بقیہ حاشیہ در حاشیہ خواہ وہ عربی ہوں یا انگریزی یا ہندی پہلے ان کا وجود ضروری ہے سو یہ تو پہلا مرتبہ ہوا جو مضامین مقصودہ کے اظہار کے لئے ایک ذریعہ بعیدہ ہے مگر ان سے کچھ حصہ نہیں رکھتا پھر بعد اس کے دوسرا مرتبہ کلمات کا ہے جو حروف قرارداده سے پیدا ہوں گے جن کو معانی و مضامین مقصودہ سے ابھی کچھ حصہ نہیں مگر ان کے حصول کے لئے ایک ذریعہ قریبہ ہیں۔ پھر اس کے بعد تیسرا مرتبہ فقرات کا ہے جو ابھی معانی مقصودہ کے پورے جامع تو نہیں مگر ان میں سے کچھ حصہ رکھتے ہیں اور اس مضمون کے لئے جو منشی کے ذہن میں ہے بطور بعض اعضا کے ہیں۔ پھر چوتھا مرتبہ کلام جامع تام کا ہے جو منشی کے دل میں سے نکل کر بہ تمام و کمال کاغذ پر اندراج پا گیا ہے اور تمام معانی اور

﴿۲۱۱﴾ پھیلنے کا زمانہ ہوگا اور راستبازوں کو وہی مشکلات پیش آجائیں گی جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو پیش آئی تھیں اس لئے وہ ثابت قدمی دکھلانے کے بعد صحابہ کے مرتبہ پر شمار ہوں گے لیکن درمیانی زمانہ فیج اعوج ہے جس میں بباعث رعب اور شوکت سلاطین اسلام اور کثرت اسباب تنعم صحابہ کے قدم پر قدم رکھنے والے اور ان کے مراتب کو ظلی طور پر حاصل کرنے والے بہت ہی کم تھے مگر آخری زمانہ اول زمانہ کے مشابہ ہوگا کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں پر غربت طاری ہو جائے گی اور بجز ایمانی قوت کے اور کوئی سہارا بلاؤں کے مقابلہ پر ان کے لئے نہ ہوگا سو ان کا ایمان خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسا مضبوط اور ثابت ہوگا کہ اگر ایمان آسمان پر چلا جاتا تب بھی وہ اس کو زمین پر لے آتے یعنی ان پر زلزلے آئیں گے اور وہ آزمائے جائیں گے اور سخت فتنے ان کو گھیریں گے لیکن وہ ایسے

بقیہ حاشیہ

وابر و باد وغیرہ کر رہا ہے ان مصالح کے شناخت اور وضع شیء فی محلّہ کے قویٰ ہرگز ان چیزوں کو نہیں دیئے گئے جیسا کہ ابھی ہم ثابت کر چکے اور یہ بھی ثابت کر چکے کہ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

مضامین مقصودہ کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے پھر پانچواں مرتبہ یہ ہے کہ ان سادہ فقرات اور عبارتوں پر بلاغت اور فصاحت کا رنگ چڑھایا جائے اور خوش بیانی کے نمک سے ملیح کیا جائے پھر چھٹا مرتبہ جو بلاتوقف اس مرتبہ کے تابع ہے یہ ہے کہ کلام میں اثر اندازی کی ایک جان پیدا ہو جائے جو دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیوے اور طبیعتوں میں گھر کر لیوے۔ اب غور کر کے دیکھ لو کہ یہ مراتب ستہ بکلی ان مراتب ستہ کی مانند اور ان کی مثیل ہیں جن کا قرآن کریم میں نطفہ علقہ مضغہ اور کچھ مضغہ اور کچھ عظام یعنی انسان کی شکل کا خاکہ اور انسان کی پوری شکل اور جاندار انسان نام رکھا ہے۔

﴿۲۱۲﴾ ثابت قدم نکلیں گے کہ اگر ایمان افلاک پر بھی ہوتا تب بھی اس کو نہ چھوڑتے سو یہ تعریف کہ وہ ایمان کو آسمان پر سے بھی لے آتے اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ وہ ایسے زمانہ میں آئیں گے کہ جب چاروں طرف بے ایمانی پھیلی ہوئی ہوگی اور خدا تعالیٰ کی سچی محبت دلوں سے نکل جائے گی مگر ان کا ایمان ان دلوں میں بڑے زور میں ہوگا اور خدا تعالیٰ کے لئے بلاکشی کی ان میں بہت قوت ہوگی اور صدق اور ثبات بے انتہا ہوگا۔ نہ کوئی خوف ان کے لئے مانع ہوگا اور نہ کوئی دنیوی امید ان کو سست کرے گی اور ایمانی قوت انہیں باتوں سے آزمائی جاتی ہے کہ ایسی آزمایشوں کے وقت اور بے ایمانی کے زمانہ میں ثابت نکلے۔ سو اس حدیث میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ اس گروہ کا اسی وقت میں آنا ضروری ہے جب کہ اس کی آزمائش کے لئے ایسے ایسے اسباب موجود ہوں

بقیہ حاشیہ: خدا تعالیٰ بغیر وسائط کے کوئی کام نہیں کرتا اور جن کو وسائط ٹھہراتا ہے پہلے ان کو ان کاموں کی مناسب حال قوتیں اور طاقتیں عطا کرتا ہے مثلاً شعور کے کام صاحب

بقیہ حاشیہ در حاشیہ: اور ہم نے ارادہ کیا تھا کہ اُن[۱] اعتراض کا جواب بھی تحریر کریں کہ زمین کیوں چار دن میں بنائی گئی اور آسمان دو دن میں۔ اور کیوں یہ لکھا کہ خدا تعالیٰ کے عرش کو چار فرشتے اٹھا رہے ہیں اور قیامت کے دن آٹھ اٹھائیں گے اور اس کے کیا معنے ہیں کہ ابتدا میں خدا تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا لیکن چونکہ اب وقت بہت کم ہے اور طول بہت ہوگیا ہے اور ان اعتراضات کے جوابات نہایت درجہ کے معارف و حقائق سے بھرے ہوئے ہیں جو بہت طول چاہتے ہیں اس لئے بالفعل ہم اس حاشیہ کو ختم کرتے ہیں اور انشاء اللہ القدیر **براھین احمدیہ** کے حصہ پنجم میں یہ تمام معارف عالیہ تحریر کر کے دکھلائیں گے اور خلق اللہ پر ظاہر کریں گے کہ ہمارے

۱ ''اِس'' پڑھا جائے۔ سہو کاتب ہے۔ شمس

﴿۲۱۳﴾

اور دنیا حقیقی ایمان سے ایسی دور ہو کہ گویا خالی ہو۔ خلاصہ کلام یہ کہ اللہ جلّ شانہٗ ان کے حق میں فرماتا ہے کہ وہ آخری زمانہ میں آنے والے خالص اور کامل بندے ہوں گے جو اپنے کمال ایمان اور کمال اخلاص اور کمال صدق اور کمال استقامت اور کمال ثابت قدمی اور کمال معرفت اور کمال خدا دانی کی رو سے صحابہ کے ہمرنگ ہوں گے اور اس بات کو بخوبی یاد رکھنا چاہیئے کہ درحقیقت اس آیت میں آخری زمانہ کے کاملین کی طرف اشارہ ہے نہ کسی اور زمانہ کی طرف کیونکہ یہ تو آیت کے ظاہر الفاظ سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کامل لوگ آخری زمانہ میں پیدا ہوں گے جیسا کہ آیت وَّ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ [1] صاف بتلا رہی ہے اور زمانے تین ہیں ایک اول جو صحابہ کا زمانہ ہے اور ایک اوسط جو مسیح موعود اور صحابہ کے درمیان ہے اور ایک آخری زمانہ

بقیہ حاشیہ: شعور سے لیتا ہے اور ارادہ کا کام صاحب ارادہ سے انسان کا کام انسان سے اور حیوان کا کام حیوان سے اور نظر دقیق کا کام نظر دقیق سے پس ان

بقیہ حاشیہ در حاشیہ: شتاب کار اور بلید طبع مخالفین نے ایسے اعتراضات کے کرنے میں کس قدر معرفت اور حکمت سے اپنے بے بہرگی ظاہر کی ہے اور کیسے وہ اور ان کے مذاہب دقائق حقانیت سے دور پڑے ہوئے ہیں اور قرآن کریم کیسے اعلیٰ درجہ کے حقائق و معارف و لطائف و نکات اپنی پاک تعلیم میں جمع رکھتا ہے اور کیونکر تمام روحانی محاسن اور خوبیوں پر محیط ہو رہا ہے بالآخر ہم دعا کرتے ہیں کہ اے قادر خدا اے اپنے بندوں کے رہنما۔ جیسا تو نے اس زمانہ کو صنائع جدیدہ کے ظہور و بروز کا زمانہ ٹھہرایا ہے ایسا ہی قرآن کریم کے حقائق معارف ان غافل قوموں پر ظاہر کر اور اب اس زمانہ کو اپنی طرف اور اپنی کتاب کی طرف اور اپنی توحید کی

[1] الجمعة: ۴

﴿۲۱۴﴾

جو مسیح موعود کا زمانہ اور مصداق آیت **و آخرین منهم** کا ہے وہ وہی زمانہ ہے جس میں ہم ہیں۔ جیسا کہ مولوی صدیق حسن مرحوم قنوجی ثم بھوپالوی جو شیخ بطالوی کے نزدیک مجدّد وقت ہیں اپنی کتاب **حجج الکرامه** کے صفحہ ۱۵۵ میں لکھتے ہیں کہ آخریت ایں امت از بدایت الف ثانی شروع کردیدہ آثار تقویٰ از اوّل گم شدہ بودند و اکنوں سطوت ظاہری اسلام ہم مفقود شدہ۔ **تمّ کلامهٗ** اور یہ تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہی زمانے نیک قرار دیئے ہیں ایک صحابہ کا زمانہ جس کا امتداد اس حد تک متصور ہے جس میں سب سے آخر کوئی صحابی فوت ہوا ہو اور امتداد اس زمانہ کا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے وقت تک ثابت ہوتا ہے اور دوسرا زمانہ وسط ہے جس کو بلحاظ بدعات کثیرہ اُمّ الخبائث کہنا چاہیئے

بقیہ حاشیہ

ثبوتوں کے بعد بلا شبہ ملائک کے وجود کی ضرورت ثابت ہوتی ہے اور ایمانی امور کے لئے صرف اس قدر ثبوت کی حاجت ہے تا تکلیف مالا یطاق نہ ہو اور نیز ایمان لانے کا ثواب بھی ضائع نہ ہو کیونکہ اگر ملائک کے وجود کا ایسا ثبوت دیا جاتا کہ گویا ان کو پکڑ کر دکھلا دیا جاتا تو پھر ایمان ایمان نہ رہتا۔ اور نجات کی حکمت عملی فوت ہو جاتی۔ **فافهم و تدبّر و لا تکن من المستعجلین۔ منه**

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

طرف کھینچ لے کفر اور شرک بہت بڑھ گیا اور اسلام کم ہو گیا۔ اب اے کریم! مشرق اور مغرب میں توحید کی ایک ہوا چلا اور آسمان پر جذب کا ایک نشان ظاہر کر اے رحیم! تیرے رحم کے ہم سخت محتاج ہیں۔ اے ہادی! تیری ہدایتوں کی ہمیں شدید حاجت ہے مبارک وہ دن جس میں تیرے انوار ظاہر ہوں کیا نیک ہے وہ گھڑی جس میں تیری فتح کا نقارہ بجے۔ **توکّلنا علیک و لا حول و لا قوّة الّا بک و انت العلیّ العظیم۔ منه**

﴿۲۱۵﴾ اور جس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیج اعوج رکھا ہے اور اس زمانہ کا آخری حصہ جو مسیح موعود کے زمانہ اقبال سے ملحق ہے اس کا حال احادیث نبویہ کے رو سے نہایت ہی بدتر معلوم ہوتا ہے☆ بیہقی نے اس کے بارے میں ایک حدیث لکھی ہے یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس زمانہ کے مولوی اور فتویٰ دینے والے ان تمام لوگوں سے بدتر ہوں گے جو اس وقت روئے زمین پر موجود ہوں گے اور **حجج الکرامہ** میں لکھا ہے کہ درحقیقت مہدی اللہ (مسیح موعود) پر کفر کا فتویٰ دینے والے یہی لوگ ہوں گے اس بات سے اکثر مسلمان بےخبر ہیں کہ احادیث سے ثابت ہے کہ مسیح موعود پر بھی کفر کا فتویٰ ہوگا چنانچہ وہ پیشگوئی پوری ہوئی غرض وہ زمانہ جو اول زمانہ اور مسیح موعود کے زمانہ کے بیچ میں ہے نہایت

☆ حاشیہ ایک رؤیا کے بیان میں

جب یہ عاجز نور افشاں کے جواب میں اس بات کو دلائل شافیہ کے ساتھ لکھ چکا کہ درحقیقت روحانی قیامت کے مصداق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کسی قدر نعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو درحقیقت احاطہ بیان سے خارج ہے ان عبارات میں درج کر چکا اور نیز بطور نمونہ کچھ مناقب و محامد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی ثبوت کے ذیل میں تحریر کر چکا تو وہ ۱۷؍ اکتوبر ۱۸۹۲ء کا دن تھا۔ پھر جب میں رات کو بعد تحریر نعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مناقب و محامد صحابہ رضی اللہ عنہم سویا تو مجھے ایک نہایت مبارک اور پاک رویا دکھایا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک وسیع مکان میں ہوں جس کے نہایت کشادہ اور وسیع دالان ہیں اور نہایت مکلّف فرش ہو رہے ہیں اور اوپر کی منزل ہے اور میں ایک جماعت کثیر کو ربانی حقائق و معارف سنا رہا ہوں اور ایک اجنبی اور غیر معتقد مولوی اس جماعت میں بیٹھا ہے جو ہماری جماعت میں سے نہیں ہے۔ مگر میں اس کا حُلیہ پہچانتا ہوں وہ لاغر اندام اور سفید ریش ہے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بیان

﴿۲۱۶﴾

فاسد زمانہ ہے چنانچہ اس زمانہ کے لوگوں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **خیر ھذہ الامة اوّلھا و اٰخرھا. اوّلھا فیھم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و اٰخرھا فیھم عیسی بن مریم و بین ذالک فیج اعوج لیسوا منی و لست منھم** یعنی امتیں دوؔ ہی بہتر ہیں ایک اول اور ایک آخر اور درمیانی گروہ ایک لشکر کج ہے جو دیکھنے میں ایک فوج اور روحانیت کے رو سے مردہ ہے نہ وہ مجھ سے اور نہ میں ان میں سے ہوں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا **لوکان الایمان عند الثریّا**

بقیہ حاشیہ

اس نے میرے اس بیان میں دخل بے جا دے کر کہا کہ یہ باتیں کُنہ باری میں دخل ہے اور کُنہ باری میں گفتگو کرنے کی ممانعت ہے تو میں نے کہا کہ اے نادان ان بیانوں کو کنہ باری سے کچھ تعلق نہیں یہ معارف ہیں اور میں نے اس کے بے جا دخل سے دل میں بہت رنج کیا اور کوشش کی کہ وہ چپ رہے مگر وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آیا تب میرا غصہ بھڑکا اور میں نے کہا کہ اس زمانہ کے بدذات مولوی شرارتوں سے باز نہیں آتے خدا ان کی پردہ دری کرے گا اور ایسے ہی چند الفاظ اور بھی کہے جو اب مجھے یاد نہیں رہے۔ تب میں نے اس کے بعد کہا کہ کوئی ہے کہ اس مولوی کو اس مجلس سے باہر نکالے تو میرے ملازم حامد علی نام کی صورت پر ایک شخص نظر آیا اس نے اٹھتے ہی اس مولوی کو پکڑ لیا اور دھکے دے کر اس کو اس مجلس سے باہر نکالا اور زینہ کے نیچے اتار دیا تب میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جماعت کے قریب ایک وسیع چبوترہ پر کھڑے ہیں اور یہ بھی گمان گذرتا ہے کہ چہل قدمی کر رہے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ جب مولوی کو نکالا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ کے[1]

[1] کے کے بعد کاتب سے یہاں لفظ ’’قریب‘‘ چھوٹ گیا ہے۔ شمس

لنالہ رجل من فارس او رجال من فارس پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخری زمانہ میں فارسی الاصل لوگوں میں سے ایک آدمی پیدا ہوگا کہ وہ ایمان میں ایسا مضبوط ہوگا کہ اگر ایمان ثریا میں ہوتا تو وہیں سے اس کو لے آتا اور ایک دوسری حدیث میں اسی شخص کو مہدی کے لفظ سے موسوم کیا گیا ہے اور اُس کا

ہی کھڑے تھے مگر اس وقت نظر اٹھا کر دیکھا نہیں اب جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کتاب آئینہ کمالات اسلام ہے یعنی یہی کتاب اور یہ مقام جو اس وقت چھپا ہوا معلوم ہوتا ہے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک اس مقام پر رکھی ہوئی ہے کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد مبارکہ کا ذکر اور آپ کی پاک اور پُر اثر اور اعلیٰ تعلیم کا بیان ہے اور ایک انگشت اس مقام پر بھی رکھی ہوئی ہے کہ جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کے کمالات اور صدق و وفا کا بیان ہے اور آپ تبسم فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

حاشیہ

هٰذا لی و هٰذا لاصحابی

یعنی یہ تعریف میرے لئے ہے اور یہ میرے اصحاب کے لئے ۔ اور پھر بعد اس کے خواب سے الہام کی طرف میری طبیعت منتزّل ہوئی اور کشفی حالت پیدا ہوگئی تو کشفاً میرے پر ظاہر کیا گیا کہ اس مقام میں جو خدا تعالیٰ کی تعریف ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا ظاہر کی اور پھر اس کی نسبت یہ الہام ہوا کہ

هٰذا الثناء لی

اور رات منگل کی تھی اور تین بجے پر پندرہ منٹ گذرے تھے ۔

﴿۲۱۸﴾

ظہور آخری زمانہ میں بلاد مشرقیہ سے قرار دیا گیا ہے اور دجّال کا ظہور بھی آخری زمانہ میں بلاد مشرقیہ سے قرار دیا گیا ہے۔ ان دونوں حدیثوں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دجال کے مقابل پر آنے والا ہے وہ یہی شخص ہے اور سنت اللہ بھی اسی بات کو چاہتی ہے کہ جس ملک میں دجال جیسا خبیث پیدا ہوا اسی ملک میں وہ طیّب بھی پیدا ہو۔ کیونکہ طبیب جب آتا ہے تو بیمار کی طرف ہی رخ کرتا ہے اور یہ نہایت تعجب کا مقام ہے کہ بموجب احادیث صحیحہ کے دجال تو ہندوستان میں پیدا ہو اور مسیح دمشق کے میناروں پر جا اترے اس میں شک نہیں کہ مدینہ منورہ سے ہندوستان سمت مشرق میں واقع ہے بلا شبہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ مشرق کی طرف سے ہی دجّال کا ظہور ہوگا اور مشرق کی طرف سے ہی رایات سود مہدی اللہ کے ظاہر ہوں گے گویا روز ازل سے یہی مقرر ہے کہ محل فتن بھی مشرق ہی ہے اور محل

حاشیہ

مکرر یہ کہ ۱۸/ اکتوبر ۱۸۹۲ء کے بعد ۷/ دسمبر ۱۸۹۲ء کو ایک اور رؤیا دیکھا گیا دیکھتا ہوں کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن گیا ہوں یعنی خواب میں ایسا معلوم کرتا ہوں کہ وہی ہوں اور خواب کے عجائبات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض اوقات ایک شخص اپنے تئیں دوسرا شخص خیال کر لیتا ہے سو اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ میں علی مرتضٰی ہوں۔ اور ایسی صورت واقعہ ہے کہ ایک گروہ خوارج کا میری خلافت کا مزاحم ہو رہا ہے یعنی وہ گروہ میری خلافت کے امر کو روکنا چاہتا ہے اور اس میں فتنہ انداز ہے تب میں نے دیکھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ہیں اور شفقت اور توڈّد سے مجھے فرماتے ہیں۔

یا علی دعھم و انصارھم

اصلاح فتن بھی مشرق ہی ہے ۔

اور اس جگہ ایک نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسا اللہ جلّ شانہٗ نے ظاہر الفاظ آیت میں وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ کا لفظ استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ لوگ جو کمالات میں صحابہ کے رنگ میں ظاہر ہوں گے وہ آخری زمانہ میں آئیں گے ایسا ہی اس آیت میں وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کے تمام حروف کے اعداد سے جو ۱۲۷۵ ہیں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا جو اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ کا مصداق جو فارسی الاصل ہے اپنے نشاء ظاہر کا بلوغ اس سن میں پورا کر کے صحابہ سے

و زراعتهم

یعنی اے علی ان سے اور ان کے مددگاروں اور ان کی کھیتی سے کنارہ کر اور ان کو چھوڑ دے اور ان سے منہ پھیر لے اور میں نے پایا کہ اس فتنہ کے وقت صبر کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو فرماتے ہیں اور اعراض کے لئے تاکید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو ہی حق پر ہے مگر ان لوگوں سے ترک خطاب بہتر ہے ۔ اور کھیتی سے مراد مولویوں کے پیرووں کی وہ جماعت ہے جو ان کی تعلیموں سے اثر پذیر ہے جس کی وہ ایک مدت سے آبپاشی کرتے چلے آئے ہیں ۔ پھر بعد اس کے میری طبیعت الہام کی طرف منحدر ہوئی اور الہام کے رو سے خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ ایک شخص مخالف میری نسبت کہتا ہے ۔

ذرونی اقتل موسٰی

یعنی مجھ کو چھوڑ و تا میں موسیٰ کو یعنی اِس عاجز کو قتل کر دوں ۔ اور یہ خواب رات کے تین بجے قریباً بیس منٹ کم میں دیکھی تھی اور صبح بدھ کا دن تھا ۔ فالحمد للّٰہ علٰی ذالک ۔

﴿۲۲۰﴾ مناسبت پیدا کرلے گا سو یہی سن ۱۲۷۵ ہجری جو آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ[1] کے حروف کے اعداد سے ظاہر ہوتا ہے اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولّد روحانی کی تاریخ ہے جو آج کے دن تک چونتیس برس ہوتے ہیں۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ کا لفظ جمع ہے پھر ایک پر کیونکر اطلاق پا سکتا ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کا ایک پر اطلاق کر دیا ہے کیونکہ آپ نے اس آیت کی شرح کے وقت سلمان فارسی کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ فارس کے اصل سے ایک ایسا رجـــل پیدا ہوگا کہ قریب ہے جو ایمان کو ثریا سے زمین پر لے آوے یعنے وہ ایسے وقت میں پیدا ہوگا کہ جب لوگ بباعث شائع ہو جانے فلسفی خیالات اور پھیل جانے دہریت اور ٹھنڈے ہو جانے الٰہی محبت کے ایمانی حالت میں نہایت ضعیف اور نکمّے ہو جائیں گے تب خدا تعالیٰ اس کے ہاتھ سے اور اس کے وجود کی برکت سے دوبارہ حقیقی ایمان لوگوں کے دلوں میں پیدا کرے گا گویا گم شدہ ایمان آسمان سے پھر نازل ہوگا۔ اور قرآن کریم میں جمع کا لفظ واحد کے لئے آیا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُمّت کہا گیا ہے حالانکہ وہ ایک فرد تھے ماسوا اس کے اس آیت میں اس تفہیم کی غرض سے بھی یہ لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ تا ظاہر کیا جائے کہ وہ آنے والا ایک نہیں رہے گا بلکہ وہ ایک جماعت ہو جائے گی جن کو خدا تعالیٰ پر سچا ایمان ہوگا اور وہ اس ایمان کی رنگ و بو پائے گی جو صحابہ کا ایمان تھا۔

اب پھر ہم پرچہ نور افشاں کے بے بنیاد دعویٰ کے ابطال کی غرض سے لکھتے ہیں کہ اگر اس محرّف مبدل انجیل کی نسبت جو عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے خاموش

[1] الجمعة: ۴

﴿۲۲۱﴾ رہ کر اس فقرہ کو صحیح بھی سمجھا جائے کہ حضرت مسیح نے ضرور یہ دعویٰ کیا ہے کہ قیامت اور زندگی مَیں ہوں تو اس سے کچھ حاصل نہیں کیونکہ ایسا دعویٰ جو اپنے ساتھ اپنا ثبوت نہیں رکھتا کسی کے لئے موجب فضلیت نہیں ہوسکتا اگر ایک انسان ایک امر کی نسبت دعویٰ تو نہ کرے مگر وہ امر کر دکھائے تو اس دوسرے انسان سے بدرجہا بہتر ہے کہ دعویٰ تو کرے مگر اثبات دعویٰ سے عاجز رہے انجیل خود شہادت دے رہی ہے کہ حضرت مسیح کا دعویٰ اوروں کی نسبت تو کیا خود حواریوں کی حالت پر نظر ڈالنے سے ایک معترض کی نظر میں سخت قابل اعتراض ٹھہرتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح اپنے حواریوں کو بھی نفسانی قبروں میں ہی چھوڑ گئے۔ اور جب ہم حضرت مسیح کے اس دعویٰ کو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ سے مقابلہ کرتے ہیں تو اس دعویٰ اور اس دعویٰ میں ظلمت اور نور کا فرق دکھائی دیتا ہے۔ حضرت مسیح کا دعویٰ عدم ثبوت کے ایک تنگ و تاریک گڑھے میں گرا ہوا ہے اور کوئی نور اپنے ساتھ نہیں رکھتا لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ آفتاب کی طرح چمک رہا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جاودانی زندگی پر یہ بھی بڑی ایک بھاری دلیل ہے کہ حضرت ممدوح کا فیض جاودانی جاری ہے اور جو شخص اس زمانہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے وہ بلاشبہ قبر میں سے اٹھایا جاتا ہے اور ایک روحانی زندگی اس کو بخشی جاتی ہے نہ صرف خیالی طور پر بلکہ آثار صحیحہ صادقہ اس کے ظاہر ہوتے ہیں اور آسمانی مددیں اور سماوی برکتیں اور روح القدس کی خارق عادت تائیدیں اس کے شامل حال ہوجاتی ہیں اور وہ تمام دنیا کے انسانوں میں سے ایک متفرد انسان ہوجاتا ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اس سے ہم کلام ہوتا

﴿۲۲۲﴾ ہے۔ اور اپنے اسرار خاصہ اس پر ظاہر کرتا ہے اور اپنے حقائق و معارف کھولتا ہے اور اپنی محبت اور عنایت کے چمکتے ہوئے علامات اس میں نمودار کر دیتا ہے اور اپنی نصرتیں اس پر اتارتا ہے اور اپنی برکات اس میں رکھ دیتا ہے اور اپنی ربوبیت کا آئینہ اس کو بنا دیتا ہے اس کی زبان پر حکمت جاری ہوتی ہے اور اس کے دل سے نکات لطیفہ کے چشمے نکلتے ہیں اور پوشیدہ بھید اس پر آشکار کئے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ ایک عظیم الشان تجلی اس پر فرماتا ہے اور اس سے نہایت قریب ہو جاتا ہے اور وہ اپنی استجابت دعاؤں میں اور اپنی قبولیتوں میں اور فتح ابواب معرفت میں اور انکشاف اسرار غیبیہ میں اور نزول برکات میں سب سے اوپر اور سب پر غالب رہتا ہے چنانچہ اس عاجز نے خدا تعالیٰ سے مامور ہو کر انہیں امور کی نسبت اور اسی اتمام حجت کی غرض سے کئی ہزار رجسٹری شدہ خط ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے نامی مخالفوں کی طرف روانہ کئے تھے تا اگر کسی کا یہ دعویٰ ہو کہ یہ روحانی حیات بجز اتباع خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور ذریعہ سے بھی مل سکتی ہے تو وہ اس عاجز کا مقابلہ کرے اور اگر یہ نہیں تو طالب حق بن کر یکطرفہ برکات اور آیات اور نشانوں کے مشاہدہ کے لئے حاضر آوے لیکن کسی نے صدق اور نیک نیتی سے اس طرف رخ نہ کیا اور اپنی کنارہ کشی سے ثابت کر دیا کہ وہ سب تاریکی میں گرے ہوئے ہیں۔ اور حال میں جو ہمارے بعض ہم مذہب بھائی مسلمان کہلا کر اس روشنی سے منکر ہیں نہ قبول کرتے اور نہ صدق دل سے آتے اور آزماتے ہیں اور کافر کہنے پر کمر باندھ رہے ہیں ان سب امور کا اصل باعث نابینائی اور بخل اور شدت تعصب ہے اور ایسے لوگوں کا اسلام میں ہونا اسلام کی ہتک کا موجب نہیں اور یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ ان لوگوں کے امراض روحانی کیوں دور نہیں ہوئے اور یہ لوگ کیوں قبروں

میںؔ سے نہ نکلے کیونکہ اگر کوئی آفتاب کی طرف سے اپنے گھر کے کواڑ بند کر کے ایک تاریک گوشہ میں بیٹھ جائے تو اگر اس تک آفتاب کی روشنی نہ پہنچے تو یہ آفتاب کا قصور نہیں بلکہ خود اس شخص کا قصور ہے جس نے ایسا کیا ماسوا اس کے اگرچہ یہ لوگ کیسے ہی محجوب اور دور از حقیقت ہیں مگر پھر بھی علانیہ توحید کے قائل ہیں کسی انسان کو خدا نہیں بناتے اور بہ برکت توحید اپنے اندر ایک نور بھی رکھتے ہیں اور کسی قدر زندگی کی حرارت ان میں موجود ہے اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ بالکل مر گئے اگرچہ خطرناک حالت میں ہیں اگر کوئی عیسائی یا ہندو ہماری طرف سے منہ پھیر کر ایسی نکتہ چینی کرے تو وہ سخت متعصب یا سخت نادان ہے باغ میں کانٹوں کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جہاں پھول ہیں کانٹے بھی ہوں گے۔ مگر فرقہ مخالفہ میں تو سراسر کانٹوں کا ہی انبار نظر آتا ہے۔ عیسائیوں کی یہ سراسر بے ہودہ باتیں ہیں کہ مسیحؑ روحانی قیامت تھا اور مسیح میں ہو کر ہم جی اٹھے حضرات عیسائی خوب یاد رکھیں کہ مسیح علیہ السلام کا نمونہ قیامت ہونا سرمو ثابت نہیں اور نہ عیسائی جی اٹھے بلکہ مردہ اور سب مردوں سے اول درجہ پر اور تنگ و تاریک قبروں میں پڑے ہوئے اور شرک کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں نہ ایمانی روح ان میں ہے نہ ایمانی روح کی برکت بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ توحید کا جو مخلوق پرستی سے پرہیز کرنا ہے وہ بھی ان کو نصیب نہیں ہوا اور ایک اپنے جیسے عاجز اور ناتوان کو خالق سمجھ کر اس کی پرستش کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ توحید کے تین درجے ہیں سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنے جیسی مخلوق کی پرستش نہ کریں نہ پتھر کی نہ آگ کی نہ آدمی کی نہ کسی ستارہ کی دوسرا درجہ یہ ہے کہ اسباب پر بھی ایسے نہ گریں کہ گویا ایک قسم کا ان کو ربوبیت کے

﴿۲۲۴﴾ کارخانہ میں مستقل دخیل قرار دیں بلکہ ہمیشہ مسبب پر نظر رہے نہ اسباب پر۔ تیسرا[۳] درجہ توحید کا یہ ہے کہ تجلّیات الٰہیہ کا کامل مشاہدہ کر کے ہر یک غیر کے وجود کو کالعدم قرار دیں اور ایسا ہی اپنے وجود کو بھی غرض ہر یک چیز نظر میں فانی دکھائی دے بجز اللہ تعالیٰ کی ذات کامل الصفات کے۔ یہی روحانی زندگی ہے کہ یہ مراتب ثلاثہ توحید کے حاصل ہو جائیں۔ اب غور کر کے دیکھ لو کہ روحانی زندگی کے تمام جاودانی چشمے محض حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل دنیا میں آئے ہیں یہی اُمّت ہے کہ اگرچہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کی مانند خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہو جاتی ہے اور اگرچہ رسول نہیں مگر رسولوں کی مانند خدا تعالیٰ کے روشن نشان اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور روحانی زندگی کے دریا اس میں بہتے ہیں اور کوئی نہیں کہ اس کا مقابلہ کر سکے۔ **کوئی ہے کہ جو برکات اور نشانوں کے دکھلانے کے لئے مقابل میں کھڑا ہو کر ہمارے اس دعویٰ کا جواب دے!!!۔**

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں۔ دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلاوے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے

یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

جل رہے ہیں یہ سبھی بغضوں میں اور کینوں میں
باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے

﴿۲۲۵﴾

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے — لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

آج ان نوروں کا اِک زور ہے اِس عاجز میں — دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں — ذات سے حق کے وجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفیٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت — اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام — دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں — لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے

مورد قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کے ہم — جب سے عشق اس کا تہِ دل میں بٹھایا ہم نے

زعم میں ان کے مسیحائی کا دعویٰ میرا — افترا ہے جسے از خود ہی بنایا ہم نے

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں — نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو — رحم ہے جوش میں اور غیض گھٹایا ہم نے

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ — تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ — اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بہ حجت پامال — سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

نور دکھلا کے تیرا سب کو کیا ملزم و خوار — سب کا دل آتش سوزاں میں جلایا ہم نے

نقش ہستی تری الفت سے مٹایا ہم نے — اپنا ہر ذرّہ تری راہ میں اڑایا ہم نے

تیرا میخانہ جو اِک مرجع عالم دیکھا — خُم کا خُم منہ سے بصد حرص لگایا ہم نے

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے — تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے

چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات — لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے

دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی — آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے

﴿۲۲۶﴾

بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش | جب سے دل میں یہ تیرا نقش جمایا ہم نے
دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا | نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے
ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے **خیر رسل** | تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام | مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے
قوم کے ظلم سے تنگ آکے مرے پیارے آج | شور محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

اب ہم کسی قدر اس بات کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام☆ کے ثمرات کیا ہیں سو

☆حاشیہ

سیّد احمد خان صاحب سی ایس آئی پر ایک ضروری اتمام حجت

سیّد احمد خان صاحب سی۔ ایس۔ آئی۔ پر ایک ضروری اتمام حجت

اسلام کے ایک جدید فرقہ کے سرگروہ سید احمد خان صاحب سی ایس آئی کی بعض تحریرات خصوصًا ان کی تفسیر کے دیکھنے سے کچھ ایسے خیالات ان کے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا ان کو اس بات سے انکار ہے کہ سچ مچ کسی کو مخاطبہ اور مکالمہ الٰہیہ نصیب ہو سکے۔ اور میں اب تک یہی سمجھتا ہوں کہ وہ اس وحی سے منکر ہیں جو بذریعہ جبرائیل علیہ السلام انبیاء کو ملتی ہے اور الٰہی طاقتوں غیب گوئی اور دیگر خوارق کو اپنے اندر رکھتی ہے اور خالصًا آسمان سے نازل ہوتی ہے نہ کہ کوئی فطرتی قوت اگرچہ وہ بظاہر جبرائیل کو بھی مانتے ہیں مگر ان کا جبرائیل وہ نہیں ہے جس کو بالاتفاق بیس کروڑ مسلمان دنیا میں مان رہے ہیں وہ کلام الٰہی کے بھی قائل ہیں مگر اس کلام کے نہیں جو خدا کا نور اور خدائی طاقتیں اپنے وجود میں رکھتا ہے بلکہ صرف ایک ملکہ فطرت جو انسانی ظرف کے اندازہ پر فیض الٰہی قبول کرتا ہے نہ وہ وحی جو خدائی کے چشمہ سے نکلی ہے اور تعجب یہ کہ سیّد صاحب قرآن کریم کو بھی منجانب اللہ مانتے ہیں اور ان کے کاموں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلام سے محبت بھی رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے ہمدرد بھی ہیں اور اہل اسلام کی ذرّیت کی دنیوی حالت کے خیر خواہ بھی۔ مگر باوصف اس کے تعجب پر تعجب یہ کہ وہ کیوں بینات قرآن کریم کے برخلاف نہایت مجہول اور منکر رائیں ظاہر کر رہے ہیں اس کا باعث ایک ناگہانی ابتلا معلوم ہوتا ہے

واضح ہو کہ جب کوئی اپنے مولیٰ کا سچا طالب کامل طور پر اسلام پر قائم ہو جائے اور نہ کسی تکلف اور بناوٹ سے بلکہ طبعی طور پر خدا تعالیٰ کی راہوں میں ہر ایک

﴿۲۲۷﴾

بقیہ حاشیہ

جس میں وہ پھنس گئے اور وہ یہ کہ قبل اس کے کہ وہ قرآن کریم کی تعلیمات میں تدبر کرتے اور اس کے تسلّی بخش دلائل سے اطلاع پاتے کسی منحوس وقت میں ان کتابوں کی طرف متوجہ ہو گئے جو اس زمانہ کے یورپ کے فلاسفروں نے جو دہریہ کے قریب قریب ہیں تالیف کی ہیں اور نہ صرف یہی بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ملحد طبع نو تعلیم یافتہ لوگوں کی باتیں بھی سنتے رہے جن کی طبیعتوں میں یورپ کے طبعی اور فلسفہ پھنس گیا تھا سو جیسا کہ یکطرفہ خیالات کے سننے کا نتیجہ ہوا کرتا ہے وہی نتیجہ سید صاحب کو بھی بھگتنا پڑا۔ قرآن کریم کے حقائق معارف سے تو بے خبر ہی تھے اس لئے فلاسفروں کی تقریریوں کے ساحرانہ اثر نے سید صاحب کے دل پر وہ کام کیا کہ اگر خدا تعالیٰ کا فضل اور طینت کی پاکیزگی جو اسی کے فضل سے تھی ان کو نہ تھامتی تو معلوم نہیں کہ ان کی یہ سرگردانی اب تک کہاں تک ان کو پہنچاتی سید صاحب کی یہ نیک منشی درحقیقت قابل تعریف ہے کہ انہوں نے بہرحال قرآن شریف کا دامن نہیں چھوڑا گو سہواً اس کے منشاء اور اس کی تعلیم اور اس کی ہدایتوں سے ایسے دور جا پڑے کہ جو تاویلیں قرآن کریم کی نہ خدائے تعالیٰ کے علم میں تھیں نہ اس کے رسول کے علم میں نہ صحابہ کے علم میں نہ اولیا اور قطبوں اور غوثوں اور ابدال کے علم میں اور نہ ان پر دلالت النص نہ اشارۃ النص وہ سید صاحب کو سوجھیں زیادہ تر افسوس کا یہ مقام ہے کہ سید صاحب نے قرآن شریف کی ان تعلیموں پر جو اصل اصول اسلام اور وحی الٰہی کا لُب لباب تھیں یا یوں کہو کہ جن کا نام اسلام تھا خیرخواہی کی نیت سے پانی پھیر دیا اور اپنی تفسیر میں آیات بینات قرآن کریم کی ایسی بعید از صدق و انصاف تاویلیں کیں کہ جن کو ہم کسی طرح سے تاویل نہیں کہہ سکتے بلکہ ایک پیرایہ میں قرآن کریم کی پاک تعلیمات کا رد ہے۔ سید صاحب کے ہر یک فقرہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس نئے فلسفہ سے جو یورپ نے پیش کیا ہے ان کا دل

﴿۲۲۸﴾

قوّت اس کے کام میں لگ جائے تو آخری نتیجہ اس کی اس حالت کا یہ ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی ہدایت کی اعلیٰ تجلیات تمام حُجب سے مبرا ہو کر اس کی طرف رخ کرتی ہیں اور طرح طرح کی برکات اس پر نازل ہوتی ہیں اور وہ احکام اور وہ عقائد جو محض ایمان اور

کانپتا اور لرزتا ہے اور ان کی روح اس کو سجدہ کر رہی ہے ہم نے جس کسی ایسے مقام سے ان کی تفسیر کو دیکھا جہاں انہیں قرآن کریم سچ مچ فلسفہ موجود کے مخالف یا بظاہر نظر مخالف معلوم ہوتا تھا وہاں یہی پایا کہ سید صاحب اقراری مدعا علیہ کی طرح فلسفہ کے قدموں پر گر پڑے۔ اور فلسفی تعلیمات کو بسر و چشم قبول کر کے تاویلات رکیکہ کے ساتھ قرآن کریم کی طرف سے ایسی ذلت کے ساتھ صلح کا پیغام پہنچایا کہ جیسے عاجز اور مغلوب دشمن درماندہ ہو کر اور ہر طرف سے رک کر چند کچے اور بے ہودہ عذرات سے مصالحہ کا طالب ہوتا ہے ہم کو یہ شوق ہی رہا کہ سیّد صاحب کی کوئی ایسی تالیف بھی دیکھیں جس میں سیّد صاحب نے کوئی تیز تلوار فلسفہ موجودہ پر چلائی ہو اور مخالفت کے موقع پر بغیر کسی تاویل کے قرآن کریم کا بول بالا ثابت کیا ہو مگر افسوس کہ یہ ہمارا شوق پورا نہ ہوا۔ اگر سیّد صاحب ان احادیث کی تاویلات کرتے جو قرآن کریم کے بیّنات سے بظاہر ان کو معارض معلوم ہوتیں اور نیز فلسفہ موجودہ کے رو سے قابل اعتراض ٹھہرتیں تو ہمیں چنداں افسوس نہ ہوتا کیونکہ ہم خیال کرتے کہ بڑا متکا اور مدار ایمان جس کا حرف حرف قطعی اور متواتر اور یقینی الصحت ہے یعنی قرآن کریم سید صاحب کے ہاتھ میں ہے مگر ان کی اس لغزش کو کہاں چھپائیں اور کیونکر پوشیدہ کریں کہ انہوں نے تو قرآن کریم پر ہی خط نسخ کھینچنا چاہا۔ میں کبھی تسلیم نہیں کروں گا کہ کسی موقع پر ان کے قلب نے شہادت دی ہو کہ جو کچھ تاویلات کا دور دراز تک دامن انہوں نے پھیلایا ہے وہ صحیح ہے بلکہ جا بجا خود ان کا دل ان کو ملزم کرتا ہوگا کہ اے شخص تیری تمام تاویلات ایسی ہیں کہ اگر قرآن کریم ایک مجسم شخص ہوتا تو بصد زبان ان سے بیزاری ظاہر کرتا اور اس نے بیزاری ظاہر کی ہے کیونکہ وہ ان لوگوں کو سخت مورد غضب ٹھہراتا ہے جو اس کی آیات میں الحاد

﴿۲۲۹﴾

سماع کے طور پر قبول کئے گئے تھے اب بذریعہ مکاشفات صحیحہ اور الہامات یقینیہ قطعیہ مشہود اور محسوس طور پر کھولے جاتے ہیں اور مغلقات شرع اور دین کے اور اسرار سربستہ ملت حنیفیہ کے اس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور ملکوت الٰہی کا اس کو سیر کرایا جاتا ہے تا وہ یقین اور معرفت میں مرتبہ کامل حاصل کرے اور اس کی زبان اور اس کے بیان اور تمام افعال اور اقوال اور حرکات سکنات میں ایک برکت رکھی جاتی ہے اور ایک فوق العادت شجاعت اور استقامت اور ہمت اس کو عطا کی جاتی ہے اور شرح صدر کا ایک اعلیٰ مقام اس کو عنایت کیا جاتا ہے اور بشریت کے حجابوں کی تنگدلی اور خست اور بخل اور بار بار کی لغزش اور تنگ چشمی اور غلامی شہوات اور ردائت اخلاق اور ہر ایک قسم کی نفسانی تاریکی بکُلّی اس سے دور کر کے اس کی

کرتے ہیں۔ یہودیوں کی کارستانیوں کا نمونہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے کہ انہوں نے کلام الٰہی میں تحریف اور الحاد اختیار کر کے کیا نام رکھا یا قرآن کریم کی کسی آیت کے ایسے معنے کرنے چاہئے کہ جو صدہا دوسری آیات سے جو اس کی تصدیق کے لئے کھڑی ہوں مطابق ہوں اور دل مطمئن ہو جائے اور بول اٹھے کہ ہاں یہی منشاء اللہ جلّ شانہٗ کا اس کے پاک کلام میں سے یقینی طور سے ظاہر ہوتا ہے یہ سخت گناہ اور معصیت کا کام ہے کہ ہم قرآن کریم کی ایسی دور از حقیقت تاویلیں کریں کہ گویا ہم اس کے عیب کی پردہ پوشی کر رہے ہیں یا اس کو وہ باتیں جتلا رہے ہیں جو اس کو معلوم نہیں تھیں سید صاحب سے بڑی غلطی یہ ہوئی کہ حال کی تحقیقاتوں کو ایسا مسلّم الثبوت اور یقینی مان لیا کہ گویا ان میں غلطی ہونا ممکن ہی نہیں حالانکہ اس نئے فلسفہ اور سائنس میں ایسی ہی غلطیاں نکلنا ممکن ہے کہ جیسے پہلے فلسفہ اور طبعی کی اب غلطیاں نکل رہی ہیں سید صاحب اس مثل مشہور کو بھول گئے کہ۔ پائے استدلالیاں چوبین بود

﴿۲۳۰﴾

جگہ ربّانی اخلاق کا نور بھر دیا جاتا ہے۔ تب وہ بکلّی مبدل ہو کر ایک نئی پیدائش کا پیرایہ پہن لیتا ہے اور خدائے تعالیٰ سے سنتا اور خدائے تعالیٰ سے دیکھتا اور خدائے تعالیٰ کے ساتھ حرکت کرتا اور خدائے تعالیٰ کے ساتھ ٹھہرتا ہے اور اس کا غضب خدائے تعالیٰ کا غضب اور اس کا رحم خدائے تعالیٰ کا رحم ہو جاتا ہے اور اس درجہ میں اس کی دعائیں بطور اصطفاء کے منظور ہوتی ہیں نہ بطور ابتلا کے اور وہ زمین پر حجت اللہ اور امان اللہ ہوتا ہے اور آسمان پر اس کے وجود سے خوشی کی جاتی ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ عطیہ جو اس کو عطا ہوتا ہے مکالمات الٰہیہ اور مخاطبات حضرت یزدانی ہیں جو بغیر شک اور شبہ اور کسی غبار کے چاند کے نور کی طرح اس کے دل پر نازل ہوتے رہتے ہیں اور ایک شدید الاثر لذت اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور

اور نئے فلسفہ کو وہ عزت دی جو خدائے تعالیٰ کی پاک اور لاریب کلام کا حق تھا چند ماہ کا عرصہ ہوا ہے کہ سیّد صاحب نے اپنے ایک دوست کے نام جو سیالکوٹ میں رہتے ہیں اس عاجز کی تالیفات کی نسبت لکھا تھا کہ وہ ایک ذرہ کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتیں یعنی بکلّی صداقت سے خالی ہیں اور نہ صرف اسی قدر بلکہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک دفعہ سید صاحب نے ایک اخبار میں چھپوا بھی دیا تھا کہ کسی سے الہامی پیشگوئیوں کا ظہور میں آنا یا مکاشفات ومخاطبات الٰہیہ سے مشرف ہونا ایک غیر ممکن امر ہے اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو وہ مجانین میں سے ہے اور ایسے خیالات جنون کے مقدمات میں سے ہیں اور اگر یہ خیالات دل میں راسخ ہو جائیں تو پھر وہ پورا پورا جنون ہے اگرچہ اس وقت مجھ کو ٹھیک یاد نہیں کہ سیّد صاحب کے اپنے الفاظ کیا تھے مگر قریباً ان کا خلاصہ یہی تھا۔ القصہ مجھے ایسے کلمات کے سننے اور پڑھنے سے بہت ہی رنج ہوا کہ سیّد صاحب جیسا ایک آدمی جسے

﴿۲۳۱﴾ طمانیت اور تسلی اور سکینت بخشتے ہیں اور اس کلام اور الہام میں فرق یہ ہے کہ الہام کا چشمہ تو گویا ہر وقت مقرب لوگوں میں بہتا ہے اور وہ روح القدس کے بلائے بولتے اور روح القدس کے دکھائے دیکھتے اور روح القدس کے سنائے سنتے اور ان کے تمام ارادے روح القدس کے نفخ سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور یہ بات سچ اور بالکل سچ ہے کہ وہ ظلّی طور پر اس آیت کا مصداق ہوتے ہیں وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى [1]۔ لیکن مکالمہ الٰہیہ ایک الگ امر ہے اور وہ یہ ہے کہ وحی متلو کی طرح خدائے تعالیٰ کا کلام ان پر نازل ہوتا ہے اور وہ اپنے سوالات کا خدائے تعالیٰ سے ایسا جواب پاتے ہیں کہ جیسا ایک دوست دوست کو جواب دیتا ہے اور اس کلام کی اگر ہم تعریف کریں تو صرف اس قدر کر سکتے ہیں

بقیہ حاشیہ

حبّ اسلام کا دعویٰ اور قرآن کریم کی تفسیر کرنے کا ولولہ اور نیز متانت اور استقلال اور نیک منشی کا دم بھی مارتا ہو وہ ایسی جلدی ایسی باتیں منہ پر لاوے کہ جو فرقان حمید کی تعلیمات سے بالکل مخالف ہیں مجھے نہایت خوشی ہوتی اگر سید صاحب صرف اسی قدر پر کفایت نہ کرتے کہ مخالفانہ اور غیر معتقدانہ باتیں کہہ کر اور مکالمہ الٰہیہ کے مدعی کو مجنون اور پاگل قرار دے کر چپ ہو جائیں بلکہ جیسا کہ داب اور طریق حق پسندوں اور منصف مزاجوں کا ہے میرے دعاوی کی مجھ سے دلیل طلب کرتے تا اگر میں غلطی پر تھا تو اس غلطی کا صاف طور پر فیصلہ ہو جاتا اور اگر حضرت آپ ہی غلطی پر تھے تو ان کو اپنے اقوال سے رجوع کرنے کا مبارک موقع ملتا بہرحال اس تقریب سے پبلک کو ایک فائدہ پہنچتا اور آج کل جو انہیں مسائل پر قلموں کی کشت خونی ہو رہی ہے یہ روز کے جھگڑے طے ہو جاتے مگر مجھے بار بار افسوس آتا ہے کہ اس طریق مستقیم کی طرف سید صاحب نے رخ بھی نہ کیا۔ میں نے بہت سوچا کہ اس کا کیا سبب ہے مجھے

[1] النجم: ۴، ۵

﴿۲۳۲﴾ کہ وہ اللہ جلّ شانہٗ کی ایک تجلی خاص کا نام ہے جو بذریعہ اس کے مقرب فرشتہ کے ظہور میں آتی ہے اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ تا دعا کے قبول ہونے سے اطلاع دی جائے یا کوئی نئی اور مخفی بات بتائی جائے یا آئندہ کی خبروں پر آگاہی دی جائے یا کسی امر میں خدائے تعالیٰ کی مرضی اور عدم مرضی پر مطلع کیا جائے یا کسی اور قسم کے واقعات میں یقین اور معرفت کے مرتبہ تک پہنچایا جائے۔ بہرحال یہ وحی ایک الٰہی آواز ہے جو معرفت اور اطمینان سے رنگین کرنے کے لئے منجانب اللہ پیرایہ مکالمہ و مخاطبہ میں ظہور پذیر ہوتی ہے اور اس سے بڑھ کر اس کی کیفیت بیان کرنا غیر ممکن ہے کہ وہ صرف الٰہی تحریک اور ربانی نفخ سے بغیر کسی قسم کے فکر اور تدبّر اور خوض اور غور اور اپنے نفس کے دخل کے خدائے تعالیٰ کی طرف سے ایک قدرتی ندا ہے جو لذیذ اور پُر برکت

اس کا یہ باعث قرار دینا تو صحیح معلوم نہ ہوا کہ سیّد صاحب ہر یک شخص سے بحث کی طرح ڈالنا پسند نہیں کرتے کیونکہ میرے دعاوی ایک معمولی دعاوی نہیں بلکہ یہ وہ امور ہیں کہ اگر کروڑہا لوگوں میں ان کا چرچا نہیں تو لاکھوں میں تو ضرور ہوگا ماسوا اس کے سید صاحب کا الہامی پیشگوئیوں اور خوارق سے ایک عام انکار ہے جس سے انبیاء بھی جیسا کہ مجھے آپ کی تالیفات کا منشاء معلوم ہوتا ہے باہر نہیں ہیں پس کیا اچھا ہوتا کہ اس موقع پر جو الہامی پیشگوئیوں پر نہ صرف ایماناً میرا اعتقاد ہے بلکہ ان کا مجھ کو خود دعویٰ بھی ہے سید صاحب مجھ سے اپنے شکوک دور کرا لیتے اور اگر میں اپنے دعویٰ میں سچا نہ نکلتا تو جس سزا کو سیّد صاحب میرے لئے تجویز کرتے ہیں اس کے بھگتنے کے لئے حاضر تھا اور اگر میرا صدق کھل جاتا تو سید صاحب اس وقت میں کہ ستارہ زندگی قریب الغروب ہے نہ صرف میری سچائی کے قائل ہوتے بلکہ ان پاک اعتقادوں کو جو وحی نبوت کی نسبت ضائع کر بیٹھے ہیں پھر حاصل کر لیتے عزیز من ایک منادی

﴿۲۳۳﴾

الفاظ میں محسوس ہوتی ہے اور اپنے اندر ایک ربانی تجلّی اور الٰہی صولت رکھتی ہے۔

اِس جگہ ہر یک سچے طالب کے دل میں بالطبع یہ سوال پیدا ہوگا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے کہ تا یہ مرتبہ عالیہ مکالمہ الٰہیہ حاصل کرسکوں پس اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک نئی ہستی ہے جس میں نئی قوتیں نئی طاقتیں نئی زندگی عطا کی جاتی ہے اور نئی ہستی پہلی ہستی کی فنا کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ اور جب پہلی ہستی ایک سچی اور حقیقی قربانی کے ذریعہ سے جو فدائے نفس اور فدائے عزت و مال و دیگر لوازم نفسانیہ سے مراد ہے بکلّی جاتی رہے تو یہ دوسری ہستی فی الفور اس کی جگہ لے لیتی ہے۔ اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ پہلی ہستی کے دور ہونے کے نشان کیا ہیں تو

کی آواز کو جو سچائی کی طرف بلا رہا ہے نہ سننا اور تحقیر کی نظر سے اس کو دیکھنا اور بے تحقیق اس کی نسبت مخالفانہ بولنا اور ثابت شدہ صداقت کے برخلاف جمے رہنا ہلاک ہونے کی راہ ہے مجھے آپ کے کلمات سے بو آتی ہے کہ صرف اتنا ہی نہیں کہ آپ اس امت کو مرتبہ مکالمات الٰہیہ سے تہی دست خیال کرتے ہیں بلکہ آپ کسی نبی کے لئے بھی یہ مرتبہ تجویز نہیں کرتے کہ خدا تعالیٰ کا زندہ اور خدا کی قدرتوں سے بھرا ہو کلام اس پر کبھی نازل ہوا ہو پس اگر آپ کا عقیدہ یہی ہے جو میں نے سمجھا اور میرے خیال میں گذرا ہے تو نعوذ باللہ آپ کا ایمان نہایت خطرناک ورطہ میں پڑا ہوا ہے اور میں بہت خوش ہوں گا اگر آپ کسی اخبار کے ذریعہ سے مجھ کو اطلاع دے دیں کہ ہمارا انبیاء کی نسبت یہ عقیدہ نہیں ہے کہ ان پر خدائے تعالیٰ کا زندہ کلام نازل نہیں ہوتا اور وہ کلام اخبار غیبیہ پر مشتمل نہیں ہوتا اور اگر خدانخواستہ آپ کا الٰہی کتابوں کی نسبت جیسا کہ اب تک میں نے سمجھا ہے۔ یہی خیال ہے کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر خدائے تعالیٰ

﴿۲۳۴﴾ اسؔ کا جواب یہ ہے کہ جب پہلے خواص اور جذبات دور ہوکر نئے خواص اور نئے جذبات پیدا ہوں اور اپنی فطرت میں ایک انقلاب عظیم نظر آوے اور تمام حالتیں کیا اخلاقی اور کیا ایمانی اور کیا تعبّدی ایسی ہی بدلی ہوئی نظر آویں کہ گویا اُن پر اب رنگ ہی اور ہے غرض جب اپنے نفس پر نظر ڈالے تو اپنے تئیں ایک نیا آدمی پاوے اور ایسا ہی خدا تعالیٰ بھی نیا ہی دکھائی دے اور شکر اور صبر اور یاد الٰہی میں نئی لذتیں پیدا ہو جائیں جن کی پہلے کچھ بھی خبر نہیں تھی اور بدیہی طور پر محسوس ہو کہ اب اپنا نفس اپنے رب پر بکلّی متوکل اور غیر سے بکلّی لا پروا ہے اور تصور وجود حضرت باری اس قدر اس کے دل پر استیلا پکڑ گیا ہے کہ اب اس کی نظر شہود میں وجود غیر بکلّی معدوم ہے اور تمام اسباب ہیچ اور ذلیل اور بے قدر نظر آتے ہیں اور صدق اور

بقیہ حاشیہ

کا کلام نہیں اور وحی سے مراد صرف ایک ملکہ ہے جو انبیاء کی فطرت کو حاصل ہوتا ہے یعنی ان کی فطرت کچھ ایسی ہی واقعہ ہوتی ہے کہ صداقت اور حکمت کی باتیں ان کے منہ سے نکلتی ہیں تو پھر میں آپ پر کھلے کھلے معارضہ کے ساتھ اتمام حجت کرنا چاہتا ہوں تا لوگ آپ کی پیروی سے ہلاک نہ ہوں اگر آپ اپنے قول سے رجوع کا اقرار کر کے مجھ سے اس بات کا ثبوت چاہیں کہ کیونکر وحی فی الواقعہ خدائے تعالیٰ کا کلام ہوتا ہے اور اخبار غیبیہ اور آئندہ اور گذشتہ کی خبروں پر مشتمل ہوتا ہے تو میں بڑی خوشی سے الہامی پیشگوئیوں کے نمونہ سے ثبوت دینے کو طیار ہوں اور اس بات کے سننے سے کہ آپ نیک نیتی سے اس امتحان کے لئے مستعد ہو گئے ہیں مجھے اس قدر خوشی ہوگی کہ شاید ایسی خوشی کسی اور چیز سے نہ ہو سکے اس لئے کہ آپ کا اپنی مہلک غلطیوں سے باز آ جانا میرے نزدیک ایک قوم کی اصلاح سے کم نہیں جب میں دیکھتا ہوں کہ قرآن کریم تو آئندہ اور گزشتہ پیشگوئیوں سے بھرا ہوا ہے مثلاً اس کا ہر یک قصہ ہی اخبار غیب ہے یہ نہیں

وفا کا مادہ اِس قدر جوش میں آ گیا ہے کہ ہر یک مصیبت کا تصور کرنے سے وہ مصیبت آسان معلوم ہوتی ہے اور نہ صرف تصور بلکہ مصائب کے وارد ہونے سے بھی ہر یک درد برنگ لذّت نظر آتا ہے تو جب یہ تمام علامات پیدا ہو جائیں تو سمجھنا چاہئے کہ اب پہلی ہستی پر بکلّی موت آ گئی۔

اس موت کے پیدا ہو جانے سے عجیب طور کی قوتیں خدا تعالیٰ کی راہ میں پیدا ہو جاتی ہیں وہ باتیں جو دوسرے کہتے ہیں پر کرتے نہیں اور وہ راہیں جو دوسرے دیکھتے ہیں پر چلتے نہیں اور وہ بوجھ جو دوسرے جانچتے ہیں پر اٹھاتے نہیں ان سب امور شاقہ کی اس کو توفیق دی جاتی ہے کیونکہ وہ اپنی قوت سے نہیں بلکہ ایک زبردست الٰہی طاقت اس کی اعانت اور امداد میں ہوتی ہے جو پہاڑوں سے زیادہ

بقیہ حاشیہ

کہ کسی سے سن کر لکھا ہے تو مجھے تعجب آتا ہے کہ کیونکر آپ اس بات کے مدعی ہو سکتے ہیں کہ قرآن کریم میں امور غیبیہ اور آئندہ اور گزشتہ کی خبریں نہیں کیا یہ خیال کریں کہ نعوذ باللہ آپ کا یہ اعتقاد ہے کہ قرآن کریم میں جو مثلاً یوسف کا قصہ اور اصحاب کہف کا قصہ اور آدم کا قصہ اور موسیٰ کا قصہ وغیرہ وغیرہ قصص موجود ہیں وہ خدائے تعالیٰ کی وحی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوئے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور عیسائیوں سے سن سنا کر قرآن کریم میں درج کر لئے تھے اگر یہی بات ہے تو بہت سا حصہ قرآن کریم کا اس پاک کلام سے خارج کرنا پڑے گا۔ کیونکہ جو باتیں یہودیوں اور عیسائیوں سے سن کر لکھی گئیں وہ باتیں درحقیقت یہودیوں اور عیسائیوں کا کلام ہوگا نہ کہ خدا تعالیٰ کا کلام اور پھر سخت مشکل یہ پیش آئے گی کہ قرآن کریم توریت کے قصوں سے بہت جگہ مخالف ہے اس صورت میں نعوذ باللہ یہ ماننا پڑے گا کہ جو کچھ شریر یہودیوں نے دھوکہ کی راہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی قصہ بیان کیا تو آنجناب نے سادگی اور

﴿۲۳۶﴾

اسؔ کو استحکام کی رو سے کر دیتی ہے اور ایک وفادار دل اُس کو بخشتی ہے تب خدا تعالیٰ کے جلال کے لئے وہ کام اس سے صادر ہوتے ہیں اور وہ صدق کی باتیں ظہور میں آتی ہیں کہ انسان کیا چیز ہے اور آدم زاد کیا حقیقت ہے کہ خود بخود ان کو انجام دے سکے وہ بکلّی غیر سے منقطع ہو جاتا ہے اور ماسوا اللہ سے دونوں ہاتھ اٹھالیتا ہے اور سب تفاوتوں اور فرقوں کو درمیان سے دور کر دیتا ہے اور وہ آزمایا جاتا اور دکھ دیا جاتا ہے اور طرح طرح کے امتحانات اس کو پیش آتے ہیں اور ایسی مصائب اور تکالیف اس پر پڑتی ہیں کہ اگر وہ پہاڑوں پر پڑتیں تو انہیں نابود کر دیتیں اور اگر وہ آفتاب اور ماہتاب پر وارد ہوتیں تو وہ بھی تاریک ہو جاتے لیکن وہ ثابت قدم رہتا ہے اور وہ تمام سختیوں کو بڑی انشراح صدر سے برداشت

بقیہ حاشیہ

بے خبری کی وجہ سے ایسے قصہ کو قرآن کریم میں درج کر دیا اب سوچنا چاہیئے کہ جس کا یہ اعتقاد ہو کہ قرآن کریم میں یہودیوں اور عیسائیوں سے سنی سنائی باتیں لکھی گئی ہیں وہ کس منہ سے کہہ سکتا ہے کہ میں قرآن کریم کو خدائے تعالیٰ کا کلام جانتا ہوں مگر میرے خیال میں ہے کہ آپ کے دل میں ایسا عقیدہ نہیں ہوگا گو مغربی فلسفہ کا ستارہ کیسا ہی چمکدار آپ کو دکھلائی دیا ہو مگر نعوذ باللہ یہ کب ہوسکتا ہے کہ آپ کی حالت اس حد تک پہنچ جائے کہ وہ گہرا اور مضبوط عقیدہ اسلام کا جو نہ صرف اسلامی حیثیت سے بلکہ سیادت کی طینت سے بھی آپ کے وجود میں ہے یعنی یہ کہ قرآن کریم کا لفظ لفظ وحی متلو ہے آپ کے دل سے یکلخت اکھڑ گیا ہو۔ اور بجائے اس کے یہ خیال باطل دل میں جم گیا ہو کہ قرآن کریم کے قصص اور اخبارات ماضیہ خالص امور غیبیہ نہیں بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں سے لئے گئے ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ اگر آپ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ تمام قصّے جو اللہ جلّ شانہٗ نے قرآن مجید میں حضرت آدم سے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام تک بیان فرمائے ہیں خالص غیب کی خبریں ہیں جو انسان کی

کر لیتا ہے اور اگر وہ ہاونِ حوادث میں پیسا بھی جائے اور غبار سا کیا جائے تب بھی بغیر **اِنّی مع اللّٰہ** کے اور کوئی آواز اس کے اندر سے نہیں آتی ۔ جب کسی کی حالت اس نوبت تک پہنچ جائے تو اس کا معاملہ اس عالم سے وراء الوراء ہوجاتا ہے اور ان تمام ہدایتوں اور مقامات عالیہ کو ظلّی طور پر پالیتا ہے جو اس سے پہلے نبیوں اور رسولوں کو ملے تھے اور انبیاء اور رسل کا وارث اور نائب ہوجاتا ہے وہ حقیقت جو انبیاء میں معجزہ کے نام سے موسوم ہوتی ہے وہ اس میں کرامت کے نام سے ظاہر ہوجاتی ہے اور وہی حقیقت جو انبیاء میں عصمت کے نام سے نامزد کی جاتی ہے اس میں محفوظیّت کے نام سے پکاری جاتی ہے اور وہی حقیقت جو انبیاء میں نبوّت کے نام سے بولی جاتی ہے اس میں محدّثیت کے پیرایہ میں

طاقت اور انسان کی فطرت سے بالاتر ہیں تو پھر آپ کا یہ اصول ٹوٹتا ہے کہ وحی اور کچھ چیز نہیں صرف ملکہ فطرت ہے کیونکہ انسان کی فطرت خدائی کی طاقتیں اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتی ہر یک انسان کی فطرت اسی قدر ملکہ رکھتی ہے جو اس کی بشریت کے مناسب حال ہے اور چونکہ آپ کا یہی مذہب ہے کہ وحی کی حقیقت ملکہ فطرت سے زیادہ نہیں تو وہی اعتراض جس کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے وارد ہوگا ہر ایک اہل حال جو وحی کی حقیقت کو بطور واردات کے جانتا ہے وہ آپ کی اِس قیاسی بات پر ہنسے گا جو وحی صرف ملکہ فطرت ہے ۔ اگرچہ اس قدر تو سچ ہے کہ وحی الٰہی کے انوار قبول کرنے کے لئے فطرت قابلہ شرط ہے جس میں وہ انوار منعکس ہوسکیں جو خدائے تعالیٰ کسی وقت اپنے خاص ارادہ سے نازل کرے مگر یہ سراسر جھوٹ ہے کہ وہ انوار انسانی فطرت میں ہی جمع ہیں اور مبدء فیض سے اس کے ارادہ کے ساتھ کچھ نازل نہیں ہوتا جو اپنے اندر خدائی طاقتوں کی رنگ و بو رکھتا ہو ۔ عزیز سیّد جن خیالات کی آپ اس مسئلہ میں پیروی کرتے ہیں وہ درحقیقت اسلام کی تعلیم

بقیہ حاشیہ

﴿۲۳۸﴾ ظہور پکڑتی ہے حقیقت ایک ہی ہے لیکن بباعث شدّت اور ضعف رنگ کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ملفوظات مبارکہ اشارت فرمارہے ہیں کہ محدّث نبی بالقوّہ ہوتا ہے اور اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا تو ہریک محدّث اپنے وجود میں قوت اور استعداد نبی ہوجانے کی رکھتا تھا اور اسی قوت اور استعداد کے لحاظ سے محدث کا حمل نبی پر جائز ہے یعنی کہہ سکتے ہیں کہ **المحدّث نبی** جیسا کہ کہہ سکتے ہیں کہ **العنب خَمْر نظرًا علی القوۃ والاستعداد و مثل ھذا الحمل شائع متعارف فی عبارات القوم و قد جرت المحاورات علی ذالک کما لا یخفی علٰی کل ذکیّ عالم مطلع علی کتب الادب والکلام والتصوّف** اور اسی حمل کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جلّ شانہٗ نے اس قراءت کو جو

بقیہ حاشیہ

نہیں ہے بلکہ ان کور باطن فلسفیوں کی رائیں ہیں جو حضرت باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ کو مدبر بالارادہ نہیں سمجھتے بلکہ آفتاب اور ماہتاب کی طرح بعض امور کے صدور کے لئے علّت موجبہ خیال کرتے ہیں جب آپ خدائے تعالیٰ کو مدبر بالارادہ اور اپنی مرضی کے ساتھ منزل وحی یقین کریں گے اور وحی کو ایسی چیز سمجھیں گے جو اسی سے نکلتی ہے اور اسی کے اتارنے سے الٰہی قوت کے ساتھ دلوں پر اترتی ہے تو اس صورت میں آپ اس کو ملکہ فطرت نہیں کہہ سکتے اور نہ اس کا نام فطرتی قوت رکھ سکتے ہیں بلکہ ایک نور اللہ قرار دیں گے جو خدائے تعالیٰ کے ہاتھ سے اور اس کے ارادہ سے اسی وقت اترتا ہے جب وہ چاہتا ہے ہاں وہ نور جو اترتا ہے وہ فطرت قابلہ پر ہی اپنی روشنی ڈالتا ہے اور اپنا آنا اس کو جتلا دیتا ہے۔

اور یہ کہنا کہ ہم اس طرح پر وحی کو مان نہیں سکتے کیونکہ وہ عقل انسانی کے مافوق ہے سو اس کا یہی جواب ہے کہ عقل انسانی اگر ایک ثابت شدہ صداقت کو اپنے فہم اور ادراک سے

﴿۲۳۹﴾ وما ارسلنا من رسولٍ و لا نبیّ و لا محدّث ہے مختصر کر کے قراءت ثانی میں صرف یہ الفاظ کافی قرار دیئے کہ و ما ارسلنا من رسولٍ و لا نبیٍّ۔

اور اس سوال کا جواب کہ جس شخص کو شرف مکالمہ الٰہیہ کا نصیب ہو وہ کب اور کن حالات میں افاضہ کلام الٰہی کا زیادہ تر مستحق ہوتا ہے۔ یہ ہے کہ اکثر شدائد اور مصائب کے نزول کے وقت اولیاء اللہ پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے تا ان کی تسلی اور تقویّت کا موجب ہو جب وہ نزول آفات اور حوادث فوق الطاقت سے نہایت شکستہ اور دردمند اور کوفتہ ہو جاتے ہیں اور حزن اور قلق انتہا کو پہنچ جاتا ہے تب خدا تعالیٰ کی صفت کلام ان کے دل پر متجلی ہوتی ہے اور کلمات طیبہ الٰہیہ سے ان کو سکینت اور تشفّی بخشی جاتی ہے حقیقت یہ ہے کہ ملہم کی انکساری حالت الہامی آگ کے افروختہ

بالاتر سمجھے تو وہ صداقت صرف اس وجہ سے ردّ کرنے کے لائق نہیں ٹھہرے گی کہ عقل اس کی حقیقت تک نہیں پہنچتی دنیا میں بہتیرے ایسے خواص نباتات و جمادات وحیوانات میں پائے جاتے ہیں کہ وہ تجارب صحیحہ کے ذریعہ سے ثابت ہیں مگر عقل انسان کے مافوق ہیں یعنی عقل ان کی حقیقت تک پہنچ نہیں سکتی اور ان کی حقیقت بتلا نہیں سکتی پس ایسا ہی وہ وحی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی اور پاک دلوں تک وہ علوم پہنچاتی ہے جو بشری طاقتوں سے بلندتر ہیں پھر جب کہ یہ حال ہے کہ عقل بجائے خود کوئی چیز نہیں بلکہ ثابت شدہ صداقتوں کے ذریعہ سے قدر و منزلت پیدا کرتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ وحی سماوی ایک ثابت شدہ صداقت ہے جو اپنے اندر اعجازی قوت رکھتی ہے اور علوم غیبیہ پر مشتمل ہوتی ہے اور ہم اس دعویٰ کے ثابت کرنے کے ذمہ وار ہیں پھر آزمائش کے لئے متوجہ نہ ہونا کیا ان لوگوں کا شیوہ ہوسکتا ہے جو حقیقی صداقتوں کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔

﴿۲۴۰﴾

ہونے کے لئے بہت ہی دخل رکھتی ہے جب ایک شرف یاب مکالمہ الٰہی کمال دردمند اور مضطر ہوتا ہے اور اس کی توجہ درد اور حزن سے ملی ہوئی ایک تار بندھ جانے کی حالت تک پہنچ جاتی ہے اور وفاداری اور تضرع اور صدق کے ساتھ ربوبیت کی شعاعوں کے نیچے جا پڑتی ہے تو یک دفعہ ربوبیت کا ایک شعاع اپنی ربوبیت کی تجلّی کے ساتھ اس پر گرتا ہے اور اس کو روشن کر دیتا ہے اور وہ روشنی کبھی کلام کی صورت میں اور کبھی کشف کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور رجوع کرنے والے دل کو اس فتیلہ کی طرح جو آگ کے نزدیک پہنچ جاتا ہے اپنے ربّانی نور سے منور کر دیتی ہے کیا یہ بدیہی طور پر محسوس نہیں ہوتا جو ایک فتیلہ جو پاکیزہ تیل اپنے اندر رکھتا ہے جب آگ کے نزدیک کیا جاتا ہے تو وہ فی الفور صورت بدل لیتا ہے اور آگ

اگر آپ ایک صادق دل لے کر میری طرف متوجہ ہوں تو میں خدا تعالیٰ سے توفیق پا کر عہد کرتا ہوں کہ آپ کو مطمئن کرنے کے لئے اس قادر مطلق سے مدد چاہوں گا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ میری فریاد سنے گا اور آپ کو ان غلطیوں سے نجات دے گا جن کی وجہ سے نہ صرف آپ کی بلکہ ایک گروہ کثیر گرداب شبہات میں مبتلا نظر آتا ہے۔ آپ یقین کیجئے کہ میں محض للہ اس کام کے لئے مستعد کھڑا ہوں کہ آپ کی رائے کا غلط ہونا آپ پر ثابت کر دکھاؤں تو اب آپ میرے اس تعجب اور تاسف کا اندازہ کر سکتے ہیں جو آپ کے ان کلمات سے مجھ کو ہو رہا ہے جن میں آپ نے بلا غور و فکر یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ نہ ملائک کچھ چیز ہیں اور نہ وحی ملائک کچھ چیز بلکہ یہ سب انسانی فطرت کی قوتوں کے نام ہیں۔ عزیز من انسانی فطرت کا ظرف خدائی طاقتوں کا مظہر نہیں ہو سکتا اور جو کچھ انسان کو اس کی فطرت کے توسط سے عطا کیا جاتا ہے وہ مخلوقیت کی حدود سے مافوق نہیں ہوتا۔ مثلاً انسان کی جس قدر ایجادات ہیں اور جس قدر انسانوں نے اب تک صنعتیں نکالی ہیں

﴿۲۶۱﴾ کی صحبت سے واپس آتے وقت ایک چمکتا ہوا شعلہ اپنے ساتھ لاتا ہے پس ایک عارف اور کامل انسان اس وقت مکالمہ الٰہیہ کے لئے نہایت ہی استعداد قریبہ رکھتا ہے جب وہ دردمند ہوکر آستانہ الٰہی پر گرتا ہے اور ہر یک طرف سے منقطع ہوکر اس موافقت اور مصادقت کو جو اس کے رگ و ریشہ میں رچی ہوئی ہے ایک تازہ اور نیا جوش دیتا ہے اور دردناک روح کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد کے لئے التجا کرتا ہے۔ تب خدا تعالیٰ اس کی سنتا ہے اور اسے تودد اور محبت کے ساتھ جواب دیتا ہے اور اس پر رحم کرتا ہے اور اس کی دعاؤں کو اکثر قبول فرما لیتا ہے۔ آج کل کے بعض ملحدانہ خیال والے جو یورپ کے فلسفہ اور نیچر کے تابع ہوگئے ہیں اور اجابت اور قبولیت دعا سے منکر ہیں ان کے یہ خیالات سراسر

گو وہ کیسے ہی غریب اور نادر ہوں مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدائی کاموں کے ہم پلّہ ہیں لیکن وہ وحی جس کا ہم نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے جس کی بابرکت آوازیں ہم نے اپنے کانوں سے سنی ہیں وہ بلاشبہ انسان کی فطرت سے مافوق اور الوہیت کی زبردست طاقتیں اپنے اندر رکھتی ہے جس کے دیکھنے سے گویا ہم خدا تعالیٰ کا چہرہ دیکھتے ہیں اور وہ خدائے تعالیٰ کا ویسا ہی قول خالص ہے جیسا کہ زمین اور آفتاب اور ماہتاب خدا تعالیٰ کا فعل خالص۔ اور بلاشبہ وہ انسانی فطرت کی حدود سے ایسا ہی بلند تر ہے جیسا کہ خدا انسان سے اگر آپ تھوڑی سی زحمت اٹھا کر اور بزرگواری کے حجابوں سے الگ ہوکر چند ہفتہ اس عاجز کی صحبت میں رہیں تو میں امید رکھتا ہوں کہ آپ کے بہت سے امور مافوق العقل بڑی آسانی سے آپ کو معقول اور ممکن دکھائی دیں۔ گو آپ اپنے خیال میں فلسفہ اور سائنس کا نچوڑ اپنے دماغ میں جمع رکھتے ہیں اور نیچر کے تمام درجے طے کر کے نئی روشنی سے منور ہو چکے ہیں لیکن عزیز من (ناراض نہ ہوں)

﴿۲۴۲﴾

باطل ہیں کہ قبولیت دعا کچھ چیز نہیں اور تحصیل مرادات کے لئے دعا کرنا نہ کرنا برابر ہے یاد رکھنا چاہیئے کہ مومن پر خدا تعالیٰ کے فضلوں میں سے یہ ایک بڑا بھاری فضل ہوتا ہے جو اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اس کی درخواستیں گو کیسے ہی مشکل کاموں کے متعلق ہوں اکثر بہ پایۂ اجابت پہنچتی ہیں اور دراصل ولایت کی حقیقت یہی ہے جو ایسا قرب اور وجاہت حاصل ہو جائے جو بہ نسبت اوروں کے بہت دعائیں قبول ہوں کیونکہ ولی خدا تعالیٰ کا دوست ہوتا ہے اور خالص دوستی کی یہی نشانی ہے کہ اکثر درخواستیں اس کی قبول کی جائیں۔ پس جو شخص کہتا ہے کہ دعا قبول ہونے کے اس سے زیادہ اور کچھ معنی نہیں کہ خدا تعالیٰ تک اس کی آواز پہنچ جاتی ہے اور خدائے تعالیٰ جان لیتا ہے کہ اس نے دعا کی ہے۔ ایسا شخص مسخرہ ہے اور خدا تعالیٰ کی کتاب

آسمانی روشنی شے دیگر ہے اور مغربی علوم کی روشنی دیگر۔ اگر آپ کو اس روشنی کی تاریکیوں اور مضرتوں کی کچھ خبر ہوتی تو آپ اسلام کی امیّت کو اس نابکار روشنی پر بہ ہزار مرتبہ ترجیح دیتے اور دین العجائز اختیار کر کے اور اس زمانہ کے دجّالی فتنوں سے ڈر کر اور ایمانی امور پر صبر کی خواہش کر کے ہمیشہ تضرع سے یہ دعا کیا کرتے کہ رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّتَوَفَّنَا مُسۡلِمِيۡنَ۔[۱] آپ کو معلوم رہے کہ فلسفہ موجودہ ثابت شدہ صداقتوں کے مقابل پر بالکل مردہ اور بے طاقت ہے کوئی علم نیا ہو یا پرانا واقعات صحیحہ پر غالب نہیں آ سکتا اگر میں دو اور دو کو چار کہوں تو مجھے اس سے کیا اندیشہ ہے کہ کوئی بڑا فلاسفر میری مخالفت پر کھڑا ہے یا اگر میں دن کو دن ہی سمجھوں تو مجھے کیوں اس بات سے ڈرنا چاہیئے کہ ایک گروہ فلاسفروں کا میرے سامنے اس وقت دن کو رات کہہ رہا ہے کوئی غذا بدن کو ایسی قوت نہیں پہنچا سکتی کہ جیسے برہان یقینی اور انکشاف تام دل کو اور یہ انکشاف اور یہ برہان جو معرفت الٰہی اور معاد میں مطلوب

[۱] الاعراف:۱۲۷

﴿۲۴۳﴾ اور اُس کے دین سے محض بیگانہ ہے اگر صرف دعا کا سن لینا اجابت میں داخل ہے اور اس سے زیادہ کوئی بات نہیں تو پھر ہر یک کہہ سکتا ہے کہ میری دعا رد نہیں ہوئی کیونکہ اگر اجابت سے مطلب صرف اطلاع بر دعا ہے تو پھر کون شخص ہے جس کی دعا سے خدا تعالیٰ بے خبر رہتا ہے ظاہر ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ بباعث اپنی صفت علیم اور خبیر اور سمیع ہونے کے ہر یک بات کو سنتا ہے اور ہر یک شخص کی آواز اس تک پہنچ جاتی ہے پھر ایسے سننے میں مومن اور غیر مومن کی دعا میں فرق کیا ہے اور یہ کہنا کہ مومن کو لبیک کہتا ہے اور دوسرے کو نہیں یہ کیونکر ثابت ہو جب کہ اصل محرومی میں مومن اور غیر مومن دونوں مساوی ہیں تو ایک کافر بھی کہہ سکتا ہے کہ میری دعا پر لبیک کہا گیا ہے تو اب اس کا کون فیصلہ کرے کہ نہیں کہا گیا۔ اور

ہے جو درحقیقت سرچشمہ نجات ہے صرف اس سچے عرفان سے حاصل ہوتا ہے جو صابر انسان کو بعد ایمان کے ملتا ہے پرانے یا نئے فلسفہ کے ذریعہ سے ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا لیکن ان لوگوں پر یہ امر مشتبہ رہتا ہے کہ جو نہ ایمان کو مرتبہ کمال تک پہنچاتے ہیں تا اس کے انوار معلوم کریں اور نہ فلسفہ میں پوری ترقی کرتے ہیں تا اس کے زہریلے اثر پورے طور پر ان پر ظاہر ہوں۔ ہر یک چیز کی پوری حقیقت اس کے کمال سے کھلتی ہے مثلاً اگر کسی زہر یا تریاق کی اصل حقیقت معلوم کرنی ہو تو اس کی پوری خوراک کھا کر دیکھیں اور اگر کسی فلاسفر یا نبی کی ہدایت کے نتائج کاملہ دریافت کرنے مقصود ہوں تو پورے طور پر اس کے چیلے یا متبعین بنیں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ فلسفہ کا کمال جس حد تک انسان کو پہنچاتا رہا ہے اور اب بھی پہنچاتا ہے وہ وہی حد ہے جس کو دہریت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کیا آپ کا گمان ہے کہ حقیقی خدادانی کے وہ لوگ وارث ہیں جو فلاسفر کہلاتے ہیں۔ کیا حقیقی انکسار اور حقیقی تقویٰ اور حقیقی خدا ترسی اور کامل طور پر خدائے تعالیٰ کی عظمتوں کو دل میں بٹھانا

﴿۲۶۴﴾

ایسی بے معنی لبیک کا فائدہ کیا بلکہ مومن کی دعا ضرور قبول کی جاتی ہے اور اگر قبول کرنا مومن کے حق میں بہتر نہ ہو تو کم سے کم یہ ہوتا ہے کہ مومن کو نرمی اور محبت کی راہ سے بذریعہ محبّانہ مکالمہ کے اس پر اطلاع دی جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ جو تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے سب سے زیادہ رحمت مومن پر ہی کرتا ہے اور ہر یک مصیبت کے وقت اسے سنبھالتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے اور اگر تمام دنیا ایک طرف ہو اور مومن ایک طرف تو فتح مومن ہی کو دیتا ہے اور اس کی عمر اور عافیت کے دن بڑھاتا ہے۔ دشمن کہتا ہے کہ وہ ہلاک ہو جائے اور ناپدید ہو جائے پر وہ دشمن کو ہی ہلاک کرتا ہے اور اس کی بدعائیں اسی کے سر پر مارتا ہے پر مومن کی دعا کو قبول کر لیتا ہے اور اس کی دعاؤں کو قبول کر کے وہ خوارق دکھلاتا ہے جن سے دنیا

جو حقیقی خدادانی کے نتائج ہیں کبھی ان فلاسفروں کو میسر ہوئے ہیں یا اب میسر ہیں۔ کیا فلسفہ کی کتابوں کی ورق گردانی سے اس سچی معرفت کی امید ہے جو نفسانی جذبات سے آزاد کرتی اور محبت الٰہی دل میں بٹھاتی ہے میری دانست میں تو ہرگز نہیں فلسفہ کے علم کا انتہائی معراج تو یہی ہے کہ ایسا انسان جو صرف فلسفہ کا تابع ہے خدا اور رسول اور بہشت اور دوزخ سے بکلّی دست بردار ہو جائے اور تکبر اور رعونت اور نفس پرستی اختیار کر لیوے ان کے نزدیک اقرار وجود ذات مدبّر بالارادہ صرف ایک وہم اور صوم و صلوٰۃ تضیع اوقات اور فکر معاد مجنونانہ خیال ہے۔ یہی ان کی تو رگ و پے میں وہ باتیں پھیلی ہوئی ہیں جو ایک پُرزور انجن کی طرح ہر دم دہریّت کی طرف کھینچتی چلی جاتی ہیں اسلامی حکمت اور معرفت کا مرکز دائرہ وجود باری اور اس کا مدبّر بالارادہ ہونا اور اس کا واحد لاشریک ہونا ہے اور اسی کے مناسب حال ہمارے دین کے تمام مسائل ہیں اور فلسفیوں کی حکمت اور معرفت کا اصل مرکز دائرہ دہریت ہے اور اسی کے مناسب حال ان کی تمام تحقیقاتیں ہیں ہاں ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو صرف برائے نام

﴿۲۴۵﴾

حیران ہو جاتی ہے کرامت کیا چیز ہے؟ مومن کی دعا جو قبول ہو کر ایک نہایت مشکل اور بعید از عقل کام کو پورا کر دیتی ہے اور تمام خلقت کو ایک حیرت میں ڈالتی ہے پھر کیونکر کہا جائے کہ دعا قبول نہیں ہوتی نادان ہے وہ شخص جو ایسا خیال کرتا ہے، بے وقوف ہے وہ فلسفی جو ایسا سمجھتا ہے، یہ دعویٰ بے دلیل نہیں اس پر میرے پاس کھلے کھلے دلائل اور نہایت روشن براہین ہیں جو اپنی آنکھوں پر پٹی باندھتا ہے تا آفتاب نظر نہ آوے وہ کیونکر روشنی کو دیکھ سکتا ہے۔

اب یہ بھی یاد رہے کہ وہ اسلام جس کی خوبیاں ہم بیان کر چکے ہیں وہ ایسی چیز نہیں ہے جس کے ثبوت کے لئے ہم صرف گذشتہ کا حوالہ دیں اور محض قبروں کے نشان دکھلائیں اسلام مردہ مذہب نہیں تا یہ کہا جائے کہ اس کی سب برکات پیچھے رہ

بقیہ حاشیہ

خدا تعالیٰ کو علّت العلل سمجھتے ہیں لیکن اس کو مدبّر بالارادہ اور اپنی مخلوق میں متصرف اور عالم جمیع جزئیات کائنات یقین نہیں رکھتے اور کوئی اختیار یا تصرف اس کا عالم پر تسلیم نہیں کرتے سو وہ بھی درحقیقت دہریوں کے چھوٹے بھائی ہیں یہ سچ ہے کہ انسان جہاں سچائی دیکھے اس کو لے لے۔ لیکن ہمیں نہیں چاہیئے کہ مسموم کھانوں میں سے ایک کھانے کو اس خیال سے کھانے لگیں کہ غالباً اس میں زہر نہیں ہوگا یہ یقینی امر ہے کہ ہر یک شخص اپنے اصول کے موافق کلام کرتا ہے اور تمام جزئی مباحث اور تحقیقات پر اصول کا اثر پڑا ہوا ہوتا ہے۔ پھر جب کہ فلاسفروں کا اصل عقیدہ دہریت یا اسی کے قریب قریب ہے تو کیا امید ہو سکتی ہے کہ ان کے دوسرے مباحث میں جو اسی اصول کے زیر سلسلہ چلے جاتے ہیں کوئی صلاحیت اور رشد کی بات ہوگی اور خدائے تعالیٰ کے کلام نے ہمیں کون سی ضرورت اور حاجت ان کی طرف باقی رکھی ہے تا ہم دانستہ ایسی خطرناک راہ کو اختیار کریں جو ہمیشہ ہلاکت تک پہنچاتی رہی ہے ہر یک مسلمان پانچ

﴿۲۴۶﴾

گئی ہیں اور آگے خاتمہ ہے اسلام میں بڑی خوبی یہی ہے کہ اس کی برکات ہمیشہ اس کے ساتھ ہیں اور وہ صرف گذشتہ حصوں[1] کا سبق نہیں دیتا بلکہ موجودہ برکات پیش کرتا ہے دنیا کو برکات اور آسمانی نشانوں کی ہمیشہ ضرورت ہے یہ نہیں کہ پہلے تھیں اور اب نہیں ہیں ضعیف اور عاجز انسان جو اندھے کی طرح پیدا ہوتا ہے ہمیشہ اس بات کا محتاج ہے کہ آسمانی بادشاہت کا اس کو کچھ پتہ لگے اور وہ خدا جس کے وجود پر ایمان ہے اس کی ہستی اور قدرت کے کچھ آثار بھی ظاہر ہوں پہلے زمانہ کے نشان دوسرے زمانہ کے لئے کافی نہیں ہوسکتے کیونکہ خبر معائنہ کی مانند نہیں ہوسکتی اور امتداد زمانہ سے خبریں ایک قصہ کے رنگ میں ہوجاتی ہیں ہر یک نئی صدی جو آتی ہے تو گویا ایک نئی دنیا شروع ہوتی ہے اس لئے اسلام کا خدا جو

بقیہ حاشیہ

وقت اپنی نماز میں یہ دعا پڑھتا ہے کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اور خدا تعالیٰ نے آپ فرما دیا ہے کہ صراط مستقیم نبیوں کی راہ صدیقوں کی راہ شہیدوں کی راہ ہے پھر ہم سخت نادان ہوں گے اگر ہم ان راہوں کے طلب گار نہ ہوں جن کی طلب کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے اور فلسفیوں کے پیچھے بھٹکتے پھریں اور یہ خیال کہ ہم کو اپنے جمیع عقائد ایسے معقولی طور پر ثابت کر لینے چاہیں کہ جیسے ہندسہ اور حساب اور بعض حصے علوم طبعی کے ثابت ہیں کیونکہ انسان مکلّف بعقل ہے پس جو باتیں ہماری عقل سمجھ نہ سکے وہ قبول کرنے کے لائق نہیں ہیں یہ سخت مضر اور مہلک دھوکہ ہے کہ جو آپ کو لگا ہوا ہے اور اسی وجہ سے آپ کی یہ حالت ہے کہ آپ علم اور مذہب کو دو چیز رکھنا نہیں چاہتے بلکہ جمیع مسائل اور عقائد مذہب کو ایسا علم بنانا چاہتے ہیں جو ہندسہ اور حساب کی طرح یا اس سے بھی بڑھ کر ہو مگر افسوس کہ آپ یہ نہیں سوچتے کہ اگر علم دین اور دینی عقائد ایسے علوم بدیہہ میں سے ہوتے

---

[1] سہو کتابت ہے یہ لفظ ’’قصوں‘‘ معلوم ہوتا ہے۔

﴿۲۴۷﴾

سچا خدا ہے ہر یک نئی دنیا کے لئے نئے نشان دکھلاتا ہے اور ہر یک صدی کے سر پر اور خاص کر ایسی صدی کے سر پر جو ایمان اور دیانت سے دور پڑ گئی ہے اور بہت سی تاریکیاں اپنے اندر رکھتی ہے ایک قائم مقام نبی کا پیدا کر دیتا ہے جس کے آئینۂ فطرت میں نبی کی شکل ظاہر ہوتی ہے اور وہ قائم مقام نبی متبوع کے کمالات کو اپنے وجود کے توسط سے لوگوں کو دکھلاتا ہے اور تمام مخالفوں کو سچائی اور حقیقت نمائی اور پردہ دری کے رو سے ملزم کرتا ہے سچائی کی رو سے اس طرح کہ وہ سچے نبی پر ایمان نہ لائے پس وہ دکھلاتا ہے کہ وہ نبی سچا تھا اور اس کی سچائی پر آسمانی نشان یہ ہیں اور حقیقت نمائی کی رو سے اس طرح کہ اس نبی متبوع کے تمام مغلقات دین کا حل کر کے دکھلا دیتا ہے اور تمام شبہات اور اعتراضات کا استیصال کر دیتا

حاشیہ متعلقہ

کہ جیسے دو اور دو چار تو پھر کیا وجہ تھی کہ ان کے ماننے اور تسلیم کرنے سے ہمیں نجات کا وعدہ دیا جاتا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی بدیہی بات کے ماننے اور قبول کرنے سے نجات کو کیا تعلق ہے اگر میں یہ کہوں کہ میں نے مان لیا کہ اب تک جو ۳۰ رنومبر ۱۸۹۲ء ہے سیّد صاحب صحیح سالم زندہ موجود ہیں یا اگر میں قبول کرلوں کہ فی الواقع اتوار کے بعد پیر آتا ہے اور درحقیقت بیس۲۰ کا نصف دس۱۰ ہوتے ہیں تو کیا مجھے ان باتوں پر ایمان لانے اور مان لینے سے کسی ثواب کی توقع رکھنی چاہیئے پھر اگر مثلاً وجود ملائک کا اشیاء مشہودہ محسوسہ کی طرح ہوتا۔ مثلاً ایسا یقینی ہوتا کہ خدائے تعالیٰ آپ کو کوئی فرشتہ پکڑ کر دکھا دیتا اور آپ ملائک کو ہاتھوں سے ٹٹول لیتے اور آنکھوں سے دیکھ لیتے اور ایسا ہی بہشت کی نہریں اور حُور اور غِلمان آپ کو علی گڑھ میں بیٹھے ہوئے نظر آجاتیں اور شرابِ طہور کا کوئی پیالہ بھی پی لیتے۔ اور دوزخ بھی سامنے نظر آتا تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان تمام کھلم کھلے ثبوتوں کے بعد آپ کا آمنّا و صدّقنا کہنا کیا وزن رکھتا۔

﴿۲۴۸﴾ ہے۔ اور پردہ دری کے رو سے اس طرح کہ وہ مخالفوں کے تمام پردے پھاڑ دیتا ہے اور دنیا کو دکھلا دیتا ہے کہ وہ کیسے بے وقوف اور معارف دین کو نہ سمجھنے والے اور غفلت اور جہالت اور تاریکی میں گرنے والے اور جناب الٰہی سے دور و مہجور ہیں۔ اس کمال کا آدمی ہمیشہ مکالمہ الٰہیہ کا خلعت پا کر آتا ہے اور زکی اور مبارک اور مستجاب الدعوات ہوتا ہے اور نہایت صفائی سے ان باتوں کو ثابت کر کے دکھلا دیتا ہے کہ خدا ہے اور وہ قادر اور بصیر اور سمیع اور علیم اور مدبّر بالارادہ ہے اور درحقیقت دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اہل اللہ سے خوارق ظاہر ہوتے ہیں پس صرف اتنا ہی نہیں کہ وہ آپ ہی معرفت الٰہیہ سے مالا مال ہے بلکہ اس کے زمانہ میں دنیا کا ایمان عام طور پر دوسرا رنگ پکڑ لیتا ہے اور وہ تمام خوارق جن سے

بقیہ حاشیہ

میرے عزیز سیّد وقت گذرتا جاتا ہے جلد اس نازک اور ضروری مسئلہ کو سمجھ لو کہ مدار اجر ایمان پر ہے اور ایمان اسی طرز کے ماننے کا نام ہے کہ جب امور مسلّمہ چند قرائن سے تو ممکن الوجود نظر آویں مگر ہنوز مخفی اور مستور ہوں کیونکہ ایسے امور کے ماننے سے انسان خدا تعالیٰ کے نزدیک صادق ٹھہر جاتا ہے وجہ یہ کہ اس نے اس کے نبی اور رسول کی خبر کو مان لیا اور اس کے پیغمبر کو مخبر صادق سمجھ لیا سو اس صدق اور حسن ظن سے وہ بخشا جاتا ہے۔ اس دقیق بھید کو تلاش کرنا ہر یک عقل مند کا فرض ہے کہ خدائے تعالیٰ نے کیوں ایسا کیا کہ جن امور پر ایمان لانے کی تکلیف دی ان کو ایسا مخفی اور مستور رکھا کہ وہ اس دنیا کی عقل اور اس دنیا کی حکمت اور اس دنیا کے علم سے کھل نہیں سکتے مثلاً ایمانیات میں سے سب سے مقدم امر خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کے علیم اور حکیم اور قادر مطلق اور مدبّر بالارادہ اور واحد لاشریک اور ازلی ابدی اور ذوالعرش اور پھر ہر یک جگہ حاضر ناظر ہونے پر ایمان لانا ہے مگر بجز قیاسی باتوں اور خود تراشیدہ خیالات کے اور کونسا پتہ ان امور

دُنیا کے لوگ منکر تھے اور ان پر ہنستے تھے اور ان کو خلاف فلسفہ اور نیچر سمجھتے تھے یا اگر بہت نرمی کرتے تھے تو بطور ایک قصہ اور کہانی کے ان کو مانتے تھے اب اس کے آنے سے اور اس کے عجائبات ظاہر ہونے سے نہ صرف قبول ہی کرتے ہیں بلکہ اپنی پہلی حالت پر روتے اور تاسف کرتے ہیں کہ وہ کیسی نادانی تھی جس کو ہم عقلمندی سمجھتے تھے اور وہ کیسی بے وقوفی تھی جس کو ہم علم اور حکمت اور قانون قدرت خیال کرتے تھے غرض وہ خلق اللہ پر ایک شعلہ کی طرح گرتا ہے اور سب کو کم و بیش حسب استعدادات مختلفہ اپنے رنگ میں لے آتا ہے اگرچہ وہ اوائل میں آزمایا جاتا اور تکالیف میں ڈالا جاتا ہے اور لوگ طرح طرح کے دکھ اس کو دیتے اور طرح طرح کی باتیں اس کے حق میں کہتے ہیں اور انواع اقسام کے طریقوں سے ﴿۲۴۹﴾

بقیہ حاشیہ

کا عقل لگا سکتی ہے اور کیونکر ایسا شخص جو انکشاف حقیقت کا بھوکا پیاسا اور زندہ خدا کی معرفت چاہتا ہے عقل کے یکطرفہ اور ناکافی استدلالات پر مطمئن ہوسکتا ہے عقل انسانی ہزار سوچے اور گو لاکھ دفعہ زمین اور اجرام آسمانی کی پُرحکمت بناوٹ پر نظر غور کرے لیکن وہ یہ دعویٰ نہیں کرسکتی کہ اس عالم کا کوئی صانع ہے کیونکہ ایسا دعویٰ تو تب کرے کہ اس کو دیکھا بھی ہو اس کا کوئی پتہ بھی لگا ہو ہاں اگر عقل دھوکا نہ کھاوے اور دوسری طرف رخ نہ کرے تو یہ کہہ سکتی ہے کہ اس ترتیب محکم اور ترکیب ابلغ اور اس کاروبار پُرحکمت کا کوئی صانع ہونا چاہیئے مگر ہے اور ہونا چاہیئے میں جس قدر فرق ہے وہ ظاہر ہے اور یہ بات بھی بطور تنزل ہم نے بیان کی ہے ورنہ جنہوں نے خدا تعالیٰ کے وجود کا پتہ لگانے میں صرف اپنی عقل ہی کو امام بنایا اور فقط اسی کی رہبری سے کسی منزل تک پہنچنا چاہا تھا ان کو عقل نے جس جگہ پہنچایا ہے وہ یہی ہے کہ یا تو وہ لوگ آخر کار دہریہ ہوگئے اور یا خدا تعالیٰ کو ایسے ضعیف طور پر مانا جو نہ ماننے کے برابر تھا اب جب کہ خدا دانی کے مرتبہ پر ہی

﴿۲۵۰﴾ اسؔ کو ستاتے اور اس کی ذلّت ثابت کرنا چاہتے ہیں لیکن چونکہ وہ برہان حق اپنے ساتھ رکھتا ہے اس لئے آخر ان سب پر غالب آتا ہے اور اس کی سچائی کی کرنیں بڑے زور سے دنیا میں پھیلتی ہیں اور جب خدائے تعالیٰ دیکھتا ہے کہ زمین اس کی صداقت پر گواہی نہیں دیتی تب آسمان والوں کو حکم کرتا ہے کہ وہ گواہی دیں سو اس کے لئے ایک روشن گواہی خوارق کے رنگ میں دعاؤں کے قبول ہونے کے رنگ میں اور حقائق و معارف کے رنگ میں آسمان سے اترتی ہے اور وہ گواہی بہروں اور گونگوں اور اندھوں تک پہنچتی ہے اور بہتیرے ہیں جو اس وقت حق اور سچائی کی طرف کھینچے جاتے ہیں مگر مبارک وہ جو پہلے سے قبول کر لیتے ہیں کیونکہ ان کو بوجہ نیک ظن اور قوت ایمان کے صدیقوں کی شان کا ایک

عقل مندوں کا یہ حال ہوا اور بسم اللہ ہی غلط ہوئی تو پھر دوسرے امور غیبیہ کا عقل انسانی کو کچھ پتہ لگ جانا کیا امید رکھیں سو اس سوال کا جواب کہ یہ ایمانی امور کیوں مخفی رکھے گئے وہی ہے جو ابھی ہم لکھ چکے ہیں یعنی خدا تعالیٰ کی رحمت اور بخشش اور فضل نے ان امور مخفیہ کو انسان کی نجات کے لئے ایک راہ نکالی کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنی ہستی کو جو علّت العلل ہے اور اپنے ملائک کو جو باذنہٖ تعالیٰ مدبّرات امور ہیں اور روز قیامت کو جو تجلّی گاہِ قدرت تامہ ہے اور بہشت اور دوزخ اور حقیقت نبوت اور رسالت اور وحی کو عقلمندوں کی نظر سے پوشیدہ کیا اور اپنے امّی بندوں کو ان امور کی معرفت بخش کر اور تاج نبوت اور خلعت رسالت عطا فرما کر دعوت ایمان کے لئے دنیا میں بھیجا پھر جس نے ان کو مخبر صادق سمجھا اور جو ان کی باتوں پر ایمان لایا وہ مومن کہلایا اور نجات پا گیا اور جس نے دنیا کی عقل اور منطق کو اپنا قبلہ بنا کر چون و چرا کیا وہ مردود اور کافر اور خسر الدنیا والآخرۃ قرار پایا اور جہنم اس کا ٹھکانا ہوا لیکن اس جگہ کوئی یہ دھوکا نہ کھاوے کہ اس دعوت ایمان میں محض

بقیہ حاشیہ

﴿۲۵۱﴾ حصہ ملتا ہے اور اس کا فضل ہے جس پر چاہے کرے۔

اب اتمام حجّت کے لئے میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اسی کے موافق جو ابھی میں نے ذکر کیا ہے خدائے تعالیٰ نے اس زمانہ کو تاریک پاکر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راست بازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے کہ تا وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے اور تا اسلام کو ان لوگوں کے حملہ سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت اور اباحت اور شرک اور دہریّت کے لباس میں اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں سو اے حق کے طالبو سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ وقت وہی وقت نہیں ہے جس میں اسلام کے لئے آسمانی مدد کی ضرورت تھی

جبر اور تکلیف مالا یطاق ہے کیونکہ جیسا کہ ہم اس تالیف اور تالیفات سابقہ میں لکھ چکے ہیں ان ایمانی امور کے ساتھ ایسے **قرائن مرجحہ** بھی ہیں جو طالب حق کو تشفی بخشتے ہیں۔ اور عقل سلیم کے لئے قائم مقام دلائل و براہین ہو جاتے ہیں اور اوہام فسلفیہ کو کالعدم اور نابود کر دیتے ہیں۔ پھر جب کہ وہ ایسے شخص کے منہ سے نکلے جو بہت سے انوار سماوی اور برکات اور خوارق اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ تو ان انوار کو ملحوظ نظر رکھنے سے بلا شبہ ایک سلیم الفطرت آدمی کا یقین نُورٌ علیٰ نور ہو جاتا ہے سو ایمان کی یہی فلاسفی ہے جو میں نے بیان کی۔ خدا تعالیٰ کا کلام ہمیں یہی سکھلاتا ہے کہ تم ایمان لاؤ تب نجات پاؤ گے یہ ہمیں ہدایت نہیں دیتا کہ تم ان عقائد پر جو نبی علیہ السلام نے پیش کئے دلائل فلسفہ اور براہین یقینیہ کا مطالبہ کرو اور جب تک علوم ہندسہ اور حساب کی طرح وہ صداقتیں کھل نہ جائیں تب تک ان کومت مانو ظاہر ہے کہ اگر نبی کی باتوں کو **علوم حسیہ** کے ساتھ وزن کر کے ہی ماننا ہے تو وہ

﴿۲۵۲﴾ کیا ابھی تک تم پر یہ ثابت نہیں ہوا کہ گذشتہ صدی میں جو تیرھویں صدی تھی کیا کیا صدمات اسلام پر پہنچ گئے اور ضلالت کے پھیلنے سے کیا کیا ناقابل برداشت زخم ہمیں اٹھانے پڑے۔ کیا ابھی تک تم نے معلوم نہیں کیا کہ کن کن آفات نے اسلام کو گھیرا ہوا ہے۔ کیا اس وقت تم کو یہ خبر نہیں ملی کہ کس قدر لوگ اسلام سے نکل گئے کس قدر عیسائیوں میں جا ملے کس قدر دہریہ اور طبعیہ ہو گئے اور کس قدر شرک اور بدعت نے توحید اور سنت کی جگہ لے لی اور کس قدر اسلام کے ردّ کے لئے کتابیں لکھی گئیں اور دنیا میں شائع کی گئیں سو تم اب سوچ کر کہو کہ کیا اب ضرور نہ تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس صدی پر کوئی ایسا شخص بھیجا جاتا جو بیرونی حملوں کا مقابلہ کرتا اگر ضرور تھا تو تم دانستہ الٰہی نعمت کو ردّ مت کرو اور اس شخص سے منحرف مت ہو جاؤ

بقیہ حاشیہ

نبی کی متابعت نہیں بلکہ ہر یک صداقت جب کامل طور پر کھل جائے خود واجب التسلیم ٹھہرتی ہے خواہ اس کو ایک نبی بیان کرے خواہ غیر نبی بلکہ اگر ایک فاسق بھی بیان کرے تب بھی ماننا ہی پڑتا ہے جس خبر کو نبی کے اعتبار پر اور اس کی صداقت کو مسلّم رکھ کر ہم قبول کریں گے وہ چیز ضرور ایسی ہونی چاہیئے کہ گو عند العقل صدق کا بہت زیادہ احتمال رکھتی ہو مگر کذب کی طرف بھی کسی قدر نادانوں کا وہم جا سکتا ہو تا ہم صدق کی شق کو اختیار کر کے اور نبی کو صادق قرار دے کر اپنی نیک ظنی اور اپنی فراست دقیقہ اور اپنے ادب اور اپنے ایمان کا اجر پالیویں یہی لب لباب قرآن کریم کی تعلیم کا ہے جو ہم نے بیان کر دیا ہے لیکن حکماء اور فلاسفر اس پہلو پر چلے ہی نہیں اور وہ ہمیشہ ایمان سے لاپرواہ رہے اور ایسے علم کو ڈھونڈتے رہے جس کا فی الفور قطعی اور یقینی ہونا ان پر کھل جائے مگر یاد رہے کہ خدا تعالیٰ نے ایمان بالغیب کا حکم فرما کر مومنوں کو یقینی معرفت سے محروم رکھنا نہیں چاہا بلکہ یقینی معرفت کے حاصل کرنے کے لئے ایمان ایک زینہ ہے

جسؔ کا آنا اس صدی پر اس صدی کے مناسب حال ضروری تھا اور جس کی ابتدا سے نبی کریم نے خبر دی تھی اور اہل اللہ نے اپنے الہامات اور مکاشفات سے اس کی نسبت لکھا تھا ذرہ نظر اٹھا کر دیکھو کہ اسلام کو کس درجہ پر بلاؤں نے مجبور کرلیا ہے اور کیسے چاروں طرف سے اسلام پر مخالفوں کے تیر چھوٹ رہے ہیں اور کیسے کروڑ ہا نفسوں پر اس زہر نے اثر کردیا ہے یہ علمی طوفان یہ عقلی طوفان یہ فلسفی طوفان یہ مکر اور منصوبوں کا طوفان یہ فسق اور فجور کا طوفان یہ لالچ اور طمع دینے کا طوفان یہ اباحت اور دہریت کا طوفان یہ شرک اور بدعت کا طوفان جو ہے ان سب طوفانوں کو ذرہ آنکھیں کھول کر دیکھو اور اگر طاقت ہے تو ان مجموعہ طوفانات کی کوئی پہلے زمانہ میں نظیر بیان کرو اور ایمانًا کہو کہ حضرت آدم سے لے کر تا ایندم اس کی کوئی نظیر بھی ہے اور اگر نظیر

بقیہ حاشیہ

جس زینہ پر چڑھنے کے بغیر سچی معرفت کو طلب کرنا ایک سخت غلطی ہے لیکن اس زینہ پر چڑھنے والے معارف صافیہ اور مشاہدات شافیہ کا ضرور چہرہ دیکھ لیتے ہیں جب ایک ایماندار بحیثیت ایک صادق مومن کے احکام اور اخبار الٰہی کو محض اس جہت سے قبول کرلیتا ہے کہ وہ اخبار اور احکام ایک مخبر صادق کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ نے اس کو عطا فرمائے ہیں تو عرفان کا انعام پانے کے لئے مستحق ٹھہر جاتا ہے اسی لئے خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے یہی قانون ٹھہرا رکھا ہے کہ پہلے وہ امور غیبیہ پر ایمان لا کر فرمانبرداروں میں داخل ہوں اور پھر عرفان کا مرتبہ عطا کر کے سب عقدے ان کے کھولے جائیں لیکن افسوس کہ جلد باز انسان ان راہوں کو اختیار نہیں کرتا خدا تعالیٰ کا قرآن کریم میں یہ وعدہ ہے کہ جو شخص ایمانی طور پر نبی کریم کی دعوت کو مان لیوے تو وہ اگر مجاہدات کے ذریعہ سے ان کی حقیقت دریافت کرنا چاہے وہ اس پر بذریعہ کشف اور الہام کے کھولے جائیں گے اور اُسی کے ایمان کو عرفان کے درجہ تک پہنچایا جائے گا اور اس وعدہ کا صدق ہمیشہ راست بازوں

﴿۲۵۴﴾ نہیںؔ تو خدائے تعالیٰ سے ڈرو اور حدیثوں کے وہ معنے کرو جو ہو سکتے ہیں واقعات موجودہ کو نظر انداز مت کرو تا تم پر کھل جائے کہ یہ تمام ضلالت وہی سخت دجّالیت ہے جس سے ہر یک نبی ڈراتا آیا ہے جس کی بنیاد اس دنیا میں عیسائی مذہب اور عیسائی قوم نے ڈالی جس کے لئے ضرور تھا کہ مجدّد وقت مسیح کے نام پر آوے کیونکہ بنیاد فساد مسیح کی ہی امت ہے اور میرے پر کشفاً یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ زہرناک ہوا جو عیسائی قوم سے دنیا میں پھیل گئی حضرت عیسیٰ کو اس کی خبر دی گئی تب ان کی روح روحانی نزول کے لئے حرکت میں آئی اور اس نے جوش میں آکر اور اپنی امت کو ہلاک[1] کا مفسدہ پرداز پاکر زمین پر اپنا قائم مقام اور شبیہہ چاہا جو اس کا ایسا ہم طبع ہو کہ گویا وہی ہو سو اس کو خدائے تعالیٰ نے وعدہ کے موافق ایک شبیہ عطا کی اور اس میں مسیح کی ہمت اور سیرت

بقیہ حاشیہ

پر جو مجاہدات سے خدا تعالیٰ کو ڈھونڈھتے ہیں ظاہر ہو جاتا ہے۔ غرض جو بات مومنوں کی معمولی سمجھ سے برتر ہے اس کے دریافت کرنے کی یہ راہ نہیں ہے کہ وہ فرقہ ضالہ فلاسفروں کے دست نگر ہوں اور گم گشتہ سے راہ پوچھیں بلکہ ان کے لئے صدق اور صبر سے عرفان کا مرتبہ عطا کیا جاتا ہے جس مرتبہ پر پہنچ کر تمام عقدے ان کے حل ہو جاتے ہیں۔

اِس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بے دل نہیں ہونا چاہیئے کہ اب کیا کریں یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلّت کے ساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں۔ کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔ میں شکر نعمت کے

[1] مطابق ایڈیشن اول۔ یہ سہو کتابت ہے درست لفظ ہلاکت ہے۔ (ناشر)

﴿۲۵۵﴾ اُور روحانیت نازل ہوئی اور اس میں اور مسیح میں بشدّت اتّصال کیا گیا گویا وہ ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے بنائے گئے اور مسیح کی توجہات نے اُس کے دل کو اپنا قرارگاہ بنایا اور اُس میں ہو کر اپنا تقاضا پورا کرنا چاہا پس ان معنوں سے اس کا وجود مسیح کا وجود ٹھہرا اور مسیح کے پُرجوش ارادات اس میں نازل ہوئے جن کا نزول الہامی استعارات میں مسیح کا نزول قرار دیا گیا یاد رہے کہ یہ ایک عرفانی بھید ہے کہ بعض گذشتہ کاملوں کا ان بعض پر جو زمین پر زندہ موجود ہوں عکس توجہ پڑ کر اور اتحاد خیالات ہو کر ایسا تعلق ہو جاتا ہے کہ وہ ان کے ظہور کو اپنا ظہور سمجھ لیتے ہیں اور ان کے ارادات جیسے آسمان پر ان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں ویسا ہی باذنہٖ تعالیٰ اس کے دل میں جو زمین پر ہے پیدا ہو جاتے ہیں اور ایسی روح جس کی حقیقت کو اس آدمی سے جو زمین پر ہے متحد کیا جاتا ہے ایک ایسا ملکہ رکھتی ہے

طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے جس علم کی رو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کو جہالتیں ثابت کر دے گا اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہے ہیں اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں۔ یہ اقبال روحانی ہے اور فتح بھی روحانی تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو اس کی الٰہی طاقت ایسا ضعیف کرے کہ کالعدم کر دیوے میں متعجب ہوں کہ آپ نے کس سے اور کہاں سے سن لیا اور کیونکر سمجھ لیا کہ جو باتیں اس زمانہ کے فلسفہ اور سائنس نے پیدا کی ہیں وہ اسلام پر غالب ہیں حضرت خوب یاد رکھو کہ اس فلسفہ کے پاس تو صرف عقلی استدلال کا ایک ادھورا سا ہتھیار ہے اور اسلام کے پاس یہ بھی کامل طور پر اور دوسرے کئی آسمانی ہتھیار ہیں پھر اسلام کو اس کے حملہ سے کیا خوف پھر نہ معلوم کہ آپ اس قدر اس فلسفہ سے

﴿۲۵۶﴾ کہ جب چاہے پورے طور پر اپنے ارادات اس میں ڈالتی رہے اور ان ارادات کو خدا تعالیٰ اس دل سے اس دل میں رکھ دیتا ہے غرض یہ سنت اللہ ہے کہ کبھی گذشتہ انبیاء و اولیاء اس طور سے نزول فرماتے ہیں اور **ایلیا** نبی نے **یحییٰ** نبی میں ہو کر اسی طور سے نزول کیا تھا سو مسیح کے نزول کی سچی حقیقت یہی ہے جو اس عاجز پر ظاہر کی گئی اور اگر اب بھی کوئی باز نہ آوے تو میں مباہلہ کے لئے طیار ہوں پہلے صرف اس وجہ سے میں نے مباہلہ سے اعراض کیا تھا کہ میں جانتا تھا کہ مسلمانوں سے ملاعنہ جائز نہیں مگر اب مجھ کو بتلایا گیا کہ جو مسلمان کو کافر کہتا ہے اور اس کو اہل قبلہ اور کلمہ گو اور عقائد اسلام کا معتقد پا کر پھر بھی کافر کہنے سے باز نہیں آتا وہ خود دائرہ اسلام سے خارج ہے سو میں مامور ہوں کہ ایسے لوگوں سے جو **ائمة التکفیر** ہیں اور مفتی اور مولوی اور محدّث

بقیہ حاشیہ

کیوں ڈرتے ہیں اور کیوں اس کے قدموں کے نیچے گرے جاتے ہیں اور کیوں قرآنی آیات کو تاویلات کے شکنجہ پر چڑھا رہے ہیں۔ افسوس کہ جن باتوں میں سے ایک بات کو بھی ماننا اِس امر کو مستلزم ہے کہ اسلام کے سارے عقائد سے انکار کیا جائے ان باتوں کا ایک ذخیرہ کثیرہ آپ نے مان لیا ہے اور طرفہ یہ کہ باوجود انکار معجزات، انکار ملائک، انکار اخبار غیبیہ، انکار وحی، انکار اجابت دعا وغیرہ انکارات کے آپ جا بجا یہ بھی مانتے گئے کہ قرآن برحق، رسول برحق، اسلام برحق اور مخالف اِس کے سب باطل تو اِن متضاد خیالات کے جمع ہونے کی وجہ سے آپ کی تالیفات اُس عجیب حیوان کی مانند ہو گئیں کہ جو ایسا فرض کیا جائے کہ جس کا منہ آدمی کا ہو اور دُم بندر کی اور کھال بکرے کی اور پنجے بھیڑیئے کے اور دانت ہاتھی کے کھانے کے اور دِکھانے کے اور پھر نہایت افسوس کہ جگہ یہ ہے کہ شیعوں کی طرح آپ کے کلام میں تقیّہ بھی پایا جاتا ہے چنانچہ اپنی بعض رایوں کے بیان کرنے میں آپ ایک ایسی ذوالوجوہ بات بیان کر جاتے ہیں جس کا کچھ ماحصل معلوم نہیں ہوتا اور شُتر مُرغ کی طرح

کہلاتے ہیں اور ابناء اور نساء بھی رکھتے ہیں مباہلہ کروں اور پہلے ایک عام مجلس میں ایک مفصل تقریر کے ذریعہ سے اُن کو اپنے دلائل سمجھا دوں اور اُسی مجلس میں اُن کے تمام الزامات اور شبہات کا جو اُن کے دل میں خلجان کرتے ہیں جواب بھی دے دوں اَور پھر اگر کافر کہنے سے باز نہ آویں تو اُن سے مباہلہ کروں مباہلہ اِس بنا پر نہیں ہوگا کہ وہ اپنے اصطلاحی نام اہل سنت والجماعت سے مجھ کو باہر کیوں سمجھتے ہیں کیونکہ اس سے تو مجھ کو کچھ بھی رنج نہیں جب مَیں دیکھتا ہوں کہ ایک غیر مُقلد جو اپنے تئیں اہل حدیث کہلاتا ہے ائمہ اربعہ کے مُقلدین کا نام بدعتی اور فیج اعوج رکھتا ہے اور صحابہ کرام کے طریق سے اُن کو باہر سمجھتا ہے اور جماعت سلف کا اُن کو مخالف خیال کرتا ہے ایسا ہی ایک مثلاً حنفی تمام موحدین غیر مقلّدین کو ﴿۲۵۷﴾

آپ کا کلام دونوں صورتوں کی گنجائش رکھتا ہے شتر کی بھی اور مرغ کی بھی۔ شاید آپ اپنے اسی پہلے عذر کو جو ابھی میں ردّ کر چکا ہوں دوہرا کر کہیں کہ اس قسم کی تالیفات کی زمانہ کو ضرورت تھی اور شاید آپ کا یہ خیال ہو کہ اگر کسی فتنہ میں تمام مال غارت ہوتا دیکھیں تو یہ کچھ بری بات نہیں کہ اگر کچھ تھوڑا سا نقصان اٹھا کر بڑے نقصان سے بچ سکیں تو بچنے کی کوشش کریں کیونکہ تھوڑے کا ہاتھ سے جانا اس سے بہتر ہے کہ سارا جائے لیکن یہ تمام خیالات آپ کے قلّت تدبر سے ہوں گے۔ آپ کو یاد رہے کہ قرآن کا ایک نقطہ یا شعشہ بھی اوّلین اور آخرین کے فلسفہ کے مجموعی حملہ سے ذرہ سے نقصان کا اندیشہ نہیں رکھتا وہ ایسا پتھر ہے کہ جس پر گرے گا اس کو پاش پاش کرے گا اور جو اس پر گرے گا وہ خود پاش پاش ہو جائے گا پھر آپ کو دب کر صلح کرنے کی کیوں فکر پڑ گئی آپ نے اسلام کے لئے بجز اس کے اور کیا کیا ہے کہ فلسفہ موجودہ کے بہت سے باطل خیالات کو مان لیا اور اس کتاب کو جس کے ایک ایک حرف

﴿۲۵۸﴾

بد مذہب اور سنت جماعت کے احاطہ سے باہر یقین رکھتا ہے تو پھر مجھے کیوں افسوس کرنا چاہیئے کہ میں کیوں سنت جماعت سے باہر کیا جاتا ہوں درحقیقت اہل سنت والجماعت کہلانا آج کل کسی خاص فرقہ کا حق تسلیم نہیں کیا گیا ہر یک اپنے زعم میں اہل سنت ہے اور دوسروں کو اس سے خارج کر رہا ہے پس یہ کچھ ایسا جھگڑا نہیں جس کا عنداللہ بہت قدر ہو مگر جزئیات کے اختلاف کی وجہ سے کسی کو جھٹ پٹ کافر کہہ دینا اور ہمیشہ کے جہنم کا سزاوار اس کو ٹھہرانا یہ امر درحقیقت عنداللہ کوئی سہل اور معمولی بات نہیں بلکہ بہت ہی بڑا ہے اور جائے تعجب ہے کہ ایک شخص کلمہ گو ہو اور اہل قبلہ اور موحّد اور اللہ اور رسول کو ماننے والا اور ان سے سچی محبت رکھنے والا اور قرآن پر ایمان لانے والا ہو اور پھر کسی جزئی اختلاف کی وجہ سے وہ ایسا

بقیہ حاشیہ

سے شان خدا نظر آتی ہے۔ فلاسفروں کے خیالات کے تابع کرنا چاہا اور گر گر صلح کے لئے مجبوری ظاہر کی سو میرے خیال میں آپ کی یہ کارروائیاں اس زمانہ کے دجّالی فتنوں سے بچا نہیں سکتیں بلکہ اس کی شاخوں میں سے یہ بھی ایک شاخ ہے کیونکہ آپ نے اسلامی قلعہ کے اندر ہو کر دشمنوں کے لئے دروازہ کھول دیا اور مسلمانوں کے ہاتھ پاؤں باندھنے میں کوشش کی تا دشمن بآرام وامن اس شہر میں داخل ہو کر جس طرح چاہیں دست برد کریں اور مسلمان کچھ ہاتھ پیر نہ ہلا سکیں مگر میری یہی رائے ہے کہ آپ نے یہ طریق عمداً اختیار نہیں کیا۔ بلاشبہ آپ کی نیت بخیر ہوگی۔ کیونکہ آپ کی تالیفات سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ آپ کے اسلامی خیر خواہ ہونے میں شک نہیں گو آپ کی خیر اندیشی درحقیقت بد اندیشی کا کام دے گئی اور یہ قوم کی بدقسمتی ہے کہ ایک مصلح کے پیرایہ میں وہ ضرر آپ سے مسلمانوں کو پہنچ گیا کہ شاید کوئی مفسد بالجہر بھی ایسا ضرر نہ پہنچا سکتا۔ شاید آپ یہ عُذر پیش کریں کہ اس طریق کے اختیار کرنے میں ایک

﴿۲۵۹﴾ کافر ٹھہر جائے کہ یہود نصاریٰ کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر شمار ہو اور میاں نذیر حسین اور شیخ بطالوی اِس بات پر راضی ہوں کہ وہ نہ صرف کافر بلکہ اس کا نام اکفر رکھا جائے یعنی ہمیشہ کی جہنم سے بھی اس کی سزا کچھ زیادہ ہو اہل علم جانتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بڑے بڑے اختلاف تھے اور ان میں سے کوئی بھی اختلاف سے بچ نہیں سکا نہ صدیق نہ فاروق نہ دوسرا کوئی صحابی بلکہ مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ باوجود اپنی اس جلالت وشان کے جو علماء میں مسلّم ہے دینی امور میں تمام جماعت صحابہ سے پچاس مسئلہ میں مخالف تھے اور یہ مخالفت اس کمال تک پہنچ گئی تھی کہ بعض ایسے امور کو وہ حلال جانتے تھے جن کو دوسرے صحابہ حرام قطعی بلکہ صریح فسق سمجھتے تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما اور ان کے گروہ کے لوگ معراج اور رویت باری کے بارے میں دوسرے صحابہ سے بکلّی مخالف تھے مگر کوئی کسی کو کافر نہیں کہتا تھا مگر یہ زمانہ ایک

بقیہ حاشیہ

حکمت عملی تھی اور وہ یہ کہ آپ نے ایسے وقت میں یہ تالیفات کیں کہ جب مغربی علوم کے بداثر بہت قوت سے دنیا میں پھیلتے جاتے تھے اور طوفان ضلالت بہت طغیانی پر تھا تو آپ نے نجاست خوروں کے لئے ایک نجاست بطور غذا کے پیش کر دی تا وہ اسلام سے باہر نہ جائیں نجاست کھائیں بارے اسلام میں تو رہیں پس آپ کی نسبت بعض کا یہ مقولہ شاید کسی قدر ٹھیک ہو کہ اگر ایسے لوگوں کے لئے سید صاحب ایسی غذا پیش نہ کرتے تو خدا معلوم وہ کن حیوانات کی قطار میں مل جاتے اگر آپ کی یہی نیت تھی تو پھر بھی میرے نزدیک غلطی سے خالی نہیں کیونکہ آپ کسی کے بد مادہ کو اس کے تقاضائے ظہور سے روک نہیں سکتے۔ اللہ جلّ شانہ فرماتا ہے۔ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ[1] یعنی ہر یک شخص اپنی فطرت کے موافق عمل کرتا ہے انسان کو چاہیئے کہ مسائل صحیحہ کا معلم ہو چاہے کوئی ان کو قبول کرے یا رد کرے۔ یہی طریق انبیاء ہے نہ یہ کہ دوسرے کو اندھا دیکھ کر اپنی آنکھ بھی پھوڑے۔ شاید آپ کے دل میں یہ عذر

[1] بنی اسرآئیل: ۸۵

﴿۲۶۰﴾ ایسا زمانہ آیا کہ مولویوں نے اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہہ دینا اور ہمیشہ کے لئے جہنمی قرار دے دینا ایک ایسی سہل بات سمجھ لی کہ جیسے کوئی پانی کا گھونٹ پی لے اسی پرانی عادت کی وجہ سے عاجز کو بھی انہوں نے کافر ٹھہرایا سو اب میں مامور ہوں جو انہیں لوگوں سے جو **ائمة التکفیر** ہیں یعنی نذیر حسین دہلوی اور شیخ محمد حسین بطالوی اور جو ان کے ہم مرتبہ اور ہم خیال ہیں مباہلہ کی درخواست کروں لہٰذا اس فرض سے سبکدوش ہونے کے لئے ان **ائمة التکفیر** کے نام پر مباہلہ کا اشتہار ذیل میں شائع کیا جاتا ہے۔

بھی مخفی ہو کہ اس نئے فلسفہ کے طوفان کے وقت اسلام کی کشتی خطرناک حالت میں تھی اور گو وہ کشتی جواہرات اور نفیس مال و متاع سے بھری ہوئی تھی مگر چونکہ وہ تہلکہ انگیز طوفان کے نیچے آ گئی تھی اس لئے اس ناگہانی بلا کے وقت یہی مصلحت تھی اور اس کے بغیر کوئی اور چارہ نہیں تھا کہ کسی قدر وہ جواہرات اور نفیس مال کی گٹھڑیاں دریا میں پھینک دی جائیں اور جہاز کو ذرا ہلکا کر کے جانوں کو بچا لیا جائے لیکن اگر آپ نے اس خیال سے ایسا کیا تو یہ بھی خودروی کی ایک گستاخانہ حرکت ہے جس کے آپ مجاز نہیں تھے اس کشتی کا ناخدا خداوند تعالیٰ ہے نہ آپ وہ بار بار وعدہ کر چکا ہے کہ ایسے خطرات میں یہ کشتی قیامت تک نہیں پڑے گی اور وہ ہمیشہ اس کو طوفان اور باد مخالف سے آپ بچاتا رہے گا۔ جیسا کہ فرماتا ہے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ[1] یعنی ہم نے ہی اس کلام کو اتارا اور ہم ہی اس کو بچاتے رہیں گے۔ سو آپ کو چاہیئے تھا کہ آپ اس ناخدا کی غیبی ہدایت کی انتظار کرتے اور دلی یقین سے سمجھتے کہ اگر طوفان آ گیا ہے تو اب اس ناخدا کی مدد بھی نزدیک ہے جس کا نام خدا ہے جو مالک جہاز بھی ہے اور ناخدا بھی، پس چاہیئے تھا کہ ایسی بے رحمی اور جرأت نہ کرتے اور آپ ہی خود مختار بن کر بے بہا جواہرات کے صندوق اور زر خالص کی تھیلیاں اور نفیس اور قیمتی پارچات

[1] الحجر:۱۰

﴿۲۶۱﴾

مباہلہ کے لئے اشتہار

اُن تمام مولویوں اور مفتیوں کی خدمت میں جو اس عاجز کو جزئی اختلافات کی وجہ سے یا اپنی نافہمی کے باعث سے کافر ٹھہراتے ہیں عرض کیا جاتا ہے کہ اب میں خدا تعالیٰ سے مامور ہو گیا ہوں کہ تا میں آپ لوگوں سے مباہلہ کرنے کی درخواست کروں اس طرح پر کہ اول آپ کو مجلس مباہلہ میں اپنے عقائد کے دلائل از روئے قرآن و حدیث کے سناؤں اگر پھر بھی آپ لوگ تکفیر سے باز نہ آویں تو اسی مجلس میں مباہلہ کروں سو میرے پہلے مخاطب میاں نذیر حسین دہلوی

حاشیہ در حاشیہ

کی گٹھڑیاں دریا میں نہ پھینکتے۔ خیر ہر چہ گذشت گذشت اب میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں اور بشارت پہنچاتا ہوں کہ اس نا خدا نے جو آسمان اور زمین کا خدا ہے زمین کے طوفان زدوں کی فریاد سن لی۔ اور جیسا کہ اس نے اپنی پاک کلام میں طوفان کے وقت اپنے جہاز کو بچانے کا وعدہ کیا ہوا تھا وہ وعدہ پورا کیا اور اپنے ایک بندہ کو یعنی اس عاجز کو جو بول رہا ہے اپنی طرف سے مامور کر کے وہ تدبیریں سمجھا دیں جو طوفان پر غالب آویں اور مال و متاع کے صندوقوں کو دریا میں پھینکنے کی حاجت نہ پڑے۔ اب قریب ہے جو آسمان سے یہ آواز آوے کہ قِيۡلَ يٰۤاَرۡضُ ابۡلَعِىۡ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقۡلِعِىۡ وَغِيۡضَ الۡمَآءُ وَقُضِىَ الۡاَمۡرُ وَاسۡتَوَتۡ عَلَى الۡجُوۡدِىِّ [1] مگر ابھی تو طوفان زور میں ہے اسی طوفان کے وقت خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو مامور کیا اور فرمایا۔ **واصنع الفلک باعیننا و وحینا** یعنی تو ہمارے حکم سے اور ہماری آنکھوں کے سامنے کشتی طیار کر اس کشتی کو اس طوفان سے کچھ خطرہ نہ ہوگا اور خدائے تعالیٰ

[1] ھود:۴۵

﴿۲۶۲﴾

ہیں اور اگر وہ انکار کریں تو پھر شیخ محمد حسین بطالوی اور اگر وہ انکار کریں تو پھر بعد اس کے وہ تمام مولوی صاحبان جو مجھ کو کافر ٹھہراتے اور مسلمانوں میں سرگروہ سمجھے جاتے ہیں اور میں ان تمام بزرگوں کو آج کی تاریخ سے جو دہم دسمبر ۱۸۹۲ء ہے چار ماہ تک مہلت دیتا ہوں اگر چار ماہ تک ان لوگوں نے مجھ سے بشرائط متذکرہ بالا مباہلہ نہ کیا اور نہ کافر کہنے سے باز آئے تو پھر اللہ تعالیٰ کی حجت ان پر پوری ہوگی میں اول یہ چاہتا تھا کہ وہ تمام بے جا الزامات جو میری نسبت ان لوگوں نے قائم کر کے موجب کفر قرار دیئے ہیں اس رسالہ میں ان کا جواب شائع کروں لیکن بباعث بیمار ہو جانے کاتب اور حرج واقع ہونے کے ابھی تک وہ حصہ طبع نہیں ہوسکا سو میں مباہلہ کی

کا ہاتھ اس پر ہوگا سو وہ خالص اسلام کی کشتی یہی ہے جس پر سوار ہونے کے لئے میں لوگوں کو بلاتا ہوں اگر آپ جاگتے ہو تو اٹھو اور اس کشتی میں جلد سوار ہو جاؤ کہ طوفان زمین پر سخت جوش کر رہا ہے اور ہر یک جان خطرہ میں ہے اگر آپ انصاف پسند ہوں تو سب سے پہلے آپ اس طوفان کے وجود کا اقرار کر سکتے ہیں بلکہ آپ نے تو کئی جگہ اقرار کر دیا ہے کہ اسلام کی کشتی کو طوفان سے بچانے کا وعدہ جو قرآن کریم میں موجود ہے اس طوفان اور اس وعدہ کا زمانہ یہی ہے ایسے طوفان کا زمانہ اس امت پر کبھی نہیں آیا جواب آ گیا دنیا نے کبھی علم اور مذہب کی وہ لڑائیاں نہ دیکھیں جواب ہو رہی ہیں کبھی کسی پرانے طبعی اور فلسفہ نے اسلام کا ایسا نقش مٹانا نہ چاہا جو حال کا سائنس مٹانے کی فکر میں ہے کون اس درجہ کی عقلی اور علمی رہزنیوں کا پہلے زمانوں میں کوئی نشان دے سکتا ہے جن کو اب ہم بچشم خود دیکھ رہے ہیں کس کی یہ طاقت ہے کہ اس معقولی طوفان کا نمونہ کسی پہلے وقت میں دکھاوے جس کو اب ہم دن رات مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ان

مجلس میں وہ مضمون بہرحال سنا دوں گا اگر اس وقت طبع ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو۔ لیکن یاد رہے کہ ہماری طرف سے یہ شرط ضروری ہے کہ تکفیر کے فتویٰ لکھنے والوں نے جو کچھ سمجھا ہے اول اس تحریر کی غلطی ظاہر کی جائے اور اپنی طرف سے دلائل شافیہ کے ساتھ اتمام حجت کیا جائے اور پھر اگر باز نہ آویں تو اسی مجلس میں مباہلہ کیا جائے اور مباہلہ کی اجازت کے بارے میں جو کلام الٰہی میرے پر نازل ہوا وہ یہ ہے۔ ﴿۲۶۳﴾

نظر اللّٰہ الیک معطّرا. و قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا

بقیہ حاشیہ

دقیق در دقیق فلسفیانہ اور دہریانہ حملوں کی پہلے وقتوں میں کہاں نظیر مل سکتی ہے اور ان پیچ در پیچ عاقلانہ ہنگاموں کا قرون گزشتہ میں کہاں پتہ لگ سکتا ہے اس قسم کی علمی اور عقلی آفات کسی پہلے زمانہ میں کہاں ہیں جن کا اب اسلام کو سامنا ہوا ہے کب اور کس وقت ایسی مشکلات کسی پہلے زمانہ میں بھی پیش آئی تھیں جو اب پیش آ رہی ہیں۔ کیا آپ کو اس بات کا اقرار نہیں کہ یہ اشدّ درجہ کے علمی مباحث کی مصیبتیں اور صعوبتیں جو اب اسلام پر وارد ہیں اس کے پہلے زمانوں میں ایسی مصیبتیں کبھی وارد نہیں ہوئیں اور نہ آدم سے لے کر ایں دم تک اس کی کوئی نظیر پائی جاتی ہے۔ کیا آپ اس بات کو نہیں مانتے کہ اس فلسفہ اور سائنس کی بلا اس بلا سے ہزار ہا درجہ شدت اور غلاظت میں بڑھ کر ہے جو یونانیوں کے علوم سے اسلامی ملکوں میں پھیلی تھی کیا آپ اس امر واقعہ کو تسلیم نہیں کرتے کہ یہ دشمن جواَب پیدا ہوا ہے اپنی قوّت بازو میں ان تمام دشمنوں کے مجموعہ سے بڑھ کر ہے جو متفرق زمانوں میں

﴿۲۶۴﴾

قال انّی اعلم ما لا تعلمون. قالوا کتاب ممتلیٌٔ من الکفر والکذب قل تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم ثم نبتھل

پیدا ہوتے رہے ہیں پھر آپ اس اقرار سے کہاں بھاگ سکتے ہیں کہ وہ پاک وعدہ جس کو یہ پیارے الفاظ ادا کر رہے ہیں کہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔[1] وہ انہیں دنوں کے لئے وعدہ ہے جو بتلا رہا ہے کہ جب اسلام پر سخت بلا کا زمانہ آئے گا اور سخت دشمن اس کے مقابل کھڑا ہوگا اور سخت طوفان پیدا ہوگا تب خدائے تعالیٰ آپ اس کا معالجہ کرے گا اور آپ اس طوفان سے بچنے کے لئے کوئی کشتی عنایت کرے گا وہ کشتی اس عاجز کی دعوت ہے اگر کوئی سن سکتا ہے تو سنے آپ احادیث نبویہ کے تو سرے سے انکاری ہیں پھر ہر ایک صدی پر مجدّد آنے کی حدیث آپ کے سامنے پیش کرنا فضول ہے آپ کیوں اس کو قبول کریں گے اس سے تو فراغت ہے مگر میں آپ کو اسی آیت موصوفہ بالا اور اسی کی مانند اور کئی آیتوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو میں نے اس بحث کے موقعہ پر اسی کتاب میں لکھی ہیں۔ حضرت یہ وہ زمانہ ہے اور یہ وہ آفات ہیں کہ جن کے لئے ضرور تھا کہ عنایت ازلی آپ ہی توجہ کرتی قرآن کریم اسی زمانہ کی بلاؤں کی طرف

بقیہ حاشیہ

[1] الحجر: ۱۰

فَنَجعل لعنة اللّٰه علی الکاذبین۔

یعنی خدا تعالیٰ نے ایک معطّر نظر سے تجھ کو دیکھا اور بعض لوگوں نے اپنے دلوں میں کہا کہ اے خدا کیا تو زمین پر ایک ایسے شخص کو قائم کر دے گا کہ جو دنیا میں فساد پھیلاوے تو خدا تعالیٰ نے ان کو جواب دیا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے اور ان لوگوں نے کہا کہ اس شخص کی کتاب ایک ایسی کتاب ہے جو کذب اور کفر سے بھری ہوئی ہے سو ان کو کہہ دے کہ آؤ ہم اور تم معہ اپنی عورتوں اور بیٹوں اور عزیزوں کے مباہلہ کریں پھر ان پر لعنت کریں جو کاذب ہیں۔

بقیہ حاشیہ

اشارہ کر کے فرماتا ہے کہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ.[1] یعنی ہم نے ہی اس کلام کو اتارا اور ہم ہی اس کی عزت اور اس کی عظمت اور اس کی تعلیم کو دشمنوں کے حملوں سے بچائیں گے پہلے وہ زمانے تھے کہ اسلام کی ظاہری تلوار نے بہت سی فضول بحثوں سے فراغت کر رکھی تھی اور ظالم اور شریر طبع لوگوں کے لئے ان کے مناسب حال تدارک موجود تھا اور عہد نبوت بھی قریب تھا اور مسلمانوں میں تقویٰ اور طہارت اور سچی ہمدردی اسلام کی موجود تھی اب یہ سب کچھ ندارد اور اب اسلام جیسا روئے زمین میں کوئی غریب اور یتیم اور مسکین نہیں اکثر اہل مقدرت اپنی عیاشیوں میں مصروف اور ان کو اپنی دنیا کی عمارتوں کے بنانے اور اپنی لذّات کے سامان طیار کرنے یا کسی قدر ننگ و ناموس کے لئے مال خرچ کرنے سے فراغت نہیں اور مولوی لوگ اپنے نفسانی جھگڑوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور دعوت اسلام کی نہ لیاقت رکھتے ہیں نہ اس کا کچھ جوش نہ اس کی کچھ پروا اگر ان سے کچھ ہوسکتا ہے تو صرف اس قدر کہ اپنی ہی قوم اور اپنے ہی بھائیوں اور اپنے جیسے مسلمانوں اور اپنے جیسے

[1] الحجر:۱۰

﴿۲۶۶﴾

یہ وہ اجازت مباہلہ ہے جو اس عاجز کو دی گئی۔ لیکن ساتھ اس کے جو بطور تبشیر کے اور الہامات ہوئے ان میں سے بھی کسی قدر لکھتا ہوں اور وہ یہ ہیں۔
یوم یجیء الحق و یُکْشَف الصدق و یخسر الخاسرون. انت معی و انا معک و لا یعلمها الا المسترشدون نرد الیک الکرّۃ الثانیۃ و نبدلنّک من بعد خوفک اَمنا. یأتی قمر الانبیاء. و امرک یتأتّٰی یسر اللّٰہ وجھک و یُنِیرُ برھانک. سیولد لک الولد و یُدْنٰی منک الفضل انّ نوری قریب و قالو انّٰی لک ھذا قل ھو اللّٰہ عجیب. و لا تیئس من روح اللّٰہ. انظر الی یوسف و اقبالہ. قد جاء وقت الفتح والفتح اقرب. یخرّون علی المساجد ربنا اغفرلنا اِنّا کنا خاطئین. لا تثریب علیکم الیوم

کلمہ گو یوں اور اپنے جیسے اہل قبلہ کو کافر قرار دیں دجّال کہیں اور بے ایمان نام رکھیں اور فتویٰ لکھیں کہ ان سے ملنا جائز نہیں اور ان کا جنازہ پڑھنا روا نہیں یہ ایسے ہیں اور ویسے ہیں اور کیا کیا ہیں۔

اور اس وقت کے پیر زادے اور گوشہ نشین بھی جو فقرا اور اہل اللہ کہلاتے ہیں کانوں میں روئی دے کر بیٹھے ہوئے ہیں اسلام کو ان کی آنکھوں کے سامنے ایک معصوم بچہ کی طرح ماریں پڑ رہی ہیں اور دشمن گلا گھونٹنے کو طیار ہے لیکن ان سخت دل نام کے فقیروں کو کچھ بھی پروا نہیں۔ پھر اسلام کس سے مدد چاہے اور کس کو اپنا ہمدرد سمجھے اول تو اسلام کے لئے ان تمام فرقوں سے کچھ خدمت ہوتی ہی نہیں اور اگر شاذ و نادر کسی سے ہو بھی تو وہ ریا اور ملونی سے خالی نہیں پھر اگر اسلام اس وقت غریب نہیں تو پھر کس وقت ہوگا اور اگر یہ مصیبت کے دن نہیں تو پھر اور کب آئیں گے میں خدا تعالیٰ سے یقینی اور قطعی علم پا کر کہتا ہوں کہ یہ وہی سخت بلاؤں کے دن اور وہی دجّالیّت

﴿۲۶۷﴾

یغفر اللّٰہ لکم و ھو ارحم الراحمین. اردتُ ان استخلف فخلقتُ آدم. نجیّ الاسرار. انا خلقنا الانسان فی یومٍ موعود. یعنی اس دن حق آئے گا اور صدق کھل جائے گا اور جو لوگ خسارہ میں ہیں وہ خسارہ میں پڑیں گے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور اس حقیقت کو کوئی نہیں جانتا مگر وہی جو رشد رکھتے ہیں ہم پھر تجھ کو غالب کریں گے اور خوف کے بعد امن کی حالت عطا کر دیں گے۔ نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام تجھے حاصل ہو جائے گا۔ خدا تیرے منہ کو بشاش کرے گا اور تیرے برہان کو روشن کر دے گا اور تجھے ایک بیٹا عطا ہوگا اور فضل تجھ سے قریب کیا جائے گا اور میرا نور نزدیک ہے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ مراتب تجھ کو کہاں۔ ان کو کہہ کہ وہ خدا عجیب خدا ہے اس کے ایسے ہی کام ہیں جس کو چاہتا ہے اپنے مقرّبوں میں

کا زمانہ ہے جس کے آنے کی نبی معصوم علیہ السلام نے خبر دی تھی حال کے نادان مولوی انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دجّالیت کبریٰ اور فتن عظمٰی کا زمانہ نہیں مگر بات تو تب ہو کہ آدم سے لے کر تا ایں دم ان عظیم الشان فتنوں کے جو اسلام کے جگر پر حربے مار رہے ہیں کوئی نظیر پیش کر سکیں اور چونکہ اس زمانہ سے بکلّی صلاحیت اٹھ گئی اور حقیقی تقویٰ جاتی رہی اور بعضوں کے ہاتھ میں صرف تقویٰ اور اعمال صالحہ کا پوست رہ گیا نہ مغز اور بعضوں کے ہاتھ میں نہ پوست رہا اور نہ مغز بجز خدائے تعالیٰ کے پوشیدہ بندوں کے جو شاذو نادر کے حکم میں ہیں اس لئے یہ زمانہ ایسا نہ رہا کہ خمیر سے خمیر ہو اور ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہو سکے اور خدائے تعالیٰ نے دیکھا جو زمین بگڑ گئی اور کوئی نہیں جو آپ اصلاح کر سکتا ہو ایک بھی نہیں اور اس نے دیکھا کہ کاموں اور کلاموں اور نیّات اور عبادات اور ارادات میں فساد راہ پا گیا ہے اور اعمال درست نہیں رہے تب اس نے وعدہ کے موافق آسمان سے اس مقدس شخص کی شبیہہ کو اتارا جس کی پیروی کے دعویٰ کرنے والے

﴿۲۶۸﴾

جگہ دیتا ہے۔ اور میرے فضل سے نومید مت ہو۔ یوسف کو دیکھ اور اس کے اقبال کو۔ فتح کا وقت آ رہا ہے اور فتح قریب ہے۔ مخالف یعنی جن کے لئے توبہ مقدر ہے اپنی سجدہ گاہوں میں گریں گے کہ اے ہمارے خدا ہمیں بخش کہ ہم خطا پر تھے آج تم پر کوئی سرزنش نہیں خدا تمہیں بخش دے گا اور وہ ارحم الراحمین ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ ایک اپنا خلیفہ زمین پر مقرر کروں تو میں نے آدم کو پیدا کیا جو نجی الاسرار ہے ہم نے ایسے دن اس کو پیدا کیا جو وعدہ کا دن تھا۔ یعنی جو پہلے سے پاک نبیؐ کے واسطہ سے ظاہر کر دیا گیا تھا کہ وہ فلاں زمانہ میں پیدا ہوگا اور جس وقت پیدا ہوگا فلاں قوم دنیا میں اپنی سلطنت اور طاقت میں غالب ہوگی اور فلاں قسم کی مخلوق پرستی روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہوگی اسی زمانہ میں وہ موعود پیدا ہوا اور وہ

بقیہ حاشیہ

بنیاد فساد اور زمین میں دجالیت کی نجاست پھیلانے والے تھے اور اصلیت سے بگڑ کر دجال اکبر بن گئے تھے اور چونکہ اس اترنے والے کے لئے یہ موقعہ نہ ملا کہ وہ کچھ روشنی زمین والوں سے حاصل کرتا یا کسی کی بیعت یا شاگردی سے فیضیاب ہوتا بلکہ اس نے جو کچھ پایا آسمان کے خدا سے پایا اسی وجہ سے اس کے حق میں نبی معصوم کی پیشگوئی میں یہ الفاظ آئے کہ وہ آسمان سے اترے گا یعنی آسمان سے پائے گا زمین سے کچھ نہیں پائے گا اور حضرت عیسیٰ کے نام پر اس عاجز کے آنے کا سرّ یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اس عیسائی فتنہ کے وقت میں یہ فتنہ حضرت مسیح کو دکھایا یعنی ان کو آسمان پر اس فتنہ کی اطلاع دے دی کہ تیری قوم اور تیری امت نے اس طوفان کو برپا کیا ہے تب وہ اپنی قوم کی خرابی کو کمال فساد پر دیکھ کر نزول کے لئے بے قرار ہوا اور اس کی روح سخت جنبش میں آئی اور اس نے زمین پر اپنی ارادات کا ایک مظہر چاہا تب خدا تعالیٰ نے اس وعدہ کے موافق جو کیا گیا تھا مسیح کی روحانیت اور اس کے جوش کو ایک جوہر قابل میں نازل کیا سو ان معنوں کر کے وہ آسمان سے اترا اسی کے موافق **جو ایلیا** نبی

صلیبؔ کا زمانہ اور عیسیٰ پرستی کا زمانہ ہے جو شخص کہ سمجھ سکتا ہے چاہیئے کہ ہلاک ہونے سے پہلے سمجھ لے۔ **یکسر الصلیب** پر غور کرے **یقتل الخنزیر** کو سوچے۔ **یضع الجزیۃ** کو نظر تدبّر سے دیکھے جو یہ سب امور اہل کتاب کے حق میں اور ان کی شان میں صادق آسکتے ہیں نہ کسی اور کے حق میں پھر جب تسلیم کیا گیا کہ اس زمانہ میں اعلیٰ طاقت عیسائی مذہب کی طاقت اور عیسائی گورنمنٹوں کی طاقت ہوگی جیسا کہ قرآن کریم بھی اسی بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے تو پھر ان طاقتوں کے ساتھ ایک فرضی اور خیالی اور وہمی دجّال کی گنجائش کہاں یہی لوگ تو ہیں جو تمام زمین پر محیط ہو گئے ہیں پھر اگر ان کے مقابل پر کوئی اور دجّال خارج ہو تو وہ باوجود ان کے کیونکر زمین پر محیط ہو ایک میان میں دو۲ تلواریں تو سما نہیں سکتیں جب ساری زمین پر دجال کی بادشاہت ہوگی تو پھر

﴿۲۶۹﴾

یوحنا کے رنگ میں اترا تھا مسلمان اگر اس قصہ کو جو انجیل میں موجود ہے اور خود حضرت مسیح کے فیصلہ سے تصفیہ یافتہ امر ہے منظور نہ کریں تو حدیث حدّثوا عن بنی اسرائیل پر تو عمل کرنا چاہیئے اور تکذیب کے تو کسی طرح مجاز نہیں کیونکہ تکذیب سے ہر ایک مسلمان منع کیا گیا ہے اور تصدیق کیلئے اور بھی بہت سے دلائل قرآن کریم سے ملتے ہیں جن کا ہم اپنی دوسری تالیفات میں اور کچھ اس رسالہ میں بھی ذکر کر چکے ہیں۔ اب میں ان باتوں کو طول دینا نہیں چاہتا صرف اپنی اس تقریر کو اس بات پر ختم کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تا میں اس زمانہ کے اوہام دور کروں اور ٹھوکر سے بچاؤں اور مجھے اس نے توفیق عنایت کی ہے کہ اگر آپ حق کے طالب ہوں تو میں آپ کی تسلی کروں سو اب میں خدائے تعالیٰ کو اس بات پر شاہد کرتا ہوں کہ میں نے آپ کو آپ کی غلطیوں کے رفع کرنے کے لئے بلایا اگر اب بھی آپ خاموش رہے تو اللہ جلّ شانہٗ کی حجت آپ پر پوری ہوگی اور آپ کے تمام گروہ کا گناہ آپ ہی کی گردن پر ہوگا حضرت

﴿۲۷۰﴾ انگریز کہاں ہوں گے اور روس کہاں اور جرمن اور فرانس وغیرہ یورپ کی بادشاہتیں کہاں جائیں گی حالانکہ مسیح موعود کا عیسائی سلطنتوں کے وقت میں ظاہر ہونا ضروری ہے اور جب مسیح موعود کیلئے یہی ضروری ہے کہ دنیا میں عیسائی طاقتوں کو ہی دنیا پر غالب پاوے اور تمام مفاسد کی کنجیاں انہیں کے ہاتھ میں دیکھے انہیں کی صلیبوں کو توڑے اور انہیں کے خنزیروں کو قتل کرے اور انہیں کو اسلام میں داخل کر کے جزیہ کا قصہ تمام کرے تو پھر سوچو کہ فرضی دجال کی سلطنت باوجود عیسائی سلطنت کے کیونکر ممکن ہے مگر یہ غلط ہے کہ مسیح موعود ظاہری تلوار کے ساتھ آئے گا تعجب کہ یہ علماء **یضع الحرب** کے کلمہ کو کیوں نہیں سوچتے اور حدیث **الائمة من قریش** کو کیوں نہیں پڑھتے پس جب کہ ظاہری سلطنت اور خلافت اور امامت بجز قریش کے کسی کیلئے روا ہی نہیں تو پھر مسیح موعود جو قریش میں سے نہیں ہے۔

آپ کو اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ میں ہر یک جان ہے کہ آپ میرے اس نیاز نامہ کو لاپرواہی سے ٹال نہ دیں اور سوچ سمجھ کر جواب شائع کریں۔

حاشیہ در حاشیہ

اس حاشیہ کے خاتمہ پر میں محض للہ ان تمام صاحبوں کو جو سیّد صاحب کی تالیفات پر فریفتہ ہو رہے ہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس بات پر غور کریں کہ آیا ایمان سے نجات ملتی ہے یا فلسفہ سے۔ میں بار بار کہتا ہوں اور زور سے کہتا ہوں کہ اگر عقائد دینیہ فلسفہ کے رنگ پر اور ہندسہ اور حساب کی طرح عام طور پر بدیہی الثبوت ہوتے تو وہ ہرگز نجات کا ذریعہ نہ ٹھہر سکتے۔ بھائیو یقیناً سمجھو کہ نجات ایمان سے وابستہ ہے اور ایمان امور مخفیہ سے وابستہ ہے۔ اگر حقائق اشیاء مستور نہ ہوتے تو ایمان نہ ہوتا اور اگر ایمان نہ ہوتا تو نجات کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔ ایمان ہی ہے جو رضاء الٰہی کا وسیلہ اور مراتب قرب کا زینہ اور گناہوں کا زنگ دھونے کیلئے ایک چشمہ ہے اور ہمیں جو خدا تعالیٰ کی طرف حاجت ہے اس کا ثبوت ایمان ہی کے ذریعہ سے ملتا ہے کیونکہ ہم اپنی نجات کے

﴿۲۷۱﴾

کیونکر ظاہری خلیفہ ہوسکتا ہے اور یہ کہنا کہ وہ مہدی سے بیعت کرے گا اور اس کا تابع ہوگا اور نوکروں کی طرح اس کے کہنے سے تلوار اٹھائے گا عجب بے ہودہ باتیں ہیں نہیں حضرات خدا تعالیٰ آپ لوگوں کو ہدایت دے مسیح موعود کی روحانی خلافت ہے دنیا کی بادشاہتوں سے اس کو کچھ تعلق نہیں اس کو آسمانی بادشاہت دی گئی ہے اور آج کل یہ زمانہ بھی نہیں کہ تلوار سے لوگ سچا ایمان لاسکیں۔ آج کل تو پہلی تلوار پر ہی نادان لوگ اعتراض کررہے ہیں چہ جائیکہ نئے سرے ان کو تلواروں سے قتل کیا جائے ہاں روحانی تلوار کی سخت حاجت ہے سو وہ چلے گی اور کوئی اس کو روک نہیں سکتا اب ہم اس مقدمہ کو ختم کرتے ہیں لیکن ذیل میں ایک روحانی تلوار مخالفوں پر چلا دیتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

بقیہ حاشیہ

لئے اور ہر ایک دکھ سے راحت پانے کیلئے خدا تعالیٰ کے محتاج ہیں اور وہ نجات صرف ایمان سے ہی ملتی ہے کیا دنیا کا عذاب اور کیا آخرت کا دونوں کا علاج ایمان ہے۔ جب ہم ایمان کی قوت سے ایک مشکل کا حل ہوجانا غیر ممکن نہیں دیکھتے تو وہ مشکل ہمارے لئے حل کی جاتی ہے۔ ہم ایمان ہی کی قوت سے خلاف قیاس اور بعید از عقل مقاصد کو بھی پا لیتے ہیں۔ ایمان ہی کی قوت سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں اور خوارق ظہور میں آتے ہیں۔ اور انہونی باتیں ہوجاتی ہیں۔ پس ایمان ہی سے پتہ لگتا ہے کہ خدا ہے خدا فلسفیوں سے پوشیدہ رہا اور حکیموں کو اس کا کچھ پتہ نہ لگا۔ مگر ایمان ایک عاجز دلق پوش کو خدا تعالیٰ سے ملا دیتا ہے اور اس سے باتیں کرا دیتا ہے مومن اور محبوب حقیقی میں قوت ایمانی دلالہ ہے۔ یہ قوت ایک مسکین ذلیل خوار مردود خلائق کو قصر مقدس تک جو عرش اللہ ہے پہنچا دیتی ہے اور تمام پردوں کو اٹھاتی اٹھاتی دلآرام ازلی کا چہرہ دکھا دیتی ہے سو اٹھو ایمان کو ڈھونڈو

﴿۲۷۲﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

(اللّٰہ اکبر ضربت الذلة علٰی کل مخالفٍ)

اشتہــــــار

بنام جملہ پادری صاحبان و ہندو صاحبان و آریہ صاحبان و

بقیہ حاشیہ

اور فلسفہ کے خشک اور بے سود ورقوں کو جلاؤ کہ ایمان سے تم کو برکتیں ملیں گی ۔ ایمان کا ایک ذرہ فلسفہ کے ہزار دفتر سے بہتر ہے اور ایمان سے صرف آخری نجات نہیں بلکہ ایمان دنیا کے عذابوں اور لعنتوں سے بھی چھڑا دیتا ہے اور روح کے تحلیل کرنے والے غموں سے ہم ایمان ہی کی برکت سے نجات پاتے ہیں ۔ وہ چیز ایمان ہی ہے جس سے مومن کامل سخت گھبراہٹ اور قلق اور کرب اور غموں کے طوفان کے وقت اور اس وقت کہ جب ناکامی کے چاروں طرف سے آثار ظاہر ہوجاتے ہیں اور اسباب عادیہ کے تمام دروازے مقفل اور مسدود نظر آتے ہیں مطمئن اور خوش ہوتا ہے ایمان کامل سے سارے استبعاد جاتے رہتے ہیں ۔ اور ایمان کو کوئی چیز ایسا نقصان نہیں پہنچاتی جیسا کہ استبعاد ۔ اور کوئی ایسی دولت نہیں جیسا کہ ایمان ۔ دنیا میں ہر یک ماتم زدہ ہے مگر ایماندار دنیا میں ہر یک سوزش اور حرقت اور جلن

برہمو صاحبان و سکھ صاحبان و دہری صاحبان و نیچری صاحبان وغیرہٗ صاحبان

الحمد للّٰہ الذی ارسل رسوله بالھدٰی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کله و لو کرہ المشرکون و الصلٰوة و السلام علٰی خیر رسله و افضل انبیائه و سلالة اصفیائه محمد ن المصطفٰی الّذی یصلی علیه اللّٰه و ملائکته و المؤمنون المقرّبون. امّا بعد چونکہ اِس زمانہ میں مذاہب مندرجہ عنوان تعلیم قرآن کے سخت مخالف ہیں اور اکثر ان کے ہمارے

بقیہ حاشیہ: میں گرفتار رہے مگر مومن ۔ اے ایمان کیا ہی تیرے ثمرات شیریں ہیں کیا ہی تیرے پھول خوشبودار ہیں سبحان اللہ کیا عجیب تجھ میں برکتیں ہیں ۔ کیا ہی خوش نور تجھ میں چمک رہے ہیں کوئی ثریا تک نہیں پہنچ سکتا مگر وہی جس میں تیری کششیں ہیں خدا تعالیٰ کو یہی پسند آیا کہ اب تو آوے اور فلسفہ جاوے و لا رآد لفضلهٖ۔منه

﴿۲۷۴﴾

سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو حق پر نہیں سمجھتے اور قرآن شریف کو ربانی کلام تسلیم نہیں کرتے اور ہمارے رسول کریم کو مفتری اور ہمارے صحیفہ پاک کتاب اللہ کو مجموعہ افترا قرار دیتے ہیں اور ایک زمانہ دراز ہم میں اور ان میں مباحثات میں گذر گیا اور کامل طور پر ان کے تمام الزامات کا جواب دے دیا گیا اور جو ان کے مذاہب اور کتب پر الزامات عائد ہوتے ہیں وہ شرطیں باندھ باندھ کر ان کو سنائے گئے اور ظاہر کر دیا گیا کہ ان کے مذہبی اصول اور عقائد اور قوانین جو اسلام کے مخالف ہیں کیسے دور از صداقت اور جائے ننگ و عار ہیں مگر پھر بھی ان صاحبوں نے حق کو قبول نہیں کیا اور نہ اپنی شوخی اور بد زبانی کو چھوڑا آخر ہم نے پورے پورے اتمام حجت کی غرض سے یہ اشتہار آج لکھا ہے جس کا مختصر مضمون ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

صاحبو تمام اہل مذاہب جو سزا جزا کو مانتے ہیں اور بقاء روح اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہیں اگرچہ صدہا باتوں میں مختلف ہیں مگر اس کلمہ پر سب اتفاق رکھتے ہیں جو **خدا موجود ہے**۔ اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسی خدا نے ہمیں یہ مذہب دیا ہے اور اسی کی یہ ہدایت ہے جو ہمارے ہاتھ میں ہے اور کہتے ہیں کہ اس کی مرضی پر چلنے والے اور اس کے پیارے بندے صرف ہم لوگ ہیں اور باقی سب مورد غضب اور ضلالت کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں جن سے خدا تعالیٰ سخت ناراض ہے۔ پس جب کہ ہر یک کا دعویٰ ہے کہ میری راہ خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے اور مدار نجات اور قبولیت فقط یہی راہ ہے وبس اور اسی راہ پر قدم مارنے سے خدا تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور ایسوں سے ہی وہ پیار کرتا ہے

﴿۲۷۵﴾

اوؔر ایسوں کی ہی وہ اکثر اور اغلب طور پر باتیں مانتا ہے اور دعائیں قبول کرتا ہے تو پھر فیصلہ نہایت آسان ہے اور ہم اس کلمہ مذکورہ میں ہر یک صاحب کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں ہمارے نزدیک بھی یہ سچ ہے کہ سچے اور جھوٹے میں اسی دنیا میں کوئی ایسا مابہ الامتیاز قائم ہونا چاہیئے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہو یوں تو کوئی اپنی قوم کو دوسری قوموں سے خدا ترسی اور پرہیزگاری اور توحید اور عدل اور انصاف اور دیگر اعمال صالحہ میں کم نہیں سمجھے گا پھر اس طور سے فیصلہ ہونا محال ہے اگرچہ ہم کہتے ہیں کہ اسلام میں وہ قابل تعریف باتیں ایک بےنظیر کمال کے ساتھ پائی جاتی ہیں جن سے اسلام کی خصوصیت ثابت ہوتی ہے مثلاً جیسے اسلام کی توحید اسلام کے تقویٰ اسلام کے قواعد حفظان عفت حفظان حقوق جو عملاً و اعتقاداً کروڑہا افراد میں موجود ہیں اور اس کے مقابل پر جو کچھ ہمارے مخالفوں کی اعتقادی اور عملی حالت ہے وہ ایسی شے ہے جو کسی منصف سے پوشیدہ نہیں لیکن جبکہ تعصب درمیان ہے تو اسلام کی ان خوبیوں کو کون قبول کرسکتا ہے اور کون سن سکتا ہے سو یہ طریق نظری ہے اور نہایت بدیہی طریق جو دیہات کے ہل چلانے والے اور جنگلوں کے خانہ بدوش بھی اس کو سمجھ سکتے ہیں یہ ہے کہ اس جنگ و جدل کے وقت میں جو تمام مذاہب میں ہو رہا ہے اور اب کمال کو پہنچ گیا ہے اسی سے مدد طلب کریں جس کی راہ میں یہ جنگ و جدل ہے جبکہ خدا تعالیٰ موجود ہے اور درحقیقت اسی کے بارے میں یہ سب لڑائیاں ہیں تو بہتر ہے کہ اسی سے فیصلہ چاہیں۔ اب واضح ہو کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے میری یہ حالت ہے کہ میں صرف اسلام کو سچا مذہب سمجھتا ہوں اور

﴿۲۷۶﴾ دوسرے مذاہب کو باطل اور سراسر دروغ کا پتلا خیال کرتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ اسلام کے ماننے سے نور کے چشمے میرے اندر بہہ رہے ہیں اور محض محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے وہ اعلیٰ مرتبہ مکالمہ الٰہیہ اور اجابت دعاؤں کا مجھے حاصل ہوا ہے کہ جو بجز سچے نبی کے پیرو کے اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکے گا اور اگر ہندو اور عیسائی وغیرہ اپنے باطل معبودوں سے دعا کرتے کرتے مر بھی جائیں تب بھی ان کو وہ مرتبہ مل نہیں سکتا اور وہ کلام الٰہی جو دوسرے ظنی طور پر اس کو مانتے ہیں میں اس کو سن رہا ہوں اور مجھے دکھلایا اور بتلایا گیا اور سمجھایا گیا ہے کہ دنیا میں فقط اسلام ہی حق ہے اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ یہ سب کچھ بہ برکت پیروی حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو ملا ہے اور جو کچھ ملا ہے اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں کیونکہ وہ باطل پر ہیں۔ اب اگر کوئی سچ کا طالب ہے خواہ وہ ہندو ہے یا عیسائی یا آریہ یا یہودی یا برہمو یا کوئی اور ہے اس کیلئے یہ خوب موقعہ ہے جو میرے مقابل پر کھڑا ہو جائے اگر وہ امور غیبیہ کے ظاہر ہونے اور دعاؤں کے قبول ہونے میں میرا مقابلہ کر سکا تو میں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی تمام جائیداد غیر منقولہ جو دس ہزار روپیہ کے قریب ہوگی اس کے حوالہ کر دوں گا یا جس طور سے اس کی تسلی ہو سکے اسی طور سے تاوان ادا کرنے میں اس کو تسلی دوں گا میرا خدا واحد شاہد ہے کہ میں ہرگز فرق نہیں کروں گا اور اگر سزائے موت بھی ہو تو بدل و جان روا رکھتا ہوں میں دل سے یہ کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچ کہتا ہوں اور اگر کسی کو شک ہو اور میری اس تجویز پر اعتبار نہ ہو تو وہ آپ ہی کوئی احسن تجویز تاوان کی پیش کرے میں اس کو قبول کر لوں گا میں ہرگز عذر نہیں کروں گا اگر میں جھوٹا ہوں تو بہتر ہے کہ کسی سخت سزا سے ہلاک ہو جاؤں اور اگر

﴿۲۷۷﴾

میں سچا ہوں تو چاہتا ہوں کہ کوئی ہلاک شدہ میرے ہاتھ سے بچ جائے اے حضرات پادری صاحبان جو اپنی قوم میں معزز اور ممتاز ہو آپ لوگوں کو اللہ جلّ شانہٗ کی قسم ہے جو اس طرف متوجہ ہو جاؤ اگر آپ لوگوں کے دلوں میں ایک ذرہ اس صادق انسان کی محبت ہے جس کا نام عیسیٰ مسیح ہے تو میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ ضرور میرے مقابلہ کیلئے کھڑے ہو جاؤ آپ کو اس خدا کی قسم ہے جس نے مسیح کو مریم صدیقہ کے پیٹ سے پیدا کیا جس نے انجیل نازل کی جس نے مسیح کو وفات دے کر پھر مردوں میں نہیں رکھا بلکہ اپنی زندہ جماعت **ابراھیم** اور **موسٰی** اور **یحیٰی** اور دوسرے نبیوں کے ساتھ شامل کیا اور زندہ کر کے انہیں کے پاس آسمان پر بلا لیا جو پہلے اس سے زندہ کئے گئے تھے کہ آپ لوگ میری مقابلہ کیلئے ضرور کھڑے ہو جائیں اگر حق تمہارے ہی ساتھ ہے اور سچ مچ مسیح خدا ہی ہے تو پھر تمہاری فتح ہے اور اگر وہ خدا نہیں ہے اور ایک عاجز اور ناتوان انسان ہے اور حق اسلام میں ہے تو خدا تعالیٰ میری سنے گا اور میرے ہاتھ پر وہ امر ظاہر کر دے گا جس پر آپ لوگ قادر نہیں ہو سکیں گے اور اگر آپ لوگ یہ کہیں کہ ہم مقابلہ نہیں کرتے اور نہ ایمانداروں کی نشانیاں ہم میں موجود ہیں تو آؤ اسلام لانے کی شرط پر یکطرفہ خدا تعالیٰ کے کام دیکھو اور چاہیئے کہ تم میں سے جو نامی اور پیشرو اور اپنی قوم میں معزز شمار کئے جاتے ہیں وہ سب یا ان میں سے کوئی ایک میرے مقابل پر آوے اور اگر مقابلہ سے عاجز ہو تو صرف اپنی طرف سے یہ وعدہ کر کے کہ میں کوئی ایسا کام دیکھ کر جو انسان سے نہیں ہو سکتا ایمان لے آؤں گا اور اسلام قبول کرلوں گا مجھ سے کسی نشان کے دیکھنے کی درخواست کریں اور چاہیئے کہ اپنے وعدہ کو بہ ثبت شہادت بارہ کس عیسائی و مسلمان و ہندو یعنے چار عیسائی

﴿۲۷۸﴾ اور چار مسلمان اور چار ہندو مؤکد بہ قسم کر کے بطور اشتہار کے چھپوا دیں اور ایک اشتہار مجھ کو بھی بھیج دیں اور اگر خدا تعالیٰ کوئی اعجوبہ قدرت ظاہر کرے جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو تو بلا توقف اسلام کو قبول کر لیویں۔ اور اگر قبول نہ کریں تو پھر دوسرا نشان یہ ہے کہ میں اپنے خدا تعالیٰ سے چاہوں گا کہ ایک سال تک ایسے شخص پر کوئی سخت وبال نازل کرے جیسے جذام یا نابینائی یا موت اور اگر یہ دعا منظور نہ ہو تو پھر بھی میں ہر یک تاوان کا جو تجویز کی جائے سزاوار ہوں گا یہی شرط حضرات آریہ صاحبوں کی خدمت میں بھی ہے اگر وہ اپنے وید کو خدا تعالیٰ کا کلام سمجھتے ہیں اور ہماری پاک کتاب کلام اللہ کو انسان کا افترا خیال کرتے ہیں تو وہ مقابل پر آویں اور یاد رکھیں کہ وہ مقابلہ کے وقت نہایت رسوا ہوں گے ان میں دہریت اور بے قیدی کی چالاکی سب سے زیادہ ہے۔ مگر خدا تعالیٰ ان پر ثابت کر دے گا کہ میں ہوں اور اگر مقابلہ نہ کریں تو یکطرفہ نشان بغیر کسی بیہودہ شرط کے مجھ سے دیکھیں اور میرے نشان کے منجانب اللہ ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اگر ایسا آریہ جس نے کوئی نشان دیکھا ہو بلا توقف مسلمان نہ ہو جائے تو میں اس پر بددعا کروں گا پس اگر وہ ایک سال تک جذام یا نابینائی یا موت کی بلا میں مبتلا نہ ہو تو ہر یک سزا اٹھانے کیلئے میں طیار ہوں اور باقی صاحبوں کیلئے بھی یہی شرائط ہیں اور اگر اب بھی میری طرف منہ نہ کریں تو ان پر خدا تعالیٰ کی حجت پوری ہو چکی۔

الــــــــمشتهــــــــر

خاکسار **غلام احمد** قادیان ضلع گورداسپورہ

مبارک وہ لوگ جو صادق ہیں کیونکہ انجام کار فتح انہیں کی ہے

پرچہ نور افشاں دہم مئی ۱۸۸۸ء کے دیکھنے والوں کو معلوم ہوگا کہ اس پرچہ کے ایڈیٹر نے اس عاجز کا ایک خط جو ایک پیشگوئی پر مشتمل ہے اپنے اس پرچہ میں درج کر کے کس قدر بدزبانی کے ساتھ زبان کھولی تھی اور کیا کیا بے جا اور خلاف تہذیب اور گندے لفظ اس عاجز کے حق میں بولے تھے یوں تو ان پادری صاحبوں پر کچھ بھی افسوس نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ صداقت سے دشمنی کرنا اور انکار اور توہین سے پیش آنا ان کا قدیمی شیوہ ہے لیکن اس وقت ہمیں یہ دکھلانا منظور ہے کہ جس الہامی پیشگوئی کو انہوں نے نفسانی منصوبہ اور انسانی افترا قرار دے کر اپنی عادت کے موافق زبان درازی کی تھی اس کا انجام کیا نکلا کیا انجام کار وہ انسانی افترا ہی ثابت ہوا یا خدا تعالیٰ نے جو سچ کا حامی ہے اس کی صداقت کھول دی۔

سو واضح ہو کہ اس عاجز کا وہ خط جو دہم مئی ۱۸۸۸ء کو پرچہ نور افشاں میں چھپا ہے اس کی عبارت جو پیشگوئی کے متعلق ہے اخبار مذکور کے صفحہ ۲،۳ میں مرزا **احمد بیگ** ہوشیار پوری کی نسبت یہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے الہام پاک سے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ اگر آپ اپنی دختر کلاں کا رشتہ میرے ساتھ منظور کریں تو وہ تمام نحوستیں آپ کی اس رشتہ سے دور کر دے گا اور آپ کو آفات سے محفوظ رکھ کر برکت پر برکت دے گا۔

﴿۲۸۰﴾ اورؔ اگر یہ رشتہ وقوع میں نہ آیا تو آپ کیلئے دوسری جگہ رشتہ کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا اور اس کا انجام درد اور تکلیف اور موت ہوگی۔ یہ دونوں طرف برکت اور موت کی ایسی ہیں جن کو آزمانے کے بعد میرا صدق اور کذب معلوم ہوسکتا ہے۔ (اب جس طرح چاہو آزمالو) میری برادری کے لوگ مجھ سے ناواقف ہیں اور خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرے کاموں کو ان پر بھی ظاہر کرے۔

یہ وہ خط ہے جو نور افشاں ۱۰ ؍مئی ۱۸۸۸ء میں شائع ہو چکا ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ اگر دوسری جگہ نکاح ہوا تو پھر اس کا نتیجہ تمہارے لئے موت ہوگا نہیں تو بجائے موت کے برکت ہوگی۔ اب میں ظاہر کرتا ہوں کہ ۷؍اپریل ۱۸۹۲ء کو اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح ہوگیا اور ۳۰؍ستمبر ۱۸۹۲ء کو یہ پیشگوئی پوری ہوئی یعنے خدائے تعالیٰ نے مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کو اس جہان فانی سے اٹھا لیا۔ اب ایڈیٹر نور افشاں کو ذرا صبر کر کے غور کرنی چاہیئے کہ پیشگوئی کا پورا ہو جانا بموجب ہدایت **توریت** ☆ کے صادق کی نشانی ہے یا کاذب کی۔ طالب حق کیلئے تو اسی قدر خدا تعالیٰ کا نشان کافی ہے۔ اور باطل پرست کو کوئی نشان فائدہ نہیں دے سکتا جب تک وہ آخری نشان ظاہر نہ ہو جس کا نام جہنم ہے۔ ہر یک طالب حق کو چاہیئے کہ دہم مئی ۱۸۸۸ء کے پرچہ نور افشاں کو دیکھ کر اس پیشگوئی کے ساتھ پادریوں کو ملزم کرے۔ اب ہم یہ مناسب سمجھ کر اشتہار ۱۰؍جولائی ۱۸۸۸ء اس کے ساتھ شامل کر دیتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ ہمارے بدظن بھائی بھی اس طرف توجہ کریں کہ یہ امور انسان کی طرف سے ہیں یا ربّ آسمان کی طرف سے۔ اس وقت ابھی موقع ہے کہ ضد سے

☆استثنا ۱۸-۱۸

باز آ جائیں جو شخص صادق سے لڑتا ہے وہ اس سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ سے لڑتا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ

یا معین برحمتک نستعین

ایک پیشگوئی پیش از وقوع کا اشتہار

پیشگوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا قدرتِ حق کا عجب ایک تماشا ہوگا

جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہوگا

اخبار نور افشاں ۱۰؍مئی ۱۸۸۸ء میں جو اس راقم کا ایک خط متضمن درخواست نکاح چھاپا گیا ہے۔ اس خط کو صاحب اخبار نے اپنے پرچہ میں درج کر کے عجیب طرح کی زبان درازی کی ہے اور ایک صفحہ اخبار کا سخت گوئی اور دشنام دہی میں ہی سیاہ کیا ہے۔ یہ کیسی بے انصافی ہے کہ جن لوگوں کے مقدس اور پاک نبیوں نے سینکڑوں بیویاں ایک ہی وقت میں رکھی ہیں وہ دو یا تین بیویاں کا جمع کرنا ایک کبیرہ گناہ سمجھتے ہیں بلکہ اس فعل کو زنا حرامکاری خیال کرتے ہیں۔ کسی خاندان کا سلسلہ صرف ایک ایک بیوی سے ہمیشہ کیلئے جاری نہیں رہ سکتا بلکہ کسی نہ کسی فرد سلسلہ میں یہ دقت آ پڑتی ہے کہ ایک جورو عقیمہ اور نا قابل اولاد نکلتی ہے۔ اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ دراصل بنی آدم کی نسل ازدواج مکرر سے ہی قائم و دائم چلی آتی ہے۔ اگر ایک سے زیادہ بیوی کرنا منع ہوتا تو اب تک نوع انسان قریب قریب خاتمہ کے پہنچ جاتی۔ تحقیق سے ظاہر ہوگا کہ اس مبارک اور مفید طریق نے انسان کی کہاں تک حفاظت کی ہے اور کیسے اس نے اجڑے ہوئے گھروں کو بیک دفعہ آباد کر دیا ہے اور انسان کے تقویٰ کیلئے یہ فعل کیسا زبردست

﴿۲۸۲﴾ ممدّ و معین ہے۔ خاوندوں کی حاجت براری کے بارے میں جو عورتوں کی فطرت میں ایک نقصان پایا جاتا ہے جیسے ایام حمل اور حیض نفاس میں یہ طریق بابرکت اس نقصان کا تدارک تام کرتا ہے اور جس حق کا مطالبہ مرد اپنی فطرت کی رو سے کرسکتا ہے وہ اسے بخشتا ہے۔ ایسا ہی مرد اور کئی وجوہات اور موجبات سے ایک سے زیادہ بیوی کرنے کیلئے مجبور ہوتا ہے مثلاً اگر مرد کی ایک بیوی تغیر عمر یا کسی بیماری کی وجہ سے بدشکل ہو جائے تو مرد کی قوت فاعلی جس پر سارا مدار عورت کی کارروائی کا ہے بے کار اور معطل ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر مرد بدشکل ہو تو عورت کا کچھ بھی حرج نہیں کیونکہ کارروائی کی کَل مرد کو دے گئی ہے اور عورت کی تسکین کرنا مرد کے ہاتھ میں ہے۔ ہاں اگر مرد اپنی قوت مردی میں قصور یا عجز رکھتا ہے تو قرآنی حکم کے رو سے عورت اس سے طلاق لے سکتی ہے۔ اور اگر پوری پوری تسلی کرنے پر قادر ہو تو عورت یہ عذر نہیں کرسکتی کہ دوسری بیوی کیوں کی ہے۔ کیونکہ مرد کی ہر روزہ حاجتوں کی عورت ذمہ دار اور کاربرار نہیں ہوسکتی اور اس سے مرد کا استحقاق دوسری بیوی کرنے کیلئے قائم رہتا ہے۔ جو لوگ قوی الطاقت اور متقی اور پارسا طبع ہیں ان کیلئے یہ طریق نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے بعض اسلام کے مخالف نفس امارہ کی پیروی سے سب کچھ کرتے ہیں مگر اس پاک طریق سے سخت نفرت رکھتے ہیں کیونکہ بوجہ اندرونی بے قیدی کے جو ان میں پھیل رہی ہے ان کو اس پاک طریق کی کچھ پروا اور حاجت نہیں۔ اس مقام میں عیسائیوں پر سب سے بڑھ کر افسوس ہے کیونکہ وہ اپنے مسلّم النبوّت انبیاء کے حالات سے آنکھ بند کر کے مسلمانوں پر ناحق دانت پیسے جاتے ہیں۔ شرم کی بات ہے کہ جن لوگوں کا اقرار ہے کہ حضرت **مسیح** کے جسم اور وجود کا خمیر اور اصل جڑھ اپنی ماں کی جہت سے وہی کثرت ازدواج ہے جس کی حضرت **داؤد** (مسیح کے باپ) نے نہ دو نہ تین بلکہ سو بیوی تک نوبت پہنچائی تھی وہ بھی ایک سے زیادہ بیوی کرنا زنا کرنے کی مانند سمجھتے ہیں اس پُرخبث کلمہ کا نتیجہ جو حضرت **مریم**

صدّیقہ کی طرف عائد ہوتا ہے اس سے ذرا پرہیز نہیں کرتے اور باوجود اس تمام بے ادبی کے دعویٰ محبت مسیح رکھتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ **بَیْبَل** کے رو سے تعدد نکاح نہ صرف قولاً ثابت ہے بلکہ بنی اسرائیل کے اکثر نبیوں نے جن میں حضرت مسیح کے دادا صاحب بھی شامل ہیں عملاً اس فعل کے جواز بلکہ استحباب پر مہر لگا دی ہے۔ اے ناخدا ترس عیسائیو؟ اگر ملہم کیلئے ایک ہی جورو ہونا ضروری ہے تو پھر کیا تم داؤد جیسے راستباز نبی کو نبی اللہ نہیں مانو گے یا **سلیمان** جیسے مقبول الٰہی کو ملہم ہونے سے خارج کر دو گے۔ کیا بقول تمہارے یہ دائمی فعل ان انبیاء کا جنکے دلوں پر گویا ہر دم الہام الٰہی کی تار لگی ہوئی تھی اور ہر آن خوشنودی یا ناخوشنودی کی تفصیل کے بارے میں احکام وارد ہو رہے تھے ایک دائمی گناہ نہیں ہے جس سے وہ اخیر عمر تک باز نہ آئے اور خدا اور اسکے حکموں کی کچھ پروانہ کی۔ وہ غیرت مند اور نہایت درجہ کا غیّور خدا جس نے نافرمانی کی وجہ سے ثمود اور عاد کو ہلاک کیا۔ **لوط** کی قوم پر پتھر برسائے۔ **فرعون** کو معہ تمام شریر جماعت کے ہولناک طوفان میں غرق کر دیا۔ کیا اس کی شان اور غیرت کے لائق ہے کہ اس نے **ابراہیم** اور **یعقوب** اور **موسیٰ** اور داؤد اور سلیمانؑ اور دوسرے کئی انبیاء کو بہت سی بیویوں کے کرنے کی وجہ سے تمام عمر نافرمان پاکر اور پکے سرکش دیکھ کر پھر ان پر عذاب نازل نہ کیا بلکہ انہیں سے زیادہ تر دوستی اور محبت کی۔ کیا آپکے خدا کو الہام اتارنے کیلئے کوئی اور آدمی نہیں ملتا تھا۔ یا بہت سے جورواں کرنے والے ہی اس کو پسند آ گئے؟☆ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ نبیوں اور تمام برگزیدوں نے بہت سی جورواں کر کے اور پھر روحانی طاقتوں اور قبولیتوں میں سب سے سبقت لے جا کر تمام دنیا پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ دوست الٰہی بننے کیلئے یہ راہ نہیں کہ

☆ انجیل کے بعض اشارات سے پایا جاتا ہے کہ حضرت مسیح بھی جورو کرنے کی فکر میں تھے مگر تھوڑی سی عمر میں اٹھائے گئے ورنہ یقین تھا کہ اپنے باپ داؤد کے نقشِ قدم پر چلتے۔ منہ

﴿۲۸۳﴾

﴿۲۸۴﴾ انسان دنیا میں مخنثوں اور نامردوں کی طرح رہے بلکہ ایمان میں قوی الطاقت وہ ہے جو بیویوں اور بچوں کا سب سے بڑھ کر بوجھ اٹھا کر پھر باوجود ان سب تعلقات کے بے تعلق ہو۔ خدا تعالیٰ کا بندہ سے محبّ اور محبوب ہونے کا جوڑ ہونا ایک تیسری چیز کے وجود کو چاہتا ہے وہ کیا ہے؟ ایمانی روح جو مومن میں پیدا ہو کر نئے حواس اس کو بخشتی ہے اسی روح کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا کلام مومن سنتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے سچی اور دائمی پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے نئی زندگی کی خارق عادت طاقتیں اس میں پیدا ہوتی ہیں۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ جو لوگ جوگی اور راہب اور سنیاسی کہلاتے ہیں یہ پاک روح ان میں سے کس کو دی گئی ہے۔ کیا کسی پادری میں یہ پاک روح یا یوں کہو کہ روح القدس پائی جاتی ہے۔ ہم تمام دنیا کے پادریوں کو بلاتے بلاتے تھک بھی گئے کسی نے آواز تک نہیں دی۔ نور افشاں میں بعض پادریوں نے چھپوایا تھا کہ ہم ایک جلسہ میں ایک لفافہ بند پیش کریں گے اس کا مضمون الہام کے ذریعہ سے ہمیں بتلایا جائے لیکن جب ہماری طرف سے مسلمان ہونے کی شرط سے یہ درخواست منظور ہوئی تو پھر پادریوں نے اس طرف رخ بھی نہ کیا۔ پادری لوگ مدت سے الہام پر مہر لگا بیٹھے تھے۔ اب جب مہر ٹوٹی اور فیض روح القدس مسلمانوں پر ثابت ہوا تو پادریوں کے اعتقاد کی قلعی کھل گئی۔ لہٰذا ضرور تھا کہ پادریوں کو ہمارے الہام سے دوہرا رنج ہوتا۔ ایک مہر ٹوٹنے کا دوسرے الہام کی نقل مکانی کا۔ سو نور افشاں کی سخت زبانی کا اصل موجب وہی رنج ہے جو ذبولی دق کی طرح لاعلاج ہے۔

اب یہ جاننا چاہیئے کہ جس خط کو ۱۰؍ مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے۔ وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت دراز سے بعض سرگروہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کے حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی۔ نشان

﴿۲۸۵﴾

آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف اور عناد رکھتے تھے اور اب بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور امرتسر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا۔ یہ درخواست ان کی اس اشتہار میں بھی مندرج ہے ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے۔ اور والد اس دختر کا بباعث شدت تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور ان کے نقش قدم پر دل و جان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصر و عاجز بلکہ انہیں کا فرمانبردار ہو رہا ہے اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور ہر باب میں اس کے مدار المہام اور بطور نفس ناطقہ کے اس کے لئے ہو رہے ہیں تبھی تو نقارہ بجا کر اس کی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دے دی یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفرین برین عقل و دانش۔ ماموں ہونے کا خوب ہی حق ادا کیا۔ ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں۔ غرض یہ لوگ جو مجھ کو میرے دعویٰ الہام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے تھے اور اسلام اور قرآن شریف پر طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کیلئے دعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالیٰ نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کیلئے ہماری طرف ملتجی ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچا زاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا ہے اور مفقود الخبر ہے۔ اس کی زمین ملکیت جس کا ہمیں حق پہنچتا ہے نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج کرادی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپورہ میں جاری ہے نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار ہزار یا پانچ ہزار روپیہ کی قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمدؐ بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرادیں چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف

﴿۲۸۶﴾ سے یہ ھبہ نامہ لکھا گیا۔ چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضا مندی کے بیکار تھا اس لئے مکتوب الیہ نے بتمامتر عجز وانکسار ہماری طرف رجوع کیا۔ تاہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے لیکن یہ خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب الٰہی میں استخارہ کر لینا چاہیئے۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا۔ پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آ پہنچا تھا جس کو خدا تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کیلئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک اور مروت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا۔☆ + اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کیلئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔ اور بے دینوں کو مسلمان بناوے گا اور گمراہوں میں ہدایت پھیلا دے گا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے۔ **کذّبوا بآیاتنا و کانوا بھا یستھزء ون فسیکفیکھم اللّٰہ و یردّ ھا الیک لا تبدیل لکلمات اللّٰہ**

☆ تین سال تک فوت ہونا روزِ نکاح کے حساب سے ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ کوئی واقعہ اور حادثہ اس سے پہلے نہ آوے بلکہ بعض مکاشفات کے رو سے مکتوب الیہ کا زمانہ حوادث جن کا انجام معلوم نہیں نزدیک پایا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ منہ

+ والد اس عورت کا نکاح سے چوتھے مہینے مطابق پیشگوئی فوت ہو گیا یعنے نکاح ۷ر اپریل ۱۸۹۲ء کو ہوا۔ اور وہ ۳۰ر ستمبر ۱۸۹۲ء کو بمقام ہوشیارپور گذر گیا۔ منہ

انّ ربک فعال لما یرید۔ انت معی و انا معک ۔ عسٰی ان یبعثک ربک مقامًا محمودًا یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کیلئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس کی اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بدباطنی اور بدظنی کی راہ سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں لیکن آخر خدا تعالیٰ کی مدد کو دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔

﴿۲۸۷﴾

اس جگہ ایک اور اعتراض نور افشاں کا رفع دفع کرنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ الہام خدا تعالیٰ کی طرف سے تھا اور اس پر اعتماد کلی تھا تو پھر پوشیدہ کیوں رکھا اور کیوں اپنے خط میں پوشیدہ رکھنے کیلئے تاکید کی ☆ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک خانگی معاملہ تھا اور جن کیلئے یہ نشان تھا ان کو تو پہنچا دیا گیا تھا اور یقین تھا کہ والد اس دختر کا ایسی اشاعت سے رنجیدہ ہوگا۔ اس لئے ہم نے دل شکنی اور رنج دہی سے گریز کی بلکہ یہ بھی نہ چاہا کہ درحالت ردو انکار وہ بھی اس امر کو شائع کریں۔ اور گو ہم شائع کرنے کیلئے مامور تھے مگر ہم نے مصلحتًا دوسرے وقت کی انتظار کی۔ یہاں تک کہ اس لڑکی کے ماموں مرزا نظام الدین نے جو مرزا امام الدین کا حقیقی بھائی ہے شدت غیض و غضب میں آ کر اس مضمون کو آپ ہی

☆ یہ الہام جو شرطی طور پر مکتوب الیہ کی موت فوت پر دلالت کرتا تھا ہم کو بالطبع اس کی اشاعت سے کراہت تھی بلکہ ہمارا دل یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اس سے مکتوب الیہ کو مطلع کریں مگر اس کے کمال اصرار سے جو اس نے زبانی اور کئی انکساری خطوں کے بھیجنے سے ظاہر کیا۔ ہم نے سراسر سچی خیرخواہی اور نیک نیتی سے اس پر یہ امر سربستہ ظاہر کر دیا پھر اس نے اور اس کے عزیز مرزا نظام الدین نے اس الہام کے مضمون کی آپ شہرت دی۔ منہ

﴿۲۸۸﴾ شائع کر دیا اور شائع بھی ایسا کیا کہ شاید ایک یا دو ہفتہ تک دس ہزار مرد و عورت تک ہماری درخواست نکاح اور ہمارے مضمون الہام سے بخوبی اطلاع یاب ہوگئے ہوں گے۔ اور پھر زبانی اشاعت پر اکتفا نہ کر کے اخباروں میں ہمارا خط چھپوایا اور بازاروں میں ان کے دکھلانے سے وہ خط جابجا پڑھا گیا اور عورتوں اور بچوں تک اس خط کے مضمون کی منادی کی گئی۔ اب جب مرزا نظام الدین کی کوشش سے وہ خط ہمارا نورافشاں میں بھی چھپ گیا۔ اور عیسائیوں نے اپنے مادہ کے موافق بے جا افترا کرنا شروع کیا تو ہم پر فرض ہوگیا کہ اپنے قلم سے اصلیت کو ظاہر کریں۔ بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کیلئے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا اور نیز یہ پیشگوئی ایسی بھی نہیں کہ جو پہلے پہل اسی وقت میں ہم نے ظاہر کی ہے بلکہ مرزا امام الدین و نظام الدین اور اس جگہ کے تمام آریہ اور نیز لیکھرام پشاوری اور صدہا دوسرے لوگ خوب جانتے ہیں کہ کئی سال ہوئے کہ ہم نے اسی کے متعلق مجملاً ایک پیشگوئی کی تھی یعنی یہ کہ ہماری برادری میں سے ایک شخص احمد بیگ نام فوت ہونے والا ہے۔ اب منصف آدمی سمجھ سکتا ہے کہ وہ اس پیشگوئی کا ایک شعبہ تھی یا یوں کہو کہ یہ تفصیل اور وہ اجمال تھی اور اس میں تاریخ اور مدت ظاہر کی گئی اور اس میں تاریخ اور مدت کا کچھ ذکر نہ تھا اور اس میں شرائط کی تصریح کی گئی اور وہ ابھی اجمالی حالت میں تھی۔ سمجھدار آدمی کیلئے یہ کافی ہے کہ پہلی پیشگوئی اس زمانہ کی ہے کہ جب کہ ہنوز وہ لڑکی نابالغ تھی اور جب کہ یہ پیشگوئی بھی اسی شخص کی نسبت ہے جس کی نسبت اب سے پانچ برس پہلے کی گئی تھی یعنی اس زمانہ میں جب کہ اس کی یہ لڑکی آٹھ یا نو برس کی تھی تو اس پر نفسانی افترا کا گمان کرنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

(خاکسار **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپورہ پنجاب) ۱۰؍ جولائی ۱۸۸۸ء

خط بخدمت شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

بخدمت شیخ محمد حسین صاحب ابوسعید بٹالوی

الحمد للّٰہ و السلام علی عبادہ الذین اصطفٰی امّا بعد میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میں آپ کے فتویٰ تکفیر کی وجہ سے جس کا یقینی نتیجہ احد الفریقین کا کافر ہونا ہے اس خط میں سلام مسنون یعنی السلام علیکم سے ابتدا نہیں کر سکا لیکن چونکہ آپ کی نسبت ایک منذر الہام مجھ کو ہوا اور چند مسلمان بھائیوں نے بھی مجھ کو آپ کی نسبت ایسی خوابیں سنائیں جن کی وجہ سے میں آپ کے خطرناک انجام سے بہت ڈر گیا تب بوجہ آپ کے ان حقوق کے جو بنی نوع کو اپنے نوع انسان سے ہوتے ہیں۔ اور نیز بوجہ آپ کی ہم وطنی اور قرب و جوار کے میرا رحم آپ کی اس حالت پر بہت جنبش میں آیا اور میں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے آپ کی حالت پر نہایت رحم ہے اور ڈرتا ہوں کہ آپ کو وہ امور پیش نہ آجائیں جو ہمیشہ صادقوں کے مکذبوں کو پیش آتے رہے ہیں اسی وجہ سے میں آج رات کو سوچتا سوچتا ایک گرداب تفکر میں پڑ گیا کہ آپ کی ہمدردی کیلئے کیا کروں۔ آخر مجھے دل کے فتویٰ نے یہی صلاح دی کہ پھر دعوت الی الحق کیلئے ایک خط آپ کی خدمت میں لکھوں کیا تعجب کہ اسی تقریب سے خدا تعالیٰ آپ پر فضل کر دیوے اور اس خطرناک حالت سے نجات بخشے سو عزیز من آپ خدا تعالیٰ کی رحمت سے نومید نہ ہوں وہ بڑا قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اگر آپ طالب حق بن کر میری سوانح زندگی پر نظر ڈالیں تو آپ پر

﴿۲۹۰﴾ قطعی ثبوتوں سے یہ بات کھل سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ کذب کی ناپاکی سے مجھ کو محفوظ رکھتا رہا ہے یہاں تک کہ بعض وقت انگریزی عدالتوں میں میری جان اور عزت ایسے خطرہ میں پڑ گئی کہ بجز استعمال کذب اور کوئی صلاح کسی وکیل نے مجھ کو نہ دی لیکن اللہ جلّ شانہٗ کی توفیق سے میں سچ کیلئے اپنی جان اور عزت سے دست بردار ہوگیا۔ اور بسا اوقات مالی مقدمات میں محض سچ کیلئے میں نے بڑے بڑے نقصان اٹھائے اور بسا اوقات محض خدا تعالیٰ کے خوف سے اپنے والد اور اپنے بھائی کے برخلاف گواہی دی اور سچ کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس گاؤں میں اور نیز بٹالہ میں بھی میری ایک عمر گذر گئی ہے مگر کون ثابت کرسکتا ہے کہ کبھی میرے منہ سے جھوٹ نکلا ہے پھر جب میں نے محض لِلّٰہ انسانوں پر جھوٹ بولنا ابتدا سے متروک رکھا اور بارہا اپنی جان اور مال کو صدق پر قربان کیا تو پھر میں خدا تعالیٰ پر کیوں جھوٹ بولتا۔

اور اگر آپ کو یہ خیال گذرے کہ یہ دعویٰ کتاب اللہ اور سنت کے برخلاف ہے تو اس کے جواب میں بادب عرض کرتا ہوں کہ یہ خیال محض کم فہمی کی وجہ سے آپ کے دل میں ہے۔ اگر آپ مولویانہ جنگ و جدال کو ترک کر کے چند روز طالب حق بن کر میرے پاس رہیں تو میں امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کی تمام غلطیاں نکال دے گا اور مطمئن کر دے گا۔ اور اگر آپ کو اس بات کی بھی برداشت نہیں تو آپ جانتے ہیں کہ پھر آخری علاج فیصلہ آسمانی ہے۔ مجھے اجمالی طور پر آپ کی نسبت کچھ معلوم ہوا ہے اگر آپ چاہیں تو میں چند روز توجہ کر کے اور تفصیل پر بفضلہٖ تعالیٰ اطلاع پا کر چند اخباروں میں شائع کر دوں۔

اس شائع کرنے کیلئے آپ کی خاص تحریر سے مجھ کو اجازت ہونی چاہیئے۔ میں اس خط کو محض آپ پر رحم کر کے لکھتا ہوں۔ اور بہ ثبت شہادت چندکس آپ کی خدمت میں روانہ

کرتا ہوں۔اورآخر دعا پر ختم کرتا ہوں۔ ربّنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین. آمین ﴿۲۹۱﴾

الراقم خاکسار **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپورہ ۳۱/دسمبر ۱۸۹۲ء

گواہانِ حاشیہ

(۱) خدا بخش اتالیق نواب صاحب (۲) عبدالکریم سیالکوٹی (۳) قاضی ضیاء الدین ساکن کوٹ قاضی ضلع گوجرانوالہ (۴) مولوی نور الدین (۵) محمد احسن امروہی (۶) شادیخان ملازم سر راجہ امر سنگھ صاحب بہادر (۷) ظفر احمد کپورتھلی (۸) عبداللہ سنوری (۹) عبدالعزیز دہلوی (۱۰) علی گوہر خان جالندھری (۱۱) فضل الدین حکیم بھیروی (۱۲) حافظ محمد صاحب پشاوری (۱۳) حکیم محمد اشرف علی ہاشمی خطیب بٹالہ (۱۴) عبدالرحمٰن برادر زادہ مولوی نورالدین صاحب (۱۵) محمد اکبر ساکن بٹالہ (۱۶) قطب الدین ساکن بدوملی۔

اس عاجز کے خط مندرجہ بالا کے جواب میں جو شیخ بٹالوی صاحب کا خط آیا وہ ذیل میں معہ جواب الجواب درج کیا جاتا ہے لیکن چونکہ وہ جواب الجواب جو اس طرف سے بٹالوی صاحب کی خدمت میں روانہ کیا گیا ہے اس میں ان کی اُن تمام ہذیانات و بہتانات کا جواب نہیں ہے جو ان کے خط میں درج ہیں اور ممکن ہے کہ ان کا خط پڑھنے والے ان افتراؤں سے بے خبر ہوں جو اس خط میں دھوکہ دینے کی غرض سے درج ہیں اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ اس خط کی تحریر سے پہلے شیخ صاحب کے بعض افتراؤں اور لافوں اور بہتانوں کا جواب دیں سو بطور **قوله**، و اقول ذیل میں جواب درج کیا جاتا ہے۔☆

قوله ۔ میں قرآن اور پہلی کتابوں کو اور دین اسلام اور پہلے دینوں کو اور نبی آخر الزمان اور پہلے نبیوں کو سچا جانتا اور مانتا ہوں اور اس کا لازمہ اور شرط ہے

☆ جو خط بٹالوی صاحب کی خدمت میں روانہ کیا گیا تھا اس میں بخوف طول کلام اُن کی بیہودہ باتوں سے اعراض کیا گیا تھا۔اب جو وہ خود اس خط کو شائع کرنے کیلئے مستعد ہو گئے تو جواب بھی شائع کرنا پڑا۔منہ

﴿۲۹۲﴾ کہ آپ کو جھوٹا جانوں۔

اقول شیخ صاحب اگر آپ قرآن کو سچا جانتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی صادق مانتے تو مجھ کو کافر نہ ٹھہراتے۔ کیا قرآن کریم اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا ماننے کے یہی معنی ہیں کہ جو شخص اللہ اور رسول پر ایمان لاتا ہے اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہے اور کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کا قائل ہے اور اسلام میں نجات محدود سمجھتا اور بدل و جان اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں فدا ہے اس کو آپ کافر بلکہ اکفر ٹھہراتے ہیں اور دائمی جہنم اس کیلئے تجویز کرتے ہیں۔ اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اس کو دجّال کہتے ہیں اور اس کو قتل کرنا اور اس کے مال کو بطور سرقہ لینا سب جائز قرار دیتے ہیں۔ رہے وہ کلمات اس عاجز کے جن کو آپ کلمات کفر ٹھہراتے ہیں ان کا جواب اس رسالہ میں موجود ہے۔ ہر یک منصف خود پڑھ لے گا۔ اور آپ کی علمیت اور آپ کی دیانت اور آپ کا فہم قرآن اور فہم حدیث اس سے بخوبی ظاہر ہو گیا ہے علیحدہ لکھنے کی حاجت نہیں۔

قولہ ۔عقائد باطلہ مخالفہ دین اسلام و ادیان سابقہ کے علاوہ جھوٹ بولنا اور دھوکا دینا آپ کا ایسا وصف لازم بن گیا ہے کہ گویا وہ آپ کی سرشت کا ایک جزو ہے۔

اقول شیخ صاحب جو شخص متقی اور حلال زادہ ہو۔ اوّل تو وہ جرأت کر کے اپنے بھائی پر بے تحقیق کامل کسی فسق اور کفر کا الزام نہیں لگاتا اور اگر لگاوے تو پھر ایسا کامل ثبوت پیش کرتا ہے کہ گویا دیکھنے والوں کیلئے دن چڑھا دیتا ہے۔ پس اگر آپ ان دونوں صفتوں مذکورہ بالا سے متصف ہیں تو آپ کو اس خداوند قادر ذوالجلال کی قسم ہے جس کی قسم دینے پر حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی توجہ کے ساتھ جواب دیتے تھے کہ آپ حسب خیال اپنے یہ دونوں قسم کا خبث اس عاجز میں ثابت کر کے دکھلاویں یعنی اول یہ کہ میں مخالف دین اسلام اور

﴿۲۹۳﴾ کافر ہوں اور دوسرے یہ کہ میرا شیوہ جھوٹ بولنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اپنی رویا میں صادق تر وہی ہوتا ہے جو اپنی باتوں میں صادق تر ہوتا ہے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صادق کی یہ نشانی ٹھہرائی ہے کہ اس کی خوابوں پر سچ کا غلبہ ہوتا ہے اور ابھی آپ دعویٰ کر چکے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہوں۔ پس اگر آپ نے یہ بات نفاق سے نہیں کہی اور آپ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول میں سچے ہیں تو آؤ ہم اور تم اس طریق سے ایک دوسرے کو آزمالیں کہ بموجب اس محک کے کون صادق ثابت ہوتا ہے اور کس کی سرشت میں جھوٹ ہے۔ اور ایسا ہی اللہ جلّ شانہٗ قرآن کریم میں فرماتا ہے لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا[1] یعنی یہ مومنوں کا ایک خاصہ ہے کہ بہ نسبت دوسروں کے ان کی خوابیں سچی نکلتی ہیں۔ اور آپ ابھی دعویٰ کر چکے ہیں کہ میں قرآن پر بھی ایمان لاتا ہوں۔ بہت خوب آؤ قرآن کریم کے رو سے بھی آزمالیں کہ مومن ہونے کی نشانی کس میں ہے۔

یہ دونوں آزمائشیں یوں ہوسکتی ہیں کہ بٹالہ یا لاہور یا امرتسر میں ایک مجلس مقرر کر کے فریقین کے شواہد رویا ان میں حاضر ہو جائیں اور پھر جو شخص ہم دونوں میں سے یقینی اور قطعی ثبوتوں کے ذریعہ سے اپنی خوابوں میں اَصْدَق ثابت ہو اس کے مخالف کا نام کذّاب اور دجّال اور کافر اور اَکْفَر اور ملعون یا جو نام تجویز ہوں اسی وقت اس کو یہ تمغہ پہنایا جائے اور اگر آپ گزشتہ کے ثبوت سے عاجز ہوں تو میں قبول کرتا ہوں بلکہ چھ ماہ تک آپ کو رخصت دیتا ہوں کہ آپ چند اخباروں میں اپنی ایسی خوابیں درج کرا دیں جو امور غیبیہ پر مشتمل ہوں اور میں نہ صرف اسی پر کفایت کروں گا کہ گذشتہ کا آپ کو ثبوت دوں بلکہ آپ کے مقابل پر بھی انشاء اللہ القدیر اپنی خوابیں درج کراؤں گا۔ اور

[1] یونس:۶۵

﴿۲۹۴﴾ جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہوں یہی میرا دعویٰ ہے کہ میں بدل و جان اس پیارے نبی پر صلی اللہ علیہ وسلم اور اس پیاری کتاب قرآن کریم پر ایمان رکھتا ہوں۔ اب اس نشانی سے آزمایا جائے گا کہ اپنے دعویٰ میں سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے اگر میں اس علامت کے رو سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم نے قرار دی ہے مغلوب رہا تو پھر آپ سچے رہیں گے اور میں بقول آپ کے کافر، دجال، بے ایمان، شیطان، اور کذاب اور مفتری ٹھہروں گا اور اس صورت میں آپ کے وہ تمام ظنون فاسدہ درست اور برحق ہوں گے کہ گویا میں نے براہین احمدیہ میں فریب کیا اور لوگوں کا روپیہ کھایا اور دعا کی قبولیت کے وعدہ پر لوگوں کا مال خورد و برد کیا اور حرام خوری میں زندگی بسر کی لیکن اگر خدا تعالیٰ کی اس عنایت نے جو مومنوں اور صادقوں اور راست بازوں کے شامل حال ہوتی ہے مجھ کو سچا کر دیا تو پھر آپ فرماویں کہ یہ سب نام اس وقت آپ کی مولویانہ شان کے سزاوار ٹھہریں گے یا اس وقت بھی کوئی کنارہ کشی کا راہ آپ کیلئے باقی رہے گا۔ آپ نے مجھ کو بہت دکھ دیا اور ستایا۔ میں صبر کرتا گیا مگر آپ نے ذرہ اس ذات قدیر کا خوف نہ کیا جو آپ کی تہ سے واقف ہے۔ اس نے مجھے بطور پیشگوئی آپ کے حق میں اور پھر آپ کے ہم خیال لوگوں کے حق میں خبر دی کہ **اِنّی مھین من اراد اھانتک** یعنی میں اس کو خوار کروں گا جو تیرے خوار کرنے کی فکر میں ہے۔

سو یقیناً سمجھو کہ اب وہ وقت نزدیک ہے جو خدا تعالیٰ ان تمام بہتانات میں آپ کا دروغ گو ہونا ثابت کر دے گا اور جو بہتان تراش اور مفتری لوگوں کو ذلتیں اور ندامتیں پیش آتی ہیں ان تمام ذلتوں کی مار آپ پر ڈالے گا۔ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہوں پس اگر آپ اس قول میں سچے ہیں تو آزمائش کیلئے **میدان**

﴿۲۹۵﴾

میں آویں تا خدا تعالیٰ ہمارا اور تمہارا خود فیصلہ کرے اور جو کاذب اور دجّال ہے رو سیاہ ہو جائے اور میرے دل سے اس وقت **حق** کی تائید کیلئے ایک بات نکلتی ہے اور میں اس کو روک نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ میرے نفس سے نہیں بلکہ القاء ربّی ہے جو بڑے زور سے جوش مار رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کہ آپ نے مجھے کافر ٹھہرایا اور جھوٹ بولنا میری سرشت کا خاصہ قرار دیا تو اب **آپ کو** اللہ جلّ شانہٗ کی قسم ہے کہ حسب طریق مذکورہ بالا میرے **مقابلہ** پر فی الفور آ جاؤ تا دیکھا جائے کہ قرآن کریم اور فرمودہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رو سے کون کاذب اور دجّال اور کافر ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر اس تبلیغ کے بعد ہم دونوں میں سے کوئی شخص متخلف رہا اور باوجود اشد غلو اور تکفیر اور تکذیب اور تفسیق کے میدان میں نہ آیا اور **شغال** کی طرح دم دبا کر بھاگ گیا تو وہ مندرجہ ذیل انعام کا مستحق ہوگا:-

(۱) لـــــــعـــــــنـــــــت

(۲) لـــــــعـــــــنـــــــت

(۳) لـــــــعـــــــنـــــــت

(۴) لـــــــعـــــــنـــــــت

(۵) لـــــــعـــــــنـــــــت

(۶) لـــــــعـــــــنـــــــت

(۷) لـــــــعـــــــنـــــــت

(۸) لـــــــعـــــــنـــــــت

(۹) لـــــــعـــــــنـــــــت

(۱۰) لـــــــعـــــــنـــــــت

تِلک عشرۃٌ کَامِلۃ

﴿۲۹۶﴾

یہ وہ فیصلہ ہے جو خدائے تعالیٰ آپ کر دے گا۔ کیونکہ اس کا وعدہ ہے کہ مومن بہرحال غالب رہے گا چنانچہ وہ خود فرماتا ہے لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۔[1] یعنے ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ کافر مومن پر راہ پاوے اور نیز فرماتا ہے کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا[2] ۔ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ[3] ۔ یعنے اے مومنو اگر تم متقی بن جاؤ تو تم میں اور تمہارے غیر میں خدا تعالیٰ ایک فرق رکھ دے گا۔ وہ فرق کیا ہے کہ تمہیں ایک نور عطا کیا جائے گا جو تمہارے غیر میں ہرگز نہیں پایا جائے گا یعنی نور الہام اور نور اجابت دعا اور نور کرامات اصطفاء۔

اب ظاہر ہے کہ جس نے جھوٹ کو بھی ترک نہیں کیا وہ کیونکر خدا تعالیٰ کے آگے متقی ٹھہر سکتا ہے اور کیونکر اس سے کرامات صادر ہوسکتی ہیں۔ غرض اس طریق سے ہم دونوں کی حقیقت مخفی کھل جائے گی اور لوگ دیکھ لیں گے کہ کون میدان میں آتا ہے اور کون بموجب آیت کریمہ **لهم البشرٰی** اور حدیث نبوی **اصدقکم حدیثًا** کے صادق ثابت ہوتا ہے۔ **مع ھٰذا** ایک اور بات بھی ذریعہ آزمائش صادقین ہوجاتی ہے جس کو خدا تعالیٰ آپ ہی پیدا کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کبھی انسان کسی ایسی بلا میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ اس وقت بجز کذب کے اور کوئی حیلہ رہائی اور کامیابی کا اس کو نظر نہیں آتا۔ تب اس وقت وہ آزمایا جاتا ہے کہ آیا اس کی سرشت میں صدق ہے یا کذب اور آیا اس نازک وقت میں اس کی زبان پر صدق جاری ہوتا ہے یا اپنی جان اور آبرو اور مال کا اندیشہ کر کے جھوٹ بولنے لگتا ہے۔ اس قسم کے نمونے اس عاجز کو کئی دفعہ پیش آئے ہیں جن کا مفصل بیان کرنا موجب تطویل ہے تاہم تین نمونے اس غرض سے پیش کرتا ہوں کہ اگر ان کے برابر بھی آپ کو کبھی آزمائش صدق کے موقع پیش آئے ہیں تو آپ کو اللہ جلّ شانہٗ کی قسم ہے کہ آپ ان کو معہ ثبوت ان کے ضرور شائع کریں تا معلوم ہو کہ آپ کا صرف دعویٰ نہیں بلکہ امتحان اور بلا کے شکنجہ میں بھی آکر آپ نے صدق نہیں توڑا۔

[1] النسآء:۱۴۲ [2] الانفال:۳۰ [3] الحدید:۲۹

﴿۲۹۷﴾

ازانجملہ ایک یہ واقعہ ہے کہ میرے والد صاحب کے انتقال کے بعد مرزا اعظم بیگ صاحب لاہوری نے شرکاء ملکیت قادیان سے مجھ پر اور میرے بھائی مرحوم مرزا غلام قادر پر مقدمہ دخل ملکیت کا عدالت ضلع میں دائر کرادیا اور میں بظاہر جانتا تھا کہ ان شرکاء کو ملکیت سے کچھ غرض نہیں کیونکہ وہ ایک گم گشتہ چیز تھی جو سکھوں کے وقت میں نابود ہو چکی تھی اور میرے والد صاحب نے تن تنہا مقدمات کر کے اس ملکیت اور دوسرے دیہات کے بازیافت کے لئے آٹھ ہزار کے قریب خرچ وخسارہ اٹھایا تھا جس میں وہ شرکاء ایک پیسہ کے بھی شریک نہیں تھے۔ سو اُن مقدمات کے اثناء میں جب میں نے فتح کے لئے دعا کی تو یہ الہام ہوا کہ **اجیب کُل دعائک الّا فی شرکائک** یعنی میں تیری ہر یک دعا قبول کروں گا مگر شرکاء کے بارے میں نہیں۔ سو میں نے اس الہام کو پا کر اپنے بھائی اور تمام زن و مرد عزیزوں کو جمع کیا جو ان میں سے بعض اب تک زندہ ہیں اور کھول کر کہہ دیا کہ شرکاء کے ساتھ مقدمہ مت کرو یہ خلاف مرضی حق ہے مگر انہوں نے قبول نہ کیا اور آخر ناکام ہوئے لیکن میری طرف سے ہزار ہا روپیہ کا نقصان اٹھانے کے لئے استقامت ظاہر ہوئی اس کے وہ سب جواب دشمن ہیں گواہ ہیں چونکہ تمام کاروبار زمینداری میرے بھائی کے ہاتھ میں تھا اس لئے میں نے بار باراُن کو سمجھایا مگر انہوں نے نہ مانا اور آخر نقصان اٹھایا۔

ازانجملہ ایک یہ واقعہ ہے کہ تخمیناً پندرہ یا سولہ سال کا عرصہ گذرا ہوگا یا شاید اس سے کچھ زیادہ ہو کہ اِس عاجز نے اسلام کی تائید میں آریوں کے مقابل پر ایک عیسائی کے مطبع میں جس کا نام رلیارام تھا اور وہ وکیل بھی تھا اور امرتسر میں رہتا تھا اور اس کا ایک اخبار بھی نکلتا تھا ایک مضمون بغرض طبع ہونے کے ایک پیکٹ کی صورت میں جس کی دونوں طرفیں کھلی تھیں بھیجا اور اس پیکٹ میں ایک خط بھی رکھ دیا۔ چونکہ خط میں ایسے

﴿۲۹۸﴾ الفاظ تھے جن میں اسلام کی تائید اور دوسرے مذاہب کے بطلان کی طرف اشارہ تھا اور مضمون کے چھاپ دینے کیلئے تاکید بھی تھی اس لئے وہ عیسائی مخالفت مذہب کی وجہ سے افروختہ ہوا اور اتفاقاً اس کو دشمنانہ حملہ کے لئے یہ موقع ملا کہ کسی علیحدہ خط کا پیکٹ میں رکھنا قانونًا ایک جرم تھا جس کی اس عاجز کو کچھ بھی اطلاع نہ تھی اور ایسے جرم کی سزا میں قوانین ڈاک کے رو سے پانسو روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ تک قید ہے سو اس نے مخبر بن کر افسران ڈاک سے اس عاجز پر مقدمہ دائر کرا دیا اور قبل اس کے جو مجھے اس مقدمہ کی کچھ اطلاع ہو رؤیا میں اللہ تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ رلیا رام وکیل نے ایک سانپ میرے کاٹنے کیلئے مجھ کو بھیجا ہے اور میں نے اسے مچھلی کی طرح تل کر واپس بھیج دیا ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آخر وہ مقدمہ جس طرز سے عدالت میں فیصلہ پایا وہ ایک ایسی نظیر ہے جو وکیلوں کے کام میں آ سکتی ہے۔ غرض میں اس جرم میں صدر ضلع گورداسپورہ میں طلب کیا گیا اور جن جن وکلاء سے مقدمہ کے لئے مشورہ لیا گیا انہوں نے یہی مشورہ دیا کہ بجز دروغ گوئی کے اور کوئی راہ نہیں اور یہ صلاح دی کہ اس طرح اظہار دے دو کہ ہم نے پیکٹ میں خط نہیں ڈالا رلیا رام نے خود ڈال دیا ہوگا اور نیز بطور تسلی دہی کے کہا کہ ایسا بیان کرنے سے شہادت پر فیصلہ ہو جائے گا اور دو چار جھوٹے گواہ دے کر بریت ہو جائے گی ورنہ صورت مقدمہ سخت مشکل ہے اور کوئی طریق رہائی نہیں مگر میں نے ان سب کو جواب دیا کہ میں کسی حالت میں راستی کو چھوڑنا نہیں چاہتا جو ہوگا سو ہوگا تب اسی دن یا دوسرے دن مجھے ایک انگریز کی عدالت میں پیش کیا گیا اور میرے مقابل پر ڈاک خانہ جات کا افسر بحیثیت سرکاری مدعی ہونے کے حاضر ہوا۔ اس وقت حاکم عدالت نے اپنے ہاتھ سے میرا اظہار لکھا اور سب سے پہلے مجھ سے یہی سوال کیا کہ کیا یہ خط تم نے اپنے

پیکٹ میں رکھ دیا تھا اور یہ خط اور یہ پیکٹ تمہارا ہے۔ تب میں نے بلاتوقف جواب دیا کہ ﴿۲۹۹﴾
یہ میرا ہی خط اور میرا ہی پیکٹ ہے اور میں نے اس خط کو پیکٹ کے اندر رکھ کر روانہ کیا تھا
مگر میں نے گورنمنٹ کی نقصان رسانی محصول کیلئے بدنیتی سے یہ کام نہیں کیا بلکہ میں نے
اس خط کو اس مضمون سے کچھ علیحدہ نہیں سمجھا اور نہ اس میں کوئی نج کی بات تھی۔ اس بات
کو سنتے ہی خدا تعالیٰ نے اس انگریز کے دل کو میری طرف پھیر دیا اور میرے مقابل پر
افسر ڈاک خانہ جات نے بہت شور مچایا اور لمبی لمبی تقریریں انگریزی میں کیں جن کو میں
نہیں سمجھتا تھا مگر اس قدر میں سمجھتا تھا کہ ہر ایک تقریر کے بعد زبان انگریزی میں وہ حاکم
نو نو کر کے اس کی سب باتوں کو رد کر دیتا تھا۔ انجام کار جب وہ افسر مدعی اپنے تمام وجوہ
پیش کر چکا اور اپنے تمام بخارات نکال چکا تو حاکم نے فیصلہ لکھنے کی طرف توجہ کی اور شاید
سطر یا ڈیڑھ سطر لکھ کر مجھ کو کہا کہ اچھا آپ کیلئے رخصت۔ یہ سن کر میں عدالت کے کمرہ
سے باہر ہوا اور اپنے محسن حقیقی کا شکر بجالایا جس نے ایک افسر انگریز کے مقابل پر مجھ کو ہی
فتح بخشی اور میں خوب جانتا ہوں کہ اس وقت صدق کی برکت سے خدا تعالیٰ نے اس بلا
سے مجھ کو نجات دی۔ میں نے اس سے پہلے یہ خواب بھی دیکھی تھی کہ ایک شخص نے میری
ٹوپی اتارنے کیلئے ہاتھ مارا۔ میں نے کہا کیا کرنے لگا ہے تب اس نے ٹوپی کو میرے سر
پر ہی رہنے دیا اور کہا کہ خیر ہے خیر ہے۔

ازانجملہ ایک نمونہ یہ ہے کہ میرے بیٹے سلطان احمد نے ایک ہندو پر بدیں بنیاد نالش
کی کہ اس نے ہماری زمین پر مکان بنالیا ہے اور مسماری مکان کا دعویٰ تھا اور ترتیب مقدمہ
میں ایک امر خلاف واقعہ تھا جس کے ثبوت سے وہ مقدمہ ڈسمس ہونے کے لائق ٹھہرتا تھا
اور مقدمہ کے ڈسمس ہونے کی حالت میں نہ صرف سلطان احمد کو بلکہ مجھ کو بھی نقصان

﴿۳۰۰﴾

تلف ملکیت اٹھانا پڑتا تھا۔ تب فریق مخالف نے موقعہ پاکر میری گواہی لکھا دی اور میں بٹالہ میں گیا اور بابو فتح الدین سب پوسٹ ماسٹر کے مکان پر جو تحصیل بٹالہ کے پاس ہے جا ٹھہرا۔ اور مقدمہ ایک ہندو منصف کے پاس تھا جس کا اب نام یاد نہیں رہا مگر ایک پاؤں سے وہ لنگڑا بھی تھا اس وقت سلطان احمد کا وکیل میرے پاس آیا کہ اب وقت پیشی مقدمہ ہے آپ کیا اظہار دیں گے۔ میں نے کہا کہ وہ اظہار دوں گا جو واقعی امر اور سچ ہے تب اس نے کہا کہ پھر آپ کے کچہری جانے کی کیا ضرورت ہے میں جاتا ہوں تا مقدمہ سے دستبردار ہو جاؤں سو وہ مقدمہ میں نے اپنے ہاتھوں سے محض رعایت صدق کی وجہ سے آپ خراب کیا اور راست گوئی کو **ابتغاءً لمرضات اللّٰہ** مقدم رکھ کر مالی نقصان کو ہیچ سمجھا۔ یہ آخری دو نمونے بھی بے ثبوت نہیں۔ پہلے واقعہ کا گواہ شیخ علی احمد وکیل گورداسپور اور سردار محمد حیات خان صاحب سی ایس آئی ہیں اور نیز مثل مقدمہ دفتر گورداسپورہ میں موجود ہوگی۔ اور دوسرے واقعہ کا گواہ بابو فتح الدین اور خود وکیل جس کا اس وقت مجھ کو نام یاد نہیں اور نیز وہ منصف جس کا ذکر کر چکا ہوں جو اب شاید لدھیانہ میں بدل گیا ہے۔ غالباً اس مقدمہ کو سات برس کے قریب گذرا ہوگا ہاں یاد آیا اس مقدمہ کا ایک گواہ نبی بخش پٹواری بٹالہ بھی ہے۔

اب اے حضرت شیخ صاحب اگر آپ کے پاس بھی اس درجہ ابتلا کی کوئی نظیر ہو جس میں آپ کی جان اور آبرو اور مال راست گوئی کی حالت میں برباد ہوتا آپ کو دکھائی دیا ہو اور آپ نے سچ کو نہ چھوڑا ہو اور مال اور جان کی کچھ پرواہ نہ کی ہو تو لِلّٰہ وہ واقعہ اپنا معہ اس کے کامل ثبوت کے پیش کیجئے ورنہ میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ اس زمانہ کے اکثر ملا اور مولویوں کی باتیں ہی باتیں ہیں۔ ورنہ ایک پیسہ پر ایمان بیچنے کو طیار ہیں کیونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ کے مولویوں کو بدترین خلائق بیان فرمایا ہے اور

﴿۳۰۱﴾ آپ کے مجدّد صاحب نواب **صدیق حسن خان** مرحوم حجج الکرامہ میں تسلیم کر چکے ہیں کہ وہ آخری زمانہ یہی زمانہ ہے۔ سو ایسے مولویوں کا زہد و تقویٰ بغیر ثبوت قبول کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کی تکذیب لازم آتی ہے۔ سو آپ نظیر پیش کریں اور اگر پیش نہ کر سکیں تو ثابت ہوگا کہ آپ کے پاس صرف راست گوئی کا دعویٰ ہے مگر کوئی دعویٰ بے امتحان قبول کے لائق نہیں۔ اندرونی حال آپ کا خدا تعالیٰ کو معلوم ہوگا کہ آپ کبھی کذب اور افترا کی نجاست سے ملوث ہوئے یا نہیں۔ یا ان کو معلوم ہوگا جو آپ کے حالات سے واقف ہوں گے۔ جو شخص ابتلا کے وقت صادق نکلتا ہے اور سچ کو نہیں چھوڑتا۔ اس کے صدق پر مہر لگ جاتی ہے۔ اگر یہ مہر آپ کے پاس ہے تو پیش کریں ورنہ خدا تعالیٰ سے ڈریں ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کی پردہ دری کرے۔

آپ کی ان بے ہودہ اور حاسدانہ باتوں سے مجھ کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے کہ آپ لکھتے ہیں کہ تم مختاری اور مقدمہ بازی کا کام کرتے رہے ہو۔ آپ ان افتراؤں سے باز آ جائیں آپ خوب جانتے ہیں کہ یہ عاجز ان پیشوں میں کبھی نہیں پڑا کہ دوسروں کے مقدمات عدالتوں میں کرتا پھرے۔ ہاں والد صاحب کے زمانہ میں اکثر وکلاء کی معرفت اپنی زمینداری کے مقدمات ہوتے تھے اور کبھی ضرورتاً مجھے آپ بھی جانا پڑتا تھا مگر آپ کا یہ خیال کہ وہ جھوٹے مقدمات ہوں گے ایک شیطنت کی بدبو سے بھرا ہوا ہے۔ کیا ہر یک نالش کرنے والا ضرور جھوٹا مقدمہ کرتا ہے یا ضرور جھوٹ ہی کہتا ہے۔

اے کج طبع شیخ خدا جانے تیری کس حالت میں موت ہوگی۔ کیا جو شخص اپنے حقوق کی حفاظت کیلئے یا اپنے حقوق کے طلب کیلئے عدالت میں مقدمہ کرتا ہے اس کو ضرور جھوٹ بولنا پڑتا ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ جس کو خدا تعالیٰ نے قوت صدق عطا کی ہو اور سچ

﴿۳۰۲﴾ سے محبت رکھتا ہو وہ بالطبع دروغ سے نفرت رکھتا ہے اور جب کوئی دنیوی فائدہ جھوٹ بولنے پر ہی موقوف ہو تو اس فائدہ کو چھوڑ دیتا ہے۔ مگر افسوس کہ نجاست خور انسان ہر یک انسان کو نجاست خور ہی سمجھتا ہے۔ جھوٹ بولنے والے ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ بغیر جھوٹ بولنے کے عدالتوں میں مقدمہ نہیں کر سکتے۔ سو یہ قول ان کا اس حالت میں سچا ہے کہ جب ایک مقدمہ باز کسی حالت میں اپنے نقصان کا روادار نہ ہو اور خواہ مخواہ ہر یک مقدمہ میں کامیاب ہونا چاہے۔ مگر جو شخص صدق کو بہر حال مقدم رکھے وہ کیوں ایسا کرے گا جب کسی نے اپنا نقصان گوارا کر لیا تو پھر وہ کیوں کذب کا محتاج ہوگا۔

اب یہ بھی واضح رہے کہ یہ سچ ہے کہ والد مرحوم کے وقت میں مجھے بعض اپنے زمینداری معاملات کے حق رسی کیلئے عدالتوں میں جانا پڑتا تھا۔ مگر والد صاحب کے مقدمات صرف اس قسم کے تھے کہ بعض آسامیاں جو اپنے ذمہ کچھ باقی رکھ لیتی تھیں یا کبھی بلا اجازت کوئی درخت کاٹ لیتی تھی یا جب بعض دیہات کے نمبرداروں سے تعلق داری کے حقوق بذریعہ عدالت وصول کرنے پڑتے تھے اور وہ سب مقدمات بوجہ اس احسن انتظام کے کہ محاسب دیہات یعنے پٹواری کی شہادت اکثر ان میں کافی ہوتی تھی پیچیدہ نہیں ہوتی تھی اور دروغ گوئی کو ان سے کچھ تعلق نہیں تھا کیونکہ تحریرات سرکاری پر فیصلہ ہوتا تھا۔ اور چونکہ اس زمانہ میں زمین کی بے قدری تھی اس لئے ہمیشہ زمینداری میں خسارہ اٹھانا پڑتا اور بسا اوقات کم مقدمات کاشتکاروں کے مقابل پر خود نقصان اٹھا کر رعایت کرنی پڑتی تھی اور عقلمند لوگ جانتے ہیں کہ ایک دیانتدار زمیندار اپنے کاشتکاروں سے ایسا برتاؤ رکھ سکتا ہے جو بحیثیت پورے متقی اور کامل پرہیزگار کے ہو اور زمینداری اور نکوکاری میں کوئی حقیقی مخالفت اور ضد نہیں۔ با ایں ہمہ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ والد

﴿۳۰۳﴾ صاحبؒ کے انتقال کے بعد کبھی میں نے بجز اس خط کے مقدمہ کے جس کا ذکر کر چکا ہوں کوئی مقدمہ کیا ہو۔ اگر میں مقدمہ کرنے سے بالطبع متنفر نہ ہوتا۔ میں والد صاحب کے انتقال کے بعد جو پندرہ سال کا عرصہ گذر گیا آزادی سے مقدمات کیا کرتا اور پھر یہ بھی یاد رہے کہ ان مقدمات کا مہاجنوں کے مقدمات پر قیاس کرنا کور باطن آدمیوں کا کام ہے۔ میں اس بات کو چھپا نہیں سکتا کہ کئی پشت سے میرے خاندان میں زمینداری چلی آتی ہے اور اب بھی ہے۔ اور زمیندار کو ضرورتاً کبھی مقدمہ کی حاجت پڑ جاتی ہے مگر یہ امر ایک منصف مزاج کی نظر میں حرج کا محل نہیں ٹھہر سکتا۔ حدیثوں کو پڑھو کہ وہ آخری زمانہ میں آنے والا اور اس زمانہ میں آنے والا کہ جب قریش سے بادشاہی جاتی رہے گی اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک تفرقہ اور پریشانی میں پڑی ہوئی ہوگی زمیندار ہی ہوگا۔ اور مجھ کو خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ **مَیں ہوں**۔ احادیث نبویہ میں صاف لکھا ہے کہ آخری زمانہ میں ایک مؤیّد دین وملّت پیدا ہوگا اور اس کی یہ علامت ہوگی کہ وہ حارث ہوگا یعنے زمیندار ہوگا۔ اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر یک مسلمان کو چاہیئے کہ اس کو قبول کر لیوے اور اس کی مدد کرے۔ اب سوچو کہ زمیندار ہونا تو میرے صدق کی ایک علامت ہے نہ جائے جرح۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قبول کرنے کیلئے حکم ہے نہ رد کیلئے۔

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

ہاں مقدمہ بازی آپ کے والد صاحب کی جائے حرج ہو تو کچھ تعجب نہیں کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ انگریزی عملداری میں اکثر سودخواروں کی مختارکاری میں ان کی عمر بسر ہوئی اور جس طرح بن پڑا انہوں نے بعض لوگوں کے مقدمے محنتانہ پر لئے۔ گو وہ قانونی طور پر نہ مختار

﴿۳۰۴﴾ نہ وکیل بلکہ فیل شدہ (بھی) نہیں تھے مگر پیٹ بھرنے کیلئے سب کچھ کیا لیکن یہ عاجز تو بجز اپنی زمینداری کے مقدمات کے جن میں اکثر آپ کے والد صاحب جیسے بلکہ عزت اور لیاقت میں ان سے بڑھ کر مختار بھی کئے ہوئے تھے۔ دوسروں کے مقدمات سے کبھی کچھ غرض نہیں رکھتا تھا۔ اور مجھ کو یاد ہے بلکہ آپ کو بھی یاد ہوگا کہ ایک دفعہ آپ کے والد صاحب نے بھی مقام بٹالہ میں حضرت مرزا صاحب مرحوم کی خدمت میں اپنی تمنا ظاہر کی تھی کہ مجھ کو بعض مقدمات کیلئے نوکر رکھا جاوے تا بطور مختار عدالتوں میں جاؤں مگر چونکہ زمینداری مقدمات کی پیروی کی ان میں لیاقت نہیں تھی اس لئے عذر کر دیا گیا تھا۔

قولہ آپ نے الہامی بیٹا تولد ہونے کی پیشگوئی کی یعنے جھوٹ بولا۔

اقول آپ اپنے سفلہ پنے سے باز نہیں آتے خدا جانے آپ کس خمیر کے ہیں۔ اس پیشگوئی میں کونسی دروغ کی بات نکلی۔ اگر آپ کا یہ مطلب ہے کہ پیشگوئی کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا اور مر گیا تو کیا آپ یہ ثبوت دے سکتے ہیں کہ کسی الہام میں یہ مضمون درج تھا کہ وہ موعود لڑکا وہی ہے اگر دے سکتے ہیں تو وہ الہام پیش کریں۔ یاد رہے کہ ایسا کوئی الہام نہیں ہاں اگر میں نے اجتہادی طور پر کہا ہو کہ شاید یہ لڑکا وہی موعود لڑکا ہے تو کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ الہام غلط نکلا۔ آپ کو معلوم نہیں کہ کبھی ملہم اپنے الہام میں اجتہاد بھی کرتا ہے اور کبھی وہ اجتہاد خطا بھی جاتا ہے مگر اس سے الہام کی وقعت اور عظمت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ صدہا مرتبہ ہر یک کو اتفاق پیش آتا ہے کہ ایک خواب تو سچی ہوتی ہے مگر تعبیر میں غلطی ہو جاتی ہے۔ یہ ہدایت اور یہ معرفت کا دقیقہ تو خاص قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن ان کیلئے جو آنکھیں رکھتے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ آج تو آپ نے مجھ پر اعتراض کیا کبھی ایسا نہ ہو کہ کل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کر دیں اور کہیں کہ آنجناب نے جس وحی کی تصدیق کیلئے یعنے طواف کی غرض سے دو سو کوس کا سفر

﴿۳۰۵﴾

اختیار کیا تھا وہ طواف اس سال نہ ہو سکا اور اجتہادی غلطی ثابت ہوئی۔ افسوس کہ فرط تعصب سے **فذهب وهلی** کی حدیث بھی آپ کو بھول گئی مجھے تو آپ کے انجام کا فکر لگا ہوا ہے۔ دیکھیں کہ کہاں تک نوبت پہنچتی ہے۔

اور لڑکے کی پیشگوئی تو حق ہے۔ ضرور پوری ہوگی اور آپ جیسے منکروں کو خدا تعالیٰ رسوا کرے گا۔ اے دشمن حق جبکہ تمام پیشگوئیوں کے مجموعی الفاظ یہ ہیں کہ بعض لڑکے فوت بھی ہوں گے اور ایک لڑکا خدا تعالیٰ سے ہدایت میں کمال پائے گا۔ تو پھر آپ کا اعتراض اس بات پر کھلی کھلی دلیل ہے کہ اب آپ کا باطن مسخ شدہ ہے۔ یہ تو یہودیوں کے علماء کا آپ نے نقشہ اتار دیا۔ اب آگے دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

قولہ اس سے ہر یک شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو شخص بندوں پر جھوٹ بولنے میں دلیر ہو وہ خدا پر جھوٹ بولنے سے کیونکر رک سکتا ہے۔

اقول ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی فطرت ان الزامات سے خالی نہیں جن کو آپ کے والد صاحب جن کے بعض خطوط آپ کی فطرت اور آپ کے اوصاف حمیدہ کے متعلق میرے پاس بھی غالباً کسی بستہ میں پڑے ہوئے ہوں گے بزبان خود مشہور کر گئے ہیں☆ اے نیک بخت اول ثابت تو کیا ہوتا کہ فلاں فلاں شخص کے روبرو اس عاجز نے کبھی جھوٹ بولا تھا۔ اپنے التزام صدق کی جو میں نے نظیریں پیش کی ہیں ان کے مقابل پر بھلا کوئی نظیر تو پیش کرو۔ تا آپ کا منہ اس لائق ٹھہرے کہ آپ اس شخص کی نکتہ چینی کر سکو جو سخت امتحان کے وقت صادق نکلا اور صدق کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ میں حیران ہوں کہ کونسا جنّ آپ کے سر پر سوار ہے جو آپ کی پردہ دری کرا رہا ہے۔ آخر میں یہ بھی آپ کو یاد رہے کہ یہ آپ کا سراسر افترا ہے کہ الہام **کلب یموت علٰی کلب** کو

☆ **حاشیہ:** آپ کو اس عاجز کے وہ احسانات بھول گئے جبکہ مَیں آپ کے والد صاحب کو آپ کی پردہ دری سے روکتا رہا۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں نے اُس سچے الزام کو کبھی پسند نہیں کیا جو آپ کے والد صاحب آپ کی نسبت اخباروں میں شائع کرانا چاہتے تھے اور مَیں آپ کی پردہ پوشی اور صفوتِ فطرت کا ہمیشہ حامی رہا اور اُنہیں روکتا رہا لیکن میرے احسان کا آپ نے یہ بدلہ دیا کہ مَیں نے تو سچے الزاموں سے آپ کو بچایا مگر آپ نے بحسب تقاضائے فطرت مبارکہ دروغگوئی کا الزام میرے پر لگا دیا۔ اب مجھے یقین ہوا کہ آپ کے والد صاحب بے شک سچے تھے۔ منہ

﴿۳۰۶﴾ اپنے اوپر وارد کر رہے ہیں۔ میں نے ہرگز کسی کے پاس یہ نہیں کہا کہ اس کا مصداق آپ ہیں اور جو بعض درشت کلمات کی آپ شکایت کرتے ہیں یہ بھی بے جا ہے۔ آپ کی سخت بدزبانیوں کے جواب میں آپ کے کافر ٹھہرانے کے بعد آپ کے دجال اور شیطان اور کذّاب کہنے کے بعد اگر ہم نے آپ کی موجودہ حالت کے مناسب آپ کو کچھ حق حق کہہ دیا تو کیا بُرا کیا آخر وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ [1] ۔کا بھی تو ایک وقت ہے۔

آپ کا یہ خیال کہ گویا یہ عاجز براہین احمدیہ کی فروخت میں دس ہزار روپیہ لوگوں سے لیکر خورد برد کر گیا ہے۔ یہ اس شیطان نے آپ کو سبق دیا ہے جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا ہے آپ کو کیونکر معلوم ہو گیا کہ میری نیت میں براہین کا طبع کرنا نہیں۔ اگر براہین طبع ہو کر شائع ہو گئی تو کیا اس دن شرم کا تقاضا نہیں ہو گا کہ آپ غرق ہو جائیں۔ ہر یک دیر بدظنی پر مبنی نہیں ہو سکتی اور میں نے تو اشتہار بھی دے دیا تھا کہ ہر یک مستعجل اپنا روپیہ واپس لے سکتا ہے اور بہت سا روپیہ واپس بھی کر دیا۔ قرآن کریم جس کی خلق اللہ کو بہت ضرورت تھی اور جو لوح محفوظ میں قدیم سے جمع تھا تئیس ۲۳ سال میں نازل ہوا اور آپ جیسے بدظنیوں کے مارے ہوئے اعتراض کرتے رہے کہ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً [2]۔

قولہ جب سے آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ مشتہر کیا ہے اس دن سے آپ کی کوئی تحریر کوئی تقریر کوئی خط کوئی تصنیف جھوٹ سے خالی نہیں۔

اقول اے شیخ نامہ سیاہ۔ اس دروغ بے فروغ کے جواب میں کیا کہوں اور کیا لکھوں، خدائے تعالیٰ تجھ کو آپ ہی جواب دیوے کہ اب تو حد سے بڑھ گیا۔ **اے بدقسمت انسان** تو ان بہتانوں کے ساتھ کب تک جئے گا۔ کب تک تو اس لڑائی میں جو خدا تعالیٰ سے لڑ رہا ہے موت سے بچتا رہے گا۔ اگر مجھ کو تو نے یا کسی نے اپنی نابینائی سے دروغ گو سمجھا تو

[1] التحریم:۱۰ [2] الفرقان:۳۳

﴿۳۰۷﴾ یہ کچھ نئی بات نہیں آپ کے ہم خصلت ابو جھل اور ابو لھب بھی خدا تعالیٰ کے نبی صادق کو کذّاب جانتے تھے۔ انسان جب فرط تعصّب سے اندھا ہو جاتا ہے تو صادق کی ہر ایک بات اس کو کذب ہی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن خدائے تعالیٰ صادق کا انجام بخیر کرتا ہے اور کاذب کے نقش ہستی کو مٹا دیتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ [1]

قولہ (آپ نے) بحث سے گریز کر کے انواع اتہام اور اکاذیب کا اشتہار دیا۔

اقول یہ سب آپ کے دروغ بے فروغ ہیں جو بباعث تقاضائے فطرت بے اختیار آپ کے منہ سے نکل رہے ہیں ورنہ جو لوگ میری اور آپ کی تحریروں کو غور سے دیکھتے ہیں وہ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آیا اتہام اور کذب اور گریز اس عاجز کا خاصہ ہے یا خود آپ ہی کا۔ چالاکی کی باتیں اگر آپ نہ کریں تو اور کون کرے۔ ایک تو قانون گو شیخ ہوئے دوسرے چار حرف پڑھنے کا دماغ میں کیڑا۔ مگر خوب یاد رکھو وہ دن آتا ہے کہ خود خداوند تعالیٰ ظاہر کر دے گا کہ ہم دونوں میں سے کون کاذب اور مفتری اور خدا تعالیٰ کی نظر میں ذلیل اور رسوا ہے اور کس کی خداوند کریم آسمانی تائیدات سے عزت ظاہر کرتا ہے ذرا صبر کرو اور انجام کو دیکھو۔

قولہ آپ میں رحمت اور ہمدردی کا شمہ اثر بھی ہوتا تو جس وقت میں نے آپ کے دعویٰ مسیحائی سے اپنا خلاف ظاہر کیا تھا آپ فوراً مجھے اپنی جگہ بلاتے یا غریب خانہ پر قدم رنجہ فرماتے۔

اقول اے حضرت آپ کو آنے سے کس نے منع کیا تھا یا میری ڈیوڑھی پر دربان تھے جنہوں نے اندر آنے سے روک دیا۔ کیا پہلے اس سے آپ پوچھ پوچھ کر آیا کرتے

[1] النحل: ۱۲۹

﴿۳۰۸﴾ تھے۔ آپ کے تو والد صاحب بھی بیماری اور تپ کی حالت میں بھی بٹالہ سے افتاں خیزاں میرے پاس آجاتے تھے پھر آپ کو نئی روک کون سی پیش آگئی تھی اور جبکہ آپ اپنے ذاتی بخل اور ذاتی حسد اور شیخ نجدی کے خصائل اور کبر اور نخوت کو کسی حالت میں چھوڑنے والے نہیں تھے تو میں آپ کو اپنے مکان پر بلا کر کیا ہمدردی اور رحمت کرتا۔ ہاں میں نے آپ کے مکان پر بھی جانا خلاف مصلحت سمجھا کیونکہ میں نے آپ کے مزاج میں کبر اور نخوت کا مادہ معلوم کر لیا تھا اور میرے نزدیک یہ قرین مصلحت تھا کہ آپ کو ایک مسہل دیا جائے اور جہاں تک ہو سکے وہ مادہ آپ کے اندر سے باستیفا نکال دیا جائے۔ سو اب تک تو کچھ تخفیف معلوم نہیں ہوتی خدا جانے کس غضب کا مادہ آپ کے پیٹ میں بھرا ہوا ہے اور اللہ جلّ شانہٗ جانتا ہے کہ میں نے آپ کی بدزبانی پر بہت صبر کیا۔ بہت ستایا گیا اور آپ کو روکے گیا اور اب بھی آپ کی بدگوئی اور تکفیر تفسیق پر بہر حال صبر کر سکتا ہوں لیکن بعض اوقات محض اس نیت سے پیرایہ درشتی آپ کی بدگوئی کے مقابلہ میں اختیار کرتا ہوں کہ تا وہ مادّہ خبیث کہ جو مولویّت کے باطل تصور سے آپ کے دل میں جما ہوا ہے اور جن کی طرح آپ کو چمٹا ہوا ہے وہ بکلی نکل جائے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں اور خدائے تعالیٰ جانتا ہے کہ میں علیٰ وجہ البصیرت یقین رکھتا ہوں کہ آپ صرف استخوان فروش ہیں اور علم اور درایت اور تفقّہ سے سخت بے بہرہ اور ایک غبی اور بلید آدمی ہیں۔ جن کو حقائق اور معارف کے کوچہ کی طرف ذرہ بھی گذر نہیں اور ساتھ اس کے یہ بلا لگی ہوئی ہے کہ ناحق کے تکبر اور نخوت نے آپ کو ہلاک ہی کر دیا ہے۔ جب تک آپ کو اپنی اس جہالت پر اطلاع نہ ہو اور دماغ سے غرور کا کیڑا نہ نکلے تب تک آپ نہ کوئی دنیا کی سعادت حاصل کر سکتے ہیں

نہ دین کی۔آپ کا بڑا دوست وہ ہوگا جو اس کوشش میں لگا رہے جو آپ کی جہالتیں اور نخوتیں آپ پر ثابت کرے میں نہیں جانتا کہ آپ کو کس بات پر ناز ہے۔شرمناک فطرت کے ساتھ اور اس موٹی سمجھ اور سطحی خیال پر یہ تکبر اور یہ ناز نعوذ باللّٰہ من ھذہ الجھالۃ والحمق و ترک الحیاء والسخافۃ والضلالۃ .

اور آپ کا یہ خیال کہ میں نے اب فساد کیلئے خط بھیجا ہے تا بٹالہ کے مسلمانوں میں پھوٹ پڑے۔عزیز من یہ آپ کے فطرتی توہمات ہیں۔ میں نے پھوٹ کیلئے نہیں بلکہ آپ کی حالت زار پر رحم کر کے خط بھیجا تھا تا آپ تحت الثریٰ میں نہ گر جائیں اور قبل از موت حق کو سمجھ لیں مسلمانوں میں تفرقہ اور فتنہ ڈالنا تو آپ ہی کا شیوہ ہے یہی تو آپ کا مذہب اور طریق ہے جس کی وجہ سے آپ نے ایک مسلمان کو کافر اور بے ایمان اور دجال قرار دیا اور علماء کو دھوکے دیکر تکفیر کے فتوے لکھوائے اور اپنے استاد نذیر حسین پر موت کے دنوں کے قریب یہ احسان کیا کہ اسکے منہ سے کلمہ تکفیر کہلوایا اور اسکی پیرانہ سالی کے تقویٰ پر خاک ڈالی۔آفرین باد برین ہمت مردانہ تو۔نذیر حسین تو ارذل عمر میں مبتلا اور بچوں کی طرح ہوش وحواس سے فارغ تھا۔ یہ آپ ہی نے شاگردی کا حق ادا کیا کہ اسکے اخیر وقت اور لب بام ہونے کی حالت میں ایسی مکروہ سیاہی اسکے منہ پر مل دی کہ اب غالبًا وہ گور میں ہی اس سیاہی کو لیجائے گا۔خدائے تعالیٰ کی درگاہ خالہ جی کا گھر نہیں ہے جو شخص مسلمان کو کافر کہتا ہے اس کو وہی نتائج بھگتنے پڑیں گے جن کا ناحق کے مکفرین کیلئے اس رسول کریمؐ نے وعدہ دے رکھا ہے جو ایسا عدل دوست تھا جس نے ایک چور کی سفارش کے وقت سخت ناراض ہو کر فرمایا تھا کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر **فاطمہ** بنت **محمدؐ** چوری

﴿۳۱۰﴾ کرے۔ تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

قولہ (اس صورت میں قادیان پہنچ سکتا ہوں) کہ مسلمانوں پر آپ کا جھوٹ اور فریب کھولوں لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ آپ میری جان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔

اقول اب آپ کسی حیلہ و بہانہ سے گریز نہیں کر سکتے۔ اب تو دس لعنتیں آپ کی خدمت میں **نذر** کر دی ہیں اور اللہ جلّ شانہٗ کی قسم بھی دی ہے کہ آپ آسمانی طریق سے میرے ساتھ صدق اور کذب کا فیصلہ کر لیں۔ اگر آپ مجھ کو جھوٹا سمجھنے میں سچے ہیں تو میری اس بات کو سنتے ہی مقابلہ کیلئے کھڑے ہو جائیں گے ورنہ ان تمام لعنتوں کو ہضم کر جائیں گے اور کچے اور بیہودہ عذرات سے ٹال دیں گے اور میں آپ کو ہلاک کرنا نہیں چاہتا۔ ایک ہی ہے جو آپ کو درحالت نہ باز آنے کے ہلاک کرے گا اور اپنے دین کو آپ کے اس فتنہ سے نجات دے گا۔ اور آپ کے قادیان آنے کی کچھ ضرورت نہیں اگر آپ اللہ اور رسولؐ کے نشان کے موافق آزمائش کیلئے مستعد ہوں تو میں خود بٹالہ اور امرتسر اور لاہور میں آ سکتا ہوں۔

تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد۔

اب ہم ذیل میں شیخ بٹالوی صاحب کا جواب درج کرتے ہیں۔

اور وہ یہ ہے:۔

بٹالہ ضلع گورداسپورہ (یکم جنوری ۱۸۹۳ء) نمبر اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرزا غلام احمد صاحب کادیانی خدا آپ کو ہدایت کرے اور راہ راست پر لاوے۔ سلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ آپ کا خط ۳۱؍دسمبر ۱۸۹۲ء میں نے تعجب سے پڑھا۔ میں آپ کی ان

گیدڑ بھبکیوں سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ اس ڈرنے کو شرک سمجھتا ہوں۔ اور انکے مقابلہ میں یہ آیت قرآن پیش کرتا ہوں۔ اتحاجونی فی اللّٰہ و قد ھدان و لا اخاف ما تشرکون به الا ان یشاء ربی شیئا ط وسع ربی کل شیئ علما ط افلا تتذکرون و کیف اخاف ما اشرکتم و لا تخافون انکم اشرکتم باللّٰہ ما لم ینزل به علیکم سلطانا فای الفریقین احق بالامن ان کنتم تعلمون الذین آمنوا و لم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن و ھم مھتدون.

کادیانی صاحب! میں قرآن اور پہلی کتابوں کو اور دین اسلام اور پہلے دینوں کو اور نبی آخر الزمان اور پہلے نبیوں کو سچا جانتا اور مانتا ہوں۔ اور اس کا یہ لازمہ اور شرط ہے کہ آپ کو جھوٹا جانوں اور آپ کا منکر ہوں۔ کیونکہ آپ کے عقائد آپ کی تعلیمات آپ کے اخلاق و عادات پہلی کتابوں اور پہلے دینوں اور پہلے نبیوں کے مخالف اور متناقض ہیں۔ لہٰذا ان کتابوں، دینوں اور نبیوں کو ماننا تب ہی صحیح اور سچا ہوسکتا ہے جبکہ آپ کے عقائد اور تعلیمات کو جھوٹا اور آپ کو گمراہ سمجھوں۔ جس پر آیات ذیل دلائل ہیں۔ و من یکفر بالطاغوت و یؤمن باللّٰہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقٰی. و قد امروا ان یکفروا به. قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معه ج اذ قالوا لقومھم انا براؤ منکم و مما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم. و بدا بیننا و بینکم العداوۃ والبغضاء ابدا حتی تؤمنوا باللہ وحدہ. عقائد باطلہ مخالفہ دین اسلام و ادیان سابقہ کے علاوہ جھوٹ بولنا اور دھوکا دینا آپ کا ایسا وصف لازم بن گیا کہ گویا وہ آپ کی سرشت کا ایک جزو ہے۔ زمانہ تالیف براہین احمدیہ کے پہلے آپ کی سوانح عمری کا میں تفصیلی علم نہیں رکھتا مگر زمانہ تالیف براہین احمدیہ سے جو جھوٹ بولنا دھوکا دینا آپ نے اختیار کیا ہے۔ خصوصًا ۱۸۸۶ء سے جب سے آپ نے الہامی بیٹا تولد ہونے کی پیشگوئی کی اور

﴿۳۱۲﴾ اس قسم کی اور پیشین گوئیاں مشتہر کی ہیں علی الخصوص ۱۸۹۰ء سے جب سے آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ مشتہر کیا ہے اس سے آپ کی کوئی تحریر کوئی تقریر کوئی خط کوئی تصنیف خالی نہیں ہے۔ اس سے قیاس ہوسکتا ہے کہ پہلے زمانہ میں خصوصاً امتحان مختار کاری میں فیل ہونے اور پھر عدالت میں سالہا سال اپنے مقدمات کرنے کے وقت آپ کا یہی حال رہا ہوگا۔

اس سے ہر یک سمجھ سکتا ہے کہ جو شخص بندوں پر جھوٹ بولنے اور ان کو دھوکا دینے میں ایسا دلیر ہو وہ خدا پر افتراء کرنے سے کہ میں ملہم ہوں اور مجھے الہام ہوا ہے کہ فلاں شخص مجھے بیٹی نہ دے گا تو ہلاک ہو جاوے گا۔☆ اور فلاں شخص مجھے مسیح نہ مانے گا تو وہ عذاب میں مبتلا ہوگا۔ کس طرح رک سکتا ہے اور اس دعویٰ الہام میں کیونکر سچا سمجھا جا سکتا ہے۔

آپ اس قسم کے تین ہزار الہامات کے صادق ہونے کے مدعی ہیں۔ میں ان تین ہزار میں سے صرف تین الہاموں کے صادق ٹھہرنے پر آپ کو ملہم مان لوں گا اور یہ سمجھوں گا کہ میں نے آپ کے عقائد و تعلیمات کو مخالف حق اور آپ کو بداخلاق اور گمراہ سمجھنے میں غلطی کی۔ ان تین ہزار میں سے جن تین الہاموں کو آپ بیّن الصدق سمجھتے ہیں۔ مثلاً دیانند سرستی کی موت کے متعلق الہام یا شیخ مہر علی کی رہائی کی نسبت الہام یا دلیپ سنگھ کی ناکامی سے واپس ہونے کی نسبت الہام یا آپ کے آئندہ اور فرضی خُسر کے فوت ہو جانے کی نسبت الہام وامثال ذالک ان کو آپ کسی ایسی مجلس میں جس میں جانبین کے اشخاص مساوی ہوں اور تین منصف مختلف مذاہب کے یا آزاد مشرب ہوں ثابت کر دیں اور آسانی سے کامیاب ہوں۔

تین نہ سہی چلو ایک ہی اپنے خیالی الہام اخیر کا جس کو آپ نے اپنے جلسہ میلہ سالانہ میں اپنے معتقدوں اور دام افتادگان میں جو اکثر عوام بے علم تھے اور بعض خودغرض نیچری

☆ **حاشیہ۔** یہ پیشگوئی سچی تھی کہ اپنی میعاد کے اندر پوری ہوگئی کیونکہ مضمون پیشگوئی کا یہ تھا کہ اگر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اپنی بیٹی نہیں دے گا تو نکاح کرنے کے بعد تین برس کے عرصہ تک فوت ہو جائیگا چنانچہ مرزا احمد بیگ نے اس الہام کے سننے کے بعد پانچ برس تک اپنی لڑکی کلاں کا کسی جگہ نکاح نہ کیا اور زندہ رہا۔ پھر پانچ برس کے بعد اُس نے اُس کا ایک جگہ نکاح کر دیا۔ اور نکاح کے چھٹے مہینے پیشگوئی کی میعاد میں مر گیا۔ اگر یہ انسان کا کام ہے تو بٹالوی کو قسم ہے کہ ایسے ثبوت کی کوئی نظیر پیش کرے جس کی خدا تعالیٰ نے سچائی ظاہر کر دی ہو یا آپ ہی بنا کر دکھلاوے۔ ورنہ اُس لعنت سے ڈرے جو سچائی کے دشمنوں پر ایسی جلد اترتی ہے جیسا کہ پہاڑ کی چوٹی سے نیچے کی طرف پتھر۔ منہ

﴿۳۱۳﴾ اور بعض تماشائی جن کو تحقیق اصل حال سے کوئی غرض نہ تھی۔ بڑی شدّومدّ سے بیان کیا تھا واقعی الہام ہونا ثابت کردیں۔

اب مرد میدان ہیں تو میدان میں نکلیں ورنہ اِن لن ترانیوں سے شرم کریں۔ اپنے دریائے رحمت کے جوش وجنبش میں آنے کا جو آپ نے ذکر کیا ہے۔اس میں بھی آپ نے اپنی سنت قدیم کذب و دھوکا دہی سے کام لیا ہے۔آپ کو رحمت سے کیا نسبت۔ رحمت اور ہمدردی کا تو آپ میں مادہ ہی نہیں۔ آپ کے افعال و حرکات وکلمات صاف شہادت دے رہے ہیں کہ آپ پرلے سرے کے بے رحم اور خودغرض جانی اورنفسانی آدمی ہیں۔آپ کی زبان اور حجّاج بن یوسف کی تلوار دونو توام ہیں۔آپ نے اپنے مخالفین اورمعترضین کو اس حالت اوراس وقت میں جبکہ آپ ان کو مخدومی اخوی کے خطاب سے یاد کرتے اوران کی نیک نیتی کے معترف تھے۔ بے حیا، بے ایمان، درندہ، منہ سے جھاگ نکالنے والا۔کتا، **کلب یموت علی کلب**،سفلہ، کمینہ، وحشی وغیرہ وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے کیا رحمت اورانسانی نوع کی ہمدردی یہی معنے رکھتی ہے؟

آپ مسلمانوں کا دس ہزار سے زیادہ روپیہ کتاب براہین احمدیہ کی قیمت اورقبولیت دعاؤں کی طمع دے کرخورد برد کر چکے ہیں اور کتاب براہین ہنوز دربطن شاعر کا مصداق ہے۔ اورقبولیت دعاؤں کے امیدوار آپ کے منہ دیکھ رہے ہیں۔کیا ہمدردی ورحم اسی کا نام ہے؟

جب مجھے آپ سے آپ کے امکانی ولی ہونے کی نظر سے حسن ظنی تھی تو میں نے آپ سے بارہا التجا کی کہ مجھے آپ اپنے پاس ٹھہرا کر رحمت و برکت کے آثار دکھائیں۔آپ نے کبھی ہاں نہ کی۔ایک دفعہ میں نے آپ کو یہ بھی کہا تھا کہ آپ کے مخالف ومنکر اچھے رہے کہ آپ ان کو

﴿۳۱۴﴾ نشانِ آسمانی دکھانے کیلئے انعام کے وعدہ پر بلاتے ہیں۔ ہم موافقین کو بلا وعدہ انعام بھی نہیں بلاتے تو آپ ہنس کر چپ ہو گئے پھر جب آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو میں نے اپنا خلاف ظاہر کر کے آپ کے پاس آنا اور دوستانہ پرائیویٹ گفتگو کرنا چاہا تو آپ بلانے کا وعدہ دیتے دیتے لودیانہ میں جابراجے اور وہاں جا کر مخاصمانہ بحث کا اکھاڑہ جما کرنا جائز اور بحث کو ٹلانے کے شروط سے پناہ گزین ہوئے۔ پھر جب بمقام لودیانہ آپ کے گھر پر پہنچ کر آپ کو گفتگو پر مجبور کیا تو آپ نے اس باامن گفتگو کو ناتمام چھوڑ کر پھر مخاصمانہ اکھاڑہ جمانے کا اہتمام کیا۔ اور دہلی، پٹیالہ، لاہور، سیالکوٹ وغیرہ میں مخاصمانہ بحث کا علم بلند کیا۔ اور پھر بحث سے گریز کر کے انواع اتہام و اکاذیب کا اشتہار کیا اور اسی اثناء میں فیصلہ آسمانی لکھ مارا جس میں کوئی دقیقہ بے رحمی و بدگوئی کا فروگذاشت نہ کیا۔ اس بے رحمی و نفسانی کارروائیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ پڑ گیا۔ بھائی بھائی سے اور دوست دوست سے الگ ہو گیا۔ کیا رحمت و ہمدردی کا یہی اثر ہے۔

آپ میں رحمت اور ہمدردی کا شمہ اثر بھی ہوتا تو جس وقت میں نے اپنا خلاف آپ کے دعویٰ مسیحائی سے ظاہر کیا تھا آپ فوراً مجھے اپنی جگہ بلاتے یا غریب خانہ پر قدم رنجہ فرماتے (جیسا کہ پہلے بھی آپ سے وقوع میں آتا رہا۔ اور کم سے کم تین دفعہ آپ نے غریب خانہ میں قدم رنجہ فرما کر رابطہ اتحاد ظاہر کیا تھا) اور اس صورت سے آپ اپنے دعویٰ جدیدہ کو ثابت کر دکھاتے اب جو آپ نے یہ خط ارسال فرمایا ہے۔ یہ بھی آپ کی خود غرضی اور نیّت فساد سے خالی نہیں۔ اس میں خود غرضی یہ ہے کہ آپ کے مرید آپ کو نیک نیّت اور اپنے دعویٰ میں ثابت قدم اور مقابلہ مخالفین کیلئے مستعد سمجھیں نیّت فساد کی یہ ہے

﴿۳۱۵﴾

کہ جانب ثانی سے جواب ترکی بہ ترکی ملے تو اس سے بٹالہ کے مسلمانوں میں پھوٹ پڑے۔ یہ آپ کے دعویٰ الہام وراستبازی اور خیر خواہی ورحمت کا جواب ہے۔

اب میں آپ کی اس درخواست کا کہ ’’خاکسار آپ کے اور آپ کے تابعین کے الہامات ومنامات سے ڈر کر آپ کے پاس پہنچے اور آپ کا مطیع ہو جائے یا آپ کو ان ڈرانے والے الہامات ومنامات کی اشاعت کی اجازت دے‘‘۔ جواب دیتا ہوں۔

آپ کا خاکسار کو اپنے پاس بلانا اگر اس غرض سے ہے کہ میں آپ کے عقائد باطلہ کی نسبت آپ سے کچھ دریافت کروں تو اس نظر سے آنا فضول ہے۔ ہم مسلمانوں کو آپ کے عقائد باطلہ کے بطلان میں اب کوئی شک نہیں ہے۔ لہٰذا اس میں کچھ دریافت کرنے کی کوئی ضرورت وحاجت باقی نہیں۔

ہاں آپ کو کچھ شک واشتباہ ہو تو آپ جس وقت چاہیں حسب عادت قدیم غریب خانہ پر تشریف لاویں۔

دستور قدیم کے موافق آپ کی مدارات ہوگی اور آپ کی تسلی کی جاوے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور اگر خاکسار کو اپنے پاس بلانا اس غرض سے ہے کہ آپ مجھے کوئی نشان آسمانی دکھائیں گے تو اس نظر سے آنا نہ صرف بے فائدہ ہے بلکہ گناہ اور موجب نقصان ہے۔ جس شخص کے عقائد اسلام اور سابق ادیان کے مخالف ہوں اس سے نشان آسمانی کا متوقع ہونا مومن کا کام نہیں۔ اور اگر وہ کچھ چالاکی اور شعبدہ بازی سے بذریعہ مسمریزم وغیرہ دکھا بھی دے تو اس پر اعتماد کرنا مخالف اسلام ہے۔ اس بات کو آپ بھی اپنے اشتہار میں تسلیم کر چکے ہیں۔

ہاں اس غرض سے میرا وہاں پہنچنا جائز بلکہ موجب ثواب ہے کہ میں وہاں پہنچ کر

﴿۳۱۶﴾

آپ کا عجز اظہار نشان آسمانی سے لوگوں پر ظاہر کروں اور مسلمانوں پر آپ کا جھوٹ اور فریب کھولوں کیونکہ میرے خیال میں آپ کو مسمریزم وغیرہ میں دخل نہیں۔ اور آپ کے پاس جو ہتھیار اور دام تزویر ہے وہ صرف زبان کی چالاکی اور فقرہ بندی ہے۔ لیکن مجھے اس صورت میں قادیان پہنچنے میں یہ اندیشہ ہے کہ آپ میری جان کو نقصان پہنچانے میں کوشش کریں گے اور اس سے اپنے الہام کو کہ یہ شخص باون ۵۲ برس کا ہو کر فوت ہو جاوے گا۔ جس کو آپ کے حواری اور دوست میاں چٹو ریشم فروش اور میاں رجب الدین شالی کوب لاہور وغیرہ آپس میں پھیلا رہے ہیں سچا کر دکھائیں گے۔ (گو واقع میں کبھی سچا نہیں ہو سکتا کیونکہ میں باون ۵۲ برس کی عمر پوری کر چکا ہوں۔ ۱۷ محرم ۱۲۵۶ھ میری پیدائش ہے اور اب ۱۳۱۰ھ گذر رہا ہے) اور کم سے کم یہ کہ میری آبروریزی کی تدبیر کریں گے۔ پس اگر آپ میری اس غرض کو پیش نظر رکھ کر مجھے اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں تو میرے اس اندیشہ کو ایک باضابطہ تحریر سے جو عدالت میں رجسٹر ڈ ہوا ٹھا دیں۔

آپ نے اس تحریر ذمہ داری کو منظور کیا تو اس کا مسودہ آپ کے پاس بھیجا جاوے گا۔ اس صورت میں یہ خاکسار قادیان میں حاضر ہوگا اور جو کام آپ کی خدمت گذاری کا یہاں کرتا ہے وہاں بیٹھ کر کرے گا۔ درصورت عدم منظوری شرط مذکور میں قادیان میں نہیں آ سکتا۔ اس صورت میں جو آپ نے اپنے اور اپنے تابعین کے الہامات و منامات کے جو میری نسبت ہوئے ہیں اجازت چاہی ہے اس سے مجھے تعجب آیا اور یقین ہوا کہ آپ دعوئ الہام میں کذاب ہیں۔ خدا کے الہام کی اشاعت و تبلیغ کیلئے اوروں کی اجازت کے کیا معنی ☆؟ اوّل تو جو الہام کسی نبی یا ولی کو کسی شخص کے ڈرانے کیلئے ہوتا ہے اس کی اشاعت و تبلیغ اس الہام کا عین مدعا ہوتا ہے اور اگر آپ کا ملہم آپ کو ایسے الہام کرتا ہے جس کی

☆ حاشیہ۔ بٹالوی صاحب کے اس بیان سے ان کی قرآن دانی اور حدیث خوانی خوب ظاہر ہو رہی ہے ان کو معلوم رہے کہ ہر یک ملہم من اللہ کو تین قسم کے الہام ہوتے ہیں۔ ایک واجب التبلیغ دوسرے وہ الہام جن کے اظہار اور عدم اظہار میں ملہم لوگ اختیار دیئے جاتے ہیں۔ اگر مصلحت اظہار کی سمجھیں تو اظہار کر دیں ورنہ پوشیدہ رکھیں۔ تیسری قسم الہام کی وہ ہے جن کے اظہار سے ملہم لوگ منع کئے جاتے ہیں۔ یہی تقسیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں موجود ہے سو یہ الہام درمیانی قسم کا الہام تھا جس کا اظہار و عدم اظہار اس عاجز کے اختیار میں دیا گیا تھا اور انبیاء بھی ہر یک بات خدا تعالیٰ سے حل نہیں کرتے بلکہ اِس عالم اسباب میں اپنے اجتہاد سے بھی کام لیتے ہیں۔ فتدبر۔ منه

﴿۳۱۷﴾

اشاعت تا نظر ثانی وحکم ثانی جائز نہیں ہوتی تو آپ اپنے ملہم ہی سے کیوں نہیں پوچھ لیتے کہ میں اس الہام کو شائع کروں یا نہ کروں اور اگر کروں گا تو کسی قانون کے شکنجہ میں تو نہ پھنسایا جاؤں گا۔ آپ کی اس اجازت چاہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ الہام کی آڑ میں مجھے گالیاں دینا چاہتے ہیں۔ اور ایسے الفاظ لکھنے اور مشتہر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جس سے میری حیثیت عرفی کا ازالہ ہو اور میرے اور میرے عزیزوں اور اقارب کی دل شکنی ہو اور ان کو رنج پہنچے چنانچہ پہلے بھی آپ نے اس قسم کے الہام میری نسبت شائع کئے ہیں ومع ھٰذا آپ قانونی گرفت کا بھی اندیشہ رکھتے ہیں اور حکام وقت کو اپنے ملہم کی نسبت زبردست سمجھتے ہیں۔ لہٰذا میں ایسے الہام کی اشاعت کی اجازت عام نہیں دے سکتا۔ ہاں اس قسم کی اجازت سے میں رک بھی نہیں سکتا کہ آپ اپنے اور تابعین کے الہامات کو جہاں تک کہ قانون ان کی اشاعت کی اجازت دیتا ہے شائع کریں۔ اور اپنے ملہم کمزور و ڈرپوک کو (جو یقیناً خدا تعالیٰ نہیں بلکہ معلم الملکوت ہے) حکام وقت سے مغلوب سمجھ کر اس کے حکم کی تعمیل کو حکام وقت کے قانون کے تابع رکھیں۔ اس کا آپ نے خلاف کیا تو آپ کو کورٹ میں پھر کسی اور آرام گاہ میں آنا پڑے گا۔ آپ کے پچھلے الہامات بھی میری نگاہ میں ہیں اور ان کی نسبت تدارک کا ارادہ بھی ہنوز ملتوی نہیں ہوا۔

میں یہ کہنا بھی نامناسب نہیں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ خدا سے ہم کلام ہونے کا شرف رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے مجملات کی تفصیل پوچھ سکتے ہیں اور مع ھٰذا ابنی نوع سے ہمدردی رکھتے ہیں (جیسا کہ آپ نے اپنے خط میں دعویٰ کیا ہے) تو بجائے مجھے دھمکانے اور ڈرانے کے آپ میری نسبت خدا تعالیٰ سے پہلے یہ دریافت کریں کہ جو منذر الہام آپ کو اِس

﴿۳۱۸﴾

شخص کی نسبت ہوا ہے وہ مبرم اور قطعی الوقوع ہے یا اس کا وقوع معلق ہے اور جو ڈر یا عذاب اس میں بیان کیا گیا ہے وہ درصورت اس کے تابع ہو جانے کے اس شخص سے اٹھ سکتا ہے۔

پس اگر خدا تعالیٰ آپ کو یہ بتا دے کہ وہ مبرم نہیں معلق ہے تو آپ خدا کی جناب میں دعا کریں کہ وہ مجھے آپ کی شناخت کی توفیق دے اور آپ کے تابع کر دے☆۔ اور مجھ سے وہ عذاب اٹھا لے اور اس امر میں اپنے دریائے رحمت کو جوش میں لاویں اور اس نبی رحیم کی سنت پر عمل کریں جس کو اس کی قوم نے مار کر خون آلودہ کر دیا تھا اور وہ اپنے چہرہ سے خون پونچھتا اور یہ کہتا تھا۔ **اللّٰھم اغفر لقومی فانّھم لا یعلمون** اور نیز آنحضرت کی اس سنت پر عمل کریں کہ جب آپ کے پاس ملک الجبال نے حاضر ہو کر کہا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس لئے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے منکروں اور مخالفوں کو پہاڑ کے نیچے کچل دوں تو آپ نے فرمایا میں یہ نہیں چاہتا اور میں امید کرتا ہوں کہ ان کی پُشتوں سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو خدا کی توحید پکاریں گے۔ اور اگر خدا تعالیٰ آپ کو یہ خبر دے کہ یہ الہام مبرم و قطعی الوقوع ہے تو پھر آپ میری دعوت سے دستبردار ہوں اور اپنے تابعین کو وہ الہام سنا کر ان پر اپنی نبوت و ولایت ثابت کریں۔ اس صورت میں مجھے دعوت کرنا فضول ہے کیونکہ قطعی وعدہ عذاب کے بعد کسی نبی نے دعوت نہیں کی۔

اور اگر آپ اپنی اس دھمکی پر مصر رہیں گے تو طالب حق اور منصف جان لیں گے کہ آپ اس دعوت و انذار میں فریب کرتے ہیں اور جھوٹے ہیں۔

میں اخیر میں یہ بھی آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ اگر میں آپ کی مخالفت میں نیک نیت اور حق پر ہوں۔ اور دین اسلام کی حمایت کر رہا ہوں اور نفسانیت کو اِس

☆فٹ نوٹ ۔خدا تعالیٰ کسی ملہم کی دعا سے اس کو ہدایت کرتا ہے جس کے دل پر زیغ اور کجی کا غلبہ نہیں ہوتا۔ ورنہ بموجب فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ [1] ہدایت پانے سے محروم رہتا ہے۔ منہ

[1] الصف:۶

﴿۳۱۹﴾

میں دخل نہیں دیتا تو خدا تعالیٰ میری مدد کرے گا اور آپ کو ہدایت کر کے تابع حق اور دین اسلام کرے گا ورنہ سخت عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کرے گا۔ اور اگر میری نیت میں فساد ہے تو خدا مجھے اس کا بدلہ خود دے گا۔ آپ کا ڈرانا اور دھمکانا عبث وفضول ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ میں آپ کو کذاب جانتا ہوں اور اس اعتقاد کو دین اسلام کا جزو سمجھتا ہوں۔ لہٰذا بہتر ہے کہ آپ ان گیدڑ بھبکیوں سے باز آئیں اور حق کے تابع ہو جائیں۔ آئندہ اختیار ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین راقم ابوسعید محمد حسین عفی اللہ عنہ

یہ خط ایک جلسہ عام اہل اسلام میں پڑھا گیا اور عمائد جلسہ نے اس کے مضمون کو پسند کیا۔ اور اس کے مسودہ پر دستخط کیا۔ ازانجملہ مختصر کے نام نامی یہ ہیں۔

(۱) محمد فیض محی الدین قادری عفی عنہ (۲) احمد علی عفی عنہ (۳) محمد اعظم عفی عنہ (۴) شیخ امیر بخش (۵) حافظ غلام قادر (۶) نور محمد (۷) شیخ امیر بخش (۸) نبی بخش ذیلدار بٹالہ (۹) برکت علی۔ (۱۰) محمد اسحاق ولد قاضی نور احمد (۱۱) فقیر شیخ محمد واعظ اسلام نقشبندی مخدومی احسنی۔ (۱۲) محمد ابراہیم امام مسجد جامع (۱۳) حکیم عطا محمد (۱۴) علی محمد (۱۵) مسکین محمد احمد اللہ۔ (۱۶) فقیر شمس الدین (۱۷) محمد علی تھانہ دار پنشنر (۱۸) حسین بخش اپیل نویس اور بہت سے آدمی ہیں جن کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے۔

جواب الجواب شیخ بٹالوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

الحمدُ للّٰہ والسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی ۔امّا بعد آپ کا رجسٹری شدہ خط مورخہ

﴿۳۲۰﴾

۴؍ جنوری ۱۸۹۳ء کو مجھ کو ملا۔ اگرچہ آپ کا یہ خط جو کذب اور تہمت اور بیجا افتراؤں کا ایک مجموعہ ہے اس لائق نہیں تھا کہ میں اس کا کچھ جواب آپ کو لکھتا فقط اعراض کافی تھا لیکن چونکہ آپ نے اپنے خط کے صفحہ دو[۲] اور تین میں اس عاجز کی تین پیشگوئیوں کا ذکر کر کے بالآخر اس تیسری پیشگوئی پر حصر کر دیا ہے جو نورافشان دہم مئی ۱۸۸۸ء اور نیز میرے اشتہار مشتہرہ ۱۰؍ جولائی ۱۸۸۸ء میں درج ہے اور آپ نے اقرار کیا ہے کہ اگر اس الہام کا سچا ہونا ثابت ہو جائے تو میں آپ کو ملہم مان لوں گا اور یہ سمجھوں گا کہ میں نے آپ کے عقائد و تعلیمات کو مخالف حق اور آپ کو بداخلاق اور گمراہ سمجھنے میں غلطی کی۔ اس لئے اس عاجز نے پھر آپ کی حالت پر رحم کر کے آپ کو اس الہامی پیشگوئی کے ثبوت کی طرف توجہ دلانا مناسب سمجھا۔ وہ پیشگوئی جیسا کہ آپ خود اپنے خط میں بیان کر چکے ہیں یہی تھی کہ اگر مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری اپنی بیٹی اس عاجز کو نہ دیوے اور کسی سے نکاح کر دیوے تو روز نکاح سے تین برس کے اندر فوت ہو جائے گا۔ اس پیشگوئی کی یہ بنیاد نہیں تھی کہ خواہ نخواہ مرزا احمد بیگ کی بیٹی کی درخواست کی گئی تھی بلکہ یہ بنیاد تھی کہ یہ فریق مخالف جن میں سے مرزا احمد بیگ بھی ایک تھا اس عاجز کے قریبی رشتہ دار مگر دین کے سخت مخالف تھے اور ایک ان میں سے عداوت میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اللہ جلّشانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ گالیاں دیتا تھا اور اپنا مذہب **دہریہ** رکھتا تھا اور نشان کے طلب کیلئے ایک اشتہار بھی جاری کر چکا تھا اور یہ سب مجھ کو مکار خیال کرتے تھے اور نشان مانگتے تھے۔ اور صوم و صلوٰۃ اور عقائد اسلام پر ٹھٹھا کیا کرتے تھے سو خدائے تعالیٰ نے چاہا کہ ان پر اپنی حجت پوری کرے۔ سو اس نے نشان دکھلانے میں وہ پہلو اختیار کیا جس کا ان تمام

﴿۳۲۱﴾ بے دین قرابتیوں پر اثر پڑتا تھا خدا ترس آدمی سمجھ سکتا ہے کہ موت اور حیات انسان کے اختیار میں نہیں اور ایسی پیشگوئی جس میں ایک شخص کی موت کو اس کی بیٹی کے نکاح کے ساتھ جو غیر سے ہو وابستہ کر دیا گیا اور موت کی حد مقرر کر دی گئی انسان کا کام نہیں ہے۔ چونکہ یہ الہامی پیشگوئی صاف بیان کر رہی تھی کہ مرزا احمد بیگ کی موت اور حیات اس کی لڑکی کے نکاح سے وابستہ ہے اس لئے پانچ برس تک یعنی جب تک اس لڑکی کا کسی دوسری جگہ نکاح نہ کیا گیا مرزا احمد بیگ زندہ رہا اور پھر ۷/اپریل ۱۸۹۲ء میں احمد بیگ نے اس لڑکی کا ایک جگہ نکاح کر دیا اور بموجب پیشگوئی کے تین برس کے اندر یعنے نکاح سے چھٹے مہینہ میں جو ۳۰/ستمبر ۱۸۹۲ء تھی فوت ہو گیا اور اسی اشتہار میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگرچہ روز نکاح سے موت کی تاریخ تین برس تک بتلائی گئی ہے مگر دوسرے کشف سے معلوم ہوا کہ کچھ بہت عرصہ نہیں گذرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نکاح اور موت میں صرف چھ مہینہ بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہا یعنے جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں کہ ۷/اپریل ۱۸۹۲ء میں نکاح ہوا اور ۳۰/ستمبر ۱۸۹۲ء کو مرزا احمد بیگ اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔ اب ذرا خدا تعالیٰ سے ڈر کر کہیں کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی یا نہیں اور اگر آپ کے دل کو یہ دھوکا ہو کہ کیونکر یقین ہو کہ یہ الہامی پیشگوئی ہے کیوں جائز نہیں کہ دوسرے وسائل نجوم و رمل و جفر وغیرہ سے ہو تو اس کا یہ جواب ہے کہ منجموں کی اس طور کی پیشگوئی نہیں ہوا کرتی جس میں اپنے ذاتی فائدہ کے لحاظ سے اس طور کی شرطیں ہوں کہ اگر فلاں شخص ہمیں بیٹی دے تو زندہ رہے گا ورنہ نکاح کے بعد تین برس تک بلکہ بہت جلد مر جائے گا اگر دنیا میں کسی منجم یا رمّال کی اِس قسم کی پیشگوئی ظہور میں آئی ہے تو وہ اس کے ثبوت کے ساتھ پیش کریں علاوہ اس کے اس پیشگوئی کے ساتھ اشتہار میں ایک دعویٰ پیش

﴿۳۲۲﴾ کیا گیا ہے یعنے یہ کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں اور مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہوں۔ اور مامور من اللہ ہوں اور میری صداقت کا نشان یہ پیشگوئی ہے۔ اب آپ اگر کچھ بھی اللہ جلّ شانہٗ کا خوف رکھتے ہیں تو سمجھ سکتے ہیں کہ ایسی پیشگوئی جومنجانب اللہ ہونے کیلئے بطور ثبوت کے پیش کی گئی ہے اسی حالت میں سچی ہوسکتی تھی کہ جب درحقیقت یہ عاجز منجانب اللہ ہو کیونکہ خدا تعالیٰ ایک مفتری کی پیشگوئی کو جو ایک جھوٹے دعویٰ کیلئے بطور شاہد صدق بیان کی گئی ہر گز سچی نہیں کرسکتا۔ وجہ یہ کہ اس میں خلق اللہ کو دھوکا لگتا ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ خود مدعی صادق کیلئے یہ علامت قرار دے کر فرماتا ہے وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ يَعِدُكُمْ۔[1] اور فرماتا ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔[2] رسول کا لفظ عام ہے جس میں رسول اور نبی اور محدث داخل ہیں۔ پس اس پیشگوئی کے الہامی ہونے کیلئے ایک مسلمان کیلئے یہ دلیل کافی ہے جو منجانب اللہ ہونے کے دعویٰ کے ساتھ یہ پیشگوئی بیان کی گئی اور خدا تعالیٰ نے اس کو سچی کر کے دکھلا دیا اور اگر آپ کے نزدیک یہ ممکن ہے کہ ایک شخص دراصل مفتری ہو اور سراسر دروغ گوئی سے کہے کہ میں خلیفۃ اللہ اور مامور من اللہ اور مجدّد وقت اور مسیح موعود ہوں اور میرے صدق کا نشان یہ ہے کہ اگر فلاں شخص مجھے اپنی بیٹی نہیں دے گا اور کسی دوسرے سے نکاح کر دے گا تو نکاح کے بعد تین برس تک بلکہ اس سے بہت قریب فوت ہو جائے گا اور پھر ایسا ہی واقعہ ہو جائے تو برائے خدا اس کی نظیر پیش کرو۔ ورنہ یاد رکھو کہ مرنے کے بعد اس انکار اور تکذیب اور تکفیر سے پوچھے جاؤ گے۔ خدا تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ[3] سوچ کر دیکھو کہ اس کے یہی معنی ہیں جو شخص اپنے دعویٰ میں کاذب ہو اس کی

[1] المؤمن:۲۹ [2] الجن:۲۷، ۲۸ [3] المؤمن:۲۹

﴿۳۲۳﴾ پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی ۔ شیخ صاحب اب وقت ہے سمجھ جاؤ اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شیخی پیش نہیں جائے گی اور اگر کوئی نجومی یا رمّال یا جفری اس عاجز کی طرح دعویٰ کر کے کوئی پیشگوئی دکھلا سکتا ہے تو اس کی نظیر پیش کرو اور چند اخباروں میں درج کرا دو ۔ اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہیں کر سکو گے اور ایسا نجومی ہلاک ہوگا ۔ خدا تعالیٰ تو اپنے نبی کو فرماتا ہے کہ اگر وہ ایک قول بھی اپنی طرف سے بناتا تو اس کی رگ جان قطع کی جاتی ۔ پھر یہ کیونکر ہو کہ بجائے رگ جان قطع کی جانے کے اللہ جلّ شانہٗ اس عاجز کو جو آپ کی نظر میں کافر مفتری دجّال کذّاب ہے دشمنوں کے مقابل پر یہ عزت دی کہ تائید دعویٰ میں پیشگوئی پوری کرے ۔ کبھی دنیا میں یہ ہوا ہے کہ کاذب کی خدا تعالیٰ نے ایسی مدد کی ہو کہ وہ گیارہ برس سے خدا تعالیٰ پر یہ افترا کر رہا ہو کہ اس کی وحی ولایت اور وحی محدثیت میرے پر نازل ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ اس کی رگ جان نہ کاٹے بلکہ اس کی پیشگوئیوں کو پورا کر کے آپ جیسے دشمنوں کو منفعل اور نادم اور لاجواب کرے اور آپ کی کوشش کا نتیجہ یہ ہو کہ آپ کی تکفیر سے پہلے تو کل ۷۵ آدمی سالانہ جلسہ میں شریک ہوں اور بعد آپ کی تکفیر اور جانکاہی اور لوگوں کے روکنے کے تین سو ستائیس ۳۲۷ احباب اور مخلص جلسہ اشاعت حق پر دوڑے آویں ۔ اب اس سے زیادہ کیا لکھوں میں اس خط کو انشاء اللہ چھاپ کر شائع کر دوں گا اور مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ اس الہامی پیشگوئی کی آزمائش کیلئے بٹالہ میں کوئی مجلس مقرر کروں مناسب ہے کہ آپ بھی اپنے **اشاعۃ السنہ** میں میرے اس خط کو شائع کر دیں اور یہ بات بھی ساتھ لکھ دیں کہ اب آپ کو قبول کرنے میں کیا عذر ہے خود منصف لوگ دیکھ لیں گے کہ وہ عذر صحیح یا غلط ہے ۔

﴿۳۲۴﴾ مکرّر یہ کہ اللہ جلّ شانہ‘ خوب جانتا ہے کہ میں اپنے دعویٰ میں صادق ہوں نہ مفتری ہوں نہ دجّال نہ کذّاب۔ اس زمانہ میں کذّاب اور دجّال اور مفتری پہلے اس سے کچھ تھوڑے نہیں تھے تا خدا تعالیٰ صدی کے سر پر بھی بجائے ایک مجدد کے جو اس کی طرف سے مبعوث ہو ایک دجّال کو قائم کر کے اور بھی فتنہ اور فساد ڈال دیتا مگر جو لوگ سچائی کو نہ سمجھیں اور حقیقت کو دریافت نہ کریں اور تکفیر کی طرف دوڑیں میں ان کا کیا علاج کروں۔ میں اس بیمار دار کی طرح جو اپنے عزیز بیمار کے غم میں مبتلا ہوتا ہے اس ناشناس قوم کیلئے سخت اندوہگیں ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اے قادر ذوالجلال خدا۔ اے ہادی و رہنما ان لوگوں کی آنکھیں کھول اور آپ ان کو بصیرت بخش اور آپ ان کے دلوں کو سچائی اور راستی کا الہام بخش اور یقین رکھتا ہوں کہ میری دعائیں خطا نہیں جائیں گی کیونکہ میں اس کی طرف سے ہوں اور اس کی طرف بلاتا ہوں یہ سچ ہے کہ اگر میں اس کی طرف سے نہیں ہوں اور ایک مفتری ہوں تو وہ بڑے عذاب سے مجھ کو ہلاک کرے گا کیونکہ وہ مفتری کو کبھی وہ عزت نہیں دیتا کہ جو صادق کو دی جاتی ہے۔ میں نے جو ایک پیشگوئی جس پر آپ نے میرے صادق اور کاذب ہونے کا حصر کر دیا آپ کی خدمت میں پیش کی ہے یہی میرے صدق اور کذب کی شناخت کیلئے ایک کافی شہادت ہے کیونکہ ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ کذّاب اور مفتری کی مدد کرے۔ لیکن ساتھ اس کے میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس پیشگوئی کے متعلق دو پیشگوئی اور ہیں جن کو میں اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں شائع کر چکا ہوں جن کا مضمون یہی ہے کہ خدا تعالیٰ اس عورت کو بیوہ کر کے میری طرف رد کرے گا۔ اب انصاف سے دیکھیں کہ نہ کوئی انسان اپنی حیات پر اعتماد کر سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کی نسبت دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ فلاں وقت تک زندہ رہے گا یا فلاں

وقت تک مر جائے گا مگر میری اس پیشگوئی میں نہ ایک بلکہ چھ دعوے ہیں۔ **اوّل** نکاح کے وقت تک میرا زندہ رہنا۔ **دوم** نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا یقیناً زندہ رہنا۔ **سوم** پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی سے مرنا جو تین برس تک نہیں پہنچے گا۔ **چہارم** اس کے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مر جانا۔ **پنجم** اس وقت تک کہ میں اس سے نکاح کروں اس لڑکی کا زندہ رہنا۔ **ششم** پھر آخر یہ بیوہ ہونے کی تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت مخالفت اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آجانا۔ اب آپ ایماناً کہیں کہ کیا یہ باتیں انسان کے اختیار میں ہیں اور ذرہ اپنے دل کو تھام کر سوچ لیں کہ کیا ایسی پیشگوئی سچے ہو جانے کی حالت میں انسان کا فعل ہو سکتی ہے۔ پھر اگر اس پیشگوئی پر جو لڑکی کے باپ کے متعلق ہے جو ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو پوری ہوگئی آپ کا دل نہیں ٹھہرتا تو آپ اشاعۃ السنہ میں ایک اشتہار حسب اپنے اقرار کے دیدیں کہ اگر یہ دوسری پیشگوئیاں بھی پوری ہوگئیں تو اپنے ظنون باطلہ سے توبہ کروں گا اور دعوے میں سچا سمجھ لوں گا اور ساتھ اس کے خدا تعالیٰ سے ڈر کر یہ بھی اقرار کر دیں کہ ایک تو ان میں سے پوری ہوگئی اور اگر اس پیشگوئی کے پورا ہو جانے کا آپ کے دل میں زیادہ اثر نہ ہو تو اس قدر تو ضرور چاہیئے کہ جب تک اخیر ظاہر نہ ہو کف لسان اختیار کریں جب ایک پیشگوئی پوری ہوگئی تو اس کی کچھ تو ہیبت آپ کے دل پر چاہیئے۔ آپ تو میری ہلاکت کے منتظر اور میری رسوائی کے دنوں کے انتظار میں ہیں اور خدا تعالیٰ میرے دعویٰ کی سچائی پر نشان ظاہر کرتا ہے اگر آپ اب بھی نہ مانیں تو میرا آپ پر زور ہی کیا ہے لیکن یاد رکھیں کہ انسان اپنے اوائل ایّام انکار میں بباعث کسی اشتباہ کے معذور ٹھہر سکتا ہے لیکن نشان دیکھنے پر ہرگز معذور نہیں

﴿۳۲۶﴾ ٹھہر سکتا کیا یہ پیشگوئی جو پوری ہوگئی کوئی ایسا اتفاقی امر ہے جس کی خدا تعالیٰ کو کچھ بھی خبر نہیں کیا بغیر اس کے علم اور ارادہ کے ایک **دجّال** کی تائید میں خود بخود یہ پیشگوئی وقوع میں آ گئی کیا یہ سچ نہیں کہ مدعی کاذب کی پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی یہی قرآن کی تعلیم ہے اور یہی توریت کی۔ اگر آپ میں انصاف کا کچھ حصہ ہے اور تقویٰ کا کچھ ذرہ ہے تو اب زبان کو بند کر لیں خدا تعالیٰ کا غضب آپ کے غضب سے بہت بڑا ہے۔ **ما یفعل اللّٰہ بعذابکم ان شکرتم و اٰمنتم ۔ و السّلام علٰی من اتبع الھُدٰی و ما استکبر و ما ابٰی۔**

عاجز **غلام احمد** عفی اللہ عنہ

ذیل میں ہم خط محبّی نواب سردار **محمد علی خان** صاحب کا لکھتے ہیں
یہ خط نواب صاحب موصوف نے کسی اور طالب حق کی تحریک سے لکھا ہے۔ ورنہ خود
نواب صاحب اس عاجز سے ایک خاص تعلق اخلاص و محبت رکھتے ہیں
اور اس سلسلہ کے حامی بدل و جان ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طبیب روحانی مکرم معظم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ بندہ بہ سبب علالت طبع کے جواب سے قاصر رہا۔ الحمدللہ کہ اب خیریت سے ہوں امید ہے کہ جناب بھی خیریت سے ہوں گے۔ روپیہ ہم دست مرزا خدا بخش صاحب ارسال کیا گیا ہے امید کہ مرزا صاحب نے آپ سے کل حال بیان کر دیا ہوگا۔

جب سے کہ **دعویٰ مثیل المسیح** کی اشاعت ہوئی ہے ہر ایک آدمی ایک عجیب خلجان میں ہو رہا ہے گو بعض خواص کی یہ حالت ہو کہ ان کو کوئی شک پیدا نہ ہوا ہو۔ بندہ

﴿۳۲۷﴾

جبھی سے شش و پنج میں ہے کبھی آپ کا دعویٰ ٹھیک معلوم ہوتا ہے اور کبھی تذبذب کی حالت ہو جاتی ہے۔ گویا قبض اور بسط کی سی کیفیّت ہے۔ اب قال قیل بہت ہو چکی اپنی تو اس سے اطمینان نہیں ہوتی کیونکہ مخالف اور موافق باتوں نے دل کی عجب کیفیت کر دی ہے بلکہ بعض اوقات **اسلام** کے سچے ہونے میں شبہ ہو جاتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک طرف خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ جس نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم اس کو اپنا راستہ دکھاتے ہیں اور دوسری طرف یہ حیرانی ہے کہ وہ وعدہ پورا نہیں ہوتا۔ گو کسی نے استخارہ نہ کیا ہو لیکن سینکڑوں آدمی دل و جان سے کوشاں ہیں کہ ہم کو سیدھا راستہ معلوم ہو جاوے اور سچائی ظاہر ہو۔

اب مندرجہ ذیل امورات ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ جس سے اب صداقت ظاہر ہو۔

اوّل اب کوئی عذر اس قسم کا نہیں رہا کہ اب مباہلہ کیلئے مخالفوں کو نہ بلایا جاوے۔ کیونکہ جیسا کہ آپ نے مولوی عبدالحق کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ جب تک مباحثہ ہو کر طلب مباہلہ نہ ہو مباہلہ نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ اختلاف اجتہادی ہے۔ لیکن اب یہ بات نہیں رہی بلکہ مخالفت بہت ہوگئی ہے اور حجت قائم ہو چکی۔ اب آپ کو مخالفوں سے مباہلہ کرنا چاہیئے اور توجہ کر کے خداوند تعالیٰ سے اس بات کی اجازت چاہنی چاہیئے کہ مباہلہ کیا جاوے اور اس مباہلہ کا اثر قریب زمانہ میں ہو جو ماہ دو[۲] ماہ سے زائد نہ ہو کہ لوگ میعاد بعید سے گھبرا جاتے ہیں۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ مباہلہ سے جو لوگ نہ ماننے والے ہیں نہیں

﴿۳۲۸﴾ مانیںؔ گے۔ اس میں یہ عرض ہے کہ جو نہ ماننے والے ہیں وہ نہ مانیں لیکن وہ لوگ جو مذبذب ہیں وہ ضرور مان جاویں گے اور ایک یہ بڑا بھاری فائدہ ہے کہ مبایعین کا ایمان قوی ہو جاوے گا۔ بہرحال اب مباہلہ لازمی ہے۔

دوم نشان آسمانی میں جو جناب نے استخارہ کی بابت تحریر فرمایا ہے کہ بغض اور محبت سے پاک ہو کیونکہ اس صورت میں شیطان دخل دیتا ہے اور پھر خیال کے بموجب القاء ہوتا ہے پس ان دونوں باتوں سے بری ہوکر عمل کرنا چاہیئے۔ اب اس امر میں بڑی مشکل پیش آ گئی۔ اول یا تو آدمی مخالف ہوگا یا موافق۔ پس بموجب اس تحریر کے موافقوں کو موافق اور مخالفوں کو مخالف القاء ہوگا۔ پس قوت **متخیلہ** پر سارا مدار رہا۔ دوم انسان کا خاصہ ہے کہ جس بات سے روکا جاوے اس کی طرف جبلی طور سے مائل ہوگا۔ پس اگر آپ یہ بات ظاہر نہ کرتے تو شاید ایسا خیال بھی نہ ہوتا لیکن جب ظاہر کیا گیا تو ضرور کچھ نہ کچھ خیال پیدا ہوگا اور قوت **متخیلہ** رنگ دکھاوے گی۔ سوم جب کہ یہ استخارہ اصل میں مخالفوں کیلئے ہے اور مخالفوں کو اپنی مخالفت کے سبب سے مخالف القاء ہوا تو پھر حجت کس طرح قائم ہوئی۔ لہٰذا ہر طرح القاء شیطان کی گنجائش ہے۔ اب ان تینوں صورتوں کے سبب سے بڑی مشکل پیش آئی استخارہ کس طرح کیا جاوے جبکہ ہر صورت میں القائے شیطانی کا ہونا ممکن ہے۔ اور بغض و محبت سے پاک ہونا مشکل، تو کام کس طرح چلے۔ پس اس کے لئے بھی برائے خدا توجہ فرما کر دعا فرمائیں کہ استخارہ القائے شیطانی سے پاک ہو جو کوئی استخارہ کرے خواہ موافق ہو یا مخالف سب پر یکساں طور سے اصلی حقیقت کھل جائے اور اس میں شیطان کا دخل جاتا رہے۔ چونکہ یہ اہم امر ہے اس لئے شیطان سے

بچنے کیلئے خدا سے مدد مانگنی لازمی ہے اور تعجب ہے کہ کار رحمانی پر شیطان غالب ہو۔ ﴿۳۲۹﴾
اگر خداوند تعالیٰ ہماری مدد نہ کرے گا اور ہم کو القائے شیطانی سے نہ بچائے گا تو ہم ہدایت کس طرح پر پائیں گے۔ پس بلا امداد رحمانی کوئی امر نہیں ہوسکتا۔ اسلئے التجا ہے کہ آپ دعا فرمائیں کہ اس استخارہ میں شیطان کا دخل نہ رہے۔ اور اس کا اشتہار دیا جاوے اور براہ مہربانی دس پندرہ روز میں توجہ فرما کر اجازت طلب فرمائیں بندہ بھی استخارہ کیلئے تیار رہے۔ جس وقت جناب کو ان تینوں امور کی بابت القاء ہو جاوے گا کہ یہ استخارہ القائے شیطانی سے مبرّا ہے اور اس کا اثر مخالف اور موافق پر یکساں ہوگا اس وقت بندہ استخارہ کرے گا اور زیادہ سے زیادہ ایک ماہ تک انتظار جواب باصواب رہے گا۔ جواب سے مراد جواب نیاز نامہ ہذا نہیں بلکہ جو امر استخارہ کی بابت آپ کو بعد توجہ و دعا معلوم ہو۔

سوم۔ کوئی امر خارق عادت ہونا چاہیئے تا کہ لوگوں پر حجت قائم ہو۔

ان تینوں امور کی بابت میں نہایت ادب سے ملتجی ہوں کہ اس کی بابت برائے خدا توجہ فرماویں کیونکہ قال و قیل بہت ہو چکی ہے اور اس سے شبہات دن بدن بڑھتے جاتے ہیں۔ اب استدلال ہو چکا۔ اب دوسری طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔

پائے استدلالیان چوبین بود پائے چوبین سخت بے تمکین بود
گر باستدلال کارِ دین بُدے فخر رازی راز دارِ دین بُدے

اور میں نہایت عجز سے جناب کو اسی ذات واحد کی قسم دے کر کہتا ہوں جس نے کہ آپ کو اور مجھ کو پیدا کیا اور کل عالم کو پیدا کیا کہ ان تینوں امور متذکرہ بالا کیلئے توجہ کر کے دعا فرمائیں۔ اور دعا میں یہ بھی درخواست ہو کہ میعاد زمانہ قریب ہو نہ بعید

﴿۳۳۰﴾ چونکہ طرفین میں رشتہ نازک ہے اور دینی کام ہے۔ اس تحریر کو گستاخانہ تصور نہ فرمائیں بلکہ مستفیدانہ۔ چونکہ میں آپ کی بیعت میں ہوں اس لئے اطمینان قلب کیلئے تکلیف دی گئی۔

ایک اور بات یاد آئی کہ اب تحریر کا اعتبار ساقط ہوگیا۔ کیونکہ جو جناب کے معتقد ہیں وہ آپ کی تحریر کا اعتبار کریں گے اور جو مخالف ہیں وہ مخالفوں کا اعتبار کریں گے بیچ میں پِس گئے وہ لوگ جو دونوں تحریروں کو منصفانہ طور پر دیکھ کر فیصلہ کرنا چاہتے ہیں اسلئے ان کو کسی کا بھی اعتبار نہ رہا۔ کیونکہ اِن کو نہ کوئی خاص تعلق وصحبت آپ سے اور نہ مخالفوں سے اِن کوتو ہر وقت ابتلا رہے گا۔

﴿۳۳۱﴾

اِس خط کو کم سے کم تین مرتبہ غور سے پڑھیں یہ خط اگرچہ بظاہر آپ کے
نام ہے لیکن اس کی بہت سی عبارتیں دوسروں کے اوہام
دور کرنے کیلئے ہیں گو بظاہر آپ ہی
مخاطب ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ

محبی وعزیزی اخویم نواب محمد علی خان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ایک ہفتہ سے بلکہ عشرہ سے زیادہ گذر گیا کہ آں محبّ کا محبت نامہ پہنچا تھا چونکہ اس میں امور مستفسرہ بہت تھے اور مجھے بباعث تالیف کتاب **آئینہ کمالات اسلام** بغایت درجہ کمی فرصت تھی۔ کیونکہ ہر روز مضمون طیار کر کے دیا جاتا ہے۔ اس لئے میں جواب لکھنے سے معذور رہا اور آپ کی طرف سے تقاضا بھی نہیں تھا۔ آج مجھے خیال آیا کہ چونکہ آپ ایک خالص محبّ ہیں اور آپ کا استفسار سراسر نیک ارادہ اور نیک نیّت پر مبنی ہے اس لئے بعض امور سے آپ کو آگاہ کرنا اور آپ کیلئے جو بہتر ہے اس سے اطلاع دینا ایک امر ضروری ہے۔ لہٰذا چند سطور آپ کی آگاہی کیلئے ذیل میں لکھتا ہوں۔

یہ سچ ہے کہ جب سے اس عاجز نے **مسیح موعود** ہونے کا دعویٰ بامر اللہ تعالیٰ کیا ہے تب سے وہ لوگ جو اپنے اندر قوت فیصلہ نہیں رکھتے عجب تذبذب اور کشمکش میں پڑ گئے ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ قیل وقال سے فیصلہ نہیں ہوسکتا مباہلہ کیلئے اب طیار ہونا چاہیئے اور آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ کوئی نشان بھی دکھلانا چاہیئے۔

(۱) مباہلہ کی نسبت آپ کے خط سے چند روز پہلے مجھے خود بخود اللہ **جلّ شانہٗ** نے اجازت دیدی ہے اور یہ خدا تعالیٰ کے ارادہ سے آپ کے ارادہ کا توارد ہے کہ آپ کی طبیعت میں یہ جنبش پیدا ہوئی۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اب اجازت دینے میں حکمت یہ ہے کہ اول حال میں صرف اسلئے مباہلہ ناجائز تھا کہ ابھی مخالفین کو بخوبی سمجھایا نہیں گیا تھا اور وہ اصل حقیقت سے سراسر ناواقف تھے اور تکفیر پر

﴿۳۳۲﴾ بھی ان کا وہ جوش نہ تھا جو بعد اس کے ہوا لیکن اب تالیف آئینہ کمالات اسلام کے بعد تفہیم اپنے کمال کو پہنچ گئی اور اب اس کتاب کے دیکھنے سے ایک ادنیٰ استعداد کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ مخالف لوگ اپنی رائے میں سراسر خطا پر ہیں۔ اس لئے مجھے حکم ہوا ہے کہ میں مباہلہ کی درخواست کو کتاب آئینہ کمالات اسلام کے ساتھ شائع کروں۔ سو وہ درخواست انشاء اللہ القدیر پہلے حصہ کے ساتھ ہی شائع ہوگی۔ اول دنوں میں میرا یہ بھی خیال تھا کہ مسلمانوں سے کیونکر مباہلہ کیا جائے کیونکہ مباہلہ کہتے ہیں ایک دوسرے پر لعنت بھیجنا اور مسلمان پر لعنت بھیجنا جائز نہیں مگر اب چونکہ وہ لوگ بڑے اصرار سے مجھ کو کافر ٹھہراتے ہیں اور حکم شرع یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر ٹھہراوے اگر وہ شخص درحقیقت کافر نہ ہو تو وہ کفر الٹ کر اسی پر پڑتا ہے جو کافر ٹھہراتا ہے۔ اسی بناء پر مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ جو لوگ تجھ کو کافر ٹھہراتے ہیں اور ابناء اور نساء رکھتے ہیں اور فتویٰ کفر کے پیشوا ہیں ان سے مباہلہ کی درخواست کر۔

(۲) نشان کے بارے میں جو آپ نے لکھا ہے یہ بھی درست ہے درحقیقت انسان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل وہ جو زیرک اور زکی ہیں اور اپنے اندر قوت فیصلہ رکھتے ہیں اور متخاصمین کی قیل و قال میں سے جو تقریر حق کی عظمت اور برکت اور روشنی اپنے اندر رکھتی ہے اس تقریر کو پہچان لیتے ہیں اور باطل جو تکلف اور بناوٹ کی بدبو رکھتا ہے وہ بھی ان کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہتا۔ ایسے لوگ مثلاً حضرت **موسیٰ** علیہ السلام کی شناخت کیلئے اس بات کے محتاج نہیں ہو سکتے کہ ان کے سامنے سوٹی کا سانپ بنایا جاوے اور نہ حضرت **عیسیٰ** علیہ السلام کی شناخت کیلئے حاجت مند ہو سکتے ہیں کہ ان کے ہاتھ سے مفلوجوں اور مجذوموں کو اچھے ہوتے دیکھ لیں اور نہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایسے اعلیٰ درجہ کے لوگوں نے کبھی معجزہ طلب کیا۔ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کوئی معجزہ دیکھ کر ایمان لائے تھے بلکہ وہ زکی تھے اور نور قلب رکھتے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ دیکھ کر ہی پہچان لیا تھا کہ یہ جھوٹوں کا منہ نہیں ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے نزدیک صدیق اور راستباز ٹھہرے انہوں نے حق کو دیکھا اور ان کے دل بول اٹھے کہ یہ منجانب اللہ ہے۔

دوسری قسم کے وہ انسان ہیں جو معجزہ اور کرامت طلب کرتے ہیں ان کے حالات خدا تعالیٰ نے

﴿۳۴۳﴾ قرآن کریم میں تعریف کے ساتھ بیان نہیں کئے اور اپنا غضب ظاہر کیا ہے جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ لَئِنْ جَآءَتْھُمْ اٰیَۃٌ لَّیُؤْمِنُنَّ بِھَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ وَمَا یُشْعِرُکُمْ ۙ اَنَّھَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ [۱] یعنے یہ لوگ سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر کوئی نشان دیکھیں تو ضرور ایمان لے آئیں گے۔ ان کو کہدے کہ نشان تو خدا تعالیٰ کے پاس ہیں اور تمہیں خبر نہیں کہ جب نشان بھی دیکھیں گے تو کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ پھر فرماتا ہے۔ یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُھَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ [۲] یعنے جب بعض نشان ظاہر ہوں گے تو اس دن ایمان لانا بے سود ہوگا اور جو شخص صرف نشان کے دیکھنے کے بعد ایمان لایا ہے اس کو وہ ایمان نفع نہیں دے گا۔ پھر فرماتا ہے وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ قُلْ لَّاۤ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ لِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ [۳] الخ یعنے کافر کہتے ہیں کہ وہ نشان کب ظاہر ہوں گے اور یہ وعدہ کب پورا ہوگا سو ان کو کہدے کہ مجھے ان باتوں میں دخل نہیں نہ میں اپنے نفس کیلئے ضرر کا مالک ہوں نہ نفع کا مگر جو خدا چاہے۔ ہر یک گروہ کیلئے ایک وقت مقرر ہے جو ٹل نہیں سکتا اور پھر اپنے رسول کو فرماتا ہے۔ وَاِنْ کَانَ کَبُرَ عَلَیْکَ اِعْرَاضُھُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِیَھُمْ بِاٰیَۃٍ وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَمَعَھُمْ عَلَی الْھُدٰی فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ۔ [۴] یعنے اگر تیرے پر (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) ان کافروں کا اعراض بہت بھاری ہے سو اگر تجھے طاقت ہے تو زمین میں سرنگ کھود کر یا آسمان پر زینہ لگا کر چلا جا اور ان کیلئے کوئی نشان لے آ۔ اور اگر خدا چاہتا تو ان سب کو جو نشان مانگتے ہیں ہدایت دے دیتا۔ پس تو جاہلوں میں سے مت ہو۔ اب ان تمام آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کافر نشان مانگا کرتے تھے بلکہ قسمیں بھی کھاتے تھے کہ ہم ایمان لائیں گے مگر اللہ جلّ شانہٗ کی نظر میں وہ مورد غضب تھے اور ان کے سوالات بے ہودہ تھے بلکہ اللہ جلّ شانہٗ صاف صاف فرماتا ہے کہ جو شخص نشان دیکھنے کے بعد ایمان لاوے اس کا ایمان مقبول نہیں جیسا کہ ابھی آیت **لا ینفع نفسا ایمانھا** تحریر ہو چکی ہے اور اسی کے قریب قریب ایک دوسری آیت ہے اور وہ یہ ہے وَلَقَدْ جَآءَتْھُمْ رُسُلُھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا کَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا بِمَا کَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِ الْکٰفِرِیْنَ [۵] یعنے

[۱] الانعام:۱۱۰ [۲] الانعام:۱۵۹ [۳] یونس:۴۹،۵۰ [۴] الانعام:۳۶ [۵] الاعراف:۱۰۲

﴿۳۳۴﴾ پہلی امتوں میں جب ان کے نبیوں نے نشان دکھلائے تو ان نشانوں کو دیکھ کر بھی لوگ ایمان نہ لائے کیونکہ وہ نشان دیکھنے سے پہلے تکذیب کر چکے تھے۔ اسی طرح خدا ان لوگوں کے دلوں پر مہریں لگا دیتا ہے جو اس قسم کے کافر ہیں جو نشاں سے پہلے ایمان نہیں لاتے۔

یہ تمام آیتیں اور ایسا ہی اور بہت سی آیتیں قرآن کریم کی جن کا اس وقت لکھنا موجب طوالت ہے بالاتفاق بیان فرما رہی ہیں کہ نشان کو طلب کرنے والے مورد غضب الٰہی ہوتے ہیں اور جو شخص نشان دیکھنے سے ایمان لاوے اس کا ایمان منظور نہیں اس پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ نشان طلب کرنے والے کیوں مورد غضب الٰہی ہیں جو شخص اپنے اطمینان کیلئے یہ آزمائش کرنا چاہتا ہے کہ یہ شخص منجانب اللہ ہے یا نہیں بظاہر وہ نشان طلب کرنے کا حق رکھتا ہے تا دھوکا نہ کھاوے اور مردود الٰہی کو مقبول الٰہی خیال نہ کر لیوے۔

اس وہم کا جواب یہ ہے کہ تمام ثواب ایمان پر مترتب ہوتا ہے اور ایمان اسی بات کا نام ہے کہ جو بات پردہ غیب میں ہو اس کو قرائن مرجحہ کے لحاظ سے قبول کیا جائے یعنے اس قدر دیکھ لیا جائے کہ مثلاً صدق کے وجوہ کذب کے وجوہ پر غالب ہیں اور قرائن موجودہ ایک شخص کے صادق ہونے پر بہ نسبت اس کے کاذب ہونے کے بکثرت پائے جاتے ہیں۔

یہ تو ایمان کی حد ہے لیکن اگر اس حد سے بڑھ کر کوئی شخص نشان طلب کرتا ہے تو وہ عند اللہ فاسق ہے اور اسی کے بارے میں اللہ جلّ شانہٗ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ نشان دیکھنے کے بعد اس کو ایمان نفع نہیں دے گا۔ یہ بات سوچنے سے جلد سمجھ میں آ سکتی ہے کہ انسان ایمان لانے سے کیوں خدا تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ جن چیزوں کو ہم ایمانی طور پر قبول کر لیتے ہیں وہ بکل الوجوہ ہم پر مکشوف نہیں ہوتیں مثلاً انسان خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے مگر اس کو دیکھا نہیں۔ فرشتوں پر بھی ایمان لاتا ہے لیکن وہ بھی نہیں دیکھے۔ بہشت اور دوزخ پر ایمان لاتا ہے اور وہ بھی نظر سے غائب ہیں محض حسن ظن سے مان لیتا ہے اس لئے خدائے تعالیٰ کے نزدیک صادق ٹھہر جاتا ہے اور یہ صدق اس کیلئے موجب نجات ہو جاتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ بہشت اور دوزخ اور ملائک ایک مخلوق خدائے تعالیٰ کی ہے ان پر ایمان لانا نجات سے کیا تعلق رکھتا ہے۔ جو چیز واقعی طور پر موجود ہے اور بدیہی طور پر اس کا موجود ہونا ظاہر ہے اگر ہم اس کو موجود مان لیں تو کس اجر کے ہم مستحق ٹھہر سکتے ہیں مثلاً اگر

ہم یہ کہیں کہ آفتاب کے وجود پر ایمان لائے اور زمین پر ایمان لائے کہ موجود ہے اور چاند کے موجود ہونے پر بھی ایمان لائے اور اس بات پر ایمان لائے کہ دنیا میں گدھے بھی ہیں اور گھوڑے بھی اور خچر بھی اور بیل بھی اور طرح طرح کے پرند بھی تو کیا اس ایمان سے کسی ثواب کی توقع ہوسکتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جب ہم مثلاً ملائک کے وجود پر ایمان لاتے ہیں تو خدائے تعالیٰ کے نزدیک مومن ٹھہرتے ہیں اور مستحق ثواب بنتے ہیں اور جب ان تمام حیوانات پر ایمان لاتے ہیں جو زمین پر ہماری نظر کے سامنے موجود ہیں تو ایک ذرہ بھی ثواب نہیں ملتا حالانکہ ملائک اور دوسری سب چیزیں برابر خدائے تعالیٰ کی مخلوق ہیں پس اس کی یہی وجہ ہے کہ ملائک پردہ غیب میں ہیں اور دوسری چیزیں یقینی طور پر ہمیں معلوم ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن ایمان لانا منظور نہیں ہوگا۔ یعنے اگر اس وقت کوئی شخص خدا تعالیٰ کی تجلّیات دیکھ کر اور اس کے ملائک اور بہشت اور دوزخ کا مشاہدہ کر کے یہ کہے کہ اب میں ایمان لایا تو منظور نہ ہوگا۔ کیوں منظور نہ ہوگا؟ اسی وجہ سے کہ اس وقت کوئی پردہ غیب درمیان نہ ہوگا تا اس سے ماننے والے کا صدق ثابت ہو۔

اب پھر ذرا غور کر کے اس بات کو سمجھ لینا چاہیئے کہ ایمان کس بات کو کہتے ہیں اور ایمان لانے پر کیوں ثواب ملتا ہے۔ امید ہے کہ آپ بفضلہ تعالیٰ تھوڑا سا فکر کر کے اس بات کو جلد سمجھ جائیں گے کہ ایمان لانا اس طرز قبول سے مراد ہے کہ جب بعض گوشے یعنے بعض پہلو کسی حقیقت کے جس پر ایمان لایا جاتا ہے مخفی ہوں اور نظر دقیق سے سوچ کر اور قرائن مرجحہ کو دیکھ کر اس حقیقت کو قبل اس کے کہ وہ بکُلّی کھل جائے قبول کر لیا جائے یہ ایمان ہے جس پر ثواب مترتب ہوتا ہے اور اگرچہ رسولوں اور نبیوں اور اولیاء کرام علیہم السلام سے بلاشبہ نشان ظاہر ہوتے ہیں مگر سعید آدمی جو خدائے تعالیٰ کے پیارے ہیں ان نشانوں سے پہلے اپنی فراست صحیحہ کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں اور جو لوگ نشانوں کے بعد قبول کرتے ہیں وہ لوگ خدائے تعالیٰ کی نظر میں ذلیل اور بے قدر ہیں بلکہ قرآن کریم بآواز بلند بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ نشان دیکھنے کے بغیر حق کو قبول نہیں کر سکتے وہ نشان کے بعد بھی قبول نہیں کرتے۔ کیونکہ نشان کے ظاہر ہونے سے پہلے وہ بالجہر منکر ہوتے ہیں اور علانیہ کہتے پھرتے ہیں کہ یہ شخص کذّاب اور جھوٹا ہے کیونکہ اس نے کوئی نشان نہیں دکھلایا اور ان کی ضلالت کا زیادہ یہ موجب ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ بھی بباعث آزمائش اپنے بندوں کے نشان دکھلانے میں عمداً

﴿۳۳۶﴾ تاخیر اور توقف ڈالتا ہے اور وہ لوگ تکذیب اور انکار میں بڑھتے جاتے ہیں یہاں تک کہ انکار میں ترقی کرتے کرتے اپنی راؤں کو پختہ کر لیتے ہیں اور دعویٰ سے کہنے لگتے ہیں کہ درحقیقت یہ شخص کذّاب ہے مفتری ہے مکّار ہے دروغ گو ہے جھوٹا ہے اور منجانب اللہ نہیں ہے پس جب وہ شدّت سے اپنی رائے کو قائم کر چکتے ہیں اور تقریروں کے ذریعہ سے اور تحریروں کے ذریعہ سے اور مجلسوں میں بیٹھ کر اور منبروں پر چڑھ کر اپنی مستقل رائے دنیا میں پھیلا دیتے ہیں کہ درحقیقت یہ شخص کذّاب ہے تب اس وقت عنایت الٰہی توجہ فرماتی ہے کہ اپنے عاجز بندے کی عزت اور صداقت ظاہر کرنے کیلئے کوئی اپنا نشان ظاہر کرے۔ سو اس وقت کوئی غیبی نشان ظاہر ہوتا ہے جس سے صرف وہ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو پہلے مان چکے تھے اور انصار حق میں داخل ہو گئے تھے یا وہ جنہوں نے اپنی زبانوں اور اپنی قلموں اور اپنے خیالات کو مخالفانہ اظہار سے بچا لیا تھا لیکن وہ بدنصیب گروہ جو مخالفانہ ارادوں کو ظاہر کر چکے تھے وہ نشان دیکھنے کے بعد بھی اس کو قبول نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تو اپنی رائیں علیٰ رؤس الاشہاد شائع کر چکے۔ اشتہار دے چکے مہریں لگا چکے کہ یہ شخص درحقیقت کذاب ہے اسلئے اب اپنی مشہور کردہ رائے سے مخالف اقرار کرنا ان کیلئے مرنے سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے ان کی ناک کٹتی ہے اور ہزاروں لوگوں پر ان کی حماقت ثابت ہوتی ہے کہ پہلے تو بڑے زور شور سے دعویٰ کرتے تھے کہ یہ شخص ضرور کاذب ہے ضرور کاذب ہے۔ اور قسمیں کھاتے اور اپنی عقل اور علمیّت جتلاتے تھے اور اب اسی کی تائید کرتے ہیں۔

اور میں پہلے اس سے بیان کر چکا ہوں کہ ایمان لانے پر ثواب اسی وجہ سے ملتا ہے کہ ایمان لانے والا چند قرائن صدق کے لحاظ سے ایسی باتوں کو قبول کر لیتا ہے کہ وہ ہنوز مخفی ہیں جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ نے مومنوں کی تعریف قرآن کریم میں فرمائی ہے کہ **یؤمنون بالغیب** یعنے ایسی بات کو مان لیتے ہیں کہ وہ ہنوز در پردہ غیب ہے جیسا کہ صحابہ کرام نے ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مان لیا اور کسی نے نشان نہ مانگا اور کوئی ثبوت طلب نہ کیا اور گو بعد اسکے اپنے وقت پر بارش کی طرح نشان برسے اور معجزات ظاہر ہوئے لیکن صحابہ کرام ایمان لانے میں معجزات کے محتاج نہیں ہوئے اور اگر وہ معجزات کے دیکھنے پر ایمان موقوف رکھتے تو ایک

﴿۳۴۷﴾

ذرہ بزرگی ان کی ثابت نہ ہوتی اور عوام میں سے شمار کئے جاتے اور خدائے تعالیٰ کے مقبول اور پیارے بندوں میں داخل نہ ہو سکتے کیونکہ جن جن لوگوں نے نشان مانگا خدائے تعالیٰ نے ان پر عتاب ظاہر کیا اور درحقیقت ان کا انجام اچھا نہ ہوا اور اکثر وہ بے ایمانی کی حالت میں ہی مرے غرض خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نشان مانگنا کسی قوم کیلئے مبارک نہیں ہوا اور جس نے نشان مانگا وہی تباہ ہوا۔ انجیل میں بھی حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ اس وقت کے حرام کار مجھ سے نشان مانگتے ہیں ان کو کوئی نشان دیا نہیں جائے گا۔

میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ بالطبع ہریک شخص کے دل میں اس جگہ یہ سوال پیدا ہوگا کہ بغیر کسی نشان کے حق اور باطل میں انسان کیونکر فرق کر سکتا ہے اور اگر بغیر نشان دیکھنے کے کسی کو منجانب اللہ قبول کیا جائے تو ممکن ہے کہ اس قبول کرنے میں دھوکا ہو۔

اس کا جواب وہی ہے جو میں لکھ چکا ہوں کہ خدائے تعالیٰ نے ایمان کا ثواب اکثر اسی امر سے مشروط کر رکھا ہے کہ نشان دیکھنے سے پہلے ایمان ہو اور حق اور باطل میں فرق کرنے کیلئے یہ کافی ہے کہ چند قرائن جو وجہ تصدیق ہو سکیں اپنے ہاتھ میں ہوں اور تصدیق کا پلّہ تکذیب کے پلّہ سے بھاری ہو۔ مثلاً حضرت صدیق اکبر ابوبکر رضی اللہ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تو انہوں نے کوئی معجزہ طلب نہیں کیا اور جب پوچھا گیا کہ کیوں ایمان لائے تو بیان کیا کہ میرے پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امین ہونا ثابت ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ انہوں نے کبھی کسی انسان کی نسبت بھی جھوٹ کو استعمال نہیں کیا چہ جائیکہ خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھیں۔ ایسا ہی اپنے اپنے مذاق پر ہریک صحابی ایک ایک اخلاقی یا تعلیمی فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھ کر اور اپنی نظر دقیق سے اس کو وجہ صداقت ٹھہرا کر ایمان لائے تھے اور ان میں سے کسی نے بھی نشان نہیں مانگا تھا اور کاذب اور صادق میں فرق کرنے کے لئے ان کی نگاہوں میں یہ کافی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقویٰ کے اعلیٰ مراتب پر ہیں اپنے منصب کے اظہار میں بڑی شجاعت اور استقامت رکھتے ہیں اور جس تعلیم کو لائے ہیں وہ دوسری سب تعلیموں سے صاف تر اور پاک تر اور سراسر نور ہے اور تمام اخلاق حمیدہ میں بے نظیر ہیں اور للّٰہی جوش ان میں اعلیٰ درجہ کے پائے جاتے ہیں اور صداقت ان کے چہرہ پر برس رہی ہے پس انہیں باتوں کو دیکھ کر

﴿۳۳۸﴾ انہوں نے قبول کرلیا کہ وہ درحقیقت خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اس جگہ یہ نہ سمجھا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات ظاہر نہیں ہوئے بلکہ تمام انبیاء سے زیادہ ظاہر ہوئے لیکن عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ اوائل میں کھلے کھلے معجزات اور نشان مخفی رہتے ہیں تا صادقوں کا صدق اور کاذبوں کا کذب پرکھا جائے۔ یہ زمانہ ابتلا کا ہوتا ہے اور اس میں کوئی کھلا کھلا نشان ظاہر نہیں ہوتا۔ پھر جب ایک گروہ صافی دلوں کا اپنی نظر دقیق سے ایمان لے آتا ہے اور عوام کالانعام باقی رہ جاتے ہیں تو اُن پر حجت پوری کرنے کیلئے یا ان پر عذاب نازل کرنے کیلئے نشان ظاہر ہوتے ہیں مگر ان نشانوں سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو پہلے ایمان لا چکے تھے اور بعد میں ایمان لانے والے بہت کم ہوتے ہیں کیونکہ ہر روزہ تکذیب سے ان کے دل سخت ہو جاتے ہیں اور اپنی مشہور کردہ راؤں کو وہ بدل نہیں سکتے آخر اسی کفر اور انکار میں واصل جہنم ہوتے ہیں۔

مجھے دلی خواہش ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کو یہ بات سمجھ آجاوے کہ درحقیقت ایمان کے مفہوم کیلئے یہ بات ضروری ہے کہ پوشیدہ چیزوں کو مان لیا جائے اور جب ایک چیز کی حقیقت ہر طرح سے کھل جائے یا ایک وافر حصہ اس کا کھل جائے تو پھر اس کا مان لینا ایمان میں داخل نہیں۔ مثلاً اب جو دن کا وقت ہے اگر میں یہ کہوں کہ میں اس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ اب دن ہے رات نہیں ہے تو میرے اس ماننے میں کیا خوبی ہوگی اور اس ماننے میں مجھے دوسروں پر کیا زیادت ہے۔ سعید آدمی کی پہلی نشانی یہی ہے کہ اس بابرکت بات کو سمجھ لے کہ ایمان کس چیز کو کہا جاتا ہے کیونکہ جس قدر ابتدائے دنیا سے لوگ انبیاء کی مخالفت کرتے آئے ہیں ان کی عقلوں پر یہی پردہ پڑا ہوا تھا کہ وہ ایمان کی حقیقت کو نہیں سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ جب تک دوسرے امور مشہودہ محسوسہ کی طرح انبیاء کی نبوت اور ان کی تعلیم کھل نہ جائے تب تک قبول کرنا مناسب نہیں اور وہ بیوقوف یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ کھلی ہوئی چیز کو ماننا ایمان میں کیونکر داخل ہوگا وہ تو ہندسہ اور حساب کی طرح ایک علم ہوا نہ کہ ایمان۔ پس یہی حجاب تھا کہ جس کی وجہ سے ابوجہل اور ابولہب وغیرہ اوائل میں ایمان لانے سے محروم رہے اور پھر جب اپنی تکذیب میں پختہ ہوگئے اور مخالفانہ راؤں پر اصرار کر چکے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے کھلے کھلے

نشان ظاہر ہوئے تب انہوں نے کہا کہ اب قبول کرنے سے مرنا بہتر ہے غرض نظر دقیق سے صادق کے صدق کو شناخت کرنا سعیدوں کا کام ہے اور نشان طلب کرنا نہایت منحوس طریق اور اشقیا کا شیوہ ہے جس کی وجہ سے کروڑہا منکر ہیزم جہنم ہو چکے ہیں خدائے تعالیٰ اپنی سنت کو نہیں بدلتا وہ جیسا کہ اس نے فرما دیا ہے انہی کے ایمان کو ایمان سمجھتا ہے جو زیادہ ضد نہیں کرتے۔ اور قرائن مرجحہ کو دیکھ کر اور علامات صدق پا کر صادق کو قبول کر لیتے ہیں اور صادق کا کلام صادق کی راستبازی صادق کی استقامت اور خود صادق کا منہ ان کے نزدیک اس کے صدق پر گواہ ہوتا ہے۔ مبارک وہ جن کو مردم شناسی کی عقل دی جاتی ہے۔

ماسوا اس کے جو شخص ایک نبی متبوع علیہ السلام کا متبع ہے اور اس کے فرمودہ پر اور کتاب اللہ پر ایمان لاتا ہے اس کی آزمائش انبیاء کی آزمائش کی طرح کرنا ایک قسم کی ناسمجھی ہے کیونکہ انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرا دیں اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لاویں۔ لیکن اس جگہ تو ایسے انقلاب کا دعویٰ نہیں ہے وہی اسلام ہے جو پہلے تھا۔ وہی نمازیں ہیں جو پہلے تھیں۔ وہی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو پہلے تھا اور وہی کتاب کریم ہے جو پہلے تھی۔ اصل دین میں سے کوئی ایسی بات چھوڑنی نہیں پڑی جس سے اس قدر حیرانی ہو۔ **مسیح موعود** کا دعویٰ اس حالت میں گراں اور قابل احتیاط ہوتا کہ جبکہ اس دعویٰ کے ساتھ نعوذ باللہ کچھ دین کے احکام کی کمی بیشی ہوتی اور ہماری عملی حالت دوسرے مسلمانوں سے کچھ فرق رکھتی۔ اب جبکہ ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں صرف ما بہ النزاع حیات مسیح اور وفات مسیح ہے اور مسیح موعود کا دعویٰ اس مسئلہ کی درحقیقت ایک فرع ہے اور اس دعویٰ سے مراد کوئی عملی انقلاب نہیں اور نہ اسلامی اعتقادات پر اس کا کچھ مخالفانہ اثر ہے تو کیا اس دعویٰ کے تسلیم کرنے کیلئے کسی بڑے معجزہ یا کرامت کی حاجت ہے جس کا مانگنا رسالت کے دعویٰ میں عوام کا قدیم شیوہ ہے ایک مسلمان جسے تائید اسلام کیلئے خدائے تعالیٰ نے بھیجا۔ جس کے مقاصد یہ ہیں کہ تا دین اسلام کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کرے اور آج کل کے فلسفی وغیرہ الزاموں سے اسلام کا پاک ہونا ثابت کر دیوے اور مسلمانوں کو اللہ اور رسول کی محبت کی طرف رجوع دلاوے کیا اس کا قبول کرنا ایک منصف مزاج اور خدا ترس آدمی پر کوئی مشکل امر ہے؟

﴿۳۴۰﴾

مسیح موعود کا دعویٰ اگر اپنے ساتھ ایسے لوازم رکھتا جن سے شریعت کے احکام اور عقائد پر کچھ مخالفانہ اثر پہنچتا تو بے شک ایک ہولناک بات تھی لیکن دیکھنا چاہیئے کہ میں نے اس دعویٰ کے ساتھ کس اسلامی حقیقت کو منقلب کر دیا ہے۔ کون سے احکام اسلام میں سے ایک ذرہ بھی کم یا زیادہ کر دیا ہے۔ ہاں ایک پیشگوئی کے وہ معنے کئے گئے ہیں جو خدا تعالیٰ نے اپنے وقت پر مجھ پر کھولے ہیں اور قرآن کریم ان معنوں کی صحت کیلئے گواہ ہے اور احادیث صحیحہ بھی ان کی شہادت دیتی ہیں۔ پھر نہ معلوم کہ اس قدر کیوں شور و غوغا ہے!

ہاں طالبِ حق سوال بھی اس جگہ کر سکتا ہے اور وہ یہ کہ مسیح موعود کا دعویٰ تسلیم کرنے کیلئے کون سے قرائن موجود ہیں کیونکہ کسی مدعی کی صداقت ماننے کیلئے قرائن تو چاہیئے خصوصاً آج کل کے زمانہ میں جو مکر و فریب اور بد دیانتی سے بھرا ہوا ہے اور دعاوی باطلہ کا بازار گرم ہے۔ اس سوال کے جواب میں مجھے یہ کہنا کافی ہے کہ مندرجہ ذیل امور طالب حق کیلئے بطور علامات اور قرائن کے ہیں۔ (۱) اول وہ پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تواتر معنوی تک پہنچ گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ہر یک صدی کے سر پر وہ ایسے شخص کو مبعوث کرے گا جو دین کو پھر تازہ کر دے گا اور اس کی کمزوریوں کو دور کر کے پھر اپنی اصلی طاقت اور قوت پر اس کو لے آوے گا۔ اس پیشگوئی کی رو سے ضرور تھا کہ کوئی شخص اس چودھویں صدی پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتا اور موجودہ خرابیوں کی اصلاح کیلئے پیش قدمی دکھلاتا۔ سو یہ عاجز عین وقت پر مامور ہوا اس سے پہلے صدہا اولیاء نے اپنے الہام سے گواہی دی تھی کہ چودھویں صدی کا مجدد مسیح موعود ہوگا اور احادیث صحیحہ نبویہ پکار پکار کر کہتی ہیں کہ تیرھویں صدی کے بعد ظہور مسیح ہے۔ پس کیا اس عاجز کا یہ دعویٰ اس وقت عین اپنے محل اور اپنے وقت پر نہیں ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ فرمودہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطا جاوے۔ میں نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اگر فرض کیا جاوے کہ چودھویں صدی کے سر پر مسیح موعود پیدا نہیں ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی پیشگوئیاں خطا جاتی ہیں اور صدہا بزرگوار صاحب الہام جھوٹے ٹھہرتے ہیں۔ (۲) اس بات کو بھی سوچنا چاہیئے کہ جب علماء سے یہ سوال کیا جائے کہ چودھویں صدی کا مجدد ہونے کیلئے بجز اس احقر کے اور کس نے دعویٰ کیا ہے اور کس نے منجانب اللہ آنے کی خبر دی ہے اور ملہم ہونے اور مامور ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو اس کے جواب میں وہ بالکل خاموش ہیں اور

کسی شخص کو پیش نہیں کر سکتے جس نے ایسا دعویٰ کیا ہو اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعویٰ سے کچھ بڑا نہیں ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جس کو یہ رتبہ حاصل ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کا ہم کلام ہو اس کا نام منجانب اللہ خواہ مثیل مسیح ہو اور خواہ مثیل موسیٰ ہو۔ یہ تمام نام اس کے حق میں جائز ہیں۔ مثیل ہونے میں کوئی اصلی فضیلت نہیں اصلی اور حقیقی فضیلت ملہم من اللہ اور کلیم اللہ ہونے میں ہے۔ پھر جس شخص کو مکالمہ الٰہیہ کی فضیلت حاصل ہوگئی اور کسی خدمت دین کیلئے مامور من اللہ ہو گیا تو اللہ جلّ شانہٗ وقت کے مناسب حال اس کا کوئی نام رکھ سکتا ہے۔ یہ نام رکھنا تو کوئی بڑی بات نہیں۔ اسلام میں **موسیٰ، عیسیٰ، داؤد، سلیمان، یعقوب** وغیرہ بہت سے نام نبیوں کے نام پر لوگ رکھ لیتے ہیں اس تفاول کی نیت سے کہ ان کے اخلاق انہیں حاصل ہو جائیں پھر اگر خدا تعالیٰ کسی کو اپنے مکالمہ کا شرف دیکر کسی موجودہ مصلحت کے موافق اس کا کوئی نام بھی رکھ دے تو اس میں کیا استبعاد ہے؟

اور اس زمانہ کے مجدد کا نام مسیح موعود رکھنا اس مصلحت پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ اس مجدد کا عظیم الشان کام عیسائیت کا غلبہ توڑنا اور ان کے حملوں کو دفع کرنا اور ان کے فلسفہ کو جو مخالف قرآن ہے دلائل قویہ کے ساتھ توڑنا اور ان پر اسلام کی حجت پوری کرنا ہے کیونکہ سب سے بڑی آفت اس زمانہ میں اسلام کیلئے جو بغیر تائید الٰہی دور نہیں ہو سکتی عیسائیوں کے فلسفیانہ حملے اور مذہبی نکتہ چینیاں ہیں جن کے دور کرنے کیلئے ضرور تھا کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے کوئی آوے اور جیسا کہ میرے پر کشفاً کھولا گیا ہے۔ حضرت مسیح کی روح ان افتراؤں کی وجہ سے جو ان پر اس زمانہ میں کئے گئے اپنے مثالی نزول کیلئے شدت جوش میں تھی اور خدا تعالیٰ سے درخواست کرتی تھی کہ اس وقت مثالی طور پر اس کا نزول ہو۔ سو خدائے تعالیٰ نے اس کے جوش کے موافق اس کی مثال کو دنیا میں بھیجا تا وہ وعدہ پورا ہو جو پہلے سے کیا گیا تھا۔

یہ ایک سِرّ اسرار الٰہیہ میں سے ہے کہ جب کسی رسول یا نبی کی شریعت اس کے فوت ہونے کے بعد بگڑ جاتی ہے اور اس کی اصل تعلیموں اور ہدایتوں کو بدلا کر بے ہودہ اور بیجا باتیں اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں اور ناحق کا جھوٹ افتراء کر کے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ تمام کفر اور بدکاری کی باتیں اس نبی نے ہی سکھلائی تھیں تو اس نبی کے دل میں ان فسادوں اور تہمتوں کے دور کرنے کیلئے ایک اشد توجہ اور اعلیٰ درجہ کا جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ تب اس نبی کی روحانیت تقاضا کرتی ہے کہ کوئی قائم مقام اس کا زمین پر پیدا ہو۔

﴿۳۴۲﴾ اب غور سے اس معرفت کے دقیقہ کو سنو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دو مرتبہ یہ موقعہ پیش آیا کہ ان کی روحانیت نے قائم مقام طلب کیا اول جبکہ ان کے فوت ہونے پر چھ سو برس گذر گیا اور یہودیوں نے اس بات پر حد سے زیادہ اصرار کیا کہ وہ نعوذ باللہ مکار اور کاذب تھا اور اس کا ناجائز طور پر تولد تھا اور اسی لئے وہ مصلوب ہوا اور عیسائیوں نے اس بات پر غلو کیا کہ وہ خدا تھا اور خدا کا بیٹا تھا اور دنیا کو نجات دینے کیلئے اس نے صلیب پر جان دی۔ پس جب کہ مسیح علیہ السلام کی بابرکت شان میں نابکار یہودیوں نے نہایت خلاف تہذیب جرح کی اور بموجب توریت کی اس آیت کے جو کتاب استثنا میں ہے کہ جو شخص صلیب پر کھینچا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ حضرت مسیح علیہ السلام کو لعنتی قرار دیا اور مفتی[۱] اور کاذب اور ناپاک پیدائش والا ٹھہرایا اور عیسائیوں نے ان کی مدح میں اطراء کر کے ان کو خدا ہی بنا دیا اور ان پر یہ تہمت لگائی کہ یہ تعلیم انہیں کی ہے تب بہ اعلام الٰہی مسیح کی روحانیت جوش میں آئی اور اس نے ان تمام الزاموں سے اپنی بریت چاہی اور خدا تعالیٰ سے اپنا قائم مقام چاہا تب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے جن کی بعثت کی اغراض کثیرہ میں سے ایک یہ بھی غرض تھی کہ ان تمام بیجا الزاموں سے مسیح کا دامن پاک ثابت کریں اور اس کے حق میں صداقت کی گواہی دیں یہی وجہ ہے کہ خود مسیح نے یوحنا کی انجیل کے ۱۶ باب میں کہا ہے کہ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا (یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم پاس نہ آئے گا پھر اگر میں جاؤں تو اسے تم پاس بھیج دوں گا اور وہ آ کر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیر وار ٹھہرائے گا۔ گناہ سے اسلئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے۔ راستی سے اس لئے کہ میں اپنے باپ پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت سے اس لئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔ جب وہ روح حق آئے گی تو تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاوے گی۔ وہ روح حق میری بزرگی کرے گی اسلئے کہ وہ میری چیزوں سے پائے گی۔ ۱۴۔ وہ تسلی دینے والا جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب چیزیں سکھائے گا۔ لوقا ۱۴۔ مَیں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ مجھ کو نہ دیکھو گے اس وقت تک کہ تم کہو گے مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام پر (یعنے مسیح علیہ السلام کے نام پر) آتا ہے۔ ان آیات میں مسیح کا یہ فقرہ کہ میں اسے تم پاس بھیج دوں گا اس بات پر صاف دلالت کرتا ہے کہ مسیح کی روحانیت اس کے آنے کیلئے تقاضا کرے گی اور یہ فقرہ کہ باپ اس کو میرے نام سے بھیجے گا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ آنے والا مسیح کی تمام روحانیت پائے گا اور اپنے کمالات کی ایک شاخ کی رو سے وہ

[۱] نوٹ: اصل متن میں ایسے ہی لکھا ہے۔ اغلباً ’’مفتری‘‘ یا ’’متفنّی ‘‘ لگتا ہے۔ (ناشر)

مسیح ہوگا جیسا کہ ایک شاخ کی رو سے وہ موسیٰ ہے۔ بات یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے نام اپنے اندر جمع رکھتے ہیں کیونکہ وہ وجود پاک جامع کمالات متفرقہ ہے پس وہ موسیٰ بھی ہے اور عیسیٰ بھی اور آدم بھی اور ابراہیم بھی اور یوسف بھی اور یعقوب بھی۔ اسی کی طرف اللہ جلّ شانہٗ اشارہ فرماتا ہے۔ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ [1] یعنے اے رسول اللہ تو اُن تمام ہدایات متفرقہ کو اپنے وجود میں جمع کر لے جو ہر یک نبی خاص طور پر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ پس اس سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء کی شانیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں شامل تھیں اور درحقیقت محمدؐ کا نام صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ محمدؐ کے یہ معنے ہیں کہ بغایت تعریف کیا گیا اور غایت درجہ کی تعریف تبھی متصور ہو سکتی ہے کہ جب انبیاء کے تمام کمالات متفرقہ اور صفات خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہوں چنانچہ قرآن کریم کی بہت سی آیتیں جن کا اس وقت لکھنا موجب طوالت ہے اسی پر دلالت کرتی بلکہ بصراحت بتلاتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک باعتبار اپنی صفات اور کمالات کے مجموعہ انبیاء تھی اور ہر یک نبی نے اپنے وجود کے ساتھ مناسبت پا کر یہی خیال کیا کہ میرے نام پر وہ آنے والا ہے اور قرآن کریم ایک جگہ فرماتا ہے کہ سب سے زیادہ ابراہیم سے مناسبت رکھنے والا یہ نبی ہے اور بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری مسیح سے بشدت مناسبت ہے اور اس کے وجود سے میرا وجود ملا ہوا ہے۔ پس اس حدیث میں حضرت مسیح کے اس فقرہ کی تصدیق ہے کہ وہ نبی میرے نام پر آئے گا۔ سو ایسا ہی ہوا کہ ہمارا مسیح صلی اللہ علیہ وسلم جب آیا تو اس نے مسیح ناصری کے ناتمام کاموں کو پورا کیا اور اس کی صداقت کیلئے گواہی دی اور ان تہمتوں سے اس کو بری قرار دیا جو یہود اور نصاریٰ نے اس پر لگائی تھیں اور مسیح کی روح کو خوشی پہنچائی۔ یہ مسیح ناصری کی روحانیت کا پہلا جوش تھا جو ہمارے سید ہمارے مسیح خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے اپنی مراد کو پہنچا۔ فالحمد للہ۔

پھر دوسری مرتبہ مسیح کی روحانیت اس وقت جوش میں آئی کہ جب نصاریٰ میں دجالیت کی صفت اتم اور اکمل طور پر آ گئی اور جیسا کہ لکھا ہے کہ دجال نبوت کا دعویٰ بھی کرے گا اور خدائی کا بھی۔ ایسا ہی انہوں نے کیا۔ نبوت کا دعویٰ اس طرح پر کیا کہ کلام الٰہی میں اپنی طرف سے وہ دخل دیئے وہ قواعد مرتب کئے اور وہ تنسیخ ترمیم کی جو ایک نبی کا کام تھا جس حکم کو چاہا قائم کر دیا اور اپنی طرف سے عقائد نامے

[1] الانعام:۹۱

﴿۳۴۴﴾ اور عبادت کے طریق گھڑ لئے اور ایسی آزادی سے مداخلت بیجا کی کہ گویا ان باتوں کیلئے وحی الٰہی ان پر نازل ہوگئی سوالٰہی کتابوں میں اس قدر بیجا دخل دوسرے رنگ میں نبوت کا دعویٰ ہے۔ اور خدائی کا دعویٰ اس طرح پر کہ ان کے فلسفہ دانوں نے یہ ارادہ کیا کہ کسی طرح تمام کام خدائی کے ہمارے قبضہ میں آجائیں جیسا کہ ان کے خیالات اس ارادہ پر شاہد ہیں کہ وہ دن رات ان فکروں میں پڑے ہوئے ہیں کہ کسی طرح ہم ہی مینہ برسائیں اور نطفہ کو کسی آلہ میں ڈال کر اور رحم عورت میں پہنچا کر بچے بھی پیدا کرلیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ خدا کی تقدیر کچھ چیز نہیں بلکہ ناکامی ہماری بوجہ غلطی تدبیر تقدیر ہو جاتی ہے اور جو کچھ دنیا میں خدا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ پہلے زمانہ کے لوگوں کو ہر یک چیز کے طبعی اسباب معلوم نہیں تھے اور اپنے تھک جانے کی حد انتہا کا نام خدا اور خدا کی تقدیر رکھا تھا۔ اب علل طبعیہ کا سلسلہ جب بکلّی لوگوں کو معلوم ہو جائے گا تو یہ خام خیالات خود بخود دور ہو جائیں گے۔ پس دیکھنا چاہیئے کہ یورپ اور امریکہ کے فلاسفروں کے یہ اقوال خدائی کا دعویٰ ہے یا کچھ اور ہے۔ اسی وجہ سے ان فکروں میں پڑے ہوئے ہیں کہ کسی طرح مردے بھی زندہ ہو جائیں۔ اور امریکہ میں ایک گروہ عیسائی فلاسفروں کا انہی باتوں کا تجربہ کر رہا ہے اور مینہہ برسانے کا کارخانہ تو شروع ہو گیا اور ان کا منشاء ہے کہ بجائے اس کے کہ لوگ مینہ کیلئے خدا تعالیٰ سے دعا کریں یا استسقاء کی نماز پڑھیں گورنمنٹ میں ایک عرضی دے دیں کہ فلاں کھیت میں مینہ برسایا جائے۔ اور یورپ میں یہ کوشش ہو رہی ہے کہ نطفہ رحم میں ٹھہرانے کیلئے کوئی کل پیدا ہو۔ اور نیز یہ بھی کہ جب چاہیں لڑکا پیدا کرلیں اور جب چاہیں لڑکی۔ اور ایک مرد کا نطفہ لیکر اور کسی پچکاری میں رکھ کر کسی عورت کے رحم میں چڑھا دیں اور اس تدبیر سے اس کو حمل کر دیں۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ خدائی پر قبضہ کرنے کی فکر ہے یا کچھ اور ہے۔ اور یہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ دجّال اول نبوت کا دعویٰ کرے گا پھر خدائی کا۔ اگر اس کے یہ معنی لئے جائیں کہ چند روز نبوت کا دعویٰ کر کے پھر خدا بننے کا دعویٰ کرے گا تو یہ معنی صریح باطل ہیں کیونکہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا اس دعویٰ میں ضرور ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اور نیز خلق اللہ کو وہ کلام سناوے جو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک امت بناوے جو اس کو نبی سمجھتی اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہے۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ ایسا دعویٰ کرنے والا اسی امت کے روبرو خدائی کا دعویٰ کیونکر کر سکتا ہے کیونکہ وہ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ

﴿۳۴۵﴾ تُو بڑا مفتری ہے پہلے تو خدائے تعالیٰ کا اقرار کرتا تھا اور خدا تعالیٰ کا کلام ہم کو سناتا تھا اور اب اس سے انکار ہے اور اب آپ خدا بنتا ہے۔ پھر جب اول دفعہ تیرے ہی اقرار سے تیرا جھوٹ ثابت ہوگیا تو دوسرا دعویٰ کیونکر سچا سمجھا جائے جس نے پہلے خدائے تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرلیا اور اپنے تئیں بندہ قرار دے دیا اور بہت سا الہام اپنا لوگوں میں شائع کر دیا کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے وہ کیونکر ان تمام اقرارات سے انحراف کر کے خدا ٹھہر سکتا ہے اور ایسے کذّاب کو کون قبول کر سکتا ہے۔ سو یہ معنے جو ہمارے علماء لیتے ہیں بالکل فاسد ہیں۔ صحیح معنے یہی ہیں کہ نبوت کے دعویٰ سے مراد دخل در امور نبوت اور خدائی کے دعویٰ سے مراد دخل در امور خدائی ہے جیسا کہ آج کل عیسائیوں سے یہ حرکات ظہور میں آ رہی ہیں۔ ایک فرقہ ان میں سے انجیل کو ایسا توڑ مروڑ رہا ہے کہ گویا وہ نبی ہے اور اس پر آیتیں نازل ہو رہی ہیں۔ اور ایک فرقہ خدائی کے کاموں میں اس قدر دخل دے رہا ہے کہ گویا وہ خدائی کو اپنے قبضہ میں کرنا چاہتا ہے۔

غرض یہ دجّالیت عیسائیوں کی اس زمانہ میں کمال درجہ تک پہنچ گئی ہے اور اس کے قائم کرنے کیلئے پانی کی طرح انہوں نے اپنے مالوں کو بہا دیا ہے اور کروڑہا مخلوقات پر بد اثر ڈالا ہے۔ تقریر سے تحریر سے مال سے عورتوں سے گانے سے بجانے سے تماشے دکھلانے سے ڈاکٹر کہلانے سے۔ غرض ہریک پہلو سے ہریک طریق سے ہریک پیرایہ سے ہریک ملک پر انہوں نے اثر ڈالا ہے۔ چنانچہ چھ کروڑ تک ایسی کتاب تالیف ہو چکی ہے جس میں یہ غرض ہے کہ دنیا میں ناپاک طریق عیسیٰ پرستی کا پھیل جائے پس اس زمانہ میں دوسری مرتبہ حضرت مسیح کی روحانیت کو جوش آیا اور انہوں نے دوبارہ مثالی طور پر دنیا میں اپنا نزول چاہا اور جب ان میں مثالی نزول کیلئے اشد درجہ کی توجہ اور خواہش پیدا ہوئی تو خدا تعالیٰ نے اس خواہش کے موافق دجّال موجودہ کے نابود کرنے کیلئے ایسا شخص بھیج دیا جو ان کی روحانیت کا نمونہ تھا وہ نمونہ مسیح علیہ السلام کا روپ بن کر مسیح موعود کہلایا۔ کیونکہ حقیقت عیسویہ کا اس میں حلول تھا یعنے حقیقت عیسویہ اس سے متحد ہوگئی تھی اور مسیح کی روحانیت کے تقاضا سے وہ پیدا ہوا تھا۔ پس حقیقت عیسویہ اس میں ایسی منعکس ہوگئی جیسا کہ آئینہ میں اشکال اور چونکہ وہ نمونہ حضرت مسیح کی روحانیت کے تقاضا سے ظہور پذیر ہوا تھا اسلئے وہ عیسیٰ کے نام سے موسوم کیا گیا کیونکہ حضرت عیسیٰ کی روحانیت نے قادر مطلق عزّ اسمہ‘ سے بوجہ اپنے جوش کے اپنی ایک شبیہ چاہی اور چاہا کہ حقیقت عیسویہ اس شبیہ میں رکھی جائے تا اس شبیہ کا نزول

ہو۔ پس ایسا ہی ہو گیا۔ اس تقریر میں اس وہم کا بھی جواب ہے کہ نزول کیلئے مسیح کو کیوں مخصوص کیا گیا یہ کیوں نہ کہا گیا کہ موسیٰ نازل ہوگا، یا ابراہیم نازل ہوگا، یا داؤد نازل ہوگا کیونکہ اس جگہ صاف طور پر کھل گیا کہ موجودہ فتنوں کے لحاظ سے مسیح کا نازل ہونا ہی ضروری تھا کیونکہ مسیح کی ہی قوم بگڑی تھی اور مسیح کی قوم میں ہی دجّالیّت پھیلی تھی۔ اسلئے مسیح کی روحانیت کو ہی جوش آنا لائق تھا یہ وہ دقیق معرفت ہے کہ جو کشف کے ذریعہ سے اس عاجز پر کھلی ہے اور یہ بھی کھلا کہ یوں مقدر ہے کہ ایک زمانہ کے گذرنے کے بعد کہ خیر اور صلاح اور غلبہ توحید کا زمانہ ہوگا پھر دنیا میں فساد اور شرک اور ظلم عود کرے گا اور بعض بعض کو کیڑوں کی طرح کھائیں گے اور جاہلیت غلبہ کرے گی اور دوبارہ مسیح کی پرستش شروع ہو جائے گی اور مخلوق کو خدا بنانے کی جہالت بڑے زور سے پھیلے گی اور یہ سب فساد عیسائی مذہب سے اس آخری زمانہ کے آخری حصہ میں دنیا میں پھیلیں گے۔ تب پھر مسیح کی روحانیت سخت جوش میں آ کر جلالی طور پر اپنا نزول چاہے گی۔ تب ایک قہری شبیہ میں اس کا نزول ہو کر اس زمانہ کا خاتمہ ہو جائے گا تب آخر ہوگا اور دنیا کی صف لپیٹ دی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسیح کی امت کی نالائق کرتوتوں کی وجہ سے مسیح کی روحانیت کیلئے یہی مقدر تھا کہ تین مرتبہ دنیا میں نازل ہو۔

اس جگہ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت بھی اسلام کے اندرونی مفاسد کے غلبہ کے وقت ہمیشہ ظہور فرماتی رہتی ہے اور حقیقت محمدیہ کا حلول ہمیشہ کسی کامل متبع میں ہو کر جلوہ گر ہوتا ہے اور جو احادیث میں آیا ہے کہ **مہدی** پیدا ہوگا اور اس کا نام میرا ہی نام ہوگا اور اس کا خُلق میرا ہی خُلق ہوگا۔ اگر یہ حدیثیں صحیح ہیں تو یہ اسی نزول روحانیت کی طرف اشارہ ہے لیکن وہ نزول کسی خاص فرد میں محدود نہیں۔ صدہا ایسے لوگ گذرے ہیں کہ جن میں حقیقت محمدیہ متحقق تھی اور عنداللہ ظلّی طور پر ان کا نام **محمد** یا **احمد** تھا لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ ان فسادوں سے بفضلہٖ تعالیٰ محفوظ رہی ہے جو حضرت عیسیٰ کی امت کو پیش آئے اور آج تک ہزارہا صلحاء اور اتقیاء اس امت میں موجود ہیں کہ جو قحبہ دنیا کی طرف پشت دیکر بیٹھے ہوئے ہیں پنج وقت توحید کی اذان کی مساجد میں ایسی گونج پڑتی ہے کہ آسمان تک محمدی توحید کی شعاعیں پہنچتی ہیں پھر کون موقع تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کو ایسا جوش آتا جیسا کہ حضرت مسیح کی روح میں عیسائیوں کے دلآزار وعظوں اور نفرتی کاموں اور مشرکانہ تعلیموں اور نبوت میں بیجا دخلوں اور خدائے تعالیٰ کی ہمسری کرنے نے پیدا کر دیا۔ اس زمانہ میں یہ جوش حضرت موسیٰ کی روح کو بھی اپنی امت کیلئے نہیں آ سکتا تھا کیونکہ وہ تو نابود ہوگئی

﴿۳۴۷﴾ اوراب صفحہ دنیا میں ذرّیت ان کی بجز چندلا کھ کے باقی نہیں اوروہ بھی ضُرِبَتۡ عَلَیۡہِمُ الذِّلَّۃُ وَ الۡمَسۡکَنَۃُ[1]
کے مصداق اوراپنی دنیاداری کے خیالات میں غرق اورنظروں سے گرے ہوئے ہیں لیکن عیسائی قوم اس زمانہ
میں چالیس کروڑ سے کچھ زیادہ ہےاور بڑے زور سے اپنے دجالی خیالات کو پھیلا رہی ہےاور صدہا پیرایوں
میں اپنے شیطانی منصوبوں کو دلوں میں جاگزین کررہی ہے بعض واعظوں کے رنگ میں پھرتے ہیں بعض
گوییّ بن کرگیت گاتے ہیں بعض شاعر بن کر تثلیث کے متعلق غزلیں سناتے ہیں بعض جوگی بن کراپنے
خیالات کوشائع کرتے پھرتے ہیں ۔بعض نے یہی خدمت لی ہے کہ دنیا کی تمام زبانوں میں اپنی محرف انجیل
کا ترجمہ کرکے اورایسا ہی دوسری کتابیں اسلام کے مقابل پر ہر ایک زبان میں لکھ کر تقسیم کرتے پھرتے ہیں
بعض تھیئٹر کے پیرایہ میں اسلام کی بُری تصویر لوگوں کے دلوں میں جماتے ہیں اوران کاموں میں کروڑہا روپیہ
ان کا خرچ ہوتا ہےاور بعض ایک فوج بنا کراور مکتی فوج اس کا نام رکھ کرملک بہ ملک پھرتے ہیں اورایسا ہی اور
کارروائیوں نے بھی جوان کے مرد بھی کرتے ہیں اوران کی عورتیں بھی کروڑہا بندگان خدا کونقصان پہنچایا ہےاور
بات انتہا تک پہنچ گئی ہےاس لئےضرور تھا کہ اس زمانہ میں حضرت مسیح کی روحانیت جوش میں آتی اوراپنی شبیہ
کے نزول کیلئے جواس کی حقیقت سے متحد ہو تقاضا کرتی سواس عاجز کے صدق کی شناخت کیلئے یہ ایک بڑی
علامت ہے،مگران کیلئے جو سمجھتے ہیں ۔اسلام کے صوفی جوقبروں سے فیض طلب کرنے کے عادی ہیں اوراس
بات کے بھی قائل ہیں کہ ایک فوت شدہ نبی یاولی کی روحانیت کبھی ایک زندہ مرد خدا سے متحد ہو جاتی ہے جس کو
کہتے ہیں فلاں ولی موسیٰ کے قدم پر ہےاورفلاں ابراہیم کے قدم پر یا محمدی المشرب اورابراہیمی المشرب
نام رکھتے ہیں وہ ضروراس دقیقہ معرفت کی طرف توجہ کریں۔

(۳) تیسری علامت اِس عاجز کے صدق کی یہ ہے کہ بعض اہل اللہ نے اس عاجز سے
بہت سے سال پہلے اس عاجز کے آنے کی خبر دی ہے یہاں تک کہ نام اور سکونت اور عمر کا
حال بتصریح بتلا دیا ہے جیسا کہ نشان آسمانی میں لکھ چکا ہوں۔

(۴) چوتھی علامت اس عاجز کے صدق کی یہ ہے کہ اس عاجز نے بارہ ہزار کے قریب خط اور
اشتہار الہامی برکات کے مقابلہ کیلئے مذاہب غیر کی طرف روانہ کئے بالخصوص پادریوں میں سے
شاید ایک بھی نامی پادری یورپ اورامریکہ اور ہندوستان میں باقی نہیں رہا ہوگا جس کی طرف خط
رجسٹری کرکے نہ بھیجا ہو مگر سب پرحق کا رعب چھا گیا۔ اب جو ہماری قوم کے ملاّ مولوی لوگ

[1] البقرۃ:۶۲

﴿۳۴۸﴾ اسؔ دعوت میں نکتہ چینی کرتے ہیں درحقیقت یہ ان کی دروغ گوئی اور نجاست خواری ہے مجھے یہ قطعی طور پر بشارت دی گئی ہے کہ اگر کوئی مخالف دین میرے سامنے مقابلہ کیلئے آئے گا تو میں اس پر غالب ہوں گا اور وہ ذلیل ہوگا۔ پھر یہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں اور میری نسبت شک رکھتے ہیں کیوں اس زمانہ کے کسی پادری سے میرا مقابلہ نہیں کراتے۔ کسی پادری یا پنڈت کو کہہ دیں کہ یہ شخص درحقیقت مفتری ہے اس کے ساتھ مقابلہ کرنے میں کچھ نقصان نہیں ہم ذمہ وار ہیں پھر خدا تعالیٰ خود فیصلہ کردے گا۔ میں اس بات پر راضی ہوں کہ جس قدر دنیا کی جائیداد یعنی اراضی وغیرہ بطور وراثت میرے قبضہ میں آئی ہے بحالت دروغ گو نکلنے کے وہ سب اس پادری یا پنڈت کو دے دوں گا۔ اگر وہ دروغ گو نکلا تو بجز اس کے اسلام لانے کے میں اس سے کچھ نہیں مانگتا یہ بات میں نے اپنے جی میں جزماً ٹھہرائی ہے اور تہ دل سے بیان کی ہے اور اللہ جلّ شانہ، کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس مقابلہ کیلئے طیار ہوں اور اشتہار دینے کیلئے مستعد بلکہ میں نے تو بارہ ہزار اشتہار شائع کر دیا ہے بلکہ میں بلا تا بلا تا تھک گیا کوئی پنڈت پادری نیک نیتی سے سامنے نہیں آیا میری سچائی کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ میں اس مقابلہ کیلئے ہر وقت حاضر ہوں۔ اور اگر کوئی مقابلہ پر کچھ نشان دکھلانے کا دعویٰ نہ کرے تو ایسا پنڈت یا پادری صرف اخبار کے ذریعہ سے یہ شائع کر دے کہ میں صرف یکطرفہ کوئی امر خارق عادت دیکھنے کو طیار ہوں۔ اور اگر امر خارق عادت ظاہر ہو جائے اور میں اس کا مقابلہ نہ کر سکوں تو فی الفور اسلام قبول کروں گا تو یہ تجویز بھی مجھے منظور ہے۔ کوئی مسلمانوں میں سے ہمت کرے اور جس شخص کو کافر بے دین کہتے ہیں اور دجال نام رکھتے ہیں بمقابل کسی پادری کے اس کا امتحان کر لیں اور آپ صرف تماشا دیکھیں۔

(۵) پانچویں علامت اِس عاجز کے صدق کی یہ ہے کہ مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ میں ان مسلمانوں پر بھی اپنے کشفی اور الہامی علوم میں غالب ہوں ان کے ملہموں کو چاہیئے کہ میرے مقابل پر آویں پھر اگر تائید الٰہی میں اور فیض سماوی میں اور آسمانی نشانوں میں مجھ پر غالب ہو جائیں تو جس کارد سے چاہیں مجھ کو ذبح کر دیں مجھے منظور ہے اور اگر مقابلہ کی طاقت نہ ہو تو کفر کے فتوے دینے والے جو الہاماً میرے مخاطب ہیں یعنے جن کو مخاطب ہونے کیلئے الہام الٰہی مجھ کو ہو گیا ہے پہلے لکھ دیں اور شائع کرا دیں کہ اگر کوئی خارق عادت امر دیکھیں تو بلا چون و چرا دعویٰ کو منظور کر لیں میں اس کام کیلئے بھی حاضر ہوں اور میرا خداوند کریم میرے ساتھ ہے لیکن مجھے یہ حکم ہے کہ میں ایسا مقابلہ صرف ائمۃ الکفر سے کروں انہیں سے مباہلہ کروں اور انہیں سے اگر وہ چاہیں یہ مقابلہ کروں مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ ہرگز مقابلہ نہیں کریں گے کیونکہ حقّانیت

کے اُن کے دلوں پر رعب ہیں اور وہ اپنے ظلم اور زیادتی کو خوب جانتے ہیں وہ ہرگز مباہلہ بھی نہیں کریں گے مگر میری طرف سے عنقریب کتاب دافع الوساوس میں ان کے نام اشتہار جاری ہو جائیں گے۔

رہے احاد الناس کہ جو امام اور فضلاء علم کے نہیں ہیں اور نہ ان کا فتویٰ ہے ان کیلئے مجھے یہ حکم ہے کہ اگر وہ خوارق دیکھنا چاہتے ہیں تو صحبت میں رہیں خدائے تعالیٰ غنی بے نیاز ہے جب تک کسی میں تذلل اور انکسار نہیں دیکھتا اس کی طرف توجہ نہیں فرماتا۔ لیکن وہ اس عاجز کو ضائع نہیں کرے گا اور اپنی حجت دنیا پر پوری کر دے گا اور کچھ زیادہ دیر نہیں ہوگی کہ وہ اپنے نشان دکھاوے گا لیکن مبارک وہ جو نشانوں سے پہلے قبول کر گئے وہ خدائے تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں اور وہ صادق ہیں جن میں دغا نہیں۔ نشانوں کے مانگنے والے حسرت سے اپنے ہاتھوں کو کاٹیں گے کہ ہم کو رضائے الٰہی اور اس کی خوشنودی حاصل نہ ہوئی جو ان بزرگ لوگوں کو ہوئی جنہوں نے قرائن سے قبول کیا اور کوئی نشان نہیں مانگا۔

سو یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے اس سلسلہ کو بے ثبوت نہیں چھوڑے گا۔ وہ خود فرماتا ہے جو **براہین احمدیہ** میں درج ہے ’’کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔‘‘ جن لوگوں نے انکار کیا اور جو انکار کیلئے مستعد ہیں ان کیلئے ذلّت اور خواری مقدر ہے۔ انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر یہ انسان کا افترا ہوتا تو کب کا ضائع ہو جاتا کیونکہ خدا تعالیٰ مفتری کا ایسا دشمن ہے کہ دنیا میں ایسا کسی کا دشمن نہیں وہ بیوقوف یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ کیا یہ استقامت اور جرأت کسی کذّاب میں ہو سکتی ہے۔ وہ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ جو شخص ایک غیبی پناہ سے بول رہا ہے وہی اس بات سے مخصوص ہے کہ اس کے کلام میں شوکت اور ہیبت ہو۔ اور یہ اسی کا جگر اور دل ہوتا ہے کہ ایک فرد تمام جہان کا مقابلہ کرنے کیلئے طیار ہو جائے۔ یقیناً منتظر رہو کہ وہ دن آتے ہیں بلکہ نزدیک ہیں کہ دشمن روسیاہ ہوگا اور دوست نہایت ہی بشاش ہوں گے۔ کون ہے دوست؟ وہی جس نے نشان دیکھنے سے پہلے مجھے قبول کیا اور جس نے اپنی جان اور مال اور عزت کو ایسا فدا کر دیا ہے کہ گویا اس نے ہزارہا نشان دیکھ لئے ہیں۔ سو یہی میری جماعت ہے اور میرے ہیں جنہوں نے مجھے اکیلا پایا اور میری مدد کی۔ اور مجھے غمگین دیکھا اور میرے غم خوار ہوئے۔ اور ناشناسا ہو کر پھر آشناؤں کا سا ادب بجالائے خدا تعالیٰ کی اُن پر رحمت ہو۔ اگر نشانوں کے دیکھنے کے بعد کوئی کھلی صداقت کو مان لے گا تو مجھے کیا اور اس کو اجر کیا اور حضرت عزت میں اس کی عزت کیا۔ مجھے درحقیقت انہوں نے ہی قبول کیا ہے جنہوں نے دقیق نظر سے مجھ کو دیکھا اور فراست سے میری

﴿۳۵۰﴾ باتوں کو وزن کیا اور میرے حالات کو جانچا اور میرے کلام کو سنا اور اس میں غور کی تب اسی قدر قرائن سے خدا تعالیٰ نے ان کے سینوں کو کھول دیا اور میرے ساتھ ہو گئے۔ میرے ساتھ وہی ہے جو میری مرضی کیلئے اپنی مرضی کو چھوڑتا ہے اور اپنے نفس کے ترک اور اخذ کیلئے مجھے حکم بناتا ہے اور میری راہ پر چلتا ہے اور اطاعت میں فانی ہے اور انانیت کی جلد سے باہر آ گیا ہے۔ مجھے آہ کھینچ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ کھلے نشانوں کے طالب وہ تحسین کے لائق خطاب اور عزت کے لائق مرتبے میرے خداوند کی جناب میں نہیں پاسکتے جو ان راستبازوں کو ملیں گے جنہوں نے چھپے ہوئے بھید کو پہچان لیا اور جو اللہ جلّ شانہٗ کی چادر کے تحت میں ایک چھپا ہوا بندہ تھا اس کی خوشبو ان کو آ گئی۔ انسان کا اس میں کیا کمال ہے کہ مثلاً ایک شہزادہ کو اپنی فوج اور جاہ وجلال میں دیکھ کر پھر اس کو سلام کرے۔ با کمال وہ آدمی ہے جو گداؤں کے پیرایہ میں اس کو پاوے اور شناخت کر لیوے۔ مگر میرے اختیار میں نہیں کہ یہ زیرکی کسی کو دوں۔ ایک ہی ہے جو دیتا ہے وہ جس کو عزیز رکھتا ہے ایمانی فراست اس کو عطا کرتا ہے انہیں باتوں سے ہدایت پانے والے ہدایت پاتے ہیں اور یہی باتیں ان کیلئے جن کے دلوں میں کجی ہے زیادہ تر کجی کا موجب ہو جاتی ہیں۔ اب میں جانتا ہوں کہ نشانوں کے بارے میں میں بہت کچھ لکھ چکا ہوں اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ بات صحیح اور راست ہے کہ اب تک تین ہزار کے قریب یا کچھ زیادہ وہ امور میرے لئے خدا تعالیٰ سے صادر ہوئے ہیں جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہیں اور آئندہ ان کا دروازہ بند نہیں۔ ان نشانوں کیلئے ادنیٰ ادنیٰ میعادوں کا ذکر کرنا یہ ادب سے دور ہے خدا تعالیٰ غنی بے نیاز ہے جب **مکہ** کے کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے تھے کہ نشان کب ظاہر ہوں گے تو خدا تعالیٰ نے کبھی یہ جواب نہ دیا کہ فلاں تاریخ نشان ظاہر ہوں گے کیونکہ یہ سوال ہی بے ادبی سے پُر تھا اور گستاخی سے بھرا ہوا تھا انسان اس نابکار اور بے بنیاد دنیا کیلئے سالہا سال انتظاروں میں وقت خرچ کر دیتا ہے۔ ایک امتحان دینے میں کئی برسوں سے طیاری کرتا ہے وہ عمارتیں شروع کرا دیتا ہے جو برسوں میں ختم ہوں وہ پودے باغ میں لگاتا ہے جن کا پھل کھانے کیلئے ایک دور زمانہ تک انتظار کرنا ضروری ہے پھر خدا تعالیٰ کی راہ میں کیوں جلدی کرتا ہے اس کا باعث بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ دین کو ایک کھیل سمجھ رکھا ہے انسان خدا تعالیٰ سے نشان طلب کرتا ہے اور اپنے دل میں مقرر نہیں کرتا کہ نشان دیکھنے کے بعد اس کی راہ میں کونسی جانفشانی کروں گا اور کس قدر دنیا کو چھوڑ دوں گا اور کہاں تک خدا تعالیٰ کے مامور بندہ کے پیچھے ہو چلوں گا بلکہ غافل انسان ایک تماشا کی طرح نشان کو سمجھتا ہے حواریوں نے حضرت مسیح سے نشان مانگا تھا کہ ہمارے لئے

مائدہ اترے تا بعض شبہات ہمارے جو آپ کی نسبت ہیں دور ہو جائیں۔ پس اللہ جلّ شانہٗ قرآن کریم میں حکایتاً حضرت عیسیٰ کو فرماتا ہے کہ ان کو کہدے کہ میں اس نشان کو ظاہر کروں گا لیکن پھر اگر کوئی شخص مجھ کو ایسا نہیں مانے گا کہ جو حق ماننے کا ہے تو میں اس پر وہ عذاب نازل کروں گا جو آج تک کسی پر نہیں کیا ہوگا تب حواری اس بات کو سن کر نشان مانگنے سے تائب ہو گئے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس قوم پر ہم نے عذاب نازل کیا ہے نشان دکھلانے کے بعد کیا ہے اور قرآن کریم میں کئی جگہ فرماتا ہے کہ نشان نازل ہونا عذاب نازل ہونے کی تمہید ہے وجہ یہ کہ جو شخص نشان مانگتا ہے اس پر فرض ہو جاتا ہے کہ نشان دیکھنے کے بعد یکلخت حُبِّ دنیا سے دست بردار ہو جائے اور فقیرانہ دلق پہن لے اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت دیکھ کر اس کا حق ادا کرے لیکن چونکہ غافل انسان اس درجہ کی فرمانبرداری کر نہیں سکتا اسلئے شرطی طور پر نشان دیکھنا اس کے حق میں وبال ہو جاتا ہے کیونکہ نشان کے بعد خدائے تعالیٰ کی حجت اس پر پوری ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر پھر بھی کامل اطاعت کے بجالانے میں کچھ کسر رکھے تو غضب الٰہی اس پر مستولی ہو جاتا ہے اور اس کو نابود کر دیتا ہے۔

تیسرا سوال آپ کا استخارہ کیلئے ہے جو درحقیقت استخبارہ ہے۔ پس آپ پر واضح ہو کہ جو مشکلات آپ نے تحریر فرمائی ہیں درحقیقت استخارہ میں ایسی مشکلات نہیں ہیں میری مراد میری تحریر میں صرف اس قدر ہے کہ استخارہ ایسی حالت میں ہو کہ جب جذبات محبت اور جذبات عداوت کسی تحریک کی وجہ سے جوش میں نہ ہوں۔ مثلاً ایک شخص کسی شخص سے عداوت رکھتا ہے اور غصہ اور عداوت کے اشتعال میں سو گیا ہے۔ تب وہ شخص جو اس کا دشمن ہے اس کو خواب میں کتّے یا سؤر کی شکل میں نظر آیا ہے یا کسی اور درندہ کی شکل میں دکھائی دیا ہے تو وہ خیال کرتا ہے کہ شاید درحقیقت یہ شخص عنداللہ کتا یا سؤر ہی ہے لیکن یہ خیال اس کا غلط ہے کیونکہ جوش عداوت میں جب دشمن خواب میں نظر آوے تو اکثر درندوں کی شکل میں یا سانپ کی شکل میں نظر آتا ہے اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ درحقیقت وہ بدآدمی ہے کہ جو ایسی شکل میں ظاہر ہوا ایک غلطی ہے۔ بلکہ چونکہ دیکھنے والے کی طبیعت اور خیال میں وہ درندوں کی طرح تھا اس لئے خواب میں درندہ ہو کر اس کو دکھائی دیا۔ سو میرا مطلب یہ ہے کہ خواب دیکھنے والا جذبات نفس سے خالی ہو اور ایک آرام یافتہ اور سراسر رو بحق دل سے محض اظہار حق کی غرض سے استخارہ کرے۔ میں یہ عہد نہیں کر سکتا کہ ہر یک شخص کو ہر یک حالت نیک یا بد میں ضرور خواب آجائے گی لیکن آپ کی نسبت میں کہتا ہوں کہ اگر آپ چالیس روز تک رو بحق ہو کر بشرائط

﴿۳۵۲﴾ مندرجہ نشان آسمانی استخارہ کریں تو میں آپ کے لئے دعا کروں گا۔ کیا خوب ہو کہ یہ استخارہ میرے روبرو ہو تا میری توجہ زیادہ ہو۔ آپ پر کچھ ہی مشکل نہیں لوگ معمولی اور نفلی طور پر حج کرنے کو بھی جاتے ہیں مگر اس جگہ نفلی حج سے ثواب زیادہ ہے اور غافل رہنے میں نقصان اور خطر کیونکہ سلسلہ آسمانی ہے اور حکم ربّانی۔

سچی خواب اپنی سچائی کے آثار آپ ظاہر کر دیتی ہے وہ دل پر ایک نور کا اثر ڈالتی ہے اور میخ آہنی کی طرح اندر کھب جاتی ہے اور دل اس کو قبول کر لیتا ہے اور اس کی نورانیت اور ہیبت بال بال پر طاری ہو جاتی ہے۔ میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر آپ میرے روبرو اور میری ہدایت اور تعلیم کے موافق اس کام میں مشغول ہوں تو میں آپ کے لئے بہت کوشش کروں گا کیونکہ میرا خیال آپ کی نسبت بہت نیک ہے اور خدا تعالیٰ سے چاہتا ہوں کہ آپ کو ضائع نہ کرے اور رشد اور سعادت میں ترقی دے۔ اب میں نے آپ کا وقت بہت لے لیا ختم کرتا ہوں والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

آپ کا مکرّر خط پڑھ کر ایک بات کچھ زیادہ تفصیل کی محتاج معلوم ہوئی اور وہ یہ ہے کہ استخارہ کے لئے ایسی دعا کی جائے کہ ہر یک شخص کا استخارہ شیطان کے دخل سے محفوظ ہو۔ عزیز من یہ بات خدا تعالیٰ کے قانون قدرت کے برخلاف ہے کہ وہ شیاطین کو ان کے مواضع مناسبہ سے معطّل کر دیوے۔ اللہ جلّ شانہٗ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِىٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلۡقَى الشَّيۡطٰنُ فِىۡۤ اُمۡنِيَّتِهٖ‌ ۚ فَيَنۡسَخُ اللّٰهُ مَا يُلۡقِى الشَّيۡطٰنُ ثُمَّ يُحۡكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ‌ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ [1] یعنے ہم نے کوئی ایسا رسول اور نبی نہیں بھیجا کہ اس کی یہ حالت نہ ہو کہ جب وہ کوئی تمنا کرے یعنے اپنے نفس کے جوش سے کسی بات کو چاہے تو شیطان اس کی خواہش میں کچھ نہ ملاوے یعنی جب کوئی رسول یا کوئی نبی اپنے نفس کے جوش سے کسی بات کو چاہتا ہے تو شیطان اس میں بھی دخل دیتا ہے تب وحی متلو جو شوکت اور ہیبت اور روشنی تام رکھتی ہے اس دخل کو اٹھا دیتی ہے اور منشاء الٰہی کو مصفّا کر کے دکھلا دیتی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں اور جو کچھ خواطر اس کے نفس میں پیدا ہوتی ہیں درحقیقت وہ تمام وحی ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن کریم اس پر شاہد ہے۔ وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى [2] لیکن قرآن کریم کی وحی دوسری وحی سے جو صرف معانی منجانب اللہ ہوتی ہیں تمیز کلی رکھتی ہے اور نبی کے اپنے تمام اقوال وحی غیر متلو میں داخل ہوتے ہیں کیونکہ روح القدس کی برکت اور چمک ہمیشہ نبی کے شامل حال رہتی ہے اور ہر یک بات اس کی برکت سے بھری ہوئی ہوتی ہے اور وہ برکت روح القدس سے اس کلام میں رکھی جاتی ہے لہٰذا ہر یک

[1] الحج:۵۳ [2] النجم:۴،۵

بات نبی کی جو نبی کی توجہ تام سے اور اس کے خیال کی پوری مصروفیت سے اس کے منہ سے نکلتی ہے وہ بلاشبہ وحی ہوتی ہے تمام احادیث اسی درجہ کی وحی میں داخل ہیں جن کو غیر متلو وحی کہتے ہیں۔ اب اللہ جلّ شانہٗ آیت موصوفہ ممدوحہ میں فرماتا ہے کہ اس ادنیٰ درجہ کی وحی میں جو حدیث کہلاتی ہے بعض صورتوں میں شیطان کا دخل بھی ہو جاتا ہے اور وہ اس وقت کہ جب نبی کا نفس ایک بات کیلئے تمنا کرتا ہے تو اس کا اجتہاد غلطی کر جاتا ہے اور نبی کی اجتہادی غلطی بھی درحقیقت وحی کی غلطی ہے کیونکہ نبی تو کسی حالت میں وحی سے خالی نہیں ہوتا وہ اپنے نفس سے کھویا جاتا ہے اور خدائے تعالیٰ کے ہاتھ میں ایک آلہ کی طرح ہوتا ہے پس چونکہ ہر یک بات جو اس کے منہ سے نکلتی ہے وحی ہے۔ اس لئے جب اس کے اجتہاد میں غلطی ہوگئی تو وحی کی غلطی کہلائے گی نہ اجتہاد کی غلطی۔ اب خدائے تعالیٰ اسی کا جواب قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کبھی نبی کی اس قسم کی وحی جس کو دوسرے لفظوں میں اجتہاد بھی کہتے ہیں مس شیطانی سے مخلوط ہو جاتی ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب نبی کوئی تمنا کرتا ہے کہ یوں ہو جائے تب ایسا ہی خیال اس کے دل میں گزرتا ہے جس پر نبی مستقل رائے قائم کرنے کیلئے ارادہ کر لیتا ہے تب فی الفور وحی اکبر جو کلام الٰہی اور وحی متلو اور مہیمن ہے نبی کو اس غلطی پر متنبہ کر دیتی ہے اور وحی متلو شیطان کے دخل سے بکلّی منزّہ ہوتی ہے کیونکہ وہ ایک سخت ہیبت اور شوکت اور روشنی اپنے اندر رکھتی ہے اور قول ثقیل اور شدید النزول بھی ہے اور اس کی تیز شعاعیں شیطان کو جلاتی ہیں اس لئے شیطان اس کے نام سے دور بھاگتا ہے اور نزدیک نہیں آ سکتا اور نیز ملائک کی کامل محافظت اس کے اردگرد ہوتی ہے لیکن وحی غیر متلو جس میں نبی کا اجتہاد بھی داخل ہے یہ قوت نہیں رکھتی۔ اس لئے تمنا کے وقت جو کبھی شاذ و نادر اجتہاد کے سلسلہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ شیطان نبی یا رسول کے اجتہاد میں دخل دیتا ہے پھر وحی متلو اس دخل کو اٹھا دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء کے بعض اجتہادات میں غلطی بھی ہوگئی ہے جو بعد میں رفع کی گئی۔ ﴿۳۵۳﴾

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس حالت میں خدا تعالیٰ کا یہ قانون قدرت ہے کہ نبی بلکہ رسول کی ایک قسم کی وحی میں بھی وحی غیر متلو ہے شیطان کا دخل بموجب قرآن کریم کی تصریح کے ہو سکتا ہے تو پھر کسی دوسرے شخص کو کب یہ حق پہنچتا ہے کہ اس قانون قدرت کی تبدیل کی درخواست کرے ماسوا اس کے صفائی اور راستی خواب کی اپنی پاک باطنی اور سچائی اور طہارت پر موقوف ہے۔ یہی قدیم قانون قدرت ہے جو اس کے رسول کریم کی معرفت ہم تک پہنچا ہے کہ سچی خوابوں کے لئے ضرور ہے کہ بیداری کی حالت میں انسان ہمیشہ سچا اور خدا تعالیٰ کیلئے راستباز ہو اور کچھ شک نہیں کہ جو شخص اس قانون پر چلے گا اور اپنے دل کو

﴿۳۵۴﴾ راستؔ گوئی اور راست روی اور راست منشی کا پورا پورا پابند کرے گا تو اس کی خوابیں سچی ہوں گی اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰىہَا[1] یعنے جو شخص باطل خیالات اور باطل نیّات اور باطل اعمال اور باطل عقائد سے اپنے نفس کو پاک کرلیوے وہ شیطان کے بند سے رہائی پاجائے گا اور آخرت میں عقوبات اخروی سے رستگار ہوگا اور شیطان اس پر غالب نہیں آسکے گا۔ ایسا ہی ایک دوسری جگہ فرماتا ہے۔ اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ[2] یعنے اے شیطان میرے بندے جو ہیں جنہوں نے میری مرضی کی راہوں پر قدم مارا ہے ان پر تیرا تسلط نہیں ہوسکتا۔ سو جب تک انسان تمام کجیوں اور نالائق خیالات اور بے ہودہ طریقوں کو چھوڑ کر صرف آستانہ الٰہی پر گرا ہوا نہ ہوجائے تب تک وہ شیطان کی کسی عادت سے مناسبت رکھتا ہے اور شیطان مناسبت کی وجہ سے اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس پر دوڑتا ہے۔ اور جب کہ یہ حالت ہے تو میں الٰہی قانون قدرت کے مخالف کون سی تدبیر کرسکتا ہوں کہ کسی سے شیطان اس کے خواب میں دور رہے۔ جو شخص ان راہوں پر چلے گا جو رحمانی راہیں ہیں خود شیطان اس سے دور رہے گا۔

اب اگر یہ سوال ہو کہ جبکہ شیطان کے دخل سے بکلّی امن نہیں تو ہم کیونکر اپنی خوابوں پر بھروسہ کرلیں کہ وہ رحمانی ہیں کیا ممکن نہیں کہ ایک خواب کو ہم رحمانی سمجھیں اور دراصل وہ شیطانی ہو اور یا شیطانی خیال کریں اور دراصل وہ رحمانی ہو تو اس وہم کا جواب یہ ہے کہ رحمانی خواب اپنی شوکت اور برکت اور عظمت اور نورانیت سے خود معلوم ہوجاتی ہے۔ جو چیز پاک چشمہ سے نکلی ہے وہ پاکیزگی اور خوشبو اپنے اندر رکھتی ہے اور جو چیز ناپاک اور گندے پانی سے نکلی ہے اس کا گند اور اس کی بدبو فی الفور آجاتی ہے۔ سچی خوابیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہیں وہ ایک پاک پیغام کی طرح ہوتی ہیں جن کے ساتھ پریشان خیالات کا کوئی مجموعہ نہیں ہوتا اور اپنے اندر ایک اثر ڈالنے والی قوت رکھتے ہیں اور دل ان کی طرف کھینچے جاتے ہیں اور روح گواہی دیتی ہے کہ یہ منجانب اللہ ہے کیونکہ اس کی عظمت اور شوکت ایک فولادی میخ کی طرح دل کے اندر دھنس جاتی ہے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص سچی خواب دیکھتا ہے اور خدا تعالیٰ اس کے کسی مجلسی کو بطور گواہ ٹھہرانے کے وہی خواب یا اس کے کوئی ہم شکل دکھلا دیتا ہے تب اس خواب کو دوسرے کی خواب سے قوت مل جاتی ہے۔ سو بہتر ہے کہ آپ کسی اپنے دوست کو رفیق خواب کرلیں جو صلاحیت

[1] الشمس:۱۰ [2] الحجر:۴۳

اور تقویٰ رکھتا ہو اور اس کو کہہ دیں کہ جب کوئی خواب دیکھے لکھ کر دکھلاوے اور آپ بھی لکھ کر دکھلاویں۔ تب امید ہے کہ اگر سچی خواب آئے گی تو اُس کے کئی اجزا آپ کی خواب میں اور اس رفیق کی خواب میں مشترک ہوں گے اور ایسا اشتراک ہوگا کہ آپ تعجب کریں گے افسوس کہ اگر میرے روبرو آپ ایسا ارادہ کرسکتے تو میں غالب امید رکھتا تھا کہ کچھ اعجوبہ قدرت ظاہر ہوتا میری حالت ایک عجیب حالت ہے بعض دن ایسے گذرتے ہیں کہ الہامات الٰہی بارش کی طرح برستے ہیں اور بعض پیشگوئیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ایک منٹ کے اندر ہی پوری ہو جاتی ہیں اور بعض مدت دراز کے بعد پوری ہوتی ہیں صحبت میں رہنے والا محروم نہیں رہ سکتا کچھ نہ کچھ تائید الٰہی دیکھ لیتا ہے جو اس کی باریک بین نظر کیلئے کافی ہوتی ہے۔ اب میں متواتر دیکھتا ہوں کہ کوئی امر ہونے والا ہے۔ میں قطعاً نہیں کہہ سکتا کہ وہ جلد یا دیر سے ہوگا مگر آسمان پر کچھ طیاری ہو رہی ہے تا خدائے تعالیٰ بدظنوں کو ملزم اور رسوا کرے۔ کوئی دن یا رات کم گذرتی ہے جو مجھ کو اطمینان نہیں دیا جاتا۔ یہی خط لکھتے لکھتے یہ الہام ہوا۔ **یجیء الحق و یکشف الصدق و یخسر الخاسرون. یأتی قمر الانبیاء و امرک یتأتی. ان ربک فعّال لما یرید** ۔یعنی حق ظاہر ہوگا اور صدق کھل جائے گا اور جنہوں نے بدظنیوں سے زیان اٹھایا وہ ذلّت اور رسوائی کا زیان بھی اٹھائیں گے۔ نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کلام ظاہر ہو جائے گا۔ تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے مگر میں نہیں جانتا کہ یہ کب ہوگا اور جو شخص جلدی کرتا ہے خدائے تعالیٰ کو اس کی ایک ذرہ بھی پرواہ نہیں وہ غنی ہے دوسرے کا محتاج نہیں۔ اپنے کاموں کو حکمت اور مصلحت سے کرتا ہے اور ہر یک شخص کی آزمائش کر کے پیچھے سے اپنی تائید دکھلاتا ہے اگر پہلے سے نشان ظاہر ہوتے تو صحابہ کبار اور اہل بیت کے ایمان اور دوسرے لوگوں کے ایمانوں میں فرق کیا ہوتا۔ خدائے تعالیٰ اپنے عزیزوں اور پیاروں کی عزّت ظاہر کرنے کیلئے نشان دکھلانے میں کچھ توقف ڈال دیتا ہے تا لوگوں پر ظاہر ہو کہ خدائے تعالیٰ کے خاص بندے نشانوں کے محتاج نہیں ہوتے اور تا ان کی فراست اور دوربینی سب پر ظاہر ہو جائے اور ان کے مرتبہ عالیہ میں کسی کو کلام نہ ہو۔ حضرت مسیح علیہ السلام سے بہتر ۷۲ آدمی اوائل میں اس بدخیال سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے کہ آپ نے ان کو کوئی نشان نہیں دکھلایا ان میں سے بارہ قائم رہے اور بارہ میں سے پھر ایک مرتد ہو گیا اور جو قائم رہے انہوں نے آخر میں بہت سے نشان دیکھے اور عنداللہ صادق شمار ہوئے۔

مکرّر میں آپ کو کہتا ہوں کہ اگر آپ چالیس روز تک میری صحبت میں آجائیں تو مجھے یقین ہے

﴿۳۵۶﴾ کہ میرے قرب و جوار کا اثر آپ پر پڑے اور اگرچہ میں عہد کے طور پر نہیں کہہ سکتا مگر میرا دل شہادت دیتا ہے کہ کچھ ظاہر ہوگا جو آپ کو کھینچ کر یقین کی طرف لے جائے گا اور میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ کچھ ہونے والا ہے مگر ابھی خدا تعالیٰ اپنی سنت قدیمہ سے دو گروہ بنانے چاہتا ہے۔ایک وہ گروہ جو نیک ظنی کی برکت سے میری طرف آتے جاتے ہیں دوسرے وہ گروہ جو بدظنی کی شامت سے مجھ سے دور پڑتے جاتے ہیں۔

اور میں نے آپ کے اس بیان کو افسوس کے ساتھ پڑھا جو آپ فرماتے ہیں کہ مجرد قیل وقال سے فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ میں آپ کو از راہ تودد و مہربانی ورحم اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اکثر فیصلے دنیا میں قیل وقال سے ہی ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ صرف باتوں کے ثبوت یا عدم ثبوت کے لحاظ سے ایک شخص کو عدالت نہایت اطمینان کے ساتھ پھانسی دے سکتی ہے اور ایک شخص کو تہمت خون سے بری کرسکتی ہے۔واقعات کے ثبوت یا عدم ثبوت پر تمام مقدمات فیصلہ پاتے ہیں کسی فریق سے یہ سوال نہیں ہوتا کہ کوئی آسمانی نشان دکھلاوے تب ڈگری ہوگی یا فقط اس صورت میں مقدمہ ڈسمس ہوگا کہ جب مدعا علیہ سے کوئی کرامت ظہور میں آوے۔ بلکہ اگر کوئی مدعی بجائے واقعات کے ثابت کرنے کے ایک سوئی کا سانپ بنا کر دکھلا دیوے یا ایک کاغذ کا کبوتر بنا کر عدالت میں اڑا دے تو کوئی حاکم صرف ان وجوہات کے رو سے اس کو ڈگری نہیں دے سکتا جب تک باقاعدہ صحت دعویٰ ثابت نہ ہو اور واقعات پرکھے نہ جائیں۔پس جس حالت میں واقعات کا پرکھنا ضروری ہے اور میرا یہ بیان ہے کہ میرے تمام دعاوی قرآن کریم اور احادیث نبویہ اور اولیاء گذشتہ کی پیشگوئیوں سے ثابت ہیں اور جو کچھ میرے مخالف تاویلات سے اصل مسیح کو دوبارہ دنیا میں نازل کرنا چاہتے ہیں نہ صرف عدم ثبوت کا داغ ان پر ہے بلکہ یہ خیال محال بہ بداہت قرآن کریم کی نصوص بیّنہ سے مخالف پڑا ہوا ہے اور اس کے ہر یک پہلو میں اس قدر مفاسد ہیں اور اس قدر خرابیاں ہیں کہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص ان سب کو اپنی نظر کے سامنے رکھ کر پھر اس کو بدیہی البطلان نہ کہہ سکے تو پھر ان حقائق اور معارف اور دلائل اور براہین کو کیونکر فضول قیل وقال کہہ سکتے ہیں قرآن کریم بھی تو بظاہر قیل وقال ہی ہے جو عظیم الشان معجزہ اور تمام معجزات سے بڑھ کر ہے معقولی ثبوت تو اول درجہ پر ضروری ہوتے ہیں بغیر اس کے نشان ہیچ ہیں۔یاد رہے کہ جن ثبوتوں پر مدعا علیہ کو عدالتوں میں سزائے موت دی جاتی ہے وہ ثبوت ان ثبوتوں سے کچھ بڑھ کر نہیں ہیں جو قرآن اور حدیث اور اقوال اکابر

اور اولیاء کرام سے میرے پاس موجود ہیں مگر غور سے دیکھنا اور مجھ سے سننا شرط ہے۔

میں نے ان ثبوتوں کو صفائی کے ساتھ کتاب آئینہ کمالات اسلام میں لکھا ہے اور کھول کر دکھلا دیا ہے کہ جو لوگ اس انتظار میں اپنی عمر اور وقت کو کھوتے ہیں کہ حضرت مسیح پھر اپنے خاکی قالب کے ساتھ دنیا میں آئیں گے وہ کس قدر منشاء کلام الٰہی سے دور جا پڑے ہیں اور کیسے چاروں طرف کے فسادوں اور خرابیوں نے ان کو گھیر لیا ہے میں نے اس کتاب میں ثابت کر دیا ہے کہ **مسیح موعود** کا قرآن کریم میں ذکر ہے اور دجّال کا بھی لیکن جس طرز سے قرآن کریم میں یہ بیان فرمایا ہے وہ جبھی صحیح اور درست ہوگا کہ جب مسیح موعود سے مراد کوئی مثیل مسیح لیا جاوے جو اسی امت میں پیدا ہو۔ اور نیز دجّال سے مراد ایک گروہ لیا جائے اور دجّال خود گروہ کو کہتے ہیں۔ بلاشبہ ہمارے مخالفوں نے بڑی ذلّت پہنچانے والی غلطی اپنے لئے اختیار کی ہے گویا قرآن اور حدیث کو یکطرف چھوڑ دیا ہے وہ اپنی نہایت درجہ کی بلاہت سے اپنی غلطی پر متنبہ نہیں ہوتے اور اپنے موٹے اور سطحی خیالات پر مغرور ہیں۔ مگر ان کو شرمندہ کرنے والا وقت نزدیک آتا جاتا ہے۔

میں نہیں جانتا کہ میرے اس خط کا آپ کے دل پر کیا اثر پڑے گا مگر میں نے ایک واقعی نقشہ آپ کے سامنے کھینچ کر دکھلا دیا ہے ملاقات نہایت ضروری ہے میں چاہتا ہوں کہ جس طرح ہو سکے ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کے جلسہ میں ضرور تشریف لاویں۔ انشاء اللہ القدیر آپ کیلئے بہت مفید ہوگا۔ اور جو لِلّٰہ سفر کیا جاتا ہے وہ عند اللہ ایک قسم عبادت کے ہوتا ہے۔ اب دعا پر ختم کرتا ہوں۔ ایّدکم اللّٰہ من عندہٖ و رحمکم فی الدنیا و الاٰخرۃ۔ والسلام

خاکسار

(دہم ۱۰ دسمبر ۱۸۹۲ء) **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپورہ

﴿۳۵۸﴾

چون مرا نورے پئے قومے مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

می درخشم چون قمر تابم چو قُرصِ آفتاب
کور چشم آنانکہ در انکارہا افتادہ اند

بشنوید اے طالبان کز غیب بکنند این ندا
مصلحے باید کہ در ہر جا مفاسِد زادہ اند

صادقم و از طرف مولیٰ با نشانہا آمدم
صد درِعلم و ہدیٰ بر روئے من بکشادہ اند

آسمان بارد نشان الُوقت میگوید زمین
این دوشاہد از پئے تصدیق من اِستادہ اند

﴿۳۵۹﴾

التبلیغ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ

پنجاب اور ہندوستان اور ممالک عرب اور فارس اور روم اور مصر اور ایران اور ترکستان اور دیگر بلاد کے پیرزادوں اور سجّادہ نشینوں اور بدعتی فقیروں اور زاہدوں اور صوفیوں اور خانقاہوں کے گوشہ گزینوں کی طرف

ایک مجلس میں میرے مخلص دوست حبّی فی اللہ مولوی **عبدالکریم** صاحب سیالکوٹی نے بتاریخ ۱۱؍جنوری ۱۸۹۳ء بیان کیا کہ اس کتاب **دافع الوساوس** میں اُن فقراء اور پیرزادوں کی طرف بھی بطور دعوت و اتمام حجّت ایک خط شامل ہونا چاہیئے تھا جو بدعات میں دن رات غرق اور منشاء کتاب اللہ سے بکلّی مخالف چلتے ہیں اور نیز اس سلسلہ سے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے بے خبر ہیں۔ چنانچہ مجھے یہ صلاح مولوی صاحب موصوف کی بہت پسند آئی اور

﴿۳۶۰﴾ اگرچہ میں پہلے بھی کچھ ذکر فقراء زمانۂ حال بضمن ذکر علماءِ ہندوستان و پنجاب اس کتاب میں لکھ آیا ہوں لیکن میں نے باتفاق رائے دوست ممدوح کے یہی قرین مصلحت سمجھا کہ ایک مستقل خط ایسے فقراء کی طرف لکھا جائے جو شرع اور دین متین سے دور جا پڑے ہیں اور میرا ارادہ تھا کہ یہ خط **اردو** میں لکھوں لیکن رات کو بعض اشارات الہامی سے ایسا معلوم ہوا کہ یہ خط **عربی** میں لکھنا چاہیئے اور یہ بھی الہام ہوا کہ ان لوگوں پر اثر بہت کم پڑے گا ہاں اتمام حجت ہوگا اور شاید عربی میں خط لکھنے کی یہ مصلحت ہو کہ جو لوگ **فقر** اور **تصوف** کا دعویٰ رکھتے ہیں اور بباعث شدّت حجب غفلت اور عدم تعلقات محبت دین کے انہوں نے قرآن خوانی اور عربی دانی کی طرف توجہ ہی نہیں کی وہ اپنے دعویٰ میں کاذب ہیں اور خطاب کے لائق نہیں کیونکہ اگر ان کو اللہ جلّ شانہٗ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہوتی تو وہ ضرور جدوجہد سے وہ زبان حاصل کرتے جس میں خدا تعالیٰ کا پیارا اور پُرحکمت کلام نازل ہوا ہے اور اگر خدا تعالیٰ کی اُن پر رحمت سے نظر ہوتی تو ضرور ان کو اپنا پاک کلام سمجھنے کے لئے توفیق عطا کرتا اور اگر ان کو قرآن کریم سے سچا تعشق ہوتا تو وہ سجادہ نشینی کی خانقاہوں کو آگ لگاتے اور بیعت کرنے والوں سے بہ ہزار دل بیزار ہو جاتے اور سب سے اول علم قرآن کریم حاصل کرتے اور وہ زبان سیکھتے جس میں قرآن کریم نازل ہوا ہے سو ان کے ناقص الدین اور منافق ہونے کیلئے یہ کافی دلیل ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کی وہ قدر نہیں کی کہ جو کرنی چاہیئے تھی اور اس سے وہ محبت نہیں لگائی جو لگانی چاہیئے تھی پس ان کا کھوٹ ظاہر ہو گیا دیکھنا چاہیئے کہ بہت سے انگریز **پادری** ایسے ہیں جنہوں نے مخالفت کے جوش سے پچاس پچاس برس کے ہو کر عربی زبان کو سیکھا ہے اور قرآن کریم کے معانی پر اطلاع

﴿۳۶۱﴾

پائی ہے۔ پھر جس شخص کو قرآن کریم کی محبت کا دعویٰ ہے بلکہ اپنے تئیں پیر اور شیخ کہلواتا ہے۔ اس میں اگر محبّوں کے آثار نہ پائے جائیں اور بکلّی قرآن کریم کے معانی اور حقائق سے بے نصیب ہو تو یہی ایک دلیل اس بات پر کافی ہے کہ وہ اپنے دعویٰ فقر میں مکّار ہے۔ ہر یک عاشق صادق اپنے معشوق کی زبان کو سیکھ لینے کا شوق رکھتا ہے پھر جس شخص کو محبت الٰہی کا دعویٰ ہے لیکن کلام الٰہی کے جاننے سے لاپروائی ہے وہ ہرگز محبّ صادق نہیں ہے۔ یا یوں کہو کہ اس کی حالت دو شق سے خالی نہیں یا تو اس نے عمداً قرآن کریم کے معانی جاننے اور قرآنی زبان سیکھنے سے اعراض کیا ہے تو اس شق کا حال تو ابھی میں بیان کر چکا ہوں کہ یہ سرد مہری اہل اللہ کے مناسب حال نہیں۔ اہل اللہ کو قرآن سے بہت عشق ہوتا ہے۔ اور عاشق کو اپنے معشوق سے ہرگز صبر نہیں ہوتا۔ اور ببرکت تعشّق کامل قرآنی زبان کا جاننا ان پر آسان ہو جاتا ہے اور جو تحصیل علم کی راہیں دوسروں پر شاق ہوتی ہیں وہ ان پر آسان ہو جاتی ہیں اور چونکہ سرد مہری ایک شعبہ نفاق کا ہے۔ اس لئے یہ منافقانہ خصلت اور کسل اور سستی ان سے صادر نہیں ہو سکتی کیونکہ قرآن کریم تو ان کی جان ہوتا ہے۔ پھر کیونکر وہ اپنی جان سے الگ ہو سکتے ہیں اور درحقیقت جو شخص اہل اللہ کے پیرایہ میں ہو کر نہ قرآن کریم کے معنے سمجھتا ہے اور نہ اس کے حقائق و معارف سے خبر رکھتا ہے وہ محبّ القرآن نہیں بلکہ مسخرہ شیطان ہے۔ اگر عنایت ازلی اس کی رفیق ہوتی تو اس دولت عظمٰی سے اس کو محروم نہ رکھتی۔ پس مخذول اور مردود کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی علامت نہیں کہ اس کو دنیا میں آکر اور مسلمان کہلا کر اس قدر بھی نصیب نہ ہو کہ قرآن کریم کے معانی اور علوم ضروریہ اور معارف اعجازی سے بکلّی بے خبر ہو اور دوسرا شق یہ ہے کہ ایسا شخص

﴿۳۶۲﴾ نہایت غبی اور بلید اور بہائم اور حیوانات کے قریب قریب ہو جس کو انسانی قویٰ اور حافظہ اور متفکرہ سے نہایت کم حصہ ملا ہو اس لئے وہ قرآنی زبان کے جاننے پر قدرت نہ رکھتا ہو سو ایسا شخص بھی ولایت اور قرب الٰہی کے معزز درجہ سے شرف یاب نہیں ہوسکتا اور ایسے شخص کو ولی جاننے والے بھی وحشیوں اور گدھوں سے کچھ کم نہیں ہوتے کیونکہ وہ بباعث نہایت درجہ کے حمق کے اس درجہ تک نہیں پہنچتے کہ جس شخص کو وہ نعمت عطا نہیں ہوئی جو مدار ایمان ہے پھر دوسری نعمتوں سے وہ کب بہرہ یاب ہوسکتا ہے۔ اور اگر دوسری کرامت اس سے ظاہر بھی ہو تو وہ استدراج ہے نہ کرامت اور ایسا اندھیر تو کسی طور سے نہیں ہوسکتا کہ ولایت کا مدعی انسانی قویٰ کے معمولی درجہ سے بھی گرا ہوا ہو کیونکہ عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ جن کو اپنے انعامات قرب سے مشرف کرتا ہے وہ لوگ انسانی کمالات میں سے بھی ایک وافر حصہ رکھتے ہیں۔ سو یہی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اس جگہ خدا تعالیٰ نے عربی خط کی طرف اشارہ فرمایا کیونکہ اس کی نظر میں کل ایسے اشخاص جو تقاعد اور تغافل کی راہ سے یا بلادت اور غباوت کی وجہ سے قرآنی زبان اور معانی قرآن سے محروم ہیں اس لائق ہی نہیں ہیں کہ ان کو باعزّت انسان سمجھ کر ان سے خطاب کیا جائے بلکہ انہوں نے اپنی اس دائمی غفلت اور جہالت پسندی سے مہر لگا دی ہے کہ ان کو قرآن کریم سے کچھ تعلق محبت نہیں اور وہ درحقیقت اسلام کی راہ پر قدم نہیں مارتے بلکہ اور راہوں میں بھٹک رہے ہیں اور اگر بفرض محال کسی قسم کا ان کو ذوق بھی حاصل ہے تو ان کی روح اقرار نہیں کرسکتی کہ وہ قرآن کریم کے ذریعہ سے ہے کیونکہ قرآن کریم سے تو ان کو کچھ تعلق ہی نہیں اور نہ اس کی کچھ مزاولت ہے اور نہ ان کی روح یہ اقرار کرسکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت سے انہوں نے کوئی مرتبہ طے کیا ہے کیونکہ انہوں نے قرآن کریم سے ہی کامل محبت نہیں کی پھر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح کامل محبت کر سکتے تھے کیونکہ رسول کریم کی قدر بذریعہ قرآن کریم کے کھلتی ہے جس نے قرآن کریم کو نہیں دیکھا اس نے رسول کریم کا کیا دیکھا۔ غرض وہ ان وجوہ سے لائق محبت نہیں تھے اور ان کی حالت نفاق بکلی ظاہر تھی اس لئے ان کی طرف تبلیغی خط لکھنا غیر ضروری سمجھا گیا اور تعجب کہ ایسے لوگوں کے معتقدین کبھی یہ خیال نہیں کرتے کہ اول فضیلت اور کمال کسی ولی کا یہ ہے کہ علم قرآن اس کو عطا کیا جائے کیونکہ وہی تو ہم مسلمان لوگوں کا مقتدا و پیشوا و ہادی و رہنما ہے۔ اگر اسی سے بے خبری ہوئی تو پھر قدم قدم پر ہلاکت اور موت موجود ہے جس پر خدا تعالیٰ نے یہ مہربانی نہ کی جو اپنے پاک کلام کا علم اس کو عطا کرتا اور اس کے حقائق سے اطلاع دیتا اور اس کے معارف پر مطلع فرماتا۔ ایسے بدنصیب شخص پر دوسری مہربانی اور کیا ہوگی حالانکہ وہ آپ فرماتا ہے کہ میں جس کو حقیقی پاکیزگی بخشتا ہوں اس پر قرآنی علوم کے چشمے کھولتا ہوں۔ اور نیز فرماتا ہے کہ جس کو چاہتا ہوں علم قرآن دیتا ہوں اور جس کو علم قرآن دیا گیا۔ اس کو وہ چیز دی گئی جس کے ساتھ کوئی چیز برابر نہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ ہمارے اس بیان سے ہر یک سچا مسلمان اتفاق کرے گا بجز ایسے شخص کے کہ کوئی پوشیدہ بُت آستین میں رکھتا ہے اور قرآن کریم کی سچی محبت اور سچی دلدادگی سے بے نصیب اور محروم ہے۔ اب صفحہ آئندہ پر ہم عربی خط لکھتے ہیں :-

﴿۳۶۴﴾ اور وہ یہ ہے:-

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٰی مشایخ الھند و متصوفة افغانستان و مصر و غیرھا من الممالک

الحمد للّٰہ الذی غلبت رحمته علی غضبه فی کل ما فعل و قضی، و سبقت انوارہ علی کل لیل اکۡفَھَرَّ و سجی. ھو اللّٰہ الذی یأتی منه فوج الیسر مع کلّ عسرٍ عرا. یدعو الٰی رحمته کل ورقٍ یوجد علی الأشجار و کل برقٍ یبرق فی الأحجار. و کل اختلاف ترون فی اللیل والنھار، و کل ما فی الارض والسماء. و من آیات رحمته انه ارسل الرسل و بعث النذر و اسس عمارات الھدی. و من آیات

ترجمہ: الحمد لولیّہ والصلوٰۃ علی نبیہ۔ امّا بعد عرض میدارد بخدمت برادران بندۂ ناچیز عبدالکریم سیالکوتی کہ بعدازآنکہ حضور مقدس مسیح موعود امام زمان مجدّد عصر این دعوت نامہ را بلسان عربی مبین ترقیم فرمودند رحمت واسعہ کہ خاصہ غیر منفکہٗ حضرت ایشان میباشد قلب اطہر و انور راتحریکے کرد کہ پارسی زبانان را نیز ازان مائدہ سماویّہ بہرہ مند فرمایند۔ بنابران این عاجز ہیچمیرز را کہ از خاک نشینان عتبۂ عالیہ میباشد امر فرمودند کہ این دررغرر را بہ سلک زبان پارسی کشد و این ہمہ از وفور کرم و جوش رحمت حضرت ایشان است کہ این سیاہ کارراسہیم وانباز درین کار خیر ساختند فللّٰہ الحمد فی الاولٰی والاٰخرۃ. بندہ امتثالاً لامرہ الشریف اقبال باین امر نمودم وگرنہ خدائے بزرگ مے داند کہ از بے مایگی ندامت وخجلت متصلاً لاحق حال بودہ است اللّٰھم تقبل منّی انک

﴿۳۶۵﴾

رحمتہ العظیمة البدر الذی طلع من ام القری ؑ فی لیلة اسودت ذوائبھا العظمی، فرفع الظلمات کلھا و وضع سراجًا منیرا أمام کل عین تری. ما عندنا لفظٌ نشکر بہ علی مننہ الکبرٰی. ایقظ العالمین کلھم ، و نفی عن النائمین الکَری. تلقی کلّ ھمٍّ و غَمٍّ للدین بطیب النفس لما انبری ؑ و سنَّ بذل النفس للّٰہ لکل من یطلب المولٰی. فنی فی اللّٰہ و سعی للّٰہ و دعا الی اللّٰہ و طھّر الارض حق طھارتھا. فیاعجبًا للفتی! رب اجْزِمنا ھذا الرسول الکریم خیر ما تجزی احدا من الوری. و تَوفَّنا فی زمرتہٖ واحشرنا فی امتہ واسقنا من عینہ واجعلھا لنا السُّقُیا

انت السمیع العلیم واکثر جا این ترجمہ بطور حاصل بالمعنی کردہ شدہ۔

ترجمہ تبلیغ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہرگونہ ستائش برائے خداوندی است کہ رحمتش بر غضبش در ہر ہر چہ کردہ وخواستہ غلبہ جستہ۔ ونور وے بر ہر شب کہ دامان ظلمت فروہشت سبقت کردہ۔ و با ہر تنگیٔ کہ رُونمود از پیش وے فوج فراخی آشکار شدہ۔ ہر برگ سبزے کہ بر درخت است و ہر شرارۂ کہ در دل سنگ است وہمچنین ہر گونا گونئ کہ در روز وشب و در زمین و آسمان است ندائے رحمتش در میدہد۔ از نشانہائے رحمت اوست کہ رسولان و ترسانندگان را فرستاد۔ وعمارات ہدایت را تاسیسے کرد۔ و از نشانہائے رحمت عظیم او وجود آن بدرِ تام است کہ از دامان مکہ معظّمہ طلوع

﴿۳۶۶﴾ وَ اجعله لنا الشفیع المشفع فی الاولٰی والأُخریٰ۔ رب فتقبل منا هذا الدعاء و آونا فی هذا الذریٰ. ربّ یا ربِّ صَلِّ و سلّم و بارک علٰی ذالک النبی الرء وف الرحیم و علٰی کل من احبه و اطاع امره و اتبع الهدیٰ. امّا بعد فاعلموا ایها الفقراء والزهاد و مشائخ الهند و غیرها من البلاد الذین وقعوا فی البدعات والفساد، أننی امرت ان ابلغکم احکام الدین و اذکّرکم ما نسیتم من اسرار الشرع المتین. و قد الهمنی ربی فی امرکم وقال انهم ینادون من مکان بعید. و یفعل ربی ما یشاء و هو القاهر فوق القاهرین. یا قوم اتقوا اللّٰه و لا تتبعوا اهواء قوم مبتدعین،

ترجمہ: فرمود در شبے کہ گیسوئے درازش خیلے سیاہ و تار شدہ بود و ہرگونہ تاریکیہا را از ہم پاشیدہ چراغے روشنے فراراہ ہر چشم بینا گزاشت۔ ما لفظے نداریم کہ از آن سپاس احسان ہائے سترگ او را برشماریم۔ زیرا کہ او ہمۂ آفرینش را آگاہائیندہ خواب غفلتے از چشم ایشان پاک کرد۔ ہر اندوہے و رنجے کہ در راہ دین پیش آمد بذوق قلبی او را تلقی فرمود۔ و برائے ہر جوئیندہ مولٰی جان دادن در راہ خدا را از رفتار خود طرح انداخت۔ فنا شد در خدا۔ وسعی کرد برائے خدا و خواند بسوئے خدا۔ و زمین را چنانچہ باید پاک و صاف کرد۔ اللہ اللہ! عجب مردے بودہ! اے خدا بہترین پاداشے کہ میخواہی کسے را از عالم بدہی از ما بر روان آن رسول کریم بفرما۔ و ما را در گروہِ او قبض بکن۔ و در امّت او برانگیز۔ و ہموارہ از جام ہائے وے مارا بنوشان۔ و او را اینجا و آنجا برائے ما شفیعے

﴿۳۶۷﴾

وَ اتّبعوا الرسول النّبی الأمی الذی ھو رحمة للعالمین. واعلموا یا اخوان انی ارسلت محدثا من اللّٰہ الیکم و الی کل من فی الارض فاتقوہ و لا تحتقروا المرسلین واجتنبوا الرجس من البدعات و ایاکم و المحدثات وکونوا عباد اللّٰہ الصالحین. یا قوم انّی عبداللّٰہ مَنَّ علیّ برحمته من عندہ و علّمنی من لدنه علم الاولین. و ارسلنی علی رأس ھذہ المائة لانذر قوما ما انذر آباء ھم ولتستبین سبیل المجرمین. ھو نادانی و قال قل لعبادی: اننی امرت و انا اوّل المؤمنین. و سمّانی باسم یناسب اسم قوم ارسلت لافحامھم و الزامھم و ھم قوم المتنصّرین. الذین علوا فی الارض واستضعفوا اھل الحق و زینوا الباطل لیدحضوا به الحق و کانوا قوما مسرفین. و اھلکوا

ترجمہ: بگردان کہ شفاعت وے را دست ردنزنی۔ اے پروردگارِ ما این دعا را بپذیر و درین پناہ ما را جائے مرحمت بکن۔ سلام وصلوٰۃ خدا باد بروے و بر ہرکہ محبّ وشفیع وے باشد و ہدایتِ وے را پیروی کند۔

سپس بدانید اے فقیران وزاہدان و بزرگان عرب و ہند وممالک دیگر ہمہ آنہا ئیکہ در بدعات وخرابیہا درافتادہ اید کہ من ماموں شدہ ام باین کہ شمارا احکام دین تبلیغ کنم۔ و اسرار از دل فروشتہ شرع متین دیگر بیاد شما درآرم بدرستی کہ پروردگارمن دربارہ شما مرا الہام کردہ و گفتہ کہ آنہا از مکان بعید ندا کردہ میشوند۔ پروردگارمن ہرچہ خواہد کند واو برزبردستان بالا دست است اے قوم من از خدا بترسید و دنبال خواہش ہائے اہل بدعت رفتار نکنید۔ و پیرو آن

﴿۳۶۸﴾

کثیرًا من الناس بتلبیساتهم و جمحوا فی جهلاتهم و قلبوا للاسلام امورًا و جذبوا الناس الٰی خزعبلاتهم وجاء وا بسحر مبین. فنظر اللّٰہ الٰی قلوبهم فوجدهم غالین دجالین ضالین مضلین. قد أفسدوا طرقهم کلها و بغوا أمام الرب و ارادو ان یفسدوا اقواما آخرین. یلحسون المذاهب کما یلحس الثور خضرة الحقل و یریدون علوًا و فسادا و لیسوا من الخاشعین. فتن الناس فهمهم و درایتهم و کبر سرّ غوایتهم و کانوا فی علوم الدنیا و صنائعها من المستبصرین. أوقدوا من المفاسد نارًا و أجرَوا من الفتن انهارًا و مکروا مکرًا کُبَّارًا و بلغوا مقدارًا لن تجدوا مثله فی مکائد المتقدمین. اجمعوا همتهم لاستیصال الاسلام و استدرّوا

ترجمہ: رسول امّی بشوید کہ او رحمت برائے عالمیان است خدا مرا بسوئے شما و بسوئے ہمہ ساکنان زمین خلعت محدثیّت پوشانیدہ فرستاد۔ از وے بترسید و فرستادگان را بدیدۂ حقارت نہ بینید۔ از رجس بدعات و محدثات پرہیزید و بندہ ہائے نیکوکار باشید۔ من بندۂ خدا ہستم او برمن از خود منت نہاد و از خودش علوم پیشینیان مرا تعلیم داد۔ ومرا برسر این صد فرستاد بجہت اینکہ آن قوم را بترسانم کہ پدران شان ترسانیدہ نشدند و ہم راہ بدکاران آشکار شود۔ او مرا نداز د و گفت بگو بہ بندگان من کہ من مامورم و من اوّل مومنانم۔ وتسمیہ فرمود مرا باسمے کہ مناسبت دارد باسم آن قوم کہ بجہت الزام و اسکات ایشان مرا مبعوث کردہ و آن قوم مسیحیان است۔ این قوم بلندی جستند۔ و اہل حق را ضعیف داشتند۔

لقحتهم لتأليف قلوب اللئام و ادخلوا ايديهم فى قلوب المسلمين . وكان العلماء كمفلس فى اعين اعيانهم او كمضغة تحت اسنانهم و كان قومنا سُخُرة المستهزئين. فاراد اللّٰه أن يفصل بين النور والظلمة و يحكم بين الرجس والقدس و يمن على المستضعفين. و رأى فتنتهم بلاءً عظيمًا على الاسلام و رأى ايّامهم كليالٍ مخوفة من الاظلام. و وجدهم فى الفتن قوما عالين. ما كان فتنة مثل هذا من يوم خلق آدم الٰى يومنا هذا بل الٰى يوم الدين و مع ذالك تملكوا و علوا فى الارض واثمروا واكثروا و املأوا الارض كثرة وزادوا هيبة و شوكة و بارك اللّٰه فى اموالهم و اولادهم و علومهم و فنونهم و صنائعهم و اعانهم فى اراداتهم و افكارهم و انظارهم و فتح عليهم ابواب كل شیء ابتلاءً ا من عنده

ترجمہ: و باطل را بیاراستند کہ و مارا ازحق برآرند۔ و پائے از حد بیرون نہادند۔ خیلے خیلے از مردمان را بہ مکر وفریب ہلاک کردند۔ اسلام را بروز بد نشاندند۔ و از شگرف جادوگریہا کہ برانگیختند مردمان را بہ بیہودگی ہائے خویش کشیدند۔ خدائے بزرگ چون دردل ایشان نگاہ انداخت دید ایشان را **مکّار۔ دجّال۔ گمراہ وگمراہ کنندہ** کہ در ہمہ راہ ہائے ایشان فساد راہ یافتہ است۔ و بمواجہت رب خویش بغاوت مے ورزند و درصدد آن میباشند کہ دیگران راہم از راہ ببرند۔ مذہب ہارا می لیسند برنمونۂ کہ گاوٴ سبزہ نبات را فرومی خورد۔ وغلو و فساد را خواستگار میباشند و از فروتنان نیستند۔ فہم و دانش ایشان مردمان را مفتون گردانیدہ۔ وغوایت ایشان بجائے بلندی رسیدہ۔ زیرا کہ درعلومِ

﴿۳۷۰﴾

فعمّوا و صموا و كانو من المعجبين. و أزاغ الله قلوب علماء نا و فقراء نا و اطفأ نور قلوبهم حتى عادوا الى الجهالة التى اخرجوا منها بما كانوا يفسدون في الارض. و ما كانوا من المصلحين. ففنوا في الاهواء واستكانوا في الآراء و وهنوا و كسلوا و ذرّت ريح الجهل ترابهم و سُلبت قواهم كلّها فصاروا كالميّتين. و نظر الربّ الى امراء نا فوجدهم المسرفين الغافلين المعرضين عن التقوى والحق والظالمين العادين. فباعد بينهم و بين شهواتهم و باعدهم عن الأملاک التى ارتبطت قلوبهم بها و أخرج من أيديهم اكثر املاكهم و أراضيهم و تبّر كلّ ما كانوا عليها كالعاكفين. و قشفت الوجوه من آفات الجوع والبؤس و خمدت نار المتموّلين. و قُصِمَتْ عظامهم و حُطِمَتْ سهامهم ليعلموا لِيامُهم

ترجمہ: دنیا و صنائع آن دست دراز دارند۔ از شر و فساد آتشے بر افروختند۔ جو یہائے فتنہ ومکر روان کردند و بدسگالی ہائے اندیشہ نمودند کہ در بدسگالی ہائے پیشینیان نمانۂ آن یافتہ نمی شود۔ ہمہ ہمت را مصروف داشتند باین کہ اسلام را از بیخ برکنند۔ و ہمہ آنچہ در ہمیان و کیسہ داشتند خرج کردند کہ دل فرو مایگان بدست آرند۔ چنانچہ دست در دل مسلمانان فرو بردند۔ وعلماء در چشمِ ایشان بیش از شخصے تہی دست قلاش یا پارۂ گوشت نرم در زیر دندان ایشان نبودند۔ خلاصہ قوم ما بازیچۂ بازی کنندگان گردیدند۔ درین حال خدا خواست کہ روشنی را از تاریکی جُدا سازد و درمیانِ پاک و ناپاک حکومت کند۔ و برضعیف داشتہا برحمت باز آید۔ وفتنہ آنہا را درحقِ اسلام بلائے عظیم وخود آنہا را قوم سرکش باپندار دید کہ ہیچ فتنۂ از فتن مثل این از

﴿۳۷۱﴾ انہمّ کانوا من المتمرّدین. و احاطت شصیّة المتنصّرین و شرک سراتهم من سمک البحر الی سماک السماء و جرت فُلُکُهم فی بحر الاضلال مواخر و وقعت رَجُفَةٌ من عظمة شأنهم علی کُلّ ما فی الارض فخرّوا لهم ساجدین. و ما بقی من عشّ و لا کنّ و لا وکر الا دخلت فیه ایدی الصیّادین و نقلوا خطواتهم الی الاعتداء حتی نظروا فی صحف الرسل ففسرّوها برأیهم و زادوا فیها اشیاء و نقصوا منها کانّهم الانبیاء و من المرسلین. ثم مالوا الی ملکوت اللّٰه و افعال الالوهیة فدخلوا فی امور ما کان لهم ان یدخلوا فیها و فرحوا بتدابیرهم وحسبوا انفسهم قادرین علی کل شیء کانهم اله العالمین. واستغنوا وعتوا عتوًّا کبیرًا و قطعوا بکبرهم و کفرهم و أنانیتهم آذان دهریّین.

ترجمہ: خلق آدم تا این زمان پیدا نہ شدہ و نہ تا قیامت خواہد شد و با این ہمہ در زمین بزرگ و بلند شدند و بارآور دکثیر شدند و زمین را از فراوانی پُر کردند و شوکت و ہیبت اینہا افزونی گرفت و خداوندتعالیٰ در اموال و اولاد وعلوم وفنون وصنعت ہائے ایشان برکت داد۔ و در ارادت و افکار وانظار ایشان تائید ایشان کرد و باب ہر شے بر ایشان باز کشاد و این ہمہ در رنگ ابتلاء از قبل او بود۔ تا ایشان کوروکر گردیدند و بانخوت وعجب در سر ایشان جا گرفت۔

وخداوندتعالیٰ دلِ علمائے ما را کج ونور ایشان را منطفی ساخت تا آنہا بہمان جہل عود کردند کہ از ان رستگار شدہ بودند بعلت اینکہ اقدام برفساد در زمین و اجتناب از اصلاح میکردند۔ بالجملہ درخواہشہائے بدفرو رفتند۔

﴿۳۷۲﴾

فھذا ھو المراد من ادّعاء النبوّة وادّعاء الالوھیة فلیفھم من کان من الفھمین. و فسدت الارض بفسادھم و سارع الناس الی زینتھم و رشادھم و لمعان فرصادھم و ثریدھم و جنتھم وآرادھم إلا ما شاء اللّٰہ یحفظ من یشاء و ھو خیر الحافظین. وھاج طوفان عظیم علی اعمال الناس و عقائدھم و طھارتھم و تقواھم و نیّاتھم و خطراتھم و افعالھم و اقوالھم و ابصارھم و آذانھم و دینھم و ایمانھم و اخلاقھم و سنن حسانھم و مروّتھم ورَثانھم و ابناء ھم و اخوانھم و بناتھم و نسوانھم و زھدھم و عرفانھم و ایدیھم و لسانھم و ھبّت ریح الفساد من کل طرف و احاطت الظلمة علی کل جھة ' و زلزلت الخلق

ترجمہ: و درر ا یہائے مختلفہ با ہم دگر درآ ویختند۔ وہمچنین نا توان وخوار و بد دل می شدند تا اینکہ با دجہل خاک آنہا را منتشر کرد و ہمہ قُوّتہا از ایشان انتزاع شد کہ از مُردہ ہا بیش نماندند۔ وحق تعالیٰ درامرائے قوم ما نگاہ کرد۔ دید کہ آنہا مسرف و غافل ومعرض از تقوی وحق ہستند۔ تا درمیانِ آنہا و مقاصد آنہا مباعدت کرد و متملکات را از دستِ آنہا بدر کرد کہ دل آنہا وابستہ بآن بود۔ واملاک واراضی را از تصرف آنہا اخراج فرمود۔ و ہر چیز را کہ عکوف برآن داشتند ہلاک گردانید۔ از شدت گرسنگی رویہا استخوان بے گوشت برآمد۔ وآتش متموّلان فرونشست۔ استخوان آنہا از ہم فرو ریخت و تیرہا بشکست کہ زیر دستان آنہا بفہمند کہ آنہا سرکش و عاصی بودند۔ و دام منتصّران وکلانان آنہا از ماہیٔ زمین

﴿۳۷۳﴾ زلّزِ الا شدیدًا و طارت حواسهم و كانوا كالمبهوتين. و كانوا لا يدرون أَ عذابٌ أريد بمن فى الارض ام ارادبهم ربّهم رحما و كانوا لسِرّ الغيب منتظرين. وانشقت فُلُكهم فى بحر الزيغان و هاجت الأمواج من كل طرف و كادوا أن يكونوا من المغرقين.

فنادانى ربّى من السماء ان اصنع الفلك باعيننا و وحينا و قم و انذر فانک من المأمورين. لتنذر قومًا ما انذر آباء هم ولتستبين سبيل المجرمين. انا جعلناک المسيح ابن مريم لأ تِمّ حجّتى على قوم متنصّرين. قل هذا فضل ربّى و إنّى اجرد نفسى من ضروب الخطاب. و امرتُ من اللّٰه و انا اوّل المؤمنين. انه

ترجمہ: تا بماہ آسمان پہن گسترده شد وکشتی ہائے آنہا در بحر اضلال جریان و سیران پذیرفت ۔ وازشان آنہا زلزلہ عظیمے ورعبے فخیمے ہمۂ اہل زمین را فرا گرفت کہ در پائے آنہا بسجدہ درافتادند۔ و ہیچ آشیانہ ولانہ وخانہ نماند کہ دست صیادان بدان نرسید۔ واین نصاریٰ نوشتہ ہائے انبیاء را بروفق رائے فاسد خویش تفسیر و چیز ہا نقص وزیادت از آنہا و برآنہا کردند۔ و چنان وانمودند کہ گوئی آنہا انبیاء ومرسل می باشند۔ بعد ازان در ملکوت خدا و افعال وے کہ روئے توجہ آوردند دخل در امورے دادند کہ سزاوار تداخل درآن نبودند۔ بہ تدابیر خود شیفتہ شدند وخود را بر ہر چیز قادر پنداشتند کہ تو گوئی الہ عالمین ہستند ۔ بے نیازی وتجبّر وانمودند و در مکر وکفر وخودی گوئے سبقت از دہریان ربودند۔

﴿۳۷۴﴾ یری الاوقات و یعلم مصالحها و ان من شیء الا عنده خزائنه انما امره اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون قل ا تعجبون من فعل اللّٰه. قل هو اللّٰه اعجب العجیبین. یرفع من یشاء و یضع من یشاء و یعزّ من یشاء و یذلّ من یشاء و یجتبی الیه من یشاء لایسئل عمّا یفعل و هم من المسئولین. قل الحمد للّٰه الذی اذهب عنی الحزن و اعطانی ما لم یعط احد من العالمین. و قالوا کتاب ممتلیٔ من الکفر و الکذب قل تعالوا ندع أبناء نا و أبنائکم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنة اللّٰه علی الکاذبین. وادع عبادی الی الحق وبشّرهم بایّام اللّٰه وادعهم الٰی کتاب مبین. ان الذین

ترجمہ: این است مراد آنچہ در خبر آمدہ کہ دجّال ادعائے نبوّت و الوہیت را خواہد اظہار کرد۔ بفہمد آنکہ فہم دادہ شدہ است۔ کار بجائے رسید کہ زمین از سیاہ کاری ایشان تباہ گردید۔ اکثر از ابنائے زمان رامیل خاطر بہ دانش و نگارش آنہا پیدا شد برخے بطمع نان و جمعی بامید وصال نسوان و طلب راحت جان اسیر پنجۂ این جفا کاران شدند۔ الّا ما شاء اللہ سلامت ماند کسے کہ عصمت حضرت حق تعالیٰ متکفّلِ وے شدہ۔ اللہ اللہ! طوفان بزرگی وخلل سترگی راہ یافت در اعمال وعقائد۔ و در تقویٰ و طہارت۔ در نیات وخطرات۔ در افعال واقوال۔ در دیدہ و در گوش۔ در دین و در ایمان۔ در اخلاق و در احسان۔ در مروت و در فتوت۔ در پسران و در برادران۔ در دختران و در زنان۔ در زہد و در عرفان۔ در دست و در زبان۔ خلاصہ باد فساد

﴿۳۷۵﴾ یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ یداللّٰہ فوق ایدیھم. واللّٰہ معھم حیث ما کانوا ان کانوا فی بیعتھم من الصادقین. قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ و یجعل لکم نورًا و یجعل لکم فرقانًا و یجعلکم من المنصورین. ان اللّٰہ مع الذین اتقوا و ان اللّٰہ مع المحسنین.

ھذا ما ألھمنی ربّی فی وقتی ھذا و من قبل ینعم علٰی من یشاء وھو خیر المنعمین. و ان لہ عبادا من الاولیاء یسمّون فی السماء تسمیۃ الانبیاء بما کانوا یشابھونھم فی جوھرھم و طبعھم و بما کانوا یأخذون نورًا من انوارھم و کانوا علی خلقھم مخلوقین. فیجعلھم اللّٰہ وارثھم و یدعوھم بأسماء مورثیھم و کذالک

ترجمہ: بنا کرد از ہر جانب وزیدن۔ تاریکی آغاز نمود بر ہر چیز دامن دراز کشیدن۔ وزلازل سختی پیدا شد چنانچہ مردمان سرشتۂ ہوش از دست دادند۔ و درین معنی دست و پاگم کردند کہ آیا عذاب برزمینیان نازل شدنی است۔ یا پروردگار ارادہ رحم بر ایشان کردہ۔ و خیلے کشف این سرّ را منتظر بودند۔ کشتی آنہا در تلاطم کجروی تختہ ہاش از ہم گسیختہ۔ و از ہر جانب موج گرسنہ برایشان فرو ریخت۔ و کم ماندہ بودند غرقاب بشوند۔ ناگہان درین حال ربِّ من از بالائے آسانم[1] نداز د۔ کہ در پیش ما و فرمان ما کشتیٔ ساز بکن۔ و برخیز و بترسان کہ تو ماموری ہستی۔ کہ بترسانی قومے را کہ پدران آنہا ترسانیدہ نہ شدند و ہم راہ بدکاران آشکار شود۔ ما ترا مسیح ابن مریم گردانیدیم کہ حجت مرا بر قوم نصاریٰ تمام کنی۔ بگو این فضل پروردگار

[1] سہو کاتب ہے۔ ’’بالائے آسمان‘‘ چاہیئے۔ شمس

﴿۳۷۶﴾ یفعلّ و ھو خیر الفاعلین. و للأرواح مناسبات بالارواح لا یُدْری دقائقھا فالذین تناسبوا یُعَدّون کنفس واحدۃ و یطلق اسماء بعضھم علی بعض و کذلک جرت سنۃ اللّٰہ و ذلک امر لا یخفی علی العارفین. ان اللّٰہ وتر یحب الوتر و لأجل ذلک قد استمرت سنتہ انہ یرسل بعض الاولیاء علی قدم بعض الانبیاء فمن بعث علی قدم نبیّ یسمّی فی الملأ الأعلٰی باسم ذٰلک النبیّ الأمین. و ینزل اللّٰہ علیہ سرَّ روحہ و حقیقۃ جوھرہ و صفاء سیرتہ و شان شمائلہ و یوحّد جوھرہ بجوھرہ و طبیعتہ بطبیعتہ و اسمہ باسمہ و یجعل اراداتہ فی اراداتہ و توجھاتہ فی توجھاتہ و اغراضہ فی اغراضہ و یجعلھما کالمرایا المتقابلۃ فی الانارۃ والاستنارۃ

ترجمہ: من است ومن خود را از ہرگونہ خطاب تجرید میکنم ۔ ومن مامور از خدا و اول مومنانم ۔ او نگاہ درا وقات میکند ومصالح آنرا میداند ۔ وخزاین ہر شے درنزدِ وے می باشد ۔ بدرستی کہ ہرگاہ ارادہ چیزے میکند میگوید بشو می شود ۔ بگوشما عجیب داریداز فعل خدا؟ بگوخدا عجیب ترین عجیب ہا است ! برفراز برمیدارد ہرکہ را کہ می خواہد و پائین فرومی بردکسی را کہ میخواہد ۔ عزت می بخشد ہرکہ را کہ می خواہد وذلت میدہد کسی را کہ می خواہد ۔ و برمی گزیند درنزدخویش ہرکرا کہ می خواہد ۔ کسے نیت کہ از کردارش وے را باز پرسد وآنہا پرسیدہ شوند ۔ بگوحمد مر خدا راست کہ اندوہ را از من دور ساخت ومرا عطا فرمود آنچہ ہیچ کس را از عالمیان دادہ نشدہ ۔ ومیگویند ایں کتاب مملو از کفر و کذب است بگو بیائید می آوریم پسران خود را و پسران شمارا و زنان خود را و زنان شمارا وخود مارا

﴿۳۷۷﴾

کأنّهما شیءٌ واحدٌ و ذلک سرّ التوحید فی الارواح الطیّبین. فهذا هو السرّ الذی سمّانی اللّٰه برعایته **المسیح الموعود** فتفکروا فی السر و لا تکونوا من المستعجلین. ما کان اللّٰه ان یرسل نبیًّا بعد نبیّنا **خاتم النّبیّین** . و ما کان ان یُحدث سلسلة النبوة ثانیًا بعد انقطاعها و ینسخ بعض احکام القرآن و یزید علیها و یخلف وعده و ینسی اکماله الفرقان و یُحدث الفتن فی الدین المتین. الا تقرء ون فی احادیث المصطفٰی سلم اللّٰه علیه و صلّی. ان المسیحؑ یکون احدًا من امته و یتبع جمیع احکام ملّته و یصلّی مع المصلین. و قد ملئ القرآن من آیاتٍ تشهد کلها علی ان المسیح ابن مریم قد توفّی و لحق باخوانه ابراهیم و موسٰی و اخبر بوفاته رسول اللّٰه

ترجمہ: وخود شمارا ہانہ گریہ وزاری بکنیم ولعنت خدا بر سر ظالمان فرود آریم۔ وبخوان بندگان مرا بحق و بشارت ایام اللہ بانہا برسان۔ وبخوان آنہا را بسوئے کتاب مبین۔ آنانکہ دست در دستِ تو میدہند البتہ در دستِ خدا میدہند۔ دست خدا بالائے دست آنہاست۔ و خدا باآنہاست ہر جا کہ باشند اگر در بیعت صادق باشند۔ بگو اگر خدا را دوست میدارید اتباع من بکنید خدا شمارا دوست دارد وشمارا نور بخشد۔ وشمارا فرقان مرحمت کند وشمارا منصور سازد۔ ہر آئینہ خدا باآنہا است کہ تقویٰ می ورزند وصفت احسان میدارند۔

این است آنچہ پروردگار من مرا الہام فرمودہ است ہم درین وقت وقبل ازین انعام میکند بر ہر کہ میخواہد واو بہترین منعمان است۔ و ہر آئینہ اورا بندہ ہاست از

﴿۳۷۸﴾

صلّی اللّٰہ علیہ وسلم۔ و ھو اصدق المخبرین. الا تقرء ون فی القرآن یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ.[1] فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ.[2] الا تقرء ون مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ.[3] الا تقرء ون فی صحیح الامام البخاری: متوفیک ممیتک. فما بقی بعد ھذہ الشھادات محل شک للمشککین و بایّ حدیث تؤمنون بعد آیات ربّ العلمین؟ الا ترون انہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم قال فی علامات المسیح و فی بیان وقت ظھورہ انہ یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر فاعلموا انہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم اشار الی انہ یأتی فی وقت یعبد الصلیب فیہ و یؤکل الخنزیر بکثرۃ و یکون لعبدۃ الصلیب غلبۃ فی الارضین. فیاتی و یکسر غلبتھم و یدقّ

ترجمہ: اولیاء کہ اوشان را با نام انبیاء یاد کردہ میشود زیرا کہ اوشان در جوہر وطبع با انبیاء مشابہت دارند و از نور ایشان نور میگیرند ومخلوق برخلق ایشان میباشند ولذا انہا را وارث ایشان میگرداند و با نام مورثان آنہا رایاد میفرماید وہمین طور می کند واو بہترین کارکنندگان ست۔ وارواح را با ارواح مناسبتہا می باشد کہ دقائق آنرا کسے نمی فہمد۔ چنانچہ آنہا ئیکہ با ہم تناسب داشتہ اند دررنگ نفس واحد محسوب می شوند و نام یکے بر دیگرے اطلاق می یابد وبہمین نسق عادت خدا جریان داشتہ۔ واین امر بر عارفان پوشیدہ نیست۔ خدائے تعالیٰ یگانہ است و یگانگی را دوست میدارد ولذا عادت او باین نہج استمرار یافتہ کہ بعضے از اولیاء را برقدم بعضے انبیاء مے فرستد وہر کہ را برقدم نبی مبعوث می کند نام اُورا در عالم بالا بنام

[1] اٰل عمران:۵۶ [2] المآئدۃ:۱۱۸ [3] اٰل عمران:۱۴۵

صلیبهم و يهدم عماراتهم و يخرّب مرتفعاتهم بالحجج والبراهين. ايهاالناس اذكروا شان المصطفٰى عليه سلام رب السمٰوات العلٰى واقرء وا كتب المتنصّرين وانظروا صولتهم علٰى عرض سيّد الورٰى. فلا تُطرُوا ابن مريم و لا تعينوا النصارى يا وُلْدَ المسلمين. أ لرسولنا الموت والحياة لعيسٰى؟ تلک اذًا قسمةٌ ضيزٰى. ما لكم لا ترجون وقارًا لسيّد السيّدين. أ تجادلونني بأحاديث ورد فيها أن المسيح سينزل و تنسون احاديث اخرى. و تأخذون شقا و تتركون شقا آخر، و تذرون طريق المحققين. ولا يغرّنكم اسم ” ابن مريم “ فى اقوال خير الورٰى. ان هو الا فتنة من اللّٰه ليعلم المصيبين منكم و ليعلم المخطين و ليجزى اللّٰه الصابرين الظانين بانفسهم ظن الخير و يجعل الرجس على المعتدين

ترجمہ: ہمان نبیٔ امین یاد می فرمایند۔ و خداوند تعالیٰ سر روح وحقیقت جوہر و صفائی سیرت و شان شمائل آن نبی را بآن ولی می بخشد ۔ و جوہر و طبیعت و اسم یکے را با دیگرے چنان متحد می سازد کہ ارادۂ یکے ارادۂ دیگرے و اغراض یکے اغراض دیگرے و توجہ یکے توجہ دیگرے میگردد گویا این ہردو آئینہ ہائے مقابل یک دیگرند کہ از یک دگر بآن دیگر نور میگیرند و میرسانند۔ و بمشابہ ہمرنگ شدہ اند کہ حکم شیئے واحد پیدا کردہ اند۔ این است سر توحید در ارواح پاکان۔ و از ہمین جاست کہ خداوند تعالیٰ شانُہٗ مرا باسم **مسیح موعود** مسمے گردانیدہ۔ اکنون باید شما درین راز اندیشہ فرمائید و عجلت منمائید۔ چگونہ راست می آید کہ خداوند تعالیٰ نبی را ارسال کند بعد از آنکہ نبیٔ ما را علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات خاتم النبین

﴿۳۸۰﴾ وَ قد خلت سننه كمثل هذا فليتفتش من كان من المتفتشين. لقد كان فى **ايليا** و قصة نزوله نظير شافٍ للطالبين فاقرؤوا الانجيل و تدبّروا فى آياته بنظرٍ عميقٍ أمين. اذ قالت اليهود: يا عيسى كيف تزعم انك انت المسيح و قد وجب ان ياتى ايليا قبله كما ورد فى صحف النبيين. قال: قد جاء كم ايليا فلم تعرفوه و اشار الى **يحيٰى** و قال: هذا هو ايليا ان كنتم موقنين. قالوا: انک انت مفتر أ تنحت معنى منكرًا ما سمعنا بهذا فى آبائنا الاولين. قال يا قوم ما افتريت على اللّٰه لكنكم لا تفهمون اسرار كتب المرسلين. تلك قضيةٌ قضاها عيسٰى نبى اللّٰه و فى ذالک عبرة للمسلمين. ما كان نزول بشرٍ من السماء من سنن اللّٰه و ان كان فأتوا بنظير من قرون خالية

ترجمہ: کردہ۔ و ہرگز ہرگز نشود کہ باز سلسلۂ نبوت را بعد از انقطاع آن احداث فرماید ولذا نسخ بعضے از احکام قرآن وزیادت برآن را روا دارد وا خلاف وعدہ کند و اکمال قرآن را فراموش سازد و در دین متین فتنہ ہارا بنیاد گذارد۔ در احادیث مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نخواندہ اید کہ مسیح موعود فردے از افراد اُمتِ وے و پیرو تمام احکام ملّت وے باشد و نماز با نمازیان گزارد۔ و آیات بسیار در قرآن کریم می باشد کہ شہادت ناطق ادا میکند بوفات مسیح علیہ السلام و آنکہ او علیہ السلام بدیگر برادران خویش ابراہیم و موسیٰ وغیرہما علیہما السلام لاحق شدہ۔ وخبر داد از وفات او خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ در قرآن نخواندہ اید؟ **يا عيسى انّى متوفّيک و فلمّا توفّيتنى**۔ ونخواندہ اید در قرآن؟ **ما محمد الا رسول** الآیہ۔ ونخواندہ اید در

﴿۳۸۱﴾

انّ کنتم من المهتدين وما كان فينا من واقع الا خلاله نظير من قبل و اليه اشار اللّٰه و هو اصدق الصادقين " وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا "[1] و قد مضت سنة الاوّلين. خصمان تخالفا فى رايهما فاحدهما متمسک بنظير مثله والآخر لا نظير عنده اصلا فأى الخصيمين اقرب الى الصدق؟ انظروا باعين المنصفين. يا ايها الناس التُّقى التُّقى. النُّهى النُّهى. و لا تتبعوا اهواء فيج اعوج واذكروا ما قال المصطفٰى. لقد جئتكم حكمًا عدلًا للقضايا وجب فصلها فاقبلوا شهادتى. اِنّى اُوتيت علمًا ما لم تؤتوه و ما يؤتى. ان كنتم فى شک من امرى فتعالوا ليفتح اللّٰه بيننا و بينكم و هو الرب الاقدر الاقوى. انه مع الصادقين . يسمع

ترجمہ: بخاری شریف ؟متوفیک ممیتک قسم بخدا بعد از این شہادت ہا محل شک و ریب برائے متشککین نمی تواند بود و بعد از آیات رب عالمین چہ حدیثے است کہ بآن ایمان خواہید آورد؟ خود نگاہ کنید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم در علامات مسیح و بیان وقت ظہور وے ایما می فرماید کہ او صلیب را بشکند و خنزیر را بکشد و ازین معنی خود اشارہ میکند صلی اللہ علیہ وسلم کہ ظہور مسیح در وقتے خواہد بود کہ صلیب را بہ پرستند ولحم خنزیر را بکثرت بخورند و پرستاران صلیب را در اقطار عالم قہر و غلبہ باشد۔ در آن حال مسیح بروز کند و صلیب را بشکند و باحجج و براہین ہر چرا کہ ساختہ و پرداختہ باشند ہدم و اعدام کند۔

اے مردمان شان بزرگ مصطفٰی (صلی اللہ علیہ وسلم) را یاد کنید و یک

[1] الاحزاب:۶۳

﴿۳۸۲﴾ و یری. و بشّرنی فی وقتی ھذا و قال: یا عیسٰی سأُریک آیاتی الکبری فأیّ نھج الفصل اھدی من ھذا ان کنتم تطلبون الھُدٰی. و قد جئت حین سجی الدجٰی. و غابت الحق من الوجٰی. و کانت تلک الایام ایام الوباء. قد ھلکت فیہ امم کثیرۃ و کان الاسلام نِضُو سُری. ما کان لہ من موئل و مأوٰی. کخابط لیلۃ لیلاء. و کان الطالبون کذی مجاعۃ جَوِی الحشا مشتمل علی الطوٰی. فاوحٰی الیَّ ربّی ما اوحی. فنھضت ملبّیا للندا. فأنبأنی ربّی مما سیأتی و ما مضٰی. و صافانی و نجّانی من کل ھم و بلاء و بشّرنی بغلبتی علی کل من خالف و ابٰی. و اوحٰی اِلَیّ باننی غالبٌ علٰی کل خصیم اعمٰی. و قال اِنّی مھین من اراد اھانتک. و احسن الیّ بآلاء لا تعد و لا تحصٰی.

ترجمہ: نگاہے بکُتب نصارٰی بیاندازید کہ چہ بے اندامیہا و بے آبروئی ہا وچہ شوخیہا و دہن دریدگی ہا درعرض و شان آن سردار عالم و عالمیان روا داشتہ و ارتکاب کردہ اند! پس چرا در مدح مسیح اطرا وغلو میکنید؟ وائے اولاد مسلمانان چرا ازاین فعل خودتان اعانت نصارٰی میفرمائید؟ در بارۂ **رسولؐ** ما موت و درحق مسیح حیات تجویز میکنید؟ ہیہات عجب حیف و اعتساف در اقتسام می نمائید!!! چہ بلا نازل شد برشما کہ سردار سرداران را وقعتے و وقارے مرعی نمی دارید! بامن مجادلہ میکنید بأحادیثے کہ انباء از نزول مسیح میکند؟ و احادیث دیگر را خط کش نسیان می سازید؟ وطرفے را میگیرید وشطرے میگزارید؟ وطریق محققان را پشت ہائے می زنید؟ وزنہار باسم ابن مریم فریفتہ نشوید کہ این یک فتنہ ایست از خدا بجہت

﴿۳۸۳﴾ و قال انی معک حیث ما کنتَ و انی ناصرک و انّی بُدّک اللازم و عَضُدُک الأقوی. و امرنی ان ادعو الخلق الی الفرقان و دین خیر الوری، الذی سن التبلیغ و حث علی الجهد و حمل الأذی. لستُ بنبیّ و لکن محدث اللّٰہ و کلیم اللّٰہ لأجدّد دین المصطفٰی. و قد بعثنی علٰی رأس المائة و علّمنی من لدنه علوم الهدی. و اِن کنتم تشکون فی أمری و تحسبون انکم علی حق فی مخالفتی و تظنون قربتکم أعظم من قربتی. فها أنا قائم فی موطن المقابلة لرؤیة آیات صدقکم و اراء ة برهانی علی الاصطفاء. و أعزم علیکم باللّٰه الذی هو خالق الارض والسماء. ان لا تمهلونی طرفة عین و جاهدوا لهزیمتی حق جهادکم واستفتحوا لانفسکم من اللّٰہ الاعلٰی. و حرام علیکم

ترجمہ: اینکہ او باز شناسد از جملہ شما خطا کاران وصواب کاران را۔ وہم بجہت اینکہ پاداش نیکو وبد پائداران را کہ بہ نفس خود ہا گمان خوبی دارند و رجس و آلودگی نصیب حال از حد برون شدگان کند۔ و بر این منوال عادت او تعالیٰ شانہ قدیماً جریان داشتہ۔ جوئندہ باید جستجوئے این امر کند۔ البتہ در قصۂ ایلیا و کیفیتِ نزول وے از برائے جویدگان نظیرے شافی میباشد۔ باید انجیل را بخوانید و در آیاتش بہ نظرِ عمیق تدبر کنید۔ ہرگاہ چنانچہ یہود از حضرت عیسیٰ پرسیدند چگونہ خود را گمان می بری کہ تو مسیح می باشی؟ وحال اینکہ نوشتہ ہائے سابقہ آمدن ایلیا را قبل از وے واجب قرار دادہ۔ او گفت بالیقین ایلیا پیش شما آمد و لے شما او را نشناختید!

﴿۳۸۴﴾ انّ تتقاعسوا و تستاخروا و لا تبرزوا فی مکان سُوٰی. واجتمعوا علی کلکم وارمُوا کل سھام من قوس واحد فستعلمون من ھلک و من حفظہ اللّٰہ تعالٰی و ابقٰی. و اِن تقبلونی فاللّٰہ یبارککم و یجعلکم مثمرین مبارکین آمنین و یردّ الیکم ایّامکم الاولٰی. و تسکنون فی امان اللّٰہ و یتوب الیکم ربکم و یرضٰی. و کل سوءٍ یتحوّل عنکم و یتناھٰی.

یا قوم انّی لستُ کافرًا کما یفشی و یفتری علیّ علماء السوء. و ما افتریت شیئًا علٰی ربّی و ما اقول لکم من عند نفسی و قد خاب من افترٰی. و انّی اعتقد من صمیم قلبی انّ للعالم صانعًا قدیمًا واحدًا قادرًا کریمًا مقتدرًا علٰی کل ما ظھر واختفٰی. و اعتقد ان للّٰہ ملا ئکةً

ترجمہ: واشارت بوجود حضرت یحییٰ فرمود وگفت این است آن ایلیا اگر ایقان دارید! گفتند تو مفتری ہستی ومعنٔ غیر معروف از قبل نفسِ خود می تراشی کہ از پدران گذشتہ نشنیدہ ایم! گفت اے قوم من بر خدا افترا نہ کردہ ام بلکہ شماہا اسرار کُتب مرسلان رافہم نمی کنید۔

این قضیہ ایست کہ عیسیٰ نبی اللہ فصلش کردہ مسلمانان باید ازان اعتبار گیرند۔ ہرگز عادت خداوندی چنین نرفتہ کہ کسے از آسمان نزول کردہ واگر درین خلاف است از قرون گزشتہ یک نظیرے پیش آرید اگر شما بر کامیابی خود ناز دارید۔ زیرا کہ ہیچ واقعے در امت ما حدوث نشدہ ونشود کہ نظیرش پیش ازان درامم گزشتہ واقع نشدہ باشد۔ وبہمین معنی اشارہ میفرماید آنکہ اصدق صادقین است۔ و قد مضت سنة الاولین. و لن تجد لسنة اللّٰہ تحویلا۔

﴿۳۸۵﴾

مقرّبین. لکل واحد منهم مقام معلوم. لا ینزل احد من مقامه و لا یرقی. و نزولهم الذی قد جاء فی القرآن لیس کنزول الانسان من الاعلی الی الأسفل و لا صعودهم کصعود الناس من الاسفل الی الاعلی لانّ فی نزول الانسان تحولًا من المکان و رائحة من شقّ الانفس واللغوب و لا یمسّهم لغب و لا شق و لا یتطرّق الیهم تغیّر فلا تقیسوا نزولهم وصعودهم بأشیاء أُخریٰ. بل نزولهم و صعودهم بصبغ نزول اللّٰہ و صعوده من العرش الی السماء الدنیا. لان اللّٰہ أدخل وجودهم فی الایمانیات و قال: مَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ[1] فآمنوا بنزولهم و صعودهم و لا تدخلوا فی کنههما. ذٰلک خیرٌ و اقرب للتقویٰ. و قد وصفهم اللّٰہ بالقائمین والساجدین و الصافّین والمسبحین والثابتین.

ترجمہ: دو خصم کہ در رائے تخالف دارند۔ یکے نظیرے بہ ثبوت واقعۂ خود در دست دارد و آن دیگر از نظیرے تہید ست است۔ ازین دو کدام برصواب وصدق باشد بدیدۂ انصاف نگاہ فرمائید۔ اے مردمان از خدا بترسید و دنبال گروہ کجرو گام نزنید وگفتار حضرت مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم) بخاطر درآرید۔ من بجہت فصل قضیہ ہائے کہ ہنوز غیر منفصل بود حاکم عادل آمدہ ام۔ شہادت مرا پزیرفتاری کنید و مرا علمے دادہ اند کہ شمارا دادہ نشدہ و نہ خواہند داد۔ و اگر شما در امر من شک می آرید بیائید کہ خداوند قوی قادر درمیان ما و شما حکم کند۔ زیرا کہ او با صادقان است می شنود و می بیند۔ اوتعالیٰ ہم درین وقت مرا بشارت داد و گُفت اے عیسیٰ زود ست کہ ترا نشانہائے بزرگ خود بنمایم۔ اکنون درست و راست تر ازین فصل چہ خواہد بود

[1] المدثر:۳۲

﴿۳۸۶﴾

فی مقامات معلومة و جعل هذه الصفات لهم دائمة غير منفكة وخصّهم بها. فكيف يجوز ان يترک الملائكة سجودهم و قيامهم و يقصموا صفوفهم و يذروا تسبيحهم و تقديسهم و يتنزلوا من مقاماتهم و يهبطوا الارض و يخلو السماوات العُلٰى. بل هم يتحركون حال كونهم مستقرين فی مقاماتهم كالملک الذی على العرش استوٰى. و تعلمون ان اللّٰه ينزل الى السماء فی آخر كل ليل و لا يقال اِنّه يترک العرش ثم يصعد اليه فی اوقات اخرٰى. فكذٰلک الملائكة الذين كانوا فی صبغة صفات ربهم كمثل انصباغ الظل بصبغة اصله لا نعرف حقيقتها و نؤمن بها. كيف نشبّه احوالهم باحوال انسان نعرف حقيقة صفاته وحدود خواصه و سكناته و حركاته و قد منعنا اللّٰه

ترجمہ: اگر شما طالبان ہدایت ہستید۔ وحقا کہ من در وقتی آمدہ ام کہ تاریکی سایۂ گستردہ وحق از غایت فرسودگی ناپدید گشتہ وآن ایامِ ایام وبا بودہ۔ کہ خلق کثیر در آن ہلاک شدہ واسلام از شدت ضعف برمثال شتر لاغر از شب روی گردیدہ۔ ہیچ ماوا و ملجاء اورا نبود مثل شخصے کہ در شب تاریک راہ گم کردہ باشد۔ وطالبان وے ہمچو شخصے بودند کہ از شدت فاقہ زدگی اندرونش ہمہ التہاب شدہ باشد۔

اندرین حال وحی کرد بسوئے من پروردگار من آنچہ کرد۔ در ساعت ندائے او را لبیک گویان برخاستم۔ پس او مرا خبر داد از آنچہ شدہ وخواہد شد۔ ومصافات و معافات نصیب حال من فرمود۔ واز ہر بلا وغم مرا نجات بخشید۔ ومرا بشارت غلبہ داد بر ہر کسے کہ خلاف من کرد وعصیان درزید۔ ووحی کرد بمن کہ من بر ہر دشمن نا بینا

﴿۳۸۷﴾

منؔ ھٰذا و قال: وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ۱۔ فاتقوا اللّٰہ یا ارباب النُھٰی. و نعتقد کما کشف اللّٰہ علینا ان عیسی ابن مریم قد توفی و لحق باخوانه النبیّین الصالحین و رفع الی مکان کان فیه یحیٰی. و نعتقد ان رسولنا خیر الرسل و افضل المرسلین و خاتم النبین و افضل من کل من یأتی و خلا. ھو سلکنی بنفسه المبارکة و ربّانی بیده الطاھرة المطھرة و أرانی عظمته و ملکوته. و عرّفنی باسراره العُلیا. و نعتقد ان کل اٰیة القرآن بحر مواج مملو من دقائق الھدی. و باطل ما یعارضه و یخالف بیانه من قصص و علوم الدنیا و العقبٰی.

و نعتقد انّ الجنّة حق و النار حق و حشر الاجساد حق و معجزات الانبیاء حق. و نعتقد انّ النجاة فی الاسلام و اتباع نبیّنا

ترجمہ: غالب ہستم۔ و گفت من اہانت کنم کسے را کہ ارادۂ اہانت تو دارد و برمن انعام ہا کردہ کہ با حصاء وشمار نیاید۔ وفرمود من با تو ہستم ہر جا کہ باشی۔ و من مددگار تو و چارۂ لازم تو و بازوئے قوی تو ہستم۔ ومرا امر فرمود کہ خلق را بسوئے فرقان و دین حضرت برگزیدۂ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) بخوانم۔ کہ او علیہ الصلوٰۃ طریق تبلیغ را بنہادہ وتحمل ایذا وآزار خلایق راحت وترغیب دادہ من نبی نیستم و لے **محدّث اللہ وکلیم اللہ** ہستم بجہت اینکہ دین مصطفٰی (صلی اللہ علیہ وسلم) را تجدید کنم۔ ومرا برسر این صد فرستادہ واز نزد خود علوم ہدایت مرا تعلیم دادہ۔ واگر شما در امر من شک دارید وخود را درخلاف با من برحق می شمارید وقرب خود را ازقربت من زیادہ وبزرگ می پندارید۔ اینک من درمیدان مقابلہ و مبارزہ ایستادہ ام کہ نشان صدق شمارا بہ بینم و علامات برگزیدگی خود را

۱ المدثر: ۳۲

﴿۳۸۸﴾

سیّد الوریٰ. و کل ما هو خلاف الاسلام فنحن بریّون منها. و نؤمن بکل ما جاء به رسولنا صلی اللّٰه علیه و سلم و ان لم نعلم حقیقته العُلیا. و من قال فینا خلاف ذالک فقد کذب علینا و افتری. فاتقوا اللّٰه و لا تصدّقوا اقوال کل ضنین مهین. سعی الیّ کتِنّینٍ. و مال الٰی اکفاری بفیلولة رایهٖ واتّبع الهویٰ. واعلموا انّ الاسلام دینی و علی التوحید یقینی و ما ضلّ قلبی و ما غویٰ. و من ترک القرآن واتبع قیاسًا فهو کرجل افتُرس افتراسًا و وقع فی الوهاد المهلکة و هلک و فنٰی. واللّٰه یعلم انی عاشق الاسلام و فداء حضرة خیر الانام و **غلام احمد ن المصطفٰی** حُبّب الیّ منذ صبوت الی الشباب و قادنی التوفیق الٰی تالیف الکتاب ان ادعو المخالفین الٰی

ترجمہ: بشما بنایم ـ وشمارا سوگند خدائے زمین و زمان میدہم کہ مرا یک چشم زدن مہلت ندہید و ہر قدر درتاب وتوان شما باشد بگوشید و برائے خود ہا از خدا کشاد بطلبید ـ وحرام است برشما کہ سستی ورزید و پس نشینید و اینکہ درمیدان بروز نکنید ـ ہمہ مجتمع بشوید و ہر تیر کہ درجعبہ دارید از یک کمان برمن بیاندازید ـ البتہ آن وقت آشکار شود کہ مُردو کہ بُرد ـ واگر مرا قبول کردید خدا درشما برکت نہد وشمارا مثمر و با امن وروز افزون گرداند و روز ہائے پیشین را باز بشما ارجاع فرماید ـ وشمارا در امان خود سکنی بخشد و رضا وتوبہ از وے نصیب حال شما شود ـ و ہرگونہ بدی و رنج را از شما برگرداند ـ اے قوم من کافر نیستم چنانچہ علمائے بدافشا ازمن وافترا برمن کردہ اند و آنچہ میگویم از تلقائے نفس خود نہ تراشیدہ ام و متحقق است کہ مفتری ہموارہ

﴿۳۸۹﴾ دینَ اللّٰہ الاجلٰی. فارسلتُ الٰی کل مخالف کتابًا. و دعوت الی الاسلام شیخًا و شابًا. و وعدت ان أری الآیات طُلّابًا. و وعدتُ لھم نشبًا کثیرًا ان عجزت جوابًا. فشاھت الوجوہ وَ أَبًا. و ما جاء احد و ما اتٰی. و لم یجیبوا النداء و لا فاھوا بیضاء و لا سوداء و ما رکض احد منھم و ما دنا. فھٰذہ آیة من آیات صدقی و سدادی لقوم یتفکرون. من عرفنی فقد صدقنی و من لم یعرفنی فلم یصدقنی و من جاھد فی امر یکشف اللّٰہ ذالک الامر علیہ فطوبٰی لقلوب ھم یجاھدون. لن یُحرزَ جَنی العود بالعقود، و لا یملک فتیلًا من لا یؤثر سبیلًا. والذین یطلبون فھم یجدون. فیا قوم لا تکفرونی بغیر عرفان، و لا تکذبونی بغیر سلطان، و لا توسعونی سبّا

ترجمہ: زیان کار شدہ۔ من از تہ دل اعتقاد دارم برین کہ عالم را صانعے است قدیم۔ واحد۔ قادر۔ کریم و مقتدر بر ہرآنچہ آشکار او نہان است۔ و اعتقاد دارم برین کہ خدا تعالیٰ را ملائکہ مقربین اند کہ برائے ہر یکے از ایشان مقامے معلوم است۔ نہ کسے از آن مقام فرود می آید و نہ بالا می رود۔ و نزول آنہا کہ در قرآن آمدہ مثل نزول انسان نباشد از بالا بزیر وصعود او از زیر بہ بالا۔ زیرا کہ در نزول انسان انتقال است از مکانے بمکانے و درین گردش اور ایک گونہ کوفت و خستگی لاحق میشود۔ مگر ملائکہ را کوفت نمی رسد و ہیچگو نہ تغیر در ایشان راہ نمی یابد۔ ولذا نباید نزول وصعود آنہا را قیاس بر اشیائے دیگر کنید۔ حقیقت این است کہ آن در رنگ نزول وصعود خداوند است جلّ وعلا از بالائے عرش تا بہ آسمان دنیا۔ چنانچہ او تعالیٰ جلّ شانہٗ

﴿۳۹۰﴾

و لا تـوجعونی عتبًا. و لا تدخلوا فی غیب اللّٰہ. و لا تُصرّوا علٰی ما لا تـعـلمون. عسٰی ان تکفروا رجلا و هو مؤمن عند اللّٰه. و عسٰی ان تـفسـقوا احدا و هو صالح عنده، واللّٰه یریٰ قلوب عباده و انتم لا تُبـصرون. یا قوم ان کنت علٰی باطل فاللّٰه کاف لازعاجی. و ان کنت علٰی حق فاخاف ان توخذوا بما تعتدون.

یـا متـصـوّفـی الهند ان اهل الصلاح منکم قدر قلیلٌ و اکثرکم مبتـدعـون. و فیـکـم الـذین مالوا الی الرهبانیة و ترکوا ما أُمروا به ولایـخـافـون الـلّٰه و لا یبالون و اذا قاموا الی الصلٰوة قاموا کسالٰی والٰی ریـاضـات البـراهـمة یسـارعون. و یُدمون سنابک سوابقهم ویـعقرون مناسم رواسمهم و یَحسبون انهم یُحسنون. یقولون آمنا

ترجمہ: ملائکہ را در ایمانیات داخل فرمودہ و گفتہ نمی داند جنود خدارا مگر او۔ پس ایمان آرید بہ نزول وصعود آنہا و اندیشہ را درکنہ آن جولان ندہید کہ اقرب بہ تقوی و خیرہمین است وہم خداوندعزّ اسمہ آنہا را ستودہ کہ آنہا قائم و ساجد و صف بستہ و تسبیح خوان و قرار یافتہ در مقامات خود ہا ہستند کہ مخصوص برائے آنہاست۔ پس چگونہ روا باشد کہ سجود و قیام را بگذارند و از تسبیح و تقدیس دست بردارند وحقوق واجبہ را ترک گفتہ برزمین نزول آرند وآسمان بلند را خالی بدارند۔ چنین نیست بل آنہا حرکت میکنند وہم ساکن اند۔ رفتارمیکنند وہم پابرجااند۔ نزول میکنند وہم در مقامات معلومہ قراردارندواین ہمہ برنمونۂ ملکے جلیل است کہ برعرش اعظم استقرار دارد۔ و بر شما پوشیدہ نیست کہ خداوند تعالیٰ شانہ آخر ہر شب نزول بآسمان میفرماید۔

﴿۳۹۱﴾

بالقرآن ولا یؤمنون به و یقولون نتّبع السُنن و لا یتبعونها و هم الٰی طرق الغیّ منقلبون. انّ الذین وجدوا الحق فهم قوم یقطعون تعلق الأشیاء مع وجود تعلقها و یتبتّلون الی اللّٰه بنهج کأنه لا عرس لهم و لا غرس و لا عنس لهم ولا فرس و یؤثرون اللّٰـه علٰی کل ولدٍ و أهل و مالٍ فهم الموفّقون اولئک علیهم صلوات من ربهم و رحمة و اولئک هم المهتدون. و منکم من أخلد الی الاباحة واتبع النفس فی جذباتها و فَلٰی مجاهل الهلاک والمنون. و أضاع اساوِده وزاده و مِزْوَدَه و نسی منازله و مناهله و اغضب ربه و قصفت الریح فُلْکَه و دخل فی الذین هم مغرقون. الا یری ان استصحاب الزاد من اصول المعاش والمعاد وقد سنح له اِرُبُه الیها فی الدنیا و لا یمل فیها من کسب المال و من کل ما یحجّون. فسوف

ترجمہ: ونمی تو ان گُفت کہ اوعرش را تہی میگزارد و بوقت دیگرصعود بآن می آرد ہمچنین حال ملائکہ می باشد کہ برنگ صفات پروردگارخود چنان نیکو رنگین شدہ اند کہ سایہ برنگ اصل ۔ ما حقیقت آنرا نمی شناسیم ولے ایمان بآن می آریم۔ و چگونہ احوال انہا را باحوال انسان نسبت و قیاس کنیم ۔ کہ حقیقت و صفات و خواص و حدود وحرکات وسکناتش خوب می شناسیم بخلاف ملائکہ کہ از دخل درکنہ آنہا خداوندتعالیٰ مارامنع فرمودہ وگفتہ لا یعلم جنود ربّک الآیہ۔ پس بترسید اے صاحبان خرد و دانش ۔

واعتقادداریم چنانچہ خدائے کریم برما کشودہ کہ عیسی ابن مریم فوت کردہ ودر جماعت برادران خودکہ انبیاء وصالحین می باشند انسلاک یافتہ درمقام برادرخودحضرت یحیٰیؑ قرارگرفتہ۔

﴿۳۹۲﴾

يعلّم لـمـا يشرع في القُلُعة انه يرحل بأيدى صفر الى دار دائمة الرُّجون. و مـنهـم من اخلط عملا صالحاً بغير صالح و مزج الكفر بالايمان و ركب اليـقيـن بـالـظـنون. فاجمع علٰى الجنوح الى هوى النفس و وقع من شاطئ الـمرسى فى بحر الظلم والركون، و اوقع نفسه فى مسالك الهلك وبوادى التبـار و فعل بنفسه ما لا يفعله المجنون. يا حسرة عليهم أحدثوا فى الدين اشيـاء و تبـع كل منهم ماشاء اُف لهم و لما يبدعون. و كم من بدعة الزموا طـائـرهـا فـى عنقهم و هم بمفسادها فرحون. يحافظون علٰى بدعات البراهمة وشـعـار الـكـفـرة الفجرة و اخذوا كل طريق من طرقهم من قبيل القاء التوجه واجراء القلب والعكوف على القبور و طوافها والسجدات لأهلها و هم بها يـفـخـرون. و مـا كـان عبـادتهم الّا تصور صوّر مشـايـخهـم فـى الـصلوٰة

ترجمہ: و اعتقاد داریم براینکہ رسول ما خیر رسل وافضل مرسلین وخاتم انبیاء وافضل ہمہ آئیندہ وگزشتہ می باشد۔ او (صلی اللہ علیہ وسلم) مرا بہ نفس نفیس خود ارتباط بخشیدہ وبدست پاک و پاک کنندہ خودش مرا تربیت فرمودہ۔ وبرمن عظمت وملکوت خود را آشکار ساختہ واسرار بزرگ خود مرا آموختہ۔ واعتقاد داریم براینکہ ہر آیتے از قرآن بحر مواجے است کہ از دقائق ہدایت پر است۔ واعتقاد داریم براینکہ جنت حق است و نار حق است وحشر اجساد حق است ومعجزات انبیاء حق است۔

واعتقاد داریم براینکہ نجات در اسلام واتباع نبی ما سیّد انام است علیہ الصلوٰۃ والسلام و ہر چہ مخالف اسلام است ازان بری ہستیم۔ وبآنچہ رسول ما (صلی اللہ علیہ وسلم) آوردہ ایمان آریم اگر چہ پے بہ حقیقت بلند آن نبردہ باشیم۔ وہرکس کہ از بابت ما خلاف آن گفتگوئے کردہ

﴿۳۹۳﴾

و خارجها و بالله هم یشرکون. و یفضّلون طرائقهم و طاغوتهم علی النّبیّ صلی الله علیه وسلم و یقولون انّا مارأینا النبّی و ما نعلم القرآن ان نبیّنا الا شیخنا و ملفوظاته قرآننا و انا لمصیبون. یخادعون الله و الذین آمنوا و ما یخدعون الا انفسهم و ما یشعرون فی قلوبهم مرضٌ فزادهم اللّٰه مرضا و لهم عذابٌ الیم بما کانوا یکذبون. تراهم عاری الجلدة من لباس التقوٰی و صدق الاقدام و بادی الجُرُدة من شعار الاسلام و فی عیشتهم و وجوههم علَمٌ علی ما یکتمون جوّهم مزمهِرّو دَجُنُهم مکفهرّ و فهمهم کالدّواب و زهدهم کملامح السراب و هم یحسبون انهم عارفون. تبًّا لِعیشتهم هم ثعالب فی المعاملات وذیاب عند المخاصمات. یفرحون بعطاء الناس و هم عند المنع

ترجمہ: او بر ما دروغ وافتراء بستہ باشد۔ پس از خدا بترسید و ہر بخیل خوار راکہ مانند مار بگزیدنم میدود۔ و از ضعف رائے رغبت در تکفیر من دارد و پیر و خواہش بد است تصدیق نکنید۔ وآگاہ باشید کہ اسلام دین من و بر توحید یقین من است و گاہے قلب من از راہ نرفتہ و دنبال گمرہی رانگرفتہ۔ و ہر کہ قرآن را گزاشت و قیاس را اتباع کرد۔ مثل او مثل شخصے باشد کہ گرگش از ہم درید و در بیابان جان گزا افتاد و جان را بباد داد۔ خدا تعالیٰ خوب میداند کہ من عاشق اسلام و فدائے حضرت سیّد انام و غلام احمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میباشم۔

از عنفوان وقتے کہ بالغ بسنّ شباب وموفّق بتالیف کتاب شدہ ام دوستدار آن بودہ ام کہ مخالفین را بسوئے دین روشن خدا دعوت کنم۔ بنا برآن بسوئے ہر مخالفے

﴿۳۹۴﴾ و ترک الخدمة يعبِسون. يأوون الٰى وَفْر و يعرضون من يد صفرويشتكون. يحسبون انهم صاحب دهاءٍ و ما هم الا كاناء خالٍ من ماء ويسرّون بهذيان المبطرين المطرين و لا يفهمون. والسبيل الى سبرهم و تقدير معارفهم وحبرهم و نور قلوبهم سهلٌ هيّن و هو أن يعرض القرآن الكريم عليهم و يسئلون. فان الفرقان مملوٌّ من عجائب الاسرار و دقائقها ولطائفها و لٰكن لا يمسّه الا المطهرون. و لا يستنبط سِرّه و لا يطّلع على غموض معانيه الا الذى اصابه حظ من صبغة اللّٰه. فطوبٰى للذين يُصْبغون. و هم قوم شغفهم اللّٰه حبًا و طهّرهم نفسًا و زكّاهم و جلّاهم و رفعهم اليه فهم فى ذكر حِبّهم دائمون جُذبوا الى الحق بكل قلوبهم و فنوا فى ذكر محبوبهم و بذلوا روحهم و قضوا نحبهم و صاروا بكل وجودهم

ترجمہ: مکتوبے فرستادم و جوان و پیر را ندائے قبول اسلام در دادم۔ و وعدۂ نمودن نشانہا مرجوئیندگان را تقدیم کردم و در حالت عجز از جواب عہدۂ ادائے تاوان گزاف برخود گرفتم۔ امّا دشمنان از بے بودگی و ناتوانی زرد روئے شدند۔ وآ واز مرا پاسخ نہ گزاردند۔ ولفظ نیک و بد بر زبان نیاوردند ونشد کہ در نزد من بیایند و از من چیزے مسئلت نمایند۔

پس این نشانے بزرگ بر صدق وحقیّت من است آنرا کہ تفکر میکند۔ آنکہ مرا شناخت تصدیق من کرد و آنکہ مرا نشناخت تصدیق من نکرد۔ و ہر کہ برائے کشف امرے مجاہدہ نماید۔ خدا آن امر را بروے میکشاید۔ فرخندہ دلے کہ مجاہدہ را دوست دارد۔ تا کسے دست نیاز ید میوہ از بالائے شاخ در دہانش فرو ندوید۔ وتا کسے بقصد سفر

﴿۳۹۵﴾ للّٰہ و ھم عن انفسھم منقطعون ما بقی تحت ردائھم الا اللّٰہ، تحسبھم باقین موجودین و ھم فانون. جرّدوا سیوفًا حدیدۃ علٰی انفسھم سفاکین وانسلخوا منھا کما ینسلخ الحیّۃ من جلدھا و یری اللّٰہ صدقھم و وفاء ھم و ھم عن اعین الناس غائبون. أعجب الملائکۃ سِلْمھم و اسلامھم و ثباتھم و تعلقھم بحبھم و جھال الناس علیھم یضحکون.

یوذونھم ببھتانات و یکفرونھم بمفتریات ولا یعلم سر ھم الا اللّٰہ و ھم تحت قبابہ مستورون. والذین آثروا الحیاۃ الدنیا واطمأنوا بھا و فسقوا و أفاحوا دم التقوی و قفوا ما لم یکن لھم بہ علم فسیعلمون ایّ منقلب ینقلبون. یخافون الخلق ولا یخافون اللّٰہ و ھم علی انفسھم شاھدون. منعھم شمم انوفھم و عظمۃ عمائمھم من قبول الحق فأعرضوا

ترجمہ: روان نشد ۔ مالک خر ما نبان نشد ۔ ومثل است ہر کہ جست یافت ۔ پس اے قوم من در تکفیر من بغیر عرفان و در تکذیب من بغیر حجت و برہان شتاب کاری مکن ۔ از دشنام زبان میالا واز ملامت وعتاب آزارم مرسان ۔ و در غیب خدا تداخل و بر چیزے کہ علم آن نداری اصرار مکن ۔ البتہ میشود کہ شخصے را کفر بخوانید و او در نزد خدا مومن باشد ۔ وشخصے را تفسیق کنید و در دیدۂ خداوند مرد صالح باشد ۔ زیرا کہ بصیر بہ اندرون دلہا مر خداوند است وشما ہا نابینا ہستید ۔ اے قوم من اگر بر باطل قیام دارم خدا تعالیٰ از جابر آوردن مرا بسندہ است واگر برحق و بحق میباشم اندر آن صورت بر جان شما می لرزم کہ بجرم این جفا وستم ماخوذ خواہید شد ۔

اے متصوفینِ ہند قدرے قلیل از شما اہل اصلاح و اکثر اہل بدعت ہستند ۔

﴿۳۹۶﴾ عنؔ داعی اللّٰہ و ھم یعلمون. کل احد منھم یُسحِت السنّۃ و یبری و یدعوالبدعات و یقری. و یقول: انظروا زھدی و فقری. و لا یدرون شیئًا و یحسبون انھم واصلون. و ینظرون الی الخلق و الی اللّٰہ لا ینظرون. لا یرون غارات الرزایا علی الاسلام و یعکِفون علی أھوائھم کعکوف المشرکین علی الإصنام و لا یبالون. عفت دار الدین و ھم غافلون و غاض در الإسلام و ھم نائمون. و بار سعر الشرع و ھم یستبشرون. لا یدرون نار العشق و حرارۃ الذکر و قبس الفکر غیر التضحی و اصطلاء الجمر و یحبون ان یحمدوا بما لا یفعلون. یراء ون انھم نِضُو مجاھدات. و ھم عاری المطا من لباس تقات. و یذکرون تھجداتھم و ھم للفرائض تارکون. لا نصیب لھم من کلام

ترجمہ: بعضے از شما مائل بر رہبانیت شدہ وترک امرے خداوندے گفتہ راہ بیبا کی می سپرند۔ و چون باداۓ نماز رو آرند کسل و بے ذوقی و انمایند و لے ازعمل بریاضتہاۓ تراشیدۂ برہمنان حظے می برند۔ پاۓ اسپان را خون آلود وکوہان شتران رامی برند۔ (یعنی ریاضات شاقۂ جان فرسا بجامی آرند) وگمان دارند کہ سعیٔ نیکو میگزارند۔ میگویند بقرآن ایمان آوردہ ایم امّا ایمان بآن ندارند۔ ومیگویند پیروی سنت میکنیم امّا نمی کنند بلکہ راہ ہاۓ ضلالت را اختیار دارند۔ چہ آنانکہ حق را دریافتہ اند۔ از ہمہ چیز ہا بریدہ ورہیدہ و بہ نحوے رو باد آوردہ اند کہ از مال ومتاع دنیاۓ دنی دامن فراچیدہ ووجود پاک ویرا برہمۂ فرزند وزن برگزیدہ اند۔ توفیق و ہدایت نصیب حال آنہاست و برایشان دائما صلوۃ ورحمت خالق ارض وسماست۔

﴿۳۹۷﴾

ربّ غفورٍ و لا من خبرٍ ماثورٍ و باشعار الشعراء يتذاكرون. صبّت على الاسلام مصائب و نوازل و هم غافلون. لا يواسون مقدار ذرة و فی الشهوات هم مستغرقون. و انی اراهم كمازح بالشريعة الغراء و مستهزئ باحاديث امام الورٰى. يوثرون ابيات الشعراء على آيات كلام اللّٰه و بها يفرحون و يرقصون. و يسمعون القرآن فلا يبكون و لا يتضرعون. قوم خرجوا من طريق الاهتداء. و آثروا الظلمة على الضياء. يدبّون فی الليلة الليلاء. كالناقة العشواء. ما لهم حافٌّ و لا رافٌّ و يذهبون اين يشاء ون. و واللّٰه انی ارٰی نفوسهم قد فسدت. و شابهت ارضًا خربةً و بالحشائش الخبيثة ملئت. يزحفون كزحف البهائم و لا يستقيمون. الافراط عادتهم والاعتساف سيرتهم

ترجمہ: وبعضے از شما طریق اباحت پیش گرفتہ وہوائے بدرا پیروشدہ وگام در بیابان ہلاک ومرگ زدہ۔ زادوسامان را فراموشیدہ ونشان منزل گم کردہ۔ وربّ خویش را رنجانیدہ۔ و با دتندے بکشتیش وزیدہ۔ وغرقۂ گرداب فناش گردانیدہ۔ نمی بینند کہ برگرفتن زادوسامان سفر از اصول معاش ومعاداست۔ چنانچہ ہرگاہ احتیاج بہ سامان دنیا افتد در جلب وجمعش بجان میکوشند۔ زوداست کہ چون کوس رحلت بزنند آشکار شود کہ بدار بقاتہید ست رفتہ اند۔

وبعضے از شما عمل نیک را با بد وایمان را با کفر ویقین را باظن آمیختہ و مائل بہ خواہش ہائے بدشدہ از ساحل لنگرگاہ در بحر بدکرداریہا ونفس پرستی ہا افتادہ۔ مانند دیوانۂ ہوش درباختہ در بادیہ ہائے ہلاک وبوار خود را انداختہ اند۔ چیز ہا در دین احداث کردہ

﴿۳۹۸﴾

و آثار البراهمة الضالة مبلغ عرفانهم. و اشعار الشعراء وقود وجدهم و غذاء جنانهم. تركوا ربهم والتصقوا بالدنيا و جعل اللّٰه على قلوبهم اكنّة فهم لا يفقهون. صنعوا لانفسهم مآزر من اصحاب القبور، و اضاعوا بركات ذَرى الرب الغفور. و يفسقون و لا ينتهون. تركوا مِلكًا داخ البلاد. واتبعوا كل حقير لا يملك الزاد. و ما ظلموا اللّٰه ولكن أنفسهم يظلمون. افتتنوا باطراء المادحين. و اهلكهم☆ اغضاء المسامحين ولم يقتبسوا نورًا من القرآن و فی وادی الشعراء يهيمون ۔ يريدون غسل المريدين من ادناس الذنوب، و هم متلطخون بأنواع العيوب و لا يعلمون. ايها الغِمر الجاهل قُم أوّلا لغسل قلبک ثم انهض لغسل اخيک

ترجمہ: و ابداع نمودہ اند کہ شومئی آن طوق گردن ایشان شدہ و بہ مفسدہ ہایش شادمانی میکنند ۔ این طریق توجہ و اجرائے قلب و نشستن پیش قبر و سجود اہل قبر را کہ ناز برآن دارند ہمہ از برہمنان و کفار و ہنود درس گرفتہ اند ۔ این مشرکان درنماز و بیرون از آن بت پیر خود را پرستاری میکنند و دیوان و طاغوتان خود را تفضیل بر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مید ہند و میگویند ما نبی را ندیدہ ایم وقرآن را نمی فہمیم ۔ نبیٔ ما پیر ما وقرآن ما ملفوظات اوست ۔ مخادعت با خدا و مومنان میکنند و لے بحقیقت مخادعت با جان خود میکنند اما شعور ندارند ۔ در دل ایشان مرضے نہان است کہ خدا روز افزونش میفرماید و باین دروغ بافی رنجے درد رسان بایشان میرسد ۔ از پوشاک تقویٰ وصدق قدم برہنہ تن و از شعار اسلام بے بہرہ ہستند ۔ رفتار آنہا و چہرہ آنہا آئینۂ ضمیر آنہا است ۔ بے جوش و سرد دل و سیاہ باطن ہستند ۔ زیرکی و دانش آنہا بیش از بہائم و زہد و معرفت

☆ ایڈیشن اول میں اھلکم لکھا ہے جو سہو کاتب ہے ۔ (ناشر)

﴿۳۹۹﴾

بایدِ مطهرة و لا تقل للناس ما لا تفعل فیضحکون. و کیف تغسل بدن اخوانک و ان بدنک قد اتسخ. و درنه قد رسخ. و انت لا تنتهج مهجة الاهتداء فکیف هم ینتهجون. و اِن کنتم فی ریب ممّا امرت به فتأهبوا للنضال واستعِدّوا لإراء ة آیات الکمال و صدق الحالِ من اللّٰه ذی الجلال. و انا نحن لإراء تها مستعدون. اعلموا ان الولایة کلها فی اجابات الدعاء و لا معنی للولایة الا القبولیة فی حضرة الکبریاء. فالمضمار المضمار. و ان توثروا الفرار، فأنتم کاذبون. تعالوا یدخلکم اللّٰه فی ریاض الامن. و لا تفرحوا بخضراء الدمن. و انتم تعلمون. یدعوکم اللّٰه الی الخیر فما لکم لا تلبّون؟ و یوقظکم واعظٌ منکم فما لکم

ترجمہ: آنہا بیش از نمود سراب نیست و می پندارند کہ عارف ہستند۔ سنگ و آتش بارد برسر آنہا۔ در معاملہ مانند روباہ و در مخاصمہ ہمچو گرگ اند۔ اگر چیزے بایشان دہی شادمانی کنند و اگر ترک خدمت و ترک عرض مال کنی رو درہم کشند۔ تونگران را پیش خود جا دہند و از تہی دستان رو گردانند و در فریاد آیند۔ خود را مے پندارند کہ صاحب عقول و الباب اند۔ اما بہ حقیقت آوندے تہی از آب اند۔ از ستائش ستایندگان و ژاژ خایان و ہرزہ درایان خیلے برخود می بالند و در جامہ نگنجد۔ آزمودن ایشان سہل است و اندازۂ خدا شناسی خیلے آسان۔ باین معنی کہ قرآن کریم بر ایشان عرض دہند چہ آن کتاب پاک پر از حقائق و معارف ہاست کہ دست فہم بآن جز شخصے کہ بہرۂ وافی از خدا دانی و قُدرت استنباط اسرار ازان و اطلاع

﴿۴۰۰﴾

تتناعسون. و يجذبكم يد الغيب فلم يا قوم تتقاعسون. قد جاء كم أنباء اللّٰه فلم تتناسون. و قد جاء الحق و زهق الباطل و انتم تمارون و قد تجلت لكم الآيات و انتم تعامون. ألا ترون أن الأرض قد زلزلت، و أن الفتن قد أحاطت، و أن القلوب قد ماتت، و كل داهية على الاسلام نزلت، و كل آفة اندلفت عليه و غلبت، واستيقظ الاعداء و انتم تنامون. ارى البدعات فى كل قولكم و فعلكم و فى كل عمل تعملون، و فى الأجداث التى ترفعون. وفى ثيابكم التى تصبغون، و فى الاشعار التى تنشدون، و فى الوَخُد الذى تمشون. و فى القصص الّتى تقصّون بالفخر و تتكبرون و فى لحيتكم التى تطيلون او تحلقون، و فى طيوركم التى تصطادون

ترجمہ: بر پوشید گیہائے معانی آن ندارد نرسد۔ مژدہ مر ایشان را کہ رنگین باین رنگ میباشند! این قومے است کہ خدائے پاک ایشان را بحب خویش مشغوف ساختہ۔ و دلِ ایشان را از ہمہ ناپاکی ہائے تجلیہ فرمودہ و از ہمہ زنگ ہا پرداختہ۔ انہا را بخود برافراشتہ و بیاد خودش سرشار و والہ داشتہ۔ جذبِ حق دل آنہا را ہمہ بسوئے خود کشیدہ۔ و ایشان با او از جان و مال وکل غیر او رمیدہ و بریدہ۔ در زیر چادر ایشان جز خدا نیست۔ نابینا ایشان را زندہ داند و در ایشان نشانے ازین ہستی و بقا نیست۔

تیغ تیز برنفس خود ہا آہیختہ اند و چنانکہ مار از جلد برآید رشتۂ ہستی را از ہم گسیختہ۔ خدائے پاک صدق و وفائے ایشان را می بیند و ایشان از دیدۂ عالم

﴿۴۰۱﴾ مآ لكم لا تستعبرون على غفلتكم و لا تتندّمون. ما لكم لا تخافون اللّٰه و لا ترتاعون و لا تلتاعون. و نسيتم يومكم الذى فيه الى اللّٰه ترجعون. و أرى الفساد فى أعينكم التى إلى الدنيا تمدّون. و تحملقون حملقة البازى المُطِلّ و على جيفتها تقعون. و فى لُسُنكم التى تُحِدُّونها على الاخوان و تطيلون، و كالصّل تُنَضْنِضُوْنَ و لا تكفّون، و فى آراء كم الّتى تُسقطون فيها ولا تصيبون. ولا تميّزون الفائق من المائق وتخلطون. و على بادرة الظن تسبّون و تغتابون. و بولايتكم تفتخرون و عند الدعوة للمقابلة تولون الدبر و تنهزمون ثم لا تخجلون. بل على فيوضكم تُساجلون. و إِنى اعلم انكم جمادٌ محضٌ ما دناكم روح اللّٰه و انّكم ميّتون. و ان كنتم علٰى شىء فما منعكم ان تتجاولوا

ترجمہ: پوشیدہ ہستند۔ فرشتگان سلم و اسلام و از تعلّق بہ محبوب ایشان در شگفت اند و نادانان بر ایشان می خندند۔ و از بہتان و افترا ایشان آزار میرسانند و سرّ ایشان را جز خدا نداند کہ ایشان در زیر چادرش پنہان می باشند۔ آنانکہ حیات دنیا را اختیار کردہ و مطمئن بدان شدہ و فسق ورزیدہ و خون تقویٰ ریختہ و در پئے آنچہ علم بدان نداشتہ اند رفتہ اند نزدیک است کہ بدانند کہ کار ایشان بکجا می کشد و خود را خوب می فہمند کہ پاک از خلق دارند و از خدا نمی ترسند۔ بینی ہائے بلند و عمامہ ہائے بزرگ ایشان را از قبول حق باز داشتہ کہ دانستہ از شنیدن آواز داعی خدا سر باز می زنند۔ ہر یکے از ایشان رشتۂ سنت را می بُرد و بدعت را در کنار مہربانی می پرورد۔ و میگوید بہ بینید زہد و فقر مرا۔ اما چیزے نمی دانند و با این ہمہ خود را

﴿۴۰۲﴾ فی المیدان و تتراسلوا و فی المضمار تتبارَوا و فی حلقة السوابق تتبارزوا کما أنّکم تدّعون. فان بارزتم فتجدون مَطْلَعی علیکم اسرع من ارتداد طرفکم الیکم و یخزیکم اللّٰہ خزیًا مؤلمًا و تُغْلَبون. انّی جئت لاعلاء کلمة الاسلام و انتم تخالفون. و ارید اَن اجدّد دین اللّٰہ و انتم تزاحمون. ألا ترون ان الاسلام عاد غریبًا و ورد علیه ما لم یره الرّاءون. و لا رواہ الرّاوون ما لکم لا تأخذکم الرجفة من ھذا و لا تتألّمون و ما لکم لا تغیرون علی ھذا و لا تشتعلون. أ أنتم رجال ام مخنّثون ایھا الجاھلون. الا ترون انّ الفتن قد تعاظمت. و ان ظلماتھا قد عمّت و احاطت. و ان الارض القت ما فیھا و تخلّت. و انّ البدعات قد ثَرَّت و کثرت، و ان تعالیم القُرآن قد رُفعت

ترجمہ: از واصلان می گمانند۔ روئخلق میدارند۔ امّا دیدہ بخدا برنمی گمارند۔ دیدہ وا نمی کنند کہ چہ تاختہا برساحت اسلام میرود۔ و ہنوز بآز و ہوا چنان گرویدہ اند کہ مشرکان درگرد بُت حلقہ کشیدہ اند۔ خانہ اسلام ویران شد و ایشان بگلیم غفلت سر نہفتہ و جوئے شیر اسلام خشک گردید و ایشان بخواب ناز خفتہ و بازار شرع الٰہی کا سرشدا ما گوش آنہا از شورشا ماینہا حرفے از این تباہی نشفتہ۔ از آتش عشق الٰہی وگرمیٔ آن سرد و بےسوزند۔ اگرچہ انبار ہیزم و زگال ہا درگرد خود می افروزند۔ چیزے از کار خوبی بجانیارند۔ اما ستایش مردم را خواستگارا ند۔ چنان می نمایند کہ از مجاہدات لاغر و نزارند۔ اما از خیر وتقویٰ بے برگ و بارند۔ فرائض را بجانمی آرند۔ و ذکر تہجدات بر زبان

﴿۴۰۳﴾

و النفوس الی الارض اخلدت، و الی الدنیا مالت، و تغطّت الآراء تحت البدعات و فی الأ هواء أفرطت، و کل قوم افسدت طریقها و ضلّت، فما بقی بعد ذالک ما ینتظره المنتظرون. و انّی و اللّٰه من عنده و دعوت الناس من امره فلیختبر المختبرون. و انّی أضع امام العلماء والمشائخ لعنةً و برکة فلیأخذوا منهما ما شاء وا ولیمیلوا الی ما یمیلون. امّا اللعنة فللّذین یکذّبوننی باتباع الظنّ و یکفروننی رجمًا بالغیب و لا یعلمون الحقیقة و لا یتدبّرون. و لا یطلبون منّی ما یشفی صدورهم و لا یحضروننی لیشاهدوا الآیات و لینجوا من الشبهات کما یفعل المتقون. الا انّهم هم الذین شقوا فی الدنیا والآخرة و علیهم لعنة اللّٰه بما یکفرون المسلمین بغیر علم و بما کانوا یظنّون

ترجمہ: دارند۔ از کلام رب غفور و حدیث ماثور غافل و بے بہرہ مانند۔ امّا اشعار شعراء را بذوق دل خوانند۔ قسم بخدا اسلام عرضۂ آفتہا شدہ۔ و واحسرتا کہ ایشان ہیچ غمگساری نتوانند۔ ولے در بجا آوریٔ فرمان نفس استغراق دارند۔ ایشان را می بینم کہ بشریعت روشن و احادیث جناب رسول کریم صلعم استہزا و مزاح می کنند و اشعار شاعران را بر کلام خدا برمی گزینند و بدان رقص و وجد می نمایند۔ قرآن را مے شنوند و گریہ و بکا بر ایشان طاری نمی شود۔ مشتے بےخردان بے حیا کہ از راہ ہدایت خروج وظلمت را برنور ایثار کردہ مانند ناقہ شب کور در شب تاریک سراسیمہ میگردند۔ یا مانند شتر بے مہار راند ہر جا کہ میخواہند میروند۔ بخدا مے بینم تقویٰ ایشان را خراب شدہ و شبیہ بر زمینے پیدا کردہ کہ

﴿۴۰۴﴾ ظنّ السوء بما کانوا یستعجلون.

و أما البرکة فللذین یسمعون کلامی و یرون آیاتی و یظنّون بانفسهم خیرًا و یقبلون الحق و لا یستکبرون. فاولئک هم الذین سعدوا فی الدنیا والآخرة و قاموا لطلب الحق فهم یطلبون. لا یمشون مکبین علی وجوههم و یسئلون عند کل شبهة لینجوا منها ولا یصرون علی الباطل ولا یغفلون. فعلیهم صلوات اللّٰہ و رحمته و برکاته و هم مرحومون. یا ایها الناس اسئلونی ان کنتم تشکون. وادعو اللّٰہ تضرعًا و خفیة واستکشفوا منہُ یکشف علیکم و لا تقعدوا مع الذین یخوضون بشرّ من عندِ انفسهم و لا یتبعون سبیل الرشد و لا یطلبون الحق و هم مستکبرون. یا ایها الناس ان نزول المسیح کان امرًا غیبیًا فاللّٰہ

ترجمہ: غیر از روئید گیہائے خبیث چیزے ندارد۔ مثل بہائم بر پا و دست رفتار میکنند و استقامت ندارند۔ افراط عادت ایشان است۔ وجور وستم سیرت ایشان۔ وآثار براہمنان گمراہ مبلغ عرفان ایشان۔ واشعار شعراء ہیزم آتش وجد ایشان وغذائے دل ایشان۔ ربّ خود را گزاشتہ و رو بہ دنیا شدہ لا جرم خدائے تعالیٰ آنہا را از بصیرت و معرفت محجوب ومہجور داشتہ و بجہت خود زیارت گاہ ہا از اہل قبور تراشیدہ و برکات پناہ گاہِ ربّ کریم را از دل فراموشیدہ۔ اقدام برفسق می نمایند و باز نمی آیند۔ پادشاہے را کہ قاہر برفوق ہمہ بلا داست گزاشتہ۔ و غاشیہ اطاعت ہر ناچیز ذلیل بے سامان را بدوش برداشتہ۔ اینہا ستم بر خدا نمی کنند۔ بلکہ بر جان خود ہا می کنند۔ از غلو

﴿۴۰۵﴾

ابدءٗ[ا] غیبه کیفما شاء. فلا تجادلوا فی غیب اللّٰہ. و لا تتعدوا حدودکم و انتم تعلمون. و ان کنتم فی شک مِمّا قلت و ادعیت لنفسی فاقصدوا قریتی. والبثوا أَیّامًا فی صحبتی. یکشف اللّٰہ علیکم ما فی قربتی. و یحکم فیما کنتم فیه تختلفون. و اِن استطعتم فتعالوا لاراءة آیات صدقکم و رؤیة صدقی و أجمِعوا علی خیلَکم و رَجِلکم واخوانکم المبتدعین و احیاء کم القبوریّین وادعوا علیّ و لا تمهلون. فان کانت لکم الغلبة فاذبحونی بأیّ سکّین تشاءون. واعلموا ان اللّٰہ مخزیکم، و لا یؤید الا عبده و لا یعلی الا دینه، و یهلککم ایها المفسدون. ان اللّٰہ لا یرضی لعباده الکفر و الشرک والبدعة، و اعداءهٗ هم المذبوحون انه معی و قد اخبرنی من سرّ نزول المسیح و عُمِّیَ علیکم و کان هذا

ترجمہ: ستائش کنندگان گردن بالا کشیدہ اند۔ و از خردہ نہ گرفتن سہل گیران راہ ہلاکت سپریدہ۔ اقتباس نور از قرآن نکنند و در وادیٔ شاعران بے راہ و روئے میگردند۔ مریدان را میخواہند از چرک گناہان شست و شور دہند و خود ہا بہ گونا گون بدی و عیب آلودہ میباشند۔ اے نادان بیہوش برخیز نخست خود را شست و شو بکن آنگاہ با دست پاک و صاف فکر غسل برادر بنما۔ و چیزے کہ نمی کنی از زبان مگو کہ برتو خندہ زنند۔ و چگونہ سزاوار تطہیر برادر ہستی کہ خودت چرک بر ہمہ تن راسخ شدہ۔ چون خودت بر راہ ہدایت رفتار نداری۔ آنہا را چہ طور رو براہ توانی بیاری۔ و اگر در ان چہ من مامور بدان ہستم شک دارید۔ ہمہ بجہت قتال با من آمادہ بشوید۔ و برائے وانمودن

[ا] من سھو الکاتب والصحیح ”ابدٰی“ شمس

﴿۴۰۶﴾ فتنة من اللّٰہ یخفی ما یشاء و یبدی و کذالک سنته فی أنباء الغیب فویل للذین یحاجّون فی غیوب اللّٰہ کأنھم کانوا علیھا محیطین، و کانوا علی کل خفایاھا مطلعین و لا یحذرون. أیھا الناس کل شجر یعرف باثمارہ فستعرفوننی باثماری فلِمَ تشاجرون. و کُفُّوا السنتکم من الاکفار وایدیکم من الاضرار. واتقوا سخط اللّٰہ القھّار. وادعوا اللّٰہ کشف ھٰذہ الاسرار، فسوف تخبرون. انّی ادعوکم الی امر فیه ثمرة خیرکم و علاج میرکم، و ھو ان یجاھد کل احد منکم و یسئل اللّٰہ تعالٰی ان یریه رویا کاشفًا لحقیقة الحال، او یلھمه الھامًا یلیق للاستدلال واللّٰہ قادر علی کل شیء فیعطیکم اذ انتم بکل قلبکم تسئلون. فقوموا فی اواخر اللیالی و توضّأوا، ثم صلوا رکعات وابکوا و تضرّعوا، و صلّوا

ترجمہ: نشان کمال از خدائے ذوالجلال استعداد بکنید کہ من بیاریٔ خدا آمادہ ومستعد می باشم۔

آگاہ باشید کہ ولایت ہمگی در اجابت دعا است۔ ومعنیٔ ولایت قبولیت ست در حضرت کبریا۔ الا میدان۔ میدان!! واگر فرار کنید کاذب باشید۔ بیائید مرا بپذیرید و در روضہ ہائے امن درآئید۔ و بروئیدگی ومن با دانش و فہم شادمان نشوید۔ خدا تعالیٰ شمارا بسوئے خیر میخواند و لبیک نمی گوئید۔ و واعظے شمارا بیدار میکند وخواب را از دیدہ ہا نمی شوئید۔ و دست غیب شمارا میکشد و ہنوز می غنوید۔ ونشان ہا آشکار شدہ و ہنوز دیدہ باز نمی کنید۔ نمی بینید کہ زمین بزلزلہ درآمدہ فتنہ ہا از ہر چہار سو گرد آمدہ۔ و دلہا مردہ شدہ

﴿۴۰۷﴾

علٰی النبی الکریم و سلموا. ثم استغفروا لانفسکم واستخبروا، و داوموا علی ھٰذا اربعین یومًا و لا تسئموا فستجدون من اللّٰہ امرًا یقودکم الی الحق و تنجّون من الشبھات کما ینجی الصالحون. فما لکم لا تقتدون سنن الصلحاء. و لا تنتھجون مھجّۃ الاتقیاء. و تحبّون ان تفسقوا و تکفروا اخوانکم بغیر علم فتوخذون عنداللّٰہ و تحاسبون اتحسبون الاکفار ھیّنًا و ھو عند اللّٰہ عظیم ما لکم لا تتقون اللّٰہ و لا تتفکرون. یا ایھا الناس توبوا توبوا قبل ان تغلق ابواب التوبۃ و انتم تنظرون. یا ایھا الناس اجتنبوا مجالس قومٍ متصوفۃٍ یقولون انّا نحن لجشتیّون، و انا نحن لقادریّون. یأتونکم فی جلود النعاج و ھم ذیاب مفترسون. ترونھم اُذنا للأغارید. والمعرضین

ترجمہ: و ہرگونہ بلا برسر اسلام رسیدہ۔ و ہر رنگ آفت براو نزول و غلبہ آوردہ۔ دشمنان بیدار و باساز و شما ہا مست خواب ناز۔ من ہمہ بدعت می بینم ۔ ہر کردارے و گفتارے را کہ میکنید ومیگوئید۔ و ہرگورے را کہ بلند میکشید ۔ و این لباسہائے شمارا کہ رنگین می نمائید۔ و اشعار شمارا کہ میخوانید۔ و ریش ہائے شمارا کہ بلند میکنید یا می تراشید۔ و نخچیر ہائے شمارا کہ صید میکنید ۔ وائے برشما چرا برغفلت آگاہ و برکردہ نادم نمی شوید۔ خدارا فراموش کردید و باک از او ندارید و فکر روز پسین را پس پشت انداختید ۔ دیدہ ہائے شما پر از فساد و آزست کہ از سوے معاد بند و برمعاش باز است ۔ و در دنیا و زینت آن چنان نگاہ مے اندازید کہ زاغ و زغن برلاشہِ مردار۔ و ہمہ بدعت مے بینم زبان ہائے شمارا کہ بر برادران دراز و مثل مار

﴿۴۰۸﴾ عنّ سنن النبی الوحید، و اکثرھم فاسقون. قرِموا لِقینات غَیدَاء ‘و دَعُّوا الشریعة الغرّاء. وخلعوا رسنھم و اتّبعُوا الاھواء فھم علیھا منتکسون. ما لھم من علم من معارف القُرآن، وما مسّت قریحتھم دقائق الفرقان، و یحسبون انّھم الی قصوی المطالب فائزون. و اذا قیل لھم اتبعوا داعی اللّٰہ. قالوا لا نعلم ما الداعی و انّا نحن الراشدون المرشدون. و اذا دعوا الی اللّٰہ و سنن رسولہٖ لوّوا رؤوسھم استکبارًا واتخذوا نُذُرَ اللّٰہ ھُزُءَ ةً و بھم یستھزء ون. و یقولون انّ المحدثیّة و شرف مکالمات اللّٰہ و شرف رسالته لیس بشیء. و لو شئنا لجعلنا ادنی مریدینا بالغ ھذا المقام، ولکنّا مثل ھذہ الامور کارھون.

ترجمہ: محرک میکنید۔ و باز نمی مانید۔ ورائہاے شما را کہ در آن خطا میکنید۔ و برصواب نمی باشید۔ قدرت باز شناختن سرہ راز نا سرہ ندارید۔ وبجرد ظن رو بد شنام و غیبت آرید۔ بدعویٔ ولایت گردن می افرازید۔ و در وقت مقابلہ باعار فرار درمی سازید۔ شرمسار و زرد روئے شوید و با آن دعویٰ فیوض و برکات دارید۔ من بہ یقین دانم کہ شما از سنگے بیش نیستید و روح اللہ از شما نزدیک نشدہ۔

واگر زہرہ وتوان دارید چرا درمیدان بروز نمی آرید۔ واگر بروز کنید درچشم زدن آشکار شود کہ نصرت وظفر ہمرکاب من ورسوائی و ہزیمت نصیب شما می شود۔ ومن آمدہ ام کہ رایت کلمۂ اسلام را برافرازم وشما درمن می آویزید۔

﴿۴۰۹﴾

ختم اللّٰہ علٰی قلوبھم فھم لا ینظرون الی الحق و لا یقصدونه و لا یَیجِلون و یحتقرون الذی ارسله اللّٰہ الی عباده و یقولون قد أنبأنا اللّٰہ اِنّه کافر کذّاب، و یصرّون علٰی قولھم و ھم یکذبون. و یقولون ان البرکات کلھا منوطة بالبیعة، و ما لھذا الرجل شرف بیعة شیخ من المشایخ. و ما بیعتھم الا کصفقة المغبون، و ان قولھم الّا کذبٌ نَحَته الصوّاغون. یا حسرةً علیھم الا یعلمون انّ المسیح ینزل من السماء بجمیع علومه، و لا یاخذ شیئًا من الارض ما لھم لا یشعرون. الا یعلمون انّ الذین یُرسلون من لدن ربھم لا یحتاجون الی بیعة احد، و ھم من ربھم یتعلّمون، و کل علم منه یاخذون. به یبصرون و به یسمعون و به ینطقون. یسکن

ترجمہ: ومیخواہم درختان پژمردۂ اسلام را آبیاری کنم وشما بامن ستیزید۔ نمی بینید کہ اسلام غریب گردیدہ و برسرش رسیدہ آنچہ نہ گوشے شنیدہ و نہ چشم دیدہ۔ و نہ گوئیندہ گوئیدہ۔ در شگفت ام کہ ازین حالت ہا زلزلۂ شما را نمی گیرد والے نمی رسد۔ وغیرت واشتعال پنجہ بردامن شما نزند۔ مردخوانم شما رایا مخنّث می باشید۔ آگاہ می باشید کہ فتنہ ہا عظیم شدہ وتاریکیہا عام گردیدہ۔ وزمین آنچہ در باطنش مدفون بود بروں انداختہ وخودرا پرداختہ و بدعات بیضہ ہا گزاشتہ۔ وتعلیمات قرآن رخت از عالم برداشتہ۔ جان ہا بہ پستی گرائیدہ و مائل بدنیا شدہ و در زیر چادر گمرہی سر درکشیدہ۔ و در سوراخ خواہشہائے بدفرو خزیدہ۔ و ہر قوم را حق گزاشتہ و راہ کج را

﴿۴۱۰﴾ فیھم روح اللّٰہ، فھم بروحہ یتکلّمون، و بہ ینوّرون کلَّ من سلم نظم فطرتہ و بہ یفیضون. و بہ یُطلعون علٰی کنوز العلم، ویقیمون حجّۃ اللّٰہ علی کل من لجّ بانکار الحق و جحودہ، و من اللّٰہ یُنصرون. یُوْدع اللّٰہ صدورھم معارف القرآن، و یُظھرھم علی نوادر وقائع الزمان. و یعطیھم شیئًا ما لا یعطی غیرھم و ھم من غیرھم یمیّزون. و یھب لھم مُلکًا لا ینبغی لاحدٍ من بعدھم و ھم بعنایاتہ یخصصون. و أنّٰی لکم ھذا الفضل ایھا المتمردون المکذبون. و ان کان فی بیعتکم و بیعۃ مشایخکم اثر فأرُونی فیھا ھذا الاثر ایھا الکاذبون. و انکان فی صحبتکم وصحبتھم فیض فما لی لا اری ذلک الفیض أ أنتم تثبتون. قد

ترجمہ: گزیدہ۔ واکنون چہ باقی ماندہ کہ منتظران چشم در راہش دارند۔ ومن قسم بخدائے عظیم کہ از نزدیک او آمدہ ام باید از مایندگان مرا بیاز مایند۔ من در پیش علماء و مشائخ لعنت و برکت تقدیم میکنم ازین ہر دو برگیرند ہر چہ را اختیار فرمایند۔

لعنت برائے آنہاست کہ بہ گمان محض و از رجم بہ غیب تکفیر و تکذیب مرا مبادرت می نمایند۔ بیخبر از حقیقت ہستند۔ و در حضور من نمی آیند کہ نشان مرا بہ بینند۔ و از پئے بیماری سینہ از من شفا و مداوا طلب نمی کنند و برفتار اہل تقویٰ قدم نمی زنند کہ از شبہات رستگاری یابند۔ اینہا در دنیا و آخرت شقی و واژون بخت اند ولعنت خدا برایشان کہ با جہل وظن بد وشتا بکاری سبقت بر تکفیر مسلمانان

﴿۴۱۱﴾

هلكتم و اهلكتم جبلًا كثيرًا ايها المفترون. ما لكم ما نفع الناس بيعتكم و ما انتم منه منتفعون. وما مجلسكم الا حلقة ملتحمة و نظارة مزدحمة و مَا يُقرء القرآن فى مجالسكم بل بالاشعار تتلاعبون. والذين يبايعونكم ما ارى فيهم حُب الله وحُب رسوله لما لا اراهم متناهين من الفسق والمعصية بل الى المعاصى يسعون و يسارعون. و يركنون من الله الى غير ركين و يعبدون القبور و يستعصمون بغير مكين و ينتكسون على جيفة الدنيا فهم مالئون منها البطون. يكلفون بها لغباوتهم و يكلبون عليها لشقاوتهم و هم فيها يعتدون. لا يعلمون من القرآن دقيقة ولا يقرء ونه ولا يتزودون للآخرة شيئًا و لم يزالوا لدنياهم

ترجمہ: کنند۔

و برکت برائے آنہا ست کہ گوش بکلام من دارند۔ و نشانہائے مرا می بینند۔ و از گمان نیک کہ بر برادران دارند قبول حق کنند و گردن نمی کشند۔ اینہا نیک بخت وسعید اند در دنیا و آخرت و از خدا توفیق طلب حق یافتہ درصد وجستجوئے آن می باشند۔ بھیمہ وار رفتار نمی کنند۔ بلکہ ہر شبہ کہ رونماید دفع آنرا می کوشند کہ از ان بلیہ برہند و بر باطل اصرار نکنند و پیوستہ ہوشیار باشند۔ این طائفہ مرحومان است صلوۃ و رحمت خدا برایشان باد۔

اے مردمان اگر شک دارید از من بپرسید۔ و از تہ دل وگریہ وزاری کشف این امر را از خدا خواہید البتہ شمارا گشاد کار میسر آید۔ و ہم نشینی با مرد مانے

﴿۴۱۲﴾ یعانون. یا ایها الناس توبوا توبوا فان الایام قد کملت و ساعة اللّٰہ قد اقتربت. فطوبٰی لعین امعنت و رأت. و طوبٰی لأذن اصغت و سمعت و طوبٰی لقدم الی الحق نهضت و سارعت، و طوبٰی لقوم هم یقبلون الحق و لا یعرضون. ایها المسلمون جعلکم اللّٰہ مسلمین اعلموا انّی من اللّٰہ و کفٰی باللّٰہ شهیدًا واعلموا انه ینصرنی و یؤیدنی و یعلمنی و یلهمنی و اعطانی من معارف لا یعلمها احد الا بتعلیمه فما لکم لا تقبلون و لا تمتحنون. ایها الناس ادنوا منی و لا تتحولوا وافتحوا أعینکم و لا تغضوا وادخلوا فی امان اللّٰہ و لا تبعدوا، و تطهروا عن الحقد والشّنآن ولا تلطخوا، وتجلّدوا الی التوبة و لا تستأخروا، و لا تفرطوا فی سوء الظن واتقوا

ترجمہ: نکنید کہ در بدسگالیہا فرو رفتہ اند و از پندار و خود بینی سرحق خواہی وحق طلبی ندارند۔

اے مردمان نزول مسیح امرے بود در پردہ غیب نہفتہ۔ خدا نہان خود را ہر طور کہ خواست پیدا کرد۔ نباید شما درغیب با من مجادلہ کنید و دانستہ بیرون از حد مدوید۔ و اگر گفتار مرا باور ندارید و در دعوٰی مرا راست نمی پندارید در قریۂ من بیائید و چندے در صحبت من مکث کنید۔ البتہ خدا نہان مرا بر شما آشکار و درین اختلاف ہائے شما امرے فاصل اظہار کند۔

واگر زہرہ وجگر دارید بیائید نشان صدق مرا بہ بینید و بنمائید۔ و بیاوری خود گرد آرید ہمۂ پیادہ وسوار و ہمہ مردہ ہائے بدعت تراش و زندہ ہائے گور پرست را

﴿۴۱۳﴾

وَ اجتنبوا واستعينوا بالصبر و الصلوة و جاهدوا، و لا تعجلوا ألا لا تعجلوا، وادعوا اللّٰه متضرّعين واطرحوا بين يدى ربكم، واسئلوه حقيقتى و حقيقة أمرى بكل قلبكم و بكل توجهكم وبكل عزيمتكم و بصدق همتكم يكشف الامر عليكم و تجابوا. ارفقوا ايها الناس ارفقوا، و لا تغلوا فى سبكم و لا تعتدوا، واتقوا انكار عجائب اللّٰه الّتى أُخْفِيَت من اعينكم و لا تجأروا. وارحموا على انفسكم و لا تظلموا أيها المستعجلون. يا مشائخ الهند ان كنتم تحسبون انفسكم شيئًا فما لكم لا تبارزوننى و لا تقاومون. و انى اراكم فى غلوائكم سادرين و سادلين ثوب الخيلاء و معجبين و اهلككم المادحون المطرء ون. تعالوا ندع الرب الجليل

ترجمہ: و ہر چہ زودتر دعائے بد برمن کنید ۔ اگر غلبہ شمارا باشد بہر کارد کہ خواہید گلوئے مرا بہ برید ۔ آگاہ باشید کہ خدا در پئے آنست کہ پردہ شما بردرد و مددگار بندۂ خود باشد و دین خود را برفرازد ۔ و شما بدکاران را از بیخ بر اندازد ۔ او شرک و کفر و بدعت را برائے بندگان و دست ندارد ۔ لا جرم دشمنانش پیوستہ ہدف تیر ہلاک بودہ اند ۔ او با من است ۔ و مرا برسرّ نزول مسیح کہ برشما پنہان ماندہ مطلع ساختہ ۔ این ابتلائے است از خدا ہر چہ را خواہد بپوشد و آنچہ را خواہد پدید آرد ۔ ہمین طور عادتش در اخبار غیب استمرار میداشتہ ۔ افسوس بر آنہائے کہ در بارۂ نہانیہائے خدا ستیز و آویز میکنند کہ گوئی اطلاع و احاطہ بر آن دارند و نمی ترسند ۔

﴿۴۱۴﴾ ونتحامی القال والقيل. و نطلب من اللّٰه البرهان والدليل و نسأل اللّٰه ان يفتح بيننا و بينكم ليتبين الحق و يهلك الهالكون. و انی واللّٰه أتيقن فيكم انكم الثعالب و تستأسدون. و بُغثان و تستنسرون و كذالكم فی امری تظنون. فتعالوا نجعل اللّٰه حكمًا بيننا و بينكم ليكرم اللّٰه الصادقين و يخسر المبطلون. فان كان لكم نصيب من نعمتی التی انعم اللّٰه علیّ فبارزوا علی ندائی و واجهو تلقائی وابتدروا و لا تُمهِلون. و واللّٰه ما اریٰ فيكم نفسًا من الصلحاء. الا كالشعرة البيضاء فی اللِّمَّة السوداء و اراكم انكم اضللتم عباد اللّٰه و عقرتم ناقة الاسلام و تعقرون. و قد أرسلنی ربی لاعرفكم طرقًا تسلكونها، و اعمالًا تعملونها، و اخلاقًا

ترجمہ: اے مردمان درخت را از ثمر می شناسند۔ مرا نیز از ثمر من بشناسید۔ این جنگ چرا است۔ زبان را از اکفار و دست را از اضرار باز دارید و خوف خدا را در پیش چشم داشتہ از وے بخواہید کہ این راز سربستہ برشما منکشف شود۔ من یک تدبیرے کہ صلاح شما در آن است برشما عرض میدہم باین معنے کہ ہر یکے از شما مجاہدہ کند و از خداوند عزّ اسمہ رویائے و خوابے مسئلت نماید کہ کاشف حال باشد یا الہامے بخواہد کہ قابل استدلال بود۔ و خدا بر ہر شے قادر است۔ اگر بہمہ دل از وے سوال کنید شما را زیان کار باز نہ گرداند۔ و بجہت این معنی آخر شب برخیزید و وضو کنید و رکعاتے چند بگزارید و خیلے تضرع و تخشع اظہار بدارید۔ وصلوۃ وسلام بر نبیٔ کریم بفرستید۔ سپس استغفار تکرار کنید و استخبار نمائید و براین نہج

تتھذّبون بھا. فاجیبونی: أ تقبلون دعوتی او تردون ما لکم لا تنظرون الی الاسلام و مصائبھا و الی آفات جدیدۃ و غرائبھا. و لا تواسون ایھا الغافلون. ھذا وقت جمع ضلالۃ کل تنوفۃ. و سلالۃ کل مخوفۃ و اتی الزمان بعجائب فتن و علوم اطروفۃ. یعرف فیھا علامات الوقاح کإمرأۃ مطروقۃ یقبلھا الأَحداث و یستملحون. ایھا الناس جئتکم فی وقت کادت الشمس تغرب فیه و تجب. و ضیاء الاسلام یستتر و یحتجب. فما لکم لا ترون الأوقات و ما تقبلون النور الذی نزل فی وقته و فی أنباء الرسول تشکون. ما لکم قد جمدتم و ناقتکم قعدت و أرنفت بأذنیھا و نفسکم لغبت و سقطت علی ساقیھا و ما بقی لکم حِسّ و لا حرکۃ و لا انتم تتنفسون.أ أنتم نائمون أو

ترجمہ: چہل روز مداومت کنید و ملول نشوید۔ نزدیک است کہ از خدا امرے بدست آرید کہ شما را راہ حق و از شبہات رستگاری بخشد مثل آنچہ صالحان رستگار می شدہ اند۔ حیرانم کہ چرا شیوہ نیکوکاران و طریق پرہیزگاران اختیار نمی کنید بلکہ دوست دارید کہ از جہل تفسیق و تکفیر برادران کنید و نزدیک خدا سزاوار اخذ وحساب شوید۔ تکفیر را امرے آسان پندارید؟ نزد خدا امرے گران و بزرگ است!!! از خدا نمی ترسید و نمی اندیشید؟ توبہ کنید۔ توبہ کنید پیش از آنکہ بر روئے شما در توبہ را بند نمایند!

اے مردمان از مجالس این متصوفیان اجتناب بکنید کہ میگویند ما

﴿۴۱۶﴾

میتون. ما لکم لا تسمعون و لا تجیبون. أ تحبون الحیوة الدنیا و لا تذکرون موت آبائکم ولا تخافون. یا حسرة علی شفوفکم فی الدّین و تشوّفکم اَجسامکم بالتسمین، و خلوّکم من مواساة الاسلام والعلم و الیقین و مما تدعون. الا ترون ریحًا مطوحة عن طرق الصواب، و فتنًا مبرحة لاولی الالباب. الا ترون رأس المائة التی کنتم تنتظرونها. ألا ترون أظلال الظلام، واقتحام جیش اللیام، فلم لا تستیقظون. الا ترون ان الاسلام صار کالیتیم المَزْء ود، و همم المسلمین کالنِّضو المجهود، وخوف اللّٰه کالمتاع المفقود، و علم القرآن کالحی الموء ود. ترونه ثم تتجاهلون. ایها الناس امتحضوا حَزْمَکم

ترجمہ: چشتی ہستیم و ما قادری ہستیم ۔ در صورت ظاہری برنگ میش مسکین و انمائند و در سیرت و سریرت ہمچو گرگ درندہ می باشند ۔ ہمہ شیفتگی و میلان آنہا بسرود ونغمہا است و از اتباع سنت آن یگانہ نبیؐ اعراض می ورزند ۔ و بسیارے از انہا فاسق ہستند ۔ ہمگی توجہ والتفات بہ لولیان نازک اندام دارند ۔ وشریعت روشن و پاکیزہ را پس پشت گزارند ۔ از قید شریعت آزاد و ہوا و ہوس را منقاد می باشند ۔ علمے از معارف قرآن و مسّے بہ دقائق فرقان ندارند وخود را فائز بہ غائت مطالب پندارند ۔ و چون آنہا را بگویند کہ داعیٔ خدا را لبیک بگوئید ۔ میگویند خود مان راشد و مرشد ہستیم ۔ و ہرگاہ آنہا را بسوئے خدا و سنت رسول وے بخوانند ۔ گردن از کبر برمی افرازند و برنذیران خداوندی

﴿۴۱۷﴾

فی الافکار، و دیانتکم فی الأنظار، و لا تحیدوا من اللّٰہ البار، و لا تـردوا نـعـمـت الـلّٰـہ التی جـاء ت فی وقتھا و لا تولوا و انتم معرضون. و ان تسمعوا قولی و تلتفتوا الی مواعظی و الی الوصایا التی أنا موصیکم الیوم فاللّٰہ یرضی عنکم و یثمرکم و یکثرکم و ینزل برکاتہ علیکم و یجعل برکۃ فی اولادکم و ذریاتکم و زروعکم و تجاراتکم و عماراتکم و اماراتکم و یحییکم حیٰوۃ طیبۃ فتدخلون فی امان اللّٰہ و تحت ظلّہ تعیشون. و ان لم تنتھوا من شرورکم و لم تضعوا حُکم اللّٰہ علی نحورکم فتؤخذون بذنوبکم و تاکلکم نار عیوبکم و یجعلکم اللّٰہ قصصًا للآخرین و عبرۃ للناظرین و یذرّیکم و یزعجکم فتبقی طلولکم و انتم تفنون

ترجمہ: خندہ می زنند۔ ومیگویند ''محدّثیت وشرف مکالمات الٰہیہ وشرف رسالت چیزے نیست۔ واگر بخواہیم کمترین مریدان را باین مقام میتوانیم رسانیم۔ اما از ہیچو امور کراہت میداریم''۔ خدا تعالیٰ بر دل ایشان مُہر زدہ کہ نظر بحق وقصد و شناخت آن نکنند۔ و بدیدہ حقارت بآن کس می نگرند کہ حق تعالیٰ اورا بسوئے بندگان خود فرستادہ۔ ومیگویند ''خدا مارا آگاہی دادہ کہ او کافر و کذّاب است''۔ واصرار براین قول دارند وتکذیب میکنند۔ ''ومیگویند ہمہ برکتہا منوط بہ بیعت است واین کس شرف بیعت شیخے از مشائخ ندارد''۔ وحقیقت این است کہ بیعت آنہا بیش از صفقۂ زیان کارنمے باشد۔ بلکہ آن دروغ بے فروغے است کہ دخل سازان تلمیع گر آنرا تراشیدہ۔ وائے حسرتا بر آنہا ندانند کہ مسیح از آسمان با ہمۂ علوم

﴿۴۱۸﴾

ویجرّد اللّٰہ وراء کم سیفہ و یسلط علیکم من یؤذیکم و یضرب علیکم الذلۃ و من کل مقام تُطردون. ان اللّٰہ یرید ان یؤید دینہ و ینصر عبدہ. أفھذا اسلامکم أنکم علی خلافہ واقفون.أ تستطیعون إِزعاج شجرۃ غرسھا الرب الکریم أ باللّٰہ تحاربون. رب ما أرعبَ إقدامک إذا نزلت لنصرۃ قوم فھم الغالبون. رب ما اقطع حسامک اذا جرّدتہ علی حزبٍ فھم المقطوعون. ان اللّٰہ تجلّی بألبسۃ جدیدۃ فقوموا لہ ایھا الغافلون. و ان تغافلتم و اعرضتم فسوف تذکرون و تتندمون. انظروا الٰی اقوام قبلکم عصوا اللّٰہ فضربھم علٰی سیماھم و أخذھم بالبأساء والضراء و أبادھم

ترجمہ: فرود آید و از زمین و زمینیان چیزے اخذ نہ کند؟۔

چہ شد کہ شعور ندارند۔ ندانند کہ فرستادگان پروردگار را احتیاج بہ بیعت کسے ندارند و ہمہ علوم از ربّ خود تعلّم می کنند۔ از وی گیرند و با دمی بینند و باد می شنوند و از او و با ومیگویند۔ روح اللہ درایشان سکنی دارد و با روح او تکلم می کنند۔ و بہمان روح ہر صاحب فطرت سلیم را نورانی میفرمایند و بآن افاضہ می نمایند۔ وبآن اطلاع بر گنجہائے علم دارند۔ وبآن حجت خداوندی اقامت میکنند بر شخصے لجاجت بانکار حق دارد و ازان سر باز زند۔ و از خدا تعالیٰ بایشان نصرت میرسد۔ خدا تعالیٰ در سینۂ ایشان معارف قرآن ودیعت می سازد۔ وایشان را از آگاہانیدن از نوادر وقائع زمان می نوازد۔ و بایشان

باٰ لآفات و انواع البلاء، و ما انتم خير منهم، و ما ضعف اللّٰه و ما لغب و ما استكان فما لكم لا تتقون جلال اللّٰه و لا ترتعدون. و ما قلنا فيكم الا شيئًا قليلًا و سدلنا على كثير من مخازيكم و آثرنا التغاضى على الملام لعلكم تشكرون فى أنفسكم و تتوبون.

الٰی مشایخ العرب و صلحائهم

السَّلام عليكم أيها الأَتْقياءُ الأَصفياءُ من العرب العُرَباء. السلام عليكم يا أهلَ أرض النبوّة و جيران بيتِ اللّٰهِ العظمٰى.

ترجمہ: چیزے می بخشد کہ بدیگرے ندہد۔ واوشان از دیگران ممیّز می باشند۔ و با وشان ملکے کرامت میفر ماید کہ بغیر ایشان ندہد و اوشان بعنایتش مخصّص می باشند۔ این فضل اے متمردان مکذب شمارا میسّر است؟ و اگر در بیعت شما و پیران شما اثرے ہست اے کاذبان آن اثر رابمن بنمائید۔ و اگر در صحبت شما وصحبت آنہا فیضے می باشد از چہ آن فیض آشکار نیست۔ میتوانید اثبات آنرا کنید؟۔ اے مفتریان ہلاک شدید و خلقے کثیر را با خود ہلاک کردید۔ نہ خود از بیعت نفع برداشتید و نہ بدیگران رسانید ید۔ در مجالس شما انبوہ زیاد وزحام عام می باشد۔ و لے این چہ مایۂ ناز است۔ زیرا کہ از درس وتلاوت قرآن نشانے در آن نمی باشد۔ بلے اشعار و ہزلہاست کہ بآن تلاعب و ازان

﴿۴۲۰﴾ أنتمّ خير أُمم الاسلام و خير حزب الله الاعلىٰ. ما كان لقومٍ اَن يبلغ شانكم قد زِدّتم شرفًا و مجدًا و مَنْزِلا. و كافيكم من فخر انّ اللّٰه افتتح وحيه من آدم و ختم على نبيّ كان منكم و من ارضكم وطنًا و ماوًى و مولدا. وما أدراكم مَنْ ذالك النبى محمد ن المصطفٰى سَيّد الاصفياء و فخر الانبياء و خاتم الرُسل و امام الورٰى. قد ثبت احسانه علٰى كُلّ من دَبَّ علٰى رِجْلين و مشٰى. و قد ادرك وحيُه كُلّ فائت مِنْ رموزٍ و معانٍ و نِكاتٍ عُلَى. و أحيا دينه كلّ ما كان مَيّتًا مِنْ معارف الحَقّ و سنن الهُدٰى. اللّٰهم فصلّ و سلّم و بارك عليه بعدد كل ما فى الأرض من القطرات و الذّرات والاَحياء والاموات و بعد دكلّ ما فى السَّمَاواتِ و بعدد

ترجمہ: تواجد رومید ہد۔ وآنہائے کہ بیعت بشما میکنند اثرے از حب خدا و رسول کریم وے در دل ایشان نمی باشد۔ و ہرگز از معاصی وفسق و فجور دست باز نمی دارند بلکہ بیبا کانہ درآن راہ تگاپومی نمایند۔ خدا را می گذارند وتکیہ بغیر اومیکنند۔ وقبور را می پرستند واز بیکسان و بے دست و پایان عصمت و یاوری میجویند۔ بر مردار دنیا سرفرود آرند وشکم را ازآن پرمیکنند۔ از غایت حمق و شقاوت دل بآن بستہ اند و درآن بے راہ رویہا روا میدارند۔ دقیقۂ از قرآن را فہم نکنند و آنرا نمی خوانند۔ بجہت آخرت زاد برنمی گیرند و ہمہ جدو جہد بہ تحصیل دنیا بجا می آرند۔

اے مردمان توبہ کنید۔ توبہ کنید! کہ روز ہا بآخر رسیدہ۔ و ساعت

﴿۴۲۱﴾ كلّ ما ظهر واختفٰى. و بلِّغه منا سلامًا يملأ أرجاء السماء. طوبٰى لقوم يحمل نِيْرَ محمدٍ على رَقبته. و طوبٰى لقلب افضٰى اليه و خالطه و فى حُبّه فنٰى. ياسُكّان ارض أو طأته قدم المصطفٰى. رحمكم اللّٰه و رضى عنكم و أرضٰى. ان ظنى فيكم جليل، و فى روحى للقاء كم غليل يا عباد اللّٰه. و انّى أحِنّ الى عِيان بلادِكم و بركات سوادكم لأزور موطئ اقدام خير الورىٰ. وأجعل كُحل عينى تلك الثرٰى. و لأزور صلاحها و صلحائها. و معالمها و علمائها و تقرّعينى برؤية اولياء ها و مشاهدها الكبرٰى. فاسئل اللّٰه تعالٰى اَنْ يرزقنى رؤية ثراكم و يسّرنى بمرآكم بعنايته العظمٰى. يا اخوان انّى احبّكم و أُحبّ بلادكم و احبّ رمل طرقكم واحجار سككم و أوثركم علٰى كل ما فى الدنيا

ترجمہ: خداوندی قریب آمدہ۔ زہے دیدہ کہ با معان نگاہ کند۔ و خہے گوشے کہ اصغاء و استماع نماید و حبّذا قدمے کہ بسوئے خدا از پا خیزد۔ و فرّخا گروہے کہ قبول حق کنند و سرا نکار نہ جنبانند۔

بدانید اے مسلمانان! خدا شمارا مسلم گرداند کہ من از طرف خدا تعالیٰ شانہ آمدہ ام و خدا شاہد من بس است و بدانید کہ او نصرت و تائید مرا میکند و تعلیم و الہام مرا می فرماید۔ و مرا معارفہا عطا فرمودہ کہ جز بہ تعلیمش کسے آنرا نمی داند۔ چرا تجربہ و قبول نمی کنید؟ ہان نزدیک بمن بیائید و برنہ گردید۔ و دیدہ باز کشائید و در امان خدا در آئید و از من دوری مجوئید۔ و از لوث کینہ و عداوت پاک بشوید۔ و زود میل بہ توبہ آرید و درنگ نکنید۔ از افراط در ظن بد اجتناب

﴿۴۲۲﴾

یاؔ أكباد العرب قد خصّكم الله ببركات اثيرةٍ، و مزايا كثيرةٍ، و مراحمه الكبرى. فيكم بيت الله التى بورك بها أُمّ القرىٰ. و فيكم روضة النبى المبارك الذى اشاع التوحيد فى اقطار العالم و أظهر جلال الله و جلى. و كان منكم قوم نصروا الله و رسوله بكل القلب و بكُلّ الروح و بكلّ النهيِ و بذلوا اموالهم و انفسهم لاشاعة دين اللّٰهِ و كتابه الازكٰى. فانتم المخصوصون بتلك الفضائل و من لم يكرمكم فقد جار واعتدى. يا اخوان انّى اكتب اليكم مكتوبى هذا بكبدٍ مرضوضةٍ و دموع مفضوضةٍ، فاسمعوا قولى جزاكم الله خير الجزاء.

انّى امرءٌ ربّانى اللّٰه برحمةٍ من عنده و أنعم على بإنعامٍ تامٍ

ترجمہ: بورزید۔ و بہ صبر وصلوٰۃ استعانت بجوئید و مجاہدہ بکنید۔ زنہار زنہار شتابکاری روامدارید۔ و بہ تضرع از خدا درخواہید ومردہ وار خودرا برآستانہ اش بیفگنید۔ واز وے باخلاص دل وصدق عزم وتوجہ تام کشف حقیقت مرا وامر مرا مسئلت بنمائید۔ او از کرم برشما این سربستگیہا را خواہد کشود۔ اے مردمان رفق پیشہ گیرید۔ ودرسبّ وشتم غلومکنید۔ واز ستم پسندی وجسارت انکار عجائب ہائے خدا تعالیٰ کہ از نظر شما پوشیدہ است روامدارید ورحم بر جان خود ہا بیاورید۔ ہان اے شتاب کاران ظلم برخود مپسندید۔

اے مشائخ ہند اگر بہ نفوس خود گمان چیزے میدارید چرا بجہت مقابلہ

﴿۴۲۳﴾

وما اٰتنی من شیء و جعلنی من المکلّمین المُلْهمِین و علّمنی من لدنه عِلْما. و هدانی مسالک مرضاتِه و سکک تُقاته و کشف علیّ اسراره العُلیا. فطورًا اَیّدنی بالمکالمات التی لاغبار علیها و لا شبهة فیها و لا خفاء. و تارةً نوّرنی بنور الکشوف الّتی تشبه الضُحٰی.

و من أعظم المنن أنّه جعلنی لهذا العصر و لهذا الزمانِ امامًا و خلیفةً و بعثنی علٰی رأس هذه المائة مجدّدا، لأخرج الناس الی النور من الدُّجی و انقلهم من طرق الغَیّ و الفساد الٰی صراط التقویٰ. واعطانی مایَشْفی النفوس و ینفی اللَّبُس المحسوس و یکشف عن الخلق الغُمّی. انّه وجد هذا العصر أسیرا فی مشکلات ومخنوقًا من معضلاتٍ و هالگا تحت بدعاتٍ و سیئات و ظلماتٍ

ترجمہ: با من بیرون نمی آئید۔ می بینم از جوش وغلیان خیر گیہا می کنید۔ ولباس عجب ونخوت در برمیدارید و مادحان مبالغہ کنندہ شمارا ہلاک گردانیدہ۔ بیائید بحضور رب جلیل دست دعا برافرازیم و این ہمہ قیل و قال بگزاریم۔ و از وے دلیلے و برہانے بخواہیم و از وے بخواہیم کہ او درمیان ما فیصلہ بفرماید۔ وحق عیان گردد۔ و ہالکان ہلاک شوند۔ بخدائے عزوجل من بہ یقین می دانم کہ شما ہاروباہ ہستید وخودرا شیروا می نمائید۔ وکرگس ہستید و برنگ نسر طائر جلوہ میکنید۔ وہم چنین در بارۂ من گمان میدارید۔ اکنون بیائید خداوندعزاسمہ را در معاملۂ خود حکم گردانیم کہ او اکرام صادقان واہانت کاذبان کند۔ اگر ازین نعمت ہا کہ خداوند تعالیٰ مرا انعام فرمودہ بہرہ دارید۔ بیائید بجہت مبارزت

﴿۴۲۴﴾

فأراد ان ینجّی اهله من تلک الآفات و انواع البلاء. و انّه رأی فساد قِسّیسین و فلاسفة النصاری قد بلغ من العمارات الی الفَلواتِ و من النیّات الی عمل السَیّئات و من سطح الأرضین الی الجبال الشامخات، ورأی انهم عتو عتوًّا کبیرًا و بَلّغوا امرهم فی غلوّهم الی الانتهاء. ورأی الرب المجید انه ابتلی کثیرٌ من الخلق بدقائق فتنهم و لطائف ذکائهم و غرابة دهائهم و سحرِ علومهم و طلسم فنونهم و خدیعتهم العظمٰی. ورأی انهم ینهبون دین الناسِ و ایمانهم و یسحرون قلوب الناس و أبصارهم و آذانهم و یفلون المعالم والمجاهل لاضلال الوریٰ. و یرون بسحرهم الظُلمة کالسنا. و خرج بتحریکاتهم قوم من الهنود یسمون انفسهم "آریا". و یقولون لا نؤمن بکتاب الا بوَیُدنا، الذی اُنزل

ترجمہ: با من در میدان ظاہر بشوید۔ و ہرگز مرا مہلت مدہید۔ قسم بخدا من صالحی درمیان شما نمی بینم مگر مانند موئے سپیدے در موہائے انبوہ سیاہ۔ و می بینم کہ بندگان خدا را گمراہ کردید و ناقہ اسلام را قطع وعقرنمودید۔ خدائے تعالیٰ مرا فرستادہ کہ شما را بہ شناسانم آن راہ ہا کہ رفتار بآن کنید۔ وکردار ہا کہ بگزینید و اخلاقہا کہ بدان متخلق بشوید۔ بگوئید مرا قبول میفرمائید یا دست رو بمن می زنید۔ چرا خدارا در اسلام ومصائب آن وآفات جدیدہ اش نگاہ ومواسات بآن نمی کنید؟ این وقتے است کہ ہرگز نہ پر خطر گمرہیہا وزہرہ گداز آفتہا جمع آوردہ۔ وشگرف فتنہ ہا وعجیب دانشہا در کار کردہ۔ وقاحت و بے شرمی در این زمان فاشی شدہ مانند زن مطروقۂ کہ مرکب ومقبول نوجوانان

﴿۴۲۵﴾

فی ابتداء الدنیا. وما فی ویدھم إلّا تعلیمُ عبادة الشمس والقمر والنجوم والنار والماء والھواء. و اِنْ کانت نساء ھم لم یلدن لھم ابناءً فیامرھم وَیُدُھم ان یوذنوا ازواجھم لارتکاب الزنا، ویذرء وا لانفسھم اولادًا من ھذا الطریق و داوموا لنجاتھم علی ھذا العملِ ابدا. و یسمی ھذا العمل بلسانھم بنیوگ ویحسبونہ عملا مقدّسا. فھذہ شریعتھم و احکام کتابھم و مع ذالک یعضلون قومھم ان یُسْلموا و یسبّون خیر البریة شرًّا و خُبثا. و یصرّون علی السبّ و الشتم والتوھین و یؤلّفون فی ردّ الاسلام کُتبا، و ما ردّھم الا مجموعة الافتراء. و ھذہ المفاسد کلھا قد حدثت من قسّیسین و زُلزلت الارضُ زلزالًا شدیدًا.

ترجمہ: بیدا شد۔ اے مردمان من در زمانے آمدہ ام کہ آفتاب اسلام قریب بغروب و روشنیش محجوب شدہ۔ چرا نظر بر زمانہ نمی کنید و نورے را کہ در وقت خود ظاہر شدہ قبول نمی دارید۔ یا در اخبار رسول (علیہ الصلوۃ والسلام) شک می آرید؟ چہ پیش آمد شما را کہ مانند سنگ گردیدید۔ اشتر شما از پا نشستہ و نفس شما کوفتہ وخستہ شدہ۔ وحرکتے وتنفسے در بدن شما محسوس نمی شود۔ درخواب رفتہ اید یا مردہ ہستید؟ چرا نمی شنوید و پاسخ نمی گزارید؟۔ حیات دنیا را دوست میدارید وموت پدران را بخاطر نمی آرید۔ اے وائے برشما کہ دین شما خوار ولاغر است وجسم شما آراستہ وفربہ۔ ازغمگساری اسلام غافل و ازعلم و یقین عاطل ہستید۔ این فتنہ ہا نمی بینید؟ و این بادصرصر را بنگاہ نمی آرید؟ کہ خلقے از دانشمندان

﴿۴۲۶﴾

فاللّٰه خيرٌ حافظًا و خير مأْزِرا. و من الآية المباركة العظيمةِ انه اذا وجد فساد المتنصّرين ورآهم انّهم يصدّون عن الدين صُدودا، و رأى انهم يؤذون رسول الله و يحتقرونه و يُطرون ابن مريم اطراءً كبيرًا فاشتد غضبه غيرةً من عنده و نادانى و قال **انى جاعلك عيسى ابن مريم** و كان الله على كل شيءٍ مُقتدرا. **فانا غَيرةُ الله** التى فَارت فى وقتها. لكى يعلم الذين غَلَوا فى عيسى ان عيسى ما تفرّد كتفرّد الله و ان الله قادر على ان يجعل عيسى و احدًا من امة نبيّه و كان هذا وعدًا مفعولا. يا اخوان هذا هو الأمر الذى أخفاه الله من أعين القرون الاولى، و جلى تفاصيله فى وقتنا هذا يخفى ما يشاء و يبدى و قد خلت مثله فيما مضٰى. و فى اختيار هذا الطور الأخفٰى

ترجمہ: را از جار بودہ و از راہ صواب برون انداختہ۔ نگاہ نمی کنید برسر این صد کہ چشم در راہ آن بودہ اید؟ نمی بینید ظلمت سایہ گستردہ و لشکر ہائے فرومایگان فراہم آمدہ؟ چرا بیدار نمی شوید؟ اسلام صورت یتیمی بیم زدہ پیدا کردہ و ہمت مسلمانان چون شتر لاغر رو بہ سستی نہادہ۔ وخوف خدا مانند متاع مفقود گردیدہ۔ وعلم قرآن مثل زندہ درگور شدہ۔ اینہا ہمہ مے بینید وتجاہل میکنید !۔ اے مردمان از حزم و دیانت اندیشہ فرمائید و از رحمت خداوندی احتراز مجوئید۔ و آن فضل را پس پشت میاندازید کہ بوقت خود ظہور آوردہ۔ زنہار اعراض از آن منمائید۔ و اگر گفتار مرا شنوا و وصیت ہائے مرا کہ امروز میکنم پذیرا شوید اللہ تعالیٰ از شما راضی شود وشما را مثمر وکثیر گرداند۔ و برکات خود

مصلحتان عظیمتان رآهما اللّٰه لعباده أنسب و أَولی. أما الأُولٰی فهی انّ هذا النبأ کان من أنباء غیبیة و کان زمان ظهوره بعیدًا جدًا، و کان اللّٰه یعلم انه لا یظهره الا بعد انقضاء أزمنة طویلة و عصور مدیدة و ارتحال کثیر من الأمم من هذه الدنیا، و کان یعلم انه لا فائدة للاولین فی تصریح هذا النبأ المجمل و تفاصیله العظمٰی. و کان یعلم انهم یموتون کلهم قبل ظهور ذالک النبأ و ما یجدیهم تفاصیله نفعا. فاراد ان یعطیهم ثواب الایمان بعوض مافات منهم و یهب لهم بعد ایمانهم اجرا حسنا. فترک تفاصیل هذا النبأ فی وحیه واختار اجمالًا لطیفا مبهما کالمعمّٰی. وجعل هذا الإجمال متحلیا بالاستعارات و مصبوغا

﴿۴۲۷﴾

ترجمہ: برشما فرود آرد۔ ودر اولاد و ذریّات و زروع وتجارات وعمارات و امارات شما افزونی بخشد۔ و زندگی پاکیزہ بشما مرحمت فرماید۔ چنانچہ در امان خدا داخل شوید۔ و در تحت ظل وے زندگی بسر کنید۔ واگر از شرہا باز نیامدید و احکام خدا را مطیع نشدید۔ بپاداش گناہان گرفتار شوید و در آتش عیوب خود سوختہ گردید۔ و خدا شما را برائے پسینیان داستان و بجہت بینندگان عبرت سازد۔ و شما را پراگندہ کند و از بیخ برکند چنانچہ آثار شما باقیماند و شما فانی شوید۔ و او تیغے برسر شما آہیزد و ایذا رسانی را بر شما مسلط گرداند۔ و ذلت و خواری برسر شما فرود آرد۔ و از ہر مقام مطرود و مردود شوید۔ لا بدست از این کہ اکنون خدا دین خود را تائید و بندہ خود را نصرت و تمجید بخشد۔

﴿۴۲۸﴾ مِّن المجازات والكنايات و أبعد من الأفهام والدرايات والقياسات ليبلوهم أيهم يتبع أمرا. فآمنوا فرضى الله عنهم و جزاهم خير الجزاء لانهم احسنوا الظن فى الله و رسوله و آمنوا بما لم يعرفوا حقيقته ولم يدركوا ماهيته أصلا. و أما الثانية فانه اراد جل اسمه ليبتلى الآخرين كما ابتلى الاولين ليغفرلهم ذنوبهم و يهيّئ لهم عند ايمانهم رشدا. و كانوا يعملون السّيئآت من قبل و اضاعوا فيها قرونا و حقبا. و غلبت عليهم الشهوات حتى لم يملكوا انفسهم و حصدوا زروعها فى الاهواء و شابهوا صعيدًا جرزا. فأظهر الله ذالک النبأ المجمل المستور خلاف زعمهم ليبتليهم به رشدا و علما و فهما، و ليعطى المؤمنين كفلين من رحمته و يجعل لهم لرضائه سببا.

ترجمہ: ہمین است اسلام شما وشما برخلاف آن وقوف وقیام دارید؟ میتوانید از بیخ برکنید درختے را کہ رب کریم آنرا بدست خود نشانده؟ باخدا آمادۂ پیکار و کارزار شده اید؟ اے ربّ من آمدنت چہ قدر با ہیبت است چون بجہت نصرت قومے نزول میفرمائی البتہ غالب می شوند۔ اے ربّ من حساب و باز پرس تو چہ قطعی وسریع است چون برگروہے غضب خود می آری البتہ مقطوع میگردند۔ خداوند عزّ اسمہ بہ لباسہائے جدیده جلوه آرا شده۔ اے غافلان برائے او برخیزید۔ و اگر تغافل و اعراض ورزید زود باشد کہ گفتار مرا بیاد آورید و پشیمانیہا خورید۔ نگاہے کنید بحال قومے کہ قبل از شما راه عصیان رفتند۔ خدا (تعالیٰ شانہ) برسیمائے آنہا ضربتے رسانید و باباساء وضراء آنہارا سخت گرفت و بانواع عقوبت و بلا آنہا را ہلاک گردانید۔

﴿۴۲۹﴾ وکان هذا كله ابتلاءً من عنده ليميز المؤمنين المخلصين من غيرهم و يتوب عليهم فضلا و رحما، وليُخزى عقول الذين استكبروا فى أنفسهم واتخذوا عبدالله و تبليغه سُخرة و هُزُوا.
و كذالک امرا الله اذا شاء ابتلاءَ قوم مذنب فربما يلبس عليهم نبأً موعودًا و يقلب عقولهم و افهامهم فلا يفهمون سرّ وعد الله ولا موعدًا، ليذيقهم سوء ما عملوا من قبل و يجعلهم من الذين عادوا عبدًا صادقًا و زَادوا حيفًا و شططا. فينكّر تأويل النبأ فى أعينهم فيحسبونه شيئًا فريًا مختلقًا. و ما يحلقون الى حيث يحلق ذوالنهٰى. ولا يرون الاشارات المطويّة فى ذالک النبأ الاخفى ولا يخافون فتنة الله التى تصيب المجرمين خاصّة و يجادلون

ترجمہ: شما از آنہا بہتر نمی باشید۔ و خدا (تعالیٰ شانہ) ضعیف وکوفتہ و خستہ نشدہ۔ پس چرا از جلال خدا نمی ترسید و برخود نمی لرزید؟ و ہنوز این قدرے قلیل است آنچہ ما در بارۂ شما بیان ساختیم۔ و بربسیارے از عیوب و قباحت ہائے شما پردہ انداختیم و اغماض را بر ملامت ایثار فرمودیم تا دردل خود ہا تشکر وتوبہ پیش گیرید۔

بنام مشائخ وصلحائے عرب

السلام علیکم اے اتقیائے برگزیدہ ہا از عرب عرباء۔ السلام علیکم اے ساکنان زمین نبوت و ہمسایگانِ خانہ بزرگ خداوند جلّ و علا۔ شما بہترین اُمّت

﴿۴۳۰﴾

کالأعمٰی. أحسب الناس ان يتركوا ان يقولوا آمنا و هم لا يفتنون بنوع من الابتلاء. و قد خلت سنن اللّٰه فی مثل ذالک و فيها عبرة لكل قلب يخاف و يخشٰی. فاعتبروا يا اولی الابصار و اسئلوا اهل الذكر ان كان الأمر عليكم مشتبها. أعجبتم ان أتتكم سنة الاولين قبلا. أعجبتم ان ارسل اللّٰه اليكم حكما كاشفا لسر هذا النبأ فنضا الحكم عن وجه النبأ سترا. أهذا فی اعينكم امر منكر و نسيتم ما قيل لكم ان المسيح يأتی اليكم **حَكَمًا عَدلا** فما لكم لا تقبلون قول حكمكم اتنسون ما قال النبیؐ و اوصٰی. و ان تحسبون انكم علی صدق و حق فلو لا تأتون عليه بنظير من قبل. و قد قال اللّٰه ان لسننه نظائر فی الامم الأولٰی. أتعرفون

ترجمہ: ہائے اسلام وگروہ برگزیدۂ خدائے بزرگ ہستید۔ ہیچ قومے بشان شما نرسد۔ شما در بزرگی وشرف منزلت از ہمہ افزون میباشید۔ و این فخر شما را بس است کہ خدا (تعالیٰ شانہ) آغاز وحی از آدمؑ کرد وختم آن بر نبی نمود کہ مولد و منشاء و ماوائے او ارض مقدسۂ شما است۔ آن نبی کدام است۔ محمد مصطفیٰ سیّد اصفیاء وفخر انبیاء و خاتم رسل و امام وراء است۔ منتش برگردن ہمہ سیاہ وسپید و انسان و دواب ثابت است۔ وحی او آن رموز و معانی ونکات بلند را کہ ناپدید و فوت شدہ بود باز یافت فرمود۔ و دین او معارف حق وسنن ہدایت را کہ مردہ بود ازنو زندہ نمود۔ اے خدا صلوۃ وسلام ما بروے برسان بشمار آنچہ در زمین است از قطرات و ذرات و زندہ ہا و مردہ ہا و بشمار ہمہ آنچہ در آسمانہا ست و بشمار

﴿۴۳۱﴾

بشرا رفع الی السماء ثم نزل بعد قرون کما تظنون فی عیسٰی. و و اللّٰہ ان ھذا خارج من سنن اللّٰہ و لن تجدوا من مثلہ فی کتب اللّٰہ اثرا. و قد قرأتم فی الصحاح ان المسیح لحق بمیتین من إخوانہ و اتخذ مقامًا عند أخیہ یحیٰی. و قد وعد اللّٰہ للذین توفوا مسلمین انّھم لا یردّون الی الدنیا. و یمکثون فی دارالسعادۃ ابدا. و قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم انی اخبرت انی اعیش نصف ماعاش عیسٰی. و فی ذالک دلیل علی وفاۃ المسیح لمن کان لہ قلب او یمعن النظر و ھو یری۔ فلیحکم اھل الحدیث بماجاء من النبیؐ فی الصحاح ولا یجادلوا باحادیث نزولہ قبل ان یثبتوا صعودہ بجسمہ الی السمٰوات العلٰی. ولو شاء اللّٰہ لفتح آذانھم و بصّر اعینھم و فھّم قلوبھم و لکن لیبلوھم فیما

ترجمہ: ہمہٴ آنچہ آشکارا و پیدا است ۔ واز ما او را سلامے برسان کہ ہمہ اطراف آسمان از آن مملو گردد ۔ فرخندہ قومے کہ غاشیہٴ اطاعت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بردوش دارند ۔ ومژدہ دلے را کہ باوشیدا او آمیزگار رود در حبّ او از خود فنا شد ۔

اے ساکنان خاکے کہ فرسودہ پائے ہمایون مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) می شدہ رضا و رحم خدا بحال شما باشد من نسبت بشما گمان خیلے نیکو دارم ۔ وجان من بجہت دیدار شما نعل در آتش میباشد ۔ من آرزو دارم کہ بلاد شما و برکات آنرا معائنہ کنم و خاکپائے حضرت سید عالم (صلعم) را سرمہٴ دیدہ خود سازم ۔ و از مشاہدہٴ صلاح وصلحاء و معالم وعلماء و اولیاء ومشاہد آن سرزمین قدس سرورے و

﴿۴۳۲﴾

آتاهم و ليخزى اللّٰه من اراد خزيه فى الدنيا والعقبٰى. ولو أنّ أهل الحديث آمنوا واتقوا لكفّر اللّٰه عنهم سيئاتهم و كتبهم فى الصادقين ولكن بخلوا واستعجلوا واختاروا لانفسهم عوجا. واتبعوا اقدام السفهاء الذين خلوا من قبل و نسوا كلما ذُكّروا به و طلبوا لدنيا هم مرفقا. فلا يضرون اللّٰه شيئًا من مكائدهم و ان كانوا ليزيلوا من كيدهم جبلا. ولا تَحْسَبُنَّهُمْ بمفازة من اخذ اللّٰه، و لا تحسبوا عداوة الحق امرا هيّنا. واللّٰه يتم وعده و ينصر عبده فان جنحوا للسلم فهو خير لهم و ان عتوا فسيريهم اللّٰه ذلا و خزيا. و قد أتممت عليهم حجّتى و قرأت عليهم براهين صدقى فما نظروا من الانصاف نظرا. الا يرون ان اللّٰه اخبر من وفاة المسيح فى مقامات شتّى.

ترجمہ: قرت عین حاصل نمایم ۔ واز خدا می خواہم کہ او از محض کرم این تمنائے مرا کہ بجہت زیارت خطۂ دل نشین شما دارم برآرد ۔ برادران من حب شما و حب بلاد شما مایۂ نازمن است ۔ من بجان دوست دارم آن ریگ راہ و سنگریز ہا را کہ در زیر پائے شما درآید ۔ وشما را بر ہمۂ دنیا و ما فیہا برائے خود برمی گزینم ۔

اے ابنائے عرب شما بہ فضیلت زیاد و برکت کثیر مخصوصاً ممتاز ہستید ۔ بیت اللہ درمیان شما است کہ سرزمین ام القری بدان برکت یافت ۔ وہم بلدۂ شما از روضۂ مقدسہ آن نبی مبارک گل سرسبد ہمہ زمین و زمان است کہ توحید را در عالم اشاعت و جلال خدائے بزرگ را اظہار و تجلیہ فرمود ۔ و از میان شما

﴿۴۳۳﴾ و القرآن کله مملوّ من ذالک و لا تجد فیه لإثبات حیاته حرفا أو لفظا. و نهاک قول المسیح فی القرآن: وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ [1]. فانظر کیف یثبت من ههنا ان المسیح توفی و خلا. و لو کان نزول المسیح و مجیئه مقدرًا ثانیا لذکر المسیح فی قوله شهادتین و لقال مع قوله: کنت علیهم شهیدًا و أکون علیهم شهیدًا مرة أخریٰ. و ما حصر فی الشهادة الاولی. و قال اللّٰه تعالی "فِيهَا تَحْيَوْنَ" [2] فخصّص حیاة الناس بالارض کما خصص موتهم بالثریٰ. اتترکون کلام اللّٰہ و شهادة نبیه و تتبعون اقوالا آخر بئس للظالمین بدلا. ایها الناس قد اعثرنی اللّٰه علی هذا السر و علّمنی ما لم

ترجمہ: قومے بودہ کہ بہمہٴ دل و جان بجہت نصرت خدا و رسول وے برخاستند۔ و دین اللہ و کتاب اللہ را بصرف نقد جان و بذل اموال در عالم ترویج دادند۔ شگرف سنگدل و بیدادگر میباشد آنکہ ازین فضائل مخصوصہ بشما اِبا و اہانت شمار روادارد۔

برادران! با دلِ بریان وچشم گریان این مکتوب بشما برمی نگارم۔ گفتار مرا گوش بنہید و از خدا بہترین جزا دریابید۔ من بندۂ ہستم کہ خدائے بزرگ مرا بدست خود پرورده وفضل بسیار وانعام بے شمار برمن واز ہر چیز حظے وافر نصیب من کردہ۔ و مرا مکلّم وملہم فرمودہ از پیش خود علم آموختہ۔ و راہ مرضیات و طریق تقوی برمن آشکار نمودہ۔ وقتے بواسطہٴ مکالمات روشن و بے غبار تائید

[1] المآئدة:۱۱۸ [2] الاعراف:۲۶

﴿۴۳۴﴾ تعلموا و ارسلنی الیکم حکما عدلا. لأ کشف علیکم ما کان علیکم مستترا. فلا تماروا ولا تجادلوا و تدبروا فی قوله یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ [1]. واقرء وا ھذہ الآیة الی قوله "یوم القیامة" ثم امعنوا النظر یا أولی النھی. وانظروا کیف افتتح اللّٰہ من وفاة المسیح و ذکر کل واقعة بترتیب طبعی تتعلق بعیسٰی. حتی اختتمھا علی یوم القیامة و لم یذکر من نزول المسیح فی ھذہ السلسلة شیئًا. و ما احدث فی ھذا الأمر ذکرا. وما کان نزوله عند اللّٰہ إلّا نزول اراداته و توجھاته علی المظھر الذی قام مقامه و قرب به استعدادًا و دنٰی. فَلَوَّنه بلونه و صبَّغه بصبغه حتی صار المظھر مستغرقًا مغمورًا فی معنی الا تّحاد و شابه عین

ترجمہ: من میفرماید۔ وگاہے از کشوف کہ واضح تر از آفتاب نیمروز باشد تنویر من می نماید۔ واز بزرگ ترین نعمت ہائے وے آنکہ مرا امام این زمان وخلیفۂ این وقت کردہ وبخلعت مجددیّت این صدسرافرازم فرمودہ کہ خلق را از تاریکی بروشنی واز کجروی وتباہ کاری بہ صلاح وتقویٰ درآرم۔ ومرا چیزے بداد کہ شفائے بیماری جان وازالۂ شبہات برہمزن ایمان را شاید۔ واندوہ ہائے پنہانی ورنج ہائے جان گداز را از خلق درربایید۔ زیرا کہ او (تعالیٰ شانہ) این زمانہ را چون دید کہ درمشکلات اسیر شدہ واز دشواریہا بشکنجہ درآمدہ و از سیاہ کاری وہوا پرستی نزدیک بہ ہلاکت رسیدہ است۔ خواست آنہا را از انواع بلا وآفت وارہاند۔ و دید فساد قسیسیان واسقفان وفلاسفہ نصاریٰ را

[1] آل عمران:۵۶

اصلِه فی القُویٰ. و تقاربت مدارکه بمدارکه و أخلاقه بأخلاقه و جوهره بجوهره و طبیعته بطبیعته حتی صارا کشیءٍ واحدٍ و کان اسمهما واحدًا فی الملأِ الاعلیٰ. ﴿۴۳۵﴾

و إن اشتقت ان تکتنه حقیقة هذا السرّ و تطلّع علی أسبابه علی وجهٍ أظهرَ و اَجلٰی. فأَصْغِ أبیّن لک ما عَلّمنی ربی فی هذا الامرِ من اسرار الهدیٰ. و هی انّ اللّٰه وجد فی هذا الزمان غلبة المتنصّرین و ضلالاتهم إلی الانتها. و رأی انّهم ضَلّوا و اَضَلُّوا خلقًا کثیرًا و نَجسوا الارضَ بشرکهم و کفرهم واکثروا فیها الفسادَ و اشاعوا فی الناس کذبهم و فریتهم و تلبیساتهم و فتحوا أبواب المعاصی والهوی. ففارت غیرة اللّٰه

ترجمہ: از عمارات تا بہ بیابانہا و از مجرد نیت تا بہ عمل بہ معاصی و از سطح زمین تا بہ کوہ ہائے بلند رسیدہ۔ و دید آنہا را کہ از سرکشی و خودرائی کار با نتہا رسانیدہ اند۔ و آن رب بزرگ دید خلقے کثیر را کہ مبتلا بہ فتنہ ہائے غریبہ و زیرکی و دانش و مسحور بسحر علوم و فنون و شگرف کاریہائے نادرۂ آنہا شدہ اند۔ وہم نگاہ کرد کہ آنہا بر دین و ایمان مردمان ترکتازی میکنند و بر دل و دیدہ و گوش آنہا افسون می دمند۔ و از پئے گمراہ ساختن مردمان ہر حیلہ و خدیعت کہ تو انند بکار می برند۔ و تاریکی را بزور سحر کاری روشنی وا می نمایند۔ از تحریک اینہا گروہے از ہنود پیدا شد کہ خود را بنام آریہ تشہیر می دہند۔ قول آنہا است کہ جز بہ وید (کہ بزعم آنہا در آغاز دنیا نازل شدہ) ایمان نمی آریم۔ و آن وید آنہا غیر از تعلیم بہ پرستش آفتاب

﴿۴۳۶﴾ تعالٰی عند رؤیة هذه الفتنة العظمی. فأنبأ الرَّبّ الغیور کلمته و نبیه من فتن امته و مما أفسدوا فی الارض و مما یصنعون صنعا. و کان هذا الاخبار من سنن اللّٰه و لن تجد لسنن اللّٰه تحو لا ولا تبدیلا. و لما سمع المسیح أن أمته اهلکت أهل الأرض و أرادت أن یستفزهم جمیعًا و بغت امام ربها بغیًا کبیرا، فکثر کربه و قلقه حسرةً علی اُمّته و أخذه حزن و وجد کمثل الذی یهمه إغاثة الملهوفین أو یجب علیه إعانة المظلومین، و استدعی من اللّٰه نائبا. و قضی ان یکون نائبه متحدًا بحقیقته و متشابهًا بجوهره و مقیمًا فی مقام جوارحه لاتمام مراداته و مظهرًا لظهور إراداته. فصرف لهذه المُنیة عنان التوجه

ترجمہ: و ماہتاب و ستارہ ہا و آتش و آب و باد چیزے درخود ندارد۔ و اگر زنان این گروہ آریا باردار نشوند یا پسران نزایند۔ آن و ید شوہران را امری فرماید کہ زنان را رخصت ارتکاب بر زنا با دیگران بدہند و باین طریق اولاد در دست آرند! و این عمل را در لُغۂ آنہا نیوگ میگویند و خیلے عمل خیرش حساب میکنند۔ این است شریعت و این است احکام آنہا! و باین ہمہ قوم خود را از اسلام آوردن زجر و منع میکنند و در جناب نبوت مآب فخر موجودات (صلی اللہ علیہ وسلم) فوق العادۃ دشنام ولعن وطعن روا میدارند۔ و از اصرار برسبّ وشتم وتوہین درگزشتہ در ردّ اسلام کتابہا تالیف وتدوین می نمایند۔ و ردّ وقدح آنہا غیر از تودۂ بہتانات و طومار افترا ہا نمی باشد۔ این ہمہ مفاسد از دست

﴿۴۳۷﴾

الٰی الثریٰ. فاقتضی تدبیر الحق ان یهب له نائبًا تنطبع فیه صورتُه المثالیةُ کما تنطبع فی الحیاض صُور النجوم من السماوات العلٰی. فانا النائب الذی ارسلنی اللّٰه فی زمان غلبة التنصّر غیرةً من عنده وإراحةً لروح المسیح و رافةً بعامة خلقه و ترحّمًا علٰی حال الوریٰ فجئت من اللّٰه لا کسر الصلیب الذی أُعلِیَ شانه و أقتل الخنزیر فلا یُحییٰ بعده أبدا. واختارنی ربّی لمیقاته انّ ربّی لا یُخلف میعاده و لا ینقض عهدا. و قد کان وعده إرسال المسیح عند تطاول فتنة الصلیب و غلبة الضلالات العیسائیة و ان کنتم فی شکٍّ مما قلنا فتدبّروا فی قول نبیه اعنی قوله" یکسر الصلیب " یا ارباب النُّهٰی. وافتحوا أعینکم وانظروا نظرًا غامضًا الٰی زمانکم و الی

ترجمہ: پادریان حادث شدہ وزمین بزلزلہ و برہم خوردگی درآمدہ۔ دراین حال پراز ملال حافظ و ناصر خدا و ہمہ ملجاء و ماواست۔

واز عظیم نعمت ہائے او (تعالٰی شانہ) آنکہ چون دید فساد نصاریٰ راکہ مردمان را از دین حق بازمیدارند۔ و رسول صادق و امین (صلی اللہ علیہ وسلم) را بدیدۂ اختقار می بینند و می نکوہند و ابن مریم را از ستایش بالائے آسمان می پرانند[1]۔ من بندہ را بسوئے آنہا فرستاد و گفت من ترا عیسی ابن مریم گردانیدہ ام۔ وخدا برہمہ چیز ہا توانا و مقتدر است۔ پس من **غیرت اللہ** ہستم کہ در وقت خود بہ حرکت و جوش آمدہ۔ بجہت اینکہ غالیان در مدح عیسی بدانند کہ خداوند قادر می تواند ہرکہ را خواہد عیسی بگرداند واین وعدہ از وے برروئے کار آمدنی بودہ۔

[1] یہاں ایک عربی فقرے کا ترجمہ سہو کاتب سے رہ گیا ہے جو یہ ہے۔ "پس از راہ غیرت غضبش شدید گردید" ۱۲ (عبداللطیف بہاولپوری)

﴿۴۳۸﴾

قوم جاء وا بفتن عظیمة ثم اشهدوا لِلّٰهِ هل أتی وقت قدوم کاسر الصلیب او ما اتٰی. واللّٰه اِنّی قد أُرسلتُ من رَبّی و نُفِث فی روعی من روع المسیح وجُعلتُ وعاءً لاراداته و توجهاته حتی امتلأت نفسی و نسمتی بها، و انخرطتُ فی سلک وجوده حتی تراء ی شَبَحُ رُوحِه فی نفسی و أُشربتُ فی قلبی وجوده و برق منه بارق فتلقّتُه روحی اتم تلق ولصقت بوجوده اشدّ مما یخیّل کأنّی هو و غِبت من نفسی و ظهر المسیح فی مرآتی و تجلّی. حتی تخیّلتُ اَنّ قلبی و کبدی و عروقی و اوتاری ممتلئة من وجوده و وجودی هذا قطعة من جوهر وجوده و کان هذا فعل ربی تبارک و تعالٰی. و کان هو فی اوّل امری قریبًا منی کالبحر من القاربِ ثم دنٰی فتدلّٰی،

ترجمہ: برادران من این امرے است کہ خواست خداوندیش از چشم پیشینیان نہان داشتہ وتفاصیلش را درین وقت ما آشکار ساختہ۔ ہر چہ را خواہد پنہان کند و پیدا سازد ومثلش درواقعات پاستانیان موجود بودہ۔ ودراختیار این طریق پوشیدہ دومصلحت بزرگ بجہت بندگان مرعی داشتہ۔ یکے آنکہ این خبر از اخبار غیبیہ بود کہ زمان ظہورش ہنوز بعید بود۔ وخداوند علیم میدانست کہ این خبر رابعد از سپری شدن زمانے دراز وکوچیدن آفرینشے بسیار ازین جہان بظہور خواہد آورد۔ ولذا تصریح این خبر مجمل وتفاصیل بزرگش مراولین را فائدہ نخواہد بخشید۔ زیرا کہ آنہا پیش از بروزش ازین عالم رخت بربستہ باشند و ہیچ سودے از آن بدیشان نرسد۔ پس باین طریق خواست کہ درعوض آنچہ

فکّان منی بمنزلة الماء فی القربة و تموج فی جسدی روحه فصرتُ کشیءٍ لا یُریٰ. و وجدته کقَنْدٍ اختلط بماءٍ لا یتمیز احدهما من الآخر و ادرکتُ بحاسة روحی انّه اتّحد بوجودی و صرت فی نفسه ملتفًا. و صرنا کشیء واحدٍ یقع علیه اسم واحدٍ و غابت طینتی فی طینته العُلیا هذا ما عُلّمنا من رَبّنا فاقضِ ما انت قاض و اتق اللّٰه و لا تُخلِد إلی أهواء الدنیا.

و اما الکلام الکُلّی فی هذا المقام فهو ان للانبیاء الذین ارتحلوا الی حظیرة القُدس تدلّیات الی الارضِ فی کل بُرهةٍ من ازمنةٍ یُهیج اللّٰه تقاریبها فیها. فاذا جاء وقت التدلی صرف اللّٰه اعینهم الی الدنیا فیجدون فیها فسادًا و ظلمًا و یرون الأرض ﴿۴۳۹﴾

ترجمہ: از آنہا فوت شد ثواب ایمان و بر ایمان اجر نیکو بدیشان می فرماید۔ لاجرم تفاصیل این خبر را در وحی فرو گذاشتہ اجمالے لطیف ومبہم مانند معما اختیار فرمود۔ و این اجمال را بزیور استعارات و مجازات و کنایات کہ از فہم و درایت و قیاس بقدر بالاتر بود بیاراست تا بیازماید کہ کی از آنہا اتباع امر میکند۔

امّا آنہا ایمان آوردند وخلعت رضائے مولیٰ بپوشیدند۔ زیرا کہ آنہا حسن ظن بخدا و رسول کردند و بہ چیزے گردیدند کہ شناسائی حقیقت و ماہیت آن نداشتند۔

دوم آنکہ او (تعالیٰ شانہ) ارادہ فرمود کہ پسینیان را نیز برنگ پیشینیان

﴿۴۴۰﴾

قدْ مُلِأت شرًّا و زورًا و شركا و كفرًا فاذا ظهر لأحد منهم ان تلك الشرور و المفاسد من بغى أمّته فيضطر روحه اضطرارًا شديدًا و يدعوا اللّٰه ان يُنزله على الارض ليهيئ لهم من وعظه رشدا فيخلق له اللّٰه نائبا يشابهه فى جوهره و ينزل روحه بتنزيل انعكاسى على وجود ذالك النائب و يرث النائب اسمه و علمه فيعمل على وفق اراداته عملا. فهذا هو المراد من نزول ايليا فى كتب الاوّلين و نزول عيسٰى عليه السلام و ظهور نبيّنا محمد صلى اللّٰه عليه وسلم فى المهدى خُلقًا و سيرة. و ما من محدَّثٍ الا له نصيبٌ من تدلّيات الانبياء قليلًا كان او كثيرًا. و من تجرّد عن وسخ التعصّبات فلا يتردّد فى هذا و يجد السّنة والكتاب مبيّنَين لها.

ترجمہ: بیاز ماید۔ بجہت اینکہ گناہان آنہا را مغفرت و بعد از ایمان از برائے آنہا تسبّب رشد فرماید۔ و پیش ازان آنہا اسیر بہ بدکاری ہا بودند و اضاعت زمانہائے دراز را دران کارہا کردہ بودند۔ و بمشابہٗ مغلوب خواہشہا بودند کہ عنان تمالک از دست شان رفتہ و بحدے کا شتہائے بد را و رودند کہ بالآخر شکل زمین شور بے گیاہ پیدا کردند۔ کہ بیک ناگاہ خدائے عزّوجلّ آن خبر مستور و مجمل را بہ ہیئتے مخالف زعم ایشان رنگ پیدائی بخشید۔ تا بدان رشد و علم و فہم را از ایشان بیاز ماید و از رحمت خویش مومنان را دو بہرہ قسمت کند و خوشنودی خود را از ایشان سببے برانگیزد۔ و این ہمہ از جانب او بطریق ابتلاء بودہ کہ مومنان را از غیر مومنان امتیاز و بہرہ مندی از فضل و رحمت بخشد۔

﴿۴۴۱﴾

ایہا الأعزّۃ ان حضرۃ اللّٰہ تعالی حضرۃٌ عجیبۃٌ و فی افعال اللّٰہ اسرارٌ غریبۃٌ لا یبلغ فھم الانسانِ الٰی دقائقھا اصلا. فمن تلک الاسرار تمثّل الملائکۃ والجنِّ و منھا حقیقۃ نزول المسیح التی دق فھمھا و عسر اکتناھُھا علی أکثر الناس فلا یفھمون الحقیقۃ و لا أریٰ فی فطرتھم إلا غضبا. والأصل الکاشف فی ذالک کلام اللّٰہ تعالٰی ، فانظروا الی القرآن الکریم کیف یبیّن معنی النزول فی آیاتہ العظمٰی. و تدبروا فی قولہ تعالٰی: وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ.[1] و فی قولہ عزّ اسمہ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا[2] و فی قولہ جل شانہ: وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ[3] و فی قولہ جلت قدرتہ: وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ[4] و فی أقوالہ الأُخریٰ. و انتم تعلمون انّ ھذہ الاشیاء لا تنزل من السماء بل تحدث

ترجمہ: وہم دانش آنہا را کہ درخود ہا پُراز پندار بودند واز گردن کشی بندۂ خدا وتبلیغ ویرا خوار و سبک داشتند رسوا سازد۔ و برہمین نہج عادت خداوندی جاری بودہ است کہ ہرگاہ میخواہد قومے بزہ کار را در شکنجۂ ابتلاء کشد خبر موعود را برآنہا ملتبس و دانش وخرد آنہا را منقلب می سازد کہ راز وعدہ خدا و وقت وعدہ را فہم نمی کنند۔ و ازین بیخردی کیفر کردار ہائے بد را کہ پیش ازآن کردہ بودند سزاوار می گردند۔ باین معنی کہ ایشان را میگزارد کہ با بندۂ صادق درآویزند و در بیداد وجور بروے پا ازحد برون نہند۔ خلاصہ او (تعالٰی شانہ) حقیقت واقعۂ آن نبوت را درچشم ایشان منکر ومجہول وا می نماید کہ آن را چیزے نو واز خود تراشیدہ گمان می برند۔ و تا بجائے میل پرداز نمی آرند کہ خردمندان می پرند۔ و در اشارات متضمّنہ

[1] الحدید:۲۶ [2] الاعراف:۲۷ [3] الزمر:۷ [4] الحجر:۲۲

﴿۴۴۲﴾

و تتولّد فی الارض و فی طبقات الثریٰ. و ان امعنتم النظر فی کتاب اللّٰہ تعالٰی فیکشف علیکم ان حقیقۃ نزول المسیح من ھذہ الأقسام الذی ذکرناہ ھٰھُنا فتدبروا فی قولنا و أمعنوا نظرا. و ما ینبغی ان یکون اختلافًا فی کلام اللّٰہ تعالٰی و لن تجدوا فی معارفہ تناقضا. والقول الجامعُ المھیمن الذی یھدی الی الحق و یحکم بیننا و بین قومنا آیۃٌ جلیلۃ من سورۃ الطارق تُذکّر سِرًّا غفلوا منہ اھل الھوی. اعنی قولہ تعالٰی: وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ وَالۡاَرۡضِ ذَاتِ الصَّدۡعِ اِنَّہٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ وَّمَا ھُوَ بِالۡھَزۡلِ اِنَّھُمۡ یَکِیۡدُوۡنَ کَیۡدًا وَّ اَکِیۡدُ کَیۡدًا.[1] فاعلموا ایھا الاعزّۃ انّ ھذہ الآیۃ بحر مَوّاجٌ من تلک الاسرار ما احاطتھا فکر من الافکار وما مستھا مدرکۃ الوری. و فَھّمنی

ترجمہ: بآن خبر نگاہ نمی کنند۔ و بے خبر از عقاب خداوندی کہ مخصوصاً عائد بحال مجرمان می باشد نا بینا یا نہ راہ ستیز می روند۔ بلکہ مردمان می پندارند کہ مر این گفتار اینہا کہ گویند ایمان آوردہ ایم بسندہ باشد؟ ونشود کہ از یک گونہ ابتلا بر محک شان نزنند؟ چنانچہ رفتار خداوند بزرگ در ہمچو کردار ہائے گزشتہ نمونہ ہا گزاشتہ کہ ہر دلے پرہیزگار وترسناک از آن پندمی پذیرد۔ اے خردمندان و دیدہ وران چشم بکشائید و اگر امر بر شما مشتبہ باشد از اہل ذکر مسئلت بنمائید۔ عجب میدارید کہ سنت اولین در پیش چشم شما آشکار شدہ؟ وشگرف میگیرید کہ از خدا حکمے درمیان شما آمدہ و پردہ از روئے کار این خبر برداشتہ؟ این امر در چشم شما دور از کار است؟ و فراموش کردید آنچہ بشما گفتہ شدہ بود کہ مسیح در شما حکمے عادل پیدا شود؟ اکنون

[1] الطارق:۱۲تا۱۷

﴿۴۴۳﴾ ربّی اسرار ھذہ الآیة واختصّنی بھا. و تفصیله انّ اللّٰہ تعالٰی أشار فی ھذہ الآیة الی اَنّ السماء مجموعة مؤثرات و الارض مجموعةُ متأثرات و ینزل الأمْر من السماء الی الارض فتلقَّتُه الأرض بالقبول و لا تأبی. و فی ھذا اشارةٌ اَلی ان کل ما فی السماء من الشمس والقمر والنجوم والملائکة و ارواح المقدّسین من الرُسل والنبیّین والصدیقین و غیرھم من المؤمنین. یلقی أثرہ علی ما فی الارض بمناسباتٍ قَضَتّ حکمة القُدس رعایتھا. فالسماء تتوجّه الی الارض باقسامٍ غیر متناھیة من النزول والرجع والارض تتقبلھا بالانصداع والإیواء بأقسام لا تعد و لا تُحصٰی. فمن اقسام نتائج ھذا الرجع والصدع اشیاء

ترجمہ: چرا قول حکم را نمی پذیرید؟ مگر وصیت حضرت نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) را از دل برون کردید؟ و اگر در گمان خود برصدق وحق می باشید چرا در تائید خود نظیرے از گزشتگان پیش نمی آرید؟ زیرا کہ خدائے بزرگ میفرماید کہ عادتش نمونہ ہا در امم ماضیہ گزاشتہ۔ می توانید شخصے را نشان بدہید کہ برآسمان مرفوع و بعد از زمانے دراز باز برزمین نازل شدہ۔ چنانچہ بالنسبہ بعیسیٰ گمان دارید؟ سوگند بخدائے بے مانند کہ این امر از عادتہائے او خارج است و از مثل این در کتب خدا اثرے یافت نشود۔ وہم در صحاح میخوانید کہ حضرت مسیح لاحق بدیگر برادران کہ فوت کردہ بودند شدہ و درنزد یحیٰیؑ مقام گرفتہ۔ وخدا تعالیٰ را با متوفیان وعدہ ایست کہ دیگر بدنیا رود و از دار سعادت ابد اخراج نشوند۔ و درخبر است

﴿۴۴۴﴾ تحدّث فی طبقات الارض کالفضة والذهب والحدید و جواهراتٍ نفیسة و أشیاء أخریٰ. و من أقسامه الزروع و الاشجار والنباتات والثمار والعیون والانهار و کل ما تتصدع عنه الثریٰ. و من اقسامه جمال و حمیرٌ وأفراس و کل دابةٍ تَدِبُّ علی الأرض و کل طیر یطیر فی الهواء. و من اقسامه الإنسان الذی خلق فی احسن تقویم و فُضّل علی کل من دبّ و مشی. و من اقسامه الوحی والنبوّة والرسالة والعقل و الفطانة والشرافة والنجابة والسفاهة والجهل والحمق والرذالة[1] و ترک الحیاء. و من اقسامه نزول ارواح الانبیاء والرسل نزولًا انعکاسیًّا علٰی کل من یناسب فطرتهم و یشابه جوهرهم و خلقتهم فی الخلق والصدق و الصفاء و من ههنا ظهر أن تأثیرات النجوم

ترجمہ: از نبی ما (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کہ فرمود مرا خبر دادہ اند کہ من زندگانی کنم نصف آنچہ عیسیٰ زندگانی کرد۔ و در این دلیلے روشن است مرآنرا کہ صاحب دل باشد و امعان نظر را کارفرماید۔ اہل حدیث باید بآنچہ از حضرت نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) در صحاح آمدہ حکم کنند و پیش از آن چہ از بابت احادیث نزول طرح استیز در اندازند باید اثبات کنند کہ او با این جسم خاکی برآسمان صعود کردہ۔ و اگر خدا میخواست توانا بود گوش آنہا را شنوا و دیدہ را بینا و دل آنہا را رسا میفرمود۔ ولے او ارادہ کرد کہ در آنچہ بانہا۔ بخشیدہ آنہا را بیازماید۔ وآنرا کہ در دنیا و عقبی فضیحت و رسوائی درکار کردہ اند درین امتحان مردود و مخذول برآید۔ و اگر چنانچہ اہل حدیث ایمان می آوردند و راہ تقوی پیش می گرفتند۔ خداوند

[1] ایڈیشن اوّل میں ”الرزالة“ ہے۔ناشر

﴿۴۴۵﴾ ثابتة متحققة منصوصةٌ و لا یشک فیها الا الجاهل الغبی البلید الذی لا ینظر فی القرآن و یجادل کالأعمٰی. و هذا الرَّجع و الصدع جار فی السماوات و الارض من یومٍ خلقهما اللّٰه و قال اۡئۡتِیَا طَوۡعًا اَوۡ کَرۡهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیۡنَا طَآئِعِیۡنَ [1] ۔ فمالت السماء الی الارض کالذکر إلی الأُنثٰی، و لاجل ذالک اختار الرب الکریم لفظ الرجع للسماء ولفظ الصدع للارض إشارة الی انهما تجتمعان دائما کاجتماع الذکور و الإناث و لا تأبی احداهما من الأخری و لا تطغی. فتاثیرات السماء تنزل ثم تنزل و الارض تقبلها ثم تقبل و لا تنقطع هذه السلسلة الدوریّة طرفة عین و لو لا ذالک لفسدت الارض و ما فیها. و قال اللّٰه تعالٰی فی اوّل هذه الآیة : اِنَّهٗ عَلٰی رَجۡعِهٖ لَقَادِرٌ [2] وقال

ترجمہ: تعالیٰ نتائج بدکرداریہا را از ایشان زائل و در صادقان شان داخل می نمود۔ ولے بخل و شتابکاری و راہ کج را دوست داشتند و پا بر نقش قدم پیشینیان (یہود) برداشتند۔ و تذکیر را از دل محو ساختند و بآرام و آسایش ایں جہانے پرداختند۔ و اگرچہ توانند کوہ را از پا برآرند۔ خداوند بزرگ را نتوانند از بداندیشیہا بستودہ درآرند۔ از عقوبت و اخذ خدا آنہا را رستگار گمان مدار۔ و دشمنی با خدا را چیزے آسان مپندار۔ البتہ خدا اتمام وعدہ نصرت بندہ ٔ خود کند۔ اگر ایشان رو بآشتی آرند برائے ایشان بہتر باشد و اگر گردن کشند زود است کہ نکبت و ذلّت از خدا بہرہ ٔ ایشان شود۔ من ہر آئینہ اتمام حجت بر ایشان کردم و دلائل صدق خود بر ایشان عرض دادم۔ اما نظرے از انصاف

[1] حٰمٓ السجدة :۱۲ [2] الطارق:۹

﴿۴۴۶﴾ بعد ذالک : وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ[1] فما ادراک انه فی جمع ذکر الرجعین الی ما أومٰی. فاعلم أنه أشار إلی أن عود الانسان بالبعث بعد الموت فی قدرة اللّٰه تعالٰی کما انه یعید أرواح المقدسین بإعادات انعکاسیة من السماء التی هی ذات الرجع الی الأرض التی هی ذات الصدع و مولد کل من یحیا. و هذه نکتة عظیمة لطیفة عُضَّ علیها بنواجذک و خذها بقوة هداک اللّٰه خیر الهدیٰ. هذا سِرّ النزول الذی فیه یختلفون. امر من عنده لیقضی امرًا قدر و قضی. واعلموا أن لِلّٰه تعالی عند ذکر انباء الغیب أَلسنة شتّٰی. فتارة ینبئ فی الفاظ مصرحة للحقائق المقصودة و یری سقیاها و مرتعها و یبدی ما قصد و عنی. و تارة ینطق بلسان التجوز والاستعارة لیخفی الامر و یبتلی الناس بها

ترجمہ: بر آن نیاندا ختند۔ نمی بینند خدائے بزرگ در مقامات مختلفہ از وفات مسیح ایمائے فرمودہ وقرآن از آن پر است اما در اثبات حیاتش حرفے ولفظے نراندہ۔ وبس است قول مسیح درقرآن۔ ومن گواہ بودم برایشان الخ۔ نگاہ کن چہ طور ازین وفات مسیح بہ ثبوت میرسد؟ چہ اگر مقدّر بود کہ مسیحؑ بار دگر ظہور در دنیا خواہد کرد چارہ نبود ازین کہ مسیحؑ درقول خود دوشہادت را ذکر میفرمود۔ و با قول خود گواہ بودم بر ایشان انضمامًا می گفت و گواہ شوم بر ایشان کرت دیگر۔ ونمی شد کہ حصر بر شہادت اول می کرد۔ وحق تعالٰی میفرماید۔ در زمین زندگانی کنید۔ درین آیت زیست ومرگ ہر دو را بزمین وابست فرمودہ۔ کلام خدا وشہادت نبی ویرا ترک ودیگر گفتارہا را قبول میدارید؟ ستمگران را

[1] الطارق:۱۲

و قد جرت عادته و سنته انه يختار الاخفاء و الكتم فى واقعات قضت حكمته اخفاء ها و يخلق الاهواء فتحشر الآراء الى جهات أخرى. و إذا أراد اخفاء صورة نفس واقعة فربّما يرى فى تلك المواضع الواقعةَ الكبيرة صغيرةً مهونة ' والواقعة الصغيرةً المسنونة كبيرة نادرة والواقعةَ المبشرة مخوفة والواقعة المخوفة مبشرة ۔ فهذه أربعة أقسام من الواقعات من سنن اللّٰه كما مضى. أما الواقعة الكبيرة العظيمة التى اراد اللّٰه ان يريها صغيرة حقيرة فنظيرها فى القرآن واقعة بدر لمن يتدبر و يرى. فان اللّٰه قلّل اعداء الاسلام ببدر فى منام رسوله ليذهب الروع عن قلوب المسلمين و يقضى ما أراد من القضاء. و أما الواقعة ﴿۴۴۷﴾

ترجمہ: بدلے نیکو بداست ! اے مردمان ! حق تعالیٰ مرا بر این سر آگہی بخشیده و مرا آنچه را شما نمی دانید آموختہ بسوئے شما حَکَم عدل مبعوث کرده ۔ بجہت این کہ آن راز برشما بگشایم ۔ با من کین و پرخاش مجوئید ۔ و درسرّ ے کہ بہ لفظ حَکَم سپرده اند اندیشد ژرف بکار ببرید ۔ و از خدا چنانچه باید بترسید ۔ چرا تفکّر درقول اللہ ورسول نمی کنید و پا ازگلیم بیرون می گزارید؟

خدارا اے مردمان ! تدبر بکنید این آیت را یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡكَ الی قولہٖ یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ[1] و امعان نظر را کار بفرمائید کہ چگونہ حق تعالیٰ ابتدا از وفات عیسیٰ فرموده و ہر واقعہ را کہ تعلق بدو داشتہ بروفق ترتیب طبعی ذکر کرده سلسلہ آن را تا بروز قیامت رسانیده ۔ ولے از بابت نزول وے

[1] آل عمران:۵۶

﴿۴۴۸﴾

التی اراد اللّٰہ ان یریھا کبیرۃ نادرۃ فنظیرھا فی القرآن بشارۃ مدد الملائکۃ کی تقرّ قلوب المؤمنین و لا تأخذھم خیفۃ فی ذالک المأوٰی. فانہ تعالٰی وعد فی القرآن للمؤمنین و بشرھم بأنہ یُمِدَّھم بخمسۃ آلاف من الملائکۃ و ما جعل ھذا العدد الکثیر إلا لھم بشری. لان فردا من الملائکۃ یقدر باذن ربہ علی ان یجعل عالی الارض سافلھا فما کان حاجۃ الی خمسۃ آلاف بل الی خمسۃ ولکن اللّٰہ شاء ان یریھم نصرۃ عظیمۃ فاختار لفظًا یفھم من ظاھرہ کثرۃ الممدین و اراد ما اراد من المعنی. ثم نبہ المؤمنین بعد فتح بدر ان عدۃ الملائکۃ ما کانت محمولۃ علٰی ظاھر الفاظھا بل کانت مؤوَّلۃ بتأویل یعلمہ اللّٰہ بعلمہ الأرفع والاعلی. و فعل کذالک

ترجمہ: درین ترتیب حرفے و لفظے درمیان نیاوردہ۔ و مراد از نزول عیسٰی نزول ارادات وتوجہات او برمظہرے است کہ از روئے استعداد وقوی قائم مقام او بودہ۔ اورا در رنگ وصبغ او بمثابہٴ رنگین ومصبوغ ساختند کہ او (مظہر) در معنیٔ اتحاد مغمور و مشابہ بہ عین اصل خود گردید۔ و مدارک و اخلاق و جوہر و طبیعت اصیل ومثیل باہم دگر بنوعے تقارب پیدا کرد کہ در رنگ شیٔ واحد و در ملأِ اعلٰی نامزد بیک نام بشدند۔

واگر شوق آن داری کہ برکنہ این سر بوجہ ظاہر پی بری اینک بشنو۔ آنچہ خداوند پروردگارم ازاین اسرار برمن کشودہ آن است کہ درین زمان کہ ضلالت نصاریٰ از حد تجاوز کردہ و خلقے کثیر از مکائد آنہا از دین حق انحراف ورزیدہ و

﴿۴۴۹﴾

لتطمئنّ قلوبهم بهذه البشرىٰ و يزيدهم حسن الظن والرجاء. وأما الواقعة المبشرة التى أراد اللّٰه ان يريها مخوفة فنظيرها فى القرآن واقعة رؤيا ابراهيم بارک اللّٰه عليه وصلى. انه تعالىٰ لما ارادان يتوب عليه و يزيده فى مدارج قربه و يجعله خليله المجتبىٰ. أراه فى الرؤيا بطريق التمثل كأنه يذبح ولده العزيز قربانًا للّٰه الاعلى. و ما كان تأويله الا ذبح الكبش لا ذبح الولد ولكن خشى ابراهيم عليه السلام ترک الظاهر فقام مسارعا لطاعة الأمر و لذبح الولد سعٰى. و ما كانت هذه الواقعة مبنية على الظاهر الذى رأى، و لو كان كذالک للزم ان يقدر ابراهيمؑ على ذبح ابنه كما رآه فى الرؤيا ولكن ما قدر على ذبحه فثبت ان هذه الواقعة كان له تاويل آخر ما

ترجمہ: از لوث شرک ونجاست کفر آنہا روئے زمین نجس و ناپاک گردیدہ۔ و کذب و زور ومکر وخدع در عالم انتشار تمام یافتہ۔ و بے باکی و بے راہ روی آنہا ابواب فسق و فجور برروئے عالم کشودہ۔ غیرت خدائے غیور از وقوع این فتنہ ہائے بزرگ درفوران وغلیان آمد وعیسٰیؑ را از فتن وکارسازیہائے اُمتش آگاہی بداد۔ واین اخبار واعلام از عادات خداوندی بودہ کہ ہرگز دران تحول وتغیرّ راہ نیافتہ است۔ وچون حضرت مسیح بشنید کہ امتش ہمۂ اہل ارض را ہلاک واز راہ حق دور ساختہ ودرچشم خدائے قادر بغی وعصیان را ارتکاب کردہ۔ از این معنے حزن وکرب وقلق دردلش جا گرفت مانند کسے کہ برا و واجب است کہ اغاثۂ ستم زدہ ہا واعانت مظلومان کند۔ بنا برآن نائبے را از خدا استدعا فرمود

﴿۴۵۰﴾

فهّم ابراهيم عليه السلام و كيف يفهم عبد شيئًا ما اراد اللّٰه تفهيمه بل اراد ان يسبل عليه سترا. و انت تعلم أن كذب الرؤيا ممتنع فى وحى الانبياء. فاعلم ان ذبح الابن فى حلم ابراهيم ما كان الا بسبيل التجوز والاستعارة ليخوّفه اللّٰه رحمة من عنده و يرى الخَلْقَ اخلاصه و طاعته للمولى. و ليبتلى ابراهيم فى صدقه و وفائه و انقياده لربه فما لبث ابراهيم الا ان تلَّ الولد العزيز للجبين ليذبحه. ربّ فارحم علينا بنبيك و ابراهيم الذى و فّٰى ـ الذى راى بركاتك و لقى خيرا و فلجا. و يشابه هذه الواقعة واقعة الدجّال فانها جعلت مخوفة مهيبة و شُدِّد فيها و مُلِئَ الرعب فيها و أُعلى امرها الى الانتهاء ـوما هى الا سلسلة ملتئمة من همم دجّالية

ترجمہ: کہ متحد و مشابہ بحقیقت و جوہرش و از پئے اتمام مرادآتش برنگ اعضاء و جوارحش باشد۔ چنانچہ این آرزو عنان توجہش را منعطف بسوئے زمین کرد۔ و تدبیرحق تعالیٰ اقتضائے آن فرمود کہ او را نائبے بخشد کہ صورت مثالیہ اش در او منقش گردد چنانچہ صورستارہائے آسمان درحوض آب منعکس می شود۔ پس من آن نائب می باشم کہ غیرت الٰہیّہ مرا از وفور رافت و ترحم برخلق و از جہت اراحت مرروح حضرت مسیح را در زمان غلبہ تنصّر فرستادہ۔ ومن از طرف او (تعالیٰ شانہ) آمدم بجہت اینکہ صلیب را کہ تعظیم و تمجیدش می کنند بشکنم و خنزیر را بکشم کہ دیگر تا ابد روئے حیات نہ بیند۔ و رب عظیم مرا بوقت موعود گزین فرمود۔ زیرا کہ ہرگز اخلاف وعدہ از و نمی آید۔ و او توکید و تشید این وعدہ

﴿۴۵۱﴾ و مآ فیھا من الالوھیة رائحة و لا من صفات اللّٰہ نصیب ان ھی الا سلسلة الفتن والمکاید و دعوات الضلالة ابتلاءً من اللّٰہ الاغنی. و کیف یمکن ان یحدث شریک الباری و یتصرف فی ملکوت السماوات والارض و تکون معه جنة و نار و جمیع خزائن الارض و یطیع امرہ سحاب السماء و ماء البحر و شمس الفلک و یحیی و یمیت سبحانه لا شریک له تقدس و تعالٰی. کلّا بل ھی استعارة لطیفة مخبرة من وجود قوم یعلون فی الارض و من کل حدب ینسلون. و ھم قوم النصاری الّذین لھم سابقة فی التلبیس و عجائب الصنع و عمروا الارض اکثر مما عمرت من قبل و ترون فی اعمالھم الخوارق کانھم یسحرون. اخذ الخلق حیرة من إیجاداتھم

ترجمہ: کردہ بود کہ حضرت مسیحؑ در ایام تطاول فتنۂ صلیب و غلبۂ ضلالتہائے عیسویت خواہد آمد۔ واگر درین گفتارم شک می دارید قول حضرت رسول صادق را (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ یکسر الصلیب فرمودہ تدبر بکنید۔ واز انصاف ونظر دقیق این زمان وآن قوم را مشاہدہ بنمائید کہ فتنہ ہائے بزرگ فوق العادہ در این زمان از آن بظہور آمدہ۔ باز برائے خدا شہادتے ادا بکنید کہ وقت شکنندہ صلیب رسیدہ است یا غیر؟ قسم بخدا من از طرف پروردگار عالم آمدہ ام واز دل مسیح در دل من دمیدہ اند ومرا ظرف وآوندتو جہات وارادتش گردانیدہ بمثابۂ کہ نفس ونسمۂ من از آن مملو گردیدہ۔ و بہ نہجے منسلک در سلک وجودش شدہ ام کہ کالبدر روحش در نفسم عیان و وجودش در من پنہان شد۔ واز وے

﴿۴۵۲﴾

و نوادر صناعاتهم و أضلوا خلقا كثيرا مما يصنعون و مما يمكرون. احاطت تلبيساتهم على الارض و نجسوا وجهها واخلطو الباطل بالحق و يدعون الناس الى الشرك و الاباحة والدهرية و كذالک يفعلون. و كيف يمكن ان يحدث الدجّال من قوم اليهود وقد ضربت الذلّة و المسكنة عليهم الى يوم القيامة فهم لا يملكون الامر ابدا و لا يغلبون. الا تقرء ون وعد الله اعنى قوله: وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا[1]. الا تتفكرون. الا تتدبّرون فى القرآن كيف وضع كل غير اللّٰه تحت أقدامنا و بشرنا بعلو كلمة التوحيد الى يوم القيامة فكيف يزيغ قلوبكم و تؤمنون بما يعارض القرآن و تلحدون. أ يجعل اللّٰه

ترجمہ: برقے درخشید کہ آنرا روح من بوجہ کامل تلقی فرمود و برنگے لصوق و چسپیدگی ام باو حاصل آمد کہ گوئی من اومی باشم و از خود غیوبت ورزیدم و خود مسیح در ذات من ظہور و تجلی فرمود۔ چنانچہ دیدم کہ قلب و کبد و عروق و اوتار یعنی ہمۂ من ممتلی از وجودش شدہ و این وجودم پارۂ از جوہر وجودش گردیدہ و این فعل پروردگار من تبارک و تعالیٰ است و او در اول امر نزدیک بمن ہیچو دریا بہ کشتی بود پس اقرب و فراترک شد بمثابۂ کہ آب در مشک میباشد۔ و روح او در جسد من بہ نحوے تموج کرد کہ من چیزے غیر مرئی گردیدم۔ و آنرا مثل قند دیدم کہ از اختلاط بآب امتیاز آن از یک دگر دشوار میباشد۔ و بہ حاسۂ روح خودم دریافتم کہ از اتحادش بوجود من در وے ملتف گردیدم۔ وحکم شیٔ واحد

[1] ال عمران:۵۶

﴿۴۵۳﴾

لذّاتــه شـريـكـا فـى آخـر الـزمـان ولـو إلـى أيام معدودات. ألا ساء ما تحكمون.

و امـا الواقعة المسنونة المعلومة التى أراد اللّٰه ان يريه غريبة نادرة فنظيره☆ فـى الـقرآن واقعة حلم فرعون اذ قال : اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ يٰبِسٰتٍ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ[1]. و كـذالك رؤيـا يوسف عليه السلام: اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ[2]. فهذه النظائر حاكمة بيننا و بين قومنا و بيان شاف فيما كانوا فيه يختلفون. و يشابهها واقعة نزول المسيح

ترجمہ: پیدا کردیم کہ بیک نامش یاد فرمایند۔ وطینت من در طینت بلندش محو و ناپید شد۔ این است آنچہ رب ذوالجلال مرا تعلیم کردہ۔ اکنون اختیار داری ہر رائے کہ میخواہی بزن و لے از خدا بترس و رو بہ خواہش ہائے دنیا میار۔ وکلام کلّی درین مقام آنست کہ انبیاء علیہم السلام کہ انتقال بہ حظیرہ قدس فرمودہ اند۔ در ہر وقتے از اوقات بہ سبب تقریب وتحریک باری تعالیٰ برزمین تدلّی میفرمایند۔ ہرگاہ زمان تدلّی دررسد خدائے حکیم دیدہ ایشان را بطرف زمین مصروف می سازد۔ و می بینند کہ زمین از شرک وکفر وفساد ظلم پر شدہ۔ و چون بر یکے از ایشان آشکار شود کہ مبدء ومنتہاء آن ہمہ شر وفساد امت وے بودہ است روحش آن زمان از شدت اضطراب از حق تعالیٰ درمیخواہد کہ بجہت وعظ و پند آنہا برزمینش نزول

☆ كذا ورد فى الأصل۔ [1] یوسف:۴۴ [2] یوسف:۵

﴿۴۵۴﴾

أخفاها اللّٰه كما أخفى هذه الواقعات بالاستعارات فافهموا إن كنتم تفهمون. ما كان من سنن اللّٰه ان يَكشِط انباء ه فى كل وقت و زمان بل ربما يبتلى عباده فى بعض الأزمنة و يكتم انباء ه و يومى إلى أسرار و هم لا يشعرون. و أما الواقعة التى هى غريبة نادرة و أراد اللّٰه أن يريها مفهومة معلومة فنظيرها فى القرآن ما اخبر اللّٰه تعالٰى من آلاء الجنة و أَنهارها و ألبانها و أشجارها و ثمارها و لحوم طير مما يعرفونه الخلق و يشتهون يخفى ما يشاء و يبدى۔و فى كل فعله مصالح و حكم و ابتلاء ات ولكن اكثر الناس لا يعلمون. يعلمون ظواهر الشريعة و قشورها و هم عن لبوبها غافلون. إ اذا كُشف عليهم من سرّ فتزدرى

ترجمہ: بخشد ۔ چنانچہ حق تعالٰی بجہت او نائبے پیدا می کند کہ در جوہر مشابہ باو باشد۔ وروح آن نبی را در رنگ تنزیل انعکاسی بر وجود آن نائب نازل میفرماید وآن نائب اسم وعلمش را درارث میگیرد و بروفق ارادتش کاربند می شود۔ ہمین است مراد از نزول ایلیا درصحیفہ ہائے سابقہ۔ وہمین است مراد از نزول حضرت عیسٰی ۔ وہمین است مقصود از ظہور نبی ما محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) در وجود مہدی از حیثیت خلق وسیرت۔ و ہر محدّث را از تدلّی انبیاء (علیہم السلام) کما بیش نصیبے می باشد۔ آنکہ از چرک تعصب صاف و پاک باشد او را درین معنے تردد ے پیدا نشود و کتاب وسنت را مبیّن ومثبت این امر دریابد۔ اے عزیز ان حضرت باری تعالٰی حضرت عجیب و درافعالش اسرار غریب است کہ فہم ہرگز بدقائق کنہ آن

﴿۴۵۵﴾ اعینهم و یظنون ظن السوء و یکفرون. و قالوا کیف تواردت امة علی خطأ و کیف نظن انهم اخطأوا کلهم و انتم المصیبون. یا حسرة علیهم لم لا یعلمون ان اللّٰه غالب علی امره فاذا اراد ان یخبأ شیئا فلا یفهمه الفهمون. و یقرء ون سننه فی القرآن ثم یغفلون. ألا یعلمون أن اللّٰه قد یخفی امرًا علی المقربین من الأنبیاء فهم باخفاء ه یبتلون. و ما کان لأمة ان تسبق الانبیاء فی فهمها وما کان اللّٰه ان یترک قوما بغیر ابتلاء: اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ [1]. ان اللّٰه یبتلی کل اُمة بانبآئه الغیبیة و قد ابتلی الفاروق و امثاله أ انتم منهم تزیدون. ما لکم لا تخافون ابتلاء اللّٰه و لا تخشون لعل نبأ نزول المسیح یکون فتنة لکم ما لکم لا تتقون.

ترجمہ: نرسد۔ چنانچہ از جملہ دقائق اسرارش تمثّل ملائکہ وجنّ است واز ہمین قبیل حقیقت نزول مسیح است کہ فہم کنہش بر بسیارے از مردمان متعسر شدہ وغیر از غضب و غیظ درفطرت آنہا نمی باشد۔ وآنچہ پردہ از روئے این راز بردارد کلام خداوندست جلّ اسمہ‘ ۔ درقرآن کریم نگاہ بکنید ودرین اقوال خداوندی تدبر بفرمائید کہ میفرماید۔ آہن را نازل کردیم۔ اے بنی آدم لباس را بجہت شما نازل کردیم۔ واَنعام را نازل کردیم۔ وبرقدر معلوم تنزیل میکنیم۔ وہمچنین درآیات دیگر نگاہ بکنید۔ وبرشما پوشیدہ نیست کہ این اشیائے مذکورہ از آسمان نازل نمی شود بلکہ حدوث وتکون آنہا درزمین صورت می بندد۔ وہم چنین از امعان نظر درکتاب اللہ برشما واضح شود کہ حقیقت نزول مسیحؑ ہم از این اقسام نزول است۔ ونمی شود کہ درکتاب اللہ

[1] العنکبوت:۳

﴿۴۵۶﴾

أ انتم اسلم فهمًا من الذين خلوا من قبل ام لكم براء ة من فتن الله ما لكم لا تتفكرون. و قد مضت ابتلاءات قبل هذا فطوبى لقوم يفتحون الابصار و يعتبرون. و قالوا كيف نؤمن بهذا المسيح و قد بشر لنا أنه ينزل عند منارة دمشق و انه يقتل الدجال و يحارب الاعداء فهم يهزمون. و كذالك ينتضون حججا مغشوشة و لقد ضل فهمهم فهم مخطئون. ألا يعلمون أن المسيح الموعود يضع الحرب ألا يقرء ون الصحيح للبخارى أو ينسون. و من اين نُبُّوا ان المسيح ينزل بدمشق التى هى قاعدة الشام و بأى دليل يوقنون. أ سار معهم رسول الله صلى الله عليه وسلم الى دمشق و اراهم منارة و موضع نزول او اراهم صورتها فى

ترجمہ: اختلاف را دخل و در معارفش تناقض را مجال باشد۔ وقول جامع کہ ہادی براہ صواب و فاصل و حاکم درمیان ما وقوم ما باشد درین باب آیتے جلیلہ از سورہ الطارق است کہ آن راز را دیگر بیاد میدہد کہ اہل ہوا از آن غافل شدہ اند۔ وآن اینست وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ الآیہ [1]۔عزیزان بدانید کہ این آیات بحر مواجے از اسرار است کہ فکرے از افکار احاطہ بر آن نہ کردہ و پروردگار من مرا بفہم آن اختصاص بخشیدہ۔ تفصیل این اجمال آنکہ حق تعالیٰ از آن باین معنی اشارہ میفرماید کہ آسمان مجموعہ مؤثرات است و زمین مجموعہ متاثرات۔ باین معنی کہ از آسمان امر نازل میشود و زمین آنرا تلقی بقبول می کند۔ در این اشارت است باین ہمہ آنچہ در آسمان می باشند از شمس وقمر و نجوم و

[1] الطارق:۱۲۔۱۳

﴿۴۵۷﴾

شِقّة من قرطاس فهم يعرفونها و لا ينكرون. او هی مصر افضل من الحرمين ولها فضيلة على قرى اخرى و يسكن فيها الطيبون. وما يغُرّنهم ما جاء فی احاديث نبينا صلى اللّٰه عليه وسلم لفظُ دمشق فان له مفهوما عاما و هو مشتمل على معان كما يعرفها العارفون. فمنها اسم البلدة و منها اسم سيد قوم من نسل كنعان و منها ناقة و جمل و منها رجل سريع العمل باليدين و منها معان أخرى فما الحق الخاص للمعنى الذى يصرون عليه و عن غيره يعرضون. و كذالک لفظ المنارة التى جاء فی الحديث فانه يعنى به موضع نور و قد يطلق على علم يهتدى به فهذه اشارة إلى أن المسيح الآتى يعرف بأنوار تسبق دعواه

ترجمہ: ملائکہ و ارواح رسولان مقدس و انبیاء و صدّیقان و دیگر مومنان۔ برعایت مناسبتہا کہ حکمت قدسیّہ اقتضائے آن فرمودہ اثر خود بر زمین القا می کنند۔ پس آسمان از نزول و رجع باقسام غیر متناہیہ توجہ بزمین می کند وہمچنان زمین از آن باقسام بیحد وعدّ انصداع وایوا می پذیرد۔ چنانچہ از اقسام نتائج این رجع وصدع آن چیزہا ست کہ در طبقات زمین پیدا می شود مثل زر و سیم و آہن و جواہرات نفیسہ وغیرہا۔ و از این اقسام است زروع و اشجار و نباتات و اثمار و عیون و انہار وغیرہا۔ و ازین اقسام است شتر وخر و اسپ و ہر دابہ کہ بر زمین رفتار دارد و ہر پرندہ کہ در ہوا می پرد۔ و از این اقسام است انسان کہ آفرینش او باحسن تقویم شدہ وتاج فضیلت وشرف بر ہمہ کائنات چہرہ آرائی حال او آمدہ۔

﴿۴۵۸﴾

فھیؔ تکون لہ کعلم بہ یھتدون. و نظیرہ فی القرآن قولہ تعالٰی: وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا [1] ۔ فکما أن السراج یعرف بانارتہ کذالک المسیح یعرف بمنارتہ. وما ثبت وجود منارةٍ فی شرقی دمشق علی عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و ما أومأ الیہ اذا لارتاب المبطلون. بل ھی استعارات مسنونات یعرفھا الذین أوتوا العلم وما یجادل فیھا الا الظالمون. افلا یدّبرون سنن اللّٰہ أم جاء ھم مالم یأت من قبل فھم لہ منکرون. و أی سر کان فی تخصیص بلدة دمشق و منارتھا فبیّنوا لنا ان کنتم تتبعون أسرار اللّٰہ و لا تلحدون. أ تعجبون من ھذہ الاستعارة و لا تعلمون ان الاستعارات حلل کلام الانبیاء فھم فی حلل ینطقون.

ترجمہ: و از این اقسام است وحی و نبوت و رسالت و عقل و فطانت و شرافت ونجابت و سفاہت و بلاہت وجہل وحمق و رذالت وترک حیا۔

واز ین اقسام است نزول ارواح انبیاء ورسل بطورنزول انعکاسی بر ہر کسے کہ درخلق وصدق وصفا مناسبت ومشابہت با جوہر وفطرت وخلقت ایشان دارد۔

واز ین جا ہویدا شد کہ تاثیرات نجوم ثابت ومتحقق است وغیراز شخصے غبی بلید کہ نظر درقرآن نمی کند ونابینا وارآمادہ برمجادلہ میشود درین معنے شک نمی آرد۔

واین رجع وصدع درآسمان وزمین از وقتے کہ خدا آنہارا آفرید و گفت طوعًا بیائید یا کرہًا ہر دو در جواب گفتند طوعًا حاضر می شویم و از دل فرمان ترا کمر بستہ ایم۔

[1] الاحزاب:۴۷

﴿۴۵۹﴾

اذکروا قول ابراهیم علیه السلام اعنی قوله "غَيِّر عَتَبَةَ بابک" ثم انظروا الی اسماعیل علیه السلام کیف فهم اشارة أبیه أفهم من العتبة عتبةً أو زوجته فتفکروا أیها المسلمون. وانظروا الی الفاروق رضی اللّٰه عنه کیف فهم من کسر الباب موتهٗ لا کسر الباب حقیقةً و ان شئتم فاقرء وا حدیث حذیفة فی الصحیح للبخاری لعلکم تهتدون. و قالوا ان المسیح الموعود لا یجیء الا فی وقت خروج الدجال و خروج یاجوج و ماجوج وما نری احدا منهم خارجا فکیف یجوز ان یستقدم المسیح و هم یستأخرون. اما الجواب فاعلموا أرشدکم اللّٰه تعالٰی ان هذان لاسمان لقوم تفرّق شعبهم فی زماننا هذا آخر الزمان و هم فی وصف متشارکون. وهم

ترجمہ: جاری و ساری بودہ است۔ چنانچہ آسمان بسوئے زمین بر مثال نر با مادہ میل و رغبت میداشتہ است۔

واختیار رب کریم لفظ رجع را برائے آسمان وصدع را برائے زمین مشعر باین معنی است کہ این ہر دو ہمچو ذکور واناث پیوستہ باہم مجتمع میشدہ و باہم مصالحت کلی میداشتہ اند۔ چنانچہ تاثیرات آسمان متصلاً نازل شود وہمچنان زمین در کنار قبولش جادہد۔ واین سلسلہ دوریّہ برائے یک چشم زدن انقطاع نیابد۔ واگر چنان نبود البتہ نظام عالم را تار و پود از ہم گسیختہ بود۔ حق تعالٰی قبل ازین آیت فرمود اِنَّهٗ عَلٰی رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ [1] و بعد ازان گفت وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ۔ [2] در بہم آوردن ذکر این دو رجع ایماء و اشارت بدان میکند کہ در ہنگام **بعث**

[1] الطارق:۹ [2] الطارق:۱۲

﴿۴۶۰﴾

قوم الروس و قوم البراطنة و إخوانهم و الدجال فيهم فيج قسيسين و دعاة الانجيل الذين يخلطون الباطل بالحق و يدجلون. و اعتدى لهم الهند متكأ و حقت كلمة نبيّنا صلى اللّٰه عليه وسلم انهم يخرجون من بلاد المشرق فهم من مشرق الهند خارجون. و لو كان الدجال غير ما قلنا و كذالک كان قوم يأجوج و مأجوج غير هذا القوم للزم الاختلاف و التناقض فى كلام نبى اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم و ايم اللّٰه ان كلام نبينا منزه عن ذالک ولكنكم انتم عن الحق مبعدون. ألا تقرء ون فى أصح الكتب بعد كتاب اللّٰه أن المسيح يكسر الصليب ففى هذا اشارة بينة الى أن المسيح يأتى فى وقت قوم يعظّمون

ترجمہ: **بعد الموت** حق تعالیٰ بر اعادۂ انسان قدرت دارد بر نہجے کہ ارواح مقدّسین را برنگ اعادۂ انعکاسیّہ از آسمان کہ ذات الرجع است بسوئے زمین کہ ذات الصدع ست باز میفرستد۔ و این نکتۂ عظیمہ ولطیفہ است محکمش بگیر کہ ہدایت یابی۔ بدانید اے عزیزان کہ حقیقت نزول مسیح ہمین بودہ ولے حق تعالیٰ استعارات و ماخذش را دقیق و غامض گردانید بجہت اینکہ امر مقدر را قضاء و ایفا کند۔

مخفی نماند کہ حق تعالیٰ در وقت اخبار غیب از پیرایہ ہائے مختلف کار میگیرد۔ گاہے بالفاظے کہ حقائق مقصودہ را تصریح وتوضیح کند بیان آن اخبار میفرماید و ہمہ جوانب و اطرافش آشکار و روشن می نماید۔ و وقتے بجہت اخفائے آن و ابتلائے

الصلیب الا تفهمون. و قد تبین انهم اعداء الحق و فی اهوائهم یعمهون. ﴿۴۶۱﴾
و قد تبین انهم ملکوا مشارق الارض و مغاربها و من کل حدب ینسلون. و قد تبیّنت خیاناتهم فی الدین و فتنهم فی الشریعة و فی کل ما یصنعون. اترون لدجالکم المفروض فی اذهانکم سعةَ موطئِ قدم فی الارض ما دام فیها هؤلاء. فالعجب من عقلکم من این تنحتون دجالا غیر علماء هذا القوم و علی ای ارض اِیّاہ تسلّطون. الا تعلمون ان المسیح لا یجیء إلا فی وقت عبدة الصلیب فأنّٰی توفکون. ألا ترون ان اللّٰه تعالی مکّن هذه الاقوام فی أکثر الأرض و أرسل السماء علیهم مدرارًا و آتاهم من کل شیء سببا و اعانهم فی کل ما یکسبون. فکیف

ترجمہ: مردمان بزبان تجوز واستعارہ سخن می گوید۔ و عادتش برہمین منوال جاری است کہ در واقعاتے کہ اخفاء وکتمانش مقصود باشد اخفاء وکتم اختیار میکند وہوائے می انگیزد کہ آرائے مردم را باطراف دیگر میل وجنبش بدہد۔ و در بعضے اوقات چون میخواہد صورت نفس واقعہ را پوشیدہ دارد گاہے باین طور رفتار میکند کہ در آن مواضع واقعہ کبیرہ را صغیرہ ومہوّنہ وا می نماید۔ و واقعۂ صغیرہ مسنونہ را کبیرہ و نادرہ و واقعہ مبشرہ را مخوّفہ ومخوّفہ را مبشرہ۔ این چہارگونہ واقعات از عادت خداوندی بودہ است کہ بہمین نسق جاری بودہ وخواہد ماند۔

اکنون واقعہ کبیرہ عظیمہ کہ خدا تعالیٰ صغیرہ اش خواست وانماید نظیرش در قرآن کریم واقعۂ بدر است۔ باین معنے کہ خدا تعالیٰ دشمنان اسلام را بہنگام بدر درمنام

﴿۴۶۲﴾

یمکّن معهم غیرهم الذی تظنون انه یملک الأرض کلها یا عجبا لفهمکم أ أنتم مستیقظون أم نائمون. أنسیتم انکم قد اقررتم ان المسیح یاتی لکسر الصلیب فاذا کان الدجال محیطًا علی الارض کلها فانی یکون من الصلیب و ملوکه أثر معه ألا تعقلون. ألا تعلمون ان هذان نقیضان فکیف یجتمعان فی وقت واحد ایها الغافلون. و ان زعمتم ان الدجال یکون قاهرا فوق ارض اللّٰه کلها غیر الحرمین فأی مکان یبقی لغلبة الصلیب و اهل الصلیب أ أنتم تثبتونه أو تشهدون. ما لکم لا تفهمون التناقض و أفضی بعض أقوالکم الی بعض یخالفها و دجلتم فی اقوال رسول اللّٰه (صلی اللّٰه علیه وسلم) ثم أنتم علی صدقکم تحلفون. و تُضِلّون الذین ضعفوا

ترجمہ: رسول خود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) قلیل وانمود بجہت اینکہ ترس و بیم از دل مسلمانان دور و قضائے ارادہ خود کند۔ و امّا واقعہ کہ خدا تعالیٰ خواست کبیرۂ نادرہ اش وانماید نظیرش در قرآن بشارت مدد ملائکہ است در حرب بدر تا مومنین راتسکین دیدہ میسر آید و خوف در دل ایشان جانگیرد۔ تفصیلش اینکہ حق تعالیٰ مومنین را وعدہ و بشارت بداد کہ امداد ایشان بواسطۂ پنج ہزار فرشتگان خواہد نمود۔ و این عدد کثیر بجہت ایشان از غرض بشارت بود۔ زیرا کہ یک تنے از فرشتگان بر زیر و زبر کردن ہمۂ زمین قدرت دارد۔ بنا بران حاجت بہ پنجاہ بلکہ بہ پنج ہم نبود۔ لیکن حق تعالیٰ خواست کہ ایشان را نصرت عظیمہ بگماند۔ لاجرم لفظے را اختیار کرد کہ از ظاہرش کثرت مددگاران مفہوم شود۔ ولے بحقیقت معنی اش بود آنچہ

﴿۴۶۳﴾ قلبًا و لُبًّا و عقلا و تزيّنون باطلكم فى أعينهم و تزيدون على أقوال اللّٰه و رسوله و تنقصون. لن تستطيعوا ان ترفعوا هذه الاختلافات او توفّقوا و تطبقوا و لو حرصتم ولو كان بعضكم لبعض ظهيرا فلا تميلوا كل الميل الى الباطل و أنتم تعلمون. و ان تقبلوا الحق و تتقوا فان اللّٰه يتوب عليكم و يغفرلكم ما قد سلف فليتدبر اهل الحديث فى هذا و من لم يهتد بعد ما هدى فأولئک هم الفاسقون. أيها الناس قد جاء ت علامات آخر الزمان فلم فى مجىء المسيح تشكّون. تعالوا أتل عليكم بعضها لعلكم ترشدون. فمنها أن نار الفتن و الضلالات قد حشرت الناس من المشرق الى المغرب و فى ذالک ذكرى لقوم يتقون. و أتى الابليس من بين ايدى الناس و من خلفهم و عن

ترجمہ: بود چنانچہ بعد از فتح بدر مومنان را آ گاہ فرمود کہ این بشارت محمول بر ظاہر الفاظ نبود بلکہ مؤوّل بتاویلے بود کہ درعلم خدا مکنون بودہ۔ و این ہمہ بجہت آن بود کہ دل ایشان از این بشارت مطمئن وحسن ظن و امید ایشان بمولائے کریم زیادہ بشود۔

امّا واقعۂ مبشّرہ کہ حق تعالیٰ خواست آنرا مخوّفہ وانماید نظیرش درقرآن حمید واقعۂ رؤیائے ابراہیم است (علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام) کہ حق تعالیٰ چون خواست کہ اورا از فضل بنواز و در مدارج قربش زیادت فرماید و اورا بشرف خلّت مشرّف سازد اورا درخواب بطریق تمثل چنان وانمود کہ او بجہت تقرب بخدا پسر عزیز خود را ذبح می کند۔ وتاویلش جز ذبح گوسپند نبود۔ لیکن حضرت

﴿۴۶۴﴾ شمائلهم و أُبسِلوا بما كسبوا وما عصم من فتنة اللّٰه الا من رحم و حال بينهم و بين ايمانهم موج الضلالات فهم مغرقون. وَ كثير منهم ازدادوا كفرا و عداوة بعد ما ارتدوا و اعتدوا فيما يفترون. و جاهدوا حق جهادهم ان يطفئوا نور الاسلام فما اسطاعوا ان يضروه وما استطاعوا ان يظهروه. ولمسوا كتاب اللّٰه فوجدوه ملئت حججا بينة و نورا فرجعوا و هم خائبون. و انه لكبير فى اعين الذين يجادلون ظلمًا و علوًّا ولكن الظالمين لا يخافون اللّٰه ولا يتركون دنياهم ولا يتقون. و ذهب اللّٰه بنور قلوبهم و بصارة اعينهم بما فسقوا و تركهم فى ظلماتٍ فهم لا يبصرون. قلوبهم غلف و اعينهم كالمرايا التى ما بقى صفاء فيها ولا يعلمون الا الأكل والشرب

ترجمہ: خلیل اللہ (علیہ السلام) از خوف ترک ظاہر مسارعت بہ اطاعت امر حق تعالیٰ و ذبح پسر فرمود۔ و این واقعہ چنان کہ دیدمبنی برظاہرش نبود۔ زیرا کہ اگر چنین بودے البتہ جناب ابراہیم قادر بر ذبح پسر می شد ولے نہ شد۔ ظاہر شد کہ تاویل این واقعہ بخلاف آن بود کہ حضرت خلیل فہمید۔ حقیقت آن است کہ بندہ چگونہ فہمد چیزے را کہ خداوند تعالیٰ اخفائے آن خواہد۔ و معلوم است کہ کذب رویا در وحی انبیاء ممتنع است۔ ازین جا ثابت شد کہ ذبح پسر در خواب حضرت ابراہیم بر سبیل استعارہ و تجوز بود بجہت اینکہ از وفور رحمت و کرم بقدر ذائقہ خوفش بچشاند و خلق را اخلاص و طاعت او بمولائے خود بنماید۔ و ہم بجہت اینکہ او را در صدق و انقیاد و وفا بیازماید۔ چنانچہ حضرت خلیلؑ بے درنگ پسر را

و ترکوا اللّٰہ الوحید و ھم علی اندادھم عاکفون. کثرت فتنتھم و زادت علی المسلمین محنھم و کل یوم فی ترعرع شجرتھم و فی تموج ریعھم و زیادتھم و تراء وا من کل صَقُعة و فی دنیاھم یزیدون. و تری الاسلام کقُفّةٍ ما لھا من ثمرة و أقفّت دجاجته و ما بقی من بیضة فلیبک الباکون. ضاعت الأمانة و موضعھا و مُحِیَ اثر الدیانة و رفع شرجعھا و وء د العلم و خلا العالمون. و بقی العلماء کتنانین لا یعلمون الدیانة و لا الدین و الی الاھواء یأفدون. والذین سموا انفسھم مسلمین اکثرھم امام ربھم یفسقون. و یشربون الخمر و یزنون و یظلمون الناس و فی الشھادات یکذبون و ارتدعوا عن الطاعات و لا یرفعون یدا الی الصدقات و الی المنکرات ھم باسطون.

﴿۴۶۵﴾

ترجمہ: برروئے بخوابانید تا ذبحش کند۔ اے رب من برمن بطفیل نبیؐ خود و طفیل ابراہیمؑ باوفا رحم بکن کہ او برکات ترا معائنہ کرد و بخیر و خوبی فائز شد۔ و در رنگ این واقعہ واقعۂ دجّال است کہ آنرا مخوّف و مہیب و پُر از رعب نمودہ وامرش بانتہا رسانیدہ اند و مراد و مقصود از آن غیر از سلسلہ کہ ملتئم از ہمت ہائے دجّالیہ باشد نبودہ۔ و بوئے از الوہیت و صفات الٰہی در آن نیست۔ بلکہ در حقیقت آن سلسلہ فتن و مکاید و دعوتہائے ضلالت بطور ابتلاء از پیش خداوند عزاسمہ میباشد۔ وحاشا وکلّا کہ یک شریک باری جلّ اسمہ حادث شود و بر ملکوت آسمان و زمین تصرف کند و بہشت و دوزخ و ہمہ خزائن زمین باو باشد و ابر آسمان و آب دریا و آفتاب فلک ہمہ مطیع فرمان او گردند و زندہ کند و میراند۔ سبحانہ

﴿۴۶۶﴾ و هٰذه الآفات كلها نزلت عليهم بعد ما نزلت علوم المغرب فى قلوبهم وحرية التنصّر فى بلادهم فهم اليهم يُحشَرون. و هذا هو النبأ الذى قد بيّنه رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم و أنتم تقرءونه فى صحيح البخارى او تسمعون. فانظروا الى فتن العلوم المغربيّة كيف تحشر الاحداث الى المغرب وانظروا كيف صدق اللّٰه نبأ رسوله ايها المومنون. واعلموا أن المراد من النار نار الفتن التى جاء ت من المغرب و أحرقت أثواب التقوى فتارة توعدت السفهاء من لهبها و أخرى زينت فى اعينهم نورها و راودتهم عن انفسهم فهم بها مفتونون. فلا تفهموا من هذه الأنباء مدلولها الظاهر ولا تعرضوا عما تشاهدون. واعلموا ان لكلمات رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم

ترجمہ: لا شریک له تقدس و تعالیٰ ! حقیقت این است کہ این ہمہ استعارات لطیفہ است کہ خبر از وجود قومے میدہد کہ در دنیا اقتدار و بلندی یابند و از ہر کرانۂ زمین بتازند و در تصرف درآرند۔ و آن قوم نصاریٰ است کہ در تلبیس وعجائب صنعت ہا پیش دستیہا نمودند و زمین را بیش از بیش آبادان کردند۔ و اعمال و مکرہائے ایشان خوارق عادت و سحرکاری ہا وامی نماید۔ و خلق از ایجادات و نوادر آنہا در حیرت فرو ماند و آخر بسیارے از ابلہان اسیر پنجۂ مکر و زور آنہا شدند۔ تلبیسات آنہا ہمۂ زمین را فروگرفت و نجاست و ناپاکی از آن بر روئے زمین شیوع یافت۔ و باطل را با حق آمیختہ اند و مردم را بشرک و اباحت و دہریت میخوانند۔ چگونہ ممکن باشد کہ دجّال از قوم یہود پیدا شود زیرا کہ طوق مسکنت و ذلت تا قیامت زیب

﴿۴۶۷﴾

شأنا ارفع و أعلى و لا يفهمها الا الذى رزقه اللّٰه رزقًا حسنا من المعارف و أعطاه قلبًا يفهم و عينًا تبصر و أذنًا تسمع فهو على بصيرة من ربه و لا يلقاها الا الذين ما بقى لهم عين و لا أثر وهم يفنون فى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بحيث يصير وجودهم منخلعا عن احكامه و باحكام وجود النبى ينصبغون. فاولئک الذين يملأ صدورهم من علم النبى و يؤتون حظًّا من انواره و من عينه يشربون. و يعطٰى لهم نصيب من صرافة العصمة والحكمة و يسقون من كأس مزاجها من تسنيم و يزكون بجلال اللّٰه و سلطانه و بحفظهم☆ يحفظون. ثم يرثهم السعيد الذى يستمع كلامهم بحسن الظن و القبول و يتبعهم و يلزمهم و يؤثر نفسهم لكسر سورة

ترجمہ: گلوئے آنہا شدہ وآنہا ابدا بادشاہ وغالب نخواہند شد۔ آن وعدۂ خداوندی رانخواندہ اید۔ و جاعل الذين اتبعوک الآیۃ درقرآن کریم تدبر بکنید کہ چہ طور ہمۂ غیر اللہ را در زیر پائے مادر آوردہ و تا بقیامت بشارت علوّ کلمۂ توحید دادہ است۔ حیرانم کہ چرا دل شما معارض و مخالف قرآن را دوست و الحاد را روا میدارد۔ روا ست کہ خدا تعالیٰ درآخر زمان شریکے بجہت خود قایم بسازد؟ اگر چہ برائے روزے چند باشد۔ رائے بدے زنید۔

امّا واقعۂ مسنونہ معلومہ کہ حق تعالیٰ خواست غریبہ و نادرہ اش وانمایدنظیرش درقرآن واقعۂ خواب فرعون است ہرگاہ گفت من ہفت گاؤ فربہی را می بینم الخ و ہم چنین خواب جناب یوسف علیہ السلام ہرگاہ پدر خود را گفت اے بابائے من

☆سہو کتابت ہے۔ درست ”و بحفظه“ ہے۔ ناشر

﴿۴۶۸﴾ نفسہ و یغیب فیھم بمحبتہ فیخرج کالدر المکنون. والحمد للّٰہ الذی جعلنی منھم فلیمتحن الممتحنون. لقد جئتھم بالحکمۃ والبصیرۃ من ربی ولأبیّن لھم بعض الذی کانوا فیہ یختلفون. و فرقوا الاسلام وجعلوا أھلہ شیعا و بعضھم علی بعض یصولون و یکفرون. فالآن نادیھم فی عراء فھل منھم مبارزون. و قد دعونا ھم الی المقاومۃ فھم عنھا معرضون. أم أبرموا امرا فانا مبرمون. ام یحسبون أن اللّٰہ لا یمیز بین الخبیث و الطیّب ما لھم کیف یتکفرون و انّی أفوض أمری الی اللّٰہ وأصفح عنھم فسوف یعلمون. و من علامات آخر الزمان التی اخبر اللّٰہ تعالی منھا فی القرآن واقعات نادرۃ تشاھدونھا فی ھذا الزمان و تجدون.

ترجمہ: می بینم یازدہ ستارہ ہا را الخ۔ این نظیر ہا درمیان ما و قوم ما حاکم و بجہت رفع اختلاف بیان شافی می باشد۔

وہم چنین واقعۂ نزول حضرت مسیح علیہ السلام است کہ حق تعالیٰ آن را مانند واقعات مزبورہ در زیر چادر استعارات پنہان داشت۔ اگر فہم دارید بفہمید۔ ہرگز از عادات الٰہیّہ نبودہ کہ خبرہائے خود را در ہر وقت و ہر زمان پردہ از روئے کار بردارد۔ بلکہ احیانًا می خواہد بندگان را بیازماید لاجرم اخفائے انباء و ایما باسرار میکند و آنہا آگاہ نمی شوند۔

امّا واقعۂ غریبہ نادرہ کہ حق تعالیٰ خواست بہ ہیئت مفہومہ و معلومہ اش وانماید نظیرش در قرآن اخبار از نعمائے جنت است از انہا روجوئے شیر و درختان

﴿۴۶۹﴾

و قد بیّن لنا علاماته و قال: اِذَا الۡجِبَالُ سُیِّرَتۡ[1]. وَاِذَا الۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ[2]. وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ[3]. وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ[4]. وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ[5]. اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ الآیة[6]. وَاِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ[7]. وَاَلۡقَتۡ مَافِیۡهَا وَتَخَلَّتۡ[8]. وَاِذَا الۡکَوَاکِبُ انۡتَثَرَتۡ[9]. وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ[10]۔ و فی کل ذالک انباء آخر الزمان لقوم یتفکرون. أما تسییر الجبال فقد رأیتم باعینکم ان الجبال کیف سیرت و أز یلت من مواضعها و خیامها هُدِّمَت. وقنونها لاقت الوهاد و صفوفها تقوضت. تمشون علٰی مناکبها و تأفدون. و أما تفجیرا لبحار فقد رأیتم ان اللّٰہ بعث قوما فجّروا البحار و أجروا الأنهار و هم علٰی تفجیرها مداومون. و أحاطوا علی دقائق علم تفجیر الانهار و أفاضوها علی کل و اد غیر ذی

ترجمہ: وثمرہ ہا وگوشت پرندہ ہا ازقبیل آنچہ خلق آنہا را می فہمد و می خواہد۔ اظہار و اخفا کند ہر چہ را خواہد۔ درفعل وے مصالح وحکم و ابتلا ہا پنہان می باشد۔ و لے اکثرے پے بآن نمی برند۔ نظر برظاہر شریعت و پوست آن می گمارند و از حقائقش خبر ندارند۔ و ہرگاہ کشف سرے برایشان کردہ شود بدیدۂ احتقار وظن بدمی بینند و تکفیرمی کنند۔ و می گویند چہ طور شد کہ ہمۂ امت برخطا تو ارد کردو چگونہ گمان بریم کہ آن سواد کثیر برخطا است وشما برصواب می باشید۔ دریغا نمی دانند کہ حق تعالیٰ برامر خود غالب است ہرگاہ اخفائے چیزے را خواہد ہیچکس آنرا نتواند بفہمد۔ و عادت وے را درقرآن میخوانند و باز غفلت میورزند۔ نمی دانند کہ بسا می افتد کہ حق تعالیٰ امرے را بر انبیائے مقربین محجوب می کند وغرض از آن اخفاء ابتلاء می باشد۔

[1] التکویر:۴ [2] الانفطار:۴ [3] التکویر:۵ [4] التکویر:۸ [5] التکویر:۱۱ [6] الزلزال:۲ [7] الانشقاق:۴
[8] الانشقاق:۵ [9] الانفطار:۳ [10] التکویر:۶

﴿۴۷۰﴾

زرع لیعمروا الارض و یدفعوا بلایا القحط من اھلھا و کذالک یعملون لینتفعوا من الأرض حق الانتفاع فھم منتفعون. و أما تعطیل العشار فھو إشارة الی و ابور البر الذی عطّل العِشار و القِلاص فلا یُسعٰی علیھا والخلق علی الوابور یرکبون. و یحملون علیه أوزارھم و أثقالھم و کطیّ الارض من مُلک الی ملک یصلون. ذالک من فضل اللّٰه علینا و علی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون. جعل اللّٰه علی قلوبھم أ کنة أن یفقھوا اسراره و فی آذانھم وقرا فھم لا یسمعون. و اذا وجدوا صنعة من صنائع الناس ولو من ایدی الکفرة یأخذونھا لینتفعوا بھا و اذا رأوا صنعة رحمة من اللّٰه فیردّون. و اما تزویج النفوس فھو علی أنحاء. منھا

ترجمہ: نظر برآن چگونہ راست آید کہ امت سبقت برانبیاء تو اند برد و نمی شود کہ حق تعالیٰ کسے را بے افتتان مومن محسوب کند بالیقین حق تعالیٰ امت را از اخبار غیبیہ در کورۂ امتحان می افگند چنانچہ حضرت فاروق (رضی اللہ عنہ) و امثال وے را برین محک زدشما فائق برآنہا نمی باشید۔ و بسیارے ازین قسم ابتلاہا بوقوع آمدہ فرخندہ قومے کہ چشم اعتبار می کشایند۔ گویند چگونہ براین مسیحؑ ایمان آریم و حال اینکہ ما را بشارت دادہ اند کہ او درنزد منارۂ دمشق نزول آوردو دجّال را بکشد و با دشمنان بجنگد و جمعیت آنہا را بشکند و ازین قبیل حجت ہائے بیہودہ می انگیزند۔ و از کج فہمی و خطاکاری قدم براہ صواب نمی زنند نخواندہ اند کہ مسیح موعود کارزار و پیکار را وضع و رفع کند؟ صحیح بخاری نخواندہ اند یا برآنچہ خواندہ اند خط نسیان می کشند؟ از

﴿۴۷۱﴾ اشارة الى التلغراف الذى يمد الناس فى كل ساعة العسرة و يأتى بأخبار أعزّة كانوا بأقصى الارض فينبئ عن حالاتهم قبل ان يقوم المستفسر من مقامه و يدير بين المشرقى و المغربى سؤالا و جوابا كأنهم ملاقون. و يخبر المضطرين باسرع ساعة من احوال اشخاص هم فى امرهم مشفقون. فلا شك انه يزوج نفسَين من مكانَين بعيدَين فيكلم بعضهم بالبعض كأنه لا حجاب بينهم و كانهم متقاربون. و منها إشارة الى أمن طرق البحر و البرّ و رفع الحرج فيسير الناس من بلاد الى بلاد و لا يخافون. و لا شك ان فى هذا الزمان زادت تعلقات البلاد بالبلاد و تعارف الناس بالناس فهم فى كل يوم يزوجون. و زوج اللّٰه التجار بالتجار

ترجمہ: کجا این خبر با وشان رسید و بکدام دلیل یقین بآن آورده اند کہ مسیح بدمشق کہ قاعدۂ شام است نزول فرماید؟ خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ آنہا بدمشق رفت ومنارہ وموضع نزول را بانہا نشان داد یا صورت آنرا در پارۂ قرطاس بہ نظر آنہا وانمود؟ کہ آنہا خوبش می شناسند و شبہتے دران نمی دارند۔ یا آن بلدہ برحرمین و دیگر قریہ ہا فضیلتے دارد و ساکنانش ہمہ پاک و برگزیدہ می باشند۔ ولفظ دمشق کہ دراحادیث وارد شدہ باید مغرور بآن نشوند زیرا کہ آن مفہوم عام واشتمال بر معانی ہا دارد کہ از نظر عارفان پوشیدہ نیست چنانچہ از جملہ آن اسم بلدہ است و نام سردار قومے از نسل کنعان و ناقہ وجمل و مرد چابک دست و ہم چنین معانی دیگر۔ اما آن

﴿۴۷۲﴾ و أهل الثغور باهل الثغور و أهل الحرفة بأهل الحرفة فهم فی جلب النفع و دفع الضرر متشارکون. و فی کل نعمة و سرور و لباس و طعام و حبور متعاونون. و یجلب کل شیء من خطة الی خطة فانظر کیف زوّج الناس کأنهم فی قاربٍ واحدٍ جالسون. و من اسباب هذا التزویج سیر الناس فی وابور البر والبحر فهم فی تلک الأسفار یتعارفون. و من اسبابه مکتوبات قد احسنت طرق ارسالها فتری انها ترسل الی اقاصی الأرض و ارجائها و ان امعنت النظر فتعجبک کثرة ارسالها و لن تجد نظیرها فی اول الزمان و کذالک تعجبک کثرة المسافرین و التجارین فتلک وسائل تزویج الناس و تعارفهم ما کان منها اثر من قبل و انی انشدتکم اللّٰه أرأیتم

ترجمہ: معنے کہ برآن اصرار واز غیران اعراض می کنند چہ خصوصیت وحق خاصے دارد؟ ہم چنیں لفظ منارہ کہ در حدیث آمدہ مراد از آن موضع نور است۔ و گاہے اطلاق آن برنشانے می شود کہ بدان راہ یابند۔ واین اشارہ بدان ست کہ مسیح موعود با نورہا شناختہ شود کہ دعویش را برنگ مقدمہ وعلَم باشد کہ خلق ازان باو راہ یابند۔ ونظیرش در قرآن ست دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا [1]۔ یعنی چنانچہ سراج با نارت خویش شناختہ شود ہم چنین آن مسیح بمنارت خویش معروف شود۔ وگرنہ وجود ہیچگونہ منارہ در عہد جناب نبوت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) بہ ثبوت نمی رسد و نہ ایمائے بدان رفتہ کہ مبطلین را مجال ریب و تردد بدست آید۔ لاریب این استعارات مسنونہ است کہ عارفانش

[1] الاحزاب:۴۷

مثلہا قبل ھذا أو کنتم فی کتب تقرء ون. و أما نشر الصحف فھو اشارۃ الی وسائلھا التی ھی المطابع کما تری ان اللّٰہ بعث قومًا اوجدوا آلات الطبع فکأین من مطبع یوجد فی الھند وغیرہ من البلاد ذالک فعل اللّٰہ لینصرنا فی امرنا و لیشیع دیننا و کتبنا و یبلغ معارفنا الی کل قوم لعلھم یستمعون الیہ ولعلھم یرشدون. و اما زلزلۃ الارض والقاء ھا ما فیھا فھی إشارۃ إلی انقلاب عظیم ترونہ باعینکم وایماء الی ظھور علوم الارض و بدائعھا و صنائعھا و بدعاتھا وسیّئَاتھا و مکایدھا و خدعاتھا و کل مایصنعون. و أما انتثار الکواکب فھو إشارۃ الی فتن العلماء و ذھاب المتقین منھم کما انکم

﴿۴۷۳﴾

ترجمہ: میدانند وظالمان درآن مجادلت می کنند۔ چرا سنت ہائے خداوندی را بہ نگاہ تدبّر نمی بینند؟ این سانحۂ تازہ نیست کہ بہ نظر آنہا حادث شدہ وپیش ازان نظیرش نہ گزشتہ باشد کہ مبادرت بانکار می کنند۔ وکدام سرّ در تخصیص بلدۂ دمشق و منارہ اش می باشد بیان بکنید اگر اتباع اسرار الٰہی می کنید و جادۂ الحاد را نمی سپرید۔ چرا ازین استعارہ در شگفت ماندہ اید؟ نمی دانید کہ انبیاء علیہم السلام استعارات راحلۂ کلام خود قرار دادہ اند واوشان در پس این پردہ ہا گفتار میکنند۔ چنانچہ یاد بکنید قول حضرت خلیلؑ را ’’آستان درت را تغییر بکن‘‘ ونگاہ بیاندازید کہ حضرت اسماعیل چہ طور اشارت پدر را فہم کرد۔ یعنے از لفظ آستان آستان بفہمید یا زوجہ مراد گرفت؟ باید اے مسلمانان اندیشہ

﴿۴۷۴﴾ ترو ن ان آثار العلم قد امتحت و عفت و الذين كانوا اوتوا العلم فبعضهم ماتوا و بعضهم عموا وصموا ثم تاب اللّٰه عليهم ثم عموا و صموا و كثير منهم فاسقون واللّٰه بصير بما يعملون. و اما حشر الوحوش فهو اشارة الى كثرة الجاهلين الفاسقين و ذهاب الديانة والتقوى فترون باعينكم كيف نزح بير الصلاح و أصبح ماء ه غورًا و اكثر الخلق يسعون الى الشر و فى امور الدين يدهنون. اذا رأوا شرًّا فيأخذونه و اذا رأوا خيرًا فهم على اعقابهم ينقلبون. ينظرون الى صنائع الكفرة بنظر الحب و عن صنع اللّٰه يعرضون. ايها الناس انظروا الى آلاء اللّٰه. كيف جدّد زمنكم و أبدع هيئة دهركم و أترع فيه عجائب ما رأتها أعين

ترجمہ: بفرمائید۔ وحضرت فاروق را (رضی اللہ عنہ) بیاد آرید کہ چگونہ ''از کسر باب'' موت خودش فہمید نہ حقیقۃً شکستن در۔ و اگر خواہید درین باب حدیث حذیفہؓ از صحیح بخاری مطالعہ بکنید تا پے بہ حقیقت ببرید۔

وگویند مسیح موعود در وقت خروج دجال ویاجوج و ماجوج باید بیاید و ہیچ یک را از آنہا نمی بینیم کہ خارج شدہ است چگونہ روا باشد کہ قبل از وجود وخروج انہا مسیحؑ ظہور فرماید۔ در جواب می گویم کہ این دو نام نام قومے است کہ شعبہ ہائے آنہا درین زمان ما کہ آخر زمان است ہرطرف متفرق و بکثرت ولے درصفات متشارک می باشند۔ و آن قوم روس وقوم براطنہ و اخوان آنہا ہستند و دجال در آنہا گروہ قسیسان و واعظان انجیل است کہ از دجل وتلبیس باطل را بحق می آمیزند۔ وجولان گاہ

﴿۴۷۵﴾

آبا ء کم و لا أجدادکم و انتم بها تترفون. و علّم اهل أروبا صنعة وابور البرّ إهداءً لکم و لعشیرتکم لعلکم تشکرون. أنظروا الیها کیف تجری بأمره فی البراری و العمران ترکبونها لیلا و نهارا و تذهبون بغیر تعب الی ما تشاء ون. و کذالک فهّم اهل المغرب صنائع دون ذالک من آلات الحرث و الحرب والعمارات والطحن واللبوس و أنواع أدوات جر الشقیل وما یتعلق بتزیینات المدن والمنازل و تسهیل مهماتها فانتم ترغبون فیها و تستعملون. و تجدون فی کل شهر و سنة من ایجادات غریبة نادرة لم تر عینکم مثلها، فمنها ما یمدکم فی عیشتکم وتنجیکم من شق الانفس کصنادیق طاقة الکبریت التی بها توقدون،

ترجمہ: وتختہ مشق مکائد آنہا ہند را قرار دادہ اند۔ راست آمد آنچہ حضرت نبی ما (علیہ الصلوٰۃ والسلام) فرمودہ بود کہ آنہا از بلاد مشرقیہ سر برآرند چنانچہ بروفق این حدیث آنہا از مشرق ہند خروج کردہ اند۔ واگر دجال وہم چنین قوم یاجوج و ماجوج غیر آن باشند کہ ما گفتہ ایم در کلام نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تناقض واختلاف راہ یابد۔ وقسم بخدا کہ کلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم ما از آن منزہ است ولے شما ہا از حق دور افتادہ اید۔ آنچہ در بخاریؒ آمدہ کہ مسیح صلیب را بشکند اشارۂ بیّنہ بدان است کہ مسیح در وقت قومے ظہور کند کہ پرستار و بزرگ دارندۂ صلیب باشند۔ و پر ظاہرست کہ اینہا اعدائے حق وسرشار از مئے ہوا وکبر ہستند و ظاہر است کہ اینہا قبض و تصرف بر مشارق و مغارب یافتہ و ہر چہار سوئے عالم را فرا گرفتہ اند

﴿۴۷۶﴾ و کزیت الغاز الذی منہ مصابیحکم تنیرون. و منھا صنائع ھی زینة بیوتکم فتأخذونھا و انتم مستبشرون. فانظروا و تفکروا ان اللّٰہ ربکم الرب الکریم الذی اعطاکم من کل نوادر الارض و أَمْلَأَ بیوتکم منھا وکیف تعجبون من نزول نوادر السماء و تستبعدون. و تسرون باشیاء دنیاکم التی ھی ایام معدودات و لا تنظرون الی زاد عقباکم و لا تبالون. وکیف تعجبون من نزول المسیح و ایام الفضل الروحانی و انتم ترون عجائب فضل اللّٰہ قد تجلت لاراحة اجسامکم بصور جدیدة و حلل نادرة ما تجدون مثلھا فی ایّام آباء کم افتؤمنون بعجائب الکفار و بفعل اللّٰہ تکفرون. و تیئسون من قدرة اللّٰہ و من قدرة الخلق

ترجمہ: و نیز نیکو آشکار شد آن خیانت ہا کہ در دین و شریعت و در ہر کار بعمل آوردہ اند و می آرند۔ اند کے نگاہ بکنید بجہت آن دجال کہ موہوم و مفروض شما ست کے مجال ظہور و موضع میسّر آید تا اینہا زمین را متملک ہستند۔ از عقل شما عجب دارم کہ علماء این قوم را گزاشتہ از کجا دجّالے دیگر می تراشید و بر کدام خاکش مسلّط می کنید؟ نخواندہ اید کہ مسیح در وقت عابدان صلیب ظاہر شود؟ کجا سراسیمہ وارمیگردید؟ نمی بینید کہ حق تعالیٰ این اقوام را بسیارے از زمین در تملیک و قبضہ بداد و چرخ را حسب کام آنہا بگردش درآورد و از ہر شے بجہت آنہا سببے برانگیخت و در ہمہ کارہا اعانت و امداد آنہا کرد چگونہ امکان دارد کہ با وجود آنہا شخصے دیگر پیدا شود کہ برحسب زعم شما زمین را مسخر خود سازد

﴿۴۷۷﴾

لَا تیئسون. ما لکم لا تعرفون افعال اللّٰہ النادرة ببعض افعاله التی تعرفونها و تشاهدون. اکنتم مطلعین من قبل علی هذه النوادر التی ظهرت فی زمانکم من وابور البر والتلغراف و صنائع اخری و کانت هی کلها مکتوبة فی القرآن و لکنکم کنتم لا تفهمون. و کذالک ما فهمتم سر نزول المسیح من غرارتکم و قد کان مکتوبا فی کتاب اللّٰہ و ما کان لبشر ان یفهم شیئًا قبل تفهیم اللّٰہ ولو کان النبیون. والعجب کل العجب منکم انکم لا تظهرون کراهة فی قبول صناعات جدیدة مفیدة لاجسامکم و لکن اذا دعوتکم الی صنع اللّٰہ الذی اتقن کل شیء و رأیتموه فی اعینکم غریبا نادرا فأظهرتم کراهة و سخطة و أبیتم و انتم تعلمون. أیها الناس

ترجمہ: در حیرتم کہ بیدار ہستید یا در خواب ژاژ میخائید! مگر این اقرار فراموش ساختید کہ مسیح بجہت شکستن صلیب ظہور کند؟ اگر دجال را برہمۂ زمین احاطہ و تصرف حاصل آید باُو صلیب و ملوک صلیب را کجا نشانے و اثرے بود؟ برخے از دانش و خرد کار بگیرید۔ ژرف نگاہ بکنید کہ این دو نقیض چگونہ در یک پلّۂ اجتماع درست آید۔ یعنے اگر دجال برتمام روئے زمین غیر از حرمین غالب و قاہر شد۔ بجہت غلبۂ صلیب کدام جا و مکان باقی ماند؟ می توانید این را اثبات بکنید؟ چرا این تناقض بفہم شما نمی آید۔ و خود اقوال شما با یک دیگر تخالف دارد۔ در اقوال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تلبیس و دجل را روا داشتید و با این ہمہ بر راستی خود سوگند میخورید۔ و آنہا را کہ دل و دانش و خرد کمتر دارند از راہ می برید۔ و باطل را

﴿۴۷۸﴾

مآ جئت بأمر منكر و قد شهد اللّٰه على صدقى و رأيتم بعض آياتى و وجدتم ذكر زمنى فى كتاب اللّٰه الذى به تؤمنون. واللّٰه نكّر الأمر فى اعينكم ليبتلى علمكم و تقواكم فاغترّت فتنته وانتم غافلون. ايها الاخوان خذوا كتاب اللّٰه بأيديكم ثم تدبروا فيه هل جاء وقت آخر الزمان او فى مجيئه حقب وقرون. انكم تعلمون ان المسيح ياتى فى آخر الزمان و قد رأيتم باعينكم علاماته و شاهدتم النوادر الأرضية الّتى جعلها القرآن الكريم من آثار الزمن المتأخر و انتم منها تنتفعون. فما لكم لا تؤمنون بالنوادر السماوية التى تدل عليها الآية الكريمة اعنى بذالک قوله تعالى " اِذَاالسَّمَآءُ كُشِطَتْ "[۱] و تخلدون الى الارض ومن آلاء السماء تبعدون. وقد بشر الرب الكريم فى هذا الامر بشارة

ترجمہ: درچشم آنہا تزئین وبگفتہائے رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) زیادت و نقص می کنید۔ ہرقدر تاب وتوان و یاران و یاوران دارید فراہم بیارید و ہرگز نشود کہ این اختلافات را رفع کنید یا توفیق وتطبیق در آنہا توانید بدہید۔ زنہار دانستہ میل بباطل نیارید۔ واگرمرا قبول وتقوی اللہ را شعار سازید گناہان گزشتہ از شما مغفور گردد وفضل خداوندی شما را دریابد۔ اہل حدیث باید درین باب تدبر فرمایند۔ فاسق است آنکہ بعد از نمودن راہ ہدایت راہ نیابد۔

مردمان علامات آخر الزمان بالیقین آشکار شد اکنون در ظہور مسیح چرا شک می آرید؟ بیائید بعض از ان علامات را بر شما یاد می کنیم کہ رشد و سعادت

[۱] التکویر:۱۲

اخرٰی بقوله: "وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ"[1]. ولكن تنسون بشارات ربكم و فى آياته تُلحدون. اعلموا ايها الأعزة أن السماء و الارض كانتا رتقا ففتقهما اللّٰه فكشطت السماء بأمره و صدعت و نزلت نوادر و خرجت ليبتلى اللّٰه عباده الى أيّ جهةٍ يميلون. و تقدمت نوادر الارض على نوادر السماء فاغتر الناس بصنائعها و عجائب علومها و غرائب فنونها وكادوا يهلكون. فنظر الرب الكريم الى الارض و رآها مملوّة من المهلكات و مترعة من المفسدات و رأى الخلق مفتونا بنوادرها و رأى المتنصّرين انهم ضلوا و يضلون. ورأى فلاسفتهم اختلبوا الناس بعلومهم و نوادر فنونهم فوقعت تلك العلوم فى قلوب الاحداث بموقع عظيم كانهم سحروا

﴿۴۷۹﴾

ترجمہ: نصیب شما گردد۔ از انجملہ آتش فتنہ ہا وگمراہی ہاست کہ مردم را از مشرق بسوئے مغرب بردہ۔ و درین پندست بجہت آنہا کہ از خدا می ترسند۔ و ابلیس مردم را از پس و از راست و چپ فرا گرفتہ و بسیارے از شامت اعمال خود اسیر پنجۂ او شدند۔ و ازین ابتلا جز مرحومے محفوظ نماند۔ و درمیان انہا و ایمان انہا موج ضلالت حائل شدہ آنہا غرقۂ بحر ہلاک شدند۔ و اکثرے از آنہا بعد از ارتداد در کفر و عداوت قدم پیشتر نہادند و در افتراء بر اسلام اطفائے نورش سعی ہرچہ تمامتر بجا آوردند ولے بر اضرار و کسرش قادر نشدند۔ و کتاب اللہ را کہ دست کردند از حجت ہائے بینہ و انوارش مملو یافتند لاجرم زیان زدہ و ناکام باز گشتند۔ و این ہمہ در چشم آنہا کہ از ظلم و کبر می ستیزند۔ امرے دشوار و

[1] الحجر:۱۰

﴿۴۸۰﴾

فجذبوا الى الشهوات و استيفاء اللذات و التحقوا بالبهائم و الحشرات و عصوا ربهم و أبويهم و اكابرهم و أُشربوا فى قلوبهم الحرية و غلبت عليهم الخلاعة و المجون. فأراد الله ان يحفظ عزة كتابه و دين طلابه من فتن تلك النوادر كما وعد فى قوله: اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ[1] فانجز وعده و ايد عبده فضلا منه و رحمة و اوحى إلىّ أن أقوم بالإنذار و انزل معى نوادر النكات و العلوم و التائيدات من السماء ليكسر بها نوادر المتنصرين و صليبهم و يحتقر أدبهم و أديبهم و يدحض حجتهم و يفحم بعيدهم و قريبهم فمظهر نوادر الارض و فتنها هو الذى سمى بالدجال المعهود. ومظهر نوادر السماء

ترجمہ: بزرگ است وحقیقت ستمگاران خوف از خدا ندارند و دنیا را نگذارند۔ و رو بہ تقویٰ نیارند۔ از فسق و فجور دل و دیدۂ آنہا از نور و بصارت محروم شد لاجرم در تاریکیہا سرگردانیہا می کشند۔ دلہائے آنہا در زیر غلاف ہاست و دیدہ مانند آئینہ کہ جلا ندارد۔ غیر از خوردن ونوشیدن ندانند۔ از خدا روگردانیدہ رو بہ معبودان باطل آوردہ اند۔ مسلمانان از کثرت فتنہ ہا وآزار ہائے آنہا بجان آمدہ اند۔ درختان آنہا ہر روز در بالیدن وترقیات آنہا درافزونی است۔ از ہر کرانۂ زمین نمودار شدہ اند و در دنیا افزونی فوق العادہ نصیب آنہا می باشد۔ و اسلام مثل درختے کہنہ شدہ کہ ثمر ندارد یا مانند ماکیانی کہ بیضہ نمی گذارد۔ باید گریندگان بگریند و نوحہ کنند۔ امانت و موضع اش ضائع و دیانت محو و علم

[1] الحجر:۱۰

﴿۴۸۱﴾ و انوارها هو الذی سمی بالمسيح الموعود. خصمان تقابلا فی زمن واحد فليستمع المستمعون. فالآية الاولى من آيات صدقی أنی أرسلت فی وقت هذه الفتن التی قد اشار كتاب اللّٰه اليها فانزلنی ربی من السماء كما اخرج الفتن من الارض و تكلم فی استعارات و أيّدنی كما أُيّد الصادقون. انظروا الى الأيام التی كانت قبلكم من اليوم التی خلق اللّٰه فيه الانسان هل شاعت و غلبت مثل هذه الفتن العظيمة على وجه الارض او هل سمع نظيرها و نظير نوادرها فی شيع الاولين فما لكم لا تتفكرون. اما ترون كيف تُرَدّ آيات اللّٰه باقوال الفلاسفة و تستهزأ بها و تكتب فی ردها ألوف من كتب هل سمعتم مثلها من قبل ايها المؤرخون. هل سمعتم من قبلُ

ترجمہ: زندہ در گور و عالمان فنا شدند و بر این ہا ہمہ چار تکبیر زدہ شد۔ و این علماء کہ باقی ماندہ اند مانند اژدہا ہستند کہ از دیانت و دین جاہل و بہ ہوا و ہوس مائل می باشند۔ و آنہا کہ نام مسلمانان برخود یاد میکنند اکثرے از آنہا مے خوار و زانی و ظالم و کاذب در شہادات ہستند۔ و غافل از طاعات و روگردان از ادائے صدقات و دلیر بر ارتکاب منکرات می باشند۔ این ہمہ آفات از شدت دلبستگی بعلوم مغربیّہ و آزادی تنصّر در سینۂ آنہا متولد شدہ۔ و میل خاطر شان بسوئے آنہا روز افزون می باشد۔ این ہمان نبوت است کہ حضرت رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) از پیش بیان آن فرمودہ۔ در بخاری از بابت آن خواندہ وشنیدہ باشید۔ نگاہ غائر در فتنہ ہائے علوم مغربیہ بکنید کہ چگونہ جوانان را کشان کشان

﴿۴۸۲﴾

توھینَ الرسول الکریم و سَبَّه و طعنًا فی دینه والضحک علیه کما انکم فی ھذا الزمان تسمعون. او ھل سمع أحد من الأولین ازدراء کتاب اللّٰه و احتقار رسوله بألفاظ شنیعة مؤلمة کما تسمعها آذانکم فلم تعجبون من رحمة اللّٰه فی ھذا الطوفان ایها النائمون. ألاترون کیف یسخرون منکم و من دینکم سخر اللّٰه منهم و اصمهم و اعماهم فهم لا یُبصرون. ایها الاعزة هل أتی زمان علی احد کما اتی علیکم سمعتم من اهل الکتاب اذًی کثیرا و سبقوا فی الافتراء و السبّ والایذاء و صُبَّت علی الاسلام مصائب ترتع الحمیر فی مرعی الخیل و ترثع الکلاب علی الغِیل بشدة المیل فای زمان بعد ذالک تنتظرون

ترجمہ: بسوئے مغرب می برد۔ ہان اے مومنان نگاہے بے اندازید کہ چہ طور حق تعالیٰ نبوت رسول خود را (علیہ الصلوٰۃ والسلام) صدق و راستی بظہور آوردہ۔ و یقین بدانید کہ مراد از نار ہمین نارفتن بودہ کہ از مغرب پدیدار شدہ ولباس تقویٰ را پاک سوختہ۔ گاہے بخیردان را از زبانہ ہایش مے ترساند و وقتے نور خود را در دیدۂ آنہا جلوہ می دہد۔ وآنہا دل از دست دادہ وشیداش گردیدہ اند۔ نظر بر این حال نباید از آن مدلول ظاہرش فہم کنید از مشاہدہ دیدہ بر بندید۔ و بدانید کہ کلمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را کہ شان بلند و بزرگ دارد۔ جز کسے نمی فہمد کہ او را از معارف بہرہ وافی دادہ اند وہم دل دانا وچشم بینا و گوش شنوا دارد۔ این چنین شخصے از پروردگار خود صاحب بصیرت می باشد۔ و بر این رتبۂ

﴿۴۸۳﴾

و من آیات صدقی أنه تعالٰی وفّقنی باتباع رسوله واقتداء نبیه صلی اللّٰه علیه وسلم فما رأیت أثرا من آثار النبیؐ الا قفوته ولا جبلا من جبال المشکلات الا علوته والحقنی ربّی بالذین هم ینعمون. و من آیات صدقی انه اظهرنی علی کثیر من امور الغیب و هو لا یظهر علی غیبه أحدا إلا الذین هم یرسلون. و من آیات صدقی انه یجیب دعواتی و یتولی حاجاتی و یبارک فی افعالی و کلماتی و یوالی من والانی و یعادی من عادانی و ینبئنی مما یکتمون. و انه سمع کثیرا من بکائی و رفعنی اذا خررت امامه و أجاب أدعیةً لا استطیع إحصاء ها و احسن مثوای و منّ علی بآلاءٍ لیست لی الفاظ لبیانها و اتمّ علیّ رحمته فی الدنیا والآخرة و جعلنی من الذین ینصرون. و خاطبنی و قال یا احمدی

ترجمہ: عالیہ آنہا فائز می شوند کہ از نفس خود ہا بکلی برون آمدہ بہ سیرت رسولؐ خود متلبس و متخلق می شوند و نحوے در رسول فنا میگردند کہ از وجود آنہا نامے ونشانے نمی ماند و وجود آنہا از احکامِ خود بالتمام عاری شدہ رنگین باحکام وجود نبی می شود۔ این مردم سینہ ہائے آنہا را از علم نبیؐ پر میسازند و از انوارش حظے وافر آنہا را می بخشند۔ و از چشمہ اش سیراب می شوند۔ خلعت عصمت و حکمت بآنہا می پوشانند و کاسات از تسنیم با وشان می نوشانند۔ وجلال اللہ تزکیہ و حفظ آنہا را برعہدۂ خود میگیرد۔ بعد آن سعادت مند وارث ایشان می شود کہ از حسنِ ظن و قبول گوش بر کلام ایشان دارد و دامن ایشان را نگذارد و بجہت شکستن غلبۂ نفس خود نفسِ پاک ایشان را برخود بگزیند۔ و در دریائے ایشان غوطہ زدہ آخر برنگ درمکنون

﴿۴۸۴﴾

انتَ مرادی و معی. انت منی بمنزلة توحیدی و تفریدی فحان ان تعان و تعرف بین الناس. أنت منی بمنزلة لا یعلمها الخلق. فکلمنی بکلمات لو کانت لی الدنیا کلهاما اسرّنی کما اسرّتنی هذه الکلمات المحبوبة. فروحی فداء سبیله، هو ولی فی الدنیا والآخرة ما اصابنی ظمأ و لا نصب و لا مخمصة إلا أتانی لنصرتی و أری آلاء ہ واردةً تترا علیّ کالذین لا یستحسرون.

و من آیات صدقی انه اعطانی علم القرآن و اخبرنی من دقائق الفرقان الذی لا یمسّه الا المطّهرون. و من آیات صدقی أنه أدّبنی فاحسن تأدیبی و جعل مشربی الصبروا الرضاء والموافقة لربی والاتباع لرسولی و اودع فی فطرتی رموز العرفان وجعلنی

ترجمہ: برون آید۔ وحمد مرخدارا تبارک وتعالیٰ کہ مرا از ایشان کردہ۔ آزمایندگان باید بیازمایند۔ مرا پروردگار حکمت وبصیرت ومعرفت بخشیدہ است بجہت آن آمدہ ام کہ بعضے از مختلفات آنہارا بیان سازم۔ زیرا کہ اسلام ومسلمانان را پارہ پارہ کردہ اند۔ وبر یکدیگرمی تازند وتکفیر ہمہ گرمی کنند۔ اکنون آنہارا در میدان ندامی زنم۔ مبارزے ہست کہ بروز کند؟ بجہت مقاومت آنہارا دعوت کردیم ولے ازان اعراض می ورزند۔ آگاہ باشند کہ اگرآنہا ابرام امرے را کردہ اند ماہم کردہ ایم۔ مگرآنہا گمان دارند کہ حق تعالیٰ طیّب را از خبیث تمیزنہ سازد! اندیشۂ بد درکار میکنند۔ من زمام امورخودرا بدست خدائے توانا می سپارم واز آنہا درمیگزرم زوداست کہ بدانند۔ واز علامات آخر زمان آنچہ قرآن کریم انباء ازان میکند واقعات نادرہ میباشد کہ در این

عارفا لمصالح الامور و مفاسدها و أدخلنی فی الذین هم منفردون. یا مشایخ العرب وأصفیاء الحرمین هذه هی الأخبار والمواعظ التی عرضتها علی علماء الهند و نبهتهم فلم ینتبهوا و وعظت فلم یتعظوا و أیقظت فلم یستیقظوا. و وقعوا فی ظنون الجاهلیة و همّوا بتکفیری و تکذیبی واخذوا بتلابیبی و هم علی قولهم یصرّون و قد اتممت علیهم حجتی و ابتلج علیهم صباح صدقی وجحدوا بدعوتی و استیقنتها انفسهم و هم بلسانهم منکرون. و انی اری قلوبهم وجلة و فی مهجتهم حسرة و کربة و تراء ی لهم الحق و هم یتجاهلون. و أری انهم قد تفرقوا و کانوا فی امری ازواجا شتّٰی، فبعضهم صدقنی وهم ضعفاء هم و اتقیاء هم و بعضهم کذبنی و اعرض و ازدرانی

﴿۴۸۵﴾

ترجمہ: زمان ہر کسے مشاہدہ ومعائنہ اش می نماید۔ چنانچہ می فرماید۔ ہرگاہ کوہ ہا روان کردہ شود۔ و ہرگاہ دریا ہا پارہ پارہ کردہ شود۔ و ہرگاہ شتر مادہ معطل گزاشتہ شود۔ و ہر گاہ نفوس را باہم پیوند دادہ شود۔ و ہرگاہ نوشتہ ہا شیوع و انتشار دادہ شود۔ و ہرگاہ زمین بزلزلہ آوردہ شود۔ و ہرگاہ زمین کشیدہ شود و آنچہ را کہ در شکمش می باشد برون اندازد و فارغ بشود۔ و ہرگاہ ستارہ ہا پریشان شود۔ و ہرگاہ وحوش فراہم آوردہ شود۔ این ہمہ نبوتہا واخبار آخر زمان ست برائے قومے کہ تفکر می کنند۔

چنانچہ بہ کوہ ہا نگاہ بکنید کہ چہ طور از مواضع ازالت و از جا بر آوردہ شدہ خیمہ ہاش منہدم شدہ و آن ہمہ بلندیہاش زمین پستی و ہموار گردیدہ کہ مسافران

﴿۴۸۶﴾

فی عینه کبرًا و قلّی وهم الذین یستکبرون. وانی اری المصدقین انهم یزیدون. واری المکذبین انهم ینقصون، ویأتی الارض ربّی ینقصها من اطرافها ویفهّم القلوب ویفتح العیون ویزیل الظنون. والذین یأتوننی بتوسم الاتقیاء فهم یعرفوننی ویبایعون. یشحّذ بصیرة تقواهم فهم لا یتردّدون. وقد أنبأنی ربی اننی کسفینة نوح للخلق فمن اتانی و دخل فی البیعة فقد نجا من الضیعة ' فطوبی لقوم هم ینجون. و ما آمر الناس الا بالقرآن و الی القرآن و الی طاعة الرب الذی الیه یرجعون. ان اللّٰه قد رأی فی قلوب الناس و جوارح الناس و اعین الناس و آذان الناس و نیّات الناس ذنوبًا و آثامًا و اجرامًا و رآهم ملوّثین بانواع المعاصی

ترجمہ: بہ تمامتر سہولت بر مناکبش آمد و شد میکنند ۔ و بدریا ہا نگاہ بکنید۔حق تعالیٰ قومے را برگماشتہ کہ دریا ہارا پارہ پارہ کردہ وجو یہا ازان کشیدہ اند وہنوز مداومت بر این عمل دارند۔ مہارت تمام درعلم تفجیر انہار بدست آوردہ بہر وادی کہ بے آب و گیاہ بودہ روانش ساختہ اند بجہت اینکہ بلائے خشک سالی را از سر مردم دفع کنند وہم بجہت اینکہ از حاصل زمین نفع کلی گیر بیارند۔

وتعطیل شتر مادہ اشارت بہ گاری آتشین است کہ ہمہ مرکوبات راازشتر وبختی وہر چہ از آن قبیل است بیکار محض گردانیدہ کہ خلق ازان اعراض کردہ بآرزوئے دل سوار برآن میشوند واحمال واثقال رابرآن بارمیکنند ۔ وبرنگ درنوشتن زمین ازملکے بملکے میرسند۔این فضل خداست برما وبرجمیع مردم ولے اکثرے از بنی آدم شکرنمی کنند۔ دلہائے آنہا درزیر

والخطیات فاقام عبدًا من عباده لدعوتهم الی لبّ الدین و حقیقة الشریعة التی ما ذاق الناس طعمها فهم منها مھجورون.

﴿۴۸۷﴾

ترجمہ: پردہ ہا نہان است لا جرم قدرت بر فہم اسرار الٰہی ندارند و گوش ہائے آنہا کر شدہ کہ چیزے نمی شنوند۔ ہرگاہ صنعتے را از صنائع مردم بہ بینند و اگر چہ ہمہ آن عمل کفار باشد بجہت انتفاع در دستش می آرند و لے اگر صنعت رحمت الٰہی را بہ بینند دست رد بر آن می زنند۔

وترویج نفوس بر چند نوع است۔ ازان جملہ اشارت بہ سیم مفتول است (تلغراف) کہ در وقت عسرت امداد مردم می کند و از عزیزان کہ در بلاد بعیدہ باشند خبر می آرد پیشتر ازانکہ پرسندہ از جائے خود برخیزد۔ و در میان مشرقی و مغربی سوال و جواب را ادارت می کند کہ گویا آنہا شفہًا بیک دیگر برمیخورند۔ وچشم درراہان را از احوال شخصے کہ از عدم اطلاع بر حالش بر وے می لرزند باسرع ساعت آگاہ میسازد۔ ازاینجا آشکار شد کہ این سیم مفتول دو کس را کہ ہر یک ازان در مکان دور میباشد باہم پیوند می بخشد بہ نہجے کہ بے حجاب با یکدیگر گفتگو میکنند۔ وازان جملہ اشارت بہ امن راہ ہائے برّ و بحر و رفع ہمہ صعوبتہاست کہ مردم بے بیم و ہراس از شہرے بشہرے می روند و می آیند۔ وحقیقت درین زمان تعلقات بلاد با بلاد تعارف مردم با مردم از دیاد پذیرفتہ و کمتر روزے سپری میشود کہ درین ارتباط ترقی رونماید۔ چنانچہ تاجران با تاجران و اہل اطراف را با اہل اطراف و اہل حرفہ را با اہل حرفہ ارتباط و ایتلاف پیدا شدہ کہ در دفع مضرت و جلب منفعت شریک یکدیگر شدہ اند۔ و در ہر نعمت و سرور ولباس و طعام و در ہرگونہ اسباب راحت دست یکدیگر میگیرند و حاصل یک خطہ بہ خطۂ دیگر میرسد۔ اکنون بہ دقت نگاہ بکنید کہ بہ چہ طور مردم باہم مزدوج شدہ کہ

﴿۴۸۸﴾

ایّھا الاخوان من العرب و من مصر و بلاد الشام و غیرھا انی لما رأیت ان ھذہ النعمة نعمة عظیمة و مائدة نازلة من السماء

ترجمہ: بحقیقت ہمہ در یک کشتی نشستہ اند۔

و ازانجملہ و ابور بحر (آ گ بوت) ست کہ در ساعتہائے معدودہ ہزاران آدم را از دیارے بدیارے میرسانند و آنہارا در آن سفر اتفاق تعارف با یکدیگر می افتد۔ وازانجملہ اسباب ارسال مکتوبات (بوسطہ) ست کہ راہ ہاش خیلے آسان وسہل شدہ بہ نحو یکہ ہر کسے خواہد بے زحمت ومشقت می تواند باطراف واکناف عالم خط ونامہ برساند۔ واز جہت این آسانی کثرت ارسال خطوط بمشابہ رونمودہ کہ درزمان پیشین ہرگز نظیرش موجود نیست۔ وہم چنین کثرت مسافران وتاجران شخص ناظر را در شگفت وحیرت می اندازد۔ این است وسائل تزویج وتعارف مردم کہ پیش ازین نشانے از آن نبود۔ ومن بشما قسم بخدا یاد مید ہم کہ بگوئید اگر نظیرش درزمان پیشین دیدہ یا درکتابے خواندہ باشید۔

وانتشار نوشتہ ہا اشارت بہ وسائل آن ست کہ عبارت از چاپ خانہ است۔ چنانچہ می بینید کہ حق تعالیٰ قومے را برانگیختہ کہ آلات طبع راایجاد کردہ اند۔ وبچہ مقدار ازاین مطبع ہا در ہند وہمہ بلاد عالم یافتہ می شود۔ این فعل خداوند بزرگ است بجہت اینکہ مارا درکارتائید کند و بجہت اشاعت دین وکتب ومؤلفات ما در ممالک سببے برانگیزد کہ بخوانند وہدایت یابند۔

و زلزلۂ زمین و برون انداختنش ہمہ چیز ہا را اشارات بآن انقلاب ہاست کہ بچشم مشاہدہ اش میکنید۔ وایماست بظہور علوم ارضیّہ وبدائع وصنائع وبدعات وبدکاریہا ومکاید و خدعات آن۔

و پراگندگی ستارہ ہا اشارت بہ فتنہ ہائے علما وموت متقیان ست۔ چنانچہ می بینید

و آیۃ کریمۃ من اللّٰہ ذی العطاء فلم تطب نفسی ان لا أشارککم فیھا و رأیت التبلیغ حقا واجبا و دینا لازمًا لا یسقط بدون الاداء فھا انا قد

﴿۴۸۹﴾

ترجمہ: کہ آثارعلم ناپدید شدہ واہل علم را حالت باین جا رسیدہ کہ بعضے از ایشان فوت کردند وبعضے نابینا وکرشدند باز خدائے رحیم برایشان برحمت باز آمد باز اکثرے نابینا وکرشدند۔ وخدا بصیر است بآنچہ میکنند۔ وحشر وحوش اشارت بدان ست کہ جاہلان وفاسقان را کثرت ووفور حاصل آید وتقویٰ ودیانت رخت بہ بندد۔ چنانچہ عیان ست کہ آب درجوئے صلاح وخیر نماندہ وچشمہ ہاش خشک گردیدہ واکثرے را از خلق میل بشر ومداہنت درامور دین در دل پدید آمدہ۔ ہرگاہ شرے رامی بینند قبولش میکنند واز امر خیر رو درہم میکشند۔ درصنعتہائے کافران بہ حب و پسندیدگی بینند واز صنعت خداوندی سرکہ برروئے می مالند۔ اے مردمان بہ بینید نعمت ہائے خداوندی را کہ چگونہ زمان شما وہیئت آن را جدّت وبدعت بخشیدہ وعجائب ہا درآن ودیعت کردہ کہ در بہرۂ پدران شما نیامدہ وشما حظے از آن برمیگیرید۔ وصنعت گاری آتشین کہ باہل اروپا تلقین فرمود بجہت آن ست کہ شما وخویشان شما از آن فائدہ بگیرند وتشکر کنند۔ بہ بینید چگونہ بامر الٰہی شب وروز درصحرا وبیابان وعمرانات روان می باشد وشما بواسطہ آن ہرجا کہ میخواہید بےتعب وکلفت سفر میکنید۔ وہمچنین اہل اروپا را صنعت ہائے دیگر آموخت از آلات جنگ وعمارت وطحن ولبوس وانواع ادوات جرثقیل وآنچہ تعلق دارد بہ نگارش و آرایش شہر ومنزل وتسہیل مہمات آن کہ شما برغبت تمام استعمالش میکنید ودرہر ماہ وسال ایجادات غریبہ ونادرہ برروئے کارمی آید کہ دیدہ ندیدہ وآنچہ در اسباب معیشت امدادمی نماید واز زحمت رستگاری می بخشد۔ من جملہ قتّی ہائے

﴿۴۹۰﴾

قلتَ لکم ما تبدّی لی من ربّی و انتظر کیف تجیبون. و و اللّٰہ انی مامور من اللّٰہ الذی أرسل نبیّنا و سیدنا محمد ن المصطفٰی

ترجمہ: کبریت است کہ بآن آتش می افروزید و روغن غاز کہ در چراغ بکار می برید۔ و دیگر عمل ہا کہ بدان در ہنگام شادمانی خانہ ہا را زینت و نگار می بندید۔ اکنون باید از دانش و فکر نگاہ بکنید کہ پروردگار شما از وفور عنایت و لطف چہ قدر از نوادر زمین بشما مرحمت فرمودہ! چرا از نوادر آسمان در شگفت ماندہ اید و بعیدش می پندارید؟ باین چیز ہائے دنیا کہ روزے چند بیش نیست شادیہا میکنید! و ہیچ التفات و توجہ بہ زاد عقبی نمی آرید! از نزول مسیح و ایام فضل روحانی چرا در حیرت و انکار فرو ماندہ اید؟ چون آشکار می بینید کہ عجائبات فضل خداوندی بہ پیرایہ ہائے نو و جلوہ ہائے غریب بجہت آرام و آسایش جسم شما درین زمان شما بر منصۂ ظہور جا گرفتہ و مثل آن ہرگز گوش و دیدہ پدران شما نہ شنیدہ و نہ دیدہ۔ بہ عجائب کفار ایمان می آرید و کفران فعل خداوند بزرگ میکنید؟ بر قدرت خلق امید ہا بستہ اید و از قدرت حق تعالیٰ مایوس و نومید شدہ اید؟ چرا بعض افعال نادرۂ الٰہی را بواسطۂ بعض افعالش کہ می شناسید و معائنہ میکنید شناسا نمی شوید؟ پیش ازین بر این نوادر ہا کہ در زمان شما بوجود آمدہ از قبیل گاری آتشین و تلغراف وغیرہ آگاہ بودید؟ این ہمہ در قرآن مکتوب بودہ و لے فہم شما بآن نرسید۔ ہم چنین سرّ نزول مسیح کہ در قرآن نوشتہ بود از بلادت و کودنی بفہم شما نیامد۔ و حقیقت آن ست کہ ہیچکس یارائے آن ندارد کہ قبل از تفہیم حق تعالیٰ چیزے را فہم کند اگر چہ نبی باشد۔ خیلے شگرف امرے ست کہ در قبول و اختیار صنعت ہائے جدیدہ کہ مفید چشم شما باشد ہیچ کراہیت و تنفر اظہار

﴿۴۹۱﴾

صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لھدایۃ کافۃ الناس. و اعلم من اللّٰہ أنہ لا یضیعنی و قد خلع علی من حلل الولایۃ و سقانی من

ترجمہ: نمی کنید و لے ہرگاہ شمارا برخوان صنع اللہ کہ ہر شے را اتقان و احکام فرمودہ صلا در دادم و آن در دیدۂ شما غریب و نادر بود سر انکار روا با جنبانید و اظہار کراہت و غضب کردید و دانستہ از آن اعراض ورزیدید۔

اے مردمان من امرے منکر نیاوردہ ام و خدائے بزرگ و برتر بر صدق من گواہی میدہد و خود شما بعض نشان ہائے مرا مشاہدہ کردید و ذکر زمان مرا در آن کتاب کہ بآن ایمان آوردہ اید خواندہ اید و خدا این امر را در پردۂ تنکیر پوشیدہ داشت کہ علم وتقویٰ شمارا در ابتلا انداز د پس ناگہان فتنہ اش شمارا افرا گرفت۔

برادران کتاب اللہ را در دست بگیرید و در آن تدبر بفرمائید کہ وقت آخر زمان در رسید یا ہنوز آمد و ظہورش زمانہ ہا و قرن ہارا میخواہد؟ شما بہ یقین میدانید کہ مسیح در آخر زمان ظہور کند و علامات آن ونوادر ارضیہ را کہ قرآن کریم از آثار آخر زمانش قرار میدہد مشاہدہ و معائنہ میکنید و از آن منتفع میشوید۔ حیرانم کہ چرا بہ نوادر سماویہ ایمان نمی آرید؟ کہ آیہ کریمہ اِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتۡ[1] دلالت بر آن میکند۔ افسوس بہ زمین و زمینی ہا میلان و از آلائے آسمانی بُعد و اعراض میدارید! و خدائے کریم در این باب بشارت دیگر ہم دادہ بود یعنی اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ[2] و لے شما آیات الٰہیّہ را فراموش والحاد را کارے فرمائید۔

عزیزان بدانید کہ آسمان و زمین بستہ و بے شگاف بودند۔ خدا تعالیٰ آنہا را شگاف و کشاد فرمودہ چنانچہ بروفق امرش از آن نوادر و عجائب خروج و نزول آوردہ بجہت اینکہ بندگان را بہ بیند کہ بکدام سومیل دارند۔ و بہ سبب اینکہ نوادر زمین بر نوادر

[1] التکویر:۱۲ [2] الحجر:۱۰

﴿۴۹۲﴾ كأسها و أعطاني ما يعطى المقربون. و أرى بركاته نازلةً على أنفاسي و على قلبي و لساني و على فهمي و بياني و على جدران بيتي و عتبة بابي

ترجمہ: آسمان سبقت وتقدم جست مردم بہ صنائع وعجائب وعلوم وفنونش مفتون وشیفتہ گردیدند۔ کم ماندہ بود ہمہ ہلاک بشوند کہ رب کریم نگاہے بہ زمین کرد وآن را دید کہ از مہلکات ومفسدات لبریز شدہ وخلق را دید کہ ہمہ بر نادرہ کاریہائے نصاریٰ دل بستہ اند وفلاسفۂ نصاری بسحر علوم وفنون عجیبہ دل از دست مردم ربودہ اند وجوانان از غایت میل کہ بآن علوم دارند اسیر شہوات و استیفائے لذات شدہ بسلک بہائم وحشرات منسلک گردیدہ اند و از آزادی و بیباکی و خیرہ چشمی کار بجائے رسیدہ کہ والدین و بزرگان را بدیدہ استخفاف می بینند۔ چون حال چنین بود غیرت الٰہیّہ بجوش آمد وارادہ فرمود کہ کتاب خود را ودین خود را از فتنۂ آن نادرہ ہا محفوظ ومصئون دارد۔ وآن وعدہ را کہ فرمودہ بود ما این ذکر را نازل کردہ ایم وخود ما حافظش باشیم ایفا کرد و بندۂ خود را از فضل ورحمت خود بتائید بنواخت۔ وبمن وحی کرد کہ نذار را آمادہ شوم ونوادر نکات و علوم وتائیدات سماویہ را بامن نازل ساخت بجہت اینکہ نوادر نصاریٰ وصلیب آنہا را بدان شکست بدہد وادب وادیب آنہا را حقیر وخوار وانماید وحجت آنہا را از ہم بپاشد و دور ونزدیک آنہا را ساکت وملزم بگرداند۔ اکنون واضح شد کہ مظہر نوادر ارضیہ وفتنہ ہائے آن ہمان است کہ بنام دجال معہود نام زدشدہ۔ ومظہر نوادر سماویہ وانوار آن کسے است کہ اسم مسیح موعود براو اطلاق پذیرفتہ۔ این دو خصم یکدیگراند کہ در زمان واحد مقابل ہم بروز کردہ اند شنوندگان باید بشنوند۔

وَ اُسکُفّتِها فهل انتم تقبلون. و عسى ان تكرهوا شيئا و هو خير لكم و عسى ان تحبوا شيئا و هو شر لكم و اللّٰه يعلم و انتم

﴿۴۹۳﴾

ترجمہ: واز نشانہائے صدق من آنست کہ مراد روقت فتن این زمان فرستادہ اند کہ از کتاب اللہ اشارت بدان رفتہ بود۔ چنانچہ پروردگار مرا از آسمان نازل کردہ است ہمچنان کہ این فتنہ ہا را از زمین اخراج کردہ۔ و در استعارات سخن گفتہ و مرا برنگ صادقان موید فرمودہ۔ ایام گذشتہ را تتبع بکنید۔ از وقت آفرینش انسان مثل این فتنہ ہا برروئے زمین شائع و غالب شدہ یا در پیشینیان نظیر این نوادر باستماع درآمدہ۔ نگاہ نمی کنید با قول فلاسفہ آیات اللہ را ردّ می کنند۔ و برآن خندہ می زنند و در ردآن ہزاران ہزار کتب تدوین و تالیف میشود۔ اے مورخان بگوئید اگر مثل آن درتواریخ ماضیہ دیدہ و خواندہ باشید۔ ہمین طور در زمان پیشین رسول کریم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہدف توہین و دشنام و دین پاک وے مورد لعن و ملام گردانیدہ شدہ بود؟ بہمین نسق درحق کتاب مجید وفرقان حمید الفاظ شنیعہ و مولمہ وسخنان ناسزا و ناگفتنی بر زبانہا می رفت مانند آنچہ درین زمان پرآشوب بشنیدن می آید؟ اندرا این حال اے خفتہ بختان چرا از ظہور رحمت اللہ در شگفت فرو ماندہ اید؟ خدارا نگاہے کہ چگونہ برشما و بردین شما می خندند۔ خدا اینہا را ذلیل وخوار دارد کہ دیدہ و گوش از اینہا انتزاع فرمودہ است۔ اللہ اللہ این اذیتہا و دشنامہا کہ امروز از دست وزبان پرستاران صلیب عاید بحال اہل حق می باشد ہرگز نمونہ آن در ایام گزشتہ یافتہ نمی شود! اسلام عرضئہ مصائب ومحن گردیدہ۔ خر در چراگاہِ اسپ می چرد! و سگ

﴿۴۹۴﴾ لَا تعلمون. و انّی متوکل علی ربی و أفوض أمری الی اللّٰہ و ادعوا اللّٰہ ان یصفی خَلقه من خبث الاھواء و یلھمھم فعلَ الخَیرات و قبولَ

ترجمہ: بزہرۂ بزرگ بر بیشۂ شیری تازد! بعدازین ہمہ کدام وقت وزمان راچشم درراہ می باشید؟ وازنشانہائے صدق من است کہ حق تعالیٰ مرا توفیق اتباع واقتدائے نبی خود (صلی اللہ علیہ وسلم) مرحمت فرمودہ اثرے راازآثارآنجناب مقدس نیافتم کہ بدنبال آن قدم برنداشتم۔ وکوہے از مشکلات درراہ پیش من نیامد کہ بر بالایش برنشدم وربّ من مرا بجماعۂ کہ برایشان انعام کردہ لاحق ساختہ۔ وازنشانہائے صدق من ست کہ او بر بسیارے ازعلوم غیب مرا آگاہانیدہ[1]۔ واوغیرازمرسلان کسے رامطلع برآن نمی سازد۔

وازنشانہائے صدق من است کہ او (تعالیٰ شانہ) دعوات مرا قبول میفرماید۔ و حاجات مرا متکفل می باشد ودرافعال واقوال من برکت می نہد۔ ودوستان مرا دوست و دشمنان مرا دشمن است واز پوشید گیہائے مردم مرا انبا میکند۔ وبسیار است کہ او گریہ و بکائے ما می شنود۔ وہرگاہ پیش او برزمین افتادم بدست رحمت خود مرا برداشت وآن قدر دعاہائے مرا بموقع قبول جاداد کہ نتوانم بشمار آرم۔ ودربارۂ من اکرام وانعام ہا فرمودہ کہ لفظے ندارم کہ ازعہدۂ سپاسش بدان بیرون توانم بیایم۔ ومرا خطاب کردہ وگفتہ اے احمد من تو مرادمنی و بامنی۔ وتو درنزدمن بمنزلت توحید وتفرید من می باشی۔ اکنون وقت آن آمد کہ اعانت کردہ شوی ودرمیان مردم شناختہ شوی۔ تو درپیش من بمنزلتے می باشی کہ خلق ازآن آگاہ نیست۔ این کلمات خداوندے ست کہ بآن مرا نواختہ بخدائے بزرگ کہ درنزدمن باین کلمات محبوبہ ہمۂ دنیا و آنچہ درآن است بجوی نمی ارزد۔

[1] سہوکتابت معلوم ہوتا ہے۔ غالباً ”آگاہندہ“ ہے (ناشر)

ندآء اھل الاجتباء و ینجیھم فی الدنیا والآخرۃ من سوء الخزی

﴿۴۹۵﴾

ترجمہ: روح من فدایش باد۔ او کارساز من است در دنیا و در آخرت۔ مرا ہیچگاہ تشنگی وگرسنگی وکوفت وخستگی نرسیدہ کہ او ہم درزمان بتائید ونصرتم برنخاستہ و نعمت ہائے او ابرخود متصل ولاینفک می بینم۔

واز نشانہائے صدق من است کہ او مرا از علم قرآن حظے وافر بخشیدہ ونیکو روشن است کہ غیر ازمطہران قدرت بر فہمش ندارد۔

و از نشانہائے صدق من است کہ او (تعالیٰ شانہ) مرا ادب خوبی آموختہ ومرا برمشرب عذب صبر ورضا وموافقت باخود واتباع رسولؐ خود فائز گردانیدہ۔ و درفطرت من انوار عرفان ودیعت نہادہ۔ بالنسبہ بمصالح و مفاسد امور مرا عارف وبصیر ساختہ۔

اے مشائخ عرب واصفیائے حرمین شریفین ہمین آن اخبار ومواعظ است کہ بر علمائے ہند عرض دادم۔ وہرچہ آنہارا آگاہانیدم واندرز گفتم ازمستی خواب گران سر بر نیاوردند وچون ازخواب برآمدند سراسیمہ وار ہرچہ برزبان آمد گفتند۔ در پوستینم افتادند وازظنون فاسدہ وسوءفہم بہ تکفیر وتکذیب من شتاب آوردند وہنوز دامن من نمی گذارند و برگفتار خود اصرار واستبداد دارند۔ ومن بخوے اتمام حجت برآنہا کردم کہ صدق من مانندروز روشن برایشان آشکار شد۔ برزبان انکار ودردل اقرار دارند زیراکہ اسیر دیو استکبار واستجبارند۔ من عیان می بینم کہ دل آنہا پر از ہیبت وحسرت وکربت است و دانستہ از حق تجاہل می نمایند۔ و بالآخر می بینم کہ دربارۂ من در گروہ ہا تفرق

﴿۴۹۶﴾

وجھد البلاء و یُلحقھم بالذین ھم صادقون. و آخر دعوانا ان

ترجمہ: وانقسام پذیرفتہ اند۔ بعضے تصدیق می کنند و آنہا ضعیف وتقی و خدا ترس می باشند۔ وگروہے تکذیب می نمایند واز کبر ونخوت کلاہ گوشہ برآسمان می شکنند۔ ومی بینم مصدقان درافزایش و مکذبان یومًا فیومًا درنگون ساری و کاہش ہستند۔ و پروردگار من اطراف زمین را (اہل زمین) کشان کشان درپیش من می آرد۔ ودل ودیدہ ہارا نور می بخشد وظنون رادور میکند۔ وآنان کہ درپیش من بافراست اتقیامی آیندمرامی شناسندو بجہت تجلیہ بصیرت وحصول تقوٰی بے تردد وتذبذب دست دردست من میدہند۔ وحق تعالیٰ مراخبر دادہ کہ من بجہت خلق مانند کشتی نوح (علیہ وعلی نبیّنا الصلوٰۃ والسلام) ہستم آنکہ درنزد من آمد ودرسلک بیعتِ من مرتبط شداو لاریب از ہلاک نجات یافت۔ ومن جز بقرآن و بسوئے قرآن ہیچ امرنمی کنم وہمۂ مردم رابطاعت رب کریم آواز میدہم۔حق تعالیٰ نگاہ کرد ودل وجوارح ودیدہا وگوش ونیات مردم رادید ہمہ پرازفسق و فجور و معاصی و جرائم گردیدہ و بانواع خطا کاریہا آلودہ شدہ۔ بنا برآن بندۂ را از بندگان اقامت فرمود کہ آنہارا بہ مغز دین وحقیقت شریعت دعوت کند کہ از ذوق وطعم آن محروم ومہجور شدہ اند۔اے برادران ازعرب ومصر و بلاد شام وغیرہا آگاہ باشید کہ چون این نعمت نعمت عظیمہ واین مائدہ ازآسمان نازل شدہ بودخواستم کہ شمارادراین خوان پرازالوان آلاءسہیم وانباز نسازم لاجرم امرتبلیغ رابرخوددین لازم وحق واجب الاداد انستم۔اینک آنچہ دردلم ریختند بمعرض بیان درآوردم ومنتظرمیباشم کہ چہ پاسخ میگزارید۔قسم بخدائے عزّوجلّ کہ من مامور ہستم از ہمان خدا کہ سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را بجہت

الحمد للّٰہ الذی یھب الایمان و یفتح الآذان و ینور العیون و یزیل الظنون.

ترجمہ: ہدایت جمیع عالمیان فرستاد۔ و بوثوق میدانم کہ او مرا ضائع نخواہد ساخت۔ او حلّہ ہائے ولایت مرا پوشانیدہ و از کاسہ ہائش مرا نوشانیدہ و ہمہ آنچہ بمقربان دادہ شود مرا عطا فرمودہ۔ و برکات وے را شب و روز می بینم کہ نازل می شود بر دل من و بر زبان من و برفہم من و بر بیان من و بر دیوار ہائے خانہ من و بر آستان من۔ بگوئید قبول می کنید؟ ومیشود کہ چیزے را بد بدارید و آن بجہت شما بہتر باشد و می شود کہ چیزے را دوست بدارید و آن بجہت شما بد باشد۔ خدا میداند و شما نمیدانید۔ ومن توکل بر خدا میکنم و زمام امر خود را بدستش می سپارم و از وے میخواہم کہ خلق را از خبث ہوا و ہوس پاک سازد و آنہا را توفیق فعل خیرات و قبول ندائے برگزیدگان عطا فرماید۔ و آنہا را در دنیا و آخرت از عذاب رسوائی و فضیحت و ہرگونہ بلا رستگاری بخشد و بزمرۂ صادقان وصدیقان شان جادہد۔

و آخر دعائے ما حمد آن خدائے کریم ست کہ ایمان می بخشد و گوشہا را می کشاید و دیدہ ہا را نورانی میفرماید وظن ہا را ازالت می نماید۔

﴿۴۹۸﴾

تتمّة البیان فی ذکر بعض السوانح و منن اللّٰہ المنان

ایھا الاخوان قد ألقی ببالی من بعد ما نمّقتُ مکتوبی و اتممت مقالی ان اکشف القناع عن بعض سوانحی و سوانح آبائی لتعلموا ما اسبغ اللّٰہ علیّ من العطاء و ربّانی من ایدی المنن والآلاء. و لکی یحصل لکم بصیرة تامّة فی اموری و مھامی و یتضح و ینکشف

ترجمہ

تتمہ بیان در ذکر برخی از سوانح ومنتہائے خدائے منّان

برادران چون این نامۂ حقیقت شمامہ را تمام کردم در دلم ریختند کہ برخی از ماجرائے اسلاف و بر سرگزشتہائے خودم را بہ حیز تحریر در آرم تا آشکار شود کہ آن کریم رحیم چہ نعمتہا ومنتہا است کہ در کار من بند کردہ و مرا بدست لطف و مرحمت خودش تربیت فرمودہ۔ وہم بجہت آنانکہ تشنۂ آبحیات رشد و ہدایت و طالب فتح باب مراودت ومراسلت با این بندہ می باشند مولد ومنشا و مقامم بوضوح پیوندد۔ خلاصہ بزرگان من پارسی نزاد و از کلانان

﴿۴۹۹﴾

علیکمؔ مسکنی و مستقری و مقامی و لعل اللّٰہ یقلب قلوبکم وتاتوننی مسترشدین او تراسلوننی و تسئلون. فاعلموا أیدکم اللّٰہ ان آبائی کانوا الفارسیین أصلا و من سادة القوم و امراء ھم ثم قادھم قضاء الرحمان الی بلدة ”سمرقند“ فلبثوا فیه برھة من الزمان و اللّٰہ یعلم بما لبثوا ولا علم لی الاما أنبئتُ من صحفھم التی کانوا یکتبون. ثم بدا لھم ان یسیروا الی ارض الھند فسافروا من وطنھم وانحدروا الی بعض اضلاع منھا یقال لھا ”فنجاب“ ووجدوا فی بعض نواحھا ارضا طیبة مُخصبةً صالحة الھواء عذبة الماء

ترجمہ: ونا موران و برگزیدگان آن سرزمین دل نشین بودند۔ جاذبۂ قضا عنان توجہ ایشان را بجانب بلدۂ سمرقند توجیہ فرمود۔ بہرۂ از روزگار آنجا مکث نمودند۔ خدائے دانا نیکو میداند تا چہ مدت استقرار و قیام درآنجا داشتند۔ من بیش ازان چہ از نوشتہ ہائے آنہا دریافتم نمی دانم۔ خلاصہ باز از آن خطہ نہضت فرمودہ بہ ملک ہند آمدند و بعضے از نواح پنجاب را کہ ہوائے خوبے و آب خوشگوارے دارد بجہت سکنی و توطن برگزیدند۔ و با جماعۂ از رفیقان و متغربان رحل اقامت آنجا انداختہ قریۂ بر نام اسلام پور کہ معروف بہ قادیان می باشد آبادان ساختند۔ و در مواقع جلب منفعت و دفع مضرت و جمیع امور و مہام باتفاق و توادد بسرمی بردند۔ وحق تعالیٰ درآنہا برکت و خیر و در ہمۂ مقاصد و مطالب آنہا فوز و فلاح را

﴿۵۰۰﴾ فالقوا بها عصا التسيار. و نزلوا فيها بنيّة الاستقرار. و كانوا متغربين فى نفر من قومهم منهم السادة و منهم الخادمون. فآواهم الله فى تلك الارض و بوّأهم مبوّأ عزة و مكّنهم فعمروا فيها قرية و سموها "اسلام بور" (المعروف بقاديان) ذالک بانهم ارادوا ان يُسكنوها جماعة المسلمين من اعزتهم ليكون بعضهم لبعض ظهيرا و لعلهم يحفظون انفسهم من الاعداء و اذا اصابهم البغى ينتصرون. و سكنوها و تملكوا و أثمروا و بوركوا ' و كان هذه الواقعة فى ايام دولة الملوک الجغتائية الذين كانوا

ترجمہ: نفاذ و اجراء فرمود۔ در این زمان دوران دولت ملوک چغتائی و زمام سلطنة بدست بابر بود۔ بابر در تمجید و تبجیل آن غریبان دقیقۂ را بے رعایت فرو نگذاشت ۔ و بہ طریق مدد معاش وسیورغال بسیارے از قریہ ہا درقسمت ایشان نامزد فرمود۔ چنانچہ آنہا از کثرت متملکات وحرث و زرع در اہالئ دیار پنجاب رفعت وعظمت تمام بدست آوردند۔ و با این ترفع وعلو درجات و اقبال ومنال سررشتۂ تقویٰ وخشیت وطہارت وعمل خیراز دست ندادند۔ روئے اسلام را درعہد آنہا رونق عجیبے و زیبائے دلکش پدید آمد۔ در ہمہ کارہا تمسک بہ کتاب اللہ وترویج بازار اسلام واعانت درنوائب حق نصیب عین ہمت ایشان بود۔ روزے چند بر این منوال سپری شدہ بالآخر اختر دولت مسلمانان رو بہ ہبوط آورد و روز اقبال

مِنْ اقوام الجیل و کان زمام الحکومۃ اذ ذاک بید اقتدار الملک الذی کان اسمہ ”بابر“ و کان من الذین یکرمون الشرفاء و یعظمون. فاعزّھم و أکرمھم و أعطاھم قری کثیرۃ و جعلھم من امراء ھذہ الدیار و اھل الأرضین و عظماء الحراثین و زعمائھم و من الذین یتملکون. فرقوا فی مدارج الاقبال و زادوا أموالا و أراضی و إمارۃ و کانوا مع إماراتھم و ثروتھم یتقون اللّٰہ و فی سبل الخیر یسلکون. و فی ایام امارتھم تَھلّل وجہ الاسلام فی رعایاھم و اقوامھم و کانوا اتقیاء و کانت الامم لھم یخضعون.

ترجمہ: آنہا را شبِ ادبار در دامان فرو نہضت کہ بدکرداران و فاسقان را از پادشاہان عقاب الیم و رسوائی عظیم نصیب حال شود۔ خلاصہ از شومئی سیاہ کاری ضعف و اختلال در کار آنہا راہ یافتہ گردن از ربقۂ کلمۂ واحدہ برون کشیدہ عہد توادد و تعاون را از ہم گسیختند و از بغی وعناد و تحاسد و تنافس بر استیصال ابنائے قوم فرو ریختند۔ و از ہر گونہ تورع و اتقا و رشد و صلاح اعراض ورزیدہ رو بہ ارتکاب منہیات و معاصی آوردند۔ و فرایض و حدود اللہ را پشت پا زدہ رکون و سکون بمتاع فانی دنیا کردند۔ از این زیغان و طغیان کار بجائے رسید کہ بعضے از ایشان ارتداد از دین اسلام و شعائر کفرۂ ہنود را شعار و دثار خود ساختند۔ درخلال این احوال تنور غضب الٰہی درفوران آمدۂ ارادۂ آن کرد کہ ملک را از دست آنہا انتزاع نماید۔ لا جرم قومہا را

﴿۵۰۲﴾ و کانوا یرغبون فی الصالحات و فعل الخیرات و یمسکون بکتاب اللّٰہ و ینصرون دین اللّٰہ و الی نوائب الحق یأفدون. و بعد ذالک الایام قُلِّب امر سلطنة الاسلام و تطرق الاختلال و الضعف فیھا لیصیب الذین اجرموا من الملوک صغارمن عند اللّٰہ و عذاب شدید بما کانوا نسوا حدود اللّٰہ و بما کانوا یعتدون. فصاروا طرائق قددًا یبغی بعضھم علی بعض و یقتلون انفسھم و یفسدون. و ترکوا کل رشدٍ و صلاح و مالوا إلی ما یباین الورع و کانوا فی أعمالھم یعتدون. و لم یبق فیھم من یتعاشر بالمعروف و یرحم

ترجمہ: برانگیخت کہ دست تطاول و اعتدا بر مقبوضات و متصرفات آنہا دراز کردند واکنون شہرے و دیگر قریۂ مرة بعد اخری از دست آنہا بدر رفت وقوت وشوکت آنہا بالمرة رو بانحطاط و اضمحلال آوردہ در ہر ناحیتے وطرفے ملکے و عالمے سر بالا کشید و ہر یکے از خودسری وخلیع العذاری دم زدن بنا کرد و خیلے شگرف طوفان بے تمیزی درتموج بود۔ ہر حدی وثغری ملکی فریدی داد کامرانی و مطلق العنانی درآن میداد۔ ہمچنیں بزرگان این بندہ بے منازعت انبازی و سہیمی زمام اختیار بعض حدود را در دست وشاہانہ اقتدار برآن داشتند و در ہمۂ امور سیاہ وسپید و داروگیر رعایا و برایا قضایا وحکومتہا بایشان مرفوع می شد۔ و در فصل مہام زیردستان پیوستہ خوف الٰہی مطمح انظار آنہا بودہ۔ قوتی و دولتے قاہر برسر آنہا نبود کہ می بایست روئے استیذان بدومی آوردند۔

علی الضعیف المؤوف بل عاقب بعضهم بعضًا بالسیوف و ارادوا ان یأکلوا شرکاء هم و یستأصلوا اخوانهم و اکابرهم و آباء هم و کانوا من بعدهم کالذین لا شریک لهم فی الملک و هم متوحدون. و اکثرهم کانوا یعملون السیئات و یستوفون دقائق الشهوات و یترکون فرائض اللّٰہ و حدوده و الی شرک الاهواء یوفضون ثم لا یقصرون. و فرحوا بما عندهم من الدنیا واستقرء وا طرقا منکرة و أخذوا سبلا منقلة و طاغوا و زاغوا وانتهی امرهم الی فساد ذات البین فسقطوا من الزین فی الشّین فَغُیِّر زمانهم و قُلِّب دهرهم، ذالک

ترجمہ: خلاصہ بعد از مرور دہور صالحان ومتقیان از پدران ما از عالم ناپائدار پدرود شدہ اخلاف اجلاف جائے آنہا گرفتند۔ و در ایام خود بالنوبہ انہماک درشہوات عاجلہ و اضاعت جمیع امور صالحہ را وجہ ہمت خود قرار دادند۔ بالجملہ کافۂ امرائے مسلمین درآن عہد ہیچ شغلے غیر از استیفائے لذات دنیہ وارتکاب بر معاصی ومناہی نداشتند۔ وعمل بر احکام قرآن و اقامت صلوٰۃ را ہمہ خط کش نسیان ساختند۔ چون کار بدین غایت انجار یافت کہ از فقدان حرارت ایمانی و برودت غرازت دینی جسم بے روح و ہمہ ہاسگان جیفہ خوار دنیا و ملوث بقاذورات آن شدند خدائے علیم حکیم خواست آنہارا ازین خواب غفلت بیدار و از معارج بلند متنزّل و ذلیل و خوار سازد بیک ناگاہ گروہے از پرستاران اصنام کہ خود را خالصہ می گفتند از کنج خمول بمیدان بروز کردند۔

﴿۵۰۴﴾

بأنّ اللّٰہ لا یرضی ان یرث ارضہ الفاسقون. و کان بعضھم کمثل الذین ارتدوا من دین الاسلام و خلعوا عنھم رداء اسوۃ خیر الانام وکانوا لا یعرفون نعماء اللّٰہ ولا یشکرون. فغضب اللّٰہ علیھم و مزق ملکھم و جعلہ عضینَ و بعث اقوامًا کانوا یبسطون ایدیھم الی ممالکھم و یقتسمون. و کان ذالک الزمن زمان طوائف الملوک و کانوا الی ثغورھم یحکمون. و کان آبائی منھم یامرون علی ثغرھم و کالملوک علی قراھم یقتدرون. و کان یُرفع الیھم ما وقع فی رعایاھم فکانوا یحکمون کیف یشاء ون و لا یخافون الا اللّٰہ و لا

ترجمہ: این غولان بیابان از دانش وبینش عاری واز زیور آدمیت عاطل بودند۔ چون بدیدہ اعتبار نگاہ کنیم این دوودام وحشرات وہوام پاداش وخامت اعمال وکیفر کردار ہائے مسلمانان بودند کہ آنہا بر تجاوز از حدود الٰہیہ ومجاہرت اعمال سیئہ آگاہ شوند۔ خلاصہ آن گروہ خالصہ کہ غاشیۂ عامہ بودند ہمہ جدو جہد بر استیصال مسلمانان و استخلاص متملکات را از ایشان مقصود ومحصور داشتند و در ہر مصاف و میدان نصرت وظفر ہمرکاب انہا بود۔ در این ہنگامہ پرآشوب مصائب ونوازل فوق العادۃ مخصوصًا بر سر پدران ما فرود آمد باین معنی کہ آن گروہ خالصہ کہ فی الحقیقت طائفہ قطاع الطریق و ناجوانمردان سیاہ اندرون بودند از متصرفات و اثاثہ وامتعہ ہر چہ در دست پدران ما بود بقبض وتصرف خود درآوردند۔ و بر قتل ونہب وتخریب عمارات و ہدم بنیانہا و تفریق وتشتیت اجیال آنہا اکتفا نہ کردہ آتش در وار کتب آنہا

﴿۵۰۵﴾

یستجیزون احدا و لا یستاذنون. ثم نُقل صلحاء آبائی الی جوار رحمة اللّٰہ و خلف من بعدھم قوم اضاعوا الصالحات المسنونات و ما رعوھا حق رعایتھا و وقعوا فی البدعات والرسوم و ما تعافوھا و کانوا لدنیاھم یلتاعون. و کذالک ھبّت الریح فی تلک الایام علی جمیع امراء المسلمین و طوائف ملوکھم و غفلوا من الانقیاد الی اللّٰہ والاخبات لہ و عصوا أحکام القرآن و اذا قاموا الی الصلوٰة قاموا کسالی و کانوا یراء ون و لا یخلصون. و نظر اللّٰہ الیھم فوجدھم کاجساد لا ارواح فیھا ورآھم انھم انتکسوا علی الدنیا و کانوا

ترجمہ: زدند۔ چنانچہ پنج صد از مجلدات کتاب اللہ الفرقان ازین حرق بباد رفت۔ مسلمانان این ہمہ بے اندامی وخیرگی را بدیدۂ سر میدیدند و از عجز و بیچارگی خاموش بودند۔ بالآخر آتش این فتنہ بحدے سرکشید کہ مساجد ما معابد بتان ناپاک وعزیزان ما ذلیل و اکثرے عرضۂ حسام خون آشام آن لیام و اجب الملام گردیدند۔ زمین باہمہ سعت وفراخی برغربائے مسلمین تنگ آمد۔ ناچار با جماعۂ از عشائر وقبائل وخدم و غلامان در رنگ آل حضرت یعقوب ہر طرف سرگردان و حیران می گشتند۔ کفار ملاعین در بلاد آنہا شعار ورسوم کفر وشرک را اشاعت وترویج دادند و درمحو آثار امور اسلام سعی ہر چہ تمامتر درکار کردند۔ عجزۂ مسلمانان را درین ایام کار بجان رسید کہ ہیچکس قدرت آن نداشت کہ قرآن را جہراً تلاوت کند واذان نماز را در مسجد بگوید و گاوی را ذبح نماید و کسے را کہ برضا و رغبت خواہد اسلام آرد در دین خود

﴿۵۰۶﴾ مِمّا سواها يستوحشون. و كانوا يشفقون على مهمات دنياهم و على الدين لا يشفقون. و تلطخوا بقاذورات النشأة الاولى و غفلوا عن النشأة الثانية فما طلبوها و ما كانوا يطلبون. فاقتضت حكمة الله تعالى لينبّههم و اراد ان ينزع الملک منهم و يؤتى قومًا من عبدة الاوثان كانوا يسمون انفسهم "خالصة" و كانوا أميّين لا يعلمون شيئًا و لا يعقلون. فأهاج الله تقريبات عجيبة لنصرتهم و اقبالهم و ازعاج شجرة المسلمين و حطمهم ليعلموا انهم فسقوا أمام ربهم و انهم ظالمون. فقام "الخالصة" بجميع الجهد

ترجمہ: داخل فرماید۔ واگر چنانچہ کسے از مسلمانان مبادرت باین امور کرد جزائے آن قتل شنیع و اقلاً تقطیع دست و پا بود واگر برکسے رحم آوردند در چاہ زندانش محبوس کردند وبگذاشتند کہ تشنہ وگرسنہ ہمان جا روز زندگی رابشب آرد۔ خلاصہ مسلمانان دراین ایام ہدف آلام گونا گون ومظلوم وملہوف بودند۔ و ہمہ گوشہا از استماع نالہ وگریہ آنہا پنبہ آگندہ وکرشدہ بود۔ خانہ ومسکن را بنا می انداختند ولے نمی شد درآن سکنی بگیرند۔ از تجارہ واکتساب زر بدست می آوردند۔ اما برازان نمی خوردند۔ کمتر روزے میگزشت کہ وقتے قتل گاہے غارت وزمانے اسیری وقید نصیب حال آنہا نمی شد۔ زراعت می کردند ولے نمی شد خرمن اندوزند۔ شہرہا ویران وراہ ہا پرخوف وزراعت معدوم واموال مفقود و مسجد ہا وحشت افزا وعلوم ناپدید گشت۔ مسلمانان درچشم آنہا بیش از ملخ ومور وقعت و

و الهـمة ليستـأصـلـوا الـمسـلـمين و يصفو ملكهم لهم و اعانهم اللّٰه عونًا عـجيبـاً فـكـانـوا فـى كـل موطن يغلبون. ففى هذه الايام صبت على آبائى حـوادث و نـوازل و استـولـى ”الـخـالصة“ على بلادهم و جاسوا د يارهم و غـصبـوا مـلـكهـم و ريـاستهـم و استخلصوها من ايديهم و نهبوا اموالهم و خربوا عماراتهم و فرقوا أجيالهم و أحرقوا دار كتبهم و أُحرق فيها زهاء خـمسـمـائة مـجـلدات كتاب اللّٰه الفرقان و كان المسلمون ينظرون إليها ويبـكون. واتخذوا مساجد هم معابد اصنامهم وقتلوا كثيرًا منا بحسامهم و جـعـلوا أعزّتنا اذلة. حتى اذا بلغت الكربة منتهاها و أحاطت الهموم على آبائى

﴿۵۰۷﴾

ترجمہ: وزن نداشتند۔ آخر بعضے ازین ذلت روز افزون بہ تنگ آمدہ و نارستر را بر عار برگزیدہ ترک وطن عزیز گفتند واکثرے کہ تحمل مشاق ہجرت نتوانستند در دست بیداد کفار ناہنجار اسیر و پا در زنجیر ماندند۔ و ہر روز طعمۂ اژدہائے جور و جفائے آنہا می شدند۔ چون ہیچ حیلتے نماند و ہمہ درہائے خلق برروئے آنہا بستہ شد ناچار مسلمانان رو بہ درگاہ آفریدگار توانا آوردند و جبین تضرع و ابتہال بر خاک آستان خالق زمین و زمان بسودند و کشف این بلیہ و لعنت را گریہ و بکاہا نمودند۔ اللہ اللہ ہزاران ہزار از آنہا بجرم ذبح گاوے یا خواندن اذان وصلوٰۃ بقتل رسیدند۔ از ایذاء و عذاب متصل کم ماندہ بود ہمہ ہلاک شوند۔ می گریستند ونوحہ ہا میکردند۔ زلزلہ ہا برایشان وارد شد و ناکردہ گناہ کشتہ می شدند الی اینکہ نالہائے یتیمان و فغان بیوہ ہا تا بعرش

﴿۵۰۸﴾

وؔ ضاقت الأرض علیهم بما رحبت و اُخرجوا من دار ریاستهم فی نفر من اخوانهم و عبیدهم و خدمهم فکانوا فی کل ارض یتیهون. و أظهر الکفرة فی بلادهم شعائر الکفر و محوا آثارالاسلام و جعلوها غثاءً و قلبوا الأمور کلها و کذالک کانوا یفعلون. فأصابت المسلمین فی هذه الایام مصیبة عظیمة و داهیة عامة و ما کان لأحد ان یؤذن فی مسجد أو یقرأ القرآن جهرًا او یدخل احدًا من الهنود فی دین اللّٰہ أو یذبح بقرة، و کان الجزاء فی کل هذه الامور القتل والنهب و إن خُفّف فتقطیع الایدی والأرجل و ان رُحِمَ علیه

ترجمہ: رسید۔ زمین را درزیرقدم فساق اشرارتپ لرزہ بگرفت ومقربان وصالحان دست در دامان عفو و رحمت الٰہی بزدند۔ چون دعائے ضعیفان و بے تابان در حضرت خداوندی مجتمع شد وتوجہات مقرّبان مضاف بآن گردید واز ہرسو اسباب مساعدت کرد۔ و خداوندکریم دید کہ مسلمانان در ہر چیز از مال و جان وعیال و عرض ومتاع و رحال وعقاید و اعمال عرضۂ مصائب شدہ اند ونوازلہا بحد غایت رسیدہ از فور کرم ترحم برحال گنہ گاران کردہ گوش اجابت بر دعاہائے بندگان برگزیدۂ خود گزاشت۔ بندگانی کہ چون از پشیمانی آمرزش بخواہند آمرزیدہ شوند۔ وچون نزول رحمت را دست بیازند وزارنالیہا کنند بخشائیدہ شوند۔ وچون از جوش زاری و نیاز فغان بکشند یاری و یاوری کردہ شوند وچون برپیش آمدن اندوہے ورنجے برروافتند تائید دادہ شوند۔ وچون حلقۂ درتوبہ را بزنند ماردادہ

﴿۵۰۹﴾ فالحبس الشديد حتى يموت فى السجن ظمأً و مخمصةً و هم يشهدون. و كان المسلمون مظلومين مجروحين مغصوبين مضروبين كل الايام و ما كان لهم محيص و لا مناص و لا مخلّص و لا راحم وكانوا من كل باب يُطْرَدون. و كانوا يبنون بيتًا و لا يبيتون فيها ويكسبون أموالا و لا ينتفعون منها و لا يحظون وكانوا من كل جهة شُنَّت الغارات عليهم و يُنْهَبون. و كانوا تارة يحبسون و تارة يُقتلون و أخرى الى السبى يذهبون. وكانوا يزرعون بجهد مهجتهم و لا ياكلون مما زرعوا شيئا و لا يدّخرون. صُيّرت المدن خربة

ترجمہ: شوند۔ خلاصہ دعاہا مستجاب شد و تیرہا بہ ہدف نشست۔ و قضائے مبرم علی الغفلہ فتوی بہ ہلاک و بوار خالصۂ ناہنجار امضا فرمود۔ چون وقت تباہی وخرابی آنہا در رسید آتش عداوت و تباغض درمیان آنہا اشتعال و التہاب پزیرفت وقتل ابنائے جنس را مقصود غائی قرارداده درنده وار دنبال از ہم دریدن برادران افتادند۔ و ہریکے درین اندیشہ وکمین بود کہ برادر وانباز را بکشد بجہت اینکہ جائے او را بدست آرد۔ و بعد از او خود را حاکم با اقتدار بسازد۔ ازین بدسگالیہا کار بجائے رسید کہ بر پدران واعمام و برادران و پسران وزنان خود ہا تیغ بے دریغ از نیام برون کشیدند۔ و در روزے چند روئے زمین از وجود نجس و رجس آنہا پاک گشت وخونناب بے اندامیہا را فروخوردند۔ و در آن ایام انقسام برفرق و شعب یافتہ و ہرسومتفرق ومنشعب شده کمر برافساد و اضرار بے چارگان چست

﴿۵۱۰﴾ و الطرق مَخوفة والزروع معدومة والاموال مفقودة والمساجد موحشة والعلوم موء ودة، و كان المسلمون فی أعينهم كالجراد و فی الازدراء يزيدون. و كان طائفة منهم يهاجرون الى بلاد اُخرىٰ و يتركون بيوتهم و مساكنهم و على جناح التعجيل يرحلون. و اكثرهم كانوا كالمقيدين بأيدی الكفرة و كانت الفجرة كالأفاعی يصولون على المؤمنين و يلقفون. فتاب المسلمون الى ربهم و طرحوا بين يدی مولاهم الكريم و كانوا فی المساجد يخرون على المساجد و يدعون عليهم ولكشف هذا الرجز يتضرعون. و قد قتل ألوف منهم بما اذّنوا و صلّوا و ذبحوا بقرة أو عقروا وما كان لهم حكَم ليرفعوا قضاياهم اليه و لا كهف ليبكوا على بابه فكانوا فی كل وقت الى ربهم يرجعون. و أوذوا و عذبوا و كادت أن تزهق انفسهم و هم يندبون و يرثون. و زلزلوا زلزالا شديدًا و قُتّلوا تقتيلا

ترجمہ: بستند ۔ و در رنگ قطاع الطریق برصادران و واردان ترکتازیہا می نمودند ۔ از شدت جہل و حرمان از علم بحدی گول خرد وکژ فہم بودند کہ بہ حقیقت دل و دیدہ و گوش نداشتند ۔ از اندیشہ آخرت بکلی فارغ شدہ ہمگی ہمت آنہا بستہ بہ جلب سود این جہان و چون سگان مائل بہ مردار این عالم گزران بود ۔ بہر راہ می تاختند و بہر جا فتنہ می انداختند ۔ و ہر چہ از مال ومتاع می یافتند ۔ بغارت می بردند ۔قتل مسلمانان درپیش آنہا بیش ازکشتن پشۂ وزن و وقعت

﴿۵۱۱﴾

شنیعًا و بُدّدوا تبدیدًا حتی صعد الی العرش عویل الیتامی و نیاح الأرامل و ضجیج الضعفة وارتعدت الارض تحت اقدام الکفرة و أخذت المقربون أذیال رحمة اللّٰه و هم یشفعون. فلما اجتمعت أدعیة الضعفاء والمضطرین فی حضرة اللّٰه تعالی ولحقت بها توجهات المقربین و تواطئت الاسباب من کل جهة و طرف و رأی اللّٰه تعالی أن المسلمین أصیبوا فی مالهم و انفسهم و عیالهم و اعراضهم و رحالهم و عقائدهم و اعمالهم و رأی ان المصیبة قد بلغت انتهاء ها فنظر نظر التحنن والترحم الی المذنبین وادّکر قومه الذین هم عباده المنتخبون. الذین اذا استغفروا متندمین فیُغفرون. و اذا استنزلوا الرحمة باکین فیرحمون، و اذا استغاثوا متضرعین فینصرون. و اذا خروا ساجدین عند حدوث نازلة یسعی اللّٰه الیهم و یؤیّدون، و اذا جاء وا

ترجمہ: نداشت ۔ کذاب وغدار وخائن و بیوفا بودند ۔ ہیچ عہدے و ذمتے و حلفے وسوگندے را رعایت نمی کردند ۔ آخر دریائے رحمت الٰہی درتموج آمد وارادہ فرمود کہ جروح مسلمانان را اند مال وگردن آنہا را از طوق ستمگاران وزندان فرعونیان بے سامان نجات ومناص مرحمت فرماید و برزیردستان وہیچمرزان وکس میپرسان برحمت وامتنان باز آید ۔ بنابرآن **قومی** راکہ باقصائے زمین سکنی داشتند تحریکے و تہییجے دردل کرد ۔ آن گروہ باشکوہ برمسکنہائے نژند

﴿۵۱۲﴾ توّابیـن فیقبلون. و أجیبت الدعوات و سمعت التضرعات واشتد غضب اللّٰـه عـلـی ”الـخـالصة“ و قضی بهلاکهم و هم غافلون. فلما حان وقت هـلاکهـم أغـری الـلّٰـه بینهم العداوة والبغضاء یقتل بعضهم بعضًا فکانوا کـالسبـاع یفترسون اعزّتهم و یسفکون. و أراد کل واحد منهم ان یقطع دابـر أخیـه و أسرّوا فی انفسهم استیصال شرکائهم و قالوا لوقتلنا هؤلاء فبـعـدهـم انـا لـنـحـن الحاکمون. فسلّوا سیوفهم علی اٰباء هم و اعمامهم و اخـوانهم و ابنائهم فقضی الأمر فی ایام معدودات، و أذاقهم اللّٰه ما کانوا یستبـاحـون. و هم فی تلک الایّام تفرقوا و صاروا شیعا و جعلوا یفسدون فـی الارض و یـقـطـعـون الـطـریـق و یـصـولون علی المسافرین کالسباع و بـادلال الـدولة الـفانیة یستکبرون. و ما کان لهم علم لیتهذّبوا و لا قلب

ترجمہ: و نامیمون و بر مقام نفرین التیام آنہا بیکبارگی مانند قضائے آسمان فروریخت و بافواج ظفرامواج کہ پرچم نصرت و تائیدات آسمان برسرِ آنہا در اہتزاز بود خیام با احتشام در میدان بلدہ فیروز پور انتصاب فرمود۔ مسلمانان از قدوم میمنت لزوم آنہا در رنگ غنچہ کہ از ہبوب نسیم در انبساط آید شادمانیہا کردند و از فرط فرحت و نشاط در جامہ ہا نہ گنجیدند۔ خالصۂ ہالکہ را دست مقاومت ومحاربت با آن قوم کوتاہ شدہ جبانت و نامردی برآنہا استیلاء

﴿۵۱۳﴾

لیـفهـمـوا و لا آذان لیسـمعوا و لا اعین لیبصروا و کانوا کالوحوش البریة فوذرُوا الآخرة و ألغوها و کانوا یقعون علی الآجلة کالکلب علی الجیفة أو یـزیـدون. فما بقی من مهجّة و لا شعب الا شغبوا علیها و ما رأوا من اموال الا نهبـوهـا و کـان سـفک دمـاء المسلمین عندهم أخفّ من قتل بعوضة و کانوا علی قتلهم یحرصون. و کانوا کذابین غدارین لا یرقبون اِلَّهُم و لا یـرعـون حلفهم و ینقضون العهود و ینکثون الایمان ولا یتقون. فاراد اللّٰه ان یأسو جروح المسلمین و یفک رقبتهم من نیر الظالمین و ینقذهم مـن سـجن الفرعونیّین و یمن علی الذین کانوا یستضعفون. فدعا قومًا من أقصی الارض فنسلوا الی دُویرتهم الخریبة ینقصونها من أطرافها و جاء وا بأفواج کرارة مبشرة بنجاح و فتح و نزلوا بعراء بلدة اسمها ”فیروزبور“

ترجمہ: یا فتہ و خون در ابدان خوشیدہ و عار فرار را برگزیدہ رو بہ خانہائے ویران بگریختند۔ و خدائے عظیم وحکیم در دل آنہا رعبے بزرگی انداخت و اندوہ شگرفی را در سینہ آنہا جا داد و آتش فوق العادہ را در کانون احشائے آنہا برافروخت تا از حب زندگی بہ ہیئت مخنثان پشت بدادند۔ و بسیارے از دست جوانان آن قوم فرخندہ بخت طعمۂ نہنگ تیغ و اکثرے غرقۂ آب دریا شدند۔ وقلیلے کہ باقی ماندند با حیاتے کہ مثیل ممات و وجودے کہ ہمکنار صد ہزار نفرین بود در گوشہ ہائے

﴿۵۱۴﴾

و کان المسلمون برّیا قدومهم یفرحون. فما کان "للخالصة" الدّنیّة ان یقاوموهم أو یحاربوهم و ألقی اللّٰه علیهم الفشل کأنّ الدم عُصِرَ من ابدانهم فواجهوا الی بیوتهم و هم یُهزمون. و ألقی اللّٰه فی قلوبهم رعبا عجیبا و هیج البلا بل فی صدورهم و اضرم فی احشائهم جمرة حب الحیاة فولوا الدبر کالخناثی و هم یبکون. و عاقبتهم فتیة قوم کان عون اللّٰه معهم و سقطوا علی وجوههم المسودة الدمیمة کالشهب فکثیر منهم قتلوا و کثیر غرقوا فی الیم و کثیر شابهوا الاموات و هم یهربون. و هربت الحواس من بطون دماغهم کأنه خدرت اعضاء هم کلها او هم مفلوجون. و أقرّ اللّٰه

ترجمہ: گمنامی خزیدند۔ مسلمانان از دیدار رایات نصرت آیات آن انصار و اعوان شادکام و فرحان شدند۔ و خالصہ دنیّہ برنگ رگہائے خردے کہ بر سطح پوست پشہ میباشد دوختہ و پیوستہ بزمین و ہمچو شخصے کہ چنگال اجلش محکم بگیرد سراسیمہ و حیران گردیدند۔ و یقین آن داشتند کہ دراین دیر و زود عین و اثر آنہا از صفحۂ ہستی محو و ناپدید بشود۔ مسلمانان چون این حال را مشاہدہ کردند دست دعا درحق قاتلان خالصہ برافراشتند و از جذر قلب مبارکبادہا و تہنیت ہا بر ناصران و محسنان خود عرض دادند و بصدق دل اعتراف آن کردند کہ آنہا حامیان و محسنان ماہستند و اگر چنانچہ کفران نعمت آنہا از دست و زبان ما بہ ظہور آید در زمرۂ ظالمان و بیوفایان محسوب و معدود شویم۔ خلاصہ خدائے قادر بیخ فسقہ خالصہ برکندہ و نشانہائے آنہارا از

﴿۵۱۵﴾

اعینَ المسلمین برؤیة رایات أنصارهم و دُقّقت "الخالصة" علی وجه الارض کالعروق الصغار المنتسجة علی سطح جلد البعوضة و تَراءَوا کالمغشی علیه من الموت و تیقنوا أنهم سیوبقون. و کان المسلمون یدعون لقاتلی "الخالصة" قائلین جزیتم خیرًا و وقیتم ضیرًا انکم محسنونًا و ان کفرنا فانا ظالمون. فمحا اللّٰه بایدیهم اسم "الخالصة" من تحت السماء و استأصلهم من أرضهم و رفع مؤونتهم من خلقه فما تری منهم من أثر کان الارض ابتلعتهم فیا للعجیبة ایها الناظرون! والآن نقص علیکم قلیلا من حالات هذا القوم الذی جعله اللّٰه للمسلمین أَوَاصِرَ رحمه و أرسلهم لنا کالناصر الحارد او المغنم البارد لیجزی المؤذین الملطّطین جزاء أعمالهم و یؤمنّ قوما

ترجمہ: بالائے ادیم زمین محو وحک ساختہ بار وجود بے جود آنہا را از دوش خلقت بیچارہ بر انداخت وآ ثارآ نہارا بہ نہجے مفقود ومعدوم کرد کہ پنداری زمین آنہارا فرو خورد۔

اکنون وقت آن آمد کہ نبذے از حالات این قوم فرخ قدم شرح بدہیم کہ وجود ہمایون آنہا بجہت مسلمانان نصرت الٰہیہ وغنیمت باردہ ودر بارۂ موذیان حق پوش عقاب الیم ونمونہ جحیم ثابت شدہ۔ ومصلحت آن است کہ بجہت ایشان تذکرہ جداگانہ کہ از مشارکت لوث وجود خالصہ ممیّز وممتاز باشد مخصوص ومقرر بکنیم۔ مقصود ما ازین امر اکرام وتعظیم نعمت حق تعالیٰ می باشد و امید واثق داریم

﴿۵۱۶﴾ كانـوا يخوفون. و إني أرى أن أذكرهم بتذكرة مميزة على حدة منزهة من مشـاركة ذكـر ''الـخـالـصة'' اكـرامـا لنعمة اللّٰه تعالى لعل اللّٰه يجعلنا من الـذين يعظمون نعماء ه و يشكرون. و لأ تّبع سبيل السيدّ الذى سنّ الشكر للـنـاس و قـال: مـن لـم يشـكر الناس فلم يشكر اللّٰه ' و نستكفى به الافتنان بإطراء فى مدح او اغضاء عند قدح ولا نقول الا الحق فليشهد الشاهدون.

ترجمہ: او (تعالیٰ شانہٗ) ما را از زمرہ بشمار د کہ نعمت ہائے او را بدیدۂ تعظیم وتشکر می بینند۔ وہم غرض ما ازین عمل اتباع اسوۂ حسنہ آن سیدانام (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میباشد کہ سنت شکر را بنیاد گزاشتہ وفرمودہ آنکہ شکر انسان نہ کرد شکر خدا بجا نیاورد۔ واز خدا مسئلت می نمائم کہ او ما را محفوظ دارد ازین کہ اطرا در مدح و اغضا در وقت قدح بکنیم و حرفے جز حق وصدق برزبان آریم۔

ذکر الدولة البرطانية و قيصرة الهند
جزاها اللّٰه عنا خير الجزاء

اعلموا أيها الإخوان أننا قد نجونا من ايدى الظالمين فى ظل دولة هذه الـمـليـكة التى نـمّقـنا اسمها فى العنوان. التى نضرنا فى حكومتها كنضارة الأرض فى ايام التهتان. هى اعزّ من الزَّبّاء بملكها و ملكوتها اللهم بارك لنا وجـودهـا و جودها واحفظ ملكها من مكائد الروس و مما يصنعون. قد رأينا منها الاحسان الكثير والعيش النضير فان فرطنا فى جنبها فقد فرطنا فى جنب اللّٰه

ترجمہ

ذکر دولت عظیمہ برطانیہ وقیصرہ ہند
جَزاہا اللّٰہ عنا خیرالجزاء

برادران برشما مخفی نماند کہ ما درعہد سعادت مہد وظل ممدود این **ملکہ** ٔ معظّمہ کہ لقب مبارکش را زیب عنوان ساختیم از پنجۂ آہنین ستمگاران تیرہ درون رستگار شدیم۔ بخت ما درین زمان برکت توامان بمثابۂ فرخندگی و بہروزی دریافتہ کہ روئے زمین

﴿۵۱۸﴾

و ان شر الدواب عند اللّٰہ الاشرار الذین یؤذون المحسنین و یُتبِعون المریحین، فاللّٰہ یضع الفاس علی اشجار حیاتهم فهم یُقطعون. ایها الناس انا کنا قبل عهد دولة هذه الملیکة المکرمة مخذولین مطرودین من کل طرف لا نعرف سکنا، و لا نملک مسکنا و کانت "الخالصة" یخطفون اموالنا خطفة الباشقِ، ثم یمرقون مروق السهم الراشق و ینسلون. و کنا کالذین فی المعامی و الموامی یُستفردون، و من لظی الغربة یتأججون. فنجانا اللّٰہ من هذه البلایا کلها و اعاننا بقوم ذی الوجه البدری واللون الدری فعادت بقدومهم أیام روحنا و ریحاننا و رأینا بهم شکل أوطاننا و إخواننا و أیدوا و نصروا و قاموا لإیطاننا فدخلنا بعد

ترجمہ: از نزول باران متصل طراوت و نضارت می یابد۔ این ملکۂ جلیلہ جمیلہ را در ملک و ملکوتش رعیت جان نثارش از زبّاء دوست تر و عزیز تر میدارند۔ الٰہی وجود و جودش را از بہر ما مبارک بفرما و ملک وے را از مکائد روس منحوس محفوظ دار۔ آمین

ازین سرا پردہ نشین عظمت احسان کثیر و عیش نضیر دیدہ ایم اگر از کافر نعمتی تقصیرے در ادائے حقوقش بکنیم ہما نا تفریط در حقوق حق تعالیٰ کردہ باشیم۔ بدترین آفرینش در نزد خدا آن بدکرداران می باشند کہ ایذاء و اضرار محسنان و راحت رسانان را پیش نہاد ہمت می سازند۔ عاقبت کار خدائے کریم بر درخت زندگی آنہا تبر ہلاکت میگزارد و آنہا را از بیخ برمیکند۔ برادران قبل از عہد این ملکہ مکرمہ صورت حال ما این بود کہ ازینجا دواندہ و از آنجا راندہ بے یار و بے دیار۔ خالصہ اموال مارا ہمچو باز

﴿۵۱۹﴾

عمرٍ فی الذین یروّحون. و ظهرنا برؤیة رایاتهم ظهور الشمس بالصباح، و تقوینا بعنایاتهم تقوی الاجسام بالارواح، و ودّعنا بقدومهم أبا غمرة و أبا عمرة، کان قد اضرم فی احشائنا الجمرة، و صرنا من الذین یعیشون بأرغد عیش و بنوم الأَمنة ینامون. و اول ما لقفنا من آلائهم و ثقفنا من نعمائهم هو الأمن و النجاة من تطاول اللّیام. و ظلم عبدة الاصنام. فانهم آمنونا من کل خوف و جبروا بالنا و أزالوا بلبالنا فدخلنا الجنة بعد ما کنا من الذین هم یعذّبون. و صرنا فی هذا العهد المبارک من ارباب البضاعة و اولی المکسبة بالصناعة و من الذین یتنعمون. و اما فی عهد "الخالصة" فکانت تجاراتنا عرضة للمخاطرات. و زروعنا

ترجمہ: درمی ربودند و چنانچہ تیراز کمان بجہد دردم از دیدہ غائب می شدند۔ ومثال ما مثال شخصے بود کہ تنہا و جریدہ در بیابان و دشت حیران و پریشان و از آتش غربت سوزان و تپان باشد۔ آفریدگار مہربان مارا ازان بلیۂ جان فرسا نجات دادہ در ظل حمایت قومے ما و او ملجا مرحمت فرمودہ کہ روئے بدرسان و چہرہ روکش دُر درخشان دارند۔ از قدوم آنہا آن آب رفتہ در جوئے ما باز آمدہ ونہال پژمریدۂ ما باز بار آوردہ۔ از دستگیری و نصرت آنہا دیگر روئے اوطان مالوفہ و مساکن معہودہ دیدیم و بعد از زمانے دراز روئے امن وراحت را مشاہدہ کردیم۔ وچون رایات ظفر آیات آنہا را دیدیم از کنج ہائے خمول وخفا مثل آفتاب در صباح بر آمدیم و از عنایات ایشان مانند جسم بروح تقوی تغذی یافتیم۔ ایام قحط و موجبات

﴿۵۲۰﴾ طعمة للغارات، و صناعاتنا غير فاضلة الأقوات. و مع ذالک محدودة الاوقات و كان انسلاكنا في أعوان رياستهم و عمالهم و عملتهم و حفدتهم تمهيدا للغرامات و ارهاصًا لانواع التبعة والعقوبات. و كنا كشيءٍ يقلّب في يوم مائة مرة ما ندرى اين نكون غدا أفي الاحياء أو في الذين يشغبون ثم يقتلون.

فالحمد لله الذى بدلنا من بعد خوفنا أمنا و أعطانا مليكة رحيمة كريمة ما نرى فى عمالها سطوة المتحكمين. و نَضُنضة اللادغين العاضّين بل هم على الضعفاء يرحمون. و نحن تحت ظلهم نقتحم الأخطار، و نخوض الغمار لندرک الاوطار و مع ذالک كنا من الذين لا خوف عليهم و لا هم يحزنون. و ان اتفق أن تركنا البيوت عورة و فارقنا الديار

ترجمہ: گرسنگی کہ خلق را آتش درخرمن جان و ایمان زدہ بود بہ یمن این دولت فرخ رخت بربستہ وخلق اکنون با فراغ دل بخواب امن استراحت میکند۔ اول نعمتی ونخستین برکتے کہ ازین قوم مبارک نصیب حال ما شدہ دولت امن ونجات از دست بیدادفرومایگان و جفا کاران بت پرست می باشد۔ از ہمہ خوف وخطر مارا ایمن گردانیدہ و جبرشکست دلہائے ما کردہ و ہرگونہ اندوہ و اندیشہ را از مادور ساختہ و درحقیقت از عذاب ہائے زہرہ گداز رہائی بخشیدہ بہ جنت در آوردہ اند۔ وہم درین عہد مبارک از ارباب بضاعت و بہرہ اندوزان از اکتساب و صناعت شدہ ایم وگرنہ پیش ازین در ایام خالصہ تجارت ما عرضۂ خطر و کشتہائے ماطعمۂ غارت وحاصل حرفہ وصناعت بدشواری ہرچہ تمام ترموجب سدّ رمق می بود و با این ہمہ روزے چند بیش قیام وقرار نمی گرفت۔ واگر بفرض از ما کسے

فجآءة ما كان ان يمسّنا من سوءٍ بل كنا فى امن من كل حرامى و سارق كأنه لم نَرُم و جارَنا و ظعنّا عن الفِنا و جارِنا فكيف لا نشكر ايها الغافلون. انهم أعطونا حرية تامة فى اشاعة الدين و تاليف الكتب و اقامة البراهين و الوعظ و دعوة الخلق إلى الاسلام و فى الصوم والصلٰوة و الحج والزكٰوة و اكثر قضايا الشريعة إلى الشريعة يردّون. و يستفتون من علماء الاسلام فى معاملات المسلمين ولا يعتدون. و يفتشون عند كل حكم و قضاء و فصل و امضاء و لا يستعجلون. و اذا حضر محاكماتهم المسلمان يرغبونهم فى شورى المسلمين و يعظونهم ليقبلوا حَكَمًا حَكَمًا من اهلهما و اذا قبلوا فيفرحون. و ظهرت فى ايامهم علوم الاسلام و سنن خير الانام صلى اللّٰه عليه وسلم ﴿۵۲۱﴾

ترجمہ: مَسلک دراعوان ریاست وعملہ وعمال و خدم گردید عرضۂ گونا گون تاوان ہا و غرامہا ومورد انواع وخامت عاقبت می شد۔ گویا نوکری تمہید ومقدمۂ ہر رنگ عقاب ووبال بود حال ما مانندی چیزے بود کہ در روزے صد بار زیروز بر کردہ شود۔ ہرگز کسے بجزم وقطع نمی توانست بگوید کہ فردا حالش چہ خواہد بود۔ درمیان زندہ ہا باشد یا در زمرۂ بغارت رفتہا وکشتہا جا گیرد۔ صد ہزار سپاس وستائش مرخدائے راست کہ آن ہمہ خوف وترس وبیم را بہ امن وامان بدل وعوض فرمودہ و برسر ما سایۂ **ملکۂ کریمہ** گستردہ کہ عاملانش سطوت وتحکم وتجبر ندارند و نہ مثل مار کسے را گزند وآزار می رسانند۔ بلکہ بر زیردستان ترحم مے آرند۔ امروز مارا میسرست کہ دست در ہر گونہ کارہائے سترگ وامور بزرگ دراندازیم وبجہت استحصال مقاصد واغراض ہر صعب ناک مہمے کہ خواہیم درپیش گیریم و با این ہمہ ہیچ خوف وخطر وحزن وملال لاحق

﴿۵۲۲﴾ و لا ینکرها الا المتعصبون. و کم من مدارس عمروها و اشاعوا انواع الفنون و اخرجوا کل ما کان کالمدفون. و رتبوا فیها قواعد الامتحان، لیکرم الطالب اویُهان. ولا شک انهم احسنوا ضوابط التعلیم و أکملوا طرق التفهیم و ملکوا فی هذا الأمر کل زندة متعسّرة الاقتداح و کل قلعة مستصعبة الافتتاح، و مع ذالک مؤونة هذا التعلیم قلیلة و ایامها معدودة و فوائدها جلیلة فلیغبط الغابطون. ولعمری ان هذا القوم

ترجمہ: و عاید بحال ما نشود۔ اگر چنانچہ بیک نا گاہ باید آہنگ سفر را ساز بکنیم ولذا باید خانہ ہا را بے پاس و حفظ خود مان در عقب بگزاریم ہیچ باک از دز و شب رو تیرہ درون نداریم۔ ہیچ تفاوتے نمی باشد از این کہ پنداری در زمرۂ دوستان و برادران خویش نشستہ و از دیوار خانہ ہا برون نرفتہ ایم۔ اکنون عاقلان خود بگویند کہ با این نعمتہا چگونہ شکر این دولت عظمیٰ بجا نیاریم۔ مارا آزادی کلّی و اقتدار تام در جمیع امور اسلام از اشاعت دین و تالیف کتب و اقامت براہین و وعظ و دعوت خلق باسلام و روزہ و نماز و حج و زکوٰۃ مرحمت فرمودہ اند۔ اکثر قضیہ ہائے مسلمانان را کہ تعلق بہ شریعت غرائے محمدیہ (علیٰ صاحبہا السلام والتحیۃ) دارد بشریعت رو میکنند۔ و در معاملات مسلمانان استفتا از علمائے اسلام میفر مایند و از اعتدا اعراض می نمایند و در وقت امضائے حکمے و نفاذ امرے ہرگونہ تانی و تفتیش ممکن باشد بجا می آرند و عجلت را روا نمی دارند۔ و چون دو مسلم حکومت خود را با نہا مرفوع کنند اولاً ہر نہج ترغیب و تحریص آن مید ہند کہ آن ہر دو رجوع بہ شورائے مسلمانان آورند۔ و از میان خود ہا حکم برگزینند۔ و برقبول آنہا این مشورت

﴿۵۲۳﴾ قوم أرسله الله لنا و لخيرنا، أبادوا من أبادنا، و قلدوا بالنعم أجيادنا، ووجب علينا شكرهم بالقلب واللسان و هل جزاء الاحسان الا الاحسان فليتلقه المسلمون بالاجلال والاعظام و يحملوا نيرطاعتهم على كاهل المَبَرَّة والاكرام، و من عصاهم منا أو خرج عليهم أو حاربهم فاولئک الذين اعتدوا حدود الله و رسوله و أولئک هم الجاهلون. و حرام على المؤمنين تجديفهم حتى يُغيّروا ما بأنفسهم و ما كان لمؤمنٍ و لا مؤمنة أن يعصى فى المعروف ملكا يحفظ عرضه

ترجمہ: واندرز را شادمان میگردند۔ وہم درایں ایام علوم اسلام وسنن حضرت خیر انام علیہ الصلوٰۃ والسلام ظہور فوق العادۃ پذیرفتہ و بریں امر جز متعصبے کور باطن انکار نتواند بکند۔ بجہت اشاعت وترویج انواع علوم وفنون مدارس اقامت کردہ و دفائن وخزائن علوم را در عالم اشتہار دادہ اند۔ ودریں مدارس بجہت امتحان قواعد وضوابط تہذیب وترتیب فرمودہ کہ طلباء در ہنگام آزمائش مستوجب انعام واکرام برآیند یا مستحق ملام۔ شک نیست کہ در اتقان ضوابط تعلیم ہرگونہ دشواریہا ومشکلات را کہ خیلے متعسر وممتنع وامی نمود تسہیل و چیزے پیش دست ساختہ اند۔ و بالائے این ہمہ مؤنت این تعلیم خیلے قلیل وایام آن معدود و فائدہ اش جلیل می باشد۔ لاریب این قوم را خدائے رحیم بجہت بہبود ما فرستادہ۔ آنہا دشمنان مارا ہلاک ساختہ۔ گردن مارا بہ قلادہائے نعمت ومنت بستہ اند۔ چہ قدر لازم وواجب است کہ بدل وجان سپاس آنہا بجا آریم زیرا کہ جزائے احسان جز باحسان نمی باشد۔ مسلمانان را باید باجلال واعظام آنہا راپذیرند و غاشیۂ وطاعت آنہا بردوش انقیاد واکرام بگیرند۔ و ہرکہ از ما عصیان ورزد یا خروج وبغی و جنگ درحق آنہا اختیار کند۔ لاریب

﴿۵۲۴﴾

و ماله و يتحامى اهله و عياله و يفشى الاحسان و يذهب الاحزان و ينشىء الاستحسان، فخذوا الفتوى ايها المستفتون. فأذنوا بحكم اللّٰه و لا تميلو الى جذبات النفس و لا تأذنوا بآراء العلماء الذين يفتون بغير علم فيَضلون و يُضلون. اننا لقد عاينّا آلاء كثيرة و نعماء كبيرة من قيصرة الهند فكيف ننساها و نكفربها و ان اللّٰه لا يرضى لعباده أن يكفروا و هم منعمون. لا ريب فى ان القيصرة احد جناحى المسلمين

ترجمہ: او متجاوز از حدود خدا و رسول و جاہل از سنن ہدی خواہد بود۔ مسلمانان را ناسپاسی ہرگز روا نیست تا آنہا خود ہا را از خود تغیر ندہند و ہیچ مومن و مومنہ را سزاوار نیست کہ در امور معروف داغ عصیان ملکے برجبین خود زند کہ او حافظ عرض و مال و حامیٔ اہل و عیال او باشد۔ و آن ملک از غایت کرم احسان ہا را دربارۂ او اظہار رنج و غمہائے او را دور میکند۔ مستفتیان باید این فتوی را بگیرند بپزیدند۔ اکنون گوش بحکم خدا بنہید۔ و بر جذبات نفس پشت پا زدہ رائے آن علماء را کہ از جہل فتوی میدہند و گمراہ میشوند و میکنند بموقع قبول جا مدہید۔ خدا میداند کہ ما از قیصرہ ہند نعمتہائے بزرگ و بسیار دیدہ ایم چگونہ شود کہ نسیان و کفران آنہا روا داریم زیرا کہ حق تعالیٰ ہرگز راضی نمی شود کہ بندگانش راہ کفران را بگیرند۔

فی الحقیقت قیصرہ ہند یک جناح مسلمانان و حافظۂ اسلام و محسنۂ آنہا می باشد۔ وجودش برائے ما برکتے و جودش بجہت ما ابر کرم است۔ او ہرگز رضا باذیت ما نہ دادہ و خداوند بزرگش از ظلم و ستم و تغافل محفوظ داشتہ۔ گروہ ہائی مختلف و قومہائے گوناگون درزیر دامان و سیعش ماوا و ملاذ دارند و ہر یک بعنایت خاصش مباہات می نمایند۔

این افساد و تطاول قسیسان کہ شیوع دارد و از ہر جانب سموم دم مسموم آنہا می وزد۔

﴿۵۲۵﴾ و حَافظة آثار الاسلام و من الذين هم يحسنون. وجودها لنا بركة وجودها لنا مُزْنة ليست على اذيتنا براضية، و قد عصمها اللّٰه من ظلم و تغاضٍي. آوت اقوامًا متفرقة فى ذيل فضفاض كل حزب بعنايتها فرحون. و اما فساد قسيسين و تطاولهم و هبوب سمومهم، و شيوع ضلالات الفلاسفة و انتشار علومهم، فليس فيها دخل هذه المليكة مثقال ذرة و هذه الدولة برية من الظن بحمايتها بل هذه نتائج حرية قد أُعطى لكل قوم نصيب تام منها ' و ما اعطى قانون القيصرة حقا زائدا للقسيسين على المسلمين، بل سواهما فى ذالک فلم يرتاب المرتابون و من فهم ان القسيسين شعبة من شعب هذه الدولة و انهم يعظون بأمرا القيصرة فقد ضل ضلالا بعيدًا و صار من الذين يظلمون.

ترجمہ: وضلالت وغوایت فلسفیان کہ عالم را تیرہ وتار گردانیدہ وعلوم ناپاک آنہا شہرت تمام یافتہ است ملکۂ معظّمہ ہیچ تعلق و دخل باین امور ندارد وساحت این دولت ازظن حمایت آنہابکلی مبرا می باشد۔ بلے این ہاہمہ از نتائج آن آزادی ناشی وفاشی شدہ کہ ہرقومے راازآن بہرۂ وافر بخشیدہ اند۔ اسقفان ہیچ حقے زاید برمسلمانان ندارند بلکہ درین باب ہر دوگروہ مساوی می باشند۔ و ہرکہ گمان دارد کہ اسقفان شعبۂ از شعبہائے این دولت می باشند و وعظ وتبلیغ برحث وتائید قیصرہ می نمایند او خیلے غلط کار وستمگار باشد۔ ہرگز نمی شود کہ قیصرۂ ہند اہل اسلام را از اشاعت اسلام منع و زجر می فرماید۔ چنانچہ پر ظاہرست کہ قومے از متمذ ہبانش درقرب دار دولت اوکلمۂ طیبہ اسلام رابجان پذیرفتہ وتاسیس وتعمیر مساجد نمودہ اند۔ خلاصہ عنایات والطافش مخصوص بقومے خاصے نیست۔ واین

﴿۵۲۶﴾

اتمنع القیصرة من اشاعة دین الاسلام و کأیّن من قومها و من نواح دار دولتها أسلموا و أسّس المساجد فیها وعمرت فما لکم لا تفهمون. و عنایاتها لیست مختصة بقوم دون قوم، ذلک ظن الذین یقنعون علی خیالات سطحیة و هم عن حقیقة الامر غافلون. انظروا الی آثار فیضها کیف اقامت فی کل بلدة أندیة الافادة فمنها أندیة الادب و منها أندیة سیاسة المدن و وشحتها بشوری الحکماء و العقلاء و أجرت من العلوم انهارًا. و فتحت للطلباء مدارس و همّنت لفقراء هم درهما و دینارًا، و أعانتهم ادرارًا، و طالما داومت علی ذلک فاشکروا لها ایها المسلمون، وادعوا اللّٰه ان یدیم عزّ هذه الملیکة الکریمة و ینصرها علی الروس المنحوس و یدخلها فی الذین آمنوا باللّٰہ و رسوله

ترجمہ: گمان بد درسرآنہا جامیگیرد کہ قانع بر خیالات سطحیہ و از فقدان ملکۂ غور وفکر غافل از حقیقت امر می باشند۔ نظر بر اثبات این مدعا می توانیم آن آثار فیوضش را گواہ بیاریم کہ از وفور کرم در ہر بلدہ مجلسہائے افادات برپا فرمودہ است کہ از جملہ آن مجلس اشاعت وترویج ادب ومجلس سیاست مدن وہمچنین مجالس دیگر میباشد۔ این ہمہ مجالس امورش باتفاق رائے وشورائے عقلاء وحکماء قطع وفصل می باید۔

فرخندہ مادر مہربانی کہ دریا ہائے علوم را روان ساختہ و درسگاہ ہا بجہت طلباء مفتوح فرمودہ۔ تہید ستان و بیزاران را از قبل دولت اورار وموظفات واعانہ مرحمت میفرماید۔ اے مسلمانان برخیزید وشکر این عطیات را بجا بیارید و از خدا مسئلت بنمائید کہ این **ملکۂ کریمہ** را بقائے دوام و بر روس منحوس نصرت وظفر بہ بخشد۔

﴿۵۴۷﴾

وَ یعطیها خیر الکونین و یجعلها من الذین أوتوا حظ الدارین و یسعدون.

یا قیصرة الهند وُقیتِ التَّلَفَ و أُنیست کل رُزء سلَف، قد بذلت فی اقامة الامن جهد المستطیع و وسعت الحریة غایة التوسیع و نجیت المسلمین من هموم ناصبة، و أخرجت لهم اصداف درر ناضبة و رأینا منک راحة القلوب و قرة الاعین و تودیع الکروب فواهًا لک لو کنت من الذین یسلمون. جزاک اللّٰہ عنا خیر الجزاء.

و اعطاک ما فی قلبک من التمنا[1]. لا ینسی نعماءک ذریة المسلمین، و لا یمحی

ترجمہ: و او را در جماعہ کہ بخدا و رسول وے ایمان آوردہ اند۔ داخل و در عطائے خیر کونین و حظ دارین شامل سازد۔

اے قیصرہ ہند (خدا از تلف محفوظت دارد و ہر رنج گزشتہ از دلت فراموش بشود) ہر قدر استطاعت و جہد وسعی ممکن بود در اقامت امن و توسیع آزادی و فراغ بال مبذول فرمودی۔ و مسلمانان را از اندوہ و رنج جان فرسا نجات بخشیدہ دامن دامن درہائے مقصود بر اوشان نثار کردی۔ بخدا کہ از لطف تو راحت قلوب و قرت اعین نصیب ما شدہ۔ اے فرخا حال نیکو مآل تو اگر لباس پاکیزۂ اسلام را در برمیداشتی۔ حق تعالیٰ از ما جزائے خیرت دہد و ہمہ متمنیات دل ترا بر آرد۔ اولاد مسلمانان احسانہائے ترا ابدا فراموش نہ کنند۔ و نام ہمایونت از دفتر اہل فرقان تا قیامت محونشود۔ اے خوشا حال تو۔ تو بر قومے نظر احسان و امتنان مبذول فرمودی کہ ذلیل و خوار گردیدہ بود۔ این زمان و زمانیان منقطع شوند ولے مآثر جمیلہ ات ابدالدہر روئے انقطاع نخواہد دید۔

[1] سہو کتابت ہے صحیح " التمنّٰی " ہے۔

﴿۵۲۸﴾

اسمکؔ عن دفاتر الفرقانيين. ينقطع الزمان و لا ينقطع ذكر مآثرک، فطوبى لک ايتها المحسنة الى الذين كانوا يُقمعون. أيتها المليكة المكرمة انى فكرت فى نفسى فى كمالاتک فوجدتک انک حاذقة يمرّ رايک فى شعاب المعضلات مر السحاب، و تزف مداركک فى الغامضات كزف العقاب، و لک يد طولى فى استنباط الدقائق و مآثر غراء فى تفتيش الحقائق، و أنت بفضل الله من الذين يصيبون فى استقراء المسالک و لا يخطون. انت يا مليكة تستشفين كل

ترجمہ: اے ملیکۂ مکرمہ چون با خود در کمالات عجیبہ ات در اندیشہ رفتم دیدم کہ رائے رزین و فکر متین تو از کمال جودت و حذاقت در شعاب امور مشکلہ و غامضہ از سیر ابرو پرواز عقاب سریع تر می رسد و فہمیدم کہ در استنباط دقائق ید طولی و در تفتیش حقائق مآثر غرّا میداری۔ و دریافتم کہ از فضل خدا در استقرائے مسالک رائے تو پیوستہ بر صواب و مصئون از خطا می باشد۔ با فکر دقیق و ذہن رسا ہر گونہ جوہر برگزیدہ و نکات معدلت و نصفت استنباط و استخراج میکنی۔ چنانچہ ازین بابت ترا مآثرے کہ مذاق شیرین و سیاق نمکین دارد و بر صفحات زمانہ مثبت میباشد و ستودہا و برگزیدہا نیز در ثنائے تو رطب اللسان ہستند۔ اکنون بعد از آنکہ کمالات و صفات ترا کہ مشام چار دانگ عالم را معطر دارد بخاطر آوردم در دلم ریختند کہ ترا از امرے باخبر بسازم کہ در نزد خدا از آن رفعت و قدر تو بلند و زیاد گردد۔ و خدا آگاہ است کہ از جوش دلش مذکور میکنم زیرا کہ اخلاص و حب قلبی مرا برآن می آرد کہ بہر چہ در آن فلاح و صلاح تو مرکوز باشد ترا دعوت بکنم و لوازم شکرت نمی خواہم انعامی آن بنمایم و ہمہ اعمال بستہ بہ نیات می باشد و مخلص از صدق نیت شناختہ گردد۔ ہرگز ہیچ مخلصے را

﴿۵۲۹﴾

جوّھر نقی و تستنبطین دقائق المعدلة بفکر دقیق و ذھن ذکی و ان لک فی ھذہ اللیاقة مآثر حلوّ المذاقة ملیح السیاقة و یحمدک المحمودون. فالآن قد اُلقی فی بالی بعد تصور کمالاتک و حسن صفاتک التی تضوعت ریحھا فی العالم ان أخبرک من أمر عظیم، لیرتفع بہ قدرک عند رب کریم. وما اذکرہ الّا بفورة إخلاصی لان اخلاصی قد اقتضی ان ادعوک الی خیرک ولا أُلغی لوازم شکرک و

ترجمہ: سزاوار نیست کہ امرِ خیر را از محسن خود پنہان دارد بلکہ بر او واجب است کہ متاع خود را بر او عرض بدہد۔ اے ملکۂ کریمۂ عظیمہ من خیلے در شگفت فرو ماندہ ام کہ با این کمال فضل و علم و فراست از قبول اسلام ابا میداری و چنانچہ در امور عظام امعان و غور را کار میفرمائی در اسلام نگاہے نمی اندازی۔ عجب است کہ در شب تیرہ و تار چیزے را باز می بینی و لے اکنون کہ آفتاب با ہمہ تجلی و وضاحت برآمدہ آنرا درنمی یابی۔ یقین بدان کہ دین اسلام مجمع انوار و منبع بحار است و ہر دین حقے شعبۂ از آن میباشد۔ ہر کہ خواہد بیازماید۔ فی الحقیقت این دین زندہ و مجمع برکات و مظہر آیات است۔ امر بہ طیبات و نہی از خبیثات میکند۔ ہر کہ خلاف آن بگوید و اظہار دہد او لاریب دروغ زن و مفتری باشد۔ و از مفتریان پناہ بخدا میجویم۔ از آنجا کہ آنہا حق را پوشیدہ و با باطل دوستی ورزیدہ اند خدائے حکیم آنہا را مورد نفرین گردانیدہ و نور فطرت را از سینۂ آنہا برون کشیدہ است چنانچہ حظّ خود را از ان نور فراموشیدہ بہ ساختہا و تعصّبات خویش شادمانی میکنند۔

اے ملکہ این قرآن کریم خاصیتے دارد کہ سینہ را پاک و صاف و از نور پُر میفرماید۔ و

﴿۵۳۰﴾

انمّا الاعمال بالنیات و بصدق النیة یعرف المخلصون. و ما کان لمخلص ان یستشعر أمرا فیه خیر محسنه بل یستعرض متاعه له ولا یکون من الذین یکتمون. أیتھا الملیکة الکریمة الجلیلة أعجبنی انک مع کمال فضلک و علمک و فراستک تنکرین لدین الاسلام، و لا تُمعنین فیه بعیون التی تمعنین بھا فی الأمور العظام. قد رایت فی لیلٍ دجی، والآن لاحت الشمس فما لک لا ترین فی الضحٰی، ایتھا الجلیلة اعلمی ایدک اللّٰہ

ترجمہ: پیروان را از انوار انبیاء (علیہم السلام) بہرہ مند و مہبط سرور روحانی می نماید۔ بلے این انوار نصیب آنہا می باشد کہ فساد و کبر و بلندی را دوست ندارند واز تمام اخلاص وصمیم دل رو بقبول انوارش آرند۔ البتہ امثال این مردم کشاد دیدہ وزکوۃ نفس با مرحمت می کنند۔

من از منت وفضل خداوند (عزّ اسمہ) بہرۂ وافر و حظے متکاثر از انوار قرآن میدارم۔ دل مرا از آن نور منور واز ہدایت واصلانہ بہر در ساختہ اند۔ از انعام جلیل خدا برمن آنست کہ او مرا با آیات بینہ بجہت آن فرستادہ کہ ہمہ خلق را بسوئے دین حق الٰہی دعوت کنم۔ فرخندہ بختے کہ مرا پزیرد و موت را بخاطر درآرد یا نشانے بخواہد و بعد از دیدنش بمن گردد۔

اے ملیکۂ کریمہ از نعمائے دنیویہ ترا نصیبے بسیار دادہ اند۔ باید اکنون رغبت بملک آخرت بکنی وسر نیاز بدرگاہ پروردگار یگانۂ فرود آری کہ ذاتش از گرفتن پسرے وملکش از مشارکت شریکے بری وغنی است۔ آن رب وحید را از دل برون کردہ۔ ہیچو معبودان را اختیار می نمائید کہ چیزے را نیافریدہ اند وخود شان آفریدہ شدہ اند؟

﴿۵۳۱﴾ أنّ دین الاسلام مجمع الانوار، و منبع الانهار و حدیقة الأثمار و ما من دین الا هو شعبته فانظری الی حبره و سبره و جنته و کونی من الذین یُرزقون منه رزقًا رغدًا و یرتعون. و ان هذا الدین حی مجمع البرکات و مظهر الآیات یامر بالطیبات و ینهٰی عن الخبیثات و من قال خلاف ذالک أو أبان فقد مان، ونعوذ باللّٰہ من الذین یفترون. فبما اخفاء هم الحق و إیواء هم الباطل لعنهم اللّٰہ و نزع من صدورهم انوار الفطرة فنسوا حظهم منها فرحوا بالتعصبات و ما یصنعون. أیتها الملیکة ان هذا القرآن یطهّر الصدور و یلقی فیها النور و یری الحبور الروحانی و السرور من تبعه فسیجد نورا وجده النبیون و لا یلقی انواره الا الذین لا یریدون علوًّا فی الارض و لا فساد و یاتونه

ترجمہ: واگر از اسلام شکے در دلت باشد من بحول وقوّت خدا آمادہ ہستم کہ آیات صدق بنمایم۔ خدا بہرحال بامن است۔ دعاہائے مرا می شنود و ندائے مرا پاسخ می گزارد۔ و چون از وے نصرت وعون بخواہم دست من میگیرد۔ من بہ یقین میدانم کہ او در ہر موطن و میدان مرا مدد فرماید و مرا ضائع نسازد۔ آیا می شود کہ ترا از خوف روز قیامت رغبت ومیل بدیدن نشانہائے صدق من در دل پدید آید۔

اے قیصرہ توبہ بکن۔ توبہ بکن۔ وبشنو بشنو۔ خدا در ہمہ چیز ہائے تو و مال تو برکت بخشد۔ و برتو رحمت و بخشائش نازل فرماید۔ و اگر بعد از امتحان کذب و دروغ من پیدا شود تن برآن در مید ہم کہ مرا بکشند و بردار بکشند یا دست و پائے مرا از ہم ببرند۔ و اگر صادق برآیم مردے دیگر آرزو ندارم جز این کہ رجوع انابت بآفریدگار خود آوری کہ ترا پرورده ونواختہ وہمۂ مسئولات ترا بتومکرمت کردہ۔

﴿۵۳۲﴾ راغبًا فی أنواره فاولئک الذین تفتح أعینهم و تزکی انفسهم فاذا هم مبصرون. و إنی بفضل اللّٰہ من الذین اعطاهم اللّٰہ من انوار الفرقان و اصابهم من اتم حظوظ القرآن، فانار قلبی ووجدت نفسی هداها کما یجد الواصلون. ثم بعد ذالک ارسلنی ربی لدعوة الخلق و آتانی من آیات بینة لأدعو خلقه الی دینه فطوبی للذین یقبلوننی و یذکرون الموت او یطلبون الآیات و بعد رؤیتها یؤمنون. ایتها الملیکة الکریمة قد کان علیک فضل اللّٰہ فی آلاء الدنیا فضلا کبیرا فارغبی الآن فی ملک الآخرة و توبی واقنتی لرب وحید لم یتخذ ولدا و لم یکن له شریک فی الملک و کَبّریه تکبیرا. أ تتخذون

ترجمہ: اے مالکۂ ممالک عظیمہ و قیصرہ ہند آواز مرا بشنو و از ذکر حق دل تنگ مباش۔ اے قیصرۂ کریمۂ جلیلہ حق تعالیٰ اندوہ ہارا از تو دور سازد و ترا و جگر پارۂ ترا زندگی دراز بخشد و از شر حاسدان و دشمنان ترا در پناہ خویش دارد۔ این ہمہ از محض ترحم و اشفاق برحال و مآل تو تسطیر کردہ ام۔ و بجہت تو از خدا برکت روز و شب و برکت دولت و نصرت و ظفر مسئلت می نمایم۔

اے ملکہ دولت اسلام را بپذیر سلامت بمانی۔ مسلمان بشو کہ تا بروز پسین تمتع بردار و از شر اشرار رستگار شوی۔

اے ملکۂ کریمہ مرا خدائے بزرگ از دنیا شاغل و بآخرت مائل فرمودہ است۔ ازین دنیا جز دو نان خشکے و کوزہ آبے نمی خواہم۔ ہمہ آز و ہوا و ہوس از دلم بکلی برون شدہ۔ آرزوئے جاہ و منزلت و رتبت و زینت دنیا نمیدارم و تمنائے لحوق بہ جماعۂ دارم کہ

﴿۵۳۳﴾

منّ دونہ آلھة لا یخلُقون شیئا و ھم یخلقون. و إن کنت فی شک من الاسلام فھا انا قائم لاراء ة آیات صدقہ و ھو معی فی کل حالی اذا دعوتہ یجیبنی، و اذا نادیتہ یلبینی، و اذا استعنتہ ینصرنی، و انا اعلم انہ فی کل موطن یعیننی و لا یضیعنی. فھل لک رغبة فی رؤیة آیاتی و عیان صدقی و سدادی، خوفا من یوم التنادی. یا قیصرة تو بی توبی واسمعی اسمعی بارک اللّٰہ فی مالک و کُلِّ مالک و کنت من الذین یرحمون. فان ظھر کذبی عندالامتحان فواللّٰہ انی راضٍ ان اُقتل او اُصلب او تُقطع أیدی و أرجلی، والحق بالذین یذبحون. و ان ظھر صدقی فما اسئل اجرًا منک الا رجوعک الی الذی خلقک و ربّاک و اعزک

ترجمہ: در جنت بجہت آنہا سریرہا بیارایند و از نعمائے جنت آنہا را روزی بدہند و در بُستانہائے قدس تنزّہ و تفرج نمایند۔

اے ملیکۂ کریمہ من مسلمانے می باشم کہ بہرۂ تمام عرفان مرا مکرمت فرمودہ اند۔ ملکوت آسمانہا را در چشم من جلوہ دادند و حبّ و انس بآن در دلم ریختند۔ و ملک دنیا را بر من عرض کردند و ہمہ علایق دل مرا ازان گسیختند۔ امروز دنیا و حیات دنیا و مال و دولت وے را در دیدۂ من بیش از مردارے مرتبتے و وقعتے نیست۔

اے قیصرۂ محترمہ آنچہ انجامکار روا ہم جمیع امور میخواہم نصحاً در خدمت بہ تقدیم رسانم آنست کہ مسلمانان عضد خاص سلطنت و جناح دولت تو می باشند۔ و نیز آنہا را در ملک تو خصوصیتے ممتازے وجلیلے است کہ از نظر دوربینت پوشیدہ نیست۔ باید در آنہا مخصوصا بہ نظر مرحمت و شفقت و لطف فوق العادة نگاہے بکنی و راحت و

﴿۵۳۴﴾ و آتاک کل ما سألت فاسمعی دعوتی یا ملیکة الممالکة العظیمة وقیصرة الھند و لا تکونی من الذین یشمئز قلوبھم عند ذکر الحق و یعرضون. ایتھا القیصرة الکریمة الجلیلة اذھب اللّٰہ احزانک و أطال عمرک و عمر فلذکبدک و عافاک و حفظک من شر الاعداء والحسداء انی کتبت ھذہ الوصایا خالصًا للّٰہ رحما علیک و علی عقباک وأدعولک برکات اللیل و برکات النھار و برکات الدولة و برکات المضمار. یا ملیکة الارض اسلمی تسلمین اسلمی متعک اللّٰہ الی یوم التنادی، و سلمت و حُفظت من الأعادی، و یحفظک من اللّٰہ الحافظون. أیتھا الملیکة الکریمة أنا امرء جذبہ اللّٰہ تعالی من الدنیا الی الآخرة و ما أسئلہ من ھذہ الدنیا الا رغیفین و کوزة ماءٍ و صرف

ترجمہ: آرام و تالیف قلوب آنہا را نصب عین ہمت خود سازی۔ و بسیارے را از آنہا برمنازل عالیہ ومدارج قرب مشرف وسرفراز بفرمائی۔

آنچہ من می بینم تفضیل و تخصیص و ترجیح آنہا بر جمیع اقوام از لوازمات ومنبع مصالح و برکات است ۔ خدا را دل مسلمان را خوش وکشت امید آنہا را سرسبز بکن زیرا کہ حق تعالیٰ ترا نزول اجلال در زمین آنہا مرحمت فرمودہ و مالک ملکے گردانیدہ کہ مسلمانان قریب بہزار سال عنان امر ونہیش در دست داشتہ اند سپاس این نعمت بجا آرد آنہا را در کنار عاطفت وتصدق پرورش بکن ۔ خدائے کریم ہم متصدقان را دوست می دارد۔ ملک ہمہ مر خدا را است ہر کرا خواہد بدہد واز ہر کہ خواہد انتزاع بکند۔ او را سنت است کہ ایام شکرگذاران را درازی می بخشد ۔

اے ملکۂ مکرمہ من براستی وصدق بیان میکنم کہ ہمہ مسلمانان ہند از تہ دل مطیع ومنقاد تو

قلبیّ من اهواءٍ لا ارید علوًّا و لا مزیة فی الدنیا و لا زینتها و ارید ان اکون بالذین یُبسط لهم سُرُر فی الجنة و من نعمائها یرزقون، و فی ریاض حظیرة القدس یرتعون. ایتها الملیکة انا احد من المسلمین رزقنی اللّٰہ عرفانه و اعطانی نوره و ضیاءه و لمعانه، و اظهر علیّ ملکوت السمٰوات و حَبَّبَها الی بالی و ارانی ملک الارض و کرّهه الی قلبی و صرف عنه خیالی، فالیوم هو فی اعینی کجیفة او أَنْتَن منها و کذا کل زینة الحیٰوة الدنیا والمال والبنون. و فی آخر کلامی انصح لک یا قیصرة خالصًا للّٰه و هو ان المسلمین عضدک الخاص و لهم فی ملکک خصوصیة تفهمینها فانظری الی المسلمین بنظر خاص و أقرِّی اعینهم و ألّفی بین قلوبهم واجعلی اکثرهم من الذین یقرّبون التفضیل التفضیل. التخصیص التخصیص و فی هذه برکات ومصالح. أَرضیهم فانک وردتِ

«۵۳۵»

ترجمہ: می باشند۔ و ہرگز بوئے فسادے از آنہا استشمام وآتش عناد درآنہا مشاہدہ نمی کنم ۔ و می بینم کہ آنہا بجملگی پیادۂ وسوارۂ تو میباشند و ہموارہ آمادہ ومستعد ہستند کہ شرائط جان نثاری ولوازم انقیا درا بمنصۂ ظہور بیارند ودرین امر ہرگونہ مصائب ومشاق کوہ ودشت راتحمل بکنند ۔ نے نے آنہا در معارک مردآزما ومصاف جان فرسا اول و اقدام خادمان و جان بازان و درمواضع فصل وامضا چابکترین جوارح واعضائے تو ہستند ۔ اشارتت راحکم نافذ و طاعتت راغنیمت باردہ می دانند۔ زنہار زنہار در ہیچ باب از آنہا عذرے وعذرے سر برنزند۔ اے قیصرۂ ہند این قوم وقتے صاحب شان و مالک تخت وتاج وازمۂ زمان بودہ اند۔ این پرستاران اصنام باشارۂ عصائے شوکت آنہا مانند رمہ برآواز شبان میرفتند ۔ از قضا روزگار از آنہا برگشت و از

﴿۵۳۶﴾ أرضهم و داريهم فانک نزلت بدارهم و آتاک الله ملكهم الذى أمروا فيه قريبًا من ألف سنة مما تعدون. فاشكرى ربک و تصدقى عليهم فان اللّه يحب الذين يتصدقون. الملک للّه يؤتى من يشاء و ينزع ممن يشاء و يطيل ايام الذين يشكرون. ايتها المليكة المكرمة لا شک أن قلوب مسلمى الهند معک و لا استنشق منهم ريح الفساد وما أرى فيهم نار العناد و انّهم رجلک و خيلک المستعدون لفداء النفس و اداء شرائط الانقياد والحاملون لک جميع شدائد القُنن والوِهاد بل هم اول خدمک فى مواطن الاقدام والانبراء. و جوارحک فى مواضع الفصل والامضاء اشارتک لهم حكم، وطاعتک لهم غنم. لن ترى منهم غدرًا و لا عذرا ولكنهم يا قيصرة الهند قومٌ كان لهم شان. و كانت فيهم سرر و تيجان، و كانوا يحكمون على عبدة الصنم كالرعاة على الغنم، فَقُلِّب أيامهم

ترجمہ: بدانجامیٔ نا کردنیہا اسیر پنجۂ جور و جفائے خالصہ گشتند۔ واز زمانے دراز سایۂ ہما پایہ ات راچون روزہ دارے از پئے ہلال عید و برنگ زن آبستن بجہت زادن فرزند سعید چشم درراہ و بیتاب می بودند۔ بسا ست کہ یاد ایام گذشتہ کہ حلہ ہائے سلطنت در برداشتند ایشان رانعل درآتش میکند زیرا کہ قلع عادات از محالات می باشد۔ خدا برنہان من آگاہ وگواہ است کہ این قدر کہ عرض خدمت شریفہ ات کردہ ام ناشی ازنصح وخیرطلبی بودہ است۔ وسوگند بخدا یاد میکنم کہ ہمہ خیر ومصلحت منطوی درین می باشد کہ اکرام واعزاز ایشان بایشان بازبدہی واز عطائے بعضے مناصب ومدارج ایشان را امتیاز و افتخار بہ بخشی۔ و ہرگز مصلحت درین نیست کہ برنگ مار و مور ضعیف

﴿۵۳۷﴾

مِنّ سوء أعمالهم و ظُلموا من أيدى "الخالصة" و إخوانهم و كانوا يستشرفون وقت حكومتك كاستشراف الصائمين هلال العيد، و يرقبون عنايتك رقبة الحبلى ولادة الابن السعيد. و كانوا بقدومك يستفتحون. و قد مضت عليهم ايام كانوا فى حُللِ إمارات و بعصىّ اختيارات فيلوعهم فى بعض الاوقات ادّكار هذه الدرجات، فان قلع العادات من المشكلات. و ما قلت لك الا نصحًا و انما الاعمال بالنيات. و والله ان الخير كله فى اكرامهم و ردِّ عزتهم اليهم ببعض المناصب و العطيات، و ما أرى خيرًا فى حيل استيصالهم و قتلهم كالحيات، و ما كان لنفس ان تموت او تنفى من الارض الا بحكم رب السمٰوات. فأشفقى عليهم ايتها المليكة الكريمة المشفقة احسن الله اليك وا عفى عنى ان رايت مرارة قولى فان الحق لا يخلو من المرارة والعفو من كرام الناس

ترجمہ: وخوار داشتہ واز جا بردہ شوند۔ ودرحقیقت نمی شود کہ نفسے از نفوس جز حکم خدا بمیرد یا از ملک اخراج کردہ شود۔ برایں ضعیفان رحمے بفرما واگر در قول من تلخی رفتہ باشد عفو و درگذر بکن زیرا کہ حق پیوستہ مخلوط بہ مرارت می باشد و بزرگان از زلّات اغماض می کردہ اند۔ می بینم کار مسلمانان بجائے رسیدہ است کہ از شدت فقر و بیچارگی در ملک امرا جز خشت و سنگ نماندہ۔ سر ہا از عمامہ و دستار برہنہ شدہ و از اثاثۃ البیت بجہت رہن جز کوزہ سفالین در دست ندارند۔ وقتے از اوقات بود کہ خدم و حشم و متاع و قماش داشتند و امروز جز دست و پائے آنہا خادم آنہا نمی باشد۔ از دست گردش روزگار و روز افزونی صعوبات و انسداد راہ ہائے

﴿۵۳۸﴾ مأمول. إنی أری المسلمین قد مسّھم البؤس والافتقار و ما بقی فی بیوت ذریة الامراء الا اللَّبن والأحجار. سقطت العمائم عن الرؤوس، و ما بقی للرھن غیر الاباریق والکئوس. کانوا فی وقت ذوی حواشٍ و غواشٍ و متاع و قماش والیوم لا اری حفدتھم الا جوارحھم و أراھم من تقلب الایام کالسکاری وما ھم بسکاری، ولکن غشیھم من الغم ما یغشی الناس عند ازدیاد الاعتیاص و انسداد طرق المناص. و انی أری أنک کریمة جلیلة و مثلک لا یوجد فی الملوک. و قد وھبک اللّٰہ حُزامةً وانبعاثًا. تواسین رعایاک بالتعب الشدید و لا تطیعین راحة الا حثاثا، و تستغرقین اوقاتک فی تفقد الرعایا و فکر مصالحھم و تختارین النصب لعل الخلق یستریحون. و ظنی انک قد قلت لنائبیک فی الھند ان یفضّلوا شرفاء المسلمین علی غیرھم، و ینظروا الیھم باعزازٍ خاصٍ

ترجمہ: نجات سراسیمہ واردست و پا گم کردہ اند۔ و می بینم در ذات تو کرم و رحم را سرشتہ اند و ہرگز نظیر تو در پادشاہان موجود نمی باشد۔ ازحزم و بیداری حظے کامل ترا بخشیدہ اند۔ مواسات و مدارات رعایا را برآرام جان اختیار و از حظ نفس قدرے قلیلے بہرہ میگیری۔ و بجہت اینکہ رعیت با خواب امن و راحت بخسپند ہر قدر رنج و زحمت ممکن باشد جان خود را امید ہی۔ در تفقد حال بیچارگان و فکر مصالح ناتوان اوقات عزیزت را مصروف میداری۔ و یقین من است کہ از پیشگاہت این نواب و عمال را کہ زمام اختیار امور ہندوستان در دست دارند تاکید بلیغے رفتہ کہ بہر حال مسلمانان را بمزیت خاص و فضیلت باختصاص بر دیگران شرف و امتیاز بہ بخشند۔ و لے این نواب زاغ را با عقاب

﴿۵۳۹﴾

و یقربوهم بخصوصية ولكن النائبين سوّوا الامر و ما رعوا مصلحة اعزاز المسلمين حق رعايتها بل ما خطر ببالهم أن ينظروا الى أطمارهم و يسعفون. هذا ما قلت شيئا من حال مسلمی الهند و أما عبدة الاصنام الذين يقولون اننا "هندو" و "آرية" فهم قوم أنفدوا أعمارهم كالعبيد والحفدة و مرت عليهم قرون كمجهول لا يعرف أو نكرة لا تتعرف. و تعرفين ايتها المليكة الجليلة انهم مسلوبة الطاقات و مطرودة الفلوات من دهر طويل. جلودهم قد وسمت، وجنودهم قد حسمت، و زمام نفوسهم قد ضفر. و ظهر عزمهم قد كسر. فيمشون الى ما سيقوا و لا يعتذرون، و لا يريدون عزة و فی قلوبهم جبن الغلمة فهم لا يبسلون. والسر فی ذالک انهم من حقب متلاحقة مطية خدمة لا اهل حكومة و معتاد فقر و مسألة لا من أهل عزة

ترجمہ: و سہارا با آفتاب بریک پایہ فرود آوردہ ہرچہ باید در استمالت قلوب و اعزاز خاص مسلمانان التفات نکردہ اند۔ این است آنچہ شمۂ از حال مسلمانان میخواستم عرض بدہم۔ آن گروہ ہائے دیگر کہ آریہ یا ہندو میباشند ہرگز صلاحیت آن نداشتہ اند کہ بجہت احوال مسلمانان مقیاس و میزان توانند بشوند باین معنے کہ از زمانہائے دراز در رنگ حلقہ بگوشان و خادمان بسرمی بردہ و از قرون کثیرہ مجہول و متواری در کنج خمول بودہ اند۔ و بمثابۂ جبان و بے زہرہ و مسلوب الطاقہ گردیدہ کہ ہیچ نمودے و بودے و جمعیتے و عزمے در آنہا باقی نماندہ است۔ بہر سو کہ برانند میروند و بہر جا کہ دوانند بہانہ نمی انگیزند حل این سر چنان تواند بود کہ چون از مدد مدیدہ متصلاً مسخر و منقاد ملوک اجانب ولذا معرا از لباس زیبائے سروری و شاہی بودہ اند معتاد

﴿۵۴۰﴾ و دولة. انتابت الملوک علیهم من غیر قومهم فهم به معتادون. مثل المسلمین کمثل ماء لا یجری الا الی ارضٍ غورٍ ذات حطوط، و مثل عبدة الاحجار کقوم لوط. او کحمیر احتجت لسوقها الی سوط. او عصا مخروط. تلک عظام نخرة و هم قوم کانوا عرجوا ویعرجون. هذا ما رأیت فقلت نصحًا للّٰہ و اخلاصا فی حضرتک والأمر الیک و انا تابعون.

ترجمہ: دخوگر بہ مذلت وزبونی گردیدہ وادنی ملا بستے بہ سربلندی وعلوندا شتہ اند۔ من آنچہ شرط بلاغ واخلاص ولازم نصح وارادت است بتقدیم رسانیدم اکنون امر بدست تست و ما کہ تابع و مطیع فرمان می باشیم۔

الخاتمة فی بعض الحالات الخاصة التی هی مفیدة للمستطلعین الذین یتمنون زیادة المعرفة فی سوانحی وسوانح آبائی و سوانح بعض اخوانی فی الدین

الحمد للّٰہ الذی جعل العلماء الروحانیین المحدثین ورثة النبین و أدبهم فأحسن تأدیبهم، و أزال کدوراتهم کلها و جعلهم کالماء المعین.

﴿۵۴۱﴾

و علّمهم فصفّى علومهم و عرّفهم فأتمّ معارفهم و بلّغهم الى منارات حق اليقين. و وفقهم فدقّ لوازم التوفيق فى نيّاتهم و أعمالهم و أفعالهم وأقوالهم حتى تزكّوا و تراء وا كسبيكة الذهب بلمع مبين. و شرح صدورهم وأكمل نورهم و جعل وجهه حبورهم و سرورهم و جعلهم من غيره منقطعين. و رفع مقامهم و ثبت اقدامهم و نوّرا فهامهم و طهر فراستهم والهامهم و أعطى جواهر السيوف اقلامهم و لمعات الدر كلامهم، و آمنهم من كل خوف و أعطاهم من كل شيء فتبارك اللّٰه أكرم المعطين. والصلوة والسلام على السيد الكريم الجليل الطيب خاتم الانبياء و فخر المرسلين، الذى سبق الاولين والآخرين فى الاهتداء والاصطفاء والاجتباء والترحم على عباد اللّٰه حتى سمى ببعض أسماء رب العالمين. لا شرف الا و هو الاول فيه و لا خير اِلّا و هو الدال عليه و لا هداية الا و هو منبعها و من ابتغى الهدى ممن سواه فهو من الهالكين. اما بعد فأرى ايها الاخوان ان أفصل لكم قليلا من بعض حالاتى الخاصة و حالات آبائى لتزدادوا معرفة و بصيرة و ما توفيقى الا باللّٰه الذى انطقنى من روحه هو ربى و محسنى ومعلمى و هو الذى نورنى بأنوار اليقين. فاعلموا يا اخوان ان اسمى **غلام احمد** واسم أبى غلام مرتضى و اسم ابيه عطا محمد و كان عطا محمد ابن گُل محمد و گُل محمد ابن فيض محمد و فيض محمد ابن محمد قائم و محمد قائم ابن محمد اسلم و محمد اسلم ابن محمد دلاور و محمد دلاور ابن اله دين و اله دين ابن جعفر بيگ و جعفر بيگ ابن محمد بيگ و محمد بيگ ابن عبدالباقى و عبدالباقى ابن محمد سلطان

﴿۵۴۲﴾ و محمد سلطان ابن میرزا هادی بیک المورث الاعلی. فذالک اسمی و هذه اسماء آبائی غفر اللّٰه لنا ولهم و هو أرحم الراحمين.

و ان استطلعتم علاماتٍ لابد منها فی ایصال المکاتیب إلیّ فاکتبوا هکذا علی لفافة مکتوبکم اعنی بذالک قادیان ضلع گورداسپوره قسمة امرتسر ملک فنجاب من ممالک هند واکتبوا علیه اسمی ”میرزا غلام احمد قادیانی“ یصلنی انشاء اللّٰه تعالی و هو خیر الموصلین. والآن ابین لکم من بعض واقعات أری فی تبیینها خیرا و برکة و تفهیم ما لا تعلمون بعلم الیقین. فاعلموا ایها السادة انّ آبائی کما ذکرت فیما مر کانوا من عظماء الحراثین و کانت صناعتهم الفلاحة و کانوا من أهل الامارة والقری والأرضین. و کانوا من أکرم جرثومة و أطهر أرومة. ذوی فضل و وجاهة، و سیدودة و نباهة. بناة المجدو ارباب الجد و من المقبولین. و کانوا فی زوایا هذه الارض خبایا و بقایا من الامراء الصالحین و بعضهم کان من مشاهیر المشایخ و نادرة الدهر فی التزام دقائق العفة و أنواع الصالحات و صاحب الأوقات المشهود بالکرامات و الآیات و خرق العادات و من المتعبدین المنقطعین. و کانوا فی هذه الارض ثاوین فی الکفرة الفجرة فصبّت علیهم ما صبت و قد ذکرناها من قبل للناظرین و کنا ذریة ضعفاء من بعدهم و من المستضعفین. و لما مکر ”الخالصة“ مکرهم و أخرجوا آباء نا من دیارهم توفی جدی فی الغربة و سمعت انه مات و هو من المسمومین و بقی ابی یتیمًا غریبا مسافرًا خاوِیَ الوفاض، بادی الإنفاض، مضروب النوازل کالملّم فی اللیل المدلّهم. یجوب طرقات البلاد مثل الهائم ما یدری

﴿۵۴۳﴾

مّا الشمال و لا اليمين. و كان شغل أبى فى تلك الأيام مكابدة صعوبة الاسفار أو مطالعة الاسفار. و سمعت منه (غفر الله له) مرارا أنه كان يقول كل ما قرأت قرأته فى ايام المصائب و الغربة و التباعد من الدار. و كان يقول مرارًا انى جربت الخاص و العام كما يجرب الحائر الوحيد. و رأيت مكاره كنت منها أحيد، و كان من المزء ودين. فكان أبى طالما سار كمستهام ليس له قيام، لأنه كان اخرج من ارض الآباء و صُدّ عن الانكفاء و كان عرضة لنزوات الظالمين، و اعنات الموذين و غيل المغتالين و سلب السالبين و طُعمةً للمغيرين. و اسيرًا فى اكف الضائمين. ثم بعد تراخى الأمد و تلاقى الكمد. قصد ''كشمير'' يستقرى أسباب المعاش لعل اللّٰه يدرأ بلاء ہ، و يدفع داء ہ، و ياتى قضاء ہ بايام الِاطُرغشاش و يكون من المطعمين. و قد اتفق فى تلك الايام ان ربى البسنى خلعة الوجود، و نقلنى من زوايا الكتم إلى مناظر الشهود، و صرت على مسقط رأسى من الساجدين و كانت هذه هى الايام التى بدل اللّٰه ابى من بعد خوفه امنا و من بعد عسره يسرا و صار من المنعمين. و أوى له الوالى ورق قلبه لمصيبته و من غير الليالى، فلما كلمه ورأى الوالى. ما اعطاه اللّٰه من العلم و العقل و الطبع العالى. شهد توسّمه بانه من أبهى اللآلى، فصبا الى الاسعاف و الاختصاص، و التسليك فى زمرة الخواص، و قال لا تخف انك اليوم من اعواننا المكرمين. و كذالك مكّن اللّٰه ابى و حبّبه إلى أعينهم و وهب له عزةً و قبولًا و ميسرة، و نظر اليه انعامًا و مياسرة ، و كان

﴿۵۴۴﴾

هٰذا فضل اللّٰه و رحمته و هو ارحم الراحمين. و سمعت امی تقول لی مرارًا ان ایامنا بُدّلت من یوم ولادتک و کنا من قبل فی شدائد و مصائب و ذا أنواع کروبٍ و محن فجاء نا کل خیر بمجیئک و انت من المبارکین. و کان ابی یعرج من مرتبة الی أُخری، و من عالیة الی علیا، حتی عرج الی معارج الاقبال، و خلع اللّٰه علیه من خُلَع الاکرام والإجلال. و ما أَلته من شیء و صار من المتمولین.

ثم غلب علیه تذکار الوطن، والحنین الی المسارح المهجورة والعطن، فقوّض خیام الغربة والغیبة، وأسرج جواد الأوبة الی الأهل والعشیرة و رجع سالمًا غانما الی العترة بنضرة و خضرةٍ و متاعٍ و أثاثٍ رحیب الباع، خصیب الرباع. و کان ذالک فعل اللّٰه الذی اذهب عنا حزننا، و اماط شجننا، و من علینا، و تولی و تکفل و احسن الینا، و هو خیر المحسنین.

ثم عزم ابی علی ان یسبر بخته فی الزراعات لینجو من السفر المبرِّح، والبین المطوح من الاهل والبنین والبنات. فاستحسن لنفسه اتخاذ الضیاع، والتصدی للازدراع، فأحمد بفضل اللّٰه معیشته و استرغد فیها عیشته و رُدّ علیه قلیل من القری، التی غصبت من الآباء فی زمن خلا. و قوّاه اللّٰه بعد ضعف المریرة، و بارک اللّٰه له فی اشیاء کانت من قبل نکدالحظیرة. و کل ذالک کان من فضل اللّٰه و رحمته و ان خفی علی المحجوبین. لیتم قول رسوله صلی اللّٰه علیه وسلم ان **الموعود** الآتی یکون من الحارثین. هذا قلیل من سوانح ایام ولادتی و صغر سنی

و لما ترعرعتُ و وضعتُ قدمی فی الشباب قرأت قليلا من الفارسية و نبذة من رسائل الصرف و النحو و عدة من علوم تعميقية و شيئًا يسيرًا من كتب الطب. و كان ابی عرّافًا حاذقًا و كانت له يد طولى فی هذا الفن فعلمنی من بعض كتب هذه الصناعة و اطال القول فی الترغيب لكسب الكمال فيها فقرأت ما شاء اللّٰه ثم لم أجد قلبی اليه من الراغبين. وكذالک لم يتفق لی التوغل فی علم الحديث و الاصول و الفقه الا كطلّ من الوبل، وما وجدت بالی مائلا الی ان أشمرّ عن ساق الجد لتحصل تلک العلوم، و استحصل ظواهر اسنادها اواقيم كالمحدثين سلسلة الأسانيد لكتب الحديث. و كنت احب زمرة الروحانيين. و كنت أجد قلبی مائلا الی **القرآن** و دقائقها و نكاتها و معارفها. و كان القرآن قد شغفنی حبا و رأيت أنه يعطينی من انواع المعارف و اصناف ثمار لا مقطوعة و لا ممنوعة، و رايت انه يقوی الايمان و يزيد فی اليقين. وواللّٰه انه **درة يتيمة** ظاهره نور و باطنه نور و فوقه نور و تحته نور و فی كل لفظه و كلمته نور. جنّة روحانية ذُلّلت قطوفها تذليلا و تجری من تحته الانهار. كل ثمرة السعادة توجد فيه و كل قبس يقتبس منه و من دونه خَرُطُ القتاد. موارد فيضه سائغة فطوبی للشاربين. و قد قذف فی قلبی انوار منه ما كان لی ان استحصلها بطريق آخر. و واللّٰه لو لا القرآن ما كان لی لطف حياتی. رأيت حسنه ازيد من مائة الف يوسف، فملت إليه أشد ميلی و اُشرب هو فی قلبی. هو ربّانی كما يربی الجنين. و له فی قلبی اثر عجيب و حسنه يراودنی عن نفسی. و انی ادركت بالكشف أن حظيرة القدس تسقی بماء القرآن

﴿۵۴۵﴾

﴿۵۴۶﴾ و هو بحر مواج من ماء الحياة من شرب منه فهو يحيى بل يكون من المحيين. و والله انى أرى وجهه احسن من كل شیء۔ وجه اُفرِغَ فی قالب الجمال، و أُلبس من الحسن حلّة الكمال. و انى اجده كجميل رشيق القد، اسيل الخد، اُعطى له نصيب كامل من تناسب الاعضاء، و اسبغت عليه كل ملاحة بالاستيفاء، و كل نور و كل نوع الضياء. و ضَيئٌ اعطى له حظ تام من كل ما ينبغى فى المحبوبين، من الاعتد الات المرضية. و الملاحات المتخطفة، كمثل حور العيون، و بلج الحواجب ولهب الخدود و هيف الخصور، و شَنَب الثغور و فلج المباسم و شمم الانوف و سقم الجفون، و ترف البنان و الطُّرر المزينة و كل ما يصبى القلوب و يسر الاعين و يستملح فى الحسين. و من دونه كل ما يوجد من الكتب فهى نَسَمَة خداج او كمضغة مسقطة غير دماج ان كانت عين فلا أنف و ان كان انف فلا عين و ترى وجوهها مكروهة مسنونة ملوحة. و مثلها كمثل امراة اذا كشف برقعها و قناعها عن وجهها فإذا هى كريهة المنظر جدا قد رُمى جفنها بالعَمَش، و خدها بالنمش و ذوائبها بالجلح و دررها بالقلح و وردها بالبهار و مسكها بالبخار، و بدرها بالمحاق، و قمرها بالانشقاق، و شعاعها بالظلام، و قوتها بالشيب التام. فهى كجيفة متعفنة نتنة منتنة تؤذى شامة الناس و تستأصل سرور الاعين، يتباكون اهلها لافتضاحهم و يتمنى النظيفون ان يدسّوها فى تراب أو يذبّون عن انفسهم الى اسفل السافلين. فالحمد لله ثم الحمد لله انه انالنى حظًّا وافرًا من انواره و أزال املاقى من درره، واشبع بطنى من اثماره،

و منح بی من النعم الظاهرة و الباطنة و جعلنى من المجذوبين. و كنت شاباً و قد شختُ وما استفتحت بابا الافتحت، و ما سألت من نعمة الا اعطيت وما استكشفت من أمر الا كشفت، و ما ابتهلت فى دعاءٍ الّا اجيبت. و كل ذالک من حبی بالقرآن و حب سيدى و امامى سيد المرسلين، اللهم صل وسلم عليه بعدد نجوم السماوات و ذرات الارضين. و من اجل هذا الحب الذى كان فى فطرتى كان اللّٰه معى من اول امرى حين ولدت و حين كنت ضريعا عند ظئرى و حين كنت أقرأ فى المتعلمين. و قد حبب الى منذ دنوت العشرين ان انصر الدين. و اجادل البراهمة و القسيسين. وقد الفت فى هذه المناظرات مصنفات عديدة و مؤلفات مفيدة منها كتابى "**البراهين**". كتاب نادر ما نسج على منواله فى أيام خالية فليقرء ه من كان من المرتابين. قد سللت فيه صوارم الحجج القطعية على أقوال الملحدين، ورميت بشهبها الشياطين المبطلين. قد خفض هام كل معاند بذالک السيف المسلول، و تبيّنت فضيحتهم بين أرباب المنقول والمعقول و بين المنصفين. فيه دقائق العلوم و شواردها و الالهامات الطيبة الصحيحة والكشوف الجليلة و مواردها، و من كل ما يجلى درر معارف الدين المتين ولى كتب أخرى تشابهه فى الكمال، منها الكحل والتوضيح والازالة و فتح الاسلام و كتاب آخر سبق كلها اَلّفته فى هذه الايام اسمه "دافع الوساوس" هو نافع جدا للذين يريدون ان يروا حسن الإسلام و يكفون افواه المخالفين. تلک كتب ينظر اليها كل مسلم بعين المحبة و المودة و ينتفع من معارفها و يقبلنى و يصدّق

﴿۵۴۸﴾ دعوتی. الا ذریة البغایا الذین ختم اللّٰہ علی قلوبهم فهم لا یقبلون. و لما بلغت أشد عمری و بلغت اربعین سنة جاء تنی نسیم الوحی بِرَیًّا عنایات ربی لیزید معرفتی و یقینی و یرتفع حجبی و اکون من المستیقنین فأول ما فتح علیّ بابه هو الرؤیا الصالحة فکنت لا أَری رؤیا الا جاء ت مثل فلق الصبح. و انی رأیت فی تلک الایام رؤیا صالحة صادقة قریبًا من ألفین او أکثر من ذالک. منها محفوظة فی حافظتی و کثیر منها نسیتها، و لعل اللّٰہ یکررها فی وقت آخر و نحن من الآملین. و رأیت فی غُلَواء شبابی و عند دواعی التصابی کانی دخلت فی مکان و فیه حفدتی و خدمی فقلت: طهّروا فراشی فان وقتی قدجاء ثم استیقظتُ وخشیت علی نفسی و ذهب وهلی الی اننی من المائتین. و رایت ذات لیلة و انا غلام حدیث السن کأنّی فی بیت لطیف نظیف یذکر فیها رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فقلت ایها الناس این رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فأشاروا إلی حجرةٍ فدخلتُ مع الداخلین. فبش بی حین وافیته، و حیّانی بأحسن ما حییته وما أنسی حسنه وجماله و ملاحته و تحننه الی یومی هذا. شَغَفَنِیُ حبًّا و جذبنی بوجه حسین قال ما هذا بیمینک یا احمد فنظرت فاذا کتاب بیدی الیمنی و خطر بقلبی انه من مصنفاتی قلت یا رسول اللّٰہ کتاب من مصنفاتی قال ما اسم کتابک فنظرت الی الکتاب مرة أخری و أنا کالمتحیّرین، فوجدته یشابه کتابًا کان فی دار کتبی واسمه ”قطبی“ قلت یا رسول اللّٰہ اسمه قطبی. قال ارنی کتابک القطبی فلما

أخذه و مسته يده إذا هى ثمرة لطيفة تسرّ الناظرين. فشققها كما يشقق الثمر فخرج منها عسل مصفّى كماء معينٍ. و رايت بَلّةَ العسل على يده اليمنى من البنان الى المرفق كان العسل يتقاطر منها و كأنه يرينى اياه ليجعلنى من المتعجبين. ثم أُلقى فى قلبى ان عند اُسْكُفَّة البيت ميت قدر اللّٰه إحيائه بهذه الثمرة و قدّر أن يكون النبى صلى اللّٰه عليه وسلم من المحيين. فبينما انا فى ذالک الخيال فاذا الميّت جاء نى حيًّا و هو يسعى و قام وراء ظهرى و فيه ضعف كانه من الجائعين. فنظر النبى صلى اللّٰه عليه وسلم الى متبسما و جعل الثمرة قطعات و اكل قطعة منها و آتانى كل مابقى و العسل يجرى من القطعات كلها و قال يا احمد اعطه قطعة من هذه ليأكل و يتقوى فأعطيته فأخذ يأكل على مقامه كالحريصين. ثم رأيت ان كرسى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قد رفع حتى قرب من السقف و رأيته فاذا وجهه يَتَــلَألأُ كأن الشمس والقمر ذُرّتا عليه و كنت انظر اليه و عبراتى جارية ذوقًا و وجدًا ثم استيقظت و انا من الباكين. فالقى اللّٰه فى قلبى ان الميت هو الاسلام و سيحييه اللّٰه على يدى بفيوض روحانية من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وما يدريكم لعل الوقت قريب فكونوا من المتنظرين و فى هذه الرؤيا ربّانى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بيده وكلامه و انواره و هدية اثماره فانا تلميذه بلا واسطة بينى و بينه وكذالک شان المحدثين. و كنت ذات يوم فرغت من فريضة المساء و سننها و انا مستيقظ ما أخذنى نوم و لا سنة و ما كنت من النائمين. فبينما أنا كذالک

﴿۵۵۰﴾ اذاؔ سمعت صوت صكِّ الباب فنظرت فاذا المدكُّون ياتوننى مسارعين. فاذا دنوا منى عرفت أنهم خمسة مباركة أَعنى عليًّا مع ابنيه و زوجته الزهراء و سيد المرسلين. اللهم صل و سلم عليه و آله الى يوم الدين. و رأيت أن الزهراء وضعت رأسى على فخذها و نظرت بنظرات تحنن كنت اعرف فى وجهها ففهمت فى نفسى ان لى نسبة بالحسين و أشابهه فى بعض صفاته و سوانحه والله يعلم و هو اعلم العالمين. و رأيتُ أن عليًّا رضى الله عنه يريني كتابًا و يقول هذا تفسير القرآن انا الفته و أمرنى ربى ان اعطيک فبسطت اليه يدى و اخذته وكان رسول الله صلى الله وسلم يرى و يسمع ولا يتكلم كأنه حزين لأجل بعض أحزانى و رأيته فاذا الوجه هو الوجه الذى رايت من قبل انارت البيت من نوره فسبحان الله خالق النور والنورانيين. و كنت ذات ليلة اكتب شيئا فنمت بين ذالک فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم و وجهه كالبدر التام فدنا منى كانه يريد ان يعانقنى فكان من المعانقين. و رأيت أن الانوار قد سطعت من وجهه و نزلت علىّ كنت أراها كالانوار المحسوسة حتى أَيقنتُ انى ادركها بالحس لا ببصر الروح. وما رأيت انه انفصل منى بعد المعانقة و ما رأيت انه كان ذاهبا كالذاهبين. ثم بعد تلک الأيام، فتحت علىّ أبواب الالهام و خاطبنى ربى و قال "يا احمد بارک الله فيک. الرحمٰن علم القرآن لتنذر قومًا ما أُنذر آباؤُهم، و لتستبين سبيل المجرمين. قل انى أُمرت و أنا أول المؤمنين يا عيسٰى انّى متوفيک و رافعک الى و مطهرک من الذين كفروا

﴿۵۵۱﴾ وجاعل الذين اتبعوک فوق الذين كفروا الى يوم القيامة. انک اليوم لدينا مكين امين. انت منى بمنزلة توحيدى و تفريدى فحان ان تعان و تعرف بين الناس. و يعلمک اللّٰه من عنده. تقيم الشريعة. و تحيى الدين انا جعلناک المسيح بن مريم. و اللّٰه يعصمک من عنده ولو لم يعصمک الناس. واللّٰه ينصرک ولو لم ينصرک الناس. الحق من ربک فلا تكونن من الممترين. يا أحمدى أنت مرادى و معى. انت وجيه فى حضرتى. اخترتک لنفسى. قل ان كنتم تحبون اللّٰه فاتبعونى يحببكم اللّٰه و يغفرلكم ذنوبكم و يرحم عليكم و هو أرحم الراحمين.'' هذه نبذة من الهاماتى، و من جملتها إلهام ''**انا جعلناک المسيح بن مريم**''. و **واللّٰه** قد كنت اعلم من ايام مديدة اننى جُعِلت المسيح ابن مريم و انى نازل فى منزله ولكن أخفيته نظرًا الى تأويله، بل ما بدلت عقيدتى و كنت عليها من المستمسكين و توقفت فى الاظهار عشر سنين و ما استعجلت و ما بادرتُ و ما اخبرتُ حِبًّا و لا عدوًّا و لا أحدًا من الحاضرين. و ان كنتم فى شک فاسئلوا علماء الهند كم مضت من مدة على الهامى.'' يا عيسٰى انى متوفيک''. أو اقرؤوا **البراهين**. و كنت انتظر الخِيَرة والرضاء و أمر اللّٰه تعالى حتى تكرر ذالک الإلهام، و رفع الظلام، و تواتر الإعلام، و بلغ الى عدة يعلمها رب العالمين. و خوطبت للإظهار بقوله: فاصدع بما تؤمر. وظهرت علامات تعرفها حاسة الاولياء، و عقل ارباب الاصطفاء و جُلِّى الصبح و أُكّد الامر، و شرح الصدر، واطمأن الجنان، و أفتى القلب، و تبين أنه

﴿۵۵۲﴾

وحّی اللّٰہ لا تلبیس الشیاطین. ثم ما اکتفیت بھذا بل عرضته علی الکتاب والسنة و دَعوتُ اللّٰہ ان یؤیدنی، فدقق اللّٰہ نظری فیھما و جعلنی من المؤیّدین. و ظھر علیّ بالنصوص البینة القرآنیة و الحدیثیة ان المسیح بن مریم علیه السلام قد توفی و لحق بإخوانه من النبیین. و کنت أعلم أن وفاة المسیح حق ثابت بالنصوص البینة القطعیة القرآنیة والحدیثیة واعلم ان إلهامی لاغبار علیه و لا تلبیس و لا تخلیط، و مع ذلک کان یقینی بأن اعتقاد المسلمین فی نزول المسیح حق لا شبھة فیه و لا ریب فعسُر علیّ تطبیقھما و کنت من المتحیرین. فما قنعت بالنصوص فقط لأنی وجدت فی الأحادیث رائحة قلیلة یسیرة من دُخُن الاختلاف بظاھر النظر و إن کانت الدلائل القویة القاطعة معنا و بأیدینا و کان القرآن معنا کله بل ابتغیت معرفة تامةً نقیة بیضاء التی یتلألأ کل شق من شقوقھا و تبلّغ الی الحق الیقین. فتضرعت فی حضرة اللّٰہ تعالی و طرحت بین یدیه متمنیًا لکشف سر النزول و کشف حقیقة الدجال لأعلمه علم الیقین و أری به عین الیقین. فتوجھت عنایته لتعلیمی و تفھیمی و أُلھمت و عُلِّمتُ من لدنه أن النزول فی أصل مفھومه حق ولکن ما فھم المسلمون حقیقته. لان اللّٰہ تعالی أراد اخفاء ہ فغلب قضاء ہ و مکرہ وابتلاء ہ علی الأفھام فصرف وجوھھم عن الحقیقة الروحانیة الی الخیالات الجسمانیة فکانوا بھا من القانعین. و بقی ھذا الخبر مکتومًا مستورًا کالحبّ فی السنبلة قرنا بعد قرن، حتی جاء زماننا واغترب الاسلام

﴿۵۵۳﴾ و كثرت الآثام، و غلبت ملة عبدة الصليب فصالوا على المسلمين بالافتراء والمَين، و أَحلُّوا سفک عُشّاقٍ كانوا كصيد الحرمين. فصبت علينا مصائب كنا لا نستطيع احصاء ها و ضاقت الارض علينا و تورمت مقلتنا باستشراف الناصرين. فاراد اللّٰه ان ياتى بصبح الصداقة، و يعين طلاب الحقيقة من الاعالى والأدانى، بنَضْوِ الوِشاح عن مخدّرة المعانى، و يشفى صدور المؤمنين. و كنا احق بها و اهلها لأنا راينا بأعيننا اطراء المسيح و ازدراء المصطفٰى و دعوة الناس الى ألوهيّة ابن مريم و سبّ خير الورىٰ، و سمعنا السبّ مع الشرک والمين. و احرقنا بالنارين. فكشف اللّٰه الحقيقة علينا لتكون النار علينا بردًا و سلامًا، و كان حقا على اللّٰه نصر المضطرين. فأخبرنى ربى ان النزول روحانى لا جسمانى وقد مضى نظيره فى سنن الاولين. و ان اللّٰه لا يبدل سنته و لا عاداته و لا يكلف نفسًا الّا وسعها و كذالک يفعل و هو خير الفاعلين. والسر فى ذالک أن للأنبياء عند هبِّ الاهوية المهلكة و ابتداع المسالک الشاغرة تدليات و تنزلات الى هذا العالم فاذا جاء وقت تدلى نبى و نزوله بمجيىء فتنة تؤذيه يطلب من ربه محط انواره. و مظهر إرادته و أنظاره، و وارث روحانيته ليكون هذا المظهر له من المنشطين. فيعدّ له ربه عبدًا من عباده و يلقى اراداته فى قلبه فيكون هذا العبد أشد مناسبة و اقرب جوهرًا من ذالک النبى و يشابهه من حيث الهوية المبعوثية مشابهةً تامةً كاملة كانّه هو. و يكمل ما تزيّف فى قومه المخذولين. و ذالک سر عظيم من الأسرار السماوية. ما يفهمه عقول سطحية و لا يلقاها الا الذين اوتوا العلم من عنداللّٰه وما كان لعين ﴿۵۵۴﴾ لاقت الاعتلال ان تجتلى الهلال فطوبى للمبصرين. و قد جرت عادة اللّٰه تعالى على انه لا يكشف قناع الاخبار الآتية من كل جهة الا فى وقتها و يبقى قبل الوقت بعض اغماضات و معان مطوية و مستورة مكتومةً ابتلاءً للذين يجدون زمان ظهورها فيفضّ الختم فى زمانهم. ليهينهم او يكرمهم بامتحانهم و قد

﴿۵۵۴﴾ مضت سنته فی فتنة المسلمین. و لا یرفع الامان من ذالک☆ لان الأمر المقصود یبقی علی حاله، مع قرائنه القویة و صفاء زلاله فلا یتطرق الاختلال الیه و انما یجدّد اللّٰه حلل ظهوره فی اعین الناس لیری من یعقد حبک النطاق للرحلة من خریته کانوا آباء ه فیه ساکنین. والحق أن کل ظن فاسد ینشأ من سوء الفهم، و اما وعد اللّٰہ فهو یظهر بلا خلاف. واللّٰہ لا یخلف المیعاد. و کم من وعود أسنی لنا ثم انجز لنا کما وعد و هو خیر المنجزین. و لعمری ان السفهاء لم یحفظوا کلام اللّٰہ کله فی اذهانهم وآمنوا ببعض الآیات و کفروا ببعضها و جعلوا القرآن والحدیث عضین. و أراهم أساری فی سلاسل الاختلافات والتشاجرات، ولو انهم تفکروا للتطبیق لفتح اللّٰہ علیهم بابا من ابواب المعرفة ولکن غضوا و ترکوا القرآن مهجورا فطبع اللّٰہ علی قلوبهم و ترکهم ضالین.

اما الدجّال فاسمعوا أُبیّن لکم حقیقته من صفاء الهامی و زلالی و هو حجة قاطعة ثقفت للمخالفین تثقیف العوالی خذوه و لا تکونوا ناسین أو متناسین. ایها الاعزة قد کشف علیّ ان وحدة الدجال لیست وحدة شخصیة بل وحدة نوعیة بمعنی اتحاد الآراء

﴿۵۵۴﴾ ☆ الاصل المحکم والخفیر الاعظم فی طرق المکاشفات الذی هو کقانون عاصم من سوء الفهم فی تفسیر النبوات الواقعة فی هذا العالم العنصری علم تاویل الاحادیث الذی یعطی للصدیقین. و لا یجوز صرف امر کشفی عن التاویلات المصرحة فی هذا العلم الا عند قیام قرینة قویة موصلة الی الیقین، لأن هذا العلم انما جعل بمنزلة لغة کاشفة لأسرار المکاشفات أحکمت قواعدها و فرض اتباعها للمؤمنین. فکما ان اللغات المستعملة الجاریة علی الألسنة قاضیة لحل التنازعات اللغویة فی العالم السفلی و حجة قاطعة للمتکلمین، کذالک علم تاویل الاحادیث و قواعده التی رتبها لسان الأزل حکم مسلم لقضاء التنازعات الکشفیة و من ابی هذا لحکم فقد جار جورًا عظیما و هو من الظالمین. مثلا اذا احتذیت حذاء فی رؤیاک فلا یجوز لک عند تاویله ان تعنی من الحذاء ما یعنی فی لغات هذا العالم السفلی بل یجب علیک ان ترجع الی لغة وضعها اللّٰہ لذالک العلم الروحانی فتؤول الحذاء زوجةً او وُسعةَ معاش فخذ هذا السر فانه ینجیک من آفات المخطین ۔ منه

﴿۵۵۵﴾

فی نوع الدجّالیة کما یدل علیه لفظ الدجال و ان فی هذا الاسم آیات للمتفکرین. فالمراد من لفظ الدجال سلسلة ملتئمة من همم دجالیة بعضها ظهیر للبعض کأنها بنیان مرصوص من لبن متحدة القالب کل لبنة تشارک ما یلیها فی لونها و قوامها و مقدارها و استحکامها و أُدخلت بعضها فی بعض و اشیدت من خارجها بالطین، أو کرکبٍ ردف بعضهم بعضا و هم ممتطین شملةً مشمعلّةً یرون من شدة سرعتها رجلًا واحدًا فی اعین الناظرین. و نظیره فی القرآن خبر الدخان. فانه کان سلسلة خیالات متفرقة من شدة الجوع و سُمّی بشیء واحد و قیل یَوْمَ تَأْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ[1]. و هذا سِرٌّ لایعرفها الا العرّافة و ما یُطِلّ علیه فهم الغبیّین.

و قد جرت عادة الناس عربًا و عجمًا أنهم إذا رأوا کیفیة وحدانیة فی افراد فینزلونها فی منزل الواحد نحو أدویة مختلفة فاذا خلط بعضها ببعض و دق و سحق و حصل لها مزاج واحد و أثر واحد فما علیک من ذنب ان قلت انه شیء واحد حصل من العجین.

و انت تعلم أن الناس إذا اجتمعوا فی أرض و القوا فیها مراسی السکون و حصل لهم نظام تمدنی و تعلق بعضهم بالبعض تعلقًا مستحکمًا و تحقق النسب و الاضافات غیر قابلة الانفکاک و الزوال و استقرّوا وما ارادوا ان یرتحلوا منها الی ارض من الارضین، فان شئت تسمی مجموعتهم ”بلدة“ و تجری علی جماعتهم أحکام الواحد وما هو واحد فی الحقیقة

[1] الدخان:۱۱

﴿۵۵۶﴾ و مآ انت من الملومين. و ان اتفق انهم جاء وک للقائک فان شئت قلت ”جاء نى البلد“. و ذکرتهم كما يذكر الفرد الواحد و ما يعترض عليک اِلّاجاهل او الذى كان من المتجاهلين. فكما أن الأماكن يطلق عليها اسم الواحد مع انها ليست بواحدة، كذالک لا يخفى على القرائح السليمة والذين لهم حظ من أساليب لسان العرب و لطائف استعاراتهم أَن أذيال هذه الاستعارات مبسوطة ممتدة جدًّا و ليست محدودة فى مورد خاص فانظر حتى ياتيک اليقين. و عجبت لقوم يزعمون فى الدجال انه رجل من الرجال و يقولون انه كان فى زمن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم و هو الى الآن من الموجودين. أُفٍّ لهم ولوهن رأيهم كيف يحكمون. الا يعلمون ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم قال. اقسم باللّٰه ما على الارض من نفس منفوسة يأتى عليها مائة سنة و هى حية يومئذٍ. يعنى بذالک ان الناس كلهم يموتون الى مضى المائة و ما يكون فرد من الباقين. فما لهم يقرء ون ”البخارى“ و”المسلم“ ثم يضلون المسلمين. أيها الاعزة ان فى هذا الاعتقاد مصيبتان عظيمتان قد أزجتا كثيرا من الناس إلى نيران الكفران و منعتاهم من مرتع الجنان. فلا تخطوا صراطكم و لا تكونوا من المتخطين. اُولاهما المصيبة التى قد ذكرت من استلزام تكذيب قول النبى صلى اللّٰه عليه وسلم الذى أكده بالقسم فإياكم و سوء الادب و كونوا من المتأدبين. لا تقدِّموا بين يدى اللّٰه و رسوله و لا تعصوا بعد ما بين لكم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم

﴿۵۵۷﴾

و اعـلـموا أنه صادق صدوق ما ينطق عن الهوى. ان هو الا وحى يوحى فـاخـفـضـوا جـنـاح الـذل و لا تأبوا قول رسول اللّٰہؐ ان كنتم صالحين.
والـمـصيبة الثـانية ظاهرة لا حاجة لها الى البيان. الا ترون الى الفرقان و تـعليم الرحمان. كيف أقام الناس على توحيد عظيم و نهاهم عن سنن الـمشـركيـن. فتـفكروا فى قلوبكم كيف يمكن ان يخرج الدجال كما تـزعمون و يحى الأموات و يرى الآيات، و يسخر السحاب و الشمس و القمر و البحار و كان امره اذا أراد شيئا ان يقول له كن فيكون. أهذا ما علمتم من القرآن. أهذا تعليم الفرقان. أهذا الذى سفک له دماء سراة العـرب و عظائم القريش ببدر و فى كل مصاف و هضمهم المسلمون هـضـم متـلاف. اشهـدوا و لا تـكـونوا من الكاتمين. كيف ينسخ تعليم الـقـرآن و يـنبـذ كـالقشر. ويفىء المَنُشَر المطوىّ الى النشر، و يجىء الـدجـال الـمفاجئ لتضليل نوع البشر. لم تخرجون من خلع الصداقة و تـنسون يوم الحشر. و تفسدون فى الأرض بعد اصلاحها. اتقوا اللّٰه و لا تـكـونـوا مـن الـمـعتـديـن. أ يـمـكن أن السيد الذى كسر الأصنام بـالـعـصـا. و اذا سـئـل أغيـر اللّٰه قادر قال لا أ هو يعلمكم امورا خلاف الـقـرآن الـكريم و خلاف التوحيد العظيم. كـلّا انه أغير من كل غيّور للّٰه و توحيده فلا تفتروا عليه عضيهة و لا تكونوا فريسة الشياطين. هذان بـلاء ان فـى اعتقادكم، و مصيبتان على دينكم و توحيدكم و صلاحكم و سـدادكـم. و امـا الـمعنى الذى بينت و لتعليمه تحزمت، فـكله خير لا

﴿۵۵۸﴾ محذور فيه و لا رائحة من شرك و لا من تكذيب النبى صلى الله عليه و سلم بل هو أقر للعين، و فيه نجاة من الثقلين، فاقبلوه و كونوا من الشاكرين.

و كيف تظنون فى الذى هو فى زعمكم من أبناء الغيد، و تفوّق من رَأْدٍ ضعيفة لا من الشيطان المريد، انه يتقوى كالشياطين، و يشابهه فى بعض الأغاريد، بل يكون أزيد منهم و يصلب كالحديد. و يكون له جسم لا يسع الا فى سبعين باعا تفكروا يا ذرية الحُرَّيُن. أيجوز ان يتعطل الله فى وقت خروجه و يقدر الدجال على كل امرٍ و كل ضيم. و تصير تحت أمره شمس و قمر ونار و ماء وجنةٌ و خزائن الارض و قطعة كل غيم. و يطوف على كل الارض فى ساعة، و يدخل المشارق و المغارب تحت لواء الطاعة. و يضع الفأس على رأس الناس و يجعلهم شقين ثم يحييهم مرة أخرى و يرى الخلق كذب آية الفرقان فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ[1] و يكون على كل شىء من الفعالين يسحق التوحيد تحت ارجله وكان به من المستهزئين. سبحان ربنا عما يصفون والحمد لله رب العالمين. ايها الناس ان تحت هذا النبأ سرٌّ. و فهم السر برٌّ. فاقبلوه بوجه طليق وكونوا مسعدين. يرحم الله عليكم و هو ارحم الراحمين. ايها الاعزة هى العقيدة التى علمنى الله من عنده و ثبتنى عليها فما استصوبه بعض الغبيين، وما استجادوا قولى هذا وارتابوا واستنكروا واستعجلوا فى اكفارى، و ما احاطوا على بطانتى

[1] الزمر:۴۳

﴿۵۵۹﴾

ولاظهارتی و لاسراری، و نحتوا بهتانات واكفروا و جاء وا بمفتريات كالشياطين، ليفرط بتلك المروش الى ذم، أو يلحقنى وَصُمٌ، وليختلبوا القلوب بمزخرفاتهم و اتراء ى فى اعين الناس من الكافرين. ورايت نفوسهم قد ثعطت و ثلطت و قرحت و تعفنت من حقد و غلّ و صاروا من الذين يُصعَرون و يُصلقون و يؤذون الناس بُحمة نطقهم و ينضنضون لسنهم كصل وما بقى فيهم من حب ولا لب كأنهم فى غيابة جب و من المغرقين.

أيها الأعزة إنى دعوت قومى ليلًا و نهارًا، فلم يزدهم دعائى الا فرارًا. ثم انى دعوتهم جهارًا، ثم انى اعلنتُ لهم و أسررتُ لهم اسرارًا، فقلت استغفروا ربكم واستخيروا واستخبروا وادعوا اللّٰه فى امرى يمددكم بإلهامات و يظهر عليكم اخبارا فما سمعوا كلمتى و أعرضوا عتوًّا واستكبارًا، و رضوا بان يكونوا لاخوانهم مكفرين. وما كان حجّتهم الا ان قالوا ائتوا بأحاديث شاهدة على ذالك ان كنتم صادقين. و هم يدرسون كتاب اللّٰه و يجدون فيه كل ما قلت لهم و يقرء ون الصحاح و يجدون فيها ما أظهرتُ عليهم ولكن ختم اللّٰه على قلوبهم و كانوا قوما عمين. ولستُ أرى أن الأحاديث كلها موضوعة على التحقيق، بل بعضها مبنية على التلفيق، و مع ذالك فيها اختلافات كثيرة، و منافات كبيرة، و لأجل ذلك افترقت الأمة، و تشاجرت الملة فمنهم حنبلى و شافعى و حنفى و مالكى و حزب المتشيّعين. و لا شك ان التعليم كان واحدا ولكن اختلفت الاحزاب بعد ذالك

﴿۵۶۰﴾ فترون كـل حـزب بـما لديهم فرحين. و كل فرقة بنى لمذهبه قلعة و لا يـريـد أن يـخـرج مـنهـا و لـو وجـد أحسـن مـنها صورة و كانوا لعماس اخـوانهـم متـحـصّـنيـن. فارسلنى الله لأستخلص الصياصى. واستدنى الـقـاصـى، وانـذر الـعـاصى، ويرتفع الاختلاف و يكون القرآن مالك الـنـواصـى و قبـلة الـديـن. فـلـمـا جئتهم أكفرونى و كذّبونى و رمونى ببهتـانـاتٍ و إِفكٍ مبيـن. و انى ارى علمهم مخسولًا. و جِيْد تناصفهم مغلولًا، و صُنُعَ عذراتهم مطلولا. وارى صورهم كالممسوخين.

و قـد بـعثنى الله فيهم حكما فما عرفونى و حسبونى من الملحدين. آذونـى بـحـصـائـد ألسنتهم و رأيت منهم ظلمًا و هضمًا كثيرًا و قلبوا لى الامور و ارادو ان يتخطفونى من الأرض ولكن عصمنى الله من شرورهم و هو خير العاصمين. و رأيت كل احدمنهم مارًّا فى عشواه و تاركًا سبيل رسـول الـلّـه صـلى الله عليه وسلم وهداه، فقلت: ايها الحسداء الجهلاء أسـأتـم فيـما صنعتم، و حرَنتم فيما ظننتم. تجلدون للاجتلاد، وأنا تحت اتـراس الـلّـه حافظ العباد، و لن تستطيعوا ان تضرونى ولو أمحش الحقد جـلـودكـم، و سـوّد الـغيظ خدودكم. يـا حسـرة عـليـكـم مـا أرى فيكم الـمـتـضـرع الـخـائف، خـرِف التَّمْر و بقى خرائف و ما ارى فيكم رائحة الحيٰوة ان انتـم الا كالأموات، و ان انتم الا كمذعوفين. وأيم الله لطال ما قـلـت لهـم ألا لا تـردوا مـخاوف الاكفار، فانها مقاحم الاخطار و فلوات التبـار. تـعـالـوا أنف ما رابكم، واستسل كل سهم نابكم فما كفّوا السنتهم

﴿۵۶۱﴾ وما جاء ونى كتقىّ أمين. ثم قلت ايها العلماء أرونى نصوص كتاب اللّٰه لأوافقكم و أرونى أثر رسوله لأرافقكم، فإنى ما أجد فى كتاب اللّٰه و آثار رسولهٖ إلا موت المسيح ابن مريم. فارونى خلاف ذالک ان زعمتمونى من الكاذبين. و ان كنتم على بيّنة من عند ربكم فلم لا تأتوننى بسلطان مبين. و ان شئتم أن تختبرونى فتعالوا عاينوا آيات صدقى أو أرونى شيئا من آياتكم. فان بدا كذب فمى. فمزقوا أدمى، و أريقوا دمى، و إن غلبتُ و ظهر صدق قولى، فاليكم من حولى. و اتقوا اللّٰه و لا تعتدوا امام ربكم فى العصيان، فان عينه على طرق الانسان. و هو يرى كل خطواتكم، و يعلم دقائق خطراتكم، فما لكم لا تخافونه قد نزل اللّٰه فى عرائكم فقوموا له قانتين. ألايمان نور البشرية و نور الايمان عرفان، و من فقد هما فهو دودة لا إنسان. من عرف السر فقد عرف البر، فقوموا و تجسسوا اللُّب الذى هو باطن الباطن و معنى المعنى و نور النور. و لا تفرحوا بالقشور الحياة ـ الحياة. البصارة. البصارة. و لا تكونوا كالميتين. هذا ما قلت لهم و فوضت امرى الى اللّٰه هو ربى وجيدى تحت نيره. و اعلم انه لا يخذلنى و لا يضيعنى و لا يجعلنى من التائهين.

والآن ايها الأعزة أبيّن لكم بعض حلمى و مكاشفاتى **رأيت** فيها رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بعد ما رأيته فى مستطرف الأيام. فجعلنى كالعردام و أعدّنى للاصلخمام، لأحارب الفراعنة والظالمين. أيها السادة انى رأيته مرات، بعد ما وجدت منه بركات

﴿۵۶۲﴾ وَ ثـمـرات، فـالآن اُبيّـن بـعـضهـا لكم لعلكم تتفكرون فى أمرى و لعلكم تـنـظـرون الـىّ بعين المبصرين. فان القوم فرّوا منى كثور الوحش و تركوا شـطـاط الانسـانية و حـزامتها و كانوا كجذوة ملتهبة و قاموا بفديد سَبُعِيٍّ و طبـعٍ قِـذَمٍّ كـوَجيـن. و ارونى سهوكة رياهم، و سهومة محيّاهم، واتفقوا عـلـى إيـذائـى و ازدرائـى ببـغـى و طغيان، و سابقوا فى الافتراء كفرسى رهان، لكى لا يكونوا فى إخوانهم من المقرَعين. فلما رأيت أرضهم قفرًا وسماء هم مصحية أعرضت و جئت حضرتكم بمائى المعين.

أيها الأعزة والسادة جـئـنـاكـم راغبين فى خيركم بهدية فيها لبن أثداء الأمهـات الـروحـانية فتعالوا لشربه وأتونى ممتثلين. والآن ابين الرؤيا إراحة لـلسـامـعـيـن. أيهـا الـكـرام رأيـت فـى المنام كأنى فى حلقة ملتحمة و رفقة مـزدحـمة. و أبيـن بـعـض المعارف بجأش متين. و لسان مبين للحاضرين. و رأيت أن المكان ربع لطيف نظيف ينفى التَّرَحَ رؤيته و يسرّ الناظرين هيئته، و كـنـت أخـال أنـه مـكـانـى فـحبـذا هـو من مكان رأيت فيه سيد المرسلين ﷺ و رايـت عندى رجـلًا من العلماء لا بل من السفهاء جاثيا على ركبته ينكر على لـغبـاوتـه و يكلب على اللجاج لشقاوته، و رأيته كالحاسدين. فاشتد غضبى و قـلـتُ : تـعسًـا لهـؤلاء الـعـلماء انهم من اعداء الدين. فقلت هل من امرئ يـخـرجـه مـن هـذا الـمقام، كاخراج الاشرار و اللئام و يطهرالمكان من هذا الـقرين الضنين. فقام رجل من خدامى، و هم باخراجه من امام عينى و مقامى ليـؤمـنـنـى مـن ذالک الظنين. فرايت انه اخذه و جعل يدفعه و يذبه و يذأَطه

﴿۵۶۳﴾

منَ المكان، و له رطيط و كرب و فزع مع الاردمان حتى أُخرج فاصبح من الغائبين. فرفعت نظرى فاذا حذتنا رسول الله صلى الله عليه وسلم قائم وكانه كان يرى كل ما وقع بيننا مواريا عيانه. فأخذنى هيبة من رؤيته و نهضت أستقرى مكانا يناسب شأنه، و قمت كالخادمين. فاذا دنوت منه (صلى اللّٰه عليه وسلم) و نظرت الى وجهه فاذا وجه قد رأيته من قبل. ما رأيت وجهًا أحسن منه فى الدنيا فهو خاتم الحسينين و الجميلين، كما أنه خاتم النبيين والمرسلين. و رأيت فى يده كتابًا فاذا هو كتابى **"المرآة"** الذى صنّفته بعد "البراهين". و كان قد وضع إصبعًا على محل فيه مدحه و اصبعًا على محل فيه مدح اصحابه و قد قيّد لَحُظَه بهما و هو يتبسم و يقول **هذا لى و هذا لأصحابى** وكان ينظر اليه كالقارئين. ثم انحدرت طبيعتى الى الالهام فأشار الرب الكريم الى مقام من مقامات "**المرآة**". **و قال هذا الثناء لى** ثم استيقظت، فالحمد للّٰه رب العالمين.

و **رأيت** فى منام آخر كأنى صرت عليًا ابن ابى طالب رضى الله عنه و الناس يتنازعوننى فى خلافتى و كنت فيهم كالذى يضام و يمتهن و يغشاه أدران الظنون و هو من المبرّئين. فنظر النبى (صلى الله عليه وسلم) اِلىّ و كنت أخال نفسى اننى منه بمنزلة الابناء و هو من آبائى المكرمين. فقال و هو متحنن "**يا على دعهم و أنصارهم و زراعتهم**" فعلمت فى نفسى أنه يوصينى بصرف الوجه من العلماء و ترك تذكرهم والإعراض عنهم و قطع الطمع والحنين من إصلاح هؤلاء المفسدين.

﴿۵۶۴﴾ فانهمّ لا يقبلون الاصلاح فصرف الوقت فى نصحهم فى حكم إضاعة الوقت و طمع قبول الحق منهم كطمع العطاء من الضنين. و **رأيت** انه يحبّنى و يصدّقنى و يرحم علىّ و يشير الى أن عُكّازته معى و هو من الناصرين. **ورأيتنى** فى المنام عين الله و تيقنت أننى هو ولم يبق لى ارادة و لا خطرة و لا عمل من جهة نفسى و صِرت كاناء منثلم بل كشىءٍ تأبّطه شىءٌ آخر و أخفاه فى نفسه حتى ما بقى منه اثر و لا رائحة و صار كالمفقودين. و أعنى بعين الله رجوع الظل إلى أصله و غيبوبته فيه كما يجرى مثل هذه الحالات فى بعض الاوقات على المحبين. و تفصيل ذالک أن الله إذا أراد شيئًا من نظام الخير جعلنى من تجلّياته الذاتية بمنزلة مشيّته وعلمه و جوارحه و توحيده و تفريده لإتمام مراده و تكميل مواعيده كما جرت عادته بالأبدال والأقطاب والصديقين. فرأيت أن روحه احاط علىَّ و استوى على جسمى و لفّنى فى ضمن وجوده حتى ما بقى منى ذرة وكنت من الغائبين. و نظرت الى جسدى فاذا جوارحى جوارحه و عينى عينه و أذنى أذنه و لسانى لسانه. أخذنى ربى و استوفانى و أكدالاستيفاء حتى كنت من الفانين. ووجدت قدرته و قوته تفور فى نفسى وألوهيته تتموج فى روحى و ضُربت حول قلبى سرادقات الحضرة و دقق نفسى سلطان الجبروت، فما بقيت وما بقى إرادتى ولامناى. و انهدمت عمارة نفسى كلها و تراءت عمارات رب العالمين. وانمحت أطلال وجودى و عفت بقايا أنانيتى و ما بقيت ذرة من هويتى، والألوهية غلبت علىّ غلبة شديدةً تامةً

﴿۵۶۵﴾

وجُذِبتُ اليها من شعر رأسى الى أظفار أرجلى، فكنت لُبًّا بلا قشور ودُهنًا بغير ثُفلٍ و بذور و بُوعِدَ بينى و بين نفسى فكنت كشىء لا يُرى أو كقطرة رجعت الى البحر فستره البحر برداءه و كان تحت امواج اليم كالمستورين. فكنت فى هذه الحالة لا ادرى ما كنت من قبل و ما كان وجودى. و كانت الالوهية نفذت فى عروقى و أوتارى و أجزاء أعصابى و رأيت وجودى كالمنهوبين. وكان اللّٰه استخدم جميع جوارحى وملكها بقوة لا يمكن زيادة عليها فكنت من اخذه و تناوله كانى لم اكن من الكائنين. و كنت أتيقن أن جوارحى ليست جوارحى بل جوارح اللّٰه تعالى و كنت أتخيل أنى انعدمت بكل وجودى وانسخلت من كل هويتى والآن لا منازع و لا شريک و لا قابض يزاحم. دخل ربى على وجودى وكان كل غضبى و حلمى و حلوى و مرى و حركتى و سكونى له و منه و صرت من نفسى كالخالين. و بينما انا فى هذه الحالة كنت اقول انا نريد نظامًا جديدًا و سماءً جديدةً و أرضًا جديدة. فخلقت السماوات والأرض أوّلًا بصورة إجمالية لا تفريق فيها و لا ترتيب، ثم فرقتها ورتّبتها بوضع هو مراد الحق و كنت أجد نفسى على خلقها كالقادرين. ثم خلقت السماء الدنيا و قلت انا زيّنّا السماء الدنيا بمصابيح. ثم قلت: الآن نخلق الانسان من سلالة من طين. ثم انحدرت من الكشف الى الالهام فجرى على لسانى: ”اردت ان استخلف فخلقت آدم انا خلقنا الانسان فى احسن تقويم. و كنا كذالک خالقين“. و ألقى فى قلبى

﴿۵۶۶﴾ انّ اللّٰـه اذا أراد ان يخلق آدم فيخلق السمٰوات و الارض فى ستة ايام و يخلق كل ما لا بد منه فى السماء و الارضين. ثم فى آخر اليوم السادس يخلق آدم و كذالک جرت عادته فى الاولين و الآخرين. و ألقى فى قلبى أن هذا الخلق الذى رأيته إشارة الى تائيدات سماوية و أرضية و جعل الأسباب موافقة للمطلوب و خلق كل فطرة مناسبة مستعدة للحوق بالصالحين الطيبين. و أُلقى فى بالى أن اللّٰه ينادى كل فطرة صالحة من السماء و يقول كونى على عدة لنصرة عبدى و ارحلوا اليه مسارعين. و رأيت ذلک فى ربيع الثانى سنة ۱۳۰۹ ھ فتبارک اللّٰـه اصدق الموحين. و لا نعنى بهذه الواقعة كما يعنى فى كتب أصحاب وحدة الوجود و ما نعنى بذالک ما هو مذهب الحلوليين، بل هذه الواقعة توافق حديث النبى صلى اللّٰه عليه وسلم أعنى بذالک حديث البخارى فى بيان مرتبة قرب النوافل لعباد اللّٰه الصالحين.

أيها الأعزة الآن اقص عليكم من بعض **واقعات** غيبية أظهرنى ربى عليها ليجعلها آيات للطالبين. فمنها ان اللّٰه رأى ابناء عمى، و غيرهم من شعوب أبى و أمى المغمورين فى المهلكات، والمستغرقين فى السيئات من الرسوم القبيحة والعقائد الباطلة و البدعات. و رآهم منقادين لجذبات النفس واستيفاء الشهوات، والمنكرين لوجود اللّٰه و من المفسدين.

و وجدهم أجهل خلقه بما يهذب نفوسهم و أَلَدَّهم للدنيا الدنية وأذهلهم عن ذكر الآخرة، و اغفلهم عن جلال اللّٰه و سطوته و قهره

﴿۵۶۷﴾ وجوده و امور العاقبة، والعاكفين على طواغيت الرسوم، الغافلين عن عظمة اللّٰه القيوم، والمنكرين للنبى المعصوم و من المكذبين.

و رأى أنهم يأمرون بالمنكر والشرور. و ينهون عن المعروف والخبر المأثور، و يطيلون الأَلسنة بتوهين رسول اللّٰه (صلى اللّٰه عليه وسلم) والاستخفاف به و صاروا للالحاد والارتداد من المتشمرين. و رأى أنهم يسعون تحت الآثام الى الآثام و لا يخافون غضب اللّٰه الملك العلام و لا يتوبون من سب رسول اللّٰه (صلى اللّٰه عليه وسلم) بل كانوا عليه من المداومين. و كانوا لا يحفظون فروجهم و لا يتركون دَوْرَقَهم و دُروجهم و كانوا على هجو الإسلام من المصرين. و كانوا يغضبون غضب السباع مع ظلمة المعاصى والظلم والايقاع، كأنهم سحاب ركام فيه شغب الرعد والبرق و الصاعقة و لا يخرج قطرة وَدَقٍ من خلاله فنعوذ باللّٰه من شر المعتدين. و بينما هم كذالك اذ **اصطفانى** ربى لتجديد دينه، و اظهار عظمة نبيه و نشر رَيّا ياسمينه (صلى اللّٰه عليه وسلم) و **أمرنى** لدعوة الخلق الى دين الاسلام و ملة خير الانام، و **رزقنى** من الالهامات والمكالمات والمخاطبات والمكاشفات رزقًا حسنًا و **جعلنى** من المحدثين. فبلغ هذا الخبر و هذه الدعوة و هذا الدعوى ابناء عمى و كانوا أشد كفرًا باللّٰه و رسوله والمنكرين لقضاء اللّٰه و قدره و من الدهريين. فاشتعل غضبهم حسدًا من عند انفسهم فطغوا و بغوا واستدعوا لآيات استهزاءً ا و قالوا لا نعلم اِلٰهًا يكلم أحدًا أو يقدر امرًا أو يوحى إلى رجل و ينبئ من شيء إن هو إلا مكر

﴿۵۶۸﴾

مستمرّ قد انتاب من الاولين. و كله كيد و ختر و ذلاقةُ لُسُنٍ فلياتنا بآية ان كان من الصادقين. و كانوا يستهزء ون بالله و رسوله و يقولون (قاتلهم الله) ان القرآن من مفتريات محمد (صلى الله عليه وسلم) و كانوا من المرتدين.

و كان القوم كله معهم و لا يمنعونهم من هذه الكلمات و لا يراجعون، فكانوا يزيدون يومًا فيومًا فى كفرهم و طغيانهم و لم يكونوا من المزدجرين.

فاتفق ذات ليلة انى كنت جالسا فى بيتى اذ جاء نى رجل باكيًا ففزعت من بكائه فقلت اجاءك نعى موت؟ قال بل أعظم منه. انّى كنت جالسًا عند هؤلاء الذين ارتدوا عن دين الله فسب احدهم رسول الله صلى الله عليه وسلم سبًا شديدًا غليظًا ما سمعت قبله من فم كافر، و رأيتهم أنهم يجعلون القرآن تحت أقدامهم و يتكلمون بكلمات يرتعد اللسان من نقلها، و يقولون ان وجود البارى ليس بشىء و ما من اله فى العالم، إن هو الا كذب المفترين. قلتُ اولم حذّرتك من مجالستهم فاتق الله و لا تقعد معهم و كن من التائبين. و كذالك سدروا فى غَلَواتهم و جمحوا فى جهلاتهم و سدلوا ثوب الخيلاء يومًا فيومًا حتى بدا لهم أن يشيعوا خزعبلاتهم، و يصطادوا السفهاء بتلبيساتهم فكتبوا كتابا كان فيه سبّ رسول الله صلى الله عليه وسلم و سبّ كلام الله تعالى و إنكار وجود البارى عزّ اسمه، و مع ذلك طلبوا فيه آيات صدقى منى و آيات وجود الله تعالى و أرسلوا كتابهم فى الآفاق والأقطار و أعانوا بها كفرة الهند و عتوا عتوًّا كبيرًا

ما سمع مثله فی الفراعنة الأولین. فلما بلغنی کتابهم الذی کان قد صنفه کبیرهم فی الخبث والعمر، و رأیت فیه سبّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم سبّا ینشق منه قلب المؤمنین، و تتقطع أکباد المسلمین، و رأیت فیه کلمات الأراذل والسفهاء، و توهین الشریعة الغراء و هجو کلام اللّٰہ الکریم **فغضبت أسفا** و نظرتُ فإذا الکلماتُ کلمات تکاد السماوات یتفطرن منها. فتحدرت عبرات من مَذارف مآقی. و تصعدت زفراتی الی التراقی. و غلب علی بکاء و أنین. فغلّقت الابواب. و دعوت الرب الوهاب، و طرحت بین یدیه و خررت امامه ساجدًا و قرِمتُ الی نصرته متضرعًا و فعلتُ ما فعلتُ بلسانی و جنانی و عینای ما لا یعلمها إلا رب العالمین. و قلت یا رب یا رب انصر عبدک و اخذل اعداء ک. استجبنی یا رب استجبنی اِلامَ یُستهزأ بک و برسولک. و حتام یکذبون کتابک و یسبون نبیک. برحمتک استغیث یا حیّ یا قیّوم یا معین. فرحم ربی علی تضرعاتی و زفراتی و عبراتی و نادانی و قال:”انّی رأیت عصیانهم وطغیانهم فسوف أضربهم بأنواع الآفات أُبیدهم من تحت السماوات و ستنظر ما أفعل بهم و کنا علی کل شیء قادرین. إنی أجعل نساء هم أرامل و أبناء هم یتامی و بیوتهم خربة لیذوقوا طعم ما قالوا و ما کسبوا ولکن لا أهلکهم دفعة واحدة بل قلیلًا قلیلًا لعلهم یرجعون و یکونون من التوابین إن لعنتی نازلة علیهم و علی جدران بیوتهم و علی صغیرهم و کبیرهم ونسائهم و رجالهم و نزیلهم الذی دخل أبوابهم. و کلهم کانوا ملعونین. الا الذین

آمنوا و عملوا الصالحات و قطعوا تعلقهم منهم و بعدوا من مجالسهم فاولئک من المرحومين.

هذه خلاصة ما ألهمنى ربى فبلّغت رسالات ربى فما خافوا و ما صدقوا بل زادوا طغيانًا و كفرًا و ظلّوا يستهزء ون كأعداء الدين. فخاطبنى ربى و قال: انا سنريهم آيات مبكية، و ننزل عليهم همومًا عجيبة، و امراضًا غريبة، و نجعل لهم معيشة ضنكًا و نصبّ عليهم مصائب فلا يكون لهم أحد من الناصرين.

فكذالک فعل اللّٰه تعالى بهم و أنقض ظهورهم بأثقال الهموم و الديون و الحاجات، و أنزل عليهم من انواع البلايا و الآفات. و فتح عليهم أبواب الموت و الوفات، لعلهم يرجعون أو يكونون من المتنبهين. ولكن قست قلوبهم فما فهموا وما تنبهوا وما كانوا من الخائفين. و لما قرب وقت ظهور الآية اتفق فى تلک الأيام أن واحدًا من أَعزّ أعزّتهم الذى كان اسمه ''احمد بيک'' اراد ان يملک ارض اخته التى كان بعلها مفقود الخبر من سنين. و كان هو ابن عمى و كانت الأرض من ملكه فمال احمد بيک أن يخلص الأرض من أيدى أخته و يستخلصها. و أن يستخرجها من قبضتها ثم يقتنصها و ارادت هى ان تهبها و تمن على اخيها و كنا لها ورثاء جميعًا على سواء فرضى أبناء عمى لوجه بهذا بما كانت أختهم تحته و بما كانوا له أقربين. كذالک. نعم قد كان لى حق غالبًا عليهم و لأجل ذلک ما كان لهم ان يهبوا الارض قبل ان أرضى و أكون من الرّاضين. فجاء ت امرأة احمد بيک تطرح بين يدى لأ ترک حقى و ارضى بهذه الهبة

و لا أكون من المنازعين. فكدتُ ارحم عليها و أهب الارض لها تأليفًا ﴿۵۷۱﴾
لقلوبهم لعلهم يتوبون و يكونون من المهتدين. ثم خشيت شر الاستعجال،
فى مال الغائب الذى هو مفقود الخبر و الحال، فخوفنى تَبِعَةُ أثماره و ما فيه
من الوبال. فاستحسنت استفتاء العليم الحكيم، و ترقُّب اعلام الرب الرحيم
لأكون بريًا من غصب حق غائب و لا أكون من ضيمى كقائب، و أخرج من
الذين يظلمون شركاء هم و يتركونهم كخائب، و كانوا فى حقوقهم راغبين،
و لا يخافون أن يأخذوهم مفاجين. فارتدعت عن الهبة ارتداع المرتاب.
و طويت ذكره كطيِّ السجلّ للكتاب، و كنت لحكم اللّٰه من المنتظرين.
و كنت أظن أن هذا يوشک ان يكون وما كدت ان اظن انها قضية قد اراد
اللّٰه بها ابتلاء قوم كانوا من المعتدين، الذين غلبت عليهم المجون و الخلاعة
و الإباحة و الدهرية و التحقوا بالكفار بل كانوا أشد كفرا منهم و كانوا قومًا
فاسقين. فقلت لامرأة احمد بيک ما كنت قاطعًا أمرا حتى أوامر اللّٰه تعالى
فيه فارجعى الى خدرک و بلّغى ما سمعتِ أبا عذرک، و ستجديننى ان شآء
اللّٰه من المخلصين. فذهبت ، و أتى بعلها يسعى، فألح علىّ كالمضطرين
و كان يخبط كخبط المصابين حتى أبكاه كربته. و ذوت سكينته. و فاء الى
التضرع و الاقشعرار، و كان احشاءه قد التهبت بطوى العقار، و كان يتنفس
كالمخنوقين. و وجدته بوجده المتهالک كأنّ الهم سيجد له و الغم يفيح
دمه و يصول عليه الحزن كمغتالين. فلما رأيت صَغْوَه و حزنه قد بلغ مراتب
كماله، أخذنى التحنن على حاله، و أشفقت على عينه و مبكاها و قصدت ان
أريه يد النصرة و جدواها و عدواها فأسرعت الى تسليته كالمواسين.

﴿۵۷۲﴾ فقلتُ له والله ما زاغ قلبى وما مال، و ما انا من الذين يحبون المال، بل من الذين يتذكرون المآل والآجال، و لست شحيحا على النعم كالذين هم كالنَّعم، و إننى أرحم عليك وسأُحسن اليك وأعلم أن انفس القربات تنفيس الكربات، وأمتن اسباب النجاة، مواساة ذوى الحاجات، و كنت لنصرتك من المتأهبين.

ولكن ايم الله لقدعاهدت الله على اننى لا أميل إلى أمرٍ فيه شبهة، و لا أضع قدما فى موضع فيه زلة و لا أتلوا المتشابهات حتى أوامر ربى فيها فالآن أفعل كذلك و أرجو من الله خيرًا فلا تكونن من القانطين. و إنّى أرى ان المؤامرة أقرب للتقوى لأن الوارث مفقود و ما نتيقن أنه مات أو هو حى موجود فلا يجوز ان يستعجل فى ماله كمال الميتين. فالأولى ان تقصر عن القيل والقال، حتى اوامر ربّى عالم الغيب ذالجلال، وأستقرى سبل اليقين. قال ما منى خلاف، فلا يكن لو عدك إخلاف. قلت كل وعدى مشروط بأمر رب العالمين. فذهب و كان من وجده الذى تيمّه كالمعتلّين. فتيمّمت حجرتى، والتزمت زاوية بقعتى، أ تجشم الى الله تعالى ليظهر علىّ امره، و يفلق حب الحقيقة من نواتها و يُرى لبّ الأمر و قشره. فوالله ما امسكت ريثما يعقد شسع او يشدّ نسع. اذا الوسن اسرى إلى آماقى، و أُلهمتُ من الله الباقى، و أنبئت من أخبار ما ذهب و هلى قط اليها و ما كنت اليها من المستدنين. فأوحى الله إلىّ أن أخطب صبيته الكبيرة لنفسك، و قل له: ليصاهرك أولًا ثم ليقتبس من قبسك، و قل إنى أمرت لأهبك ما طلبتَ من الارض و أرضًا أخرى معها و أحسن إليك

بإحسانات أخرى على أن تنكحنى إحدى بناتك التى هى كبيرتها و ذالك بينى و بينك فإن قبلت فستجدنى من المتقبلين. و إن لم تقبل فاعلم أن اللّٰه قد أخبرنى أن انكاحها رجلا آخر لا يبارك لها و لا لك فإن لم تزدجر فيصب عليك مصائب و آخر المصائب موتك فتموت بعد النكاح الى ثلاث سنين، بل موتك قريب و يرد عليك و انت من الغافلين. و كذالك يموت بعلها الذى يصير زوجها الى حولين و ستة اشهر ، قضاءً من اللّٰه فاصنع ما انت صانعه و انّى لك لمن الناصحين. فعبس و تولّٰى و كان من المعرضين. ثم كتبت اليه مكتوبا بايماء منانى، و إشارة رحمانى، و نمقت فيه: بسم اللّٰه الرحمن الرحيم أما بعد فاسمع ايها العزيز ما لك اتخذت جدّى عبثا، و حسبتَ تبرى خبثا، وواللّٰه ما أريد أن أشق عليك و ستجدنى انشاء اللّٰه من المحسنين. و ها أنا اكتب بعهد موثق فانك إن قبلتَ قولى على رغم أنف قبيلتى فأفرض لك حصّة فى أرضى و خميلتى، و يرتفع الخلاف والنزاع بهذه الوصلة من بيننا و يصلح اللّٰه قلوب شعبى و عشيرتى، و فى كل منيتك اقتفى صَغُوَك و أزيل قشفك فتكون من الفائزين لا من الفائزين.

والحق والحق اقول انى اكتب هذا المكتوب بخلوص قلبى و جنانى، فان قبلت قولى و بيانى، فقد صنعت لطفًا الىّ، و كان لك احسانا علىّ، و معروفا لدى فأشكرك وأدعو زيادة عمرك من أرحم الراحمين. و إنى أقيم معك عهدى، أنى أعطى بنتك ثلثًا من ارضى و من كل ما ملكته يدى، و لا تسألنى خطة الا أعطيك إياها وانى من الصادقين. ولن تجد مثلى فى رعاية الصلة

﴿۵۷۴﴾ و مودة الاقارب و حقوق الوصلة و تجدنی ناصر نوائبک و حامل أثقالک فلا تضیّع و قتک فی الاباء و لا تستنکر حبک و لا تکونن من الممترین. وھا أنا کتبت مکتوبی ھذا من امر ربی لا عن امری فاحفظ مکتوبی ھذا فی صندوقک فانه من **صدوق امین**۔ واللّٰه یعلم اننی فیه صادق و کل ما وعدت فھو من اللّٰه تعالی و ما قلت اذ قلت ولکن انطقنی اللّٰه تعالی بالھامه، و کانت ھذه وصیة من ربی فقضیتھا ما کان لی حاجة الیک و الی بنتک وما ضیق اللّٰه علی والنساء سواھا کثیرة واللّٰه یتولی الصالحین. فلا تنظر الی مکتوبی بعین الارتیاب، فانه کتبته بإمحاض النصح والتزام الصدق و الصواب، ودع الجدال وانتظر الآجال، فان مضی الأجل وما حصحص الصدق فاجعل حبلًا فی جیدی و سلاسلا فی أرجلی و عذبنی بعذاب لم یعذب به احد من العالمین. کنتم قد طلبتم آیة من ربی فھذه آیة لکم انه یا خذ المنکرین من مکان قریب و یختار ما کان أقرب التعذیبات فی حقھم و أدنی من أفھامھم و أشد أثرا فی أعراضھم وأجسامھم لیری المحتالین ضعفھم و یکسر کبر الضائمین. ھذا ما کتبت إلی احمد بیک فی سنة ۱۳۰۴ ' فأعرض و أبی و سکت و بکت وعاف وُصُلتی و صلتی و ضاق ذرعًا من نمیقتی و کان من المعادین. و معه عادانی قومه و عشیرته الذین کانوا أقربین. و کانوا یعافون أنٍ یزوّجوا بناتھم أقارب مثلی أو یزوّجوا امرأً تحته امرأة أخری. و کانت بنته ھذه المخطوبة جاریة حدیثة السن عذراء و کنت حینئذٍ جاوزت الخمسین. و کان جذوة

﴿۵۷۵﴾

المعادات متطايرة و نارها ملتهبة، فزين القدر لنصبه و وصبه هذه الموانع فى عينيه فصار من المرتدعين. و كان يعلم صدقى و عفتى وباللّٰه ثقتى و مقتى، و لكن غلبت عليه الشقوة وأنساه عاهته نباهتى فكان من المنكرين المعرضين. و ما عرانى حزن من ذلک الانکار، بل فرحت فرحة المطلق من الاسار، و هزة الموسر بعد الاحسار، و كنت كتبتُ اليه بايماء اللّٰه القهار، فعلمت ان اللّٰه أتم حجته عليه و على عشيرته و لم يبق له الاعتذار، و علمتُ أنه سيجعل كلماتى حسراتٍ على قلوبهم فسيذكرونها باكين. ثم غلب قلبه ذعرو ضجر و فجعه إلهامى فمكث خمس سنين لا يزوج احدًا بنته و لا يخطب خيفة من وعيد اللّٰه و صار كالمتشحطين. فلما أنكحها فما مضى عليه الا قريبا من ستة أشهر إلا و قد أخذه اللّٰه و سلط عليه داءً كالأرضة و فوضه الى قبضة المرضة و عركة الوعكة الى ان اذهب حواسّه الأنف، و استشفه التلف حتى نضى عنه قدر اللّٰه ثوب المحيا و سلمه الى ابى يحيى و مات بميتةٍ محسرة و نارٍ تطلع على أفئدةٍ و رحل بالكربة والغم الغابر و كم حسرات فى بطون المقابر، و ان فى هذ لَآيات للمنكرين. و عرا أهله و أقاربه ضجرو مصيبة، كانوا يضربون وجوههم من وبال الدُّرَخُمين و هم الذين كانوا يقولون ما نعلم ما اللّٰه، ان هى الاحياتنا الدنيا نموت و نحيا و ما نحن بمبعوثين. فوجدوا وجدًا عظيما لفوت لقياه، و انقطاع سقياه و بما رأوا ان الالهام قد أرى سناه، و تراء ت من كشف ساقه ساقاه، و ظهرت من بدء أمره منتهاه، فكانوا مع حزنهم متخوّفين. ما تمضمضت مقلتهم بنومها فى تلک الايام، ولا تمخضت ليلتهم عن يومها لغلبة هذا الظلام، و احلهم نزيل المصائب فأحضروه شواة الكبد و ماء الأنين. فلما بلغهم نعىُ الحمام، و وعىُ اللّاطمات على وجوههم

﴿۵۷۶﴾ والحاطمات هامهم بذكر الراحل عن المقام، انثالوا الى عقوته موجفين، و الى دويرته الخربية موفضين. فأسالوا الغروب، و عطّوا الجيوب و صكوا الخدود و شجوا الرؤوس و كانت النساء قلن فى نياحتهم قد اصبح اليوم عدونا الذى انبأنا قبل الوقت من الصادقين. فتفكروا أيها الطلاب **أهذا أضغاث أحلام أهذا افتراء انسان** واسألوا أهل المتوفى الذين يتندمون فى أنفسهم و يبكون على ميتهم و يقولون: يا ويلنا انا كنا خاطئين. و هنّأنى ربّى و قال ”انا مهلكو بعلها كما اهلكنا أباها و رادّوها اليك. الحق من ربك فلا تكونن من الممترين. وما نؤخّره الا لأجل معدود قل تربصوا الأجل و إنى معكم من المتربصين. و اذا جاء وعدالحق أهذا الذى كذبتم به ام كنتم عمين.“ هذا ما بشرتُ من ربى فالحمد لله رب العلمين.

و رأيت فى منام كأنى قائم فى موطن و فى يدى سيف مسلول، قائمه فى أكفى و طرفه الآخر فى السماء و له برق و لمعان يخرج منه نور كقطرات متنازلة حينا بعد حين. و إنى اضرب السيف شمالًا و جنوبًا و بكل ضربة أقتلُ ألوفًا من اعداء الدين. و رأيت فى تلك الرؤيا شيخا صالحًا اسمه **عبد الله** الغزنوى و قد مات من سنين، فسألته عن تأويل هذه الرؤيا، فقال اما السيف فهى الحجج التى اعطاك الله و نصرك بالدلائل والبراهين. و اما ضربك اياه شمالا و جنوبًا فهو إراء تك آيات روحانية سماوية و أدلة عقلية فلسفية للمنكرين. وأما قتل الاعداء فهو إفحام المخاصمين،

﴿۵۷۷﴾

و اسکاتهم منها. هذا تأویل رؤیاک و انت من المؤیدین.

و قد کنت فی أیامی التی کنت فی الدنیا أرجو و أظن أن یخرج رجل بهذه الصفات و ما کنت أستیقن انه انت و کنت عن أمرک من الغافلین.

و منها أن اللّٰه بشرنی و قال: سمعت تضرعاتک و دعواتک و انی معطیک ما سألت منی و انت من المنعمین. و ما أدراک ما أعطیک آیة رحمةٍ و فضلٍ و قربةٍ و فتحٍ و ظفرٍ فسلام علیک انت من المظفرین. انا نبشرک **بغلام** اسمه **عنموایل**☆ و **بشیر**. انیق الشکل دقیق العقل و من المقربین. یأتی من السماء و الفضل ینزل بنزوله. و هو نور و مبارک و طیب و من المطهرین. یُفشی البرکات و یغذی الخلق من الطیبات و ینصر الدین. و یسمو و یعرج و یرقی و یعالج کل علیل و معرضی و کان بأنفاسه من الشافین و انه آیة من آیاتی، و عَلَمٌ لتائیداتی لیعلم الذین کذبوا أنی معک بفضلی المبین، و لیجئ الحق بمجیئه و یزهق الباطل بظهوره و لیتجلی قدرتی و یظهر عظمتی و یعلوا الدین و یلمع البراهین، و لینجو طلاب الحیات من أکف موت الایمان و النور، و لیبعث اصحاب القبور من القبور، و لیعلم الذین کفروا باللّٰه و رسوله و کتابه أنهم کانوا علی خطأ و لتستبین سبیل المجرمین. فسیعطی لک غلام ذکی[1] من صلبک و ذریتک و نسلک و یکون من عبادنا الوجیهین. ضیف جمیل یاتیک من لدنا. نقی من کل درن و شین. و شنار و شرارة و عیب و عار و عرارة. و من الطیبین.

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۱ کے صفحہ ۶۲ پر یہ نام ''عمانوایل'' لکھا ہے جو زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔

[1] پہلے ایڈیشن میں سہو کتابت سے ''زکی'' کو ''ذکی'' لکھا گیا ہے۔ جبکہ ترجمہ میں (بر صفحہ ۵۴۷) زکی درست لکھا ہے۔

﴿۵۷۸﴾

و هوؐ کلمة اللّٰه. خُلق من كلمات تمجيدية. و هو فهيم و ذهين و حسين قد ملئ قلبه علمًا، و باطنه حلمًا، و صدره سلمًا، و اعطى له نفسٌ مسيحى و بورک بالروح الأمين. يوم الا ثنين. فواها لک يا يوم الاثنين، يأتى فيک أرواح المباركين. ولد صالح كريم ذكى مبارک مظهر الاول والآخر. مظهر الحق والعلا كأن اللّٰه نزل من السماء. يظهر بظهوره جلال رب العلمين. يأتيک نور ممسوح بعطر الرحمٰن، القائم تحت ظل اللّٰه المنان. يفک رقاب الأسارى و ينجى المسجونين. يعظم شأنه، و يرفع اسمه و برهانه، و ينشر ذكره و ريحانه الى اقصى الارضين. امام همام، يبارک منه أقوام، و يأتى معه شفاء و لا يبقى سقام، و ينتفع به أنام، ينمو سريعًا سريعًا كانه عردام، ثم يرفع الى نقطته النفسية التى هى له مقام. وكان امرًا مقضيًا قدره قادر علام. فتبارک اللّٰه خير المقدرين.☆

و رأيت فى المنام كأنى اسرجتُ جوادى لبعض مرادى. وما أدرى أين تأهّبى وأىّ أمر مطلبى و كنت احس فى قلبى انّنى لأمر من المشغوفين. فامتطيت أجردى باستصحاب بعض السلاح متوكـلا على اللّٰه كسنة اهل الصلاح، و لم اكن كالمتباطئين. ثم وجدتنى كأنى عثرت على خيل قصدوا متسلحين دارى لاهلاكى و تبارى، وكأنهم يجيئون لإضرارى منخرطين. وكنتُ وحيدًا و مع ذالک رأيتنى أنى لا ألبس من خوذ، غير عُدَدٍ وجدتها من اللّٰه كعوذ، و قد أنفت أن أكون من القاعدين والمتخلفين الخائفين. فانطلقت مجدًا الى جهة من الجهات، مستقريًا إربى الذى كنت

☆ قد اخبر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ان المسيح الموعود يتزوّج و يولد له. ففى هذا اشارة الى ان اللّٰه يعطيه ولدًا صالحًا يشابه اباه و لا يأباه و يكون من عباد اللّٰه المكرمين. والسر فى ذالکؐ ان اللّٰه لا يبشر الانبياء والاولياء بذريةٍ الّا اذا قدر توليد الصالحين. و هذه هى البشارة التى قد بُشرت بها من سنين و من قبل هذه الدعوى ليعرفنى اللّٰه بهذا العلم فى اعين الذين يستشرفون و كانوا للمسيح كالمجلوذين. و أما دفن المسيح فى قبر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كما جاء فى الحديث فهذا سرّ معكوم و رمز مختوم لا يعرفه

﴿۵۷۹﴾

﴿۵۷۹﴾

أحسبه من أكبر المهمات و اعظم المثوبات فى الدنيا و الدين، اذ رأيت ألوفاً من الناس . فارسين على الأفراس، يأتون الىّ متسارعين. ففرحت برؤيتهم كالخباس، و وجدت فى قلبى حولا للجحاس، و كنت اتلوهم كتُلُوّ الصيادين. ثم أطلقت الفرس على آثارهم، لادرك من فص أخبارهم، و كنت اتيقن انى لمن المظفرين. فدنوتُ منهم فاذاهم قوم دروس البزّة كريه الهيئة ميسمهم كميسم المشركين. ولباسهم لباس الفاسقين، ورأيتهم مطلقين أفراسهم كالمغيرين و كنت اقيّد لحظى باشباحهم كالرائين. و كنت اُسارع اليهم كالكُماة، و كان فرسى كانه يزجيه قائد الغيب كازجاء الحمولات بالحداة، و كنت على طلاوة إقدامه كالمستطرفين. فما لبثوا أن رجعوا متد هدًاالى خميلتى. ليزاحموا حولى وحيلتى، و ليتلفوا ثمارى و يزعجوا أشجارى،وليشنّوا عليها الغارات كالمفسد ين. فأوحشنى دخولهم فى بستانى و اد هشت باغراقهم و ولوجهم فيها فضجرت ضجرًا شديدًا و قلق جنانى و شهد توسمى انهم يريدون ابادة أ ثمارى و كسر أغصانى فبادرتُ اليهم و ظننت أن الوقت من مخاشى الـّلاواء، و صارت أرضى موطن الأعداء، و أوجست فى نفسى خيفةً كالضعيفين المزء و دين. فقصدت الحديقة لأفتش الحقيقة. فلما دخلت حد يقتى و استشرفت بتحديق حدقتى، و استطلعت طلع مقامهم رأيتهم من مكان بعيد فى بحبوحة بستانى ساقطين مصروعين كالميتين . فأفرخ كربى و آمن سربى، و بادرت اليهم جذلًا و بأقدام الفرحين.

بقيه حاشيه: الا الذين يعلمون من ربهم من الملهمين المعزّزين. وحقيقته ان اللّٰه تعالى قد جعل قبر نبيه مقرونا بالجنة فهما صنوان من شجرة نورالحق لا ينفك احدهما من الآخر و قرابان للمعاتٍ مخفية واصلة الى الواصلين. و قد جرت عادة اللّٰه تعالى انه يُدنى قبر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من المؤمن المتوفى كما يدنى الجنة رزقًا منه و هو خير الرازقين. فاذا مات عبدٌ له قرب و مصافات باللّٰه تعالى فيدنى من قبر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم و من الجنة بقدر هذا القرب و المصافاة فى الدين. فالذى هو اشد قربًا و مصافاة هو اشد قربا بقبر رسول اللّٰه كأنه داخل فيه و ضجيع خاتم النبيين فخذ هذه التمرة، و اياک والجمرة. واعلم أن المسيح قد أنزل على هذه الارض كما خرج فيها الدجال فلا تكن من المشائمين ۔ منه

﴿۵۸۰﴾

فلمّا دنوتُ منهم وجدتهم أصبحوا فرسى كموت نفس واحد ميتين ذليلين مقهورين. سلخت جلودهم، و شجّت رء وسهم و ذعطت حلوقهم وقطعت أيديهم و أرجلهم و صرعوا كالممزقين، واغتيلوا كالذين سقط عليهم صاعقة فكانوا من المحرقين. فقمت على مصارعهم عند التلاقى، وعبراتى يتحدرن من مآقى. و قلت يا رب روحى فداء سبيلک لقد تبت علىّ و نصرت عبدک بنصرةٍ لا يوجد مثله فى العالمين. رب قتلتهم بأيديک قبل ان قاتل صِرْعَان، و حارب حتنان، و بارز قتلان، تفعل ما تشاء و ليس مثلک فى الناصرين. انت انقذتنى و نجيتنى وما كنت أن أُنجى من هذه البلايا لو لا رحمتک يا ارحم الراحمين. تم استيقظت وكنت من الشاكرين المنيبين، فالحمد لله رب العالمين. و اوّلت هذه الرؤيا الى نصرة الله و ظفره بغير توسط الأيدى والأسباب، ليتمّ على نعماءه و يجعلنى من المنعمين. والآن أبين لكم تاويل الرؤيا لتكونوا من المبصرين. فاما شج الرؤس و ذَعط الحلوق فتأويله كسر كبر الاعداء و قصم ازدهائهم وجعلهم كالمنكسرين. و أما تقطيع الأيدى فتاويله إزالة قوة المبارات والممارات و اعجازهم و صدهم عن البطش و حيل المقاومات، و انتزاع اسلحة الهيجاء منهم وجعلهم مخذولين مصدودين. و اما تقطيع الأرجل فتأويله إتمام الحجة عليهم و سد طريق المناص و تغليق أبواب الفرار و تشديد الإلزام عليهم وجعلهم كالمسجونين. و هذا فعل الله الذى قادر على كل شيءٍ يعذب من يشاء، و يرحم من يشاء، و يهزم من يشاء،

﴿۵۸۱﴾ و يفتح لمن يشاء وما كان له احد من المعجزين. إن الذين كذبوا رسله و آذوا عباده و كفروا بآيات الله و لقائه اولئک يئسوا من رحمته و ارداهم ظنهم. و اهلكهم كبرهم، فحبطت اعمالهم و صاروا هالكين. يا أيها الذين آمنوا اتقوا اللّٰه و لا تتخلفوا عن داعی اللّٰه و كونوا مع الصادقين. لقد ابلغتكم رسالة ربی و نصحت لكم فكيف آسى على قوم لا يحبون الناصحين.

ذكر بعض الانصار شكرًا لنعمة اللّٰه الغفار

ما زلتُ مذ أُمِرتُ من حضرة الرب و أُحييت من الحی ذی العجب أَحنّ إلى عيان أنصار الدين، و لا حنين العطشان الى الماء المعين و كنت أصرخ فی ليلی و نهاری و أقول يا رب من أنصاری يا رب من أنصاری إنی فرد مهين. فلما تواتر رفع يدالدعوات، و امتلأ منه جوّ السمٰوات. أجيب تضرعی، و فارت رحمة رب العالمين. فأعطانی ربی صديقا صدوقا، هو عين أعوانی، و خالصة خلصانی، و سلالة احبائی ☆

☆حاشیہ و من الاحباء فی اللّٰه منشی زين الدين محمد ابراهيم بمبئ، والمولوی غلام امام منی پوری. و حبی فی اللّٰه المولوی غلام حسن پشاوری، و محی الدين الشريف تونتی كورن، والسردار محمد ولايت خان المدراسی، و حبی فی اللّٰه السيد النجيب المولوی محمد أحسن، و حبی فی اللّٰه المولوی عبدالكريم السيالكوتی سلمه اللّٰه الذی ايّدنی و اَمدّنی فی ترجمة مكتوبی هذا و هو من المحبين المخلصين، و هو فی هذه الايام عندی. كان

﴿۵۸۲﴾ فی الـدیـن الـمتیـن. اسـمه کصفاته النورانیة **نـورالدین** هـو بهیروی مولدًا و قـرشـی فـاروقـی نسبًـا، من سادة الاسـلام و مـن ذریة الـنـجیبین الطیبین. فـوصـلـتُ بـوصـولـه الی الجذل المفروق، واستبشرت به کاستبشار السید (صـلـی الـلّٰه علیه وسلم) **بـالفاروق**، و لـقـد أَنیسـتُ احزانی، مذ جاء نی و لقّانی، و وجدته فی سبل نصرة الـدین من السابقین. و ما نفعنی مال أحد کماله الـذی آتـاه لـوجـه الـلّٰـه و یؤتی من سنین. قد سبق الأقران فی البراعة والتبرع

بقیہ حاشیہ لهـوی ملاقاتی واستحسان مقاماتی أرغب فی الاغتراب واستعذب السفر الذی هـو قـطـعة مـن الـعذاب فجزاه اللّٰه وثبته علی سبیل الصدق والصواب و رحمه و هـو خیـر الـراحمین. ومنهم میرزا خدا بخش و هو فی هذه الایام عندی شاب صـالح مخلص شرح اللّٰه صدره لحبی و أترع ذیله من ثمرات الاخلاص، و ثبته مـع الشـابتین. و منهم حبی فی اللّٰه الحکیم فضل الدین البهیروی، و حبی فی اللّٰه الشیخ رحمة اللّٰه الکجراتی. و حبی فی الله السید أمیر علی شاه و السید حامد شـاه و حبی فی الله المنشی غلام القادر المعروف بالفصیح السیالکوتی. و حبی فـی الـلّٰـه الـنـواب مـحـمـد علی خان رئیس مالیر کوتله، و حبی فی اللّٰه السید محمد تفضل حسین اتاوی. وحبی فی اللّٰه السید الهادی. وحبی فی اللّٰه محمد خـان. والـمنشی محمد اوروا. والمنشی ظفر احمد کفورتلوی، و حبی فی اللّٰه الـمولـوی محمد مردان علی والمولوی محمد مظهر علی حیدر آبادی. و حبی فی اللّٰه الـمولوی برهان الدین الجهلمی. وحبی فی اللّٰه میر ناصر نواب الدهلوی، و حبی فی اللّٰه القاضی ضیاء الد ین قـاضـی کوتی. وحبی فی اللّٰه المولوی السید محمد عسکری خان و حبـی فـی الـلّٰه القاضی غلام المرتضی، وحبی فی اللّٰه عبدالحکیم خان، و حبی فی اللّٰه رشید الدین خـان، و حبی فی اللّٰه السید خصلت علی شاه، و حبی فی اللّٰه المنشی رستم عـلـی. وحبی المنشی عبداللّٰه السنوری والمیرزا محمد یوسف بیک السامانوی و الـمـنشـی محمد حسین المراد آبادی، والقاضی خواجه علی اللد هیانوی. هولاء من احبائی منهم من قصصنا و منهم من لم نقصص و کلهم من المخلصین.

وَ الجدوی، و مع ذالک حلمه أرسخ من رضوی. نبذ العُلَقَ للّٰہ تعالی و جعل کل اهتشاشه فی کلام رب العالمین. رأیت البذل شرعته، والعلم نُجعته، والحلم سیرته، والتوکل قوته، ومارأیت مثله عالمًا فی العالمین، ولا فی خُلق مملاق من المنعمین، و لا فی اللّٰہ و للّٰہ من المنفقین. وما رأیت عبقریًا مثله مذ کنت من المبصرین. و لما جاء نی و لاقانی ووقع نظری علیه رأیته آیة من آیات ربی وأیقنت انه دعائی الذی کنت اداوم علیه و أُشرب حسی و نبّأنی حدسی انه من عباد اللّٰہ المنتخبین. و کنت أکره مدح الناس و حمدهم و بث شمائلهم خوفا من انه یضر انفسهم، ولکننی أری أنه من الذین انکسرت جذباتهم النفسیة و أزیلت شهواتهم الطبعیة و کان من الآمنین. و من آیات کماله أنه لمارأی جروح الاسلام، ووجده کالغریب المستهام، أوکشجر أُزعج من المقام،أشعرهمًّا وانکدرعیشه غمًّا وقام لنصرة الدین کالمضطرین. و صنف کتبًا احتوت علی إفادة المعانی الوافرة و انطوت علی الدقائق المتکاثرة، ولم یسمع مثلها فی کتب الاولین. عباراتها من رعایة الإیجاز مملوّة من الفصاحة، والفاظها فی نهایة الرشاقة والملاحة، تسقی شرابا طهورا للناظرین. و مثل کتبه کحریر یضمَّخ بعبیر، ثم یُلفّ فیه من درر و یواقیتَ و مسک کثیر، ثم یُرتَن فیه العنبر و یجعل کله کالعجین.

ولا شک انها جامعة ما تفرق فی غیرها من الفوائد، فاقت ماعداها لکثرة ما حواها من الشوارد والزوائد، و لجذب القلوب بحبال الأدلة

﴿۵۸۴﴾ و البراهين. طوبى لمن حصّلها وعرفها وقرأها بإمعان النظر فلا يجد مثلها من معين. و من اراد حلَّ غوامض التنزيل، واستعلام اسرار كتاب الرب الجليل، فعليه بالاشتغال بهذه الكتب وبالعكوف عليها فإنها كافلة بما يبغيه الطالب الذهين. يصبى القلوب أريج ريحانها، والثمرات مستكثرة فى اغصانها، ولا شك انها جنة قطوفها دانية لا يُسمع فيها لاغية نُزُلٌ للطيّبين. منها ”فصل الخطاب لقضايا اهل الكتاب“. و منها ” تصديق البراهين“. تناسق فيها جزيل المعانى مع متانة الالفاظ ولطافة المبانى، حتى صارت أسوة حسنة للمؤلفين، و يتمنى المتكلمون أن ينسجوا على منوالها وترنمت بالثناء عليها ألسنة النِحُريرين. جواهرها تفوق جواهرالنحور،و دررها فاقت درر البحور، و إنها أحسم دليل على كمالا ته، وأقطع برهان على ريّا نفحاته، و ستعلمون نبأها بعد حين.

قد شمر المؤلف الفاضل فيها لتفسير نكات القرآن عن ساق الجد والعناية، واعتنى فى تحقيقه باتفاق الرواية والدراية فواهًا لهممه العالية، وأفكاره الوقادة المرضية. فهو فخرالمسلمين. وله ملكة عجيبة فى استخراج دقائق القرآن، و بثّ كنوز حقائق الفرقان، و لا شك انه ينور من انوار مشكٰوة النبوة ، و يأخذ نورًا من نورالنبى (صلى اللّٰه عليه وسلم) بمناسبة شان الفتوة، و طهارة الطين.امرؤ عجيب وفتى غريب، تتفجر انهار انوار الاسرار بلمحة من لمحاته و تتدفق مناهل الافكار

برَشْحةٍ من رشحاته، و هذا فضل اللّٰہ يهب لمن يشاء و هو خير الواهبين. لا ريب فی أنه نخبة المتكلمين، و زبدة المؤلفين. يشرب الناس من عباب زلاله، و يشترى كشراب طهور قوارير مقاله، هو فخر البررة والخِيَرة و فخر المؤمنين. فی قلبه أنوار ساطعة من اللطائف والدقائق، والمعارف والحقائق، والأسرار و أسرار الأسرار و لمعات الروحانيين. إذا تكلم بكلماته النظيفة الطيبة، و ملفوظاته البديعة المرتجلة المبتكرة فكأنه يصبی القلوب والأرواح بالأغانی اللطيفة، والمزامير الداؤدية الذفيفة، و يجیء بخارق مبين. يخرج الحكمة من فمه عند سرد الحديث و سوق الكلام كانها عبب مندفقة متوالية متصاعدة الی افواه السامعين. و إنی قد اطلقتُ أجرد فكری الی كمالاته فوجدته وحيد الدهر فی علومه و أعماله و برّه و صدقاته و انه لَوْ ذَعِیٌّ أَلْمَعِیٌّ نخبة البررة، و زبدة الخيرة. أعطی له السخاء و المال، و عُلّقت به الآمال، فهو سيد خدم الدين، و انی عليه من الغابطين. ينزل اهل الآمال بساحته، و يستنزلون الراحة من راحته فلا يلوی عذاره عمن ازداره و أَمّ داره، و ينفح بعرفه من وافاه من المملقين. وهو يجد للُقيانی بكمال ميل الجنان، كوَجُد المثری بالعقيان، يأتی من بلاد نازحة علی أقدام المحبة واليقين. فتی طيب القلب يحبّناو نحبّه يسعی إلينا بجهد طاقة و لو وجد فواق ناقة. انثال اللّٰہ عليه من جوائز المجازات ووصائل الصلات، و أيد ببقائه الاسلام والمسلمين. له بقلبی عُلَقٌ عجيبة وقلبه نفوح غريبة. يختار فی حبی انواع الملامة والتعنيف، و مفارقة المألف

﴿۵۸۶﴾ و الآليف. و يتسنّى له هجر الوطن لسماع كلامى، و يدع التذكر للمعاهد لحبّ مقامى. و يتبعنى فى كل أمرى كما يتبع حركة النبض حركة التنفس و اراه فى رضائى كالفانين. إذا سئل أعطى ولم يتباطأ و إذا دعى الى خطّة فهو أول الملبين. قلبه سليم و خلقه عظيم كرمه كغزارة السحب و صحبته يصلح قلوب المتقشفين. و وَثْبُه على أعداء الدين و ثبة شبل مثار، قد امطر الاحجار على كفار، و نقّرعن مسائل الويديين و نقَّب و نزل فى بقعة النّوكى و عاقب فجعل سافل أرضهم عاليها وثقّف كتبه تثقيف العوالى لإفضاح المكذبين. فأخزى اللّٰه الويديين على يده فكان وجوههم أُسِفَّت رمادا، و اشربت سوادًا، وصاروا كالميتين. ثم ارادوا الكرة ولكن كيف يحى الاموات بعد موتهم فرجعوا كالمخفقين. و لو كان لهم نصيب من الحياء لما عادوا ولكن صار الوقاحة كالتحجيل فى حلية هذا الجيل فهم يصولون كمذبوحين. والفاضل النبيل الموصوف من احب احبائى و هو من الذين بايعونى وأخلصوا معى نية العقد، و أعطونى صفقة العهد، على ان لا يؤثروا شيئًا على اللّٰه الأحد، فوجدته من الذين يراعون عهودهم و يخافون رب العالمين. و هو فى هذا الزمن الذى تتطاير فيه الشرور كالماء المعين الذى ينزل من السماء و من المغتنمين. ما آنست فى قلب احد محبة القرآن، كما أرى قلبه مملوًّا بمودة الفرقان. شغفه الفرقان حُبًّا و فى ميسمه يبرق حب آيات مبين. يُقذَف فى قلبه انوار من اللّٰه الرحمن. فيرى بها ما كان بعيدًا محتجبًا من دقائق القرآن

و يغبطنى أكثر مآثره وهذا رزق من اللّٰه يرزق عباده كيف يشاء وهو خير الرازقين. قدجعله اللّٰه من الذين ذوى الأيدى والأبصار، و أودع كلامه من حلاوة وطلاوة لا يوجد فى غيره من الأسفار. و لفطرته مناسبة تامة بكلام الرب الجليل، وكم من خزائن فيه أُودعتْ لهذا الفتى النبيل و هذا فضل اللّٰه لا منازع له فى أرزاقه، فمن عباده رجال ما اعطى لهم بلالة، ورجال آخرون اعطى لهم غمر، و ما هم به من المتعللين. ولعمرى انه امرء مواطن عظيمة صدق فيه قول من قال: "لكل علم رجال ولكل ميدان أبطال." وصدق فيه قول قائل "ان فى الزوايا خبايا، و فى الرجال بقايا،" عافاه اللّٰه و رعاه واطال عمره فى طاعته و رضاه و جعله من المقبولين. إنى أرى الحكمة قد فاضت على شفتيه، و أنوار السماء قد نزلت لديه، و أرى تواتر نزولها عليه كالمتضيّفين. كلما توجه الى تاويل كتاب اللّٰه بجمع الافكار، فتح ينابيع الأسرار و فجرعيون اللطائف. وأظهر بدائع المعارف التى كانت تحت الأستار، و دقّق ذرات الدقائق، و وصل الى عروق الحقائق، وأتى بنور مبين. يمد العقلاء أعناقهم فى وقت تقاريره متسلمين لإعجاز كلامه و عجائب تأثيره. يرى الحق كسبيكة الذهب و يزيح شبهات المخالفين. إنّ الوقت كان وقت صراصر الفلسفة بل فسُد و خبُث وململ كل حدث ما حدث، و كان العلماء معروق العظم صفرالرايحة. من دولة العلوم الروحانية و جواهر الأسرار الرحمانية فقام هذا الفتى و سقط على أعداء الرسول صلى اللّٰه عليه وسلم كسقوط الشهب على الشياطين. فهو كحدقة العيون فى العلماء وفى فلك الحكمة كالشمس البيضاء

﴿۵۸۸﴾

لا يخاف الا اللّٰه ولا يرضى بالآراء السطحية التى منبتها النَّجد غير خَوُر، بل يبلغ فهمه الى أسرار دقيقة المآخذ المخفية فى أرض غَوُر. فللّٰه درّه و على اللّٰه أجره. قد اعاد اللّٰه اليه دولة منهوبة، و هو من الموفقين. والحمد للّٰه الذى و هب لنا هذا الحب فى حينه و وقته و أيام ضرورته، فنسأل اللّٰه تعالى ان يبارک فى عمره و صحته و ثروته، و يعطينا أوقاتا مستجابة للأدعية له ولعشيرته، و يشهد فراستى أن هذه الاستجابة ☆ امر محقوق لامظنون و نحن فى كل يوم من الآملين.

واللّٰه إنّى أرى فى كلامه شأنا جديدًا وأراه فى كشف أسرار التنزيل و فهم منطوقه و مفهومه من السابقين. و إنى أرى علمه و حلمه كالجبلين المتناوحين ما أدرى ايهما فاق الآخر، انما هو بستان من بساتين الدين المتين رب انزل عليه بركات من السماء، واحفظه من شرور الاعداء،

☆حاشیہ: اعلم أن استجابة الدعاء سر من اسرار حكمة ربّانية خصص بها حزب الروحانيين. و قد جرت عادة اللّٰه أنه يسخر عالم المواليد و تأثيرات اجرام السماء و قلوب الناس عند دعوات أولياء ه المقربين. فربما يستحيل الهواء الردى من عقد هممهم الى صالحة طيبة والصالحة الى فاسدة و بائيّة، و القلوب القاسية الى طبائع لينة متحننة و المتحننة الى قاسية غليظة باذن المتصرف فى السماء والارضين. و اذا اشتدت حاجة ولى اللّٰه الى ظهور الشىء معدوم و يتوجه لظهوره باستغراق تام فيحدث هذا الشىء بعقد همته و كذالک اذا توجه الولى لاعدام الموجود فاذا هو من المعدومين. و ذالک أصل الخوارق لا تحسها حاسة حكماء الظاهرو لا يذوق طعمها عقول الفلسفيين. و إن للأولياء حواسا آخر تتنزل من تلقاء الحق. فاذا رزقوا من تلک الحواس

و کن معه حیث ما کان و ارحم علیه فی الدنیا و الآخرة و انت ارحم الراحمین. آمین ثم آمین. و الحمد للّٰه اولًا و آخرًا و ظاهرًا و باطنًا، هو ولِیّی فی الدنیا و الآخرة. انطقنی روحه و حرکتنی یده. فکتبت مکتوبی هذا بفضله و ایماء ہ و القاء ہ و لا حول و لا قوة الا باللّٰه و هو القادر فی السماء والأرضین. رب کتبت هذا المکتوب بقوتک و حولک و نفحات إلهامک فالحمد لک یا رب العالمین. أنت محسنی و منعمی و ناصری و ملهمی ونور عینی و سرور قلبی و قوة اقدامی. أموت و أنا شاکر نعمائک بحالی و قالی و کلامی. یشکرک عظامی فی قبری و عجاجی فی جَدَثی، وروحی فی السماء. غلبت نعمتک علی شکری و استغرقت فی نعمائک عینی وأذنی و جنانی و رأسی و جوارحی و ظاهری و باطنی، و انت لی حصن حصین. أعوذبک من آفات الارض والسماء و من کل حاسد صوّاغ باللسان، و روّاغ

بقیہ حاشیہ فیتحلون بحلل مبتکرة و یسمعون اغنیة جدیدة ما سمعت أذن نظیرها فی العالمین. یصفی عقولهم بکمال الصفاء و یؤتون علم ذرائع الاستنباط والاجتهاد. یعجب العقول دقة غموضها و یکفر بها کل غبی غیر ذهین. و کان اللّٰه معهم فی کل حالهم و کانت یده علی مهماتهم و أفعالهم. اذا غلقوا بابًا فی الارض فتغلق فی السماء و اذا فتحوا فتفتح فی الأفلاک. دارت السمٰوات بدورةِ عزیمتهم و قلب الأمور بتقلب هممهم و یری اللّٰه خلقه عزتهم و وجاهتهم لیرغّب المتفطنین الیهم والسعیدین. منه

﴿۵۹۰﴾ من الحق العيان، و من كل لسان سليط، و غيظ مستشيط، و من كل ظلمة و ظلام، و من كل من يكون من المسيرة اليک من المانعين. و آخر دعوانا أن الحمد للّٰه رب العالمين.

القصيدة

هذه القصيدة أنيقة رشيقة مملوّة من اللطائف الأدبية والفرائد العربيّة فى مدح سيدى وسيد الثقلين خاتم النبيين محمد ن الذى وصفه اللّٰه فى الكتاب المبين، اللهم صل وسلم عليه الى يوم الدين. و ليست هذه من قريحتى الجامدة، و فطنتى الخامدة، و ما كانت رويتى الناضبة ضليع هذا المضمار، ومنبع تلک الاسرار، بل كلما قلت فهو من ربى الذى هو قرينى، و مؤيّدى الذى هو معى فى كل حينى، الذى يطعمنى ويسقينى وإذا ضللت فهو يهدينى، وإذا مرضت فهو يشفينى ما كسبت شيئًا من مُلح الادب ونوادره، ولكن جعلنى اللّٰه غالبًا على قادره. وهذه آية من ربّى لقوم يعلمون، وانى اظهرتها وبينتها لعلّى أُجزى جزاء الشاكرين و لا أُلحق بالذين لا يشكرون.

يا عين فيض اللّٰه و العرفان	يسعى اليک الخلق كالظمآن
يا بحر فضل المنعم المنّان	تهوى إليک الزّمر بالكيزان
ياشمس ملک الحسن والإحسان	نوّرت وجه البرّ والعمران
قوم رأوک و أمّة قد أخبرت	من ذالک البدر الذى أصبانى
يبكون من ذكر الجمال صبابةً	و تألّما من لوعة الهجران
و أرى القلوب لدى الحناجر كربة	و أرى الغروب تسيلها العينان
يا من غدا فى نوره و ضيائه	كالنيّرين و نوّر المَلَوان

﴿۵۹۱﴾

یـا بـدرنـا یـا آیة الـرحـمٰن أهـدى الهداة و أشجع الشُّجعان
إنـی أری فـی وجهک الـمتهلل شـأنًـا یـفـوقُ شمـائل الانسـان
وقداقتفاک أولواالنّهی وبصدقهم و دعـوا تـذكّر معهـد الأوطـان
قـد آثـروک و فـارقوا أحبابهم و تبـاعـدوا مـن حـلـقة الاخوان
قـد ودَّعـوا أهـواء هـم و نـفوسهم و تبـرَّؤوا مـن کـل نشُـبٍ فـانٍ
ظهـرت عـلیهـم بیّـنـات رسولهم فتـمـزق الأهـواء کـالأوثـان
فـی وقـت تـرویـق الـلیـالی نُوِّروا والـلّٰـه نـجـاهـم مـن الـطـوفـان
قـد هاضهـم ظلم الاناس و ضیمهم فتثبّتـوا بـعـنـایة الـمـنّـان
نهـب الـلیـام نشـوبهم وعقـارهم فتهـلـلـوا بـجـواهـر الـفـرقـان
کسـحـوا بیوت نفوسهم وتبادروا لتـمتُّـع الإیـقـان و الإیـمـان
قـامـوا بـاقـدام الـرسـول بغزوهم کـالعاشق المشغوف فی المیدان
فـدم الـرجـال لـصدقهم فی حبهم تـحـت السیـوف أریـق کالقربان
جـاء وک مـنهـوبیـن کـالعریـان فستـرتهـم بـمـلاحف الایـمـان
صـادفتهـم قـومًـا کـروثٍ ذِلّة فـجـعـلتهـم کسبیکة الـعـقیـان
حتـی انثـنـی بَـرٌّ کـمثـل حـدیـقة عـذب الـمـوارد مُثـمرالأغصـان
عـادت بـلاد الـعُـرب نحو نضارة بـعدالوجی و المحل و الخسران
کـان الـحـجـاز مَغـازل الغِزلان فـجـعـلتهـم فـانیـن فـی الرحمان
شیـئـان کـان القوم عمیًـا فیهمـا حسـوُ الـعـقـار و کثـرة النّسوان
امـا الـنّسـاء فـحرِّمت انکـاحـهـا زوجًـا لـه الـتـحـریـم فی القرآن

﴿۵۹۲﴾

و جعلت دسكرة المدام مخرَّبا   و أزلت حانتها من البلدان

كم شارب بالرّشف دنًّا طافحًا   فجعلته فى الدّين كالنشوان

كم محدثٍ مستنطق العيدان   قد صار منك محدَّث الرحمان

كم مستهام للرّشوف تعشّقاً   فجذبته جذبًا الى الفرقان

احييت اموات القرون بجلوة   ماذا يماثلك بهذا الشّان

تركوا الغبوق و بدّلوا من ذوقه   ذوق الدعاء بليلة الأحزان

كانوا برنّات المثانى قبلها   قد أُحصروا فى شُحّها كالعانى

قد كان مرتعهم أغانى دائمًا   طورًا بغيدٍ تارة بدنان

ما كان فكر غير فكر غوانى   أو شرب راحٍ او خيالِ جفانِ

كانوا كمشغوف الفساد بجهلهم   راضين بالأوساخ والأدران

عيبان كان شعارهم من جهلهم   حُمُق الحمار و وَثْبَةُ السرحان

فطلعت يا شمس الهدى نُصحًا لهم   لتُضِيئهم من وجهك النورانى

ارسلت من ربّ كريم محسن   فى الفتنة الصمّاء و الطغيان

يا لَلفتى ما حسنه و جماله   ريّاه يصبى القلب كالريحان

وجه المهيمن ظاهرٌ فى وجهه   و شئونه لمَعت بهذا الشان

فلذا يحبُّ و يستحقُّ جماله   شغفًا به من زمرة الأخدان

سُجُح كريم باذل خلّ التقى   خرق وفاق طوائف الفتيان

فاق الورى بكماله و جماله   و جلاله و جنانه الريّان

لا شك أنّ **محمّداً** خيرالورى   ريق الكرام و نخبة الاعيان

تـمّتّ عـلـيـه صـفـات كل مزيّة ... خُتِـمـت بـه نـعـمـاء كل زمـان

والـلّٰـه إن **مـحـمّداً** كـرِدافة ... و بـه الوصول بسُـدّة السـلـطان

هـو فـخـر كـل مـطهّر و مقدس ... و بـه يـبـاهـی الـعسـكـر الروحانی

هـو خيـر كـلّ مـقـرّب متـقـدِّم ... والـفـضـل بـالـخيرات لا بزمـان

والـطَّـلُّ قـد يـبـدو أمـام الـوابـل ... فـالـطـل طلٌّ ليـس كـالتَّهُتـان

بـطـل وحيـد لا تـطيـش سهـامـه ... ذو مـصـميـات مـوبـق الشيطـان

هـو جـنّةٌ إنّـی أری أثـمـاره ... و قـطـوفـه قـد ذلّـلـت لجنـانـی

ألـفيتـه بـحـر الـحقـائق والهدی ... ورأيتـه كـالـدُّر فـی الـلـمـعـان

قـد مـات عيسـی مـطـرقـا و نبيّنا ... حـیٌّ و ربّـی انّـه و افـانـی

والـلّٰـه انـی قـد رأيـت جمـالـه ... بـعـيـون جسـمـی قـاعـدًا بمكانی

هـا إن تـظـنَّيُـت ابُـن مريم عائشًا ... فـعـليـک إثبـاتًـا مـن البـرهـان

افـانـت لاقيـت الـمسيـح بِيَقظةٍ ... أو جـاء ک الأنبـاء مـن يـقظـان

أنـظـر إلـی الـقـرآن كيف يُبيّـن ... أفـأنت تعرض عن هدی الرحمان

فـاعـلـم بـأن الـعيش ليس بثابت ... بـل مـات عيسـی مثـل عبد فـان

و نبيّـنـا حـیٌّ و إنـی شـاهـد ... و قـد اقـتـطـفـت قـطـائف اللقيان

ورأيـت فـی ريعان عمری وجهه ... ثـم الـنـبـیؐ بـيـقـظتـی لاقـانـی

انـی لـقـد احييـت مـن احيـائـه ... و اهًـا لإعـجـاز فـمـا أحيـانـی

يـا رب صـل عـلـی نبيک دائمًـا ... فـی هـذه الـدنيـا و بـعـث ثـان

يا **سيّدی** قـد جئت بابَک لاهفًا ... والـقـوم بـالإكـفـار قـد آذانـی

﴿۵۹۴﴾

یفری سهامک قلب کل محارب و یَشُجُّ عزمک هامة الثعبان

لِلّٰه درک یا إمام العالم انت السبوق و سیّد الشجعان

أُنْظر إلیَّ برحمة و تحنّن یا سیدی أنا أحقر الغلمان

یا حِبِّ إنک قد دخلت محبةً فِی مُهْجَتی و مدارکی و جنانی

من ذکر وجهک یا حدیقة بهجتی لم أَخْلُ فی لحظٍ ولا فی آن

جسمی یطیر الیک من شوق علا یالیت کانت قوة الطیران

القصیدة المبتکرة المحبّرة التی خاطری ابو عذرها و قد أودعتها أشعارًا تشفی صدور المتفکرین و تروی أُوام الصادین.

بمُطّلعٍ علی أسرار بالی بعالم عیبتی فی کل حالی

بوجهٍ قد رأی أعشار قلبی بمستمع لصرخی فی اللیالی

لقد أرسلت من رب کریم رحیم عند طوفان الضلال

وقد أعطیت برهانًا کرمح و ثقّفناه تثقیف العوالی

فلا تقف الظنون بغیر علم و خفْ أخذا المحاسب ذی الجلال

تری آیات صدقی ثم تنسی لحاک اللّٰه مالک لا تبالی

تعال إلی الهدی ذُلًّا خضوعًا إلی ما تکتسی ثوب الدلال

و إنْ ناضلتنی فتری سهامی و مثلی لا یفرّ من النضال

سهامی لا تطیش بوقت حرب وسیفی لا یغادر فی القتال

فإن قاتلتنی فأریک أنی مقیم فی میادین القتال

أبـــا لإيــذاء أتــــرک أمــــر ربّـــی و مثــلـــی حيـن يـؤذی لا يـبـالـی
و كيف أخـاف تهـديـد الـخُنـاثٰی و قـد أعـطيـت حـالات الرّجـال
ألا انــــی أقـــــاومُ كـــلَّ سهـــمٍ و أَقلـــی الا كتـنــان عـن النّبـال
فـــإن حَـرُبًـا فحـربٌ مثل نـارٍ و إن سـلـمًـا فسِلُمٌ كـالـزُّلال
و حـــربـی بـالـدلائـل لاالسهـام و قـولــی لهـذمٌ شـاجُ الـقـذال
وفـاق السيف نـطـقـی فی الصقال قـد اغُتـلـتُ الـمـكـفّر كـالغزال
ولـم يـزل الـلّـئـام يـكـفّـرونـی إلـی أن جاء نصـرةُ ذی الـجلال
و قـد جـادلتـنـی ظـلـمًـا و زُورًا و جـاوزت الـديـانة فی الجدال
ولـو قبـل الـجـدال سـألـت منّی جُـذِبـتَ إلـی الهـدی قبل الوبال
لـنـا فـی نـصـرة الـدِّيـن الـمتيـن مسـاعٍ فـی التـرقـی والكمـال
هـدانـی خـالـقـی نهـجًـا قويـمًـا و ربّــانــی بـــأنـواع الـنَّـوال
لـقــد أُعـطيـت أسـرار السـرائـر فسـل إن شئت من نوع السئوال
و قـد غـوّصـتُ فـی بحـر الفنـاء فـعـدتُ و فـی يـدی أَبهَی اللآلی
رأيـت بـفـضـل ربـی سبـل ربـی و إن كــانــت أدقّ مـن الهـلال
و كـم سـرٍّ أرانـی نـور ربـی و آيـاتٍ عـلـی صدق الـمقـال
و عـلـم يَبُهَـرَنَّ عـقـول نـاس و رأیٍ قـد عـلا قُنَنَ الجبـال
سعيـت و مـا ونيـت بشوق ربـی إلـی أن جـاء نـی ريـا الـوصـال
و قـد أُشـربـت كـأْسًـا بعد كـاسٍ الـی أن لاح لـی نـور الـجمـال
وقـد اُعـطيـتُ ذوقًـا بـعـد ذوق و نـعـمـاء الـمـحبّة والـدلال

وجدّ ت حیــات قـلـبی بـعد موتی | و عــادت دولتــی بـعـد الـزّوال
لـفــاظــات الـمـوائـد کـان أُکلـی | وصـرتُ الیـوم مـطـعـام الأهالی
أزیــد بــفــضــلــه یـومًــا فیـومًــا | و أُصلـی قـلـب مـنـتـظر الوبـال
ألا یــا حــاسـدی خف قهـر ربـی | و ما أٰلـوک نـصـحًا فی المقال
فــلا تستــکبــرن بــفــور عـجـب | و کـم من مُزُدهٍ صیـدُ الـنَّکـال
ألا یــا خــاطــب الــدنیـا الـدّنِیّــه | تــذکّــرُ یـوم قـرب الإرتـحــال
سهــام الـمـوت تـفـجأُ یـا عزیزی | ولـو طـال الـمـدی فـی الإنتقال
هـداک اللّٰــه قـد جـادلتَ بغضـا | ومـا فـکّـرتَ فـی قـولی و قـالی
و کــم اکــفـرتـنـی کـذبًـا و زورًا | و کـم کـذّبـت مـن زیغ الخیـال
و إنــی قـد أری قـد ضـاع دِیُنکُ | فـقــم وَ ارُبَـأْ بــه قبـل الـرِّحـال
حیــاتک بــالتغــافـل نـوع نـوم | و أیــام الـمـعــاصی کـاللّیـالی
ولستُ بـطـالب الدُّنیا کَزعمِکُ | و قــد طَـلَّــقُتُهَــا بِــالِاعتــزالِ
تـــرکــنـــا هــذه الـدنیــا لـوجــهٍ | و آثرنـا الـجَـمال علی الجِمال
و إنِـک تــزدری نُـطقـی و قـولـی | و لــو صـــادفتــه مثـل الـلآلـی

فــلا تــنــظــر الــی زحفٍ فـإنــی
نــظــمـت قـصیـدتـی بِـالارتـجـالِ

القصیدة☆

أمرت من اللّٰه الکریمِ الممجّد فقمتُ و لم أکسل و لم أتبلّدِ
و ھذا کتابی قد تلألأ وجھُہٗ تلألُؤَ سِمطَی لؤلؤٍ و زَبَرْجدِ
تری نور العرفان فیہ کأنہ أیاۃ ذُکاءٍ أو بریق العسجد
و انی أری فیہ الشفاء لطالب و یُشفی بہ قلب السعید و یھتدی
و أودعتہ أسرار علم و حکمۃ و رتّبتُہ مثل الثقیف المسنّد
و کم من لآلی فیہ من سرّ الھدی فیا صاحِ فتِّشھا و لا تتجلّد
و قد بان وجہ الحق فیہ وضاحۃً کخدٍّ نقیِّ اللّونِ لم یتخدّد
و إنّی من اللّٰہ الکریم مجدّدٌ و منہ مباراتی و سیفی و أجُرَدی
و واللّٰہ إنّی من نخیل خمیلۃ و حِبّی ببستانی یروح و یغتدی
و قد خصَّنی ربی و ألقی رداءَہٗ علیّ فما تدرُون ما تحت بُرجُدی
و قد ذُلِّلتُ نفسی بتوفیق خالقی فلیس کمثلی فوق مَورٍ معبَّد
نما کلُّ علمٍ صالحٍ فی قریحتی کأشجارِ مَولِیِّ الأسرّۃ أغْیَد
فجدّدت توحیدًا عفَتْ آثارُہٗ و طھّرتُ أرضَ الدین من کل جَلْسَدِ
و قومی یعادینی غرورًا و نخوۃً متی أدنُ رحمًا یَنْأَ عنّی و یبعُدِ
یسبّ و ما أدری علی ما یسبّنی أ یُکفَرُ من یُعلی لواءَ محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)
یزاحمنی من کلّ باب فتحتُھا لنصرِ رسول اللہ حِبّی و سیّدی
و قد أکفرونی قبل کشفِ حجابھم و یعلم ربّی صدق قولی و مقصدی
و رُبَّ ولیِّ اللہ برٌّ مقرَّب یُری فی عیون الحاسدین کمُلحِد

☆ یہ قصیدہ آئینہ کمالات اسلام ایڈیشن اول کے عربی حصہ میں تو نہیں البتہ ’’التبلیغ‘‘ کے پہلے ایڈیشن میں شامل ہے۔ ناشر

وَ أيقظتُهم رحمًا عليهم و شفقةً ولكنّهم أعداءُ كل مسهِّد
و لستُ بتارك أمر ربى مخافةً و لو قتّلونى بالحسام المجرَّد
و كيف أخاف نهيقَ قومٍ مفنّدٍ مِثل عُواء الذئب بل صوت جُدجُد
و كيف يؤثّر حجّتى فى نفوسهم و لا حَظَّ من سِرّ الهدى لِضَفَنْدَد
تبينتِ الآيات حق فما رأوا و صالُوا و خالونى على غير مرصد
و إنّى أَبَنتُ لهم دلائل مقصدى و ليس لهم أدنى الدلائل فى اليد
و قد استتروا كالطير فى وُكناتها لما عجزوا مِن قِبل عَضبٍ محدَّد
فما قاومونى فى مصافٍ و ما اهتدوا فقلنا اخسئُوا لا خوفَ منكم لمهتدى
و كيف أعالج قلبِ وجهٍ مسوَّدٍ غبيٍّ شقيٍّ فى البطالة ☆ مفسد
و يعلون دِعصَ الرمل هربًا و كلّهم كرَبَرَبِ ثورِ الوحش يخشون جَدجَدى
و قلت لهم يا قوم خَفُ قهرَ قادرٍ و أَقصِر و مَهلًا بعض هذا التشدّدِ
فما تركوا أوزارَ شرٍّ و فتنةٍ و ما خافوا نيرانَ يومٍ مبدّد
و قد تركونى نخوةً و تباعدوا و ليس فؤادى عن هواهم بمبعد

☆ هذا لفظ ذومعنيين: المعنى الأول فظاهر، والمعنى الثانى فهو اشارة الى بلدة اسمه ”بتالة“، و يسكن فيها فتّان مفسد اسمه شيخ محمد حسين، وا ليه أشرت فى هذه القصائد التى اقتضبتُها، و رسالتى التى كتبتها. و هذا امرء مفلس لم يُرضع ثدىَ الأدب و لم يُرزق من العلوم النُّخَبِ و هو من الذين يؤثرون الثرائد و يَدعون الفرايد، و مع ذلك هو عدو الحق خبيث الأنفاس دنىء النُّحاس ثعبان الاخفاس مع الفحيح الانتهاس أصلَتَ لسانه على العَضبِ الجُرّاز والفاس، و كشّر عن أنيابه كالذياب عند الافتراس، و انه صفر اليد من العلوم و أُزمُول كناس الوسواس و زاملة الخنّاسُ. سردتُ على كتابى فأبى، ودنوتُ ترحمًا فتحامىٰ. فتاقت نفسى الآن الى أن أفضّ ختمَ سرِّه الأخفى، ليعلم الناس أن الحق مبين والشيخ شُيَيْطينٌ. منه

شیخ محمد حسین بٹالوی کے اس پرچہ کا جواب جو انہوں نے ۹ جنوری ۱۸۹۳ء کو لکھ کر اپنے پرچہ نمبر ۱ جلد ۱۵ میں شائع کیا

خدا چون بہ بندد دو چشم کسے نہ بیند و گر مہر تابد بسے

شیخ صاحب بٹالوی نے پھر اس پرچہ کے صفحہ ۲۲ میں اس عاجز پر یہی الزام لگایا ہے کہ دروغ سے آپکی کوئی تحریر خالی نہیں۔ سچ ہے انسان جس وقت بباعث تکبر اور حسد کے پردوں کے نابینا ہو جاتا ہے تو اس وقت اسکو ظلمت ہی ظلمت نظر آتی ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ الزام کچھ نئے نہیں خداتعالیٰ کے نیک بندے جس قدر دنیا میں آئے بدطینتوں نے ان پر یہی الزام لگائے کہ یہ جھوٹے ہیں کذاب ہیں مفتری ہیں شہوت پرست ہیں مال خور ہیں۔ لیکن جب دنیا ان دونوں گروہ میں فیصلہ نہ کر سکے تب آخر اس نے جس کی نظر دلوں کے پاتال تک پہنچتی ہے اپنے آسمانی فیصلہ سے روز روشن کی طرح دکھلا دیا کہ کون کذاب اور کون صادق ہے۔ سو اس وقت میں کچھ ضرور نہیں سمجھتا کہ بار بار اپنے صدق کے ثبوت پیش کروں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ جس پر میرا بھروسہ ہے اور جو میری اندرونی حالتوں کو سب سے بہتر جانتا ہے وہ آپ فیصلہ کرے گا دیکھنا چاہیئے کہ ایک زمانہ تک ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار نابکار سے کیا کچھ اپنے نام سنے اور ان پر کس قدر بیجا تہمتیں افتراء وغیرہ کی لگائی گئیں۔ لیکن چونکہ وہ سچے تھے اور خدا انکے ساتھ تھا اس لئے آخرکار مخفی نہ رہ سکے اور آسمان نے بڑی قوت کے ساتھ ان نوروں کے ظاہر کرنے کیلئے جوش مارا تو تب سب مکذب ایسے نابود ہوئے اور لپیٹے گئے جیسے کوئی کاغذ کا تختہ لپیٹ دیوے۔ یاد رہے کہ اکثر ایسے اسرار دقیقہ بصورت اقوال یا افعال انبیاء سے ظہور میں آتے رہے ہیں کہ جو نادانوں کی نظر میں سخت بیہودہ اور شرمناک کام تھے جیسا کہ حضرت **موسیٰ** علیہ السلام کا مصریوں کے برتن اور پارچات مانگ کر لے جانا اور پھر اپنے تصرف میں لانا اور حضرت **مسیح** کا کسی فاحشہ کے گھر میں چلے جانا اور اس کا عطر پیش کردہ جو حلال وجہ سے نہیں تھا، استعمال کرنا اور اس کے لگانے سے روک نہ دینا اور حضرت **ابراہیم** علیہ السلام کا تین مرتبہ ایسے طور پر کلام کرنا جو بظاہر دروغ گوئی میں داخل تھا پھر اگر کوئی تکبر اور خودستائی کی راہ سے اس بنا پر

﴿۵۹۸﴾

حضرت موسیٰ کی نسبت یہ کہے کہ نعوذ باللہ وہ مال حرام کھانے والا تھا۔ یا حضرت مسیح کی نسبت یہ زبان پر لاوے کہ وہ طوائف کے گندہ مال کو اپنے کام میں لایا۔ یا حضرت ابراہیم کی نسبت یہ تحریر شائع کرے کہ مجھے جس قدر ان پر بدگمانی ہے اس کی وجہ ان کی دروغ گوئی ہے تو ایسے خبیث کی نسبت اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس کی فطرت ان پاک لوگوں کی فطرت سے مغائر پڑی ہوئی ہے اور شیطان کی فطرت کے موافق اس پلید کا مادہ اور خمیر ہے۔ سو حضرت بٹالوی صاحب یاد رکھیں کہ جس قدر آپ اس عاجز کی نسبت بباعث اپنی نادانی کے دروغ گوئی کے الزام لگاتے ہیں وہ اسی قسم کے اعتراض ہیں جو پہلے اس سے نابکار لوگوں نے انبیاء علیہم السلام پر کئے ہیں۔ مگر آپ پر تکبر اور غرور اور خود پسندی کا اعتراض ہے جو اسی معلم الملکوت کا خاصہ ہے جو آپ کا قرین دائمی ہے۔ اگر کوئی کذب حقیقت میں ہم سے ظہور میں آیا ہے تو ہم اس کی سزا پائیں گے۔ اور اگر خلیل اللہ کے کلمات کی طرح ہمارا کوئی کلمہ کسی نادان کی نظر میں بصورت دروغ معلوم ہو تو یہ اس کی نادانی ہوگی جو ایک دن ضرور اس کو رسوا کرے گی۔ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں سے پناہ میں رکھے جو کہ ابلیس کی چادر پہن کر اپنی نفسانی پندار سے ہیچومن دیگرے نیست کہتے پھریں اور اپنی کور باطنی سے دوسروں کی نکتہ چینی کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قیامت کے دن شرک کے بعد تکبر جیسی اور کوئی بلا نہیں۔ یہ ایک ایسی بلا ہے جو دونوں جہان میں انسان کو رسوا کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا رحم ہر یک موحد کا تدارک کرتا ہے مگر متکبر کا نہیں۔ شیطان بھی موحد ہونے کا دم مارتا تھا مگر چونکہ اس کے سر میں تکبر تھا اور آدم کو جو خدا تعالیٰ کی نظر میں پیارا تھا۔ جب اس نے توہین کی نظر سے دیکھا اور اس کی نکتہ چینی کی اس لئے وہ مارا گیا اور طوق لعنت اس کی گردن میں ڈالا گیا۔ سو پہلا گناہ جس سے ایک شخص ہمیشہ کیلئے ہلاک ہوا تکبر ہی تھا۔ اب میں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو بدکار مفتری کو بے سزا نہیں چھوڑے گا کہ خدا تعالیٰ نے جیسے مجھے مسیح ابن مریم قرار دیا ایسا ہی آدم بھی قرار دیا اور فرمایا کہ **اردت ان استخلف فخلقت آدم** ۔ یعنے میں نے ارادہ کیا کہ دنیا میں اپنا خلیفہ مقرر کروں سو میں نے آدم کو پیدا کیا یعنے اس عاجز کو۔ سو جبکہ میں آدم ٹھہرا تو میرے لئے ایک نکتہ چین بھی چاہیئے تھا۔ جو اول لوگوں کی نظر میں ملکوت میں داخل ہوا اور پھر **الٰی یوم الدین** کا جامہ پہنے۔ سو اب معلوم ہوا کہ وہ آپ ہی ہیں۔ اور پھر میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ فقرہ جو میں اوپر لکھ آیا ہوں یہ اللہ جلّ شانہٗ کا کلام ہے۔ اور اگر یہ اللہ جلّ شانہٗ کا کلام نہیں تو میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ایک رات بھی مجھ کو مہلت نہ دے اور میرے پر وہ سزا نازل کرے جو کسی پر نہ کی ہو۔ اے میرے خدا۔ اے میرے ہادی۔ رہنما۔ اگر یہ تیرا کلام نہیں۔ اگر تو نے ہی مجھے خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ اگر تو نے ہی میرا نام عیسیٰ نہیں رکھا اور تو نے ہی میرا نام آدم نہیں رکھا تو مجھے

﴿۵۹۹﴾ زندوں میں سے کاٹ ڈال۔ لیکن اگر میں تیری طرف سے ہوں اور تیرا ہی ہوں تو میری مدد کر۔ جیسا کہ تو ان کی مدد کرتا ہے جو تیری طرف سے آتے ہیں۔

بالآخر میں اس بات کے لکھنے سے بھی نہیں رہ سکتا کہ بٹالوی صاحب کا رئیس المتکبرین ہونا صرف میرا ہی خیال نہیں بلکہ ایک گروہ کثیر مسلمانوں کا اس پر شہادت دے رہا ہے۔ اور ساتھ ہی لوگ اس بات سے بھی حیران ہیں کہ یہ تکبر کس وجہ سے اور کس بنا پر ہے۔ مثلاً شیطان نے جو تکبر کیا تو اس کی یہ بنا تھی جو وہ اپنے تئیں نجیب الخلقت سمجھتا تھا اور خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ [1] کا دم مار کر حضرت صفی اللہ پر خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ [2] کی نکتہ چینی کرتا تھا۔ پس اگر حضرت بٹالوی صاحب اوروں کی نسبت اپنے تئیں ایک خاص طور سے نجیب الطرفین خیال کرتے ہیں تو اس کا کوئی ثبوت دینا چاہیئے اور کوئی ایک آدھ شہادت پیش کرنی چاہیئے۔ اور اگر تکبر کی بنا کسی نوع کا علم ہے جو میاں شیخ الکل یا کسی اور سے حاصل کیا ہے تو اس کا بھی ثبوت چاہیئے۔ کیونکہ اب تک ہمیں اس بات کا علم نہیں کہ کونسا علم ان کو حاصل ہے۔ آیا طبیب ہیں یا فلاسفر ہیں یا ہیئیت دان ہیں یا منطقی یا ادیب۔ یا حقائق اور معارف قرآن میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں یا امام بخاری کی طرح کئی لاکھ حدیث نوک زبان ہے۔ اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں تو پھر بجز شیطانی تکبر کے اور کیا ان کی نسبت ثابت ہوسکتا ہے۔ اب یاد رہے کہ تکبر کو جھوٹ لازم پڑا ہوا ہے بلکہ نہایت پلید جھوٹ وہ ہے جو تکبر کے ساتھ مل کر ظاہر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ متکبر کا سب سے پہلے سر توڑتا ہے سو اسی طرح اب بھی توڑے گا۔ یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ میاں بٹالوی کا یہ شیوہ ہے کہ اپنا تو خاص طور پر مولوی نام رکھا ہے اور دوسروں کا نام جاہل۔ احمق ان پڑھ اور جس پر بڑی مہربانی ہوئی اس کو منشی کر کے پکارا ہے۔ اور ہماری جماعت کا نام جہلاء اور سفہاء کی جماعت نام رکھا ہے۔

اب میاں بٹالوی بتلاویں کہ انہوں نے اپنے تئیں مولوی قرار دینے اور دوسروں کا نام جاہل اور ان پڑھ رکھنے میں سچ بولا ہے یا جھوٹ۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں دیکھتا ہوں کہ میاں بٹالوی کی جڑوں میں جھوٹ رچا ہوا ہے اور تکبر کی پلید سرشت نے اور بھی اس جھوٹ کو زہریلا مادہ بنا دیا ہے چونکہ شیطانی نخوت نے اپنا پورا پورا بوجھ ان پر ڈال دیا ہے اس لئے ایک زور کے ساتھ دروغ گوئی کی نجاست ان کے منہ سے بہ رہی ہے۔ پھر اس کے ساتھ وقاحت یہ کہ دوسروں کا نام دروغ گو رکھتے ہیں۔ میں یہ حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ اگر میرے مکرم ومخدوم دوست **مولوی حکیم نورالدین** صاحب **بارک اللہ تعالٰی فی مجدہ و علمہ و بقائہ**

[1] و [2] الاعراف:۱۳

﴿۶۰۰﴾

و رزق عباده من نفحات فیوضه و برکات نوره و ضیاءه ۔ایک طرف کھڑے ہوکرقرآن کریم کے معارف بیان کریں اور ایک طرف میاں بٹالوی فرقان حمید کے کچھ حقائق بیان کرنا چاہیں تو مجھے یقین ہے اور گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت موصوف کے مقابل پر یہ بیچارہ نیم مُلّا گرفتار عُجب و پندار بٹالوی ایسا عاجز اور پیچھے رہ جاوے کہ ہر یک عقلمند اس پر ہنسے مجھے ہر بار یہی تعجب آتا ہے کہ یہ حاطب اللیل باوجود اپنے اس بیجا تکبر اور کذب صریح کے کیوں اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالتا اور خبث نفس سے علماء اور فضلاء کا حقارت سے نام لیتا ہے۔اس کی مولویت اور اس کے ظنون فاسدہ کا فیصلہ نہایت آسان ہے جس کا اب بفضلہ تعالیٰ وقت پہنچ گیا ہے۔انشاء اللہ تعالیٰ میں اس فیصلہ کیلئے ایک معیار کامل اس مضمون کے اخیر میں بیان کروں گا۔اب چند اعتراضات ضروریہ کا جواب دیتا ہوں اور وہ یہ ہے۔

قولہ۔نبیوں کی بھی پیشگوئیوں کا سچا ہونا ضروری ہے یا نہیں۔صفحہ ۲۶۔

اقول ۔اس سوال سے معترض نادان کی یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ گویا اس عاجز سے کوئی پیش گوئی خلاف واقعہ نکلی ہے۔پس واضح ہو کہ یہ فیصلہ تو آسان ہے۔معترض پر واجب ہے کہ ایک جلسہ مقرر کر کے وہ الہام اس عاجز کا پیش کرے کہ جو بقول اس کے نفس الہام میں غلطی ہو نہ کسی ظنی اور خیالی تعبیر میں۔لیکن ایسے شخص کیلئے کچھ سزا بھی چاہیئے تا بار بار دروغ گوئی کی نجاست کی طرف نہ دوڑے۔

قولہ۔جس شخص کی کوئی پیشگوئی سچی نکلے اور کوئی جھوٹی۔وہ سچی پیشگوئی میں ملہم ہوسکتا ہے۔

اقول ۔اے محجوب نادان۔کوئی پیشگوئی اس عاجز کی بفضلہ تعالیٰ آج تک جھوٹی نہیں نکلی بلکہ تین ہزار کے قریب اب تک سچی نکلیں اور نکلتی جاتی ہیں۔رہی اجتہادی غلطی،سو بخاری کو کھول اور **ذھب وھلی** کا مضمون یاد کر۔اور ان لوگوں کی مشابہت سے ڈر جو بعض پیشگوئیوں کی اجتہادی غلطیوں کو دیکھ کر مرتد ہو گئے تھے۔

قولہ ۔ایسا شخص اگر جھوٹ بولتا ہو۔لوگوں کے مال ناجائز مارتا ہو الخ تو پھر بھی وہ اگر اس کی کوئی پیشگوئی سچی نکل آوے۔ملہم،ولی،محدث اور خدا کا مخاطب ہوسکتا ہے؟

اقول ۔آپ جیسے نابکار مفتریوں نے انبیاء پر بھی یہی الزام لگائے تھے۔حضرت ابراہیم پر جھوٹ کی تہمت۔حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ پر مال حرام کی اور اس زمانہ کے کور باطن عیسائی وغیرہ ایسے ہی الزام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگاتے ہیں کہ فلاں قافلہ کا مال بغیر کسی موقعہ لڑائی کے لوٹ لیا۔چنانچہ ان الزاموں سے ان کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔اب اگر یہ سوال ہو کہ ایک شخص نے ہزارہا

خون بھی کئے اور مال بھی لوٹے تو وہ کیونکر نبی صادق ٹھہر سکتا ہے تو ایسے جاہل کا یہی جواب ہوگا کہ اپنے ان کامل نوروں کی وجہ سے جو بجز راستباز کے کسی کو نہیں مل سکتے۔ عقلمند انسان ان نوروں کی چمک دیکھ کر ان امور کی صحیح تاویل آپ اپنی عقل خداداد سے سمجھ لے گا۔ اور جاہل اعتراضوں پر جمے گا۔ اور سیدھا جہنم کی طرف جائے گا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تمام حقوق پر خدا تعالیٰ کا حق غالب ہے اور ہر ایک جسم اور روح اور مال اسی کی ملک ہے۔ پھر جب انسان نافرمان ہو جاتا ہے تو اس کی ملک اصل مالک کی طرف عود کرتی ہے۔ پھر اس مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلا توسط رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچاوے۔ اور یا کسی رسول کے واسطہ سے یہ تجلّی قہری نازل فرماوے۔ بات ایک ہی ہے۔ اسی طرح خضر کے کاموں کی مانند ہزاروں امور ہوتے ہیں جو انبیاء اور محدثین پر ان کی خوبی ظاہر کی جاتی ہے اور وہ ان کاموں کیلئے مامور کئے جاتے ہیں اور ان کے کاموں میں جو لوگ عجلت سے مخالفانہ دخل دیتے ہیں۔ وہی ہیں جو ہلاک ہوتے ہیں۔

قولہ۔ اس عاجز کی باون سال کی عمر پر پہنچ کر فوت ہونے کی پیشگوئی آپ نے کی ہے یا نہیں۔

اقول ۔ میں نے آپ کی نسبت یہ پیشگوئی ہرگز نہیں کی۔ اگر کسی نے میری طرف سے کہا ہے تو اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ اور آپ کی سراسر یہ بددیانتی اور خیانت ہے کہ بغیر اس کے جو مجھ سے دریافت کرتے یا میری کسی تحریر میں پاتے۔ ناحق بے وجہ یہ الزام میرے پر لگا دیا۔

قولہ ۔ بعض مرید آپ کے شراب پیتے ہیں۔ اور کیا آپ کے بڑے معاون اور مرید نے آپ کے مکان پر شراب نہیں پی۔

اقول ۔ **لعنت اللّٰہ علی الکاذبین** اب ثابت کرو کہ کس نے میرے مکان پر شراب پی۔ اور میرے بیعت کنندوں میں سے کون شراب پیتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ لوگ بیعت کے بعد معاً ایک پاک تبدیلی اپنے چال چلن میں دکھلاتے ہیں۔ وہ نماز کے پابند ہوتے ہیں اور منہیات سے پرہیز کرتے ہیں اور دین کو دنیا پر مقدم رکھ لیتے ہیں۔ اور صادق پرہیزگاروں کو اس بات کی کچھ بھی حاجت نہیں کہ کوئی ان کو نیک کہے۔ خدا تعالیٰ دلوں کو دیکھ رہا ہے اور اس کا دیکھنا کافی ہے۔

اب میں اپنے وعدہ کے موافق ایک ایسا معیار ذیل میں ظاہر کرنا چاہتا ہوں جس سے بخوبی کھل جائے کہ یہ عاجز مؤید من اللہ ہے اور حضرت بٹالوی صاحب اول درجہ کے کاذب اور دجال اور رئیس المتکبرین ہیں اور وہ تقریر یہ ہے کہ حضرت بٹالوی صاحب کی متواتر تحریروں سے ناظرین کو معلوم ہے کہ انہوں نے

﴿۶۰۲﴾ اس عاجز کا نام جاہل اور نادان اوران پڑھ رکھا ہے اور ساتھ اس کے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ یہ عاجز دراصل ملہم اور محدث نہیں ہے بلکہ مفتری اور کذّاب اور دجال ہے اور بقول ان کے اس عاجز کے رگ و ریشہ میں جھوٹ رچا ہوا ہے اور جب بعض نشان ان کو دکھلائے گئے تو ان کی نسبت ان کا یہ بیان ہے کہ کبھی جھوٹے مدعی کی بھی خدا تعالیٰ مدد کرتا ہے اور حالانکہ جانتا ہے کہ یہ میری مدد اس کذاب کے صدق دعویٰ کیلئے دلیل ٹھہر جائے گی تب بھی مدد کرتا ہے اور ایسے کذابوں کو توفیق دیتا ہے کہ وہ رمل کے ذریعہ سے یا جفر کے ذریعہ سے کوئی بات کہہ دیں اور وہ بات پوری ہو جائے۔ سو اس قسم کے نشانوں کو بٹالوی صاحب نے اپنے بیہودہ بیانات سے رد کر دیا ہے لیکن اس جگہ ایک اور معیار ہے جو ہم ذیل میں لکھتے ہیں:

ایک روحانی نشان جس سے ثابت ہوگا کہ یہ عاجز صادق اور خدا تعالیٰ سے مؤید ہے یا نہیں۔
اور شیخ محمد حسین بٹالوی اس عاجز کو کاذب اور دجّال قرار دینے میں صادق ہے یا خود کاذب اور دجّال ہے

عاقل سمجھ سکتے ہیں کہ منجملہ نشانوں کے حقائق اور معارف اور لطائف حکمیہ کے بھی نشان ہوتے ہیں۔ جو خاص ان کو دیئے جاتے ہیں جو پاک نفس ہوں اور جن پر فضل عظیم ہو جیسا کہ آیت لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ [1] اور آیت وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا [2] بلند آواز سے شہادت دے رہی ہے۔ سو یہی نشان میاں محمد حسین کے مقابل پر میرے صدق اور کذب کے جانچنے کیلئے کھلی کھلی نشانی ہوگی اور اس فیصلہ کیلئے احسن انتظام اس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک مختصر جلسہ ہو کر منصفان تجویز کردہ اس جلسہ کے چند سورتیں قرآن کریم کی جن کی عبارت اسی آیت سے کم نہ ہو تفسیر کیلئے منتخب کر کے پیش کریں۔ اور پھر بطور قرعہ اندازی کے ایک سورہ ان میں سے نکال کر اسی کی تفسیر معیار امتحان ٹھہرائی جائے اور اس تفسیر کیلئے یہ امر لازمی ٹھہرایا جاوے کہ بلیغ فصیح زبان عربی اور مقفّٰی عبارت میں قلمبند ہو اور دس جزو سے کم نہ ہو۔ اور جس قدر اس میں حقائق اور معارف لکھے جائیں وہ نقل عبارت کی طرح نہ ہو بلکہ معارف جدیدہ اور لطائف غریبہ ہوں۔ جو کسی دوسری کتاب میں نہ پائے جائیں۔

[1] الواقعة:۸۰ [2] البقرة:۲۷۰

اور بااین ہمہ اصل تعلیم قرآنی سے مخالف نہ ہوں بلکہ ان کی قوت اور شوکت ظاہر کرنے والے ہوں ☆۔ اور کتاب کے آخر میں سو شعر لطیف بلیغ اور فصیح عربی میں نعت اور مدح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بطور قصیدہ درج ہوں اور جس بحر میں وہ شعر ہونے چاہئیں وہ بحر بھی بطور قرعہ اندازی کے اسی جلسہ میں تجویز کیا جائے اور فریقین کو اس کام کیلئے چالیس دن کی مہلت دی جائے۔ اور چالیس دن کے بعد جلسہ عام میں فریقین اپنی اپنی تفسیر اور اپنے اپنے اشعار جو عربی میں ہوں گے سنا دیں۔ پھر اگر یہ عاجز شیخ محمد حسین بٹالوی سے حقائق و معارف کے بیان کرنے اور عبارت عربی فصیح و بلیغ اور اشعار آبدار مدحیہ کے لکھنے میں قاصر اور کم درجہ پر رہا۔ یا یہ کہ شیخ محمد حسین اس عاجز سے برابر رہا تو اسی وقت یہ عاجز اپنی خطا کا اقرار کرے گا اور اپنی کتابیں جلا دے گا۔ اور شیخ محمد حسین کا حق ہوگا کہ اس وقت عاجز کے گلے میں رسہ ڈال کر یہ کہے کہ اے کذاب۔ اے دجال۔ اے مفتری۔ آج تیری رسوائی ظاہر ہوئی۔ اب کہاں ہے وہ جس کو تو کہتا تھا کہ میرا مددگار ہے۔ اب تیرا الہام کہاں ہے اور تیرے خوارق کدھر چھپ گئے۔ لیکن اگر یہ عاجز غالب ہوا تو پھر چاہیئے کہ میاں محمد حسین اسی مجلس میں کھڑے ہو کر ان الفاظ سے توبہ کرے کہ اے حاضرین آج میری روسیاہی ایسی کھل گئی کہ جیسے آفتاب کے نکلنے سے دن کھل جاتا ہے اور اب ثابت ہوا کہ یہ شخص حق پر ہے اور میں ہی دجال تھا اور میں ہی کذاب تھا اور میں ہی کافر تھا اور میں ہی بے دین تھا اور اب میں توبہ کرتا ہوں۔ سب گواہ رہیں۔ بعد اس کے اسی مجلس میں اپنی کتابیں جلا دے۔ اور ادنیٰ خادموں کی طرح پیچھے ہو لے۔ ☆

صاحبو۔ یہ طریق فیصلہ ہے جو اس وقت میں نے ظاہر کیا ہے۔ میاں محمد حسین کو اس پر سخت اصرار ہے کہ یہ عاجز عربی علوم سے بالکل بے بہرہ اور کودن اور نادان اور جاہل ہے☆☆ اور علم قرآن سے بالکل بے خبر ہے اور خدا تعالیٰ سے مدد پانے کے تو لائق ہی نہیں کیونکہ کذاب اور دجال ہے اور ساتھ اس کے ان کو اپنے کمال علم اور فضل کا بھی دعویٰ ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک حضرت مخدوم مولوی حکیم نورالدین صاحب جو اس عاجز کی نظر میں علامہ عصر اور جامع علوم ہیں۔ صرف ایک حکیم۔ اور اخویم مکرم مولوی سید محمد احسن صاحب جو گویا علم حدیث کے ایک پُتلے ہیں صرف ایک منشی ہیں۔ پھر باوجود ان کے اس دعویٰ کے اور میرے اس ناقص حال کے جس کو وہ بار بار شائع کر چکے ہیں۔ اس طریق فیصلہ میں کون سا اشتباہ باقی ہے۔ اور اگر وہ اس مقابلہ کے لائق نہیں۔ اور اپنی نسبت بھی جھوٹ بولا ہے

☆ اگر کسی کے دل میں یہ خدشہ گزرے کہ ایسے جدید حقائق و معارف جو پہلی تفاسیر میں نہ ہوں وہ کیونکر تسلیم کئے جاسکتے ہیں اور وہ انہیں پہلی ہی تفاسیر میں محدود کرے تو اسے مناسب ہے کہ عبارت ذیل کو ملاحظہ کرے۔ ثم رأیت کل آیۃ کل حدیث بحرًا موّاجًا فیہ من اسرار ما لو کُتب شُرح سر واحد منھا مجلدات لما احاطتہ و رئیت الاسرار الخفیۃ متبذلۃ فی اشارات القرآن والسّنۃ فقضیت العجب کل العجب فیوض الحرمین۔ صفحہ ۴۲

☆ شیخ بٹالوی کو اختیار ہوگا کہ میاں شیخ الکل اور دوسرے تمام متکبر ملّاؤں کو ساتھ ملا لے۔ منہ

☆☆ دیکھو ان کا فتویٰ نمبر ۴ جلد ۱۳ صفحہ ۱۱۵

﴿۶۰۴﴾

اور میری نسبت بھی اور میرے معظم اور مکرم دوستوں کی نسبت بھی تو پھر ایسا شخص کسی قدر سزا کے لائق ہے کہ کذاب اور دجال تو آپ ہو۔ اور دوسروں کو خواہ نخواہ دروغ گو کر کے مشتہر کرے۔ اور یہ بات بھی یاد رہے کہ یہ عاجز درحقیقت نہایت ضعیف اور ہیچ ہے۔ گویا کچھ بھی نہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ متکبر کا سر توڑے اور اس کو دکھاوے کہ آسمانی مدد اس کا نام ہے۔ چند ماہ کا عرصہ ہوا ہے جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین کا دیکھا۔ جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجال اور بے ایمان اور باایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بیخبر ہے۔ تب میں جناب الٰہی میں رویا کہ میری مدد کر تو اس دعا کے بعد الہام ہوا کہ **ادعونی استجب لکم** یعنے دعا کرو کہ میں قبول کروں گا مگر میں بالطبع نافر تھا کہ کسی کے عذاب کیلئے دعا کروں آج جو ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ ہے اس مضمون کے لکھنے کے وقت خدا تعالیٰ نے دعا کیلئے دل کھول دیا۔ سو میں نے اس وقت اسی طرح سے رقت دل سے اس مقابلہ میں فتح پانے کیلئے دعا کی اور میرا دل کھل گیا اور میں جانتا ہوں کہ قبول ہوگئی۔ اور میں جانتا ہوں کہ وہ الہام جو مجھ کو میاں بٹالوی کی نسبت ہوا تھا کہ **انّی مھین من اراد اھانتک** وہ اسی موقع کیلئے ہوا تھا۔ میں نے اس مقابلہ کیلئے چالیس دن کا عرصہ ٹھہرا کر دعا کی ہے اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔ اب صاحبو اگر میں اس نشان میں جھوٹا نکلا یا میدان سے بھاگ گیا۔ یا کچے بہانوں سے ٹال دیا تو تم سارے گواہ رہو کہ بیشک میں کذاب اور دجال ہوں۔ تب میں ہر یک سزا کے لائق ٹھہروں گا۔ کیونکہ اس موقعہ پر ہر یک پہلو سے میرا کذب ثابت ہو جائے گا اور دعا کا نامنظور ہونا کھل کر میرے الہام کا باطل ہونا بھی ہر یک پر ہویدا ہو جائے گا۔ لیکن اگر میاں بٹالوی مغلوب ہو گئے تو ان کی ذلت اور روسیاہی اور جہالت اور نادانی روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گی۔ اب اگر وہ اس کھلے کھلے فیصلہ کو منظور نہ کریں اور بھاگ جائیں اور خطا کا اقرار بھی نہ کریں تو یقیناً سمجھو کہ ان کیلئے خدا تعالیٰ کی عدالت سے مندرجہ ذیل انعام ہے:

(۱) لـــــــــعـــــــــنـــــــــت
(۲) لـــــــــعـــــــــنـــــــــت
(۳) لـــــــــعـــــــــنـــــــــت
(۴) لـــــــــعـــــــــنـــــــــت
(۵) لـــــــــعـــــــــنـــــــــت
(۶) لـــــــــعـــــــــنـــــــــت
(۷) لـــــــــعـــــــــنـــــــــت
(۸) لـــــــــعـــــــــنـــــــــت
(۹) لـــــــــعـــــــــنـــــــــت
(۱۰)☆ لـــــــــعـــــــــنـــــــــت

تنبیہ۔ اگر اس کا جواب یکم اپریل سے دو ہفتہ کے اندر اندر نہ آیا تو آپ کا گریز کر گئے سمجھی جائے گی۔

نوٹ۔ اگر میاں بٹالوی اس نشان کو منظور نہ کریں اور کسی قسم کا نشان چاہیں تو پھر اسی کے بارے میں دعا کی جائیگی مگر پہلے اشتہارات کے ذریعہ سے شائع کر دیں کہ میں اس مقابلہ سے عاجز اور قاصر ہوں۔

(مطبوعہ ریاض ہند قادیان) ☆ **تلک عشرۃ کاملۃ** المشتہر میرزا **غلام احمد** قادیانی

(۳۰؍ مارچ ۱۸۹۳ء)

﴿الف﴾

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

قیامت کی نشانی

قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ایک بڑی نشانی ہے جو اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے جو امام بخاری اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے لائے ہیں اور وہ یہ ہے **یُقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رء وسًا جُھالًا فسُئِلوا فافتوا بغیر علم فضلّوا وَ اَضلّوا**۔ یعنے بباعث فوت ہو جانے علماء کے علم فوت ہو جائے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہیں ملے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا مقتدا اور سردار قرار دیدیں گے اور مسائل دینی کی دریافت کے لئے ان کی طرف رجوع کریں گے تب وہ لوگ بباعث جہالت اور عدم ملکہ استنباط مسائل خلاف طریق صدق و ثواب فتویٰ دیں گے پس آپ بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اور پھر ایک اور حدیث میں ہے کہ اس زمانہ کے فتویٰ دینے والے یعنی مولوی اور محدث اور فقیہ ان تمام لوگوں سے بدتر ہوں گے جو روئے زمین پر رہتے ہوں گے۔ پھر ایک اور حدیث میں ہے کہ وہ قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے حنجروں کے نیچے نہیں اترے گا یعنے اس پر عمل نہیں کریں گے۔ ایسا ہی اس زمانہ کے مولویوں کے حق میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ مگر اس وقت ہم بطور نمونہ صرف اس حدیث کا ثبوت دیتے ہیں جو غلط فتووں کے بارے میں ہم اوپر لکھ چکے ہیں تا ہر یک کو معلوم ہو کہ آج کل اگر مولویوں کے وجود سے کچھ فائدہ ہے تو صرف اس قدر کہ ان کے یہ لچھن دیکھ کر قیامت یاد آتی ہے اور قربِ قیامت کا پتہ لگتا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کی پوری پوری تصدیق ہم بچشم خود مشاہدہ کرتے ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ سال گزشتہ میں بمشورہ اکثر احباب یہ بات قرار پائی تھی کہ ہماری جماعت کے لوگ کم سے کم ایک مرتبہ سال میں بہ نیت استفادہ ضروریات دین و مشورہ اعلاء کلمہ اسلام و شرع متین اس عاجز سے ملاقات کریں اور اس مشورہ کے وقت یہ بھی قرین مصلحت سمجھ کر مقرر کیا گیا تھا کہ ۲۷ دسمبر کو اس غرض سے قادیان میں آنا انسب اور اولیٰ ہے کیونکہ یہ تعطیل کے دن ہیں اور ملازمت پیشہ لوگ ان دنوں میں فرصت اور فراغت رکھتے ہیں اور بباعث ایام سرمایہ دن سفر کے مناسب حال بھی ہیں چنانچہ احباب اور مخلصین نے اس مشورہ پر اتفاق کر کے خوشی

﴿ب﴾

ظاہر کی تھی اور کہا تھا کہ یہ بہتر ہے اب ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کو اسی بناء پر اس عاجز نے ایک خط بطور اشتہار کے تمام مخلصوں کی خدمت میں بھیجا جو ریاض ہند پریس قادیان میں چھپا تھا جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض یہ بھی ہے کہ تا ہر یک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور ان کے معلومات دینی وسیع ہوں اور معرفت ترقی پذیر ہو۔ اب سنا گیا ہے کہ اس کارروائی کو بدعت بلکہ معصیت ثابت کرنے کیلئے ایک بزرگ نے ہمت کر کے ایک مولوی صاحب کی خدمت میں جو رحیم بخش نام رکھتے ہیں اور لاہور میں چینیانوالی مسجد کے امام ہیں ایک استفتا پیش کیا جس کا یہ مطلب تھا کہ ایسے جلسہ پر روز معیّن پر دور سے سفر کر کے جانے میں کیا حکم ہے اور ایسے جلسہ کیلئے اگر کوئی مکان بطور خانقاہ کے تعمیر کیا جائے تو ایسے مدد دینے والے کی نسبت کیا حکم ہے استفتا میں یہ آخری خبر اس لئے بڑھائی گئی جو مستفتی صاحب نے کسی سے سنا ہوگا جو حبی فی اللہ اخویم **مولوی حکیم نورالدین** صاحب نے اس مجمع مسلمانوں کیلئے اپنے صرف سے جو غالباً سات سو روپیہ یا کچھ اس سے زیادہ ہوگا قادیان میں ایک مکان بنوایا جس کی امداد خرچ میں اخویم حکیم فضل دین صاحب بھیروی نے بھی تین چار سو روپیہ دیا ہے۔ اس استفتا کے جواب میں میاں رحیم بخش صاحب نے ایک طول طویل عبارت ایک غیر متعلق حدیث **شد رحال** کے حوالہ سے لکھی ہے جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں کہ ایسے جلسہ پر جانا بدعت بلکہ معصیت ہے اور ایسے جلسوں کا تجویز کرنا محدثات میں سے ہے جس کیلئے کتاب اور سنت میں کوئی شہادت نہیں۔ اور جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے وہ مردود ہے۔

اب منصف مزاج لوگ ایماناً کہیں کہ ایسے مولویوں اور مفتیوں کا اسلام میں موجود ہونا قیامت کی نشانی ہے یا نہیں۔ اے بھلے مانس کیا تجھے خبر نہیں کہ علم دین کیلئے سفر کرنے کے بارے میں صرف اجازت ہی نہیں بلکہ قرآن اور شارع علیہ السلام نے اس کو فرض ٹھہرا دیا ہے جس کا عمداً تارک مرتکب کبیرہ اور عمداً انکار پر اصرار بعض صورتوں میں کفر کیا تجھے معلوم نہیں کہ نہایت تاکید سے فرمایا گیا ہے کہ **طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة** اور فرمایا گیا ہے کہ **اطلبوا العلم و لو کان فی الصین** یعنے علم طلب کرنا ہر یک مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اور علم کو طلب کرو اگرچہ چین میں جانا پڑے۔ اب سوچو کہ جس حالت میں یہ عاجز اپنے صریح صریح اور ظاہر ظاہر الفاظ سے اشتہار میں لکھ چکا کہ یہ سفر ہر یک مخلص کا طلب علم کی نیت سے ہوگا پھر یہ فتویٰ دینا کہ جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے وہ مردود ہے کس قدر دیانت اور امانت اور انصاف اور تقویٰ اور طہارت سے دور ہے۔ رہی یہ بات کہ ایک تاریخ مقررہ پر تمام بھائیوں کا جمع ہونا تو یہ صرف انتظام ہے اور انتظام سے کوئی کام کرنا اسلام میں کوئی مذموم امر اور بدعت نہیں **انما الاعمال بالنیّات** بدظنی کے مادہ فاسدہ کو ذرا دور کر کے دیکھو کہ ایک تاریخ پر آنے میں کونسی بدعت ہے جبکہ ۲۷ دسمبر کو ہر یک مخلص بآسانی ہمیں مل سکتا ہے اور اس کے ضمن میں ان کی باہم ملاقات بھی ہو جاتی ہے تو اس سہل طریق سے فائدہ اٹھانا کیوں حرام ہے تعجب کہ مولوی صاحب نے اس عاجز کا نام مردود تو رکھ دیا مگر آپ کو وہ حدیثیں یاد نہ رہیں جن میں طلب علم کیلئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی نسبت ترغیب دی ہے اور جن میں ایک بھائی مسلمان کی ملاقات کیلئے جانا موجب خوشنودی خدائے عزوجل قرار دیا ہے اور جن میں سفر کر کے زیارت صالحین کرنا موجب مغفرت اور کفارہ گناہاں لکھا ہے۔ اور یاد رہے کہ یہ سراسر جہالت ہے کہ **شدّ رحال** کی حدیث کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ بجز قصد خانہ کعبہ یا مسجد نبوی یا بیت المقدس اور تمام سفر قطعی حرام ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ تمام

﴿ج﴾

مسلمانوں کو مختلف اغراض کیلئے سفر کرنے پڑتے ہیں کبھی سفر طلب علم ہی کیلئے ہوتا ہے اور کبھی سفر ایک رشتہ دار یا بھائی یا بہن یا بیوی کی ملاقات کیلئے یا مثلاً عورتوں کا سفر اپنے والدین کے ملنے کیلئے یا والدین کا اپنی لڑکیوں کی ملاقات کیلئے اور کبھی مرد اپنی شادی کیلئے اور کبھی تلاش معاش کے لئے اور کبھی پیغام رسانی کے طور پر اور کبھی زیارت صالحین کیلئے سفر کرتے ہیں جیسا کہ حضرت **عمر** رضی اللہ عنہ نے حضرت **اویس** قرنی کے ملنے کیلئے سفر کیا تھا اور کبھی سفر جہاد کیلئے بھی ہوتا ہے خواہ وہ جہاد تلوار سے ہو اور خواہ بطور مباحثہ کے اور کبھی سفر بہ نیت مباہلہ ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور کبھی سفر اپنے مرشد کے ملنے کیلئے جیسا کہ ہمیشہ اولیاء کبار جن میں سے حضرت **شیخ عبدالقادر** رضی اللہ عنہ اور حضرت **بایزید بسطامی** اور حضرت **معین الدین چشتی** اور حضرت **مجدد الف ثانی** بھی ہیں اکثر اس غرض سے بھی سفر کرتے رہے جن کے سفرنامے اکثر ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اب تک پائے جاتے ہیں۔ اور کبھی سفر فتویٰ پوچھنے کیلئے بھی ہوتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے اس کا جواز بلکہ بعض صورتوں میں وجوب ثابت ہوتا ہے اور امام بخاری کے سفر طلب **علم** حدیث کیلئے مشہور ہیں شاید میاں رحیم بخش کو خبر نہیں ہوگی اور کبھی سفر عجائبات دنیا کے دیکھنے کیلئے بھی ہوتا ہے جس کی طرف آیت کریمہ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ [1] اشارہ فرما رہی ہے اور کبھی سفر صادقین کی صحبت میں رہنے کی غرض سے جس کی طرف آیت کریمہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ [2] ہدایت فرماتی ہے اور کبھی سفر عیادت کیلئے بلکہ اتباع خیار کیلئے بھی ہوتا ہے اور کبھی بیمار یا بیماردار علاج کرانے کی غرض سے سفر کرتا ہے اور کبھی کسی مقدمہ عدالت یا تجارت وغیرہ کیلئے بھی سفر کیا جاتا ہے اور یہ تمام قسم سفر کی قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے رو سے جائز ہیں بلکہ زیارت صالحین اور ملاقات اخوان اور طلب علم کے سفر کی نسبت احادیث صحیحہ میں بہت کچھ حث و ترغیب پائی جاتی ہے اگر اس وقت وہ تمام حدیثیں لکھی جائیں تو ایک کتاب بنتی ہے۔ ایسے فتویٰ لکھانے والے اور لکھنے والے یہ خیال نہیں کرتے کہ ان کو بھی تو اکثر اس قسم کے سفر پیش آجاتے ہیں۔ پس اگر بجز تین مسجدوں کے اور تمام سفر کرنے حرام ہیں تو چاہیئے کہ یہ لوگ اپنے تمام رشتے ناطے اور عزیز اقارب چھوڑ کر بیٹھ جائیں اور کبھی ان کی ملاقات یا ان کی غم خواری یا ان کی بیمار پرسی کے لئے بھی سفر نہ کریں۔ میں خیال نہیں کرتا کہ بجز ایسے آدمی کے جس کو تعصب اور جہالت نے اندھا کر دیا ہو وہ ان تمام سفروں کے جواز میں متامّل ہو سکے **صحیح بخاری** کا صفحہ ۱۶ کھول کر دیکھو کہ سفر طلب **علم** کیلئے کس قدر بشارت دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ **مَنْ سلک طریقًا یطلب بہ علمًا سھّل اللّٰہ لہ طریق الجنّۃ** یعنے جو شخص طلب **علم** کیلئے سفر کرے اور کسی راہ پر چلے تو خدا تعالیٰ بہشت کی راہ اس پر آسان کر دیتا ہے۔ اب اے ظالم مولوی ذرا انصاف کر کہ تُو نے اپنے بھائی کا نام جو تیری طرح کلمہ گو اہل قبلہ اور اللہ رسول پر ایمان لاتا ہے مردود رکھا اور خدا تعالیٰ کی رحمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بکلی محروم قرار دیا اور اس صحیح حدیث بخاری کی بھی کچھ پروانہ کی کہ **اسعد النّاس بشفاعتی یوم القیامۃ**

[1] الانعام:۱۲ [2] التوبۃ:۱۱۹

﴿ د ﴾

مَن قال لا الہ الا اللّٰہ خالصًا من قلبہ او نفسہ اور مردود ٹھہرانے کی اپنے فتویٰ میں وجہ یہ ٹھہرائی کہ ایسا اشتہار کیوں شائع کیا اور لوگوں کو جلسہ پر بلانے کیلئے کیوں دعوت کی۔ اے ناخدا ترس ذرا آنکھ کھول اور پڑھ کہ اس اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کا کیا مضمون ہے کیا اپنی جماعت کو طلب علم اور حل مشکلات دین اور ہمدردی اسلام اور برادرانہ ملاقات کیلئے بلایا ہے یا اس میں کسی اور میلہ تماشا اور راگ اور سرود کا ذکر ہے۔ اے اس زمانہ کے ننگ اسلام مولویو تم اللہ جلّ شانہٗ سے کیوں نہیں ڈرتے کیا ایک دن مرنا نہیں یا ہر یک مواخذہ تم کو معاف ہے حق بات کو سن کر اور اللہ اور رسول کے فرمودہ کو دیکھ کر تمہیں یہ خیال تو نہیں آتا کہ اب اپنی ضد سے باز آجائیں بلکہ مقدمہ بازلوگوں کی طرح یہ خیال آتا ہے کہ آؤ کسی طرح باتوں کو بنا کر اس کا رد چھاپیں تا لوگ نہ کہیں کہ ہمارے مولوی صاحب کو کچھ جواب نہ آیا۔ اس قدر دلیری اور بددیانتی اور یہ بخل اور بغض کس عمر کیلئے۔ آپ کو فتویٰ لکھنے کے وقت وہ حدیثیں یاد نہ رہیں جن میں علم دین کیلئے اور اپنے شبہات دور کرنے کیلئے اور اپنے دینی بھائی اور عزیزوں کو ملنے کیلئے سفر کرنے کو موجب ثواب کثیر و اجر عظیم قرار دیا ہے بلکہ زیارت صالحین کیلئے سفر کرنا قدیم سے سنت سلف صالح چلی آئی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جب قیامت کے دن ایک شخص اپنی بداعمالی کی وجہ سے سخت مواخذہ میں ہوگا تو اللہ جلّ شانہٗ اس سے پوچھے گا کہ فلاں صالح آدمی کی ملاقات کیلئے کبھی تو گیا تھا۔ تو وہ کہے گا بالارادہ تو کبھی نہیں گیا مگر ایک دفعہ ایک راہ میں اس کی ملاقات ہوگئی تھی تب خدا تعالیٰ کہے گا کہ جا بہشت میں داخل ہو۔ میں نے اسی ملاقات کی وجہ سے تجھے بخش دیا۔ اب اے کوتہ نظر مولوی ذرہ نظر کر کہ یہ حدیث کس بات کی ترغیب دیتی ہے۔ اور اگر کسی کے دل میں یہ دھوکہ ہو کہ اس دینی جلسہ کیلئے ایک خاص تاریخ کیوں مقرر کی۔ ایسا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے کب ثابت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری اور مسلم کو دیکھو کہ اہل بادیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسائل کے دریافت کرنے کیلئے اپنی فرصت کے وقتوں میں آیا کرتے تھے اور بعض خاص خاص مہینوں میں ان کے گروہ فرصت پا کر حاضر خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا کرتے تھے اور صحیح بخاری میں ابی جمرہ سے روایت ہے۔ **قال ان وفد عبدالقیس اتوا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قالوا انا نأتیک من شقۃ بعیدۃ و لا نستطیع ان نأتیک الّا فی شھر حرام** ۔ یعنے ایک گروہ قبیلہ عبدالقیس کے پیغام لانے والوں کا جو اپنی قوم کی طرف سے آئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ہم لوگ دور سے سفر کر کے آتے ہیں اور بجز حرام مہینوں کے ہم حاضر خدمت نہیں ہوسکتے اور ان کے قول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رد نہیں کیا اور قبول کیا پس اس حدیث سے بھی یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ جو لوگ طلب علم یا دینی ملاقات کیلئے کسی اپنے مقتدا کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیں وہ اپنی گنجائش فرصت کے لحاظ سے ایک تاریخ مقرر کر سکتے ہیں جس تاریخ میں وہ بآسانی اور بلاحرج حاضر ہوسکیں اور یہی صورت ۲۷ دسمبر کی تاریخ میں ملحوظ ہے کیونکہ وہ دن تعطیلوں کے ہوتے ہیں اور ملازمت پیشہ لوگ بسہولت ان دنوں میں آسکتے ہیں۔

﴿۵﴾

اور خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ اس دین میں کوئی حرج کی بات نہیں رکھی گئی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر مثلاً کسی تدبیر یا انتظام سے ایک کام جو دراصل جائز اور روا ہے سہل اور آسان ہوسکتا ہے تو وہی تدبیر اختیار کرلو کچھ مضائقہ نہیں۔ ان باتوں کا نام بدعت رکھنا ان اندھوں کا کام ہے جن کو نہ دین کی عقل دی گئی اور نہ دنیا کی۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں کسی دینی تعلیم کی مجلس پر تاریخ مقرر کرنے کیلئے ایک خاص باب منعقد کیا ہے جس کا یہ عنوان ہے **من جعل لاھل العلم ایّامًا معلومة** یعنے علم کے طالبوں کے افادہ کیلئے خاص دنوں کو مقرر کرنا بعض صحابہ کی سنت ہے۔ اس ثبوت کیلئے امام موصوف اپنی صحیح میں ابی وایل سے یہ روایت کرتے ہیں **کان عبداللّٰہ یذکّر الناس فی کل خمیس** یعنی عبداللہ نے اپنے وعظ کیلئے جمعرات کا دن مقرر کر رکھا تھا۔ اور جمعرات میں ہی اس کے وعظ پر لوگ حاضر ہوتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اللہ **جلّ شانہٗ** نے قرآن کریم میں تدبیر اور انتظام کیلئے ہمیں حکم فرمایا ہے اور ہمیں مامور کیا ہے کہ جو احسن تدبیر اور انتظام خدمت اسلام کیلئے ہم قرین مصلحت سمجھیں اور دشمن پر غالب ہونے کیلئے مفید خیال کریں وہی بجالاویں جیسا کہ وہ **عزّ اسمہٗ** فرماتا ہے۔ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ [1]۔ یعنے دینی دشمنوں کیلئے ہر یک قسم کی طیاری جو کر سکتے ہو کرو اور اعلاء کلمہ اسلام کیلئے جو قوت لگا سکتے ہو لگاؤ۔ اب دیکھو کہ یہ آیت کریمہ کس قدر بلند آواز سے ہدایت فرما رہی ہے کہ جو تدبیریں خدمت اسلام کیلئے کارگر ہوں سب بجالاؤ اور تمام قوت اپنے فکر کی اپنے بازو کی اپنی مالی طاقت کی اپنے حسن انتظام کی اپنی تدبیر شائستہ کی اس راہ میں خرچ کرو۔ تا تم فتح پاؤ۔ اب نادان اور اندھے اور دشمن دین مولوی اس صرف قوّت اور حکمت عملی کا نام بدعت رکھتے ہیں۔ اس وقت کے یہ لوگ عالم کہلاتے ہیں جن کو قرآن کریم کی ہی خبر نہیں۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون**۔

اس آیت موصوفہ بالا پر غور کرنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ برطبق حدیث نبوی کہ **انما الاعمال بالنیات** کوئی احسن انتظام اسلام کی خدمت کیلئے سوچنا بدعت اور ضلالت میں داخل نہیں ہے جیسے جیسے بوجہ تبدل زمانہ کے اسلام کو نئی نئی صورتیں مشکلات کی پیش آتی ہیں یا نئے نئے طور پر ہم لوگوں پر مخالفوں کے حملے ہوتے ہیں ویسی ہی ہمیں نئی تدبیریں کرنی پڑتی ہیں پس اگر حالت موجودہ کے موافق ان حملوں کے روکنے کی کوئی تدبیر اور تدارک سوچیں تو وہ ایک تدبیر ہے بدعات سے اس کو کچھ تعلق نہیں اور ممکن ہے کہ بباعث انقلاب زمانہ کے ہمیں بعض ایسی نئی مشکلات پیش آجائیں جو ہمارے سید و مولیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس رنگ اور طرز کی مشکلات پیش نہ آئی ہوں مثلاً ہم اس وقت کی لڑائیوں میں پہلی طرز کو جو مسنون ہے اختیار نہیں کر سکتے کیونکہ اس زمانہ میں طریق جنگ و جدل بالکل بدل گیا ہے اور پہلے ہتھیار بیکار ہوگئے اور نئے ہتھیار لڑائیوں کے پیدا ہوئے اب اگر ان ہتھیاروں کو پکڑنا اور اٹھانا اور ان سے کام لینا ملوک اسلام بدعت سمجھیں اور میاں رحیم بخش جیسے مولوی کی بات پر کان دھر کے ان اسلحہ جدیدہ کا استعمال کرنا ضلالت اور معصیت خیال کریں اور یہ کہیں کہ یہ وہ طریق جنگ ہے کہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا اور نہ صحابہ اور تابعین نے تو فرمائیے کہ بجز اس کے کہ ایک ذلت کے ساتھ اپنی ٹوٹی پھوٹی سلطنتوں سے الگ کئے جائیں اور دشمن فتح یاب ہو جائے کوئی اور بھی اس کا نتیجہ ہوگا۔ پس ایسے مقامات تدبیر اور انتظام میں خواہ وہ مشابہ جنگ و جدل ظاہری ہو یا باطنی۔ اور خواہ تلوار کی لڑائی ہو یا قلم کی۔ ہماری ہدایت پانے کیلئے یہ آیت کریمہ موصوفہ بالا

[1] الانفال:۶۱

﴿و﴾ کافی ہے یعنے یہ کہ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ[1] اللہ جلّ شانہٗ اس آیت میں ہمیں عام اختیار دیتا ہے کہ دشمن کے مقابل پر جو احسن تدبیر تمہیں معلوم ہو اور جو طرز تمہیں موثر اور بہتر دکھائی دے وہی طریق اختیار کرو پس اب ظاہر ہے کہ اس احسن انتظام کا نام بدعت اور معصیت رکھنا اور انصار دین کو جو دن رات اعلاء کلمہ اسلام کے فکر میں ہیں جن کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حب الانصار من الایمان ان کو مردود ٹھہرانا نیک طینت انسانوں کا کام نہیں ہے بلکہ درحقیقت یہ ان لوگوں کا کام ہے جنکی روحانی صورتیں مسخ شدہ ہیں اور اگر یہ کہو کہ یہ حدیث کہ حب الانصار من الایمان. و بغض الانصار من النفاق یعنے انصار کی محبت ایمان کی نشانی اور انصار سے بغض رکھنا نفاق کی نشانی ہے یہ ان انصار کے حق میں ہے جو مدینہ کے رہنے والے تھے نہ عام اور تمام انصار۔ تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ جو اس زمانہ کے بعد انصار رسول اللہ ہوں ان سے بغض رکھنا جائز ہے نہیں نہیں بلکہ یہ حدیث گو ایک خاص گروہ کیلئے فرمائی گئی مگر اپنے اندر عموم کا فائدہ رکھتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اکثر آیتیں خاص گروہ کیلئے نازل ہوئیں مگر ان کا مصداق عام قرار دیا گیا ہے غرض ایسے لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں انصار دین کے دشمن اور یہودیوں کے قدموں پر چل رہے ہیں۔ مگر ہمارا یہ قول کلی نہیں ہے راستباز علماء اس سے باہر ہیں صرف خاص مولویوں کی نسبت یہ لکھا گیا ہے۔ ہر یک مسلمان کو دعا کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ جلد اسلام کو ان خائن مولویوں کے وجود سے رہائی بخشے۔ کیونکہ اسلام پر اب ایک نازک وقت ہے اور یہ نادان دوست اسلام پر ٹھٹھا اور ہنسی کرانا چاہتے ہیں اور ایسی باتیں کرتے ہیں جو صریح ہر یک شخص کے نور قلب کو خلاف صداقت نظر آتی ہیں۔ امام بخاری پر اللہ تعالیٰ رحمت کرے انہوں نے اس بارے میں بھی اپنی کتاب میں ایک باب باندھا ہے چنانچہ وہ اس باب میں لکھتے ہیں قال علی رضی اللّٰہ عنہ حد ثوا الناس بما یعرفون أتحبون ان یکذب اللّٰہ و رسولہ اور بخاری کے حاشیہ میں اس کی شرح میں لکھا ہے ای تکلموا الناس علی قدر عقولھم یعنی لوگوں سے اللہ اور رسولؐ کے فرمودہ کی وہ باتیں کرو جو ان کو سمجھ جائیں اور ان کو معقول دکھائی دیں خواہ نخواہ اللہ رسول کی تکذیب مت کراؤ۔ اب ظاہر ہے کہ جو مخالف اس بات کو سنے گا کہ مولوی صاحبوں نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ بجز تین مسجدوں یا ایک دو محل کے اور کسی طرف سفر جائز نہیں ایسا مخالف اسلام پر ہنسے گا اور شارع علیہ السلام کی تعلیم میں نقص نکالنے کیلئے اس کو موقع ملے گا اس کو یہ تو خبر نہیں ہوگی کہ کسی بخل کی بناء پر یہ صرف مولوی کی شرارت ہے یا اس کی بیوقوفی ہے وہ تو سیدھا ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوگا جیسا کہ انہیں مولویوں کی ایسی ہی کئی مفسدانہ باتوں سے عیسائیوں کو بہت مدد پہنچ گئی مثلاً جب مولویوں نے اپنے منہ سے اقرار کیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو نعوذ باللہ مردہ ہیں مگر حضرت عیسیٰ قیامت تک زندہ ہیں تو وہ لوگ اہل اسلام پر سوار ہو گئے اور ہزاروں سادہ لوحوں کو انہوں نے انہیں باتوں سے گمراہ کیا اور ان بے تمیزوں نے یہ نہیں سمجھا کہ انبیاء تو سب زندہ ہیں مردہ تو ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی لاش نظر نہ آئی سب زندہ تھے۔ دیکھئے اللہ جلّ شانہٗ اپنے نبی کریمؐ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کی قرآن کریم میں خبر دیتا ہے اور فرماتا ہے فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ[2] اور خود

[1] الانفال:۶۱ [2] السجدة:۲۴

﴿ز﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہونے کے بعد اپنا زندہ ہوجانا اور آسمان پر اٹھائے جانا اور رفیق اعلیٰ کو جاملنا بیان فرماتے ہیں پھر حضرت مسیح کی زندگی میں کونسی انوکھی بات ہے جو دوسروں میں نہیں۔ معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نبیوں کو برابر زندہ پایا اور حضرت عیسیٰ کو حضرت یحییٰ کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھا۔ خدا تعالیٰ مولوی عبدالحق محدث دہلوی پر رحمت کرے وہ ایک محدث وقت کا قول لکھتے ہیں کہ ان کا یہی مذہب ہے کہ اگر کوئی مسلمان ہوکر کسی دوسرے نبی کی حیات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات سے قوی تر سمجھے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے یا شاید یہ لکھا ہے کہ قریب ہے کہ وہ کافر ہوجائے لیکن یہ مولوی ایسے فتنوں سے باز نہیں آتے اور محض اس عاجز سے مخالفت ظاہر کرنے کیلئے دین سے نکلتے جاتے ہیں خدا تعالیٰ ان سب کو صفحہ زمین سے اٹھالے تو بہتر ہے تا دین اسلام ان کی تحریفوں سے بچ جائے ذرا انصاف کرنے کا محل ہے کہ صدہا لوگ طلب علم یا ملاقات کیلئے نذیر حسین خشک معلم کے پاس دہلی میں جائیں اور وہ سفر جائز ہو۔ اور پھر خود نذیر حسین صاحب بٹالوی صاحب کا ولیمہ کھانے کیلئے بدیں عمر و پیرانہ سالی دوسو کوس کا سفر اختیار کرکے بٹالہ میں پہنچیں اور وہ سفر بالکل روا ہو اور پھر شیخ بٹالوی صاحب سال بسال انگریزوں کے ملنے کیلئے شملہ کی طرف دوڑتے جائیں تا دنیوی عزت حاصل کرلیں اور وہ سفر ممنوع اور حرام شمار نہ کیا جائے۔ اور ایسا ہی بعض مولوی وعظ کا نام لیکر پیٹ بھرنے کیلئے مشرق اور مغرب کی طرف گھومتے پھریں اور وہ سفر جائے اعتراض نہ ہو اور کوئی ان لوگوں پر بدعتی اور بداعمال اور مردود ہونے کے فتوے نہ دے مگر جبکہ یہ عاجز باذن وامر الٰہی دعوت حق کیلئے مامور ہوکر طلب علم کیلئے اپنی جماعت کے لوگوں کو بلاوے تو وہ سفر حرام ہوجائے اور یہ عاجز اس فعل کی وجہ سے مردود کہلاوے کیا یہ تقویٰ اور خدا ترسی کا طریق ہے۔ افسوس کہ یہ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ تدبیر اور انتظام کو بدعات کی مد میں داخل نہیں کرسکتے۔ ہر یک وقت اور زمانہ انتظامات جدیدہ کو چاہتا ہے۔ اگر مشکلات کی جدید صورتیں پیش آویں تو بجز جدید طور کی تدبیروں کے اور ہم کیا کرسکتے ہیں۔ پس کیا یہ تدبیریں بدعات میں داخل ہوجائیں گی جب اصل سنت محفوظ ہو اور اسی کی حفاظت کیلئے بعض تدابیر کی ہمیں حاجت پڑے تو کیا وہ تدابیر بدعت کہلائیں گی معاذ اللہ ہرگز نہیں، بدعت وہ ہے جو اپنی حقیقت میں سنت نبویہ کے معارض اور نقیض واقع ہو اور آثار نبویہ میں اس کام کے کرنے کے بارے میں زجر اور تہدید پائی جائے۔ اور اگر صرف جدت انتظام اور نئی تدبیر پر بدعت کا نام رکھنا ہے تو پھر اسلام میں بدعتوں کو گنتے جاؤ کچھ شمار بھی ہے۔ علم صرف بھی بدعت ہوگا اور علم نحو بھی اور علم کلام بھی اور حدیث کا لکھنا اور اس کا مبوّب اور مرتب کرنا سب بدعات ہوں گے ایسا ہی ریل کی سواری میں چڑھنا کلوں کا کپڑا پہننا ڈاک میں خط ڈالنا، تار کے ذریعہ سے کوئی خبر منگوانا اور بندوق اور توپوں سے لڑائی کرنا تمام یہ کام بدعات میں داخل ہوں گے بلکہ بندوق اور توپوں سے لڑائی کرنا نہ صرف بدعت بلکہ ایک گناہ عظیم ٹھہرے گا کیونکہ ایک حدیث صحیح میں ہے کہ آگ کے عذاب سے کسی کو ہلاک کرنا سخت ممنوع ہے۔ صحابہ سے زیادہ سنت کا متبع کون ہوسکتا ہے مگر انہوں نے بھی سنت کے وہ معنی نہ سمجھے جو میاں رحیم بخش نے سمجھے۔ انہوں نے تدبیر اور انتظام کے طور پر بہت سے ایسے جدید کام کئے

﴿ح﴾ کہ جو نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے اور نہ قرآن کریم میں وارد ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محدثات ہی دیکھو جن کا ایک رسالہ بنتا ہے۔ اسلام کیلئے ہجری تاریخ انہوں نے مقرر کی اور شہروں کی حفاظت کیلئے کوتوال مقرر کئے اور بیت المال کیلئے ایک باضابطہ دفتر تجویز کیا۔ جنگی فوج کیلئے قواعد رخصت اور حاضری ٹھہرائے اور ان کے لڑنے کے دستور مقرر کئے اور مقدمات مال وغیرہ کے رجوع کیلئے خاص خاص ہدایتیں مرتب کیں اور حفاظت رعایا کیلئے بہت سے قواعد اپنی طرف سے تجویز کر کے شائع کئے اور خود کبھی کبھی اپنے عہد خلافت میں پوشیدہ طور پر رات کو پھرنا اور رعایا کا حال اس طرح سے معلوم کرنا اپنا خاص کام ٹھہرایا لیکن کوئی ایسا نیا کام اس عاجز نے تو نہیں کیا صرف طلب علم اور مشورہ امداد اسلام اور ملاقات اخوان کے لئے یہ جلسہ تجویز کیا۔ رہا مکان کا بنانا تو اگر کوئی مکان بہ نیّت مہمانداری اور بہ نیت آرام ہر یک صادر و وارد بنانا حرام ہے تو اس پر کوئی حدیث یا آیت پیش کرنی چاہیئے اور اخویم حکیم نورالدین صاحب نے کیا گناہ کیا کہ محض للہ اس سلسلہ کی جماعت کیلئے ایک مکان بنوا دیا جو شخص اپنی تمام طاقت اور اپنے مال عزیز سے دین کی خدمت کر رہا ہے اس کو جائے اعتراض ٹھہرانا کس قسم کی ایمانداری ہے۔ اے حضرات مرنے کے بعد معلوم ہوگا ذرا صبر کرو وہ وقت آتا ہے کہ ان سب منہ زوریوں سے سوال کئے جاؤ گے۔ آپ لوگ ہمیشہ یہ حدیث پڑھتے ہیں کہ جس نے اپنے وقت کے امام کو شناخت نہ کیا اور مر گیا وہ جاہلیت کی موت پر مرا لیکن اس کی آپ کو کچھ بھی پرواہ نہیں کہ ایک شخص عین وقت پر یعنے چودھویں صدی کے سر پر آیا اور نہ صرف چودھویں صدی بلکہ عین ضلالت کے وقت اور عیسائیت اور فلسفہ کے غلبہ میں اس نے ظہور کیا اور بتلایا کہ میں امام وقت ہوں اور آپ لوگ اس کے منکر ہو گئے اور اس کا نام کافر اور دجال رکھا اور اپنے بدخاتمہ سے ذرا خوف نہ کیا اور جاہلیت پر مرنا پسند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی کہ تم پنج وقت نمازوں میں یہ دعا پڑھا کرو کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ [1] یعنے اے ہمارے خدا اپنے منعم علیہم بندوں کی ہمیں راہ بتا وہ کون ہیں۔ نبی اور صدیق اور شہید اور صلحاء۔ اس دعا کا خلاصہ مطلب یہی تھا کہ ان چاروں گروہوں میں سے جس کا زمانہ تم پاؤ اس کے سایہ صحبت میں آ جاؤ۔ اور اس سے فیض حاصل کرو لیکن اس زمانہ کے مولویوں نے اس آیت پر خوب عمل کیا۔ آفرین آفرین میں ان کو کس سے تشبیہ دوں وہ اس اندھے سے مشابہ ہیں جو دوسروں کی آنکھوں کا علاج کرنے کیلئے بہت زور کے ساتھ لاف و گذاف مارتا ہے اور اپنی نابینائی سے غافل ہے۔

بالآخر میں یہ بھی ظاہر کرتا ہوں کہ اگر مولوی رحیم بخش صاحب اب بھی اس فتویٰ سے رجوع نہ کریں تو میں ان کو اللہ جلّ شانہٗ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر وہ طالب حق ہیں تو اس بات کے تصفیہ کیلئے میرے پاس قادیان میں آ جائیں میں ان کی آمد و رفت کا خرچ دے دوں گا اور ان پر کتابیں کھول کر اور قرآن اور حدیث دکھلا کر ثابت کر دوں گا کہ یہ فتویٰ ان کا سراسر باطل اور شیطانی اغواء سے ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

(۱۷ دسمبر ۱۸۹۲ء) خاکسار **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپور

[1] الفاتحۃ: ۶۔۷

﴿۱﴾

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلّی

کیفیّت جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء بمقام قادیان ضلع گورداسپورہ

اس جلسہ کے موقع پر اگرچہ پانسو۵۰۰ کے قریب لوگ جمع ہو گئے تھے لیکن وہ احباب اور مخلص جو محض للہ شریک جلسہ ہونے کیلئے دور دور سے تشریف لائے ان کی تعداد قریب تین سو پچیس۳۲۵ کے پہنچ گئی تھی ۔

اب جلسہ کے ایّام میں جو کارروائیاں ہوئیں ان کا ہم ذکر کرتے ہیں ۔ پہلے حضرت حکیم **مولوی نورالدین** صاحب نے قرآن شریف کی ان آیات کریمہ کی تفسیر بیان کی جس میں یہ ذکر ہے کہ **مریم** صدیقہ کیسی صالحہ اور عفیفہ تھیں اور ان کے برگزیدہ فرزند حضرت **عیسیٰ** علیہ السلام پر کیا کیا خدا تعالیٰ نے احسان کیا اور کیونکر وہ اس فانی دنیا سے انتقال کر کے اور سنت اللہ کے موافق موت کا پیالہ پی کر خدا تعالیٰ کے اس دارالنعیم میں پہنچ گئے جس میں ان سے پہلے حضرت یحیٰی حصور

﴿۲﴾

اور دوسرے مقدّس نبی پہنچ چکے تھے اس تقریر کے ضمن میں مولوی صاحب موصوف نے بہت سے حقائق معارف قرآن کریم بیان فرمائے جن سے حاضرین پر بڑا اثر پڑا اور مولوی صاحب نے بڑی صفائی سے اس بات کا ثبوت دے دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام درحقیقت اس عالم سے رحلت فرما ہوگئے ہیں اور ان کے زندہ ہونے کا خیال عبث اور باطل اور سراسر مخالف نصوص بیّنہ قرآن کریم و احادیث صحیحہ ہے اور ان کے نزول کی امید رکھنا طمع خام ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگرچہ بہت سی حدیثوں میں نزول کی خبر دی گئی ہے مگر وہ نزول اور رنگ میں ہے یعنے تجوّز اور استعارہ کے طور پر نزول ہے نہ حقیقی نزول۔ کیونکہ حقیقی نزول تو نصوص صریحہ بیّنہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے مخالف پڑا ہوا ہے۔ جس کی طرف قدم اٹھانا گویا خدا تعالیٰ کی خبر میں شک کرنا ہے مولوی صاحب کے وعظ کے بعد سیّد حامد شاہ صاحب سیالکوٹی نے ایک قصیدہ مدحیہ سنایا۔

اس تقریر کے بعد حضرت اقدس **مرزا صاحب** کی مختصر تقریر تھی جس میں علماء حال کی چند ان باتوں کا جواب دیا گیا جو اُن کے نزدیک بنیاد تکفیر ہیں اور اسی کے ساتھ اپنے **مسیح موعود** ہونے کا آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے ثبوت دیا گیا اور حاضرین کو اس پیشگوئی کے پورا ہو جانے سے اطلاع دی گئی جو پرچہ **نور افشاں** دہم مئی ۱۸۸۸ء میں شائع ہوئی تھی اور مختلف وقتوں میں حجت پوری کرنے کے لئے سمجھا دیا گیا کہ اس پیشگوئی کا پورا ہونا درحقیقت صداقت دعویٰ پر ایک نشان ہے کیونکہ یہ پیشگوئی محض اس لئے ظاہر کی گئی ہے کہ جن صاحبوں کو شک ہے کہ حضرت مرزا صاحب منجانب اللہ (نہیں) ہیں۔ ان کے لئے اس دعویٰ پر یہ ایک دلیل ہو جو

﴿۳﴾ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان پر قائم ہو اور یہ دلیل قطعی ہے کیونکہ جو شخص اپنے دعویٰ منجانب اللہ ہونے میں کاذب ہو اس کی پیشگوئی بموجب تعلیم قرآن کریم اور توریت کے سچی نہیں ٹھہر سکتی وجہ یہ کہ اگر خدا تعالیٰ کاذب کے دعویٰ دروغ پر کوئی پیشگوئی اس کی سچی کر دیوے تو پھر دعویٰ کا سچا ہونا لازم آتا ہے اور اس سے خلق اللہ دھوکہ میں پڑتی ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت اقدس مرزا صاحب نے اپنی جماعت کے احباب کی باہمی محبت اور تقویٰ اور طہارت کے بارے میں مناسب وقت چند نصیحتیں کیں۔

پھر اس کے بعد ۲۸ دسمبر ۱۸۹۲ء کو یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے معزز حاضرین نے اپنی اپنی رائے پیش کی۔ اور یہ قرار پایا کہ ایک رسالہ جو اہم ضروریات اسلام کا جامع اور عقائد اسلام کا خوبصورت چہرہ معقولی طور پر دکھاتا ہو تالیف ہو کر اور پھر چھاپ کر یورپ اور امریکہ میں بہت سی کاپیاں اس کی بھیج دی جائیں۔ بعد اس کے قادیان میں اپنا مطبع قائم کرنے کے لئے تجاویز پیش ہوئیں اور ایک فہرست ان صاحبوں کے چندہ کی مرتب کی گئی جو اعانت مطبع کیلئے بھیجتے رہیں گے یہ بھی قرار پایا کہ ایک اخبار اشاعت اور ہمدردی اسلام کے لئے جاری کیا جائے اور یہ بھی تجویز ہوا کہ حضرت مولوی سیّد محمد احسن صاحب امروہی اس سلسلہ کے واعظ مقرر ہوں اور وہ پنجاب اور ہندوستان کا دورہ کریں بعد اسکے دعائے خیر کی گئی۔ آئندہ بھی ہمیشہ اس سالانہ جلسہ کے یہی مقاصد رہیں گے کہ اشاعت اسلام اور ہمدردی نومسلمین امریکہ اور یورپ کے لئے احسن تجاویز سوچی جائیں اور دنیا میں نیک چلنی اور نیک نیتی اور تقویٰ اور طہارت اور اخلاقی حالات کے ترقی دینے اور اخلاق اور عادات دنیّہ اور رسوم قبیحہ کو

﴿۴﴾

قوم میں سے دور کرنے اور اس **گورنمنٹ برطانیہ** کا سچا شکر گذار اور قدردان بننے کی کوششیں اور تدبیریں کی جائیں۔ ان اغراض کے پورا کرنے اور دیگر انتظامات کی غرض سے ایک کمیٹی بھی تجویز کی گئی جس کے صدر پریذیڈنٹ حضرت مولوی نور الدین صاحب بھیروی اور سیکرٹری مرزا خدا بخش صاحب اتالیق جناب خان صاحب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ اور شیخ رحمت اللہ صاحب میونسپل کمشنر گجرات۔ منشی غلام قادر صاحب فصیح وائس پریذیڈنٹ و میونسپل کمشنر سیالکوٹ اور مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی قرار دیئے گئے۔

ذیل میں ان احباب کے نام لکھے جاتے ہیں جو اس جلسہ میں شریک ہوئے:-

(۱) مولوی حکیم نور الدین صاحب بھیرہ ضلع شاہ پور
(۲) حکیم فضل الدین صاحب //
(۳) میاں حافظ محمد صاحب //
(۴) میاں عبد الرحمٰن صاحب //
(۵) میاں نجم الدین صاحب
(۶) سید قاضی امیر حسین صاحب پروفیسر عربی مدرسہ امرتسر //
(۷) میاں حسن محمد صاحب زمیندار //
(۸) مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹ
(۹) میاں مولا بخش صاحب بوٹ فروش //
(۱۰) میاں فضل کریم صاحب سیالکوٹ
(۱۱) ماسٹر اللہ دتا صاحب ٹیچر سیالکوٹ
(۱۲) میاں شادی خاں صاحب ملازم راجہ امر سنگھ صاحب بہادر سیالکوٹ
(۱۳) سید نواب شاہ صاحب مدرس امریکن مشن سکول۔ سیالکوٹ
(۱۴) سید امیر علی شاہ صاحب مدرس ساکن سیّداں والی ضلع سیالکوٹ
(۱۵) منشی الہ دین صاحب سیالکوٹ
(۱۶) چوہدری محمد سلطان صاحب میونسپل کمشنر سیالکوٹ

﴿۵﴾

(۱۷) مولوی ابو یوسف محمد مبارک علی صاحب سیالکوٹ
(۱۸) میر حامد شاہ صاحب اہلمد معافیات سیالکوٹ
(۱۹) منشی غلام قادر صاحب فصیح وائس پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی سیالکوٹ
(۲۰) میاں فضل الدین صاحب زرگر سیالکوٹ
(۲۱) سید خصلت علی شاہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس کڑیانوالہ ضلع گجرات
(۲۲) میاں فتح الدین صاحب گجرات
(۲۳) منشی غلام محمد صاحب طالب العلم ٹریننگ کالج لاہور۔ (سیالکوٹ)
(۲۴) منشی گلاب خان صاحب نقشہ نویس سیالکوٹ
(۲۵) میاں نور دین صاحب طالبعلم سیالکوٹ
(۲۶) مولوی قطب الدین صاحب بدوملی
(۲۷) چوہدری سرفراز خان صاحب نمبردار بدوملی ضلع سیالکوٹ۔
(۲۸) میاں محمد دین صاحب ملازم پولیس سیالکوٹ
(۲۹) سید محمود شاہ صاحب سیالکوٹ
(۳۰) میاں امام الدین صاحب نوشہرہ۔
(۳۱) میاں اللہ بخش صاحب قصاب چھاؤنی سیالکوٹ
(۳۲) سید امیر علی شاہ صاحب سارجنٹ پولیس سیالکوٹ
(۳۳) حکیم شیخ قادر بخش صاحب احمد آباد ضلع جہلم
(۳۴) حافظ سراج الدین صاحب عیسیٰ وال ضلع جہلم
(۳۵) میاں شرف الدین صاحب زمیندار کوٹلہ فقیر ضلع جہلم
(۳۶) میاں عیدا صاحب زمیندار کوٹلہ فقیر ضلع جہلم
(۳۷) میاں قطب الدین صاحب کوٹلہ فقیر ضلع جہلم
(۳۸) میاں علی محمد صاحب امام مسجد // //
(۳۹) مولوی برہان الدین صاحب محلّہ نو ضلع جہلم
(۴۰) میاں نظام الدین صاحب محلّہ خوجیاں ضلع جہلم
(۴۱) میاں محمد امین صاحب بزاز چکوال (راولپنڈی)

﴿۶﴾

(۴۲) منشی گلاب دین صاحب رہتاس
ضلع جہلم
(۴۳) میاں اللہ دتا صاحب // //
(۴۴) منشی غلام حسین صاحب // //
(۴۵) منشی محمد حسین صاحب ملازم ریاست
پٹیالہ۔ مراد آباد
(۴۶) مولوی محمد احسن صاحب امروہا۔
ضلع مراد آباد۔
(۴۷) میاں رشید احمد صاحب میڈیکل
سٹوڈنٹ امروہا ضلع مراد آباد
(۴۸) میر رشید حسین صاحب // //
(۴۹) شیخ زین الدین محمد ابراہیم صاحب
چچ پوکلی کالی چوکے بمبئ انجینئر کلاتھ
مینوفیکٹری
(۵۰) میاں عبد الغفور ولد شمس الدین
صاحب // //
(۵۱) پیر منظور محمد صاحب لودھیانہ
(ڈپٹی انسپکٹر دفتر کونسل جموں وکشمیر)
(۵۲) پیر افتخار احمد صاحب لدہیانہ محلّہ نو

﴿۷﴾

(۵۳) پیر عنایت علی صاحب لودہیانہ محلّہ نو
(۵۴) بابو محمد بخش صاحب ملازم دفتر نہر
انبالہ لودہیانہ محلّہ نو
(۵۵) میاں مولا بخش صاحب کلرک اگزیمنر
آفس لاہور۔ لدہیانہ محلّہ نو
(۵۶) میاں کرم الٰہی صاحب کنسٹیبل ملازم
پولیس لدھیانہ۔
(۵۷) قاضی خواجہ علی صاحب // //
(۵۸) منشی عبد الحق صاحب خلیفہ عبد السمیع
صاحب // //
(۵۹) حافظ نور احمد صاحب اینڈ کولُنگی مرچنٹ
لودیانہ۔
(۶۰) میاں نظام الدین صاحب صحاف //
(۶۱) مولوی عبد القادر صاحب جمال پور
ضلع لدھیانہ۔ (مدرس)
(۶۲) شاہزادہ عبد المجید صاحب لودہیانہ
(۶۳) میاں کریم بخش صاحب جمالپور //
(۶۴) حاجی عبد الرحمٰن صاحب //
(۶۵) میاں عبد القادر صاحب جیگن ضلع
لدھیانہ مدرس مدرسہ جمال پور

(۶۶) میاں شہاب الدین صاحب لدھیانہ
(۶۷) سید عبد الہادی صاحب ماچھی پورہ ضلع لدھیانہ
(۶۸) میاں عبد الرحیم صاحب لودہیانہ محلّہ موچ پورہ
(۶۹) میاں اللہ بخش صاحب // //
(۷۰) میاں عصمت اللہ صاحب مستری لودہیانہ بازار خرادیاں۔
(۷۱) میاں رحمت اللہ صاحب // //
(۷۲) میاں شہاب الدین صاحب // //
(۷۳) میاں نظام الدین صاحب // //
(۷۴) حکیم مولوی نظام الدین صاحب رنگ پور ضلع مظفر گڑھ حال وارد بھیرہ۔
(۷۵) میاں عبد الحکیم خان صاحب سامانہ ریاست پٹیالہ۔ (میڈیکل سٹوڈنٹ لاہور)
(۷۶) منشی غلام قادر صاحب سنور ریاست پٹیالہ پٹواری سرہند تحصیل
(۷۷) منشی محمد ابراہیم صاحب // //
(۷۸) قاضی زین العابدین صاحب خانپور۔ ریاست پٹیالہ
(۷۹) منشی عبد اللہ صاحب سنوری پٹواری غوث گڑھ ریاست پٹیالہ تحصیل سرہند۔
(۸۰) منشی ہاشم علی صاحب سنور ریاست پٹیالہ (پٹواری) تحصیل برنالہ۔
(۸۱) مولوی عبد الصمد صاحب عرف شیخ علی محمد سنور۔ ریاست پٹیالہ۔
(۸۲) میاں عبد الرحمٰن صاحب سنور ریاست پٹیالہ پٹواری تحصیل سنام۔
(۸۳) منشی محمد ابراہیم صاحب مدرس سنور ریاست پٹیالہ۔
(۸۴) مولوی محمد یوسف صاحب سنور ریاست پٹیالہ (مدرس)
(۸۵) میاں پیر بخش صاحب کہیرو ریاست پٹیالہ (زمیندار)
(۸۶) میاں امیر بخش صاحب کہیرو //
(۸۷) میاں اللہ بخش صاحب حجام // //
(۸۸) شیخ جلال الدین صاحب ریاست پٹیالہ

﴿۸﴾

(۸۹) میاں علی نواز صاحب موضع چمارو ریاست پٹیالہ۔
(۹۰) میاں عبدالکریم صاحب نمبردار ،، ،،
(۹۱) میاں محمد اسماعیل صاحب ،، ،،
(۹۲) محمد اکبر خان صاحب سنور ،، ،،
(۹۳) میاں نور محمد صاحب زمیندار غوث گڑھ ریاست پٹیالہ۔
(۹۴) میاں ماہیا صاحب زمیندار غوث گڑھ ریاست پٹیالہ۔
(۹۵) میاں بیگا صاحب کہریس پورہ ضلع انبالہ۔
(۹۶) میاں عطا الٰہی صاحب غوث گڑھ ریاست پٹیالہ۔
(۹۷) میاں ہمیرا صاحب جسووال ،،
(۹۸) منشی محمدی صاحب غوث گڑھ ،،
(۹۹) میاں غلام قادر صاحب پٹیالہ محلّہ پوریاں۔ (زمیندار)
(۱۰۰) میاں عبدالمجید خان صاحب سانبھر ملک راجپوتانہ (طالب علم)
(۱۰۱) حاجی محمد بن احمد مکی (مکہ معظّمہ)۔
(۱۰۲) مرزا خدابخش صاحب جھنگ (اتالیق نواب محمد علی خان صاحب بہادر مالیرکوٹلہ)
(۱۰۳) حافظ نجم الدین صاحب بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ
(۱۰۴) قاضی ضیاء الدین صاحب کوٹ قاضی ضلع گوجرانوالہ۔ ڈاک خانہ بوتالہ۔
(۱۰۵) منشی محمد دین صاحب پٹواری ضلع گوجرانوالہ۔
(۱۰۶) منشی احمد دین صاحب گوجرانوالہ۔
(۱۰۷) سید غلام شاہ صاحب نورنگ ،،
(۱۰۸) میاں کرم داد صاحب تہنگ ضلع گجرات۔
(۱۰۹) مولوی جلال الدین صاحب۔ بلانی ضلع گجرات۔
(۱۱۰) میاں صاحب دین صاحب۔ تہال ضلع گجرات۔
(۱۱۱) مولوی فضل الدین صاحب کھاریاں ضلع گجرات۔

﴿۹﴾

(۱۱۲) میاں محمد علی صاحب جلالپور ضلع گجرات۔کلرک اگزیمنز آفس لاہور۔
(۱۱۳) مولوی سید جمال شاہ صاحب واعظ نندووال ضلع گجرات۔
(۱۱۴) حافظ فضل احمد صاحب گجرات۔ کلرک دفتر اگزیمنز آفس لاہور۔
(۱۱۵) شیخ رحمت اللہ صاحب میونسپل کمشنر گجرات۔
(۱۱۶) حافظ محمد صاحب پشاور کوٹلہ فیل باناں۔
(۱۱۷) میاں عبداللہ صاحب ایضاً //
(۱۱۸) مولوی غلام حسین صاحب مدرس بورڈ سکول //
(۱۱۹) حافظ حامد علی صاحب قادیان ضلع گورداسپور
(۱۲۰) حافظ معین الدین صاحب //
(۱۲۱) مرزا اسماعیل بیگ صاحب //
(۱۲۲) میاں جان محمد صاحب امام مسجد //
(۱۲۳) شیخ نور احمد صاحب زمیندار کھارا ضلع گورداسپورہ۔
(۱۲۴) شیخ عبدالرحمٰن صاحب بُٹر کلاں ضلع گورداسپورہ (نومسلم)
(۱۲۵) حافظ امام الدین صاحب ننگل۔ ضلع گورداسپورہ۔
(۱۲۶) میاں محمد بخش صاحب ککے زئی بٹالہ۔ضلع گورداسپورہ۔
(۱۲۷) حاجی غلام محمد صاحب بٹالہ //
(۱۲۸) شیخ مراد علی صاحب کلانور۔ ضلع گورداسپورہ۔
(۱۲۹) میاں ہاشم علی صاحب جنڈ ماجھہ
(۱۳۰) میاں نتھو صاحب زمیندار بازید چک //
(۱۳۱) میاں مہر دین زمیندار // //
(۱۳۲) مولوی الٰہی بخش صاحب ساکن لیل //
(۱۳۳) میاں عبداللہ صاحب سوہلا //
(۱۳۴) میاں علی بخش صاحب درزی // //
(۱۳۵) منشی ہاشم علی صاحب // //
(۱۳۶) فقیر مردان شاہ صاحب// //
(۱۳۷) میاں چراغ علی صاحب تھہ غلام نبی۔ضلع گورداسپورہ (زمیندار)

﴿۱۰﴾

(۱۳۸)میاں نظام الدین صاحب تھہ غلام نبی ضلع گورداسپورہ
(۱۳۹)میاں محمد بخش صاحب زمیندار تھہ غلام نبی ضلع گورداسپورہ
(۱۴۰) میاں شہاب الدین صاحب زمیندار تھہ غلام نبی ضلع گورداسپورہ
(۱۴۱)میاں سلطان بخش صاحب // //
(۱۴۲)میاں خدا بخش صاحب نومسلم// //
(۱۴۳)میاں مہر علی صاحب پیپل چک // //
(۱۴۴)حکیم محمد اشرف صاحب بٹالہ //
(۱۴۵)میاں محمد اکبر صاحب ٹھیکہ دار لکڑی بٹالہ ضلع گورداسپورہ
(۱۴۶) شیخ نور احمد صاحب رئیس // //
(۱۴۷)میاں فضل حق صاحب // //
(۱۴۸)منشی دین محمد صاحب // // محالدار ریاست جموں
(۱۴۹)میاں محمد ابراہیم صاحب // // میڈیکل سٹوڈنٹ لاہور
(۱۵۰)میاں نور ماہی صاحب بٹالہ //
(۱۵۱) حافظ عمر الدین صاحب تھہ غلام نبی ضلع گورداسپورہ
(۱۵۲)میاں نتھو صاحب // //
(۱۵۳)میاں رحمت علی صاحب // //
(۱۵۴)منشی غلام قادر صاحب // //
(۱۵۵)میاں عبداللہ صاحب // //
(۱۵۶)میاں فقیر علی صاحب // //
(۱۵۷)میاں شیر علی صاحب // //
(۱۵۸) چوہدری سلطان بخش صاحب زمیندار // //
(۱۵۹) چوہدری محمدا صاحب گرایانوالہ ضلع گورداسپورہ
(۱۶۰)چوہدری سلطانا صاحب // //
(۱۶۱)مہر عبداللہ صاحب // //
(۱۶۲) میاں محکم دین صاحب دوکاندار سری گوبند پورہ //
(۱۶۳)میاں شاہ محمد صاحب پٹو لی بٹالہ//
(۱۶۴)سید مہر شاہ صاحب // //
(۱۶۵)سید فقیر حسین صاحب // //
(۱۶۶)سید حسین شاہ صاحب کٹھالہ //
(۱۶۷)سید عمر شاہ صاحب نواں پنڈ //
(۱۶۸)مہر نبی بخش صاحب نمبردار ممبر کمیٹی و میونسپل کمشنر بٹالہ ضلع گورداسپورہ۔

﴿۱۱﴾

(۱۶۹) شیخ فتح محمد صاحب بٹالہ
ضلع گورداسپورہ
(۱۷۰) منشی محکم الدین صاحب اشٹام فروش
سری گوبند پورہ ضلع گورداسپورہ
(۱۷۱) منشی محمد علی صاحب پنشنر ضلعدار
بٹالہ ضلع گورداسپورہ
(۱۷۲) حاجی غلام محمد صاحب ڈپٹی انسپکٹر // //
(۱۷۳) بابو علی محمد صاحب // //
(۱۷۴) منشی محمد عمر صاحب // //
(۱۷۵) شیخ جان محمد صاحب // //
(۱۷۶) میاں نور محمد صاحب فیض اللہ چک //
(۱۷۷) میاں عمر شاہ صاحب // //
(۱۷۸) میاں اللہ بخش صاحب // //
(۱۷۹) میاں غلام علی صاحب // //
(۱۸۰) میاں کرم الٰہی صاحب // //
(۱۸۱) میاں علی بخش صاحب // //
(۱۸۲) میاں مولا داد صاحب تھہ غلام نبی //
(۱۸۳) چوہدری حامد علی صاحب نمبردار
وزیر چک //
(۱۸۴) چوہدری گھسیٹا صاحب ببیل چک //
(۱۸۵) میاں اللہ دتا صاحب // //

(۱۸۶) میاں ولی محمد صاحب ببیل چک۔
ضلع گورداسپورہ۔
(۱۸۷) میاں غلام فرید صاحب ببیل
چک //
(۱۸۸) میاں عنایت اللہ صاحب بٹالہ //
(۱۸۹) مولوی قدرت اللہ صاحب // //
(۱۹۰) میاں مظفر اللہ صاحب // //
(۱۹۱) میاں قادر بخش صاحب // //
(۱۹۲) میاں محمد دین صاحب قادیان //
(۱۹۳) میاں حاکم علی صاحب
تھہ غلام نبی //
(۱۹۴) منشی زین العابدین صاحب //
(۱۹۵) منشی محمد جان صاحب پٹواری جہلمی //
(۱۹۶) میاں جمال الدین صاحب
پشمینہ باف سیکھواں //
(۱۹۷) میاں امام الدین صاحب // //
(۱۹۸) میاں خیر الدین صاحب // //
(۱۹۹) میاں محمد صدیق صاحب // //
(۲۰۰) میاں عبد اللہ صاحب ٹھیر اں //
(۱۰۲) میاں قطب الدین صاحب
دفروالہ //
(۲۰۲) چوہدری دینا صاحب قادر آباد //

﴿۱۲﴾

(۲۰۳) میاں شیر علی صاحب قادیان۔
ضلع گورداسپورہ

(۲۰۴) میاں الٰہیا چوکیدار سیکھواں
ضلع گورداسپورہ

(۲۰۵) میاں گوہر شا صاحب بہوی
ضلع گورداسپورہ۔

(۲۰۶) چوہدری نواب صاحب زمیندار
ملو لپور ضلع گورداسپورہ۔

(۲۰۷) میاں نور الدین صاحب اجوئی
ضلع گورداسپورہ۔

(۲۰۸) میاں کالو شاہ صاحب عالم پور
ضلع گورداسپورہ۔

(۲۰۹) میاں نور احمد صاحب زمیندار
کلوی ضلع گورداسپورہ۔

(۲۱۰) چوہدری امام الدین صاحب
کلوی ضلع گورداسپورہ

(۲۱۱) چوہدری نظام الدین صاحب کلوی
ضلع گورداسپورہ

(۲۱۲) فقیر مہر شاہ صاحب کولیان //

(۲۱۳) مولوی حافظ عظیم بخش صاحب
بہومگہ ضلع گورداسپورہ حال پٹیالہ۔

(۲۱۴) مولوی غلام جیلانی صاحب نو ہون
ضلع انبالہ مدرس مدرسہ گہرونون۔

(۲۱۵) مولوی عبداللہ صاحب مدرس
ہندو محمڈن سکول۔ بٹالہ

(۲۱۶) بابو اللہ بخش صاحب چھاؤنی انبالہ
ریلوے ٹرین کلرک۔

(۲۱۷) منشی محمد مظاہر الحق خلف مولوی
محمد ظہور علی صاحب۔ اٹاوہ
محلّہ قاضی ٹولہ

(۲۱۸) حکیم مولوی محمد اسحاق صاحب
گوہلہ ضلع کرنال۔

(۲۱۹) میر محمد سعید صاحب دہلی کہڑ کی
فراش خانہ۔ دہلی۔

(۲۲۰) منشی عبدالعزیز صاحب۔ دہلی
قاسم جان کی گلی۔ ملازم دفتر نہر
انبالہ۔

(۲۲۱) میر محمد کبیر صاحب دہلی کہڑ کی
فراش خانہ

(۲۲۲) میر ناصر نواب صاحب دہلی ۔ کھڑکی فراش خانہ۔نقشہ نویس دفتر نہر پٹیالہ۔

(۲۲۳) مولوی محمد حسین صاحب زمیندار بھاگورائیں ریاست کپورتھلہ ضلع جالندھر۔

(۲۲۴) منشی اروڑا صاحب کپورتھلہ //

(۲۲۵) منشی محمد خان صاحب // //

(۲۲۶) منشی ظفر احمد صاحب // //

(۲۲۷) منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور۔ ریاست کپورتھلہ

(۲۲۸) میاں جی روشن دین صاحب ریاست کپورتھلہ

(۲۲۹) حافظ محمد علی صاحب ایضاً

(۲۳۰) میاں عبد المجید خان صاحب ولد محمد خان ریاست کپورتھلہ ۔

(۲۳۱) حکیم فتح محمد صاحب ایضاً

(۲۳۲) حافظ بابا صاحب نابینا //

(۲۳۳) منشی فیاض علی صاحب //

(۲۳۴) منشی عبدالرحمٰن صاحب کپورتھلہ ۔

(۲۳۵) میاں نظام الدین صاحب //

(۲۳۶) میاں عبداللہ صاحب۔ //

(۲۳۷) منشی حسن خان صاحب ملازم توپخانہ کپورتھلہ

(۲۳۸) چوہدری جھنڈو صاحب //

(۲۳۹) میاں کریم بخش صاحب ملازم پلٹن کپورتھلہ

(۲۴۰) منشی امداد اللہ خان صاحب اہلمد سررشتہ تعلیم کپورتھلہ ۔

(۲۴۱) مستری جان محمد صاحب کپورتھلہ

(۲۴۲) منشی محمد دین صاحب لاہور کلرک ڈسٹرکٹ ٹریفک ۔

(۲۴۳) منشی محمد حسین صاحب لاہور۔ کلرک اگزیمنر آفس لاہور۔

(۲۴۴) منشی مظفر الدین صاحب //

(۲۴۵) میاں عنایت اللہ صاحب طالب علم لاہور۔

(۲۴۶) منشی محمد بخش صاحب لاہور موچی دروازہ کلرک اگزیمنر آفس لاہور۔

(۲۴۷) خلیفہ رشید الدین صاحب لاہور (میڈیکل سٹوڈنٹ)

﴿۱۳﴾ ﴿۱۴﴾

(۲۴۸) میاں نور الدین صاحب لاہور۔

(۲۴۹) مولوی کرم الٰہی صاحب لاہور تکیہ سادھواں۔

(۲۵۰) حکیم محمد حسین صاحب لاہور لنگے منڈی

(۲۵۱) میاں عبدالعزیز صاحب لاہور لنگے منڈی

(۲۵۲) میاں رحیم اللہ صاحب لاہور لنگے منڈی۔

(۲۵۳) منشی عبدالعزیز صاحب باغبانپورہ ضلع لاہور (سابق فارسٹر)

(۲۵۴) منشی امام الدین کاتب امرتسر کٹرہ کرم سنگھ۔

(۲۵۵) منشی تاج الدین صاحب لاہور اکونٹنٹ ریلوے آفس۔

(۲۵۶) ماسٹر احمد صاحب لاہور

(۲۵۷) حاجی شہاب الدین صاحب //

(۲۵۸) منشی عزیز الدین صاحب //

(۲۵۹) خلیفہ رجب الدین صاحب لاہور

(۲۶۰) میاں عزیز الدین صاحب پٹی ضلع لاہور (مدرس بگھبانہ)

(۲۶۱) میاں عبداللطیف صاحب باغبانپورہ ضلع لاہور۔

(۲۶۲) حاجی منشی شمس الدین صاحب لاہور کلرک اگزیمنز آفس لاہور

(۲۶۳) میاں نبی بخش صاحب راولپنڈی محلّہ قطب الدین کلرک اگزیمنز آفس لاہور۔

(۲۶۴) میاں پیر بخش صاحب خوجہ مکھڈ ضلع راولپنڈی۔

(۲۶۵) چوہدری محمد سعید صاحب۔ مکھڈ ضلع راولپنڈی۔

(۲۶۶) منشی محمد مقبول صاحب میر منشی پلٹن نمبر ۳۰ راولپنڈی۔

(۲۶۷) صاحبزادہ سراج الحق جمالی نعمانی صاحب۔ سرساوہ ضلع سہارنپور

(۲۶۸) حافظ غلام رسول صاحب سوداگر

﴿۱۵﴾

وزیرآباد۔ ضلع گوجرانوالہ

(۲۶۹) میاں محمد جان صاحب ملازم راجہ امر سنگھ وزیرآباد۔ ضلع گوجرانوالہ۔

(۲۷۰) شیخ نبی بخش صاحب // //

(۲۷۱) خلیفہ نورالدین صاحب۔ جموں

(۲۷۲) میاں اللہ دتا صاحب //

(۲۷۳) سید محمد شاہ صاحب //

(۲۷۴) مولوی تاج محمد صاحب سر باندی //

(۲۷۵) منشی عبدالرحیم صاحب سب اوورسیر سری نگر (جموں)

(۲۷۶) منشی عبدالرحیم صاحب اوورسیر کشمیر (جموں)

(۲۷۷) مستری عمر صاحب (جموں)

(۲۷۸) منشی نواب خان صاحب (جموں)

(۲۷۹) منشی محمد شریف صاحب نگیال (ریاست جموں)

(۲۸۰) مولوی انوار حسین خان صاحب شاہ آباد ضلع ہردوئی۔

(۲۸۱) شیخ نوراحمد صاحب مہتمم ریاض ہند امرتسر۔

(۲۸۲) میاں ظہور احمد ولد میاں نوراحمد امرتسر

(۲۸۳) شیخ عبدالقیوم صاحب قانون گو امرتسر

(۲۸۴) مولوی کریم الدین صاحب نومسلم امرتسر (کٹڑہ آہلووالیہ)

(۲۸۵) مولوی عنایت اللہ صاحب حکیم امرتسر (کٹڑہ آہلووالیہ)

(۲۸۶) منشی عبدالرحمٰن صاحب امرتسر (کٹڑہ کرم سنگھ)

(۲۸۷) چوہدری محمدی صاحب۔ امرتسر (کٹڑہ آہلووالیہ)

(۲۸۸) میاں غلام قادر صاحب علاقہ بند امرت سر

(۲۸۹) میاں امام الدین صاحب // گروبازار

(۲۹۰) بابو محکم الدین صاحب مختار عدالت (امرت سر)

(۲۹۱) مستری قطب الدین خان صاحب //

﴿۱۶﴾

ڈیوڑھی کرموں۔

(۲۹۲) مولوی عبد اللطیف صاحب مدرسہ محمدی (امرتسر) کٹرہ موتی رام

(۲۹۳) میاں محمد ابراہیم صاحب // //

(۲۹۴) چوہدری شاہ محمد صاحب زمیندار (رام دیوالی (ضلع امرت سر)

(۲۹۵) میاں دین محمد صاحب بھوی وال ضلع امرت سر

(۲۹۶) میاں فتح الدین صاحب رام دیوالی (ضلع امرتسر)

(۲۹۷) سید سکندر شاہ صاحب امام مسجد رام دیوالی۔ ضلع امرت سر

(۲۹۸) میاں بوٹا صاحب اولی والہ //

(۲۹۹) شیخ عبد اللہ صاحب طالبعلم۔ علی گڑھ

(۳۰۰) شیخ حامد علی خان صاحب میڈیکل سٹوڈنٹ علی گڑھ

(۳۰۱) جناب خان صاحب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ۔

(۳۰۲) شیخ ولی محمد صاحب شاہ آباد اہلکار خان صاحب موصوف۔ //

(۳۰۳) شیخ فضل محمد صاحب // ملازم خان صاحب محمد ذوالفقار علی صاحب و محمد یوسف علی خان صاحب۔

(۳۰۴) سید شیر شاہ صاحب ملازم خان صاحب مالیر کوٹلہ

(۳۰۵) میاں صفدر علی صاحب // //

(۳۰۶) میاں عبد العزیز صاحب // //

(۳۰۷) میاں جیوا صاحب // //

(۳۰۸) میاں قادر بخش صاحب // //

(۳۰۹) میاں برکت شاہ صاحب // //

(۳۱۰) میاں کے خان صاحب // //

(۳۱۱) میاں فتح محمد صاحب // //

(۳۱۲) میاں عبد الکریم صاحب حجام // //

(۳۱۳) میاں عبد الجلیل خان صاحب شاہجہاں آباد //

(۳۱۴) میاں حامد علی صاحب۔ بریلی۔

(۳۱۵) منشی علی گوہر خان صاحب۔ جالندھر

(۳۱۶) منشی رستم علی خان صاحب مداران۔ ضلع جالندھر۔ ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریلوے

(۳۱۷) مولوی احمد جان صاحب جالندھر شہر مدرس ضلع گوجرانوالہ۔

(۳۱۸) میاں وزیرا صاحب ٹھیکہ دار کھیر و ریاست نابھہ۔

(۳۱۹) مولوی شیخ احمد صاحب واعظ سرہند

ریاست پٹیالہ وارد بٹالہ۔

(۳۲۰) میاں محمد صاحب ولد عبداللہ صاحب شیر پور ضلع فیروز پور حال وارد بھیرہ۔

(۳۲۱) سیّد معراج الدین صاحب بٹالہ۔

(۳۲۲) میاں جان محمد صاحب طالب علم بٹالہ۔

(۳۲۳) مولوی وزیر الدین صاحب مکیریاں ضلع ہوشیار پور

(۳۲۴) چوہدری کریم بخش صاحب مکیریاں۔ ضلع ہوشیار پور۔ ﴿۱۷﴾

(۳۲۵) غلام حسین صاحب مکیریاں ضلع ہوشیار پور۔

(۳۲۶) میاں میراں بخش صاحب مکیریاں ضلع ہوشیار پور۔

(۳۲۷) میاں غلام رسول صاحب مکیریاں ضلع ہوشیار پور

ناظرین کی توجہ کے لایق

اس بات کے سمجھنے کے لئے کہ انسان اپنے منصوبوں سے خدا تعالیٰ کے کاموں کو روک نہیں سکتا۔ یہ نظیر نہایت تشفی بخش ہے کہ سال گزشتہ میں جب ابھی فتویٰ تکفیر میاں بٹالوی صاحب کا طیار نہیں ہوا تھا اور نہ انہوں نے کچھ بڑی جدوجہد اور جان کنی کے ساتھ اس عاجز کے کافر ٹھہرانے کے لئے توجہ فرمائی تھی صرف ۷۵ احباب اور مخلصین تاریخ جلسہ پر قادیان میں تشریف لائے تھے۔ مگر اب جبکہ فتویٰ طیار ہو گیا اور بٹالوی صاحب نے ناخنوں تک زور لگا کر اور آپ بصد مشقت ہر یک جگہ پہنچ کر اور سفر کی ہر روزہ مصیبتوں سے کوفتہ ہو کر اپنے ہم خیال علماء سے اس فتویٰ پر مہریں ثبت کرائیں اور وہ اور ان کے ہم مشرب علماء بڑے ناز اور خوشی سے اس بات کے مدعی ہوئے کہ گویا اب انہوں نے اس الٰہی سلسلہ کی ترقی میں بڑی بڑی روکیں ڈال دی ہیں تو اس سالانہ جلسہ میں بجائے

﴿۱۸﴾ ۵۷ کے **تین سو ستائیس** [۳۲۷] احباب شامل جلسہ ہوئے اور ایسے صاحب بھی تشریف لائے جنہوں نے توبہ کر کے **بیعت** کی۔ اب سوچنا چاہیئے کہ کیا یہ خدا تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں کا ایک نشان نہیں کہ بٹالوی صاحب اور ان کے ہم خیال علماء کی کوششوں کا الٹا نتیجہ نکلا اور وہ سب کوششیں برباد ہو گئیں۔ کیا یہ خدا تعالیٰ کا فعل نہیں کہ میاں بٹالوی کے پنجاب اور ہندوستان میں پھرتے پھرتے پاؤں بھی گھس گئے لیکن انجام کار خدا تعالیٰ نے ان کو دکھلا دیا کہ کیسے اس کے ارادے انسان کے ارادوں پر غالب ہیں۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔[۱] اس سال میں خدا تعالیٰ نے دو نشان ظاہر کئے۔ ایک بٹالوی کا اپنی کوششوں میں نامراد رہنا۔ دوسرے اس پیشگوئی کے پورے ہونے کا نشان جو نور افشاں۔ ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں چھپ کر شائع ہوئی تھی۔ اب بھی بہتر ہے کہ بٹالوی صاحب اور ان کے ہم مشرب باز آجائیں اور خدا تعالیٰ سے لڑائی نہ کریں۔

والسّلام علٰی من اتبع الھدٰی۔

مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان

[۱] یوسف:۲۲

﴿۱۹﴾

اِشتہار ضروری

بخدمت شریف تمام مخلصان و بہی خواہان اسلام بعد سلام مسنون واضح ہو کہ بموقع **جلسہ سالانہ** جو بمقام قادیان ۲۷۔۲۸۔۲۹ تاریخ ماہ دسمبر ۱۸۹۲ء کومنعقد ہوا۔ اس میں چند معزز مخلصان کی تحریک پر قرار پایا کہ چونکہ **مطبع** کی ہمیشہ شکایت رہتی ہے۔ اس لئے ایک مستقل انتظام دربارہ مطبع کیا جانا ضروری ہے جس میں علاوہ کتب تائید اسلام مہینے میں دو دفعہ ایک پرچہ اخبار بھی شائع ہوا کرے گا جس میں تفسیر بعض بعض آیات قرآن شریف و جواب مخالفین اسلام وغیرہ درج ہوا کریں گے۔ چنانچہ اصحاب حاضرین نے نہایت اخلاص و صدق سے اس تجویز کو پسند کیا اور حسب مرضی کل صاحبان تخمینہ لگایا گیا۔ رقم تخمینہ تقریباً ۱۱۵؎ ماہوار قرار پائی۔ اس پر ہریک مخلص نے اپنے مقدور کے موافق بطِیب خاطر چندہ لکھوایا جس کی فہرست ذیل میں درج ہے۔ اس تجویز سے پہلے بہت سے معزز اصحاب واپس تشریف لے جا چکے تھے وہ اس کارخیر میں شامل نہیں ہو سکے۔ امید کہ صادقاں باوفا و مخلصان بے ریا ضرور اس نیک کام میں شمولیت فرما کر سعادت دارین کے مستحق ہوں گے اور بہت جلد اپنی رقم چندہ سے اطلاع بخشیں گے۔ لیکن حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ کوئی صاحب مجبوراً چندہ نہ لکھوائیں بلکہ اپنی خوشی سے حسب استطاعت لکھوائیں۔

المشتہر مرزا☆ **خدابخش** اتالیق نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ ضلع لودھیانہ سیکرٹری

☆ نوٹ: سب صاحبان کو واضح رہے کہ اس بارہ میں تمام خط و کتابت بنام احقر ہونی چاہیئے۔

﴿۲۰﴾

فہرست چندہ دہندگان ورقوم چندہ جو بموقع جلسہ ۲۹ دسمبر ۱۸۹۲ء بمقام قادیان لکھا گیا

نمبر شمار	نام	ماہوار	سالانہ	وصول
(۱)	جناب حکیم محمد احسن صاحب	عہ	لعہ	۰
(۲)	جناب خلیفہ نور الدین صاحب	للعہ ۱/۸/۲	صہ	۰
(۳)	جناب پیر سراج الحق صاحب	عہ	لعہ	۰
(۴)	منشی ہاشم علی صاحب پٹواری سنور	۴/ر	سے/ر	سے
(۵)	جناب میر ناصر نواب صاحب	۱ع	للعہ	عا
(۶)	جناب شیخ رحمت اللہ صاحب گجراتی	صہ	۱۱صہ	۰
(۷)	میاں عبد الرحمٰن صاحب سنوری	۱/۴ ـ	عہ	عہ
(۸)	منشی ابراہیم صاحب سنوری مدرس	۱/۴ ـ	عہ	عہ
(۹)	سید محمد شاہ صاحب ٹھیکہ دار جموں	عا	للعہ	۰
(۱۰)	سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی	عہ	لعہ	۰
(۱۱)	حافظ محمد صاحب پشاوری	عا	للعہ	عا
(۱۲)	سید عبد الہادی صاحب اوورسیر ماچھی واڑہ	عا	للعہ	۰
(۱۳)	ڈاکٹر عبد الحکیم خان صاحب میڈیکل کالج لاہور	عا	للعہ	۰
(۱۴)	مولوی نظام الدین صاحب رنگپوری	عہ	مہ	۰
(۱۵)	میاں شادی خان صاحب ملازم راجہ امر سنگھ صاحب بہادر	۸/ر	سے	۰
(۱۶)	مرزا خدا بخش مالیر کوٹلہ	سے	سیہ	۰
(۱۷)	مولوی غلام حسن صاحب پشاوری	عہ	۲عہ	۰
(۱۸)	سید خصیلت علی شاہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس	سے	سیہ	۰
(۱۹)	قاضی ضیاء الدین صاحب قاضی کوٹی	۱/۴ ـ	عہ	۰
(۲۰)	مولوی قطب الدین صاحب بدوملہوی	۸/۲ ـ	عا	۰
(۲۱)	سید امیر علی شاہ صاحب سارجنٹ پولیس	۵/۴ ـ	لعہ	۰

﴾۲۱﴿

نمبر	نام			
(۲۲)	مولوی محمد یوسف صاحب سنوری	۴؍	ہے؍	۰
(۲۳)	شیخ عبدالصمد صاحب سنوری	۴؍	ہے	عہ
(۲۴)	منشی احمد بخش صاحب سنوری پٹواری تحصیل بانگر	۱؍۴ ـہ	عہ	عہ
(۲۵)	حافظ عظیم بخش صاحب علاقہ پٹیالہ	۱؍۴ ـہ	عہ	عہ
(۲۶)	میاں عبدالکریم صاحب علاقہ پٹیالہ	۱؍۴ ـہ	عہ	عہ
(۲۷)	سرفراز خان صاحب نمبردار بدوملہی	۸؍	ـے	عہ
(۲۸)	میاں اللہ دتا صاحب سیالکوٹی	۴؍	ـے	۰
(۲۹)	شاہزادہ عبدالمجید صاحب لدھیانوی	۴؍	ـے	عہ
(۳۰)	حافظ نور احمد صاحب سوداگر لدھیانوی	۸؍	ـے	ـے
(۳۱)	شیخ عبدالحق صاحب لدھیانوی	عہ	ـلعہ	عہ
(۳۲)	منشی نبی بخش صاحب کلرک اگزیمنز آفس لاہور	۸؍	ـے	۰
(۳۳)	منشی تاج الدین صاحب اکونٹنٹ اگزیمنز آفس لاہور	عہ	ـلعہ	۰
(۳۴)	حافظ فضل احمد صاحب کلرک اگزیمنز آفس لاہور	۴؍	ـے	۰
(۳۵)	مولوی مفتی غلام جیلانی صاحب مدرس کہرونوہ	۱؍۸ ـہ	عا	عہ
(۳۶)	مولوی عبدالقادر صاحب مدرس جمالپور ضلع لدھیانہ	۱؍۴ ـہ	عہ	عہ
(۳۷)	مولوی قدرت اللہ صاحب بٹالوی	۱؍۴ ـہ	عہ	عہ
(۳۸)	بابو غلام محمد صاحب سیالکوٹی	۸؍	ـے	۰
(۳۹)	مہر عبدالعزیز صاحب عرف مہر نبی بخش صاحب بٹالوی	عہ	ـلعہ	۰
(۴۰)	منشی نظام الدین صاحب خوجہ جہلمی	۱؍۴ ـہ	عہ	عہ
(۴۱)	منشی عبدالمجید صاحب طالب علم وٹرنری سکول لاہور	عہ	ـلعہ	۰
(۴۲)	شیخ چراغ الدین صاحب ساکن تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور	۲؍	عہ ۸؍	۶؍
(۴۳)	منشی کرم الٰہی کنسٹیبل پولیس لدھیانہ	۴؍	ـے	۰
(۴۴)	منشی کرم الٰہی صاحب مدرس مدرسہ نصرت الاسلام لاہور	۱؍۴ ـہ	عہ	۰
(۴۵)	میاں عمرا ساکن جمال پور ضلع لدھیانہ	۲؍۸ ـہ	عا	عا

﴿۲۲﴾

(۴۶) میاں خیرا نمبردار جمال پور ضلع لدھیانہ	۱ر۴ ۔	عہ	عہ
(۴۷) مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی	۴ر	سے	۰
(۴۸) منشی فیاض علی صاحب کپورتھلوی	۴ر	سے	۰
(۴۹) منشی حبیب الرحمٰن صاحب	۸ر	سہ	۰
(۵۰) منشی محمد اروڑا صاحب	۴ر	سے	سے
(۵۱) منشی علی گوہر صاحب جالندھری	۲ر	۸ر	۸ر
(۵۲) منشی عبدالرحمٰن صاحب کپورتھلوی	۴ر	سے	سے
(۵۳) مولوی محمد حسین صاحب کپورتھلوی	۲ر۸ ۔	عا	عہ
(۵۴) حکیم فتح محمد صاحب کپورتھلوی	۲ر	۸ر	۸ر
(۵۵) میاں روشن دین صاحب کپورتھلوی	۲ر	۸ر	عہ
(۵۶) منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی	۴ر	سے	۰
(۵۷) منشی محمد خان صاحب کپورتھلوی	۴ر	سے	۰
(۵۸) مرزا صفدر علی خدمتگار نواب محمد علی خان صاحب مالیر کوٹلہ	۲ر۸ ۔	عا	عا
(۵۹) مرزا اسماعیل بیگ صاحب قادیان ضلع گورداسپورہ	۱ر۴ ۔	عہ	۰
(۶۰) حافظ محمد علی صاحب کپورتھلوی	۲ر	۸ر	عہ
(۶۱) منشی اللہ بخش صاحب سیالکوٹی	۴ر	سے	سے
(۶۲) منشی عبدالعزیز صاحب ملازم دفتر نہر انبالہ ساکن دہلی قاسم جان کی گلی	عہ	۔ہ	عہ
(۶۳) منشی ابراہیم صاحب پٹواری سنور	۲ر۸ ۔	عا	عہ
(۶۴) منشی غلام قادر صاحب پٹواری گھنواں تحصیل سرہند	۱ر۴ ۔	عہ	عہ
(۶۵) میاں جمال دین صاحب ساکن سیکھواں	۲ر	۸ر	۴ر
(۶۶) مستری عمر بخش صاحب ساکن جلالپور جٹاں وارد جموں	۱۳ر۴ ۔	۔ہ	۰
(۶۷) منشی گلاب دین صاحب مدرس مدرسہ زنانہ رہتاس ضلع جہلم	۲ر	۸ر	۰
(۶۸) میاں فضل کریم صاحب عطار ساکن سیالکوٹ	۱ر۴ ۔	عہ	۰
(۶۹) شیخ امام الدین صاحب ساکن نوشہرہ ضلع سیالکوٹ	عہ	۔ہ	ہ

«۲۳»

نمبر	نام			
(۷۰)	منشی غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی	۶ع	للعہ	۔
(۷۱)	میاں اللہ دتا صاحب ساکن رہتاس ضلع جہلم	ار۴ر	عہ	۔
(۷۲)	میاں نور احمد صاحب ساکن کھارا ضلع گورداسپورہ	ار۴ر	عہ	۔
(۷۳)	میاں محمد ٹپ گر ساکن امرتسر کٹرہ آہلو والیہ	۴ر	سے	عہ
(۷۴)	میاں غلام حسین صاحب ساکن رہتاس ضلع جہلم	ار۴ر	عہ	۔
(۷۵)	میاں عطاالٰہی صاحب زمیندار غوث گڑھ ریاست پٹیالہ	ار۴ر	عہ	۔
(۷۶)	بابو محکم الدین صاحب مختار امرتسر	عہ	للعہ	۔
(۷۷)	میاں ماہیا صاحب زمیندار غوث گڑھ ریاست پٹیالہ	ار۴ر	عہ	۔
(۷۸)	منشی عبداللہ صاحب پٹواری غوث گڈھ	۴ر	سے	۔
(۷۹)	حکیم محمد اشرف صاحب خطیب بٹالہ	عہ	للعہ	۔
(۸۰)	مولوی تاج محمد صاحب علاقہ لودہیانہ	ار۴ر	عہ	۔
(۸۱)	میاں امیر الدین صاحب ساکن جسووال ضلع لودہیانہ	ار۴ر	عہ	۔
(۸۲)	میاں نور محمد صاحب زمیندار ساکن غوث گڑھ پٹیالہ	ار۴ر	عہ	۔
(۸۳)	میاں محمدی صاحب زمیندار غوث گڑھ ریاست پٹیالہ	۸ر	۸ر	۔
(۸۴)	میاں شہزادہ صاحب زمیندار غوث گڑھ	ار۴ر	عہ	۔
(۸۵)	میاں کرم الٰہی صاحب ولد مادا ؍؍ ؍؍	ار۴ر	عہ	۔
(۸۶)	میاں شاہ محمد صاحب ساکن رام جوالی مسلمانان تھانہ کٹھونگل	ار۴ر	عہ	۔
(۸۷)	چوہدری محمد سلطان صاحب ممبر کمیٹی سیالکوٹ	۵ر۴ر	سے	۔
(۸۸)	سیّد محمد سعید صاحب دہلی کہڑ کی فراش خانہ	۴ر	سے	۔
(۸۹)	میاں اسماعیل صاحب ساکن چمارو ریاست پٹیالہ	ار۴ر	عہ	۔
(۹۰)	حکیم محمد شاہ صاحب سیالکوٹی	۸ر	ے	۔
(۹۱)	حافظ عبدالرحمٰن صاحب امرتسری حال وارد بٹالہ	۸ر	ے	۔
(۹۲)	حکیم محمد امین صاحب بٹالوی	۸ر	ے	۔
(۹۳)	شیخ نور احمد صاحب مالک مطبع ریاض ہند	عہ	للعہ	۔

﴿۲۴﴾

قابلِ توجہ احباب

اگرچہ مکرر یاددہانی کی کچھ ضرورت نہیں تھی لیکن چونکہ دل میں انجام خدمت دینی کے لئے سخت اضطراب ہے اس وجہ سے پھر یہ چند سطریں بطور تاکید لکھتا ہوں۔

اے جماعت مخلصین خداتعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اس وقت ہمیں تمام قوموں کے ساتھ مقابلہ درپیش ہے اور ہم خداتعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اگر ہم ہمت نہ ہاریں اور اپنے سارے دل اور سارے زور اور ساری توجہ سے خدمت اسلام میں مشغول ہوں تو فتح ہماری ہوگی۔ سو جہاں تک ممکن ہو اس کام کیلئے کوشش کرو۔ ہمیں اس وقت تین قسم کی جمعیت کی سخت ضرورت ہے۔ جس پر ہمارے کام اشاعت حقائق و معارف دین کا سارا مدار ہے۔ اول یہ کہ ہمارے ہاتھ میں کم سے کم دو پریس ہوں۔ دوئم ایک خوشخط کاپی نویس۔ سوئم کاغذ۔ ان تینوں مصارف کے لئے اڑھائی سو روپیہ ماہواری کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ اب چاہیئے کہ ہر ایک دوست اپنی اپنی ہمت اور مقدرت کے موافق بہت جلد بلاتوقف اس چندہ میں شریک ہو۔ اور یہ چندہ ہمیشہ ماہواری طور سے ایک تاریخ مقررہ پر پہنچ جانا چاہیئے۔ بالفعل یہ تجویز ہوئی ہے کہ بقیہ **براہین** اور ایک **اخبار** جاری ہو اور آئندہ جو جو ضرورتیں پیش آئیں گی ان کے موافق وقتاً فوقتاً رسائل نکلتے رہیں گے۔ اور چونکہ یہ تمام کاروبار چندہ پر موقوف ہے اس لئے اس بات کو پہلے سوچ لینا چاہیئے کہ اس قدر اپنی طرف سے چندہ مقرر کریں جو بہ سہولت ماہ بماہ پہنچ سکے۔ اے مردمان دین کوشش کرو کہ یہ کوشش کا وقت ہے اپنے دلوں کو دین کی ہمدردی کیلئے جوش میں لاؤ کہ یہی جوش دکھانے کے دن ہیں۔ اب تم خداتعالیٰ کو کسی اور عمل سے ایسا راضی نہیں کر سکتے جیسا کہ دین کی ہمدردی سے۔ سو جاگو اور اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ اور دین کی ہمدردی کے لئے وہ قدم اٹھاؤ کہ فرشتے بھی آسمان پر جزاکم اللہ کہیں اس سے مت غمگین ہو کہ لوگ تمہیں کافر کہتے ہیں تم اپنا اسلام خداتعالیٰ کو دکھلاؤ اور اتنے جھکو کہ بس فدا ہی ہو جاؤ۔

دوستان خود را نثار حضرت جانان کنید ۔۔۔ دررہِ آن یار جانی جان و دل قربان کنید
آن دل خوش باش را اندر جہان جوید خوشی ۔۔۔ از پئے دین محمد کلبۂ احزان کنید
از تعیش ہا بروں آئید اے مردان حق ۔۔۔ خویشتن را از پئے اسلام سرگردان کنید

﴿۱﴾

فمن تاب من بعد ظلمه و اصلح فان اللّٰه یتوب علیه ان اللّٰه غفور رحیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کیفیت جلسہ سالانہ قادیان ضلع گورداسپورہ تاریخ ۲۷ ؍دسمبر ۱۸۹۲ء بر مکان جناب مجدّدِ وقت مسیح الزمان مرزا غلام احمد صاحب سلمہ الرحمٰن اوراس پر بندہ کی رائے جو ملاقات مرزا صاحب موصوف اور معاینہ جلسہ اوراہل جلسہ کے بعد قائم ہوئی

☆

مرزا صاحب نے مجھے بھی باوجودیکہ ان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ میں ان کا مخالف ہوں نہ صرف مخالف بلکہ بدگو بھی اور یہ مکرّر سہ کرّر مجھ سے وقوع میں آ چکا ہے جلسہ پر بلایا اور چند خطوط جن میں ایک رجسٹری بھی تھا بھیجے۔ اگرچہ پیشتر بسبب جہالت اور مخالفت کے میرا ارادہ جانے کا نہ تھا لیکن مرزا صاحب کے بار بار لکھنے سے میرے دل میں ایک تحریک پیدا ہوئی۔ اگر مرزا صاحب اس قدر شفقت سے نہ لکھتے تو میں ہرگز نہ جاتا اور محروم رہتا۔ مگر یہ انہیں کا حوصلہ تھا۔ آج کل کے مولوی تو اپنے سگے باپ سے بھی اس شفقت اور عزت سے پیش نہیں آتے۔ میں ۲۷؍تاریخ کو دوپہر سے پہلے قادیان میں پہنچا۔ اس وقت مولوی حکیم نورالدین صاحب مرزا صاحب کی تائید میں بیان کررہے تھے اور قریب ختم کے تھا۔ افسوس کہ میں نے پورا نہ سنا۔ لوگوں سے سنا کہ بہت عمدہ بیان تھا۔ پھر حامد شاہ صاحب نے اپنے اشعار مرزا صاحب کی صداقت اور تعریف میں پڑھے۔ لیکن چونکہ مجھے ہنوز رغبت نہیں تھی اور میرا دل غبار آلودہ تھا کچھ شوق اور محبت سے نہیں سنا۔ لیکن اشعار عمدہ تھے۔ اللہ تعالیٰ مصنّف کو جزائے خیر عنایت فرماوے۔

جب میں مرزا صاحب سے ملا اور وہ اخلاق سے پیش آئے تو میرا دل نرم ہوا گویا مرزا صاحب کی نظر سرمہ کی سلائی تھی جس سے غبار کدورت میرے دل کی آنکھوں سے دور ہوگیا اور غیظ و غضب کے نزلہ کا

﴿۲﴾

پانی خشک ہونے لگا اور کچھ کچھ دھندلا سا مجھے حق نظر آنا شروع ہوا اور رفتہ رفتہ باطنی بینائی درست ہوئی۔ مرزا صاحب کے سوا اور کئی بھائی اس جلسہ میں ایسے تھے کہ جن کو میں حقارت اور عداوت سے دیکھتا تھا اب ان کو محبت اور الفت سے دیکھنے لگا اور یہ حال ہوا کہ کل اہل جلسہ میں جو مرزا صاحب کے زیادہ محبّ تھے وہ مجھے بھی زیادہ عزیز معلوم ہونے لگے۔ بعد عصر مرزا صاحب نے کچھ بیان فرمایا جس کے سننے سے میرے تمام شبہات رفع ہوگئے اور آنکھیں کھل گئیں۔ دوسرے روز صبح کے وقت ایک امرتسری وکیل صاحب نے اپنا عجیب قصہ سنایا جس سے مرزا صاحب کی اعلیٰ درجہ کی کرامت ثابت ہوئی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وکیل صاحب پہلے سنت جماعت مسلمان تھے۔ جب جوان ہوئے رسمی علم پڑھا تو دل میں بسبب مذہبی علم سے ناواقفیت اور علمائے وقت و پیرانِ زمانہ کے باعمل نہ ہونے کے شبہات پیدا ہوئے اور تسلی بخش جواب کہیں سے نہ ملنے کے باعث سے چند بار مذہب تبدیل کیا۔ سُنّی سے شیعہ بنے وہاں بجز تبرّا بازی اور تعزیہ سازی کچھ نظر نہ آیا۔ آریہ ہوئے چند روز وہاں کا مزا بھی چکھا۔ مگر لطف نہ آیا۔ برہمو میں شامل ہوئے۔ ان کا طریق اختیار کیا۔ لیکن وہاں بھی مزا نہ پایا۔ نیچری بنے لیکن اندرونی صفائی یا خدا کی محبت۔ کچھ نورانیت کہیں بھی نظر نہ آئی۔ آخر مرزا صاحب سے ملے اور بہت بیباکانہ پیش آئے۔ مگر مرزا صاحب نے لطف سے مہربانی سے کلام کیا۔ اور ایسا اچھا نمونہ دکھایا کہ آخرکار اسلام پر پورے پورے جم گئے اور نمازی بھی ہوگئے۔ اللہ و رسولؐ کے تابعدار بن گئے۔ اب مرزا صاحب کے بڑے معتقد ہیں۔

رات کو مرزا صاحب نے نواب صاحب[1] کے مقام پر بہت عمدہ تقریر کی اور چند اپنے خواب اور الہام بیان فرمائے۔ چند لوگوں نے صداقت الہام کی گواہیاں دیں جنکے روبرو وہ الہام پورے ہوئے۔ ایک صاحب نے صبح کو بعد نماز صبح عبداللہ صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خواب سنایا۔ جبکہ عبداللہ صاحب خیر دی گاؤں میں تشریف

---

[1] نواب صاحب مالیر کوٹلہ جو اُس وقت مع چند اپنے ہمراہیان کے شریک جلسہ تھے۔ ۱۲

﴿۳﴾
رکھتے تھے۔ عبداللہ صاحب نے فرمایا ہم نے محمد حسین بٹالوی کو ایک لمبا کرتہ پہنے دیکھا اور وہ کرتہ پارہ پارہ ہوگیا۔ یہ بھی عبداللہ صاحب نے فرمایا تھا کہ کُرتے سے مراد علم ہے۔ آگے پارہ پارہ ہونے سے عقلمند خود سمجھ سکتا ہے کہ گویا علم کی پردہ دری مراد ہے جو آجکل ہو رہی ہے اور معلوم نہیں کہ کہاں تک ہوگی۔ جو اللہ کے ولی کو ستاتا ہے گویا اللہ تعالیٰ سے لڑتا ہے۔ آخر پچھڑے گا۔ اب مجھے بخوبی ثابت ہوا کہ وہ لوگ بڑے بے انصاف ہیں جو بغیر ملاقات اور گفتگو کے مرزا صاحب کو دور سے بیٹھے دجال کذاب بنا رہے ہیں اور ان کے کلام کے غلط معنے گھڑ رہے ہیں یا کسی دوسرے کی تعلیم کو بغیر تفتیش مان لیتے ہیں اور مرزا صاحب سے اس کی بابت تحقیق نہیں کرتے۔ مرزا صاحب جو آسمانی شہد اُگل رہے ہیں اس کو وہ شیطانی زہر بتاتے ہیں اور بسبب سخت قلبی اور حجاب عداوت کے دور ہی سے گلاب کو پیشاب کہتے ہیں اور عوام اپنے خواص کے تابع ہو کر اس کے کھانے پینے سے باز رہتے ہیں اور اپنا سراسر نقصان کرتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر اس عاجز کے قدیمی دوست یا پرانے مقتدا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی لوگوں کو مرزا صاحب سے ہٹانے اور نفرت دلانے میں مصروف ہیں جن کو پہلے پہل مرزا صاحب سے بندہ نے بدظن کیا تھا جس کے عوض میں اس دفعہ انہوں نے مجھ بہکایا اور صراط مستقیم سے جدا کر دیا۔ چلو برابر ہو گئے۔ مگر مولوی صاحب ہنوز در پے ہیں۔ اب جو جلسہ پر مرزا صاحب نے مجھے طلب کیا تو مولوی صاحب کو بھی ایک مخبر نے خبر دی۔ انہوں نے اپنے وکیل کی معرفت مجھے ایک خط لکھا جس میں ناصح مشفق نے مرزا صاحب کو اس قدر بُرا بھلا لکھا اور ایسے ناشائستہ الفاظ قلم سے نکالے کہ جن کا اعادہ کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ مولوی صاحب نے یہ بھی لحاظ نہ کیا کہ علاوہ بزرگ ہونے کے مرزا صاحب میرے کس قدر قریبی رشتہ دار ہیں پھر دعویٰ محبت ہے۔ افسوس۔

اس جلسہ پر تین سو سے زیادہ شریف اور نیک لوگ جمع تھے جن کے چہروں سے مسلمانی نور ٹپک رہا تھا امیر، غریب، نواب، انجینئر، تھانہ دار، تحصیلدار، زمیندار، سوداگر، حکیم، غرض ہر قسم کے لوگ تھے۔ ہاں چند مولوی بھی تھے مگر مسکین مولوی۔ مولوی کے ساتھ مسکین اور منکسر کا لفظ یہ مرزا صاحب کی کرامت ہے کہ مرزا صاحب سے مل کر مولوی بھی مسکین بن جاتے ہیں ورنہ آجکل مسکین مولوی اور بدعات سے

﴿۴﴾ بچنے والا صوفی کبریت احمر اور کیمیائے سعادت کا حکم رکھتا ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب اپنے دل میں غور فرما کر دیکھیں کہ وہ کہاں تک مسکینی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ان میں اگر مسکینی ہوتی تو اس قدر فساد ہی کیوں ہوتا۔ یہ نوبت بھی کیوں گذرتی۔ اس قدر ان کے متبعین کو ان سے عداوت اور نفرت کیوں ہوتی۔ اہلحدیث اکثر ان سے بیزار کیوں ہو جاتے۔ اگر مولوی صاحب اس میرے بیان کو غلط خیال فرماویں تو میں انہیں پر حوالہ کرتا ہوں۔ انصافاً و ایماناً اپنے احباب کی ایک فہرست تو لکھ کر چھپوا دیں کہ جو اُن سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسا کہ مرزا صاحب کے مرید مرزا صاحب سے محبت رکھتے ہیں۔ مجھے قیافہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقت عنقریب ہے کہ جناب مرزا صاحب کی خاکِ پا کو اہل بصیرت آنکھوں میں جگہ دیں اور اکسیر سے بہتر سمجھیں اور تبرک خیال کریں۔ مرزا صاحب کے سینکڑوں ایسے صادق دوست ہیں جو مرزا صاحب پر دل و جان سے قربان ہیں۔ اختلاف کا تو کیا ذکر ہے۔ روبرو اُف تک نہیں کرتے ؎ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔ مولوی محمد حسین صاحب زیادہ نہیں چار پانچ آدمی تو ایسے اپنے شاگرد یا دوست بتاویں جو پوری پوری (خدا کے واسطے) مولوی صاحب سے محبت رکھتے ہوں اور دل و جان سے فدا ہوں اور اپنے مال کو مولوی صاحب پر قربان کر دیں اور اپنی عزت کو مولوی صاحب کی عزت پر نثار کرنے کیلئے مستعد ہوں۔ اگر مولوی صاحب یہ فرماویں کہ سچوں اور نیکوں سے لوگوں کو محبت نہیں ہوتی بلکہ جھوٹے اور مکاروں سے لوگوں کو اُلفت ہوتی ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ اصحاب و اہل بیت کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تھی یا نہیں۔ وہ حضرت کے پورے پورے تابع تھے یا ان کو اختلاف تھا۔ بہت نزدیک کی ایک بات یاد دلاتا ہوں کہ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی جو میرے اور نیز محمد حسین صاحب کے پیر و مرشد تھے۔ اُن کے مرید اُن سے کس قدر محبت رکھتے تھے اور کس قدر اُن کے تابع فرمان تھے۔ سنا ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے اپنے ایک خاص مرید کو کہا کہ تم نجد واقعہ ملک عرب میں جا کر رسائل توحید مصنّفہ محمد بن عبدالوہاب نقل کر لاؤ۔ وہ مرید فوراً رخصت ہوا۔ ایک دم کا بھی توقف نہ کیا۔ حالانکہ خرچ راہ و سواری بھی اس کے پاس نہ تھا۔ مولوی محمد حسین صاحب اگر اپنے کسی دوست کو بازار سے پیسہ دے کر دہی لانے کو فرماویں تو شاید

منظور نہ کرے۔ اور اگر منظور کرے تو ناراض ہو کر اور شاید غیبت میں لوگوں سے گلہ بھی کرے۔ ﴿۵﴾
ع۔ ببیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بکجا۔ یہ نمونہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ہر صدی میں ہزاروں اولیاء (جن پر ان کے زمانہ میں کفر کے فتوے بھی ہوتے رہے ہیں) گذرے ہیں۔ اور کم و بیش ان کے مرید ان کے فرمانبردار اور جان نثار ہوئے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے نیکوں کی خدا کے ساتھ دلی محبت کا۔ مرزا صاحب کو چونکہ سچی محبت اپنے مولا سے ہے اس لئے آسمان سے قبولیّت اتری ہے اور رفتہ رفتہ باوجود مولویوں کی سخت مخالفت کے سعید لوگوں کے دلوں میں مرزا صاحب کی الفت ترقی کرتی جارہی ہے (اگرچہ ابوسعید صاحب خفا ہی کیوں نہ ہوں) اب اس کے مقابل میں مولوی صاحب جو آج ماشاءاللہ آفتاب پنجاب بنے ہوئے ہیں اپنے حال میں غور فرماویں کہ کس قدر سچے محبّ ان کے ہیں اور ان کے سچے دوستوں کا اندرونی کیا حال ہے۔ شروع شروع میں کہتے ہیں مولوی صاحب کبھی اچھے شخص تھے مگر اب تو انہیں حُبِّ جاہ اور علم و فضل کے فخر نے عرشِ عزت سے خاکِ مذلت پر گرادیا۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون۔

اب مولوی صاحب غور فرماویں کہ یہ کیا پتھر پڑ گئے کہ مولوی اور خصوصاً مولوی محمد حسین صاحب سرآمد علماء پنجاب (بزعم خود) سے لوگوں کو اس قدر نفرت کہ جس کے باعث مولوی صاحب کو لاہور چھوڑنا پڑا۔ موحدین کی جامع مسجد میں اگر اتفاقاً لاہور میں تشریف لے جاویں تو مارے ضد اور شرم کے داخل نہیں ہوسکتے۔ اور مرزا صاحب کے پاس (جو بزعم مولوی صاحب کافر بلکہ اکفر اور دجّال ہیں)۔ گھر بیٹھے لاہور، امرتسر، پشاور، کشمیر، جموں، سیالکوٹ، کپورتھلہ، لدھیانہ، بمبئی، ممالک شمال و مغرب، اودھ، مکہ معظّمہ وغیرہ بلاد سے لوگ گھر سے بوریا بدھنا باندھے چلے آتے ہیں۔ پھر آنے والے بدعتی نہیں۔ مشرک نہیں۔ جاہل نہیں۔ کنگال نہیں۔ بلکہ موحد۔ اہلحدیث۔ مولوی۔ مفتی۔ پیرزادے۔ شریف۔ امیر۔ نواب۔ وکیل۔ اب ذرا سوچنے کا مقام ہے کہ باوجود مولوی محمد حسین کے گرانے کے اور اکثر مولویوں سے کفر کے فتوے پر مہریں لگوانے کے اللہ جلّ شانہٗ نے مرزا صاحب کو کس قدر چڑھایا اور کس قدر

﴿۶﴾

خلقِ خدا کے دلوں کو متوجہ کر دیا کہ اپنا آرام چھوڑ کر۔ وطن سے جدا ہو کر۔ روپیہ خرچ کر کے قادیان میں آ کر زمین پر سوتے بلکہ ریل میں ایک دو رات جاگے بھی ضرور ہوں گے اور کئی پیادہ چل کر بھی حاضر ہوئے۔ میں نے ایک شخص کے بھی منہ سے کسی قسم کی شکایت نہیں سنی۔ مرزا صاحب کے گرد ایسے جمع ہوتے تھے جیسے شمع کے گرد پروانے۔ جب مرزا صاحب کچھ فرماتے تھے تو ہمہ تن گوش ہو جاتے تھے۔ قریباً چالیس پچاس شخص اس جلسہ پر مرید ہوئے۔ مرزا احمد بیگ کے انتقال کی پیشگوئی کے پورے ہونے کا ذکر بھی مرزا صاحب نے ساری خلقت کے روبرو سنایا جس کے بارے میں نور افشاں نے مرزا صاحب کو بہت کچھ برا بھلا کہا تھا۔ اب نور افشاں خیال کرے کہ پیشگوئیاں اس طرح پوری ہوتی ہیں۔ یہ بات بجز اہل اسلام کے کسی دین والے کو آجکل حاصل نہیں اور مسلمان خصوصاً مخالفین سوچیں کہ یہ خوب بات ہے کہ کافر اکفر۔ دجال۔ مکار کی پیشگوئیاں باوجودیکہ اللہ تعالیٰ پر افتراؤں کی طومار باندھ رہا ہے اللہ تعالیٰ پوری کر دے اور رسول اللہ صلعم کے (بزعمِ خود) نائبین کی باتوں میں خاک بھی اثر نہ دے اور ان کو ایسا ذلیل کرے کہ لاہور چھوڑ کر بٹالہ میں آنا پڑے۔ افسوس صد افسوس آجکل کے ان مولویوں کی نابینائی پر جو **العلم حجاب الاکبر** کے نیچے دبے پڑے ہیں اور بایں وجہ ایک ایسے برگزیدہ بندہ کا نام دجال و کافر رکھتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ کو ایسی محبت ہے کہ دین کی خدمت پر مقرر کر رکھا ہے اور وہ بندۂ خدا آریہ، برہمو، عیسائیوں، نیچریوں سے لڑ رہا ہے۔ کوئی کافر تاب مقابلہ نہیں لا سکتا۔ نہ کوئی مولوی باوجود کافر، ملعون، دجال بنانے کے خلقت کے دلوں کو ان کی طرف سے ہٹا سکتا ہے۔ معاذ اللہ، عصاء موسیٰ و ید بیضا کو بزعم خود مولویان پسپا اور رسوا کر رہا ہے۔ نائبین رسول مقبول میں کوئی برکت کچھ نورانیت نہیں رہی۔ اتنا بھی سلیقہ نہیں کہ اپنے چند شاگردوں کو بھی قابو میں رکھ سکیں اور خلق محمدی کا نمونہ دکھا کر اپنا شیفتہ بنا لیں۔ کسی ملک میں ہدایت پھیلانا اور مخالفین اسلام کو زیر کرنا تو درکنار ایک شہر بلکہ ایک محلّہ کو بھی درست نہیں کر سکتے۔ برخلاف اس کے مرزا صاحب نے شرقاً غرباً مخالفین اسلام کو دعوت اسلام کی اور ایسا نیچا

کر دکھایا کہ کوئی مقابل آنے جوگا نہیں رہا۔ اکثر نیچریوں کو جو مولوی صاحبان سے ہرگز اصلاح پر ﴿۷﴾
نہیں آ سکے توبہ کرائی اور پنجاب سے نیچریت کا اثر بہت کم کر دیا۔ اب وہی نیچری ہیں جو مسلمان
صورت بھی نہیں تھے مرزا صاحب کے ملنے سے مومن سیرت ہو گئے۔ اہلکاروں، تھانہ داروں
نے رشوتیں لینی چھوڑ دیں۔ نشہ بازوں نے نشے ترک کر دیئے۔ کئی لوگوں نے حقہ ترک کر دیا۔
مرزا صاحب کے شیعہ[1] مریدوں نے تبرّا ترک کر دیا۔ صحابہ سے محبت کرنے لگے۔ تعزیہ داری،
مرثیہ خوانی موقوف کر دی۔ بعض پیرزادے جو مولوی محمد حسین بٹالوی بلکہ محمد اسماعیل شہید کو بھی کافر
سمجھتے تھے مرزا صاحب کے معتقد ہونے کے بعد مولانا اسماعیل شہید کو اپنا پیشوا اور بزرگ سمجھنے
لگے۔ اگر یہ تاثیریں دجّالین۔ کذّابین میں ہوتی ہیں اور نائبین رسول مقبول نیک تاثیروں سے
محروم ہیں تو بصد خوشی ہمیں دجالی ہونا منظور ہے۔ پھلوں ہی سے تو درخت پہچانا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کو
بھی لوگوں نے صفات سے پہچانا۔ ورنہ اس کی ذات کسی کو نظر نہیں آتی۔ کسی تندرست ہٹے کٹے کا
نام اگر بیمار رکھ دیں تو واقعی وہ بیمار نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن پاکباز ہے
اور جس کے دل میں اللہ اور رسول ؐ کی محبت ہے اس کو کوئی منافق، کافر، دجال وغیرہ لقب دے تو
کیا حرج ہے۔ سفید کسی کے کالا کہنے سے کالا نہیں ہو سکتا۔ اور چمگادڑ کی دشمنی سے آفتاب لائق
مذمت نہیں۔ یزیدی عملداری سے حسینی گروہ اگرچہ تکالیف تو پا سکتا ہے مگر نابود نہیں ہو سکتا۔ رفتہ
رفتہ تکالیف برداشت کر کے ترقی کرے گا اور کرتا جاتا ہے۔ یعنی مولویوں کے سدّ راہ ہونے سے
مرزا صاحب کا گروہ مٹ نہیں سکتا بلکہ ایسا حال ہے جیسا دریا میں بندھ باندھنے سے دریا رک نہیں
سکتا لیکن چند روز رُکا معلوم ہوتا ہے آخر بند ٹوٹے گا اور نہایت زور سے دریا بہہ نکلے گا۔ اور آس
پاس کے مخالفین کی بستیوں کو بہا لے جاوے گا۔ آندھی اور ابر سورج کو چھپا نہیں سکتے۔ خود ہی
چند روز میں گم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح چند روز میں یہ غل غپاڑہ فرو ہو جائے گا اور مرزا صاحب کی
صداقت کا سورج چمکتا ہوا نکل آوے گا۔ پھر نیک بخت تو افسوس کر کے مرزا صاحب سے

---

[1] یعنی چند مرید مرزا صاحب کے ایسے بھی ہیں جو پہلے شیعہ مذہب رکھتے تھے۔

﴿۸﴾ موافق ہو جاویں گے اور پچھلی غلطی پر پچھتاویں گے اور مرزا صاحب کی کشتی میں جو مثل سفینہ نوح علیہ السلام کے ہے سوار ہو جائیں گے۔لیکن بدنصیب اپنے مولویوں کے مکر اور غلط بیانی کے پہاڑوں پر چڑھ کر جان بچانا چاہیں گے۔مگر ایک ہی موج میں غرق بحر ضلالت ہو کر فنا ہو جاویں گے۔ یا الٰہی ہمیں اپنی پناہ میں رکھ اور فہم کامل عنایت فرما۔امت محمدیؐ کا تو ہی نگہبان ہے۔حجابوں کو اٹھا دے۔صداقت کو ظاہر فرما دے۔مسلمانوں کو اختلاف سے راہ راست پر لگا دے۔آمین یا ربّ العالمین۔

العلم حجاب الاکبر جو مشہور قول ہے اس کی صداقت آج کل بخوبی ظاہر ہو رہی ہے۔ پہلے اس قول سے مجھے اتفاق نہ تھا۔لیکن اب اس پر پورا یقین ہو گیا۔جس قدر مرزا صاحب کے مخالف مولوی ہیں اس قدر اور کوئی نہیں۔ بلکہ اوروں کو عالموں ہی نے بہکایا ہے ورنہ آج تک ہزاروں بیعت کر لیتے۔اور ایک جم غفیر مرزا صاحب کے ساتھ ہو جاتا لیکن مخالفت کا ہونا کچھ تعجب نہیں کیونکہ اگر ایسا زمانہ جس میں اس قسم کے فساد ہیں جس کی نظیر پچھلی صدیوں میں نامعلوم ہے نہ آتا تو ایسا مصلح بھی کیوں پیدا ہوتا۔ دجّال ہی کے قتل کو عیسیٰ تشریف لائے ہیں۔اگر دجّال نہ ہوتا تو عیسیٰ کا آنا محال تھا۔اور دنیا گمراہ نہ ہو جاتی تو مہدی کی کیا ضرورت تھی۔اللہ تعالیٰ ہر ایک کام کو اس کے وقت پر کرتا ہے۔یا اللہ تو ہمیں اپنے رسولؐ کی اپنے اولیاء کی محبت عنایت کر اور بے یقینی اور تردّدات سے امان بخش۔ صادقین کے ساتھ ہمیں الفت دے۔کاذبوں سے پناہ میں رکھ۔ ہماری انانیت دور کر دے اور حرص وہوا سے نجات بخش۔آمین یا رب العالمین۔

راقم۔**ناصر نواب** تاریخ ۲؍جنوری ۱۸۹۳ء

اشعار مصنفہ مولوی محمد عبداللہ خاں صاحب دوم مدرّس عربی مہندر کالج پٹیالہ

دل میں جس شخص کے کچھ نور صفا ہوتا ہے حق کی وہ بات پہ سو جاں سے فدا ہوتا ہے
حق کی جانب جو وہ ہر وقت جھکا ہوتا ہے لوم لائم سے نہ خوف اس کو ذرا ہوتا ہے
دیکھنے والے یہ کہتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے ان کو کہہ دو کہ یونہی فضل خدا ہوتا ہے

﴿۱﴾

ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مطبوعہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است — خاکم نثار کوچۂ آل محمدؐ است

دیدم بعین قلب وشنیدم بگوش ہوش — در ہر مکان ندائے جلال محمدؐ است

این چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم — یک قطرۂ ز بحر کمال محمدؐ است

این آتشم ز آتش مہر محمدؐ یست — واین آب من زآب زلال محمدؐ است

رسالہ سراج منیر مشتمل بر نشانہائے رب قدیر

یہ رسالہ اس احقر (مؤلف براہین احمدیہ) نے اس غرض سے تالیف کرنا چاہا ہے کہ تا منکرین حقیّت اسلام و مکذبین رسالت حضرت خیرالانام علیہ وآلہ الف الف سلام۔ کی آنکھوں کے آگے ایک ایسا چمکتا ہوا چراغ رکھا جائے جس کی ہر ایک سمت سے گوہر آبدار کی طرح روشنی نکل رہی ہے اور بڑی بڑی پیشگوئیوں پر جو ہنوز وقوع میں نہیں آئیں مشتمل ہے چنانچہ خود خداوند کریم جلّ شانہٗ وعزاسمہ نے جس کو پوشیدہ بھیدوں کی خبر ہے۔ اس ناکارہ کو بعض **اسرار مخفیہ** واخبار غیبیہ پر مطلع کر کے بار عظیم سے سبکدوش فرمایا حقیقت میں اسی کا فضل ہے اور اسی کا کام جس نے چار طرفہ کشاکش مخالفوں وموافقوں سے اس ناچیز کو مخلصی بخشی۔ ع۔ قصہ کوتہ کرد ورنہ درد سر بسیار بود۔ اب یہ رسالہ قریب الاختتام ہے اور انشاء اللہ القدیر صرف چند ہفتوں کا کام ہے۔☆ اور اس رسالہ میں تین قسم کی پیشگوئیاں ہیں۔ **اول** وہ پیشگوئیاں کہ جو خود اس احقر کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں یعنے جو کچھ راحت یا رنج یا حیات یا وفات اس ناچیز سے متعلق ہے یا جو کچھ تفضلات و انعامات الٰہیہ کا وعدہ اس ناچیز کو دیا گیا ہے وہ ان پیشگوئیوں میں مندرج ہے۔ **دوسری** وہ پیشگوئیاں جو بعض احباب یا عام طور پر کسی ایک شخص یا بنی نوع سے متعلق ہیں اور ان میں سے ابھی کچھ کام باقی ہے اور اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو وہ بقیہ بھی طے ہو جاوے گا۔ **تیسری** وہ پیشگوئیاں جو مذاہب غیر کے پیشواؤں یا واعظوں یا ممبروں سے تعلق رکھتی ہیں اور اس قسم میں ہم نے صرف بطور نمونہ چند آدمی آریہ صاحبوں اور چند قادیان کے ہندوؤں کو لیا ہے جن کی نسبت مختلف قسم کی پیشگوئیاں ہیں کیونکہ انہیں میں آجکل نئی نئی تیزی اور انکار اشد پایا جاتا ہے اور ہمیں اس تقریب پر یہ بھی خیال ہے کہ خداوند کریم ہماری محسن گورنمنٹ انگلشیہ کو جس کے احسانات سے ہم کو بتمام تر فراغت وآزادی گوشہ خلوت میسر و کنج امن وآسائش حاصل ہے ظالموں کے ہاتھ سے اپنی حفظ و حمایت میں رکھے اور روس منحوس کو اپنی سرگردانیوں میں محبوس و معکوس ومبتلا کر کے ہماری گورنمنٹ کو فتح ونصرت نصیب کرے تا ہم وہ بشارتیں بھی (اگر مل جائیں) اس عمدہ موقع پر درج رسالہ کر دیں انشاء اللہ تعالیٰ اور چونکہ پیشگوئیاں کوئی اختیاری بات نہیں ہے تا ہمیشہ اور ہر حال میں خوشخبری پر دلالت کریں اس لئے ہم بانکسار تمام اپنے موافقین ومخالفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ کسی پیشگوئی کو اپنی نسبت ناگوار طبع (جیسے خبر موت فوت یا کسی اور مصیبت کی نسبت) پاویں تو اس بندہ ناچیز کو معذور تصور فرماویں بالخصوص وہ صاحب جو بباعث مخالفت ومغایرت مذہب اور بوجہ نامحرم اسرار ہونے کے حسن ظن کی طرف بمشکل رجوع کر سکتے ہیں جیسے منشی **اندرمن** صاحب

☆ یہ رسالہ بعض مصالح کی وجہ سے اب تک ۲۵ فروری ۱۸۹۳ء ہے چھپ نہیں سکا مگر متفرق طور پر اس کی بعض پیشگوئیاں شائع ہوتی رہی ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی شائع ہوتی رہیں گی۔ منہ

﴿۲﴾

مرادآبادی و پنڈت **لیکھرام** صاحب پشاوری وغیرہ جن کی قضا وقدر کے متعلق غالباً اس رسالہ میں بقید وقت وتاریخ کچھ تحریر ہوگا۔ ان صاحبوں کی خدمت میں دلی صدق سے ہم گذارش کرتے ہیں کہ ہمیں فی الحقیقت کسی کی بدخواہی دل میں نہیں بلکہ ہمارا خداوند کریم خوب جانتا ہے کہ ہم سب کی بھلائی چاہتے ہیں اور بدی کی جگہ نیکی کرنے کو مستعد ہیں اور بنی نوع کی ہمدردی سے ہمارا سینہ منور و معمور ہے اور سب کے لئے ہم راحت و عافیت کے خواستگار ہیں لیکن جو بات کسی موافق یا مخالف کی نسبت یا خود ہماری نسبت کچھ رنجدہ ہو تو ہم اس میں بکلی مجبور و معذور ہیں۔ ہاں ایسی بات کے دروغ نکلنے کے بعد جو کسی دل کے دُکھنے کا موجب ٹھہرے۔ ہم سخت لعن وطعن کے لائق بلکہ سزا کے مستوجب ٹھہریں گے۔ ہم قسمیہ بیان کرتے ہیں اور عالم الغیب کو گواہ رکھ کر کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ سراسر نیک نیتی سے بھرا ہوا ہے اور ہمیں کسی فرد بشر سے عداوت نہیں اور گو کوئی بدظنی کی راہ سے کیسی ہی بدگوئی و بدزبانی کی مشق کر رہا ہے اور ناخداترسی سے ہمیں آزار دے رہا ہے ہم پھر بھی اس کے حق میں دعا ہی کرتے ہیں کہ اے خدائے قادر وتوانا اس کو سمجھ بخش اور ہم اس کو اس کے ناپاک خیال اور ناگفتنی باتوں میں معذور سمجھتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ابھی اس کا مادہ ہی ایسا ہے اور ہنوز اُس کی سمجھ اور نظر اسی قدر ہے کہ جو حقائق عالیہ تک نہیں پہنچ سکتی۔

زاہد ظاہر پرست از حال ما آگاہ نیست
درحق ما ہر چہ گوید جائے ہیچ اکراہ نیست

اور باوجود اس رحمت عام کے کہ جو فطرتی طور پر خدائے بزرگ و برتر نے ہمارے وجود میں رکھی ہے اگر کسی کی نسبت کوئی بات ناملائم یا کوئی پیشگوئی وحشت ناک بذریعہ الہام ہم پر ظاہر ہو تو وہ عالم مجبوری ہے جس کو ہم غم سے بھری ہوئی طبیعت کے ساتھ اپنے رسالہ میں تحریر کریں گے۔ چنانچہ ہم پر خود اپنی نسبت اپنے بعض جدّی اقارب کی نسبت اپنے بعض دوستوں کی نسبت اور بعض اپنے فلاسفر قومی بھائیوں کی نسبت کہ گویا نجم الہند ہیں اور ایک دیسی امیر نووارد پنجابی الاصل کی نسبت بعض متوحش خبریں جو کسی کے ابتلاء اور کسی کی موت وفوت اعزا اور کسی کی خود اپنی موت پر دلالت کرتی ہیں جو انشاء اللہ القدیر بعد تصفیہ لکھی جائیں گی منجانب اللہ منکشف ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے ہم دعا کرتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اگر تقدیر معلق ہو تو دعاؤں سے بفضلہٖ تعالیٰ ٹل سکتی ہے۔ اسی لئے رجوع کرنے والی مصیبتوں کے وقت مقبولوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور شوخیوں اور بے راہیوں سے باز آ جاتے ہیں۔ بااین ہمہ اگر کسی صاحب پر کوئی ایسی پیشگوئی شاق گذرے تو وہ مجاز ہیں کہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء سے یا اس تاریخ سے جو کسی اخبار میں پہلی دفعہ یہ مضمون شائع ہو ٹھیک ٹھیک دو ہفتہ کے اندر اپنی دستخطی تحریر سے مجھ کو اطلاع دیں تا وہ پیشگوئی جس کے ظہور سے وہ ڈرتے ہیں، اندراج رسالہ سے علیحدہ رکھی جاوے اور موجب دل آزاری سمجھ کر کسی کو اس پر مطلع نہ کیا جائے اور کسی کو اس کے وقت ظہور سے خبر نہ دی جائے۔

آں ہر سہ قسم کی پیشگوئیوں میں سے جوانشاء اللہ رسالہ میں بہ بسط تمام درج ہوں گی۔ پہلی پیشگوئی جو خود اس احقر سے متعلق ہے۔ آج ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں جو مطابق پندرہ جمادی الاوّل ہے برعایت ایجاز و اختصار کلمات الہامیہ نمونہ کے طور پر لکھی جاتی ہے اور مفصل رسالہ میں درج ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ **پہلی پیشگوئی** بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہ عزّ و جلّ ۔خدائے رحیم وکریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے(جلّ شانہٗ و عزّ اسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرّعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ ؐ کو

﴿۳﴾ انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام **عنموائیل** اور **بشیر** بھی ہے اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند **مظھر الاوّل والآخر مظھر الحق و العلاء کان اللّٰہ نزل من السماء** جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ **و کان امرًا مقضیًّا۔**

پھر خدائے کریم جلّ شانہٗ نے مجھے بشارت دیکر کہا کہ تیرا گھر برکت

﴿۴﴾

سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر یک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلائے گا اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا۔ اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دے گا☆ تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے۔ عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلاؤں گا۔ پر تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اٹھے گا اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور انکے نفوس واموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے خدا انہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل (یعنی ظلّی☆ طور پر ان سے مشابہت رکھتا ہے) تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید۔ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اے منکرو اور حق کے مخالفو اگر تم میرے بندہ کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل واحسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندہ پر کیا تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کر سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کیلئے تیار ہے۔ فقط

☆نوٹ: یہ ایک پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے جو دہم جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں شائع ہو چکی جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر پیشگوئی ظاہر کی ہے کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام ہے اگر وہ اپنی بڑی لڑکی اس عاجز کو نہیں دے گا تو تین برس کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائے گا اور وہ جو نکاح کرے گا وہ روز نکاح سے اڑھائی برس کے عرصہ میں فوت ہوگا اور آخر وہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہوگی۔ سو اس جگہ اجڑے ہوئے گھر سے وہ اجڑا ہوا گھر مراد ہے۔ منہ

☆ حاشیہ: اُمتی کا کمال یہی ہے کہ اپنے نبی متبوع سے بلکہ تمام انبیاء متبوعین علیہم السلام سے مشابہت پیدا کرے۔ یہی کامل اتباع کی حقیقت اور علت غائی ہے جس کیلئے سورہ فاتحہ میں دعا کرنے کیلئے ہم لوگ مامور ہیں۔ بلکہ یہی انسان کی فطرت میں تقاضا پایا جاتا ہے اور اسی وجہ سے مسلمان لوگ اپنی اولاد کے نام بطور تفاؤل عیسیٰ، داؤد، موسیٰ، یعقوب، محمدؐ وغیرہ انبیاء علیہم السلام کے نام پر رکھتے ہیں اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہی اخلاق وبرکات بطور ظلّی ان میں بھی پیدا ہو جائیں۔ فتدبّر۔ منہ

راقـــــــم

خاکسار غلام احمد مؤلف (براہین احمدیہ)

ہوشیارپور طویلہ شیخ مہر علی صاحب رئیس

۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء

﴿۱﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حاشیہ متعلقہ صفحہ۲ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مندرجہ آئینہ کمالات اسلام)

عجب نوریست درجان محمدؐ عجب لعلیست درکان محمدؐ
زظلمتہا دلے آنگہ شود صاف کہ گردد از محبان محمدؐ
عجب دارم دل آن ناکسان را کہ رو تابند از خوان محمدؐ
ندانم ہیچ نفسے در دو عالم کہ دارد شوکت و شان محمدؐ
خدا زان سینہ بیزارست صد بار کہ ہست از کینہ داران محمدؐ
خدا خود سوزد آن کرم دنی را کہ باشد از عدوّانِ محمدؐ
اگر خواہی نجات از مستی نفس بیا در ذیل مستانِ محمدؐ
اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش محمدؐ ہست بُرہان محمدؐ
سرے دارم فدائے خاک احمد دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ
بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم نثار روئے تابانِ محمدؐ
دریں رہ گر کشندم ور بسوزند نتابم رو ز ایوانِ محمدؐ
بکار دین نترسم از جہانے کہ دارم رنگ ایمان محمدؐ
بسے سہل ست از دنیا بریدن بیادِ حُسن و احسانِ محمدؐ
فدا شد در رہش ہر ذرۂ من کہ دیدم حسن پنہانِ محمدؐ
دگر اُستاد را نامے ندانم کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ
بدیگر دلبرے کارے ندارم کہ ہستم کُشتۂ آنِ محمدؐ
مرا آں گوشۂ چشمے بباید نخواہم جز گلستان محمدؐ
دلِ زارم بہ پہلوئم مجوئید کہ بستیمش بدامانِ محمدؐ
من آں خوش مرغ از مرغان قدسم کہ دارد جا بہ بُستانِ محمدؐ
تو جان ما منوّر کردی از عشق فدایت جانم اے جانِ محمدؐ
دریغا گر دہم صد جان درین راہ نباشد نیز شایان محمدؐ
چہ ہیبت ہا بدادند این جوان را کہ ناید کس بہ میدانِ محمدؐ
الا اے دشمن نادان و بے راہ بترس از تیغ بُرّان محمدؐ
رہ مولیٰ کہ گُم کردند مردم بجو در آل و اعوان محمدؐ
الا اے منکر از شان محمدؐ ہم از نور نمایانِ محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام و نشان است بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیشگوئی

واضح ہو کہ اس عاجز نے اشتہار ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء میں جو اس کتاب

﴿۲﴾ کے ساتھ شامل کیا گیا تھا اندرمن مراد آبادی اور لیکھرام پشاوری کو اس بات کی دعوت کی تھی کہ اگر وہ خواہشمند ہوں تو ان کی قضا وقدر کی نسبت بعض پیشگوئیاں شائع کی جائیں۔ سو اس اشتہار کے بعد اندرمن نے تو اعراض کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہوگیا۔ لیکن لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیشگوئی چاہو شائع کردو میری طرف سے اجازت ہے۔ سو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے یہ الہام ہوا:۔

عجل جسد له خوار. له نصب و عذاب

یعنے یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے۔ اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل رہے گا۔ اور اس کے بعد آج جو ۲۰؍فروری ۱۸۹۳ء روز دوشنبہ ہے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو بیس فروری ۱۸۹۳ء ہے۔ چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنے ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔ سو اب میں اس پیشگوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ

﴿۳﴾ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب☆ نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اس کی روح سے میرا یہ نطق ہے اور اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر یک سزا کے بھگتنے کے لئے میں طیار ہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلہ میں رسہ ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جائے اور باوجود میرے اس اقرار کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے زیادہ اس سے کیا لکھوں۔ واضح رہے کہ اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت بے ادبیاں کی ہیں جن کے تصور سے بھی بدن کانپتا ہے۔ اس کی کتابیں عجیب طور کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی سے بھری ہوئی ہیں کون مسلمان ہے جو ان کتابوں کو سنے اور اس کا دل اور جگر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو۔ با ایں ہمہ شوخی و خیرگی یہ شخص سخت جاہل ہے۔ عربی سے ذرّہ مس نہیں بلکہ دقیق اردو لکھنے کا بھی مادہ نہیں اور یہ پیشگوئی اتفاقی نہیں بلکہ اس عاجز نے خاص اسی مطلب کیلئے دعا کی جس کا یہ جواب ملا۔ اور یہ پیشگوئی مسلمانوں کیلئے بھی نشان ہے۔ کاش وہ حقیقت کو سمجھتے اور ان کے دل نرم ہوتے۔ اب میں اسی خدا عزّوجلّ کے نام پر ختم کرتا ہوں جس کے نام سے شروع کیا تھا۔

والحمد للّٰہ والصّلٰوۃ والسلام علٰی رسولہ محمدن المصطفٰی افضل الرسل و خیر الورٰی سیدنا و سید کل ما فی الارض والسماء.

خاکسار مرزا **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپورہ

(۲۰؍فروری ۱۸۹۳ء)

☆ اب آریوں کو چاہیئے کہ سب مل کر دعا کریں کہ یہ عذاب ان کے اس وکیل سے ٹل جائے۔ منہ

﴿۴﴾

اشتہار کتاب آئینہ کمالات اسلام

یا ایھا الذین اٰمنوا ان تنصروا اللّٰہ ینصرکم

اے ایماندارو اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

اے عزیزان مدد دین متین آں کارے ست کہ بصد زہد میسّر نہ شود انسان را

واضح ہو کہ یہ کتاب جس کا نام نامی عنوان میں درج ہے۔ ان دنوں میں اس عاجز نے اس غرض سے لکھی ہے کہ دنیا کے لوگوں کو قرآن کریم کے کمالات معلوم ہوں اور اسلام کی اعلیٰ تعلیم سے ان کو اطلاع ملے اور میں اس بات سے شرمندہ ہوں کہ میں نے یہ کہا کہ میں نے اس کو لکھا ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اول سے آخر تک اس کے لکھنے میں آپ مجھ کو عجیب در عجیب مددیں دی ہیں اور وہ عجیب لطائف و نکات اس میں بھر دیئے ہیں کہ جو انسان کی معمولی طاقتوں سے بہت بڑھ کر ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اس نے یہ اپنا ایک نشان دکھلایا ہے تا کہ معلوم ہو کہ وہ کیونکر اسلام کی غربت کے زمانہ میں اپنی خاص تائیدوں کے ساتھ اس کی حمایت کرتا ہے اور کیونکر ایک عاجز انسان کے دل پر تجلّی کر کے لاکھوں آدمیوں کے منصوبوں کو خاک میں ملاتا اور ان کے حملوں کو پاش پاش کر کے دکھلا دیتا ہے۔ مجھے یہ بڑی خواہش ہے کہ مسلمانوں کی اولاد اور اسلام کے شرفاء کی ذرّیت جن کے سامنے نئے علوم کی لغزشیں دن بدن بڑھتی جاتی ہیں۔ اس کتاب کو دیکھیں۔ اگر مجھے وسعت ہوتی تو میں تمام جلدوں کو مفت لِلّٰہ تقسیم کرتا۔ عزیزو! یہ کتاب قدرت حق کا ایک نمونہ ہے اور انسان کی معمولی کوششیں خود بخود اس قدر ذخیرہ معارف کا پیدا نہیں کر سکتیں۔ اس کی ضخامت چھ سو صفحہ کے قریب ہے اور کاغذ عمدہ اور کتاب خوشخط اور قیمت دو ﷲ روپیہ اور محصول علاوہ ہے اور یہ صرف ایک حصہ ہے اور دوسرا حصہ الگ طبع ہوگا اور قیمت اس کی الگ ہوگی۔ اور اس میں علاوہ حقائق و معارف قرآنی اور لطائف کتاب ربِّ عزیز کے ایک وافر حصہ اُن پیشگوئیوں کا بھی موجود ہے جن کو اوّل **سراج منیر** میں شائع کرنے کا ارادہ تھا۔ اور میں اس بات پر راضی ہوں کہ اگر خریداران کتاب میری اس تعریف کو خلاف واقعہ پاویں تو کتاب مجھے واپس کر دیں میں بلاتوقف ان کی قیمت واپس بھیج دوں گا۔ لیکن یہ شرط ضروری ہے کہ کتاب کو دو ہفتے کے اندر واپس کریں اور دست مالیدہ اور داغی نہ ہو۔

اخیر میں یہ بات بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ اس کتاب کی تحریر کے وقت دو دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مجھ کو ہوئی اور آپ نے اس کتاب کی تالیف پر بہت مسرت ظاہر کی اور ایک رات یہ بھی دیکھا کہ ایک فرشتہ بلند آواز سے لوگوں کے دلوں کو اس کتاب کی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے **ھذا کتاب مبارک فقوموا للاجلال والاکرام** یعنے یہ کتاب مبارک ہے اس کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔ اب گذارش مدعا یہ ہے کہ جو صاحب اس کتاب کو خریدنا چاہیں وہ بلاتوقف مصمم ارادہ سے اطلاع بخشیں تا کہ کتاب بذریعہ ویلیو پی ایبل ان کی خدمت میں روانہ کی جائے۔

والسلام علٰی من اتبع الھدٰی

خاکسار **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپورہ پنجاب

(مطبوعہ ریاض ہند قادیان)

﴿۵﴾

شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد

(کلا ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی)

انسان باوجود سخت ناچیز اور مشت خاک ہونے کے پھر اپنی عاجزی کو کیسے جلد بھول جاتا ہے ایک ذرہ دردفرو ہونے اور آرام کی کروٹ بدلنے سے اپنی فروتنی کا لہجہ فی الفور بدل لیتا ہے پنجاب کے قریباً تمام آدمی شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور سے واقف ہوں گے اور میرے خیال میں ہے کہ جس ایک بیجا الزام میں اپنے بعض پنہانی قصوروں کی وجہ سے جن کو خدا تعالیٰ جانتا ہوگا وہ پھنس گئے تھے۔ وہ قصہ ہمارے ملک کے بچوں اور عورتوں کو بھی معلوم ہوگا۔ سو اس وقت ہمیں اس منسوخ شدہ قصہ سے تو کچھ مطلب نہیں صرف اس بات کا ظاہر کرنا مطلوب ہے کہ اس قصہ سے تخمیناً چھ ماہ پہلے اس عاجز کو بذریعہ ایک خواب کے جتلایا گیا تھا کہ شیخ صاحب کی جائے نشست فرش کو آگ لگی ہوئی ہے اور اس آگ کو اس عاجز نے بار بار پانی ڈال کر بجھایا ہے سو اُسی وقت میرے دل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بہ یقین کامل یہ تعبیر ڈالی گئی کہ شیخ صاحب پر اور ان کی عزت پر سخت مصیبت آئے گی اور میرا پانی ڈالنا یہ ہوگا کہ آخر میری ہی دعا سے نہ کسی اور وجہ سے وہ بلا دور کی جائے گی اور میں نے اس خواب کے بعد شیخ صاحب کو بذریعہ ایک مفصل خط کے اپنے خواب سے اطلاع دیدی اور توبہ اور استغفار کی طرف توجہ دلائی مگر اس خط کا جواب انہوں نے کچھ نہ لکھا آخر قریباً چھ ماہ گذرنے پر ایسا ہی ہوا اور میں انبالہ چھاؤنی میں تھا کہ ایک شخص محمد بخش نام شیخ صاحب کے فرزند جان محمد کی طرف سے میرے پاس پہنچا اور بیان کیا کہ فلاں مقدمہ میں شیخ صاحب حوالات میں ہو گئے میں نے اس شخص سے اپنے خط کا حال دریافت کیا جس میں ﴿۶﴾ چھ ماہ پہلے اس بلا کی اطلاع دی گئی تھی تو اس وقت محمد بخش نے اس خط کے پہنچنے سے لاعلمی ظاہر کی لیکن آخر خود شیخ صاحب نے رہائی کے بعد کئی دفعہ اقرار کیا کہ وہ خط ایک صندوق

میں سے مل گیا۔ پھر شیخ صاحب تو حوالات میں ہو چکے تھے لیکن ان کے بیٹے جان محمد کی طرف سے شاید محمد بخش کے دستخط سے جو ایک شخص ان کے تعلق داروں میں سے ہے کئی خط اس عاجز کے نام دعا کیلئے آئے اور اللہ جلّ شانہٗ جانتا ہے کہ کئی راتیں نہایت مجاہدہ سے دعائیں کی گئیں اور اوائل میں صورت قضا وقدر کی نہایت پیچیدہ اور مبرم معلوم ہوتی تھی لیکن آخر اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی اور ان کے بارے میں رہا ہونے کی بشارت دیدی اور اس بشارت سے ان کے بیٹے کو مختصر لفظوں میں اطلاع دی گئی۔

یہ تو اصل حقیقت اور اصل واقعہ ہے لیکن پھر اس کے بعد سنا گیا کہ شیخ صاحب اس رہائی کے خط سے انکار کرتے ہیں جس سے لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ گویا اس عاجز نے جھوٹ بولا۔ سو اس فتنہ کے دور کرنے کی غرض سے اس عاجز نے شیخ صاحب سے اپنا خط طلب کیا جس میں ان کی بریت کی خبر دی گئی تھی مگر انہوں نے وہ خط نہ بھیجا بلکہ اپنے خط ۱۹؍جون ۱۸۹۲ء میں میرے خط کا گم ہو جانا ظاہر کیا۔ لیکن ساتھ ہی اپنے بیٹے جان محمد کی زبانی یہ لکھا کہ قطعیت بریت کا خبر دینا ہمیں یاد نہیں مگر غالباً خط کے یہ الفاظ یا اس کے قریب قریب تھے کہ فضل ہو جائے گا دعا کی جاتی ہے۔☆ یہ قصہ تو یہاں تک رہا اور وہ خط شیخ صاحب کا میرے پاس موجود پڑا ہے لیکن اب بعض دوستوں کے خطوط اور بیانات سے معلوم ہوا کہ شیخ صاحب یہ مشہور کرتے پھرتے ہیں کہ ہمیں رہائی کی کوئی بھی اطلاع نہیں دی تھی۔ اور نہ صرف اسی قدر بلکہ اس عاجز پر ایک اور طوفان باندھتے ہیں اور وہ یہ کہ گویا یہ عاجز یہ تو جانتا تھا کہ میں نے کوئی خط نہیں لکھا مگر شیخ صاحب کو جھوٹ بولنے کے لئے تحریک دے کر بطور بیان دروغ ان سے یہ لکھوانا چاہا کہ اس عاجز نے رہائی کی خبر دے دی تھی گویا اس عاجز نے کسی خط میں شیخ صاحب کی خدمت میں یہ لکھا ہے کہ اگرچہ یہ بات صحیح اور واقعی تو نہیں کہ میں نے رہائی کی اطلاع قبل از وقت بطور پیشگوئی دی ہو مگر میری خاطر اور میرے لحاظ سے تم ایسا ہی لکھ دو تا میری کرامت ظاہر ہو۔ شیخ صاحب کا یہ طریق عمل سن کر سخت افسوس ہوا۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ شیخ صاحب کے اول و آخر کے متعلق ضرور شیخ صاحب کو اطلاع دی گئی تھی اور وہ دونوں پیشگوئیاں صحیح ہیں اور دونوں کی نسبت شیخ

﴿۷﴾

☆ یہ اس عاجز کا لفظ نہیں ہے کہ دعا کی جاتی ہے بلکہ یہ تھا کہ دعا بہت کی گئی۔ اور آخر فقرہ میں بریت اور فضل الٰہی کی بشارت دی گئی تھی وہ الفاظ اگرچہ کم تھے مگر قلّ و دلّ تھے۔ خدا تعالیٰ کسی کا محتاج اور خوشامد گر لوگوں کی طرح نہیں اس کی بشارتیں اکثر اشارات ہی ہوتے ہیں اس کا ہاں یا نہیں کہنا دوسرے لوگوں کے ہزار دفتر سے زیادہ معتبر ہے مگر نادان اور متکبر دنیا دار یہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بھی فرمانبرداروں کی طرح لمبی تقریریں کرے تا ان کو یقین آوے اور پھر اس بات کو قطعی سمجھیں۔ منہ

صاحب کی طرف خط بھیجا گیا اور وہی خط مانگا گیا تھا یا اس کا مضمون طلب کیا گیا تھا۔ شیخ صاحب نے اگر درحقیقت ایسا ہی بیان کیا ہے تو ان کے افترا کا جواب کیا دیا جائے ناظرین اس بارے میں میرے خطوط ان سے طلب کریں اور ان کو باہم ملا کر غور سے پڑھیں☆ اگر شیخ صاحب میں مادہ فہم کا ہوتا تو پہلی ہی پیشگوئی کے خط سے میرا بریت کا خبر دینا سمجھ سکتے تھے کیونکہ اس سے یہی بہ بداہت سمجھا جاسکتا تھا کہ اس عاجز کے ذریعہ سے ہی ان کی بند خلاص ہوگی وجہ یہ کہ ان کو اطلاع دی گئی تھی کہ میں نے ہی پانی ڈال کر آگ کو بجھایا۔ کیا شیخ صاحب کو یاد نہیں کہ بمقام لودہیانہ جب وہ میرے مکان پر دعوت کھانے آئے تھے تو انہوں نے اس خط کو یاد کر کے رونا شروع کر دیا تھا اور شاید روٹی پر بھی بعض قطرے آنسوؤں کے پڑے ہوں۔ پھر وہ آگ پر پانی ڈالنا کیوں یاد نہ رہا۔ اور اگر میں نے رہائی کی خبر شائع نہیں کی تھی تو پھر وہ صدہا آدمیوں میں قبل از رہائی مشہور کیونکر ہوگئی تھی اور کیوں آپ کے بعض رشتہ دار جلدی☆☆ کر کے اس خبر کے صدق پر اعتراض کرتے تھے جواب تک زندہ موجود ہیں اور پھر آپ نے کیوں میرے خط کا یہ خلاصہ مجھ کو تحریر کیا کہ گویا میں نے خط میں صرف اتنا ہی لکھا تھا کہ فضل ہو جائے گا یہ کیسی ناخدا ترسی ہے کہ مجالس میں افترا کی تہمت لگا کر دل کو دکھایا جائے۔ خیر اب ہم بطریق تنزل ایک آسان فیصلہ اپنے صدق اور کذب کے بارے میں ذیل میں لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے: ۔

فیصلہ

آج رات میں نے جو ۲۵؍ فروری ۱۸۹۳ء کی رات تھی۔ شیخ صاحب کی ان باتوں سے سخت دردمند ہو کر آسمانی فیصلہ کیلئے دعا کی۔ خواب میں مجھ کو دکھلایا گیا کہ ایک دوکاندار کی طرف میں نے کسی قدر قیمت بھیجی تھی کہ وہ ایک عمدہ اور خوشبودار چیز بھیج دے اس نے قیمت رکھ کر ایک بدبودار چیز بھیج دی وہ چیز دیکھ کر مجھے غصہ آیا اور میں نے کہا کہ جاؤ دوکاندار کو کہو کہ وہی چیز دے ورنہ میں اس دغا کی اس پر نالش کروں گا اور پھر عدالت سے کم سے کم چھ ماہ کی اس کو سزا ملے گی اور امید تو زیادہ کی ہے۔ تب دوکاندار نے شاید یہ کہلا بھیجا کہ یہ

☆ مناسب ہے کہ ناظرین ان قریب قریب تاریخوں کے تمام میرے خطوط کو شیخ صاحب سے لیکر پڑھیں میرے کسی خط کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ شیخ صاحب کوئی بات خلاف واقعہ لکھیں بلکہ ان کو اپنے خط سابق کے مضمون سے اطلاع دی گئی تھی اور امید تھی کہ یاد دلانے سے وہ مضمون انہیں یاد آ جائے گا۔ اس بناء پر ان سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ ہمارے خط کا یہ خلاصہ ہے اور اس کی ہم آپ سے تصدیق چاہتے ہیں مگر افسوس کہ شیخ صاحب نے میرے خط کو تو تحکم کی راہ سے دبا لیا اور مجھ پر یہ افترا کیا کہ میں نے ان سے جھوٹ کہلوانا چاہا۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے تو صرف اپنے خط کے مضمون کی تصدیق کرانی چاہی تھی۔ اگر میں سچ پر نہیں تو شیخ صاحب میرا متنازعہ فیہ خط پیش کریں جس کے پہنچنے کا ان کو اقرار ہے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ یہ بھی اقرار ہے کہ اس میں لکھا تھا کہ فضل ہو جائے گا۔ منہ

☆☆ آپ کے رشتہ دار شاید ہمشیرہ زاد شیخ میراں بخش ساکن دسوہہ نے بمقام امرتسر اپنی دوکان پر روبرو شیخ سندھی خان ساکن خانپور میرے ملازم شیخ حامد علی سے نومیدی رہائی کی حالت میں تکرار کی تھی کہ مرزا غلام احمد تو کہتے تھے کہ شیخ صاحب بری ہو جائیں گے اور اب وہ پھانسی ملنے لگے ہیں۔ حامد علی کا بیان ہے کہ میں نے کہا تھا کہ انجام دیکھنے کے بعد اعتراض کرنا۔ منہ

﴿۸﴾ میرا کام نہیں یا میرا اختیار نہیں اور ساتھ ہی یہ کہلا بھیجا کہ ایک سودائی پھرتا ہے اس کا اثر میرے دل پر پڑ گیا اور میں بھول گیا اور اب وہی چیز دینے کو تیار ہوں۔ اس کی میں نے یہ تعبیر کی کہ شیخ صاحب پر یہ ندامت آنے والی ہے اور انجام کار وہ نادم ہوں گے اور ابھی کسی دوسرے آدمی کا ان کے دل پر اثر ہے۔ پھر میں نے توجہ کی تو مجھے یہ الہام ہوا:۔

انا نریٰ تقلّب وجهک فی السماء نقلّب فی السماء ما قلّبتَ فی الارض انا معک نرفعک درجات۔ یعنے ہم آسمان پر دیکھ رہے ہیں کہ تیرا دل مہر علی کی خیراندیشی سے بددعا کی طرف پھر گیا سو ہم بات کو اسی طرح آسمان پر پھیر دیں گے جس طرح تو زمین پر پھیرے گا۔ ہم تیرے ساتھ ہیں تیرے درجات بڑھائیں گے۔ لہٰذا یہ اشتہار شیخ صاحب کی خدمت میں رجسٹری کرا کر بھیجتا ہوں کہ اگر وہ ایک ہفتہ کے عرصہ میں اپنے خلاف واقعہ فتنہ اندازی سے معافی چاہنے کی غرض سے ایک خط بہ نیت چھپوانے کے نہ بھیج دیں تو پھر آسمان پر میرا اور ان کا مقدمہ دائر ہوگا اور میں اپنی دعاؤں کو جوان کی عمر اور بحالی عزت اور آرام کیلئے تھیں واپس لے لوں گا یہ مجھے اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے بتصریح بشارت مل گئی ہے پس اگر شیخ صاحب نے اپنے افتراؤں کی نسبت میری معرفت معافی کا مضمون شائع نہ کرایا تو پھر میرے صدق اور راستی کی یہ نشانی ہے کہ میری بددعا کا اثر ان پر ظاہر ہوگا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو وعدہ دیا ہے۔ ابھی میں اس کی کوئی تاریخ بیان نہیں کر سکتا کیونکہ ابھی خدا تعالیٰ نے کوئی تاریخ میرے پر کھولی نہیں اور اگر میری بددعا کا کچھ بھی اثر نہ ہوا تو بلاشبہ میں اسی طرح کاذب اور مفتری ہوں جو شیخ صاحب نے مجھ کو سمجھ لیا۔ میں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے مصیبت سے پہلے ہی شیخ صاحب کو خبر دی تھی اور مصیبت کے بعد بھی۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو شیخ صاحب میری بددعا سے صاف بچ جائیں گے اور یہی میرے کاذب ہونے کی کافی نشانی ہوگی۔ اگر یہ بات صرف میری ذات تک محدود ہوتی تو میں صبر کرتا۔ لیکن اس کا دین پر اثر ہے اور عوام میں ضلالت پھیلتی ہے اس لئے میں نے محض حمایت دین کی غرض سے دعا کی اور خدا تعالیٰ نے میری دعا منظور فرمائی۔ دنیاداروں کو اپنی دنیا کا تکبر ہوتا ہے اور فقیروں میں کبریائی تکبر اپنے نفس پر بھروسہ کر کے پیدا ہوتا ہے اور کبریائی خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے پیدا ہوتی ہے۔ پس میرے صادق اور کاذب ہونے کیلئے یہ بھی ایک نشانی ہے۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ شیخ صاحب کی نجات صرف میری ہی دعا سے ہوئی تھی جیسا کہ میں نے آگ پر پانی ڈالا تھا۔ اگر میں اس دعویٰ میں صادق نہیں ہوں تو میری ذلت ظاہر ہو جاوے گی۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ

راقم خاکسار **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپورہ۔

(مطبوعہ ریاض ہند قادیان)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم صل علی محمد و اٰل محمد افضل الرسل و خاتم النبیین

اشتہار

کتاب براہین احمدیہ جس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مؤلف نے ملہم و مامور ہو کر بغرض اصلاح وتجدید دین تالیف کیا ہے جس کے ساتھ دس ہزار روپیہ کا اشتہار ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں منجانب اللہ اور سچا مذہب جس کے ذریعہ سے انسان خدا تعالیٰ کو ہر یک عیب اور نقص سے بری سمجھ کر اس کی تمام پاک اور کامل صفتوں پر دلی یقین سے ایمان لاتا ہے وہ فقط **اسلام** ہے جس میں سچائی کی برکتیں آفتاب کی طرح چمک رہی ہیں اور صداقت کی روشنی دن کی طرح ظاہر ہو رہی ہے اور دوسرے تمام مذاہب ایسے بدیہی البطلان ہیں کہ نہ عقلی تحقیقات سے ان کے اصول صحیح اور درست ثابت ہوتے ہیں اور نہ ان پر چلنے سے ایک ذرہ روحانی برکت وقبولیت الٰہی مل سکتی ہے بلکہ ان کی پابندی سے انسان نہایت درجہ کا کور باطن اور سیاہ دل ہو جاتا ہے جس کی شقاوت پر اسی جہان میں نشانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اس کتاب میں دین اسلام کی سچائی کو دو طرح پر ثابت کیا گیا ہے (۱) **اول** تین سو مضبوط اور قوی دلائل عقلیہ سے جن کی شان وشوکت وقدر ومنزلت اس سے ظاہر ہے کہ اگر کوئی مخالف اسلام ان دلائل کو توڑ دے تو اس کو دس ہزار روپیہ دینے کا اشتہار دیا ہوا ہے اگر کوئی چاہے تو اپنی تسلی کے لئے عدالت میں رجسٹری بھی کرالے۔ (۲) **دوم** ان آسمانی نشانوں سے کہ جو سچے دین کی کامل سچائی ثابت ہونے کے لئے از بس ضروری ہیں۔ اس امر دوم میں مولف نے اس غرض سے کہ سچائی دین اسلام کی آفتاب کی طرح روشن ہو جائے تین قسم کے نشان ثابت کر کے دکھائے ہیں۔ اول وہ نشان کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مخالفین نے خود حضرت ممدوح کے ہاتھ سے اور آنجناب کی دعا اور توجہ اور برکت سے ظاہر ہوتے دیکھے جن کو مولف یعنی اس خاکسار نے تاریخی طور پر ایک اعلیٰ درجہ کے ثبوت سے مخصوص وممتاز کر کے درج کتاب کیا ہے۔ دوم وہ نشان کہ جو خود قرآن شریف کی ذات بابرکات میں دائمی اور ابدی اور بے مثل طور پر پائی جاتی ہیں جن کو راقم نے بیان شافی اور کافی سے ہر یک عام وخاص پر کھول دیا ہے اور کسی نوع کا عذر کسی کے لئے باقی نہیں رکھا۔ سوم وہ نشان کہ جو کتاب اللہ کی پیروی اور متابعت رسول برحق سے کسی شخص تابع کو بطور وراثت ملتے ہیں جن کے اثبات میں اس بندہ درگاہ نے بفضل خداوند حضرت قادر مطلق یہ بدیہی ثبوت دکھلایا ہے کہ بہت سے سچے الہامات اور خوارق اور کرامات اور اخبار غیبیہ اور اسرار لدنیہ اور کشوف صادقہ اور دعائیں قبول شدہ کہ جو خود اس خادم دین سے صادر ہوئے ہیں اور جن کی صداقت پر بہت سے مخالفین مذہب (آریوں وغیرہ سے) بشہادت ورؤیت گواہ ہیں کتاب موصوف میں درج کئے ہیں اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ **مجدد** وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح بن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بشدت مناسبت ومشابہت ہے اور اس کو خواص انبیاء ورسل کے نمونہ پر محض بہ برکت متابعت حضرت خیر البشر افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم ان بہتوں پر اکابر اولیاء سے فضیلت دی گئی ہے کہ جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں اور اس کے قدم پر چلنا موجب نجات وسعادت وبرکت اور اس کے برخلاف چلنا موجب بعد وحرمان ہے یہ سب ثبوت کتاب **براہین احمدیہ** کے پڑھنے سے کہ جو منجملہ تین سو جزو کے قریب ۳۷ جزو کے چھپ چکی ہے ظاہر ہوتے ہیں اور طالب حق کے لئے خود مصنف پوری پوری تسلی وتشفی کرنے کو ہر وقت مستعد اور حاضر ہے۔ و ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء و لا فخر ۔ والسلام علٰی من اتبع الھدٰی اور اگر اس **اشتہار** کے بعد بھی کوئی شخص سچا طالب بن کر اپنی عقدہ کشائی نہ چاہے اور دلی صدق سے حاضر نہ ہو تو ہماری طرف سے اس پر اتمام حجت ہے جس کا خدا تعالیٰ کے روبرو اس کو جواب دینا پڑے گا۔ بالآخر اس اشتہار کو اس دعا پر ختم کیا جاتا ہے کہ اے خداوند کریم تمام قوموں کے مستعد دلوں کو ہدایت بخش کہ تا تیرے رسول مقبول افضل الرسل **محمد مصطفیٰ** صلی اللہ علیہ وسلم اور تیرے کامل ومقدس کلام **قرآن شریف** پر ایمان لاویں اور اس کے حکموں پر چلیں تا ان تمام برکتوں اور سعادتوں اور حقیقی خوشحالیوں سے متمتع ہو جاویں کہ جو سچے مسلمان کو دونوں جہانوں میں ملتی ہیں اور اس جاودانی نجات اور حیات سے بہرہ ور ہوں کہ جو نہ صرف عقبیٰ میں حاصل ہو سکتی ہے بلکہ سچے راستباز اسی دنیا میں اس کو پاتے ہیں بالخصوص تمام **انگریز** جنہوں نے ابھی تک اس آفتاب صداقت سے کچھ روشنی حاصل نہیں کی اور جن کی شائستہ اور مہذب اور بارحم **گورنمنٹ** نے ہم کو اپنے احسانات اور دوستانہ معاملات سے ممنون کر کے اس بات کے لئے دلی جوش بخشا ہے کہ ہم ان کے دنیا ودین کے لئے دلی جوش سے بہبودی وسلامتی چاہیں تا ان کے گورے وسپید منہ جس طرح دنیا میں خوبصورت ہیں آخرت میں بھی نورانی ومنور ہوں۔ فنسئل اللّٰہ تعالٰی خیرھم فی الدنیا و الاٰخرۃ اللّٰھم اھدھم و ایّد ھم بروح منک واجعل لھم حظًا کثیرًا فی دینک واجذبھم بحولک و قوّتک لیؤمنوا بکتابک و رسولک و یدخلوا فی دین اللّٰہ افواجًا. اٰمین ثم اٰمین والحمد للّٰہ ربّ العالمین۔

المشتھر

خاکسار مرزا **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپورہ ملک پنجاب (بیس ہزار اشتہار چھاپے گئے)

خاتمہ اشعار در شکر و حمد حضرت اعلیٰ پروردگار تعالیٰ شانہ و جل اسمہ بجمیع الانوار

قربان تست جانِ من اے یار محسنم ‌ با من کدام فرق تو کردی کہ من کنم

ہر مطلب و مراد کہ مے خواستم ز غیب ‌ ہر آرزو کہ بود بخاطر معیّنم

از جود دادۂ ہمہ آں مدعائے من ‌ و از لطف کردۂ گذر خود بمسکنم

ہیچ آگہی نبود ز عشق و وفا مرا ‌ خود ریختی متاع محبت بدامنم

این خاک تیرہ را تو خود اکسیر کردۂ ‌ بود آن جمال تو کہ نمودست احسنم

ایں صیقل دلم نہ بزہد و تعبّد است ‌ خود کردۂ بلطف و عنایات روشنم

صد منّتِ تو ہست برین مشت خاکِ من ‌ جانم رہینِ لطف عمیم تو ہم تنم

سہل است ترک ہر دو جہان گر رضائے تو ‌ آید بدست اے پنہ و کہف و مامنم

فصل بہار و موسم گُل نایدم بکار ‌ کاندر خیال روئے تو ہر دم بگلشنم

چون حاجتے بود بادیب دگر مرا ‌ من تربیت پذیر ز ربّ مہیمنم

ز انساں عنایت ازلی شد قریب من ‌ کامد ندائے یار زہر کوئے و برزنم

یا رب مرا بہر قدمم استوار دار ‌ وان روز خود مباد کہ عہد تو بشکنم

در کوئے تو اگر سر عشّاق را زنند
اول کسے کہ لافِ تعشّق زند منم

a higher rank than that of other Prophets, I also by virtue of being a follower of the August Person (the benefactor of mankind, the best of the messangers of God) am favoured with a higher rank than, that assigned to many of the Saints and Holy Personages preceding me. To follow my footsteps will be a blessing and the means of salvation whereas any antogonism to me will result in estrangemen and disappointment. All these evidences will be found by perusal of the book which will consist of nearly 4800 pages of which about 592 pages have been published. I am always ready to satisfy and convince any seeker of truth. "*All this is a Grace of God He gives it to whom-soever. He likes and there is no bragging in this.*" "Peace be to all the followers of righteousness!"

If after the publication of this notice any one does not take the trouble of becoming earnest enquirer after the truth and does not come forward with an unbiassed mind to seek it then my challenging (discussion) with him ends here and he shall be answerable to God.

Now I conclude this notice with the following prayer: Oh Gracious God! guide the pliable hearts of all the nations, so that they may have faith on Thy chosen Prophet (Muhammad) and on Thy holy Al-Quran, and that they may follow the commandments contained therein, so that they may thus be benifitted by the peace and the true happiness which are specially enjoyed by the true Muslims in both the worlds, and may obtain absolution and eternal life which is not only procurable in the next world, but is also enjoyed by the truthful and honest people even in this world. Expecially the English nation who have not as yet availed themselves of the sunshine of truth, and whose civilized, prudent and merciful empire has, by obliging us numerous acts of kindness and friendly treatments, exceedingly encouraged us to try our utmost for their numerous acts of welfare, so that their fair faces may shine with heavenly effulgence in the next We beseech God for their well being in this world and the next. Oh God! guide them and help them with Thy grace, and instil in their minds the love for Thy religion, and attract them with Thy power, so that they may have faith on Thy Book and prophet, and embrace Thy religion in groups Amen! Amen!"

"Praise be to God the supporter of creation!"

(Sd) **MIRZA GULAM AHMAD**

Chief of Qadian, District Gurdaspur, Punjab, India

TRANSLATION OF THE VERNACULAR NOTICE ON REVERSE

Being inspired and commanded by God, I have undertaken the compilation of a book named"Barahin-i-Ahmadia," with the object of reforming and reviewing the religion, and have offered a reward of Rs. 10,000 to any one who would prove the arguments brought forward therein to be false. My object in this Book is to show that only true and the only revealed religion by means of which one might know God to be free from blemish, and obtain a strong conviction as to the perfection of His attributes is the religion of Islam, in which the blessings of truth shine forth like sun, and the impress of veracity is as vividly bright as the day-light. All other religions are so palpably and manifestly false that neither their principles can stand the test of reasoning nor their followers experience least spiritual edification. On the contrary those religions so obscure the mind and divest it of discernment that signs of future misery among the followers become apparent even in this world.

That the Muhammadan religion is the only true religion has been shown in this book in two ways: (1st), By means of 300 very strong and sound arguments based on mental reasoning (their congency and sublimity being inferred from the fact that a reward of Rs. 10,000 has been offered by me to any one refuting them, and from my further readiness to have this offer registered for the satisfaction of any one who might ask for it): (2) From those Divine signs which are essential for the complete and satisfactory proof of a true religion. With a view to establish that Muhammadan religion is the only true religion in the world, I have adduced under this latter head 3 kinds of evidences: (1) The miracles performed by the Prophet during his life time either by deeds or words which were witnessed by people of other persuasions and are inserted in this book in a chronological order (based on the best kind of evidences): (2), The marks which are inseparably adherent in the Al-Quran itself, and are perpetual and everlasting, the nature of which has been fully expounded for facility of comprehension (3), The signs which by way of inheritances devolve on any believer in the Book of God and the follower of the true Prophet. As an illustration of this, I, the humble creature of God, by His help have clearly evinced myself to be possessed of such virtues by the achieving of many unusual and supernatural deeds by foretelling future events and secrets, and by obtaining from God the objects of my prayers to all of which many persons of different persuasions like Aryas, & c., have been eye-witness (A full description of these will be found in the said book).

I am also inspired that I am the Reformer of my time, and that as regards spiritual excellence, my virtues bear a very close similarity and strict analogy to those of Jesus Christ, in the same way as the distinguished chief of Prophets were assigned

انڈیکس

روحانی خزائن جلد ۵

مرتبہ: مکرم ظہور الٰہی توقیر صاحب

زیر نگرانی

سید عبد الحی

آیات قرآنیہ

ترتیب بلحاظ سورۃ

الفاتحة

البقرة

اٰل عمران

النساء

المائدة

الانعام

الاعراف

الانفال

☆ ☆ ☆

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

احادیث بالمعنی

☆☆☆

الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عربی الہامات

اردو الہامات

مضامین

آ،ا،ب،پ،ت،ث

آخرت

آریہ

آزمائش

آسمان

اللہ کی قسموں کا فلسفہ

الہام

امانت

امت محمدیہ

بارش

بدعت

برکت

بشارت

زمانہ

س،ش،ص،ض

سکھ

شرک

شہاب ثاقب

شیطان

صادق

صحابہ

نجات

نشان نیز دیکھئے ''معجزہ''

☆☆☆

اسماء

ج، چ، ح، خ، د

پیشگوئیاں اور نشانات

منظوم کلام

اردو کلام

اردو اشعار

اردو مصرعہ

عربی قصائد

فارسی کلام

آنحضرتؐ کا روحانی نزول

آنحضرتؐ اور روح القدس

اطاعت کے ثمرات

مخالفت

معجزات

اجتہادی غلطی

متفرق

خوارق اور اقتداری معجزات

وفاتِ مسیح

نزولِ مسیح

☆☆☆

مقامات

☆☆☆

کتابیات

☆☆☆